تاریخِ اقوامِ عالم

www.kitabosunnat.com

مرتضیٰ احمد خاں مے کش

مجلسِ ترقّیِ ادب ۔ کلب روڈ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

تاریخِ اقوامِ عالم

مرتضیٰ احمد خاں مے کش

مجلسِ ترقّیِ اَدب ۲۰۔کلب روڈ، لاہور

فون: 042-36370990,36368218

فیکس: 042-36368217

ای۔میل: majlis_ta@ymail.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

تاریخ اقوام عالم از: مرتضیٰ احمد خاں مے کش

طباعتِ سوم: مارچ 2012ء/ربیع الثانی 1433ھ۔ تعداد: 600

(طباعتِ دوم: 1962ء، تعداد: 1100)

سلسلۂ مطبوعات: 16

ناشر : شہزاد احمد
ناظم مجلسِ ترقیِ اَدب، لاہور

اہتمام : اشرف جاوید

مطبع : سپوتنک پرنٹرز، 13۔سی، فین روڈ، لاہور

قیمت : 650 روپے

یہ کتاب محکمۂ اطلاعات وثقافت، حکومتِ پنجاب کے تعاون سے شائع ہوئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتساب

دوسری عالم گیر جنگ کے واقعات میں سے مجھے سب سے زیادہ جس واقعہ نے متاثر کیا وہ ایشیا کے قلب میں آباد ہونے والی ایک چھوٹی مگر بہادر قوم ''افغان'' سے متعلق تھا۔ افغانستان ان چند ملکوں میں سے تھا جنھوں نے اس عالم گیر جنگ میں غیر جانب دار رہنے کا فیصلہ کیا اور آخر وقت تک اپنے اس فیصلے پر کاربند رہا۔ دنیا کی اکثر قومیں برضا و رغبت یا بہ جبرو اکراہ اس جنگ کی جہاں سوز آگ میں شامل ہوتی چلی گئیں تا آں کہ جنگ کے آخری مرحلے میں ترکی، مصر، سعودی عرب اور سویڈن نے بھی متحدہ اقوام کے مجوزہ نظام کی رکنیت حاصل کرنے کے لیے گرتی ہوئی محوری طاقتوں کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ ہسپانیہ، آئرلینڈ، سوئزرلینڈ اور ارجن ٹائین کی حکومتیں بھی غیر جانب دار رہیں لیکن ان میں سے ہسپانیہ اور ارجن ٹائین نے دوران جنگ میں محوری طاقتوں کے ساتھ علمی ہمدردی کے بعض اقدامات کر کے اپنی غیر جانب داری کا سفید دامن داغ دار کر لیا۔ افغانستان کے اس دور کی تاریخ کے جس واقعہ سے میری طبیعت متاثر ہوئی وہ یہ تھا کہ ۱۹۴۱ء میں جب برطانیہ اور روس کی فوجیں ایران میں جرمنی اور اٹلی کے ایجنٹوں کی سرگرمیوں کا بہانہ لے کر اس کی سرزمین پر چڑھ دوڑیں تو ان دونوں بڑی طاقتوں نے افغانستان کے سامنے بھی محوری اقوام کے باشندوں کے اخراج کا مطالبہ پیش کر دیا اور اس امر کا قوی اندیشہ محسوس ہونے لگا کہ شاید یہ بڑی طاقتیں افغانستان کے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گی جو ایران سے کیا گیا ہے۔

اس نازک موقع پر اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ کی حکومت نے جس تدبر سے کام لیا وہ اقوام عالم کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ افغانستان کی حکومت نے اس موقع پر ملت افغان کے نمایندوں کا ایک لوئی جرگہ (بڑا اجتماع) منعقد کیا۔ جس کے سامنے صورتِ حال پیش کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی گئی۔ لوئی جرگہ کا فیصلہ یہ تھا کہ اگر روس اور برطانیہ نے افغانستان کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ بلاوجہ غیر جانب داری کا مسلک ترک کر کے کابل کے جرمن اور اطالوی سفارت خانے بند کر دے اور ان قوموں کے افراد کو جو افغانستان کے ملک میں نوکری، تجارت اور محنت مزدوری کرنے کے لیے آئے ہوئے ہیں اور افغانوں کی امان میں زندگی بسر کر رہے ہیں ان کے دشمن ملکوں یعنی روس اور برطانیہ کے حوالے کر دے تو افغان اپنے اسلامی شرف، اپنی قومی عزت اور اپنی آزادی کی حفاظت کے لیے جانیں لڑانے میں دریغ سے کام نہ لیں گے۔ لوئی جرگہ کے اس فیصلے کو دیکھ کر روس اور برطانیہ کی حکومتوں نے مصالحانہ روش اختیار کی اور حکومت افغانستان سے یہ کہا کہ وہ افغانستان کو غیر جانب داری کا مسلک ترک کرنے اور محوری طاقتوں کے سفارت خانوں کو بند کرنے پر مجبور نہیں کرتے لیکن افغانستان کی سرزمین میں اپنی دشمن اقوام کے باشندوں کی موجودگی کو اپنے لیے خطرے کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور حکومت افغانستان سے استدعا کرتے ہیں کہ ان کی سرگرمیوں کے انسداد کی کوئی تدبیر کرے۔ افغانستان کا جواب یہ تھا کہ افغان حکومت ان لوگوں کی نقل و حرکت پر کڑی نگاہ رکھتی ہے اور انھیں اپنے روسی اور برطانوی ہمسایوں کی نقل و حرکت کوئی معاندانہ حرکت کرنے کی اجازت نہیں دیتی لیکن برطانیہ اور روس کی حکومتیں اس جواب سے مطمئن نہ ہوئیں۔ آخر تینوں حکومتوں کے درمیان اس امر پر مفاہمت ہوگئی کہ محوری طاقتوں کے سفارت خانے اپنے اپنے عملوں سمیت بدستور کابل میں موجود رہیں گے۔ جرمن اور اطالوی باشندے جو افغانستان کے اندر اپنے کاموں کے سلسلے میں بود و باش رکھتے ہیں اس شرط پر ملک سے نکال دیے جائیں گے کہ برطانوی حکومت انھیں ہندوستان اور عراق میں سے گزار کر ترکی کی غیر جانب دار سرزمین میں بہ حفاظت تمام پہنچانے کا ذمہ لے۔ اس قرارداد کے مطابق ایک عہدنامہ مرتب ہوا جس پر برطانیہ اور ترکی کے سفیروں اور افغان حکومت کے وزیر امور خارجہ نے دستخط ثبت کیے۔ جرمن اور اطالوی اقوام کے جتنے افراد افغان عمال نے تورخم کی سرحدی چوکی میں برطانوی حکام کے حوالے کیے اتنے افراد برطانوی حکام نے عراق کی سرحد پر ترکی حکام کے حوالے کر دیے جہاں سے وہ اپنے اپنے ملکوں کو چلے گئے۔

افغانستان کی حکومت نے اس نازک موقع پر جس ہمت اور تدبر کے ساتھ اپنے ملک کی غیر جانب داری اور ملت افغان کے قومی شرف کی حفاظت کی وہ افغانوں کے قومی احساس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرافت کا ایسا چمکتا ہوا ثبوت ہے جس کی نظیر اس جنگ کے واقعات کی تاریخ میں کسی دوسری قوم کے نامہ اعمال میں نہیں ملتی۔

تاریخ اقوام عالم کو قلم بند کرتے وقت جب میرے دل میں انتساب کے لیے موزوں انتخاب کی الجھن پیدا ہوئی تو طبیعت نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کتاب کا انتساب جو جامعہ بشری کے تاریخی حالات پر مشتمل ہے۔

ملت نجیبہ افغان کی اس حمیت اسلامی اور شرافت ملی کے نام پر کرنا چاہیے جس کی بدولت وسط ایشیا کی یہ چھوٹی سی کم زور اور ضعیف قوم دوسری عالم گیر جنگ کے قیامت خیز ہنگاموں میں اپنی آزادی، اپنے مسلک غیر جانب داری، اپنی عزت اور اپنے شرف کو بہ ہمہ وجوہ قائم و برقرار رکھنے میں کام یاب و کام گار برآمد ہوئی۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی اس تالیف ''تاریخ اقوام عالم'' کو ملت افغان کی شرافت و نجابت کے نام سے معنون کرتا ہوں جس کا روشن ثبوت اس نے دوسری عالم گیر جنگ کے دوران میں بھی مہیا کر دکھایا۔

نوٹ :- متذکرہ صدر سطور ۱۹۴۰ء میں کتاب کا مسودہ پایہ تکمیل تک پہنچ جانے پر سپرد قلم کی گئی تھیں۔ اب ۱۹۵۰ء ہے۔ گزشتہ پانچ سال میں جو مشکلات و مزاحم اس کتاب کے چھپنے کی راہ میں پیش آتے رہے ان کا تذکرہ بجائے خود ایک مستقل باب کا محتاج ہے۔ مختصراً یہ کہ مسودہ کتابت ہونے کے بعد مدتوں حیدرآباد دکن کے ایک مطبع میں پڑا رہا اور اس کی طباعت کی باری نہ آئی۔ ازاں بعد ۱۹۴۷ء میں شمالی ہند کے اقطاع میں بدامنی اور خوں ریزی کے طوفان اٹھے۔ جن کے نرغے میں راقم الحروف مشرقی پنجاب میں گھر گیا اور کامل تین ماہ کیمپوں میں دن کاٹنے کے بعد بہ ہزار دِقت لاہور تک پہنچنے میں کام یاب ہو سکا۔ ان ہنگاموں کے بعد کاروبار کی طرف توجہ دینے کی فرصت کسے تھی؟ ۱۹۴۸ء میں جب کہ حیدرآباد دکن کے مطبع سے کتاب کی طباعت کے متعلق استفسار کیا جا رہا تھا، بھارت کی فوجوں نے حیدرآباد پر چڑھائی کر دی۔ پہلے طباعت کی طرف سے مایوسی تھی، اب مسودہ ہی کی طرف سے ناامیدی ہو گئی۔ حالات کے پرسکون ہونے پر مسودہ کی تلاش شروع ہوئی۔ خوش بختی سے مسودہ مل گیا جسے گزشتہ پانچ سال کے کوائف و حالات کے اضافہ کے ساتھ طباعت و اشاعت کے لیے بھیج رہا ہوں اور بارگاہ ایزدی میں دست بہ دعا ہوں کہ جو کام میں نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے صدہا کتابوں کی چھان بین کر کے تیار کیا ہے وہ قدر دان ہاتھوں میں پہنچ کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اپنا مقصد پورا کرے اور پڑھنے والوں کی معلومات میں اضافہ کا موجب بنے۔ آمین

العبد العاجز
مرتضیٰ احمد خان

۲۱ر جون ۱۹۵۰ء

طبع ثانی :-

اس کتاب کا دوسرا اڈیشن ''مجلس ترقی ادب'' لاہور کے زیر اہتمام شایع ہو رہا ہے جس نے اس کتاب کی طباعت و کتابت کے جملہ حقوق مصنف سے حاصل کر لیے ہیں۔
والحمد لله علی ذالك :-

مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۰۸ء المولف۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

علمی تحقیقات کے ذوق نے عصر حاضر کے انسان پر نئی نئی دریافتوں اور ایجادوں کے دروازے کھول دیے ہیں۔ جدید انکشافات اور ایجادات نے نوع انسانی کو ایک کنبے اور سطح ارضی کو ایک محدود رقبے کی حیثیت دے دی ہے۔ ہر انسان اپنے گھر میں بیٹھ کر لندن، نیویارک، ماسکو اور دور دراز کے مقامات کی آوازیں اسی طرح سن سکتا ہے جس طرح اپنے ہمسائے کے گھر کی آوازیں سنتا ہے۔ طیاروں، ریلوں، جہازوں اور آٹو موبائیلوں نے انسان کو سالوں اور مہینوں کی مسافت دنوں اور گھنٹوں میں طے کرنے کے قابل بنا دیا ہے۔ ریڈیو اور اخبار ہر پڑھے لکھے شخص کو ہر صبح دنیا بھر کے حالات سے باخبر کر دیتے ہیں۔ دنیا کے ایک سرے میں واقعات و حالات کی تبدیلیاں فوری طور پر دوسرے سرے کی آبادیوں پر اثر ڈالتی ہیں۔ انسان کے فکر و عمل کی تحریکیں عالم گیر حیثیتیں اختیار کر رہی ہیں۔ ان حالات میں محض کسی ایک قوم، ایک گروہ یا ایک ملک کی تاریخ کا مطالعہ انسانی فکر و نظر میں وہ وسعت پیدا نہیں کر سکتا جو موجودہ دور میں زندگی بسر کرنے کے لیے ضروری ہے۔ عصر حاضر کی عالم گیر تحریکات کو جو ساری دنیا کے انسانوں پر اثر انداز ہو رہی ہیں سمجھنے، جانچنے اور پرکھنے کے لیے ہر فرد، بشر کو نوع انسانی کی تاریخ سے آگاہ ہونا ضروری ہے تاکہ اس کے فکر کی قوتوں میں عصر حاضر کی تحریکات کا صحیح طور پر جائزہ لینے کی اہلیت پیدا ہو اور اس کا زاویہ نگاہ وسیع ہو جائے۔ یورپی اقوام کے لٹریچر میں ہر قوم، ہر ملک اور ہر چھوٹے بڑے موجودہ یا گزشتہ گروہ کی بیسیوں مبسوط اور جامع تاریخوں کے علاوہ نوع بشر کے تاریخی حالات یک جا بتانے والی متعدد کتابیں موجود ہیں۔ مجھے تاریخ کی ایسی کتابوں سے اردو زبان کا دامن تہی نظر آیا تو میرے دل میں اقوام عالم کے حالات کی ایک مجمل سی داستان لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ اپنے ملک اور بعض دیگر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اقوام کے جداگانہ تاریخی حالات کا مطالعہ کرتے وقت میرا ذہن ہمیشہ تشنگی محسوس کرتا تھا کہ جس دور کے حالات میں ایک ملک یا ایک قوم کے متعلق پڑھ رہا ہوں اس دور میں باقی دنیا کے حالات کیا تھے؟ میرا خیال ہے کہ تاریخ کا ہر طالب علم کسی خاص قوم یا ملک کی تاریخ کا مطالعہ کرتے وقت اس تشنگی کی کتابوں کی ورق گردانی کی اور نوع انسانی کی سرگزشت کا ایک عام خاکہ دنیا کے تاریخی حالات کے شائقین کے سامنے پیش کرنے کے لیے ''تاریخ اقوام عالم'' کی تالیف شروع کر دی۔ مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والوں کو اقوام عالم کی سرگزشت اور مختلف ادوار میں انسانی زندگی کے کوائف و افکار کے متعلق عام واقفیت حاصل ہو جائے۔ اس کتاب کے مطالعہ کرنے سے ہر شخص کو اپنے ملک، اپنی قوم، اپنے جامعہ، اپنے مذہب اور اپنے سماجی افکار کی صحیح صحیح تاریخی اور اضافی پوزیشن معلوم ہو جائے گی۔ مثلاً یہ نہ ہو گا کہ ہندوستان کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اس قسم کی ذہنی الجھنوں میں مبتلا ہونے لگیں کہ آخر یہ باہر سے آنے والے آریا، ہُن، افتالی (حیاطلہ)، عرب، ترک، پٹھان یا فرنگی کون لوگ تھے؟ کس آسمان سے نازل ہوئے؟ کیوں نازل ہوئے؟ اور ان کے پہلے اور پچھلے حالات کیا تھے؟ مزید برآں میری یہ تالیف پڑھنے والوں کو ان برگزیدہ ہستیوں کے تاریخی ادوار کا حال بھی بتائے گی جن کو وہ صدیاں گزر جانے پر بھی دلی اور روحانی احترام سے یاد کرتے ہیں اور جن کی تعلیمات نہ صرف ان کی زندگیوں پر اثرانداز ہیں بلکہ ان کے قلب و روح کے لیے آج تک تسکین کا سامان مہیا کر رہی ہیں۔ ان برگزیدہ ہستیوں کے متعلق جو مختلف مذاہب کی داعی اور بانی تھیں صحیح تاریخی معلومات کا جاننا انسان کو مذہبی تعصب کی اس تنگ نظری سے بچا دے گا جس میں لوگ عام طور پر مبتلا ہوتے رہے ہیں اور اب تک ہیں۔

اس کتاب کی تالیف کے سلسلے میں مجھے بہت سی کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا اور اپنے زاویہ نگاہ سے کسی خاص بات کی تلاش میں بڑی بڑی ضخیم کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑی۔ ان میں سے اکثر کتب کی فہرست اس پیش لفظ کے بعد درج کر دی گئی ہے۔

میں نے یہ کتاب اگرچہ مفتشین تاریخ کی محنتوں کے اثمار یعنی دیگر کتب ہی سے مطالعہ انتخاب اور استنباط سے مرتب کی ہے تاہم اس موقع پر اس امر کا تذکرہ کر دینا بے جا نہ ہو گا کہ میرے انتخاب کردہ تاریخی حالات مستند تاریخی شواہد پر مبنی ہیں۔ ان شواہد میں قدیم اقوام کی وہ روایات بھی شامل ہیں جن کا انداز تحریر مذہبی عقیدت، مبالغہ آرائی، شاعرانہ تخیل اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبیلوی یا قومی تعصب پر مبنی ہے۔ ان روایات سے میں نے بڑی محنت اور کاوش سے تاریخی حالات کا استنباط کیا ہے۔ نیز ان میں عصر حاضر کی ان تاریخی تحقیقاتوں کے نتائج بھی شامل ہیں جو لسانیات، طبعیات، ارضی طبقات، نسلیات، نفسیات اور تحقیقات کے جدید علوم کی مدد سے علمائے تحقیق نے کیں۔ قدیم ترین اقوام کے بہت سے حالات ان کی بود و باش کی جگہوں، ان کے اوزاروں، برتنوں، ان کی قبروں، ہڈیوں اور کھرپریوں وغیرہ کا جدید علوم کی روشنی میں مطالعہ کر کے معلوم کیے جا چکے ہیں اور کیے جا رہے ہیں۔ اس کتاب میں قدیم اقوام کے وہی حالات و واقعات درج کیے گئے ہیں جو آثار و شواہد اور روایات کی بنا پر ماہرین علم التاریخ کے نزدیک مصدقہ حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ حالات اور واقعات تو جیسے کچھ تھے اس کتاب میں مجمل طور پر بیان کر دیے گئے ہیں لیکن ان کو میں نے اپنے مخصوص زاویہ نگاہ سے دیکھنے پر بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ میرا زاویہ نگاہ جامعہ بشر یا نوع انسانی کی آخری نجات و سعادت کے مرکزی نقطے پر مبنی ہے۔ اس میں کسی قومی، وطنی، نسلی یا مذہبی جماعت بندی کی برتری اور فوقیت کے اظہار کا جذبہ کار فرما نہیں جو مشرق و مغرب میں مورخوں اور تذکرہ نگاروں کا ایک عام فیشن بن چکا ہے۔ ادوار کی ترتیب اور ان کا نام رکھنے کے بارے میں بھی میں نے اپنے فکر سے کام لیا ہے۔ کسی دوسرے مورخ کی تقلید پر اکتفا نہیں کی۔

اس کتاب کے انداز بیان کو سہل اور دل چسپ بنانے کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ اسی وجہ سے جابجا ماخذوں کے حوالے درج نہیں کیے گئے۔ چوں کہ یہ قوموں کے حالات کی ایک مجمل سی تاریخ ہے اس لیے اس میں تفصیلات بیان نہیں کی جا سکیں۔ کتاب کی ضخامت کو محدود رکھنے کے خیال سے بہت اجمال سے کام لیا گیا ہے تاکہ شائقین آسانی سے پڑھ سکیں۔ تاہم تمام ضروری اور اہم واقعات با تغیرات اور تحریکات کا حال لکھ دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود کتاب پڑھنے والے اصحاب اگر کسی مقام پر کسی قسم کی تشنگی یا وضاحت کی ضرورت محسوس کریں تو براہ کرم مولف کو اطلاع دیں تاکہ آیندہ اڈیشن میں اس کی تلافی کر دی جائے۔

ان الفاظ کے ساتھ میں تاریخ اقوامِ عالم کو قدر داں اصحاب کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔

مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۴۶ء

مرتضیٰ احمد خان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کتب حوالہ کی فہرست

تاریخ اقوامِ عالم کی ترتیب و تالیف کے سلسلے میں حسب ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا جن کے قابل مولفوں نے بیسیوں دوسری کتابیں پڑھ کر اور عجائب گھروں اور لائبریریوں کو کھنگال کر اپنی محنت اور عرق ریزی کے اثمار علمی دنیا کے سامنے پیش کیے :-

(۱) تھرو دی کوریڈورز آف ٹائم (زمانے کے برآمدے میں سے) چھ جلد مولفہ ہیرلڈ پیک ورتھ جی فلیور (انگریزی)

(۲) ایجیز آف دی گاڈس (دیوتاؤں کا زمانہ) مولفہ (انگریزی)

(۳) ہسٹری آف دی اینشنٹ ورلڈ (دنیائے قدیم کی تاریخ) مولفہ ایم روٹوف ٹزیف (روسی سے انگریزی ترجمہ)

(۴) ہسٹری آف دی مانومنٹس آف ار (ار کے آثار کی تاریخ) مولفہ سی جی گاڈ (انگریزی)

(۵) العبید مولفہ ہال و وولے (انگریزی)

(۶) ایکس کیویشنز ایٹ موہن جی ڈرو (موہن جی ڈرو سندھ کی کھدائیاں) مولفہ جان مارشل (انگریزی)

(۷) ایکس کیویشنز ایٹ ہڑپہ (ہڑپہ پنجاب کی کھدائیاں) مولفہ مادھوسروپ (انگریزی)

(۸) اربیا بیفور محمد (محمدؐ سے پہلے کا عرب) مولفہ اولیٹری (انگریزی)

(۹) پری ہسٹارک امیریکا (زمانہ قبل از تاریخ کا امریکہ) مولفہ نڈاک (انگریزی)

(۱۰) دی کانکویسٹ آف مایا (مایا قوم کی تسخیر) مولفہ مچل (انگریزی)

(۱۱) ہسٹری آف ارلی ایران (ابتدائی ایران کی تاریخ) مولفہ جارج جی کیمرون (انگریزی)

(۱۲) ہندو امریکا (ہند و امریکہ) از چمن لال (انگریزی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۳) انڈیا اینڈ جاوا (ہندوستان اور جاوا) از بچن راج چیڑجی (انگریزی)
(۱۴) ہسٹری آف انڈیا (تاریخ ہند) دو جلد از دہلیر (انگریزی)
(۱۵) آؤٹ لائینز آف ورلڈ ہسٹری (تاریخ عالم کے خدوخال) از ایچ جی ویلز (انگریزی)
(۱۶) ہسٹری آف دی مسلم ورلڈ (دنیائے اسلام کی تاریخ) از احسان اللہ (انگریزی)
(۱۷) تاریخ ابن خلدون (عربی)
(۱۸) سیرتِ النبی از شبلی (اُردو)
(۱۹) سیرتِ صدیق از نا معلوم (اُردو)
(۲۰) الفارق از شبلی (اُردو)
(۲۱) سیرتِ عثمان از نامعلوم (اُردو)
(۲۲) سیرتِ علی از نامعلوم (اُردو)
(۲۳) مارچ آف باربیرئینس (وحشیوں کی یلغار) (انگریزی)
(۲۴) جامع التواریخ مولفہ حکیم رشید ہمدانی (فارسی)
(۲۵) تاریخ وصاف مولفہ فضل اللہ پسر ابوالخیر (فارسی)
(۲۶) تاریخ جہاں کشائی مولفہ علاء الدین عطا ملک (فارسی)
(۲۷) آریانا از احمد علی کہزاد (پشتو)
(۲۸) سٹوڈینٹس ہنٹس آف ماڈرن ہسٹری (تاریخ عہد جدید کے اشارات برائے طلبا) از ٹیلر (انگریزی)
(۲۹) ہسٹری آف دی یونائیٹڈ سٹیٹس (اضلاع متحدہ کی تاریخ) از جان فسکے (انگریزی)
(۳۰) ہسٹاریکل جیوگریفی آف برٹش کالونیز (برطانوی مستعمرات کا تاریخی جغرافیہ) از لوکس (انگریزی)
(۳۱) رشین کیمپین اگینسٹ ترکمانس (ترکمانوں کے خلاف روسی مہم) از چارلس مرون (انگریزی)
(۳۲) دی ہارٹ آف ایشیا (ایشیا کا قلب) از سکرائین وراس (انگریزی)
(۳۳) برٹش ویسٹ افریکن سیٹلمنٹس (مغربی افریقہ کی برطانوی نو آبادیاں) از مارٹن (انگریزی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳۴) یونین آف ساؤتھ ایفریکا (جنوبی افریقہ کی متحدہ سلطنت) (انگریزی)
(۳۵) پرشیئنز (ایرانی) از راس (انگریزی)
(۳۶) جاپان از پورٹر (انگریزی)
(۳۷) ہسٹری آف دی ورلڈ وار ۱۸ - ۱۹۱۴ء (عالم گیر جنگ کی تاریخ) از لیڈل ہارٹ (انگریزی)
(۳۸) جرمن وار آف ۱۹۱۴ء (۱۹۱۴ء کی جرمن جنگ) از اوریگان (انگریزی)
(۳۹) ود کچنر ٹو خرطوم (کچنر کے ساتھ خرطوم تک) از سٹیونز (انگریزی)
(۴۰) میڈ ملا آف سمالی لینڈ (سمالی لینڈ کا جنونی ملا) از ڈگلس جارڈن (انگریزی)
(۴۱) دی ورلڈ سنس یو ویئر بارن (تمھاری پیدائش کے وقت سے دنیا کی حالت) از ہیب سیال (انگریزی)
(۴۲) دی مینیس آف جاپان (جاپان کا خطرہ) از ٹیڈرو کونزائے (انگریزی)
(۴۳) ہسٹری آف پولیٹیکل تھاٹ (سیاسی فکر کی تاریخ) از ریمانڈ جی گٹسل (انگریزی)
(۴۴) آثار عتیقہ کوتل خیرخانہ مطبوعہ کابل مولف ژوزف ہاکن و سید قاسم رشتیا (ترجمہ فارسی از فرانسیسی)
(۴۵) آثار عتیقہ بامیان مطبوعہ کابل مولف موسیو و مدام گودار و ہاکن و احمد علی خاں کہزار (ترجمہ فارسی از فرانسیسی)
(۴۶) احمد شاہ بابا مطبوعہ کابل مولفہ م غبار (فارسی)
(۴۷) کتاب الملوک از کنفیوشس (ترجمہ انگریزی)
(۴۸) کتاب مقدس بائیبل (ترجمہ اُردو)
(۴۹) رامائن (ترجمہ اُردو)
(۵۰) مہا بھارت (ترجمہ اُردو)
(۵۱) قرآن مجید (عربی)
(۵۲) اخبارات کے فائیل
(۵۳) متعدد دیگر کتابیں جو وقتاً فوقتاً مولف کی نظر سے گزرتی رہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازمنہ اور ادوار کی تقسیم

اکثر مورخوں نے نوعِ انسانی کی تاریخ کے ازمنہ و ادوار کو ان جنگی ہتھیاروں اور اوزاروں سے منسوب کیا ہے جنھیں انسان کی جمعیتیں وقتاً فوقتاً استعمال کرتی رہیں۔ مولف نے ازمنہ کی تقسیم میں اسی انداز کا تتبع کیا ہے لیکن ان زمانوں کو ماتحت ادوار میں تقسیم کرکے ہر دور کا نام اس کی کسی نمایاں اور ممتاز خصوصیت کی بنا پر رکھ دیا ہے۔ زمانوں اور ادوار کی یہ تقسیم بھی بہ درجہ تام موزوں نہیں کیوں کہ بعض قومیں اس معاملے میں ترقی کر کے پتھر، برانز، پیتل اور لوہے سے گزر کر بارودی اسلحہ کا استعمال کرنے لگیں اور بعض گروہ انیسویں صدی مسیحی میں بھی پتھر کے اوزار استعمال کر رہے تھے۔ تاہم یہ تقسیم اس لحاظ سے صحیح ہے کہ ہر زمانے اور دور کو کسی ایسی نمایاں خصوصیت کے مطابق نام دیا گیا ہے جو اس زمانے یا دور میں اقوام عالم کے ترقی یافتہ جامعوں میں عام ہو چکی تھی۔ اس اصول کے پیش نظر اس کتاب میں ازمنہ و ادوار کی تقسیم بہ صورتِ ذیل کی گئی ہے:-

۱- فقید آلاثار ابتدائی دور — نامعلوم وقت سے پچاس ہزار قبل مسیح تک

۲- پتھر کا زمانہ قدیم

(۱) دورِ شکار — پچاس ہزار سال ق-م سے پچیس ہزار سال ق-م تک

(۲) دورِ زراعت — ۲۵ ہزار سال ق-م سے ۱۰ ہزار سال ق-م تک

۳- پتھر کا زمانہ جدید

(۱) دورِ تمدن — ۱۰ ہزار سال ق-م سے ۵ ہزار سال ق-م تک

(۲) دورِ ترقی — ۵ ہزار سال ق-م سے ۳ ہزار سال ق-م تک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) دورِ ملوکیت	۳ ہزار سال ق - م سے ۲ ہزار سال ق - م تک
۴- برانز دھات کا زمانہ	۲ ہزار سال ق - م سے ۱ ہزار سال ق - م تک
۵- لوہے کا زمانہ	
(۱) دورِ شجاعت	ایک ہزار ق - م ولادتِ مسیح تک
(۲) دورِ ظلمت	ولادتِ مسیح سے ۶۰۰ء میلادی تک
(۳) دورِ نہضت	۶۰۰ سے ۱۲۰۰ء تک
(۴) دورِ جمود	۱۲۰۰ء ۱۵۰۰ تک
۶- بارود کا زمانہ	
(۱) دورِ استعمار	۱۵۰۰ء سے ۱۸۰۰ء تک
(۲) دورِ ایجادات	۱۸۰۰ء سے ۱۹۴۵ء تک
۷- جوہری آتش کا زمانہ	۱۹۴۵ سے آگے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

حصہ اوّل

پہلا باب

(مفقود الآثار، ابتدائی دور)

۱- انسان کی موجودگی کا سراغ ۳۳
نوعِ انسانی کی ابتدا ۳۴
شعور کا ظہور ۳۷
مختلف قوموں کی روایات ۳۸
ابتدائی معاشرت اور تنظیم ۴۰

دوسرا باب

(پتھر کا دورِ قدیم، دورِ شکار)

۲- شکار پیشہ انسانوں کا پھیلاؤ ۴۵
نیندرتھل کا ادنیٰ انسان ۴۶
۳- حقیقی انسان یا موجودہ نسلِ انسانی ۴۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا باب

(پتھر کا زمانہ قدیم، زراعت کاری)

۴- طبعی اور موسمی حالات ۵۳
۵- تصویریں بنانے والے شکاری انسان ۵۵
نیندرتھل نسل کا انجام ۵۷
۶- ایشیا میں حقیقی انسانوں کا پھیلاؤ ۵۹
۷- دجلہ اور فرات کی وادیوں میں زراعت کاری کی ابتدا ۶۱

چوتھا باب

(پتھر کا زمانہ جدید، دورِ تمدن)

۸- یورپ کی سرزمین پر اسپ خوروں کی یلغار ۶۷
ہسپانیہ میں افریقیوں کی تازہ لہر ۶۸
۹- یورپی باشندوں کی صنعتیں ۷۰
۱۰- جانوروں کو سدھانے اور پالنے کا آغاز ۷۲
۱۱- مشرق ادنیٰ میں زراعت کاروں کی بستیاں ۷۴
۱۲- مٹی کے برتن پکانے اور رنگنے کی صنعت ۷۶
۱۳- پانچ ہزار سال قبل مسیح کے وقت دنیا کا نظارہ ۷۸
۱۴- نسلیں، قومیں، زبانیں، عقائد اور رسم و رواج ۸۱

پانچواں باب

(پتھر کا زمانہ جدید، دورِ ترقی)

۱۵- طوفانِ نوح ۸۷
۱۶- سمیری قوم کا تمدن ۹۳
۱۷- نیل کی وادی کا تمدن ۹۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریٹ اور جزائر ایجئین کے تاجر ۱۰۰
زراعت کاروں کا پھیلاؤ ۱۰۰

چھٹا باب

(پتھر کا دورِ جدید، دورِ ملوکیت)

۱۸- سمیریہ، جنوبی عراق کا تمدن ۱۰۷
حمورابی، شاہ بابل ۱۱۲
حضرت ابراہیمؑ ۱۱۴
۱۹- وادی النیل کا تمدن ۱۱۶
بدامنی کا دور دورہ ۱۱۸
۲۰ زراعت کاری کی توسیع ۱۲۳
چین کا ابتدائی تمدن ۱۲۴
دیگر ایشیائی ملکوں کی حالت ۱۲۶
عام کیفیت ۱۲۸

ساتواں باب

(برانز دھات کا زمانہ)

۲۱- برانز دھات کے اوزار ۱۳۳
جزیرہ کریٹ کا تمدن ۱۳۴
خانہ بدوش اقوام کی یلغاریں ۱۳۷
سمیریہ، بابل، اشوریہ اور ایشیائے کوچک ۱۳۷
عیلامیوں کا تمدن ۱۳۹
مصر، فلسطین اور شام ۱۴۰
حضرت یوسفؑ عزیزِ مصر ۱۴۱
مصر کے چرواہے بادشاہ ۱۴۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثامیس سوم فاتح شام	۱۴۳
حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل	۱۴۵
مصریوں اور حتیوں کی جنگ	۱۴۶
مصریوں کی معاشرت	۱۴۷
۲۲- یورپ کے حالات	۱۴۸
بدامنی اور طوائف الملوکی	۱۴۹
ٹرائے کی جنگ	۱۵۱
تجارت اور صنعت	۱۵۱
چین کا تمدن	۱۵۲
۲۳- آریہ قبائل کی نقل و حرکت	۱۵۴
یورپ میں آریہ نسل کا پھیلاؤ	۱۵۵
ایشیائے کوچک اور عراق پر آریہ قبائل کا تسلط	۱۵۶
ایران، افغانستان اور پنجاب میں آریہ قبائل کا داخلہ	۱۵۷
رزتشی دین	۱۵۹
ہندوستان کے آریہ	۱۶۰
ہندوستان کی حالت	۱۶۱
ہندی آریاؤں کی ابتدائی معاشرت	۱۶۳
مہا بھارت کی کہانی	۱۶۴
شری کرشن کی شخصیت	۱۶۸
رامائن کی کہانی	۱۷۰
۲۴- ایک ہزار سال قبل مسیحؑ کے وقت دنیا کی کیفیت	۱۷۲
تمدن کے خد و حال	۱۷۲
دینی پیشوایانِ اعظم کا ظہور	۱۷۵
سیاسی، معاشرتی اور تمدنی کیفیت	۱۷۶
چار بڑی جنگیں	۱۷۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آٹھواں باب

(لوہے کا زمانہ، دورِ شجاعت)

۲۵- لوہے کی دریافت ۱۸۱
ابتدائی تین صدیاں ۱۸۲
یہودیوں کی ریاستیں ۱۸۴
اشوری سلطنت کی توسیع و ترقی ۱۸۵
مشرقی ادنیٰ اور یورپ ۱۸۸
۲۶- شمالی میدانِ اعظم - چین اور ہندوستان ۱۹۱
۲۷- بابلیوں کا عروج و زوال ۱۹۳
۲۸- ایرانیوں کی سلطنت کا ظہور ۱۹۵
خسرو اعظم، ذوالقرنین ۱۹۶
سلطنتِ ایران کی توسیع اور ترقی ۱۹۸
یورپ پر حملے اور یونانیوں سے لڑائی ۱۹۸
۲۹- یونانیوں کا عروج ۲۰۱
۳۰- روحانی اور فکری سرگرمیاں ۲۰۵
مظاہر پرستی اور مورتی پوجا ۲۰۵
اوہام پرستی اور شگون ۲۰۷
آریاؤں اور قدیم ہندوؤں کا اختلاط ۲۰۹
منوں کا معاشرتی قانون ۲۱۱
فلسفیانہ اسکول اور ویدانت ۲۱۲
سدھارتھ گوتم ساکیا اور بدھ مت ۲۱۳
وردھامن مہابیر اور جین مت ۲۱۵
چین میں کنفیوشیس کا ظہور ۲۱۶
ایران میں زرتشتی دین ۲۱۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہودیوں اور اسرائیلیوں کے نبی ۲۱۷
یونان کے فلسفی حکیم اور مفکر ۲۱۸
معاشرت اور آرٹ ۲۱۹
۳۱- اسکندر اعظم کی یلغار ۲۲۴
تین یونانی سلطنتیں ۲۲۶
۳۲- اٹلی میں رومیوں کا ظہور اور عروج ۲۲۸
روما اور کارتھیج کی لڑائیاں ۲۲۹
رومیوں کی دوسری مہمیں ۲۳۰
رومیوں کی معاشرت ۲۳۲
۳۳- ہندوستان میں اشوکِ اعظم ۲۳۴
۳۴- چین کی حالت ۲۳۶
۳۵- شمالی میدانِ اعظم کے ہن ۲۳۸
۳۶- مصر کی علمی اور تحقیقاتی سرگرمیاں ۲۴۱
۳۷- ولادتِ مسیحؑ کے وقت دنیا کی کیفیت ۲۴۳

نواں باب

(لوہے کا زمانہ، دورِ ظلمت)

۳۸- حضرت عیسیٰؑ (یسوعؑ مسیح) اور دین مسیحی ۲۴۹
۳۹- رومی قیصروں کا دربار ۲۵۴
رومی قیصروں کے عہد کی خصوصیات ۲۵۶
مانی اور مزدک ۲۶۰
۴۰- عرب اور حبشہ ۲۶۳
۴۱- گندھارا کی سلطنت ۲۶۶
ہندوستان کا طلائی عہد ۲۶۷
۴۲- چین کی سلطنت کا پھیلاؤ ۲۶۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۳- شمالی میدان اعظم کی وحشی اقوام ۲۷۱
تاتار میں تنگوس ۲۷۴
ترکوں کا ظہور ۲۷۵
۴۴- یورپ میں طوائف الملوکی ۲۷۸
۴۵- چھٹی صدی مسیحی کے حالات ۲۸۰
۴۶- دورِ ظلمت کے حالات پر تبصرہ ۲۸۳

حصہ دوم

دسواں باب

(لوہے کا زمانہ، دورِ نہضت)

۴۷- عرب میں ایک نئی طاقت کا ظہور ۲۸۹
۴۸- حضرت محمدؐ اور دینِ اسلام ۲۹۲
۴۹- اسلام کی تعلیم ۲۹۹
۵۰- اسلام کی فتوحات ۳۰۲
بنو امیہ کی امارت اور بادشاہی ۳۱۴
عباسیوں کی خلافت ۳۱۶
ہسپانیہ کی اموی خلافت ۳۱۸
مقامی امرا اور سلاطین ۳۱۹
۵۱- عربوں کی تجارتی، تمدنی اور عمرانی سرگرمیاں ۳۲۲
۵۲- ترکوں کی سرگرمیاں ۳۲۶
۵۳- ہندوستان کی حالت ۳۳۱
۵۴- شرق الہند میں ہندو تمدن کا نفوذ ۳۳۵
۵۵- چین، خطا اور تاتار ۳۳۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۶- یورپ میں طوائف الملوکی اور قبائل گردی ۳۴۳
۵۷- اہلِ فرنگ کی صلیبی یلغاریں ۳۴۸
۵۸- دورِ نہضت کے حالات پر تبصرہ ۳۵۲

گیارھواں باب

(لوہے کا زمانہ، دورِ جمود)

۵۹- چنگیز خانی مغلوں کا دور دورہ ۳۶۱
۶۰- منگولیا کے گھڑ سوار قبیلے ۳۶۱
فاتح اعظم چنگیز خان ۳۶۴
مغلوں کی مہمیں اور یلغاریں ۳۶۷
۶۱- خاقان اقتائی خان ۳۷۲
جنوبی چین، بغداد اور شام و فلسطین کی فتح ۳۷۷
بئر جالوت کی جنگ ۳۷۹
ایک کی بجائے چار سلطنتیں ۳۸۲
خاقان چین کبلائی خان ۳۸۳
۶۲- تیموری ترکوں کی طوفانی یلغار ۳۸۶
۶۳- ہندوستان کے ترک اور افغان سلاطین ۳۸۹
۶۴- مشرق ادنیٰ میں عثمانی ترکوں کا عروج ۳۹۲
۶۵- مصر کے مملوک بادشاہ اور عباسی خلفا ۳۹۴
شمالی افریقہ اور ہسپانیہ ۳۹۵
۶۶- مشرق بعید کے ملک ۳۹۸
۶۷- اقوام فرنگ کا اضطراب اور بیداری ۴۰۰
مزید صلیبی مہمیں ۴۰۰
پاپائی اقتدار، ملاحی تحریکیں اور اقتصادی شورشیں ۴۰۲
علمی تفتیش اور فنی تخصیص کا ذوق ۴۰۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یورپ کی سیاسی اور تمدنی حالت ۴۱۰
روس کی عیسائی سلطنت کا ظہور ۴۱۱
اہلِ فرنگ کی بحری مہمیں ۴۱۲
۶۸- دورِ جمود کی تین صدیاں ۴۱۵

بارھواں باب

(بارود کا زمانہ، دورِ استعمار)

۶۹- فرنگیوں کا عروج ۴۲۳
۷۰- قدیم امریکیوں کا تمدن اور ان کی تاریخ ۴۲۵
وسطی امریکہ میں مایا قوم کا تمدن ۴۲۷
میکسیکو کا تمدن اور اس کے تاریخی انقلابات ۴۳۲
پیرو کے انکاویوں کا تمدن ۴۳۵
جنوبی امریکہ کی دیگر قدیم اقوام ۴۳۷
۷۱- پتھر کے ہتھیاروں اور بارودی تفنگوں کا مقابلہ ۴۳۹
۷۲- اہلِ فرنگ کی استعماری سرگرمیاں ۴۴۲
ہسپانیہ والوں کی فتوحات ۴۴۲
پرتگیزوں کی مہمیں ۴۴۴
والندیز، انگریز اور فرانسیسی ۴۴۷
ہندوستان میں انگریزی استعمار ۴۵۱
سائے بیریا میں روسیوں کا نفوذ ۴۵۶
۷۳- چین، جاپان اور شرق الہند ۴۵۹
شرق الہند اور بحرالکاہل کے قدیم باشندوں کا تمدن ۴۶۲
افریقہ میں استعمارِ فرنگ ۴۶۴
۷۴- ہندوستان میں تیموری ترک ۴۶۷
۷۵- ایران اور افغانستان میں نئی بادشاہیوں کا ظہور ۴۷۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۶- مشرق ادنیٰ میں عثمانی ترکوں کی خلافت ۴۷۷
۷۷- یورپ میں شان دار بادشاہیاں اور پیہم لڑائیاں ۴۸۰
امریکہ میں جنگِ آزادی ۴۹۳
فرانس کا انقلاب ۴۹۴
۷۸- استعمار فرنگ کی تین صدیاں ۵۰۱
بارود کا استعمال ۵۰۱
علمی اور فنی ترقیات ۵۰۲
سیاسی اور اجتماعی کوائف ۵۰۵

تیرھواں باب

(بارود کا زمانہ، اور دورِ ایجادات)

(انیسویں صدی مسیحی)

۷۹- نپولین اعظم کا عروج و زوال ۵۱۳
۸۰- یورپ میں واقعات کی رفتار ۵۱۹
۸۱- مستعمراتِ فرنگ میں آزادی کی تحریکیں ۵۲۴
امریکہ کی فرنگی مستعمرات ۵۲۴
ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا استعمار ۵۲۶
جنوبی افریقہ کی گوری آبادی ۵۲۹
آسٹریلیا، تسمانیا اور نیوزی لینڈ ۵۳۱
۸۲- فرنگیوں کے اقتدار اور استعمار کی توسیع ۵۳۳
افریقہ کے براعظم پر یورش ۵۳۳
سوڈان کا مہدی ۵۳۴
ایری ٹیریا اور سمالی لینڈ ۵۳۶
وسط ایشیا میں روس کا نفوذ ۵۳۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افغانستان پر انگریزوں کی یلغاریں	۵۳۹
ہندوستان پر انگریزی اقتدار	۵۴۴
اہلِ ہند کی جنگ آزادی	۵۴۵
شرق الہند اور مشرقِ اقصیٰ میں نفوذ	۵۴۷
۸۳- ایران، ترکی اور مصر	۵۵۰
ایران	۵۵۰
ترکی	۵۵۱
مصر	۵۵۴
۸۴- نئے مسائل، نئے افکار، نئی تحریکیں	۵۵۶
دول عظمیٰ کا ظہور اور ارتقا	۵۵۶
عوام کی حق طلبی، جمہوریت اور آزادی	۵۶۰
کارل مارکس اور نظریۂ اشتراکیت	۵۶۲
ڈارون اور نیٹشے	۵۶۳
علمی ترقیاں اور ایجادیں	۵۶۶
۱۸۹۹ء کا مشرق و مغرب	۵۶۸
۸۵- بیسویں صدی، دول عظمیٰ کی رقابتیں	۵۷۳
چند اہم واقعات	۵۷۴
روس اور جاپان کی جنگ	۵۷۶
ترکی پر مزید حملے	۵۷۷
مشرقی ملکوں میں بیداری کی لہر	۵۷۹
۸۶- پہلی جنگِ عظیم	۵۸۱
جنگی کوائف کا مدو جزر	۵۸۵
صلح کے معاہدے	۵۹۳
سلطنت روس کی جگہ سویٹ جمہوریتوں کا متحدہ نظام	۵۹۵
جمعیۃ الاقوام (لیگ آف نیشن) کا قیام	۵۹۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۷- اقوامِ فرنگ کی کشمکش ۵۹۹
۸۸- جدید ترکی کا ظہور ۶۰۵
۸۹- مکمل آزادی کی تحریکیں ۶۰۸
۹۰- افریقہ میں مزید استعماری مہمیں ۶۱۸
امریکی ریاستوں کے جھگڑے ۶۲۴
فیسطائی تحریک کا ظہور اور ترقی ۶۲۵
۹۱- بین الاقوامی حالات کی رفتار ۶۲۸
۹۲- دوسری عالم گیر جنگ ۶۳۲
متحدہ اقوام کا نظام ۶۴۷
اقوام عالم کے جنگی مقاصد ۶۴۸
۹۳- جنگ کی ہمہ گیریاں ۶۵۴
۹۴- بیسویں صدی مسیحی کے عام کوائف ۶۵۹
علمی ترقیاں اور ایجادات ۶۵۹
عورت کا درجہ ۶۶۱
مذہب اور اخلاق ۶۶۱
سیاسی اور اجتماعی تحریکیں ۶۶۳
۹۵- ماضی، حال اور مستقبل ۶۶۶
آخری تبصرہ ۶۶۶
دورِ شکار ۶۶۷
زراعتی دور ۶۶۸
صنعتی انقلاب ۶۷۰
قوموں کا مدو جزر ۶۷۰
فکری، علمی اور روحانی تحریکیں ۶۷۱
سیاسی اور اجتماعی تحریکیں ۶۷۳
حال اور مستقبل ۶۷۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چودھواں باب

(جوہری آتش کا زمانہ)

۹۶- اقوام متحدہ کی تنظیم ۶۷۹
اشتراکی بلاک اور جمہوری بلاک ۶۸۰
اٹامک انرجی کنٹرول کمیشن ۶۸۰
وزرائے خارجہ کی کانفرنسیں ۶۸۱
پیرس کی صلح کانفرنس ۶۸۲
نئے آزاد ملکوں کا ظہور ۶۸۲
شرقِ اردن ۶۸۳
فلپائن ۶۸۳
یونان ۶۸۳
بھارت اور پاکستان ۶۸۴
انڈونیشیا ۶۸۷
ہند چینی ۶۸۷
برما ۶۸۸
سیلون ۶۸۸
اسرائیل ۶۸۸
ٹریسٹ ۶۸۹
اشتراکیت کا پھیلاؤ ۶۹۰
چین کا انقلاب ۶۹۰
قضیۂ برلین ۶۹۱
تنظیمِ اقوام متحدہ سے سویت یونین کا واک آؤٹ ۶۹۲
کوریا کی جنگ ۶۹۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ اوّل

یہ حصہ پہلے بھی ایک دفعہ چھپ چکا ہے، اب دوبارہ شایع کیا جا رہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پہلا باب

مفقود الآثار ابتدائی دور

(نامعلوم وقت سے پچاس ہزار سال قبل مسیح تک)

انسان کی موجودگی کا سراغ، نوع انسان کی ابتدا، بے شعوری کا دور، شعور کا ظہور، ابتدائی معلومات، پتھر کے اوزار، انسان کی تخلیق کے متعلق مختلف قوموں کے نظریات، ابتدائی زندگی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

انسان کی موجودگی کا سراغ

سطح ارضی پر نوع انسانی کے موجود ہونے کے قدیم ترین آثار جو اس وقت تک دست یاب ہو سکے ہیں وہ چقماق پتھر کے نوکیلے سے آوزار ہیں۔ مختلف شکلوں کے یہ اوزار پتھر کو گھڑ کر بنائے گئے ہیں جو ان کو گھڑنے والے ہاتھوں کا پتا دے رہے ہیں۔ زمین کی جن تہوں سے یہ اوزار ملے ہیں ان کے متعلق علم طبقات الارض کے ماہرین کا خیال یہ ہے کہ وہ تہیں اب سے کئی لاکھ سال پہلے کی بنی ہوئی ہیں۔ زمین کے ان طبقوں میں ان پتھروں کے سوا انسان کے موجود ہونے کا اور کوئی سراغ نہیں ملتا۔ البتہ انواع و اقسام کے جانوروں کے پتھرائے ہوئے پنجر ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں روئے زمین پر دودھ پلانے والے جانور بہ افراط موجود تھے۔ موجودہ زمانے سے لاکھ دو لاکھ سال پہلے کے بنے ہوئے طبقات ارضی میں پتھر کو گھڑ کر بنائے ہوئے اوزاروں کا ملنا ظاہر کرتا ہے کہ نوع انسانی کی ابتدائی زندگی کا زمانہ جس کے آثار مفقود ہیں بہت طویل ہوگا جس میں انسان کی نوع بتدریج پھلی پھولی اور روئے زمین کے میدانوں، پہاڑوں اور وادیوں میں پھیلتی چلی گئی۔ پتھر کے نوکیلے اوزار اس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ اس دور کے انسان پیٹ پالنے کے لیے جانوروں کا شکار کیا کرتے تھے لیکن اس سے پہلے کے دور کے متعلق اس امر کا اندازہ لگانا بعید از قیاس نہیں کہ شکاری بننے سے پہلے نوع انسانی کے افراد زمین کی قدرتی نباتی پیداوار کھا کر بسر اوقات کرتے ہوں گے۔ ابتدائی انسانوں کی غذا کا پیش تر حصہ خود رو پودوں کے پھلوں، بیجوں، مغزوں اور دانوں وغیرہ پر مشتمل ہو گا جنھیں وہ آسانی سے تلاش اور حاصل کر سکتے تھے۔ انسان کی طبیعت، فطرت اور اس کے جسم کی ساخت سے اس امر کا اندازہ بھی آسانی سے لگایا جا سکتا ہے کہ نوع انسانی کے اوّلین آباؤ اجداد نے سطح ارضی کے کسی ایسے خطے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشوونما حاصل کی ہو گی جس کی آب و ہوا نہ تو حد سے زیادہ سرد اور نہ بہت زیاد گرم تھی۔ اس کا اوّلین مسکن متعدل آب و ہوا رکھنے والا کوئی ایسا خطہ تھا جہاں خود رو پودوں کے قدرتی پھل بہ کثرت اور آسانی سے ملتے تھے۔ پینے کا صاف اور شفاف پانی بہ افراط میسر آتا تھا۔ سانپوں شیروں اور دوسرے خوں خوار درندوں کی اس قدر بہتات نہ تھی جو انسانی نسل کی ترقی اور اس کے پھیلاؤ کے لیے بدرجہ غایت ضرر رساں بن سکتی۔ بلا شبہ انسان کے جسم کی ساخت دوسرے حیوانوں کے اجسام کی ساخت سے بہت ممتاز ہے اور ان پر کئی لحاظ سے فوقیت رکھتی ہے۔ تاہم اسے قدرت نے درندوں کی طرح چیرنے پھاڑنے والے ناخن اور دانت نہیں دیے۔ یہ کیفیت ظاہر کرتی ہے کہ ابتدائی دور کا انسان تیز دھار والے ہتھیار ایجاد کرنے سے پہلے درندوں کا مقابلہ کرنے سے کتراتا ہوگا اور اس کی ابتدائی پشتوں نے ایسے خطے میں نشوونما حاصل کی ہوگی جہاں درندوں اور زہریلے جانوروں کے گزند کے خطرات ناپید یا بہت ہی کم ہوں گے۔

نوع انسانی کی ابتدا:

نوع انسانی کی ابتدا کیسے ہوئی؟ یہ ایک سوال ہے جس کا تسلی بخش جواب انسان کی علمی تحقیقاتیں ابھی تک نہیں دے سکیں۔ اس سوال کا جواب دینے کی کوشش محض نظریات کی بحث بن جائے گی۔ تاریخ نویسی کا دائرہ آثار اور مواد سے نتائج اخذ کر کے واقعات و حالات کو مرتب صورت میں پیش کرنے اور ان واقعات سے نتائج اخذ کرنے تک محدود ہے۔ عصر حاضر کے علمائے تحقیق نے ادوار بعید کی چٹانوں پر کئی ایسے نقوش کا جو جاندار اشیا کے دفن شدہ پنجروں کے باعث بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں مطالعہ کر کے نباتات اور حیوانات کی ایک لمبی کہانی مرتب کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جو چٹانیں آج سے ساٹھ کروڑ سال پہلے کی بنی ہوئی ہیں ان میں نباتی یا حیوانی زندگی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ ساٹھ کروڑ سال سے چھتیس کروڑ سال پہلے کے دور کی چٹانوں پر بھی زندگی کے آثار ناپید ہیں لیکن اس دور میں جوہڑوں اور جھیلوں کے پانیوں پر کائی اور پانی اور دلدل میں ننھے ننھے کیڑے اور لعابی مچھلیاں پیدا ہونے لگی ہوں گی۔ چھتیس کروڑ سال سے ۲۶ کروڑ سال پہلے کے دور میں پانی کے اندر نو نو فٹ لمبے آبی بچھوؤں کی موجودگی کا سراغ چٹانوں کے متحجر نشانات سے مل رہا ہے اور اب سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چودہ کروڑ سال پہلے تک کی بنی ہوئی چٹانوں کے نشانات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پانی کے اندر مچھلیاں اور مینڈک ترقی پذیر ہیں اور دلدلوں میں تیرتی ہوئی نباتات نشوونما پا رہی ہے۔ ۱۴ کروڑ سال سے بعد کے دور میں خشکی پر پیٹ کے بل رینگنے والے جانوروں اور کچھوؤں کی طرح ٹانگیں رکھنے والے حیوانوں کی بہتات کا سراغ ملتا ہے جن میں سو سو فٹ لمبے بھاری بھر کم دلدلی حیوان بھی شامل ہیں۔ چار کروڑ سال سے لے کر ایک کروڑ سال تک پہلے کی بنی ہوئی چٹانیں ظاہر کر رہی ہیں کہ کرہ ارض پر گھاس سبزی اور جنگلات کی بہتات ہو گئی ہے جن میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر پالنے والے جانور پرورش پا رہے ہیں۔ ان میں چوپائے، درندے اور بندروں کی طرح درختوں پر چڑھنے والے ہر قسم کے جانور شامل ہیں لیکن ان چٹانوں کے نقوش پر حضرت انسان کا سراغ کہیں نہیں ملتا۔ نہ کسی ایسے جانور کا سراغ ملتا ہے جس کی ہڈیوں کی بناوٹ انسان کی ہڈیوں کی بناوٹ سے بہت مشابہ یا اس کے لگ بھگ ہو۔

ان آثار کی بنا پر یورپ کے علمائے تحقیق کوئی سو سال سے ارتقائے حیات کے متعدد نظریوں پر بحثیں کر رہے ہیں اور اس خیال کو قبول کرنے کی طرف مائل ہو رہے ہیں کہ حیوانی زندگی پانی اور دلدل میں خود بہ خود پیدا ہونے والے ننھے ننھے کیڑوں سے ترقی کرتی ہوئی اور چولے بدلتی ہوئی دودھ پلانے والے جانوروں تک پہنچی اور ان میں ایک کی شاخ میموں نما حیوان کی حالت سے ترقی کر کے انسان بن گئی۔ اس نظریہ کی تائید میں انگلستان کے ایک فلسفی ڈارون نے ۱۸۰۹ء میں ایک کتاب(۱) لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حیوانات میں جو مختلف قسم کی نوعیں پیدا ہو گئی ہیں وہ لاکھوں سال مختلف قسم کے قدرتی ماحولوں میں پرورش پانے اور زندہ رہنے کے لیے مختلف انداز کی جدوجہد کرنے کا نتیجہ ہیں لیکن ڈارون کا یہ نظریہ حیوانات کے اندر نوعی اختلاف کی علت ثابت کرنے سے یک سر قاصر ہے کیوں کہ نوعی اختلافات معمولی اختلاف نہیں۔ ایک نوع کے حیوان کا نر دوسری نوع کے حیوان کی مادہ سے بچے پیدا نہیں کر سکتا اور اگر بہت زیادہ مماثلت کے باعث کہیں ممکن بھی ہو تو ایسا جانور پیدا ہوتا ہے جس میں نسل بڑھانے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔(۲) علمی اصطلاح میں اس کا

---

(۱) Evolution of Species by Natural Selection. ماحول کے انتخاب کی بنا پر انوع حیات کا ارتقا۔

(۲) گدھے اور گھوڑی کی ملاوٹ سے خچر پیدا ہوتا ہے جو اپنی نسل بڑھانے کے قابل نہیں رہتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلب یہ ہے کہ ایک نوع کا بیج دوسری نوع کے رحم میں ایسی پرورش نہیں پا سکتا جو ایک نئی نسل کی افزائش کا موجب ہو۔ ایک نوع کے جانور مختلف قسم کے طبعی حالات پشت ہا پشت پرورش پا کر جسمانی ساخت، رنگت اور بعض جزئی سے کوائف میں بلاشبہ مختلف ہو جاتے ہیں۔ مثلاً سرد علاقے کی بکری کے جسم پر گرم علاقے کی بکری کی بہ نسبت پشم زیادہ لمبی اور گھنی ہوتی ہے لیکن ہم نوعی کے باعث ان کے نر و مادہ میں ایک دوسرے کا بیج قبول کرنے کی صلاحیت موجود رہتی ہے۔ لہٰذا ارتقا یعنی تدریجی ترقی کرنے کا نظریہ اس حد تک تو صحیح نظر آتا ہے کہ ہر نوع کے حیوان اپنی اپنی مخصوص لائن میں ترقی کرتے ہوئے موجودہ حالت تک پہنچے ہیں لیکن جہاں تک نوعی اختلاف کا تعلق ہے وہ طبعی ماحول کے اختلاف کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ بندروں کی انواع سے نوع انسانی کا رشتہ قایم کرنے کی کوشش اس لحاظ بھی قابل تسلیم نہیں کہ آثاری شہادت کے مطابق دودھ پلانے والے جانوروں کا دور آج سے ۴ کروڑ سال پہلے شروع ہوتا ہے اور آج سے چند لاکھ سال پہلے تک کے طبقات میں تا حال کوئی ایسا اثر (نشان) نہیں مل سکا جو براہ راست انسان کی موجودگی کی خبر دے رہا ہو نہ کسی ایسے میموں نما جانور کے آثار ملے ہیں جس کی ہیئت انسان کی ہیئت سے ملتی جلتی ہو۔ اتنے قلیل عرصہ میں ارتقا کی کوئی تیز سے تیز رفتار بھی کسی میموں نما جانور کو انسان کے قالب میں نہیں ڈھال سکتی اور ان سے وہ جسمانی ساخت اور دماغی خانے دے سکتی ہے جو انسان کو اس وقت سے حاصل ہیں جب سے کہ اس کا سراغ مل رہا ہے۔

ہماری رائے یہ ہے کہ انسان کی نوع دوسرے حیوانات کی انواع کی طرح اپنا ایک جداگانہ آغاز رکھتی ہے۔ کسی قسم کی آثاری شہادت کے بغیر ہم اس آغاز کے وقت اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ البتہ یہ رائے قایم کر سکتے ہیں کہ انسان کی ابتدائی پشتوں نے بہت ہی سازگار ماحول میں زندگی کا سفر شروع کیا ہوگا۔ انسان کی جلد کسی ساخت اور جسم پر بالوں کی کمی یہ خبر دے رہی ہے کہ منطقہ معتدلہ اس کا اصلی وطن ہے اور اس کا ابتدائی دور گھنے جنگلوں کے بجائے کھلی فضاؤں میں گزرا ہے کیوں کہ گھنے جنگلوں میں جیسا کہ وہ افریقہ اور جنوبی امریکہ کے استوائی خطوں میں پائے جاتے ہیں زندگی گزارنے کا نتیجہ اس کی جلد کو سخت بنانے کی صورت میں رونما ہوتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعور کا ظہور :

اس مفقود الآثار دور میں انسان کی ابتدائی پشتوں کے طرز بود و ماند کے متعلق اس کے زمانہ ہائے مابعد کی روشنی میں جو رائے قایم کی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی زندگی کا ابتدائی دور بے شعوری کے عالم میں گزرا ہوگا اور وہ قدرت کی پیدا کی ہوئی نباتاتی پیداوار کے پھل اور میوے کھا کر بسر اوقات کرتا اور غذا کے قابل اشیا کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہوگا۔ شعور کی دولت حاصل کر لینے کے بعد اس کی ابتدائی دریافتیں جن کے متعلق ہم قیاس سے اندازہ لگا سکتے ہیں حسب ذیل ہو سکتی ہیں :-

(۱) درختوں کے پتوں سے اپنے حصہ اسفل کو ڈھانپنا۔ (۲) کم کم بولنا اور چیزوں کے نام رکھنا۔ (۳) ہتھیار کے طور پر لکڑی کے ڈنڈوں کو استعمال کرنا۔ (۴) آگ کی خصوصیات کا جائزہ لینا جو کرۂ ارض پر جنگلوں کی قدرتی آگ اور آتش فشاں پہاڑوں کی آگ کی صورت میں پہلے سے موجود تھی۔ (۵) مردوں کو دفن کرنا۔ (۶) پھولوں، خوش نما پتوں، چمکیلے سنگ ریزوں اور (سمندر کے کنارے پہنچنے کے بعد) سیپیوں اور گھونگوں کو آرایش کے طور پر پہننا۔ (۷) پہاڑوں میں پہنچنے کے بعد پتھر کے ٹکڑوں اور (تجربہ کے بعد) نوک دار پتھروں کو درندوں اور جنگلی جانوروں کے مقابلے میں ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا۔

ان حالات میں نوع انسانی کی ابتدائی نسل نے زندگی کا سفر شروع کیا اور اس کے افراد کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ اس کے ذکور و اناث اپنے ابتدائی مسکن سے باہر نکل کر روئے زمین پر چاروں طرف پھیلتے چلے گئے اور ان اشیا کو جو انھیں حیوانات، نباتات اور جمادات کی شکلوں میں روئے زمین پر نظر آئیں جائزہ لیتے ہوئے اپنے علم میں اضافہ کرنے لگے۔ لکڑی کے ڈنڈوں اور ان گھڑت سے پتھروں کو جنھیں وہ ابتدا میں اپنی حفاظت کی خاطر درندوں اور موذی جانوروں کو مارنے اور بھگانے کے لیے استعمال کرتے تھے، جانوروں کو شکار کر کے اپنی خوراک بنانے کے لیے استعمال کرنے لگے۔ ظاہر ہے کہ وہ جنگل کے خود رو پھل انسانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے لیے جو طبعاً ٹولیاں بنا کر رہنے کی عادی تھی مکتفی نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے نوع انسانی کے افراد کو ضرورتاً گوشت خور بننا پڑا اور اس ضرورت نے اسے پتھر کے ٹکڑوں سے تیز نوک اور تیز دھار والے آلات بنانے کی طرف راغب کر دیا۔ انسان کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابتدائی ایجادوں میں سے یہی ایک ایسی ایجاد ہے جو زمین کے نچلے طبقوں میں آج تک محفوظ پڑی ہیں اور اب مختلف ملکوں کے عجائب گھروں کی الماریوں میں انسان کی اوّلین صنعت کا روشن ثبوت مہیا کر رہی ہیں۔

مختلف قوموں کی روایات :

نسل انسانی کے آغاز کے متعلق مختلف اقوام کے نظریات اور معتقدات بڑے دل چسپ اور عجیب ہیں جن میں سے اکثر طفلانہ خیال آرائی کی سطح سے بلند نظر نہیں آتے۔ کیلیفورنیا کے ہندیان احمر (Red Indians) کہتے ہیں کہ وہ بھیڑیوں کی اولاد ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد چوپائے تھے جو آہستہ آہستہ انسان کی خصوصیات حاصل کرتے گئے اور بالاخر انسان بن گئے۔ تاتار کے ترکوں اور منگولوں کے بعض خاندان بھی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کی اوّلین ماں جس کے بطن سے ان کے آباؤ اجداد کی نسل چلی نیلگوں آنکھوں والی مادہ گرگ تھی۔ امریکہ کے قدیم باشندوں کے بعض دوسرے قبیلے اپنا اپنا مورث اعلےٰ دوسرے جانوروں مثلاً مچھلیوں، پرندوں اور چوپاؤں کو ظاہر کرتے ہیں اور انھی کے نام سے موسوم ہیں۔ افریقہ کے حبشی قبیلہ ویٹیکا کا خیال ہے کہ وہ لگڑ بگڑ کی اولاد ہیں۔ ملایا کے بعض قدیم باشندے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک بڑے لیمور (ایک قسم کا لنگور) کی نسل سے ہیں۔ نیوگنی کے لوگ اپنے کو مچھلی، سفید طوطے اور دوسرے جانوروں کی اولاد بتاتے ہیں۔ آبنائے ملکا کے ایک جزیرے کے قدیم باشندے اپنے کو درختوں کی اولاد سمجھتے ہیں۔ وسط ہند کی ایک قدیم قوم سنتھال میں یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ پہلے ٹھاکر جیو کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ ٹھاکر جیو کے نوکروں نے کہا کہ ہم انسان کیسے بنائیں۔ ٹھاکر جیو نے کہا کہ اگر ہم چاہیں تو انسان بنا سکتے ہیں چناں چہ اس نے حکم دیا کہ مالن بدھی کو بلا لاؤ جو پانی کے نیچے ایک چٹان کی غار میں رہتی ہے مالن کو حکم پہنچا تو وہ سمندر کی سطح پر آئی اسے حکم دیا گیا کہ وہ انسان بنائے۔ مالن بدھی نے انسانوں کے پتلے بنائے انھیں دھوپ میں رکھا دن کے گھوڑے نے ان پتلوں کو اپنے پاؤں تلے روند کر توڑ ڈالا۔ ان کے ٹکڑے سورانائے اور سمد نائے میں پھینکے گئے۔ دوبارہ حکم ہوا تو پھر دو پتلے بنائے گئے۔ مالن بدھی نے غلطی سے ان میں پرندوں کی جان ڈال دی جو اڑ گئے۔ ان پرندوں کے لیے پانی میں زمین بنائی گئی۔ جہاں انھوں نے انڈے دیے جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راگھوپ یوآر نے کھا لیے۔ دوبار انڈے دیے تو محافظ مقرر کر دیا گیا۔ ان انڈوں سے بلچو رام اور بلچو بدھی پیدا ہوئے جن سے انسان کی نسل چلی۔

میکسیکو کے قریب اریزونا جزائر کے سرخ حبشی کہتے ہیں کہ ابتدا میں سمندر تھا جس کے دونوں سروں پر دو دیوتا رہتے تھے انھوں نے قوس قزح پر چل کر ایک دوسرے سے ملاقات کی اور مشورہ کرنے کے بعد پہلے زمین پیدا کی۔ پھر ایک چکور بنایا جو اڑ گیا پھر انھوں نے جانوروں کے پتلے بنائے ان میں جان ڈال دی۔ پھر پہلے عورت کی مورتی بنائی اور بعد میں مرد کی مورتی بنائی اور ان میں جان ڈال دی۔

نیل ابیض کے کنارے شلوک قبیلہ کے حبشی کہتے ہیں کہ جو آک خالق نے سب انسانوں کو مٹی سے بنایا۔ ایک جگہ سفید مٹی تھی جس سے سفید نسل کے لوگ بنائے گئے۔ نیل کی مٹی سے بھوری نسل کے انسان تیار ہوئے اور نیل ابیض کی سیاہ مٹی سے حبشی نسل نکلی۔ پرانے مصریوں کا خیال تھا کہ خانومون دیوتا نے جو سب دیوتاؤں کا باپ ہے انسان کا پتلا اس طرح بنایا جس طرح گھمار چاک پر برتن بناتا ہے۔

یونانیوں کی پرانی روایت یہ ہے کہ پرومیتھیئس دیوتا نے یونان کے ایک ساحلی مقام نبوپئیس کی مٹی سے انسان بنائے تھے۔ ایک یونانی مصنف پاسنیئس نامی جو دوسری صدی مسیحی میں گزرا ہے لکھتا ہے کہ اس نے نبوپئیس کی مٹی جو بچ رہی تھی دیکھی اس سے اس وقت تک انسانی گوشت کی بو آرہی تھی۔ پرانے بابلیوں میں ابتدائے آفرینش کے متعلق جو داستان رائج تھی وہ ہندوؤں اور سنتھالوں کی داستان سے ملتی جلتی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ پہلے پانی ہی پانی تھا جس میں دو اژدھے آپسو اور طیامت رہتے تھے۔ پانی سے دیوتا پیدا ہوئے جنھوں نے نظم قایم کرنا چاہا۔ آپسو کو یہ بات ناپسند آئی اس نے طیامت سے کہا کہ آؤ ہم دیوتاؤں کو تباہ کر دیں لیکن یاع دیوتا نے جو بہت عقل مند تھا آپسو اور اس کے نوکرموں کو قید کر لیا۔ طیامت نے بڑے بڑے دیو پیدا کر لیے جنھوں نے دیوتاؤں پر چڑھائی کر دی بعل مردوخ نے طیامت اور اس کے لشکر کو جال میں قید کر لیا۔ طیامت کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے زمین اور دوسرے سے آسمان بنایا۔ آنو، یاع اور مردوخ اکٹھے ہوئے۔ یاع اور آنو نے کہا کہ زمین غیر آباد ہے۔ وہاں انسان نہیں جو دیوتاؤں کے لیے مندر بنائیں اور عبادت کریں۔ مردوخ نے کہا کہ میرا خون اور میری ہڈیاں لے جاؤ اسی سے آدمی بناؤ۔ دوسرا بیان یہ ہے کہ طیامت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بچے کنگسو کو قتل کر کے اس کا خون مٹی میں ملا دیا گیا جس سے آدمی کا پتلا بنا۔

ہندوؤں کی روایات میں دیوتاؤں کی طویل داستانیں بیان کرنے کے بعد جو تخلیق کائنات کے متعلق ہیں، مذکور ہے کہ موجودہ نسل انسانی کا جد امجد دیوس ونت ہے جسے ویشنو دیوتا نے مچھ کا اوتار بن کر نگل لیا اور ایک عالم گیر طوفان سے بچایا۔ اس طوفان کے بعد اس نے ایدا کے بطن سے جو اس کی قربانیوں کے باعث تخلیق ہوئی نسل انسانی کو فروغ دیا۔

یہودی اور عیسائی بائیبل کی کتاب پیدائش کے بیان کے مطابق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا نے کائنات بنائی۔ اس کی اشیا پیدا کیں۔ جان دار چیزیں تخلیق کیں۔ پھر آدم کا پتلا بنا کر اس میں اپنی روح ڈال دی جو بہشت میں رہنے لگا۔ آدم نے تنہائی محسوس کی تو اس کی پسلی سے ایک عورت حوا پیدا کر دی۔ ان دونوں نے جرم کیا تو انھیں بہشت سے نکال کر زمین پر گرا دیا گیا ان سے نسل انسانی چلی۔ مسلمانوں کی الہامی کتاب قرآن کا بیان بائیبل کی کتاب پیدائش کے بیان سے بعض باتوں میں مشابہ ہے جس میں لکھا ہے کہ خدا نے جس طرح کائنات زمین آسمان اور انواع اور اقسام کے جانور، درندے، چوپائے، پرندے اور حشرات الارض پیدا کیے اسی طرح اس نے انسان کو کھنکھناتے ہوئے گارے سے پیدا کیا اور اس سے اس کی زوجہ بنائی جن سے نسل انسانی پھیلی اور چلی۔ عصر حاضر کے علمائے تحقیق کا نظریہ یہ ہے کہ پہلے پانی میں جاندار اشیا پیدا ہوئیں جو مرور زمانہ کے ساتھ ارتقائی منزلیں طے کرتی ہوئیں مختلف قسم کے جانوروں کی صورت اختیار کرتی گئیں۔ ان میں سے ایک شاخ ترقی کرتے کرتے انسان بن گئی۔

ابتدائی معاشرت اور تنظیم

ہم نے مختلف قوموں اور طبقوں کے یہ نظریات و خیالات محض قارئین کی ضیافت طبع کے لیے درج کر دیے ہیں انھیں تاریخی تحقیق کے موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ تاریخ کا تعلق محض اس بات سے ہے کہ آثار کی بنا پر زمین پر حضرت انسان کے وجود اور اس کے حالات کے تغیر کا سراغ لگایا جائے۔ اس وقت تک جو آثار دست یاب ہو سکے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ آج سے پچاس ہزار سال پہلے اس سطح ارضی پر ایک قسم کا ادنیٰ انسان بھی موجود تھا اور موجودہ نسل انسانی کے آباؤ اجداد بھی موجود تھے جو اپنا پیٹ پالنے کے لیے جنگل کی پیداوار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھلوں اور جڑی بوٹیوں کے علاوہ جانوروں کا شکار بھی کرتے تھے۔ شکار کرنے کے لیے وہ پتھر کے نوک دار اوزار بناتے تھے اور اپنی خوراک یعنی پھل، نباتات، شہد اور گوشت حاصل کرنے کے لیے وہ روئے زمین پر سرگرداں پھرتے نظر آتے ہیں۔

اس دور کے انسانوں کی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے متعلق جو اندازے قایم کیے جا سکتے ہیں وہ یہ ہیں کہ انسان ٹولیاں بنا کر رہنے والا جانور تھا۔ یہ ٹولیاں ابتدا میں کنبے، قبیلے، یا قوم کی شکل میں منظم نہ تھیں۔ ابتدا میں ان ٹولیوں کا نہ کوئی قانون تھا، نہ رسم و رواج تھے، نہ حکومت تھی، نہ سردار تھے، نہ پنچائتیں تھیں، نہ دیوتاؤں کا کوئی تصور موجود تھا، نہ شیطانوں کا کوئی احساس، ان کے درمیان لڑائی بھی نہیں ہوتی تھی اور غالباً امید اور خوف کا احساس بھی مفقود تھا۔ یہ تمام باتیں انھوں نے آئے دن کے تجربوں سے حاصل کیں جو انھیں غذا کی تلاش کے سلسلے میں پیش آتے تھے۔ مرد اور عورت کے اختلاط اور وابستگی نے ان میں رفاقت کا احساس پیدا کیا۔ اس احساس نے ستر چھپانے کی ضرورت کا احساس دلایا اور اس رفاقت کے نتائج یعنی اولاد کی پیدائش نے کنبے کا احساس پیدا کیا یہاں سے قبیلے بنے اور کنبے یا قبیلے کے بزرگ کی موجودگی نے منظم سوسائٹی کی بنیاد قایم کی۔ اس دور کے انسانوں میں ذاتی ملکیت کا احساس بھی نہیں تھا بلکہ دنیا اور اس کی موجودات سے سب افراد یکساں تمتع حاصل کرتے تھے۔ ذاتی املاک اور قبیلوی املاک کے تصورات بعد میں پیدا ہوئے۔ شکاری زندگی اختیار کرنے کے بعد انسان کو دوسرے جانداروں پر اپنی فوقیت کا احساس ہوا۔ اس فوقیت کے حصول میں اس کے جسم کی اور اس کے ہاتھوں کی قدرتی ساخت نے اس کی بہت مدد کی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے شعور کی قوت بھی ترقی کرتی گئی۔ مافی الضمیر کے اظہار کے لیے پہلے وہ اشارات سے کام لیتا تھا پھر باتیں کرنے لگا۔ شکاری دور میں اس کی ٹولیاں کافی طور پر منظم ہو چکی تھیں۔ کنبے اور قبیلے معرض وجود میں آ گئے تھے۔ اس کے فکر و شعور کی قوتیں بھی ترقی کر چکی تھیں اور وہ زندگی کے اس ڈھب کی شاہراہ پر ہو لیا تھا جسے ہم تمدن کہتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا باب

پتھر کا زمانہ قدیم (۱) دور شکار

(پچاس ہزار سال قبل مسیح سے پچیس ہزار ق - م تک)

شکار پیشہ انسانوں کا پھیلاؤ، نینڈرتھل نسل کا ادنیٰ انسان حقیقی انسان یعنی موجود نسل انسانی کا ظہور، پتھر کے اوزاروں کی صنعت۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکار پیشہ انسانوں کا پھیلاؤ

زمین کے جن طبقوں سے پتھر کے گھڑے ہوئے اوزار اپنی ابتدائی شکلوں میں بہتات کے ساتھ ملے ہیں ان کی تہیں جمنے کے وقت کا اندازہ آج سے پچاس ساٹھ ہزار سال پہلے کے دور کا کیا گیا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب شکار پیشہ انسانوں کی جمعیتیں ایشیاء، افریقہ اور یورپ کی سرزمینوں میں کافی تعداد میں پھیل چکی تھیں۔ دنیائے قدیم کے مختلف قطعات میں انسان کی جمعیتوں کے پھیلنے اور منتشر ہونے کا یہ عمل مفقود الآثار دور کے آغاز ہی سے شروع ہو چکا تھا جس کی طوالت میعاد کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ البتہ یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ابتدائی ادوار کے انسانوں کی ٹولیاں اپنے شکار کے جانوروں کے تعاقب میں اور ثمردار اشجار رکھنے والے خطوں کی تلاش میں ہر طرف پھیلتی چلی گئیں اور بسا اوقات اتنی دور نکل گئیں کہ ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے حال کی کوئی خبر نہ رہی۔ نوع انسانی کے یہ بکھرے ہوئے گروہ شکار اور نباتی خوراک کی تلاش میں آگے سے آگے نکلتے چلے گئے اور ہر گروہ کو جس قسم کے طبعی حالات پیش آتے رہے ان کے مطابق زندگی بسر کرنے لگے۔ شکار اور اثمار سے زیادہ چقماق پتھر کی تلاش رہتی تھی جس سے وہ اپنے اوزار بناتے تھے۔ ہزار ہا سال نوع انسانی کے دوسرے گروہوں سے الگ تھلگ رہنے اور جداگانہ ماحول میں پرورش پانے کے باعث ان کی شکلوں، صورتوں اور رنگوں میں جزوی سے اختلافات رونما ہونے لگے۔ اس طرح نوع انسانی مختلف نسلوں میں بٹتی چلی گئی۔ اس کے علاوہ زمین کے مختلف اقطاع کے طبعی حالات اور آب و ہوا کی تبدیلیاں بھی ان کی عادات اور ان کی بود و باش کے طریقوں پر اثر انداز ہوتی رہیں۔ خوش گوار اور موافق فضاؤں میں پرورش پانے والے انسانوں کو اپنی بود و باش کے طریقوں کو بہتر بنانے کا موقع ملتا رہا اور ناموافق ماحول میں رہنے والے انسان بعض اوقات مردار خوری یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مردم خوری کی عادات بد کا شکار بننے پر مجبور ہوتے رہے۔ قطعات ارضی کے بعض دور افتادہ گوشوں میں بڑی ہوئی انسان کی جمعیتیں ہزاروں سال اسی عالم میں زندگی بسر کرتی رہیں جس عالم میں کہ ان کے آباؤ اجداد ابتدا میں وہاں پہنچے تھے۔ بعض جمعیتوں نے اپنے ماحول میں نئی نئی دریافتیں اور ایجادیں کیں جن سے آپس میں مختلف قسم کے روابط پیدا ہونے کے باعث نوع انسانی کی غالب اکثریت فائدہ حاصل کرتی رہی۔

نیندرتھل نسل کا ادنیٰ انسان :

یورپ کی سرزمین سے پتھر کے نوکیلے اوزاروں کے ساتھ ایسی ہڈیوں کے ڈھانچے اور کھوپریاں برآمد کی گئی ہیں جو انسان کی موجودہ نسلوں کی جسمانی ساخت سے مختلف جسمانی ساخت کا پتا دے رہی ہیں۔ یہ ہڈیاں اور کھوپریاں زیادہ تر فرانس اور جنوب مغربی یورپ کے مختلف مقاموں سے دست یاب ہوئی ہیں۔ کروشیا اور سوئزرلینڈ سے بھی اسی قسم کی ہڈیاں ملی ہیں۔ جرمنی اور مالٹا سے صرف ایسے دانت ملے ہیں جو متذکرہ صدر ڈھانچوں کے دانتوں سے ملتے جلتے ہیں۔ سب سے پہلے اس نوعیت کی ہڈیاں سوئزرلینڈ کے مقام نیندرتھل سے ملی تھیں۔ اس لیے اس قوم کا نام ''نیندرتھل انسان'' رکھ دیا گیا۔ جس کی موجودگی کا یہ پتا دے رہی ہیں۔ ہڈیوں کے ڈھانچے اور کھوپری کی ساخت سے علم الاعضاء کے ماہرین نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ان ہڈیوں اور کھوپریوں والے انسانوں کا چہرہ حقیقی انسانوں کے چہرے کے مقابلے میں کسی قدر لمبوترا تھا۔ ان کا نچلا جبڑا بہت مضبوط ہوتا تھا اور تھوڑی محض برائے نام سی تھی۔ دانت ان کے بہت مضبوط اور ٹانگیں موجودہ انسان کے مقابلے میں چھوٹی تھیں۔ ان کے متعلق اس خیال کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ غالباً وہ موجودہ انسان کی طرح راست قامت نہ تھے بلکہ کسی قدر کبڑے ہو کر چلتے تھے۔ ان اختلافات کے باوجود کھوپری کی ساخت یہ ظاہر کر رہی ہے کہ وہ انسان تھے اور موجودہ نسل کے انسانوں کی طرح دائیں ہاتھ کو زیادہ استعمال کرتے تھے۔ ان کے دماغ کا اگلا خانہ کسی قدر چھوٹا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی پیشانی تنگ اور اندر کو دھنسی ہوئی تھی۔ ان آثار کے ساتھ پتھر کے گھڑے ہوئے جو اوزار ملتے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ نیندرتھل نسل کے یہ لوگ شکاری تھے۔ بعض آثار سے اس امر کا سراغ بھی ملتا ہے کہ وہ آگ کا استعمال جانتے تھے اور اپنے شکار کو آگ پر بھون کر کھاتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تھے۔ عام طور پر غاروں میں رہتے تھے۔ جن سے ان کی استعمال کی ہوئی چیزیں ان کے اوزار اور ان کی ہڈیاں وغیرہ ملتی ہیں۔ یہ لوگ اپنے مردوں کو بھی اپنے غاروں میں ایک طرف احتیاط کے ساتھ ان کے اوزاروں سمیت رکھ دیتے تھے۔

ان آثار سے جو نینڈرتھل نسل کے انسانوں کے غاروں سے ملتے ہیں اور اس دور کے جس کا انداز پچاس ہزار سال ق - م سے پچیس ہزار سال ق - م تک کیا گیا ہے طبعی حالات سے نتائج اخذ کر کے عصر حاضر کے علمائے تحقیق نے یہ رائے قائم کی ہے کہ یہ لوگ جانوروں کی کھالیں لباس کے طور پر استعمال کرتے تھے کیوں کہ ان کے اوزاروں میں کھال کو کھرچنے اور صاف کرنے کے اوزار بھی ملتے ہیں۔ چھوٹے جانوروں کا شکار کرتے تھے لیکن مردار خور بھی تھے، اس لیے گیدڑوں کی طرح شیر کے طفیلی بنے رہتے تھے جو اس دور میں یورپ کی سر زمین میں بہ کثرت پایا جاتا تھا۔ گوشت کے ساتھ وہ جنگل کے پھل اور میوے، رس والی جڑیں، پرندوں کے انڈے، شہد، مچھلی، سانپ اور کیڑے مکوڑے بھی کھاتے ہوں گے۔ اپنے مردوں کو احترام اور احتیاط کے ساتھ غاروں میں رکھنا ثابت کرتا ہے کہ کنبہ بنا کر رہنے کا احساس ان میں پیدا ہو چکا تھا۔ ان کا سماجی نظام غالباً پدرانہ تھا۔ یعنی خاندان کے جملہ افراد بوڑھے بزرگ کے تابع فرمان رہتے تھے۔

یورپ کی سرزمین سے اس دور کے جو اوزار فراہم کیے گئے ہیں وہ نہ صرف مختلف قسم کی صنعتوں کا پتا دے رہے ہیں بلکہ ان میں تدریجی صنعتی ترقی کا سراغ بھی تلاش کیا جا سکتا ہے۔ ان اوزاروں کی ایک نوعیت جن میں چقماق کی اوپر کی سطح کو چھیل کر نوک دار بنایا گیا ہے دوسری نوعیت سے جو چقماق کے جگر سے بنائے گئے ہیں مختلف ہے اور پہلی قسم کے اوزار دوسری قسم کے اوزاروں سے نچلی تہوں میں ملتے ہیں اور عام طور پر دریاؤں کے کنارے دست یاب ہوتے ہیں۔ ان سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ نینڈرتھل نسل کے انسانوں سے علاوہ بھی کچھ لوگ اس دور سے پہلے یا اس کے ابتدائی حصے میں یورپ کی سرزمین پر آباد تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مختلف صنعتیں مختلف اقوام کے لوگوں کی ہوں یا مختلف ادوار کی ہوں۔ اوزاروں کے سوا جو نینڈرتھل نسل کے انسانوں کی صنعت سے مختلف ہیں۔ کسی دوسری نوعیت کے انسانوں کی موجودگی کا کوئی اور سراغ نہیں ملتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقی انسان یا موجودہ نسلِ انسانی

اس دور میں جب کہ یورپ کی سرزمین میں نینڈرتھل نسل کے انسان یا ادنےٰ انسان زندگی بسر کر رہے تھے، حقیقی انسان کی نسل بحیرہ روم کے مشرقی اور جنوبی ساحلی علاقوں اور خطوں میں پھیل رہی تھی۔ اس دور میں موجودہ نسل انسانی کے آباؤ اجداد ایشیائے کوچک، شام، لبنان، فلسطین، عراق، یورپ، مصر اور صحرائے اعظم کی وادیوں اور میدانوں میں شکار کھیل کر بسر اوقات کر رہے تھے۔ اس دور میں اس خطہ زمین کے طبعی حالات موجودہ حالات سے بہت مختلف تھے، جن کا ذکر اگلی فصل میں کسی قدر تشریح کے ساتھ کیا جائے گا۔ سردست یہی ذکر کر دینا کافی ہے کہ شمالی افریقہ اور جنوب مغربی ایشیا کی وسیع صحرائیں اس دور میں گھاس کے سرسبز و شاداب میدان تھیں۔ جن میں بارش کافی ہوتی تھی۔ جن علاقوں میں آج کل بادسموم چلتی ہے اور ریگ رواں کے ٹیلے بہتے اور اُڑتے ہیں وہاں دریا اور ندیاں رواں تھیں۔ ان میدانوں میں انواع و اقسام کے جانور جو گھاس پر گزارا کرتے ہیں بڑی کثرت سے موجود تھے۔ ایشیائے کوچک کی سطح مرتفع پر، نیز شام، لبنان اور حجاز کے کوہستانی علاقوں میں خود رو ثمردار پودے بکثرت پھل پھول رہے تھے۔ حقیقی انسانوں کے خیل اس معتدل آب و ہوا کے خطے میں جو ہر قسم کی اچھی خوراک سے معمور تھا افزایش نسل کے اعتبار سے خوب ترقی کر رہے تھے۔ اس دور کے ان حقیقی انسانوں کے اوزار بھی پتھر ہی کے تھے لیکن ان کی ساخت یورپ کی سرزمین کے ادنے انسانوں کے اوزاروں کی ساخت سے بہت مختلف تھی۔ بلاشبہ جنوب مغربی ایشیا یا شمالی افریقہ کے ملکوں سے تاحال اس دور کے حقیقی انسانوں کا کوئی ایسا سراغ نہیں ملا جو براہ راست ان کی موجودگی کا ثبوت پیش کرتا ہو لیکن اس حقیقی انسان کی نقل و حرکت کے جو آثار بعد کے ادوار کے متعلق ملے ہیں ان سے اور ان ملکوں کے طبعی حالات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بالواسطہ یہ نتیجہ اخذ کیا جا رہا ہے کہ اس دور میں جس کا حال ہم اس باب میں بیان کر رہے ہیں۔ حقیقی انسانوں کے خیل ان اقطاع میں پھیل رہے تھے۔ بلاواسطہ آثار نہ ملنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ابھی تک ان ممالک میں کھوج لگانے کا کام اس پیمانہ پر شروع نہیں ہوا جس پر کہ یورپ میں ہو چکا ہے۔ دوسری بڑی وجہ یہ ہے ان اقطاع کے بعض ملک بعد میں آنے والے ادوار میں انسانی تہذیب و تمدن کے مستقل گہوارے بنے رہے اس لیے قدیم ترین آثار کو بعد کے آثار نے ناپید کر دیا اور دیگر اقطاع یعنی صحرائے اعظم اور صحرائے عرب ریگستان بن کر رہ گئے جن کی نچلی تہوں کو کھنگالنے کی ابھی نوبت ہی نہیں آئی۔ ان اقطاع میں حقیقی انسان کے نشوونما پانے کی پہلی آثاری شہادت اس امر سے ملتی ہے کہ یہ لوگ بعد کے ادوار میں شمالی افریقہ سے چل کر یورپ کی سرزمین میں داخل ہوئے جو ان دنوں ٹیونس اور سسلی کے باہم ملحق ہونے کے باعث نیز آبنائے جبل الطارق (جبرالٹر) کی جگہ خاک نائے ہونے کی وجہ سے افریقہ سے ملی ہوئی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا باب

پتھر کا زمانہ قدیم (۲) دورِ زراعت کاری

(پچیس ہزار سال ق - م سے دس ہزار سال ق - م تک)

طبعی اور موسمی حالات کی تبدیلیاں، تصویریں بنانے والے شکاری انسان، کرومیگنان نسل کا انسان، ادنیٰ انسان کا انجام، ایشیا اور یورپ میں حقیقی انسانوں کا پھیلاؤ، گندم کی دریافت، دجلہ اور فرات کی وادی میں زراعت کاری کی ابتدا، جھونپڑے، ٹوکرے اور مٹی کی سلوں کے مکان، لکڑی کا استعمال، پتھر کے بہتر اوزار۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبعی اور موسمی حالات

علم طبقات الارض کے ماہروں نے پہاڑوں کی چٹانوں، گلیشیروں برفانی ندیوں کی بنائی ہوئی گھاٹیوں، خط ثلج کے آثاروں اور دیگر طبعی نشانوں کی بنا پر یہ رائے قائم کی ہے کہ تیس ہزار قبل مسیح سے بیس ہزار قبل مسیح تک کے دور میں نصف کرۂ شمالی کے بالائی حصے میں بڑی شدت سے برف باری ہوتی رہی جس کے دوران میں نہ صرف اونچے پہاڑوں کا خط ثلج اپنی موجودہ پوزیشن سے دو ہزار فٹ تک نیچے آگیا بلکہ یورپ ایشیا اور امریکہ کے براعظموں کے شمالی حصے برف کی ایک مستقل چادر کے نیچے دب گئے اور پہاڑوں کی برفانی ندیاں خط ثلج سے بھی کئی ہزار فٹ نیچے تک بہنے لگیں۔ برف کی چادر قطب شمالی سے لے کر شمالی جرمنی، وسطی روس اور سائے بیریا کے جنوب میں منگولستان اور صحرائے گوبی تک پھیلی ہوئی تھی۔ پامیر اور تبت کی اونچی سر زمینیں بھی برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ اس کیفیت کا نتیجہ یہ تھا کہ بحر اوقیانوس سے اُٹھنے والی جو ہوائیں آج کل براعظم یورپ پر چلتی اور بارش برسانے کا موجب بنتی ہیں وہ اس برفانی دور میں صحرائے اعظم اور بحیرۂ روم کے نواحی ملکوں کو سیراب کیا کرتی تھیں اور جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں کی آب و ہوا کو بھی معتدل اور خوش گوار بناتی تھیں۔ اس کیفیت کے باعث صحرائے اعظم اور عربستان کے وسیع و عریض میدانی علاقے سرسبز رہتے تھے جن میں گھاس چرنے والے سم دار جانوروں کی متعدد قسمیں پرورش پا رہی تھیں۔ اس زمانے کے جغرافیائی حالات بھی موجودہ حالات سے مختلف تھے۔ افریقہ کا براعظم ٹیونس اور سسلی کی راہ سے نیز خاک نائے جبل الطارق کی راہ سے (جہاں اب آب نائے ہے جو بحر اوقیانوس کے پانی کو بحیرہ روم میں ڈالتی رہتی ہے اور اس وجہ سے بحیرۂ روم کی سطح آب نے بلند تر ہو کر سسلی کے گرد و نواح کی خشکی کو ڈھانپ لیا ہے) یورپ سے ملا ہوا تھا اور بحیرۂ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روم دو جھیلوں میں منقسم ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح ایشیائے کوچک اور بلقان بھی آپس میں ملحق تھے اور بحیرۂ اسود ایک اندرونی جھیل بنا ہوا تھا۔ دکن اور افریقہ بھی اس دور میں یا اس دور سے بہت پہلے آپس میں ایک طویل براعظم کی وساطت سے ملے ہوئے تھے اور جزائر شرق الہند آسٹریلیا اور فلپائن تک جزیرہ نمائے ہند چینی سے ملحق تھے۔ ایشیا کا شمال مشرقی کونا راس بیرنگ امریکہ کے شمال مغربی گوشے ایلاسکا سے ملا ہوا تھا۔ طبقات الارض اور طبیعیات کے عالموں نے یہ اندازے مختلف حصوں میں سمندر کی گہرائیاں ماپ کر اور جزیروں کے طبعی حالات کو دیکھ کر لگائے ہیں۔ ان دعووں کے ثبوت میں جو دلیلیں وہ پیش کرتے ہیں وہ کافی وزنی ہیں جنھیں درج کرنا ہمارے موضوع کے لحاظ سے خارج از بحث ہے۔

پچیس ہزار سال قبل مسیح کے قریب برفانی دور کی شدت اپنی معراج کمال کو پہنچ گئی تھی جس کے بعد اس میں تدریجی کمی واقع ہونے لگی۔ بیس ہزار سال قبل مسیح تک پہاڑوں کا خط ثلج پھر اپنی اصلی جگہ پر چلا گیا۔ گلیشیر یعنی برفانی ندیاں جو پہاڑوں کے دامنوں تک اُتر آتی تھیں اوپر ہی اوپر پگھلنے لگیں اور برف کی چادر جو شمالی اقطاع پر پھیلی ہوئی تھی پگھل کر غائب ہو گئی۔ اس کی جگہ دریا، نالے، ندیاں، جھیلیں اور دلدلیں بن گئیں اور جوں جوں موسم زیادہ خوش گوار ہوتا گیا اس کے وسطی حصے ترکستانات، صحرائے گوبی اور منگولیستان میں گھاس کے وسیع سرسبز میدان پیدا ہو گئے۔ جن میں کئی قسم کے جانور مثلاً گھوڑے، گورخر ہرن، بیل، رین ڈیئر، گینڈے، خرگوش، بارہ سنگھے، مینڈھے وغیرہ پرورش پانے لگے اور گھاس کی افراط کے باعث ان کی تعداد میں بہت اضافہ ہونے لگا۔ منگولیا سے لے کر مغربی یورپ کے ملکوں تک یا بہ الفاظ دیگر بحرالکاہل سے لے کر بحر اوقیانوس تک سرسبز میدانوں کی ایک مسلسل قطار بن گئی۔ گویا گھاس کے جنوبی سرسبز میدانوں کے مقابلے میں جو شمالی افریقہ اور جنوب مغربی ایشیا کے وسیع خطوں میں پھیلے ہوئے تھے شمالی سرسبز میدانوں کا ایک نیا سلسلہ قائم ہونے لگا جن کے درمیان کی حد فاصل کوہستانوں کی وہ زنجیر تھی جو پرنیز، ایلپس، کارپیتھین طورس، قاف الوند، ہندوکش اور سلسلہ کوہستانات الطائی اور ان کے آس پاس کے مرتفع ممالک کی سرزمینوں پر مشتمل ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصویریں بنانے والے شکاری انسان

ہم لکھ چکے ہیں کہ حقیقی انسانوں کی جمعیتیں طبعی حالات کے موافق ہونے کے باعث شمالی افریقہ اور صحرائے اعظم کے سرسبز میدانوں میں دیر سے پرورش پا رہی تھیں۔ بیس ہزار قبل مسیح کے زمانہ کے لگ بھگ جیسا کہ ہم اوپر کی فصل میں بیان کر چکے ہیں یورپ کی سرزمین جانوروں سے معمور ہونے لگی اور شمالی افریقہ کے صحرائی جانور خاک نائے سسلی اور خاک نائے جبرالٹر کی راہ سے یورپ کا رخ کرنے لگے۔ ان جانوروں کے پیچھے پیچھے شکاری انسانوں کی ٹولیاں بھی یورپ کی سرزمین میں داخل ہونے لگیں اور حقیقی انسان یورپ کے میدانی علاقوں میں پھیلنے لگے۔ کئی صدیاں یہی عمل جاری رہا اور یہ حقیقی انسان آہستہ آہستہ اٹلی کی سرزمین میں پھیلتے ہوئے رائیویریا کے میدان کی راہ سے فرانس کے جنوب مشرقی حصوں میں داخل ہو گئے۔ ان لوگوں کی جو جمعیتیں خاک نائے جبل الطارق کی راہ سے یورپ میں داخل ہو رہی تھیں وہ آہستہ آہستہ ہسپانیہ میں پھیلتی ہوئی جنوب مغربی فرانس تک پہنچ گئیں اور فرانس سے مشرقی کی جانب رخ کرتی ہوئی وسطی یورپ کے ملکوں تک جا پہنچیں۔ ان لوگوں کی اس نقل و حرکت کا سراغ ان کے ہتھیاروں سے ملتا ہے جنھیں یہ لوگ استعمال کرتے تھے اور جن کی ساخت ادنےٰ نسل کے انسانوں کی صنعت کاری کے اوزاروں سے بہت مختلف اور بہت ترقی یافتہ تھی۔ ان لوگوں کی اوزار سازی کو اورگ نیشی صنعت کا نام دیا گیا ہے۔ اس صنعت کے اوزار یورپ کے میدانی علاقوں میں ابلیس کے پہاڑی علاقے کو چھوڑ کر شمال میں جنوبی انگلستان تک اور مشرق میں رومانیہ اور روس تک ہر جگہ بہ افراط ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دس ہزار قبل مسیح کے زمانہ تک یہ لوگ سارے یورپ میں پھیل چکے تھے۔ یہ اوزار بہت سبک اور بہت زیادہ نفیس ہیں۔ ساخت کے اعتبار سے لمبے پتلے اور نوکیلے ہیں جن کے بنانے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر خاص محنت صرف ہوتی ہو گی۔ اس صنعت کے اوزاروں میں پتھر کے ایسے چاقو بھی شامل ہیں جن کے ایک طرف تیز دھار ہے اور دوسری طرف پشت کو گھڑ کر کند کر دیا گیا ہے تا کہ استعمال کے وقت ہاتھ سے پکڑنے میں سہولت ہو اورگ نیشی صنعت سے ملتے جلتے اوزار ٹیونس کے مقام غفصہ سے بھی دستیاب ہوئے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ لوگ افریقہ سے ٹیونس اور سسلی کے راستے داخل ہوئے تھے۔ مراقش کے بعض حصوں سے بھی اس غفصوی یا اورگ نیشی صنعت سے ملتے جلتے اوزار ملے ہیں اور تعجب کا مقام یہ ہے کہ شام کی سرزمین سے بھی اس قسم کے اوزار ملے ہیں۔ یہ بات شاید اس صنعت کے اصلی منبع کا سراغ دے رہی ہو اور ظاہر کرتی ہو کہ شمالی افریقہ کے یہ شکاری جو اس دور میں یورپ کی سرزمین پر چھا رہے تھے شام اور جنوب مغربی ایشیا کے ان شکاریوں ہی کی ایک شاخ تھے جو اس سے پہلے دور میں صحرائے عرب میں شکار کھیلتے نظر آ رہے تھے۔

یورپ کی سرزمین سے اس دور کے انسانوں کی جو کھوپریاں ملی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شمالی افریقہ سے آنے والے یہ لوگ دو مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک نسل ایسے لوگوں کی تھی جن کی کھوپری میں دماغ کا خانہ موجودہ دور کے انسانوں کے دماغ کے خانے سے بہت بڑا تھا۔ اس نسل کی عورت کے دماغ کا خانہ موجودہ زمانے کے مردوں کے دماغ کے خانہ سے بڑا تھا۔ یہ لوگ طویل القامت، مضبوط، تنومند اور وجیہہ شکلیں رکھنے والے تھے۔ دوسری نسل کے لوگ جو افریقہ سے یورپ میں داخل ہوئے، پستہ قد تھے۔ ان کی کھوپریاں حبشی نسل کے انسانوں کی کھوپریوں سے ملتی جلتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان پستہ قد شکاریوں کی زیادہ تعداد شمال کی طرف ہجرت کرنے کے بجائے صحرائے اعظم کے جنوب میں افریقہ کے جنگلوں کی طرف چلی گئی اور ان کا کچھ حصہ کومیگنارڈ یا کرومیگنان نسل کے لوگوں کے ساتھ یورپ میں داخل ہو گیا۔

کرومیگنان شکاری تصویریں بنانے کے بہت ماہر تھے۔ ہسپانیہ کے غاروں میں جن میں ان لوگوں نے اپنے رہنے سہنے کے لیے گھر بنا لیے تھے ان کی بنائی ہوئی تصویریں بہ افراط ملتی ہیں۔ اکثر تصویریں ان جانوروں کی ہیں جن کا وہ شکار کیا کرتے تھے۔ ابتدائی تصویریں محض خاکے ہیں جو غار کی گیلی دیواروں پر انگلی سے کھینچے گئے ہیں۔ بعض دیواروں پر مردوں، عورتوں اور بچوں کے ہاتھ کے نشانات بھی لگے ہوئے ہیں جو گیلی دیوار پر ہاتھ کو چپکا اور دبا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر عمداً لگائے گئے ہیں۔ بعد کی بنائی ہوئی تصویریں آرٹ کی ترقی کو ظاہر کرتی ہیں۔ خاکوں میں نقطے ڈال کر یا لکیریں کھینچ کر شیڈ دیتے گئے ہیں۔ بعض غاروں میں رنگین تصویریں بھی دیکھی گئی ہیں۔ بعض چٹانوں پر ایسی تصویریں بھی ملتی ہیں جو پتھر کو کھود کر بنائی گئی ہیں۔ ایک تصویر میں شکاری انسان بارہ سنگھے کا تعاقب کرتا ہوا دکھایا گیا ہے۔ انسان کی تصویر سے بہت پھرتی ظاہر ہو رہی ہے اور بارہ سنگھا بھی سر پٹ بھاگ رہا ہے۔ شکاری کا سنگی اوزار اس کی پیٹھ کے نزدیک دکھایا گیا ہے۔ ان تصویروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شکاری لوگ کھالیں پہنتے تھے۔ بعض تصویریں ایسی بھی ہیں جن میں جانوروں کو انسان کی طرح کھڑے دکھایا گیا ہے یا انسان کو جانور کے بھیس میں ظاہر کیا گیا ہے۔ بعینہ اسی قسم کی ترقی یافتہ تصویریں عراق کی ابتدائی سمیری تہذیب کے آثار میں ملتی ہیں جو اس دور سے پانچ چھ ہزار سال بعد کے زمانے کی ہیں۔ انسان نما جانوروں یا جانور نما انسانوں کی یہ سمیری تصویریں پتھر کو کھود کر بنائی گئی ہیں اور آرٹ کے اعتبار سے بدرجہا ترقی یافتہ ہیں لیکن موضوع کی یکسانی ظاہر کر رہی ہے کہ تفریح طبع کی یہ صورت حقیقی انسان کی نسل میں کتنے ہزار سال رائج رہی اگر یہ تصویریں جادو کی رسموں کو ظاہر کرتی ہیں جیسا کہ سمیری تصویروں کے متعلق بعض علمائے تحقیق نے رائے ظاہر کی ہے تو یہ رائے قائم کرنا بعید از قیاس نہیں کہ جادو کی یہ رسمیں پانچ سات ہزار سال پہلے کے شکاری انسانوں میں بھی رائج ہو چکی تھیں۔

ایسے آثار بھی ملے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور کے لوگ اپنے مردوں کو ان کے لباس اور اوزاروں سمیت دفن کیا کرتے تھے۔ شکار آگ پر بھون کر کھاتے تھے۔ پتھر کے ٹکڑوں سے بڑے سبک اور نفیس ہتھیار بناتے تھے اور بہت خوش طبع لوگ تھے۔

نینڈرتھل نسل کا انجام:

یورپ کی سرزمین میں حقیقی انسانوں کا داخلہ کوئی بیس ہزار ق - م سے شروع ہوا جب کہ برفانی دور ختم ہو چکا تھا اور میدانی علاقے سرسبز چراگاہیں بن چکی تھیں۔ جن میں افریقہ اور ایشیا کے میدانوں سے انواع و اقسام کے حیوانات کی نسلیں پھل پھول رہی تھیں۔ آثار بتا رہے ہیں کہ اس دور سے پہلے اس سرزمین میں نینڈرتھل نسل کے ادنےٰ انسان آباد تھے لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نسل کے لوگوں کا انجام کیا ہوا؟ اس دوسرے دور کے طبقات ارضی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جہاں حقیقی انسانوں یعنی افریقہ کی سرزمین سے آنے والے لوگوں کے اوزار اور دیگر آثار کثرت سے ملتے ہیں وہاں نینڈرتھل نسل کے ادنےٰ انسانوں کے آثار یکسر مفقود ہو جاتے ہیں۔ ان ادنے انسانوں کے متعلق حکمائے یورپ کا ایک نظریہ یہ ہے کہ انھیں حقیقی انسانوں نے کسی دوسری نوع کی ادنیٰ مخلوق سمجھتے ہوئے لڑبھڑ کر فنا کے گھاٹ اتار دیا ہوگا اور جن غاروں میں وہ رہتے تھے ان پر قبضہ جما لیا ہوگا۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ برفانی دور کی شدت کے زمانے میں نینڈرتھل نسل کے ادنے انسانوں کی بڑی تعداد جنوب مغربی یورپ کے میدانوں میں ہوتی ہوئی خاک نائے جبرالٹر کی راہ سے افریقہ میں داخل ہوگئی ہوگی اور افریقہ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ ہوتی ہوئی وسط افریقہ کے جنگلوں میں پہنچ گئی ہوگی۔ تیسرا نظریہ یہ ہے کہ حقیقی انسانوں کی غالب اکثریت نے نینڈرتھل نسل کے ادنے انسانوں کو اپنے میں جذب کر لیا ہوگا۔ ان تینوں نظریوں میں سے پہلا نظریہ زیادہ قرین قیاس نظر آتا ہے کیوں کہ اس دور کے ابتدائی پانچ ہزار سال ہی سے اس نسل کے آثار مفقود ہو جاتے ہیں اور یورپ سے باہر افریقہ یا ایشیا میں ان ادنے انسانوں کے موجود ہونے کا کوئی سراغ اب تک نہیں ملا۔ یورپ کے علمائے تحقیق کا خیال یہ ہے کہ یہ ادنے انسان ایک لاکھ سال ق - م کے قریب وسط ایشیا کے میدانوں سے یورپ میں گئے تھے لیکن اس امر کی کوئی آثاری شہادت موجود نہیں۔ ایک کھوپڑی چین میں پیکن کے قریب اور دوسری کھوپڑی افریقہ کے ملک روڈیشیا میں بروکن ہل کے قریب ملی ہے جن کے متعلق یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ وہ نینڈرتھل انسانوں کی کھوپڑیوں کے مشابہ ہیں لیکن مشابہت چوں کہ تام یا اقرب نہیں اور کھوپڑی صرف ایک ایک ہے اس لیے کوئی دور رس نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ نینڈرتھل نسل کے ادنے انسان غالباً یورپ کی سرزمین ہی کا اصلی باشندہ تھا جو اسی براعظم کی خاک میں دفن ہو کر ختم ہوگیا۔ یہ بات بھی بعید از قیاس نہیں کہ نینڈرتھل نسل کے ادنے انسان اور کرومیگنان نسل کے عظیم الجثہ انسان ساری سطح ارضی پر پھیلے ہوئے ہوں جن کو حقیقی انسان کی نسل نے لڑبھڑ کر ختم کر دیا ہو۔ تمام قوموں کی قدیم ترین روایات اور حکایات میں انسانوں اور دیووں کی لڑائیوں کا بہت ذکر آیا ہے۔ شاید یہ کہانیاں اسی دور سے متعلق ہوں جب حقیقی انسان سطح ارضی پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے متذکرہ صدر نسلوں کے لوگوں سے برسرپیکار رہتا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایشیا میں حقیقی انسانوں کا پھیلاؤ

پچیس ہزار سال ق - م سے دس ہزار سال ق - م تک کے زمانے میں ہم حقیقی انسانوں کی شکاری جمعیتوں کو شمالی افریقہ کے سرسبز میدانوں میں جو بحیرہ قلزم سے لے کر بحر اوقیانوس تک پھیلے ہوئے تھے اور جن کی جنوبی حد استوائی وسطی افریقہ کے گھنے جنگل بنا رہے تھے، پھیلتے ہوئے اور یورپ کی سرزمین میں وسطی یورپ کے کوہستانی اور شمالی یورپ کے برفانی علاقوں کو چھوڑ کر تمام سرسبز میدانوں پر چھاتے ہوئے دیکھ چکے ہیں اس حقیقت کے ثبوت میں بلاواسطہ آثاری شہادتیں بھی مل رہی ہیں۔ ادھر ایشیا کی سرزمین میں بھی حقیقی انسانوں کے پھیلاؤ کا عمل اسی طرح جاری تھا اور طالع آزما شکاری انسانوں کی ٹولیاں ایشیا کے وسیع میدانوں میں ہر چہار طرف پھیل رہی تھیں۔ برفانی دور کے زوال اور خاتمہ کے باعث ترکستان اور سائے بیریا کے میدان سرسبز چراگاہیں بن رہے تھے۔ جن میں شکار کے جانوروں کی نسلیں خوب ترقی کر رہی تھیں۔ شکاری انسانوں کی کئی لہریں اس دور میں جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں سے جو نسل انسانی کا ابتدائی گہوارہ تھا اٹھیں اور بحیرۂ خزر (کیسپین) کے جنوبی علاقے میں سے گزر کر ترکستانات اور ان کے شمال میں سائے بیریا کی چراگاہوں کو کھنگالتی ہوئی ایشیا کے شمال مشرقی کونے بہرنگ تک پہنچ گئیں، جو ان دنوں میں شمالی امریکہ کے شمال مغربی کونے ایلاسکا سے ملا ہوا تھا۔ اس راستے سے حقیقی انسانوں کے کئی خاندان شمالی امریکہ کی سرزمین میں داخل ہوگئے اور اس براعظم کے پہاڑوں اور میدانوں کو کھنگالنے لگے۔ اسی دور میں حقیقی انسانوں کی بعض ٹولیاں جنوبی ایران کے میدانی علاقوں سے گزرتی ہوئی بلوچستان اور سندھ کی راہ سے ہندوستان کی سرزمین میں داخل ہوئیں۔ قطعی آثار کی عدم موجودگی کے باعث یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس دور میں حقیقی انسانوں کی طالع آزما جمعیتیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

براعظم ایشیا کے کون کون سے ملک میں داخل ہو چکی ہوں گی لیکن اس براعظم کے وسطی اور شمالی سرسبز میدانوں میں انسانوں کی کثیر تعداد پہنچنے کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ بعد میں آنے والے ادوار میں یہ سرزمین انسانوں کی جمیعتوں کو ہر چہار طرف منتشر کرنے والا گہوارہ نمبر ۳ بنتی ہوئی نظر آتی ہے۔ گہواہ نمبر ا جنوب مغربی ایشیا کا سرسبز میدانی علاقہ اور گہواہ نمبر ۲ افریقہ کا میدان اعظم تھا جہاں سے انسانی جمیعتوں کے منتشر ہونے کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دجلہ اور فرات کی وادیوں میں زراعت کاری کی ابتدا

انسانی قبیلوں کو سب سے پہلے جس چیز نے کسی ایک جگہ کا پابند ہو کر بستیاں بسانے پر مجبور کیا وہ کسی خطے کے خود رو پودوں سے اناج حاصل کرنے کی دریافت تھی۔ قیاس غالب یہ ہے کہ خود رو اناج کو غذا کے طور پر استعمال کرنے کی دریافت کے بعد انسان کے بعض کنبوں نے اس علاقے کو اپنا مستقل مسکن بنا لیا ہوگا جس میں کہ اس کے پودے قدرتی طور پر پھلتے پھولتے ہوں گے اور وہ اسی نئی غذا کو اس کے پکنے کے موسم میں جمع بھی کر لیتے ہوں گے تاکہ بعد میں کام آتی رہے۔ قدرتی پھلوں اور شکار کے گوشت کو جمع کر کے رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیوں کہ یہ غذائیں بہت جلد گل سڑ کر خراب ہو جاتی ہیں لیکن اناج ایک ایسی غذا تھی جو سارا سال کام آسکتی تھی۔ اناج کی دریافت کے باعث انسان کے بعض قبیلوں کو ایک خاص موسم میں محنت مشقت کرنے اور بعد میں فارغ ہو کر بیٹھنے کے مواقع میسر آنے لگے۔ اور پھلوں کی تلاش اور شکار کی زحمت ان کے لیے ایک ثانوی حیثیت کی بات بن کر رہ گئی۔ جسے وہ کبھی ضرورتاً اور کبھی محض غذا کے تنوع کی خاطر تفریحاً اختیار کرتے ہوں گے۔ یہ امر بھی قرین الفہم ہے کہ خود رو اناج کی دریافت نے نوع انسانی کے مختلف قبیلوں کے درمیان اس کے حصول کی کش مکش پیدا کر دی ہوگی جو بسا اوقات جنگ و جدال کا موجب بن جاتی ہوگی اور طاقتور قبیلے ایسے خطے پر قبضہ جمانے میں کامیاب ہو جاتے ہوں گے جن میں خود رو اناج پیدا ہوتا تھا۔ یہ کش مکش قبائل کے درمیان زمین کے ٹکڑوں کی تقسیم پر منتج ہوئی اور اس طرح زمین کی ملکیت اور حد بندی کا رواج پیدا ہوا۔ یہ رواج زمین کے مالکانہ حقوق کی صورت میں آج تک قائم ہے اور نوع انسانی کے درمیان جدال و قتال کا بازار گرم رکھتا ہے۔

عصر حاضر کے علمائے تحقیق نے اس خطے کے تعین کے لیے جہاں سے انسان کو پہلے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہل اناج ملا بہت چھان بین کی ہے اور ان میں سے اکثر کی نگاہیں پھر کر اس وادی کی طرف گئی ہیں جو سلسلہ کوہستان طورس کے دامن کی ترائی بنا رہا ہے اور جہاں سے دجلہ اور فرات پہاڑوں سے اتر کر میدانی علاقے میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ رائے قائم کرنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ گندم کی کاشت اور زراعت کاری کے قدیم ترین آثار جو اس وقت تک دست یاب ہو سکے ہیں وہ دجلہ فرات اور نیل کی وادیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ پہلے علمائے تحقیق کے درمیان اس بارے میں اختلاف تھا کہ دجلہ اور فرات کی وادیوں اور نیل کی وادیوں میں کس جگہ کے تمدن کی تقدم حاصل ہے لیکن اب اکثریت کی رائے یہ ہے کہ دجلہ وفرات کی وادیوں کا تمدن نیل کی وادی کے تمدن سے زیادہ پرانا ہے۔ لہٰذا اناج کی دریافت اور کاشت میں سبقت کرنے کا سہرا انھی وادیوں کو حاصل ہے۔ یہ رائے قائم کرنے کی دوسری وجہ جو پہلی کی بہ نسبت زیادہ وزنی ہے، یہ ہے کہ سلسلہ کوہستان طورس کے دامن میں اب بھی دانے حیثیت کی خود رو گندم کے پودے ملتے ہیں جو اس بات کا پتا دے رہی ہیں کہ گیہوں کا پودا ابتداً اسی سرزمین کی پیداوار ہے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں انسان نے پہلے پہل دانہ گندم کھایا اور اس انسانی تمدن کی بنیادیں استوار کیں جس نے اسے ہزاروں اور لاکھوں قسم کے مسائل سے دو بدو کر کے اس نوبت کو پہنچایا جو ہم آج کل ہزار ہا سال کا طویل زمانہ گزارنے کے بعد دیکھ رہے ہیں۔

اناج کی دریافت کے بعد اس کی کاشت کی طرف انسان کی توجہ کا مبذول ہونا ایک قدرتی اور لازمی نتیجہ تھا۔ اب انسان کے قبیلوں نے آپس میں تقسیم کیے ہوئے قطعات ارضی میں گیہوں کی باقاعدہ کاشت شروع کر دی اور وہ اپنے پتھر کے اوزاروں سے زمین کو کھود کر اناج بونے لگے اور وافر مقدار میں اپنی کھیتیوں کا حاصل کاٹنے لگے۔ کھیتوں کی نگہداشت کی ضرورت نے انھیں ایک جگہ جم کر رہنے پر مجبور کر دیا۔ لہٰذا انھوں نے جھونپڑے اور گھر بنا لیے۔ اناج کو سنبھالنے کے لیے انھیں برتنوں کی ضرورت پیش آئی جو ابتدا میں انھوں نے جانوروں کی کھالوں اور مٹی کی کچی کوٹھیوں سے پوری کی۔ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد انھیں مٹی کے برتنوں کو آگ میں پکانے کی صنعت ہاتھ آ گئی۔ غرض گندم کی دریافت انسان کی زندگی میں کئی قسم کے انقلابات لانے کا سبب بن گئی اور وہ اپنے نئے تمدن کی ضروریات کے مطابق پتھر کے نئے نئے اوزار بنانے لگے جن میں زمین کھودنے کے پھل اور کدال اور فصل کاٹنے کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درانتیاں بھی شامل ہیں۔ زراعت کی خاطر زمین کھودنے کے لیے جو اوزار استعمال کیے جاتے وہ گھس جاتے تھے اس سے پتھر کو گھسا کر نوکدار اوزار بنانے کا گر ہاتھ آ گیا جو شکاری دور کے انسانوں کی صنعت میں نایاب تھا۔ گھر بنانے کی ضرورت نے انھیں لکڑی کا جائزہ لینے کی طرف مائل کیا اور وہ پتھر کے تیشے بنا کر نجاری کی صنعت کو فروغ دینے لگے۔ جن خطوں میں پتھر آسانی سے مل سکتا تھا وہاں انھوں نے گھر بنانے کے لیے پتھر کی گھڑی ہوئی سلیں استعمال کیں اور میدانی علاقوں میں وہ مٹی کی سلوں سے کام لینے لگے جو پہلے سانچے کی کچی اینٹوں کی شکل میں منتقل ہو گئیں اور پھر انھوں نے بھٹے میں پکائی ہوئی پختہ اینٹوں کی صورت اختیار کر لی۔ ان تمام ایجادوں کے آثار عراق اور مصر کی قدیمی بستیوں کی کھدائی سے ملے ہیں جو زراعت کاری کے دور کی ابتدا کا سراغ بنا رہے ہیں۔ اس دور کے انسان کے دماغ کا اپنی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے مطابق نئی نئی ایجادوں کی طرف مائل ہونا بہت کچھ اس حقیقت کا مرہون منت تھا کہ گیہوں کی فصل کاٹ کر سال بھر کے لیے خوراک کا ذخیرہ کر لینے کے باعث انھیں فرصت کا کافی وقت ملنے لگا، جسے وہ تمدن کی تعمیر پر صرف کرنے لگے۔ ظاہر ہے کہ مختلف قسم کے حرفت کاروں کی داغ بیل بھی اسی دور سے پڑنے لگی ہوگی۔ درختوں کی شاخوں سے ٹوکرے بنانے کی ٹیکنیک حاصل کر کے وہ چٹائیاں بنانے لگے اور چٹائی بننے کی فنی مہارت نے ان کے فکر کو درختوں کی چھال کے ریشوں سے کپڑے بنانے کی طرف مائل کر دیا۔ مختلف قسم کی محنتوں کے اثمار کا آپس میں تبادلہ باہمی تجارت کو فروغ دینے کا موجب بنا۔

علمائے تحقیق کا اندازہ یہ ہے کہ اس ہلال نما ذرخیز خطے میں جو صحرائے عرب کی قوس نما شمالی سرحد کے اوپر خلیج فارس سے لے کر بحیرۂ روم اور بحیرۂ قلزم کے شمالی بازوؤں تک پھیلا ہوا ہے، جسے دجلہ، فرات اور اردن کی ندیاں سیراب کرتی ہیں اور جس کے شمال میں ایشیائے کوچک کی سطح مرتفع کا سلسلہ کوہستان طورس اور مشرق میں ایران کا سلسلہ کوہستان زیگرس واقع ہے۔ زراعت کاری کی ابتدا کوئی بیس ہزار ق - م سے ہو چکی تھی اور دجلہ اور فرات اور اردون کی وادیوں میں زراعت پیشہ انسانوں کی بستیاں آباد ہونے لگی تھیں۔ دس ہزار سال ق- م تک اس خطے کا زراعتی تمدن بہت کچھ ترقی کر چکا تھا۔ ادھر یہ کیفیت تھی ادھر ایشیا، افریقہ اور یورپ کے میدانوں میں شکاری انسانوں کی جمعیتیں جانوروں کی تلاش میں ماری ماری پھر رہی تھیں۔ شکاری انسانوں کو زیادہ سازوسامان کی ضرورت نہ تھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن لیکچرز کا

www.KitaboSunnat.com

سرمایہ کھال کے کپڑے، کھال کے مشکیزے، چمڑے کے جام اور سینگ کے پیالے اور اس قسم کی چھوٹی موٹی چیزوں پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ بارش اور دھوپ سے قدرتی پناہ گاہوں یعنی غاروں اور درختوں وغیرہ کو استعمال کرتے تھے اور میدانوں میں جانوروں کی کھالوں سے چھوٹے چھوٹے جھونپڑے بنا کر رہتے تھے۔ یہ امر بھی قرین قیاس ہے کہ دریاؤں کو عبور کرنے کے لیے اس دور کے متمدن اور شکاری دونوں قسم کے انسان لکڑیاں باندھ کر کشتیاں بنانے کی ترکیب جان چکے ہوں گے جو بعد میں کشتی، چپو اور بلی ایجاد کرنے پر منتج ہوئی۔

اس دور کے انسانوں کے مذہبی خیالات اور معاشرتی آداب و رسوم کے متعلق آثاری شہادت نہ ہونے کے باعث کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ مردوں کو ان کے لباس اور اوزاروں سمیت دفن کرنے کی رسم عام نظر آتی ہے اور ہر جگہ کے لوگوں میں ایک امر مشترک ہے۔ اس رسم سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندگی میں بھی ایک دوسرے کی نجی اشیا کو استعمال کرنا معیوب خیال کرتے ہوں گے اور بعض ممنوعات ان میں رائج ہو چکی ہوں گی۔ اس دور کے لوگوں کو سوشل نظام پدرانہ تھا۔ یعنی ایک بزرگ کی اولاد ایک کنبہ یا قبیلہ بن کر رہتی تھی اور اکثر قبیلوں کو ان کے مورث اعلیٰ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ستر ڈھانپ کر رکھنے کی عادت اس امر کا پتا دے رہی ہے کہ ان کے ازدواجی تعلقات منظم ہو چکے تھے اور شرم و حیا نیز ایک دوسرے کے ازدواجی رشتوں کا احترام ان کی عادات کا خاصہ بن چکا تھا۔ قدرت کے مظاہر ان کی طبیعتوں پر بھی اثر انداز ہوتے ہوں گے اس لیے وہ مخفی قوتوں کے قابل ہو کر خوف اور وہم کے احساسات سے بھی آشنا ہو چکے تھے اور کوئی عجب نہیں کہ ان میں سے بعض کا فکر کسی قادر مطلق ہستی کے وجود کا قائل ہو جو مصیبت کے وقت انسان کی مددگار بنتی ہے اور کائنات کے حیرت افزا مظاہر پر حکم فرما ہے۔ دکھ، تکلیف یا مصیبت کے وقت اپنے مرے ہوئے بزرگوں کو یاد کرنا اور ان کی روحوں سے استمداد کرنا تو ایک طبعی چیز ہے جو اس دور کے انسانوں میں رواج پا چکی ہوگی۔ اگرچہ اس کے آثار بعد کے دور کے لوگوں میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ مردوں کو لباس، اوزار اور کانوں سمیت دفن کرنے کی رسم سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاتا ہے کہ شاید وہ لوگ دوبارہ حیات بعد ممات کی کسی صورت کے قائل ہیں لہٰذا انھیں اپنے سامان کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا باب

(پتھر کا زمانۂ جدید (۱) دورِ تمدن)

(دس ہزار سال ق - م سے پانچ ہزار سال ق - م تک)

یورپ میں اسپ خوروں کی یلغار۔ پتھر کے نئے اوزار۔ جانوروں کا سدھانا اور پالنا۔ زراعت کاری کی ترقی۔ دیہات۔ قصبے اور شہر۔ قبائلی تنظیم۔ مذہبی پیشوا اور قومی سردار۔ اوزار سازی کی نئی نئی صنعتیں۔ مٹی کے برتن پکانے اور رنگنے کا فن۔ پختہ اینٹوں کے مکان۔ غلہ پیسنے کی چکیاں۔ کپڑا بننے کی حرفت۔ کھانا پکانے کے فن میں ترقی۔ نسلوں۔ زبانوں۔ عقیدوں اور رسم و رواج کا اختلاف۔ اوہام پرستی۔ جادو اور جنتر منتر۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یورپ کی سرزمین پر اسپ خوروں کی یلغار

اس دور کی ابتدا میں یورپ کی سرزمین پر اسپ خور شکاری انسانوں کی یلغار سے ہوتی ہے جو یوریشیا کے سرسبز میدانوں سے چل کر یورپ کی سرسبز زمین میں جنگلی گھوڑوں کا شکار کھیلتے ہوئے کوہستانِ پرنیس تک جا پہنچے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شمالی میدان اعظم میں جو سائے بیریا کے جنوبی حصوں، ترکستانات اور وسطی روس پر مشتمل ہے، گھوڑوں کی نسلیں بہت افراط کے ساتھ پل رہی تھیں جو یورپ کے میدانوں کی طرف پھیلتی چلی گئیں۔ اسپ خور قوم کے لوگ انھی کے پیچھے یورپ میں پہنچے۔ ان کی یلغار کا سراغ ان کے اوزاروں سے ملتا ہے جو افریقہ اور جنوب مغربی ایشیا کے ان باشندوں کے اوزاروں سے ساخت میں بہت مختلف ہیں جن کی کئی لہریں پچھلے دور میں یورپ کی سرزمین میں داخل ہو کر نینڈرتھل نسل کے انسانوں کو فنا کرنے کا موجب بنی تھیں۔ اسپ خوروں کے حجری اوزاروں کی شکل مرچ یا نیم کے پتوں سے ملتی جلتی ہے اور افریقہ سے آنے والی قوم کی صنعت سے یک سر جداگانہ صنعت ہے۔ اس صنعت کا نام فرانس کے ایک قصبہ کے نام پر جہاں پہلے پہل یہ اوزار کثیر تعداد میں دست یاب ہوئے تھے سیلوٹری رکھا گیا ہے۔ بعد کی دریافتوں سے جو یورپ کے اکثر ملکوں میں ملی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مشرق کی طرف سے آئے تھے۔ ان کے آثار فرانس اور انگلستان میں بھی افراط سے ملتے ہیں۔ فرانس کے قصبہ سیلوٹر اور انگلستان کے ایک گاؤں کی کھدائی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ گھوڑوں کا شکار بہت کیا کرتے تھے ان مقامات پر گھوڑوں کی ہڈیاں اور اسپ خور انسانوں کے اوزار اس بہتات میں برآمد ہوئے ہیں کہ لامحالہ یہ رائے قائم کرنی پڑتی ہے کہ ان مقامات پر یا تو اسپ خوروں کے مستقل ڈیرے رہے ہیں یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں ان کے سالانہ میلے لگا کرتے تھے۔ اسپ خور لوگوں کی یلغار کے باعث اورگ نیشی صنعت والے لوگ ان کے لیے میدانی علاقے خالی کر کے پہاڑوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ اسپ خور جتنا عرصہ یورپ کی سرزمین میں رہے غالباً حکمرانوں کی طرح رہے۔ ان میں اور پہلے سے رہنے والے لوگوں میں غالباً لڑائیاں بھی ہوئی ہوں گی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں قومیں جلد ہی ایک دوسرے کو گوارا کرنے لگیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ دونوں قومیں حقیقی انسان کی نسل سے تھیں۔ اس لیے ان میں صلح و اختلاط کی گنجایش موجود تھی۔ جب یورپ کے میدانوں میں درخت اگنے لگے اور گھاس کم ہو گئی تو اسپ خور قوم کے لوگ وسطی روس کے میدانوں کی طرف واپس چلے گئے اور ان کی چھوڑی ہوئی جگہوں میں وہی لوگ پھیل گئے جو پہلے سے اس سرزمین میں موجود تھے۔ اسپ خوروں کے کچھ خاندان جنوبی فرانس میں رہ گئے کیوں کہ جنوبی فرانس کے بعض باشندوں کے سر کی بناوٹ اسپ خور انسانوں کے سر کی بناوٹ سے ملتی جلتی ہے۔ اسپ خوروں کے سرزمین یورپ میں موجود رہنے کی میعاد کا اندازہ پانچ سو سال کے لگ بھگ کیا جاتا ہے گویا ۹۰۰۰ ق - م تک یہ لوگ اپنے ملک میں جہاں سے چل کر وہ آئے تھے واپس جا چکے تھے۔

ہسپانیہ میں افریقیوں کی تازہ لہر:

اس زمانے میں شمالی افریقہ کے تازہ قبیلے خاک نائے جبرالٹر کی راہ سے ہسپانیہ میں داخل ہوئے یہ تازہ وارد ترقی یافتہ غفصوری صنعت کے علم بردار تھے۔ ان کے اوزار جن کا سراغ شمالی افریقہ اور ہسپانیہ میں دونوں جگہ ملتا ہے پہلے کی نسبت نفیس تر ہو گئے۔ یہ لوگ کمانوں کا استعمال بھی جانتے تھے اور پتھر کو گھڑ کر بناتے ہوئے سوفار (تیروں کے سرے) استعمال کرتے تھے۔ ان کی صنعت آخری غفصوری صنعت کہلاتی ہے اور اس صنعت کے اوزار ہسپانیہ بحیرہ روم کے جنوبی ساحل پر ہر جگہ، مصر، شام، عراق، ہندوستان اور سیلون تک سے دست یاب ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شکاری انسانوں کی نئی جمعیتیں اس دور میں جنوبی شمالی افریقہ کی صحراے اعظم اور عربستان پر مشتمل ہے نکل کر دور دور تک پھیلیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ شمالی افریقہ اور عربستان کے سرسبز میدان آہستہ آہستہ صحرا میں تبدیل ہونے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگے ہوں، جانور وہاں سے ہجرت کر گئے ہوں[1] اس لیے انسان ہر طرف منتشر ہونے پر مجبور ہو گئے ہوں۔

یہ اسی انتشار کا نتیجہ تھا کہ میدان اعظم سے انسانوں کی جمعیتیں منتشر ہو کر کچھ شمال میں ہسپانیہ کے اندر داخل ہو گئیں اور کچھ دریائے نائیجیریا کے طاس کے ساتھ ساتھ جنوب مغربی افریقہ کی طرف جا نکلیں۔ عربستان کے میدان سے جن قبائل نے ہجرت کی وہ نئے اوزار لے کر ایران اور بلوچستان کی راہ سے ہندوستان اور سیلون (لنکا) تک جا پہنچے اور اس کے پہلے کے دور انتشار میں جو انسان ان ملکوں میں پہنچ چکے تھے وہ برما، سیام، ملایا اور ہند چینی کی طرف پھیلتے ہوئے آسٹریلیشیا کے جزیرہ نما تک جا پہنچے جو بعد کی طبعی تبدیلیوں کے باعث جزائر شرق الہند بن گیا۔ آسٹریلیا کے اصلی باشندے ان ہی لوگوں کی یادگار ہیں۔ آسٹریلیا کے جنوب میں ایک جزیرہ تسمانیا ہے اس میں پچھلی صدی مسیحی تک جو اصلی باشندے آباد تھے وہ اس وقت تک باقی دنیا سے منقطع ہو جانے کے باعث وہ پتھر کے زمانہ قدیم کی تمدنی حالت میں چلے آرہے تھے۔

۱۔ طبعی تبدیلیوں کی وجہ سے جوں جوں برفانی چادر شمالی یورپ سے پیچھے ہٹتی بحر اوقیانوس کی مینہ برسانے والی ہواؤں کا رخ صحرائے اعظم سے منتقل ہو کر یورپ کے ملکوں کی طرف ہوتا گیا۔ اس وجہ سے اس دور میں شمالی افریقہ اور عربستان کے سرسبز میدان خشک سالی کا شکار ہونے لگے اور یورپ میں جنگل اگنے لگے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یورپی باشندوں کی صنعتیں

اس دور میں یورپ میں اوزار سازی کی صنعت میں نمایاں تغیرات رونما ہوئے اور گنیشی صنعت پہلے سے موجود تھی اسپ خوروں کی یلغار نئی قسم کی صنعت لانے کا موجب بنی۔ جسے مقامی کاریگروں نے بہت ترقی دی۔ ازاں بعد ایک اور ترقی یافتہ صنعت یعنی آخری غفصوری صنعت خاک نائے جبرالٹر کی راہ سے ہسپانیہ میں داخل ہوئی ان سب صنعتوں کے اختلاط اور تصادم نے پہلے میگڈیلی صنعت کو فروغ دیا۔ اس صنعت نے اوزاروں میں پتھر کا کام کم اور ہڈی اور سینگ کا کام زیادہ نظر آرہا ہے۔ بعض جدید ہتھیاروں کا اضافہ ہوا ہے۔ مچھلی کا شکار کرنے والے دندانہ دار نیزے بننے لگے ہیں جن کی ساخت میں تدریجی ترقی نظر آتی ہے۔ ایک عجیب اوزار ہے جو ہرن کی ران کی ہڈی سے بنایا گیا ہے۔ اس پر اچھی اچھی تصویریں منقش ہیں۔ اس اوزار کے متعلق یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ کس کام میں لایا جاتا تھا۔ آیا وہ سردار قوم کا نشان یعنی عصائے حکمرانی تھا یا اس سے چمڑے کی پیٹیاں بنانے یا تیر سیدھے کرنے کا کام لیا جاتا تھا۔ اس صنعت کا گہوارہ وسطی یورپ کے ممالک بنے رہے۔ جنوب مشرق ہسپانیہ میں غفصوری صنعت اور میگلڈیلی صنعت کے اختلاط سے ایک نئی صنعت کو فروغ ہوا جو آزیلی صنعت کہلاتی ہے۔ یہ صنعت اس دور کے جس کا ذکر کیا جاتا ہے آخری حصے میں سارے یورپ میں رائج ہوگئی۔ آزیلی صنعت کے مچھلی کا شکار کرنے والے نیزے میگلڈیلی صنعت سے مختلف ہیں۔ موخرالذکر رین ڈیئر کے سینگ سے بنائے جاتے تھے اور گول ہوتے تھے۔ آزیلی صنعت کے نیزے سرخ ہرن کے سینگ سے بنائے گئے ہیں اور چپٹے ہیں۔ آزیلی صنعت کے فروغ کے زمانے میں یورپ کے باشندے خیمے لگا کر رہنے لگے تھے۔ بعض اوزاروں پر ایسے نقش ملتے ہیں جو خیمہ نما سے ہیں۔ اس دور میں تصویر کشی کا فن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

زوال پذیر نظر آتا ہے پچھلے دور کے شکاری بہت اچھی اچھی تصویریں بناتے تھے لیکن آزیلی دور کی تصویریں جو زیادہ تر اوزاروں پر ملتی ہیں محض علاماتی سی بن کر رہ گئی ہیں۔ پتھر کے ایسے ٹکڑے بھی ملے ہیں جن پر انسانی ناموں کے علاماتی نقوش سے ہیں۔ یہ شاید علاماتی تحریر کی ابتدا کا پتا دے رہی ہو یا وہ بت ہوں جن کو وہ پوجتے ہوں یا جوا وغیرہ کھیلنے کی نردیں ہوں۔

اس دور کے ماہی گیروں کی بستیوں کے آثار بھی ملے ہیں۔ پرتگال میں دریاؤں کے کنارے اور ساحل پر ایسے لوگوں کی بستی کا سراغ ملتا ہے جو خشکی اور تری دونوں جگہ کے شکاروں پر بسر اوقات کرتے تھے۔ بحیرہ بالٹک کے ساحلوں پر کچھوے کھانے والے لوگوں کی بستیوں کے آثار ملے ہیں۔ کچھووں کی کھوپریوں کے ڈھیروں سے پتھر کے کدال بھی ملے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بعض پودوں کی جڑیں کھود کر کھاتے تھے۔ ڈنمارک کے ایک ایسے ہی انبار میں سے ہڈی کے اوزار، نیزے، تیروں کے سر، کلھاڑیاں، کدال، کنگھیاں، سوئیاں وغیرہ ملی ہیں۔ اس امر کے آثار بھی ملے ہیں کہ پانچ ہزار سال ق۔م کے لگ بھگ ہسپانیہ کے دریائے ٹیکس کی وادی کے شکاری لوگ کتے پالنے لگے تھے۔ نیو کیلیڈونیا سے انسانی کھوپریوں کی ایک قربان گاہ ملی ہے جہاں کھوپریاں قطار در قطار رکھی ہیں۔ اسی طرح آفنٹ (یوگوسلافیہ) سے متعدد انسانی کھوپریاں ایک ہی جگہ ملی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بعض قبائل مردوں کی کھوپریوں کی زیارت لازمی سمجھتے ہوں گے، ان کی پرستش کرتے ہوں گے اور ان سے مرادیں مانگتے ہوں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانوروں کو سدھانے اور پالنے کا آغاز

گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کو گوشت کھانے کی غرض سے پکڑنے کا سراغ تو سیلوٹر واقعہ فرانس کی اس جگہ سے ملتا ہے جہاں سے گھوڑوں کی ہڈیاں ایک محدود رقبے میں تہ بر تہ ملی ہیں۔ یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ اسپ خور انسان اسی جگہ جمع ہوتے تھے اور ان گھوڑوں کو جنھیں وہ جنگل سے پکڑتے تھے وہاں لاکر ذبح کرتے اور بھون کر کھاتے اور جشن مناتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شکاری انسانوں نے بہت پہلے سے جانوروں کو پکڑ کر بوقت ضرورت کھانے کے لیے محفوظ رکھنے کے طریقے سوچ لیے تھے اور ان کی جمعیتیں شکار کو محفوظ کرنے کے لیے جانوروں کے آوارہ گلوں کے گرد گھیرا ڈال لیتی ہیں۔ ہسپانیہ کی غاروں میں جو تصویریں ملی ہیں ان میں سے بعض ایسی بھی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شکاری لوگ ٹولیاں بنا کر بھی جانوروں کا شکار کھیلتے تھے۔ جس زمانے کا ہم تذکرہ کر رہے ہیں اس میں انسان کے بعض قبیلوں نے جانوروں کو پالنے اور اپنے ساتھ مانوس کرنے کا عمل بھی شروع کر دیا۔ شکار کی زحمت سے بچنے اور اپنی خوارک کے ذخیرے کو محفوظ تر کرنے کے لیے انھوں نے جانوروں کے گلے رکھنے اور چرانے شروع کر دیئے۔ اس طرح کرہ ارضی کے اکثر حصوں میں ایک نئے تمدن کی ابتدا ہو گئی اور شکاری انسان چرواہوں اور گڈریوں کی زندگی اختیار کرتے گئے۔ وسیع میدانوں اور بلند سطح کے ملکوں کی قدرتی چراگاہوں میں اسے نئے تمدن کی داغ بیل پڑنے لگی اور نوع انسانی کے قبیلے ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اس نئی روش کو اختیار کرتے گئے تا آں کہ شکار کا پیشہ محض تفریحی رہ گیا اور اس کی جگہ جانوروں کو پکڑنے، سدھانے، مانوس بنانے اور ان کے گلے پالنے کے شغل نے حاصل کر لی۔ عراق، شام اور فلسطین کے ہلال نما خطے میں جہاں انسان کے قبیلے کھیتی باڑی کو اپنا مشغلہ بنا کر بستیاں آباد کر رہے تھے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گوشت کے لیے جانوروں کا پالنا آسان کام تھا، کیوں کہ وہ اپنی فصلوں سے جانوروں کے لیے چارہ بھی ذخیرہ کر کے رکھ سکتے تھے۔ انھیں خانہ بدوش چرواہوں کی طرح نئی نئی چراگاہوں کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہنے کی ضرورت نہ تھی۔

دس ہزار ق- م سے پانچ ہزار ق- م تک کے دور میں یہ نیا تمدن ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی ہر جگہ پھیلتا چلا گیا۔ ہلال نما خطے اور یوریشیا کے میدان اعظم میں پہلے پہل بیلوں اور گایوں کو پالنے کا رواج شروع ہوا کیوں کہ یہ جانور انھی چراگاہوں کے باشندے تھے۔ ایشیائے کوچک، ایران اور افغانستان کی بلند سطح والے ملکوں میں بھیڑوں اور بکریوں کے گلے پالنے کا رواج چلا کیوں کہ یہاں یہ جانور بہ افراط ملتے تھے۔ خانہ بدوش لوگوں کو ایسے جانوروں کی ضرورت پیش آئی جو ان کا سامان اٹھا کر خدمت انجام دینے والے ہوں لہٰذا تبت کی بلند سطح پر دو کوہانوں والے اونٹ کو قابو کیا گیا اور عربستان میں ایک کوہان والے اونٹ کو سدھا لیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑوں اور گدھوں کو پالنے اور ان سے سواری اور باربرداری کا کام لینے کا خیال انسان کو بڑی دیر کے بعد آیا کیوں کہ بیلوں وغیرہ کے پالنے کا آثار اس دور سے بہت پہلے کے ہیں جب گھوڑا انسان کا رفیق سفر اور رفیق جنگ بنا ہوا نظر آتا ہے۔ کتوں کو پالنے کے آثار بھی اسی دور میں ملتے ہیں جسے آباد انسانوں کی بستیوں اور خانہ بدوشوں کے ڈیروں میں چوکی داری کی خدمت پر مامور کیا گیا۔ ممکن ہے کتا بہت پہلے شکاری انسانوں کی تگ و دو کا شریک بن چکا ہو لیکن اس امر کے کوئی آثار کسی جگہ سے ابھی تک دست یاب نہیں ہوئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مشرقِ ادنیٰ میں زراعت کاروں کی بستیاں

ہم لکھ چکے ہیں کہ دجلہ، فرات اور اردن کی وادیوں کے زرخیز خطے میں زراعت پیشہ انسانوں کے قبیلوں نے پچھلے دور ہی سے بستیاں بسانی شروع کر دی تھیں اور اپنی تمدنی ضروریات کے مطابق وہ نئی نئی دریافتیں کر رہے تھے اور نئی نئی صنعتیں اور حرفتیں ایجاد کر کے ایک جداگانہ معاشرت کی داغ بیل ڈال رہے تھے۔ اس دور میں دجلہ اور فرات کے کنارے ان کے متعدد شہر اور قصبے آباد ہو گئے۔ زمینیں مختلف قبیلوں کے درمیان تقسیم ہو گئیں اور ہر شہر اپنے مضافات سمیت ایک جداگانہ ریاست متصور ہونے لگا۔ اس تمدن کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ سماجی نظام میں مختلف درجے رکھنے والے طبقے پیدا ہوں اور مختلف پیشوں والی جماعتیں الگ الگ حیثیت اختیار کر لیں۔ چناں چہ ہر جگہ خوش حال طبقہ کے لوگ حکمران بننے لگے اور اہل حرفہ جو روٹی کے لیے زراعت کاروں کے محتاج تھے جداگانہ طبقہ شمار ہونے لگے۔ ہم تصور کی نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں کہ اس دور کی بستیوں میں ایک تو کھیتی باڑی کرنے والے لوگ آباد ہوں گے۔ دوسرے وہ جو ٹوکرے، چٹائیاں، چھپر اور زراعت کاری کے اوزار بناتے ہوں گے۔ تیسرے وہ جو کپڑے بنتے ہوں گے اور مٹی کے برتن بناتے ہوں گے۔ ایسی آبادیوں میں پیدائش اور موت کے موقع پر بالخصوص اور عام تقریبوں پر بالعموم مذہبی رسوم ادا کرنے والے ٹونوں ٹوٹکوں سے بیماریوں کا علاج کرنے والے لوگ بھی ضرور موجود ہوں گے اور ایک ایسا طبقہ بھی ہوگا جو ہر آبادی کا انتظام کرنے، اس کی حفاظت کرنے اور آپس کے جھگڑے چکانے کا کام کرتا ہوگا۔ اس دور کے لوگوں کے آثار بہت کم ہیں۔ اس لیے ان کے مذہبی عقائد کے متعلق کوئی قطعی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ البتہ اس سرزمین سے ملنے والی ایسی الواح (مٹی کی تختیوں) کی تحریروں سے جو تین ہزار سال قبل مسیح کے قریب لکھی گئیں یہ ظاہر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے کہ جس دور کا ہم ذکر اس باب میں کر رہے ہیں (پانچ ہزار سال ق۔م سے پہلے کا زمانہ) اس میں اس سرزمین کے اندر بادشاہت کا نظام قائم ہو چکا تھا۔ یہ الواح تو ہزاروں سال پہلے سے بادشاہوں کی موجودگی کا حال بتاتی ہیں لیکن ان کے عدد سنین (سال گننے) کا حساب متعدد اعتبارات سے غلط ثابت ہو رہا ہے جس کا ذکر اپنی جگہ پر کیا جائے گا۔ تاہم ان تحریروں سے یہ سراغ ضرور ملتا ہے کہ عراق کی سرزمین میں دس ہزار سال ق۔م سے لے کر پانچ ہزار سال ق۔م کے زمانہ میں بادشاہی نظام ضرور قائم ہو چکا تھا۔

ولادت مسیح سے پہلے کے تیسرے ہزار سالہ دور (تین ہزار ق۔م سے دو ہزار ق۔م) کی لکھی ہوئی بابلی الواح کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانچ ہزار سال ق۔م سے بہت پہلے دجلہ اور فرات کی وادیوں میں متعدد شہر آباد ہو چکے تھے اور سب سے پہلے تخت شاہی اریدو میں قائم ہوا تھا جس کے بادشاہ نے لڑ بھڑ کر دوسرے شہروں کے بادشاہوں کو اپنا مطیع بنا لیا۔

اس زمانے کے جن شہروں کا تذکرہ بابلی الواح اور تین سو سال ق۔م کے ایک بابلی مورخ بروسیس نامی کی تاریخ سے ملتا ہے وہ حسب ذیل ہیں: اریدو، نیپور، آیریک، اعوان، حماسی یا خماضی، شریپک، ار، اداب، لاکاش، معیر، بادتبیرہ، ان میں سے اعوان، حماسی، معیر اور بادتبیرہ ایسے ہیں جن کا سراغ اور محل وقوع اب تک معلوم نہیں ہو سکا۔ ان کے علاوہ شام فلسطین کی حاصل خیز وادیوں میں اور بھی متعدد شہر آباد ہو چکے ہوں گے جن کا سراغ تا حال دستیاب نہیں ہوا۔ بہرحال سوس اور تپہ موسیاں سے جو ایرن کی مغربی سرحد کے قریب واقع ہیں بڈاری تک جو نیل کے ڈیلٹا میں واقع ہے متعدد مقامات پر آثار عتیقہ کی کھدائی سے مٹی کے جو برتن سب سے نچلی تہوں سے برآمد ہوئے وہ ظاہر کرتے ہیں کہ دجلہ، فرات، اردن سے سیراب ہونے والی سرزمین اور دریائے نیل کے دہانہ کے مثلثی علاقے میں زراعت کار لوگوں کی بستیاں آباد تھیں۔ شہر بن چکے تھے جن پر مقامی بادشاہ یا مذہبی پیشوا حکومت کرتے تھے اور اس متمدن خطے میں سلطنت بنانے کا تصور عملی ہو چکا تھا جس کی صورت یہ تھی کہ کسی شہر کا طاقت ور بادشاہ گردونواح کے شہروں کو شکست دے کر شاہ شاہان بن بیٹھتا تھا اور ان کی مقامی بادشاہوں سے خراج اطاعت وصول کرتا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مٹی کے برتن پکانے اور رنگنے کی صنعت

اس دور کی سب بڑی خصوصیت یہ ہے کہ عراق اور شام کی بستیوں میں مٹی کے برتنوں کو پکانے کی ایجاد انسان کے ہاتھ لگ گئی اور اس دور میں اس صنعت نے بہت ترقی حاصل کرلی۔ اس وقت تک کی کھدائیوں نے اس علاقے کے متعدد مقامات کی نچلی تہوں سے مٹی کے بنائے ہوئے اور آگ میں پکائے ہوئے خوش نما اور رنگین نقش و نگار والے برتن مہیا کیے ہیں جن کی قدامت کا اندازہ پانچ ہزار ق۔م سے پہلے کے زمانے تک کا کیا گیا ہے۔ ان برتنوں کا خوب صورت سڈول اور رنگین ہونا اس حقیقت پر دلال ہے کہ یہ صنعت بہت پہلے سے جاری تھی اور پانچ ہزار ق۔م تک بہت ترقی کر چکی تھی۔ جن مقامات سے یہ برتن برآمد ہوئے ہیں ان میں سے ایک سوسہ ہے جو ایران کی مغربی سرحد کے قریب اس نشیبی سرزمین میں واقع ہے جو خلیج فارس اور کوہستان فارس سرحد کے درمیان پھیلی ہوئی ہے۔ سوسہ بہت بعد کے زمانہ تک جنوبی ایران کی سلطنت کا صدر مقام رہا ہے۔ اس کے کھنڈروں کی کھدائی سے کئی تہیں برآمد ہوئی ہیں جو اس شہر کے بار بار برباد ہو کر پھر آباد ہونے کا پتا دے رہی ہیں۔ سب سے نچلی تہ سے یہ رنگین اور منقوش برتن ملے ہیں جن میں مٹی کے ٹوٹنی دار لوٹے بھی ہیں۔ ہنڈیاں اور پیالے، مٹکے اور کئی قسم کے دوسرے برتن ہیں۔ دوسرا مقام تپہ موسیاں ہے جو عراق کی سرزمین میں دریائے دجلہ کے مشرق میں ایک اونچے ٹیلے پر آباد تھا۔ تیسرا مقام بسمیہ ہے جو قدیم زمانے میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں آدلب کہلاتا تھا۔ یہ بھی عراق میں ہے۔ چوتھا مقام ابوشرائن ہے جو دریائے فرات کے دہانے کے قریب جنوبی عراق میں واقع ہے۔ دور قدیم میں یہ شہر اریدو کہلاتا تھا۔ پانچواں مقام تل العبید ہے جو اریدو سے کچھ فاصلے پر قدیمی شہرار کے کھنڈروں سے چار میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ چھٹا مقام بداری ہے جو نیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ڈیلٹا کی سرزمین میں واقع ہے۔ ان تمام قدیم زمانے کی برباد شدہ بستیوں کی کھدائی سے ان کی سب سے نچلی تہوں میں یکساں نوعیت کے مٹی کے برتن ملے ہیں جو پانچ ہزار سال ق۔م کے قریب اس صنعت کی ترقی یافتہ صورت کا اظہار کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ دجلہ، فرات، اردن اور نیل کی وادیوں میں زراعت کار لوگوں کی بستیاں پانچ ہزار سال ق۔م سے بہت پہلے سے آباد تھیں اور اس سرزمین میں مٹی کے برتن پکانے کی صنعت خوب ترقی کر گئی تھی۔ ان مقامات کی کھدائی سے پتھر کی چکیاں بھی برآمد ہوئی ہیں جنھیں اس دور کے لوگ گیہوں پیسنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچ ہزار سال قبل مسیح کے وقت دنیا کا نظارہ

(متمدن زراعت کار، دیہات، قصبے اور شہر، مٹی کے برتن، پتھر کے اوزار، نجاری اور پارچہ بافی، خانہ بدوش گڈریے اور چرواہے، آوارہ گرد شکاری انسان)

اوراق گزشتہ میں جو واقعات بیان کیے گئے ہیں ان کا لب لباب یہ ہے کہ پانچ ہزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ معمورۂ عالم کی کیفیت یہ تھی کہ دجلہ، فرات اور اردن کی وادیوں کی ہلال نما حاصل خیز سرزمین میں زراعت کار انسانوں کی بستیاں آباد تھیں۔ شہر بن چکے تھے۔ کئی قسم کی حرفتیں رواج پا رہی تھیں۔ مٹی کے برتن اور اینٹیں بھٹوں میں پکائی جاتی تھیں۔ غلہ پیسنے کے لیے پتھر کی چکیاں استعمال کی جاتی تھیں۔ مکان بنانے کے لیے لکڑیاں کاٹی اور چھیلی جاتی تھیں۔ کپڑا بننے کی حرفت رائج ہو چکی تھی۔ کھانا پکانے کے فن میں خاصی ترقی ہو گئی تھی۔ ہر شہر اور اس کے ملحقہ دیہات و مضافات پر مقامی بادشاہ حکمران تھے اور بعض شہروں کے طاقت ور بادشاہوں نے دوسرے شہر فتح کر کے شہنشاہی اقتدار حاصل کر رکھا تھا۔ یہ تمدن اس ہلال خطہ سے نکل کر دریائے نیل کے ڈیلٹا تک جا پہنچا تھا۔ ان متمدن بستیوں میں پالتو جانوروں کو رکھنے کا رواج بھی عام ہو چکا تھا۔ جن سے وہ لوگ دودھ، گوشت، چمڑا اور سینگ حاصل کرتے تھے۔

عرب اور صحرائے اعظم کے میدان جو کسی زمانے میں سرسبز ہوتے تھے۔ بارشوں کا سلسلہ منقطع ہو جانے کے باعث صحرا بن گئے تھے تاہم ان صحراؤں کے نخلستانوں اور بچے کھچے سرسبز علاقوں میں خانہ بدوش قبیلے بھیڑوں بکریوں اور اونٹوں کے گلے چراتے پھرتے تھے اور جنگل کے جانوروں کا شکار کرنے کے بجائے انھیں پکڑنے اور مانوس کرنے کی کوشش میں لگے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے تھے۔ انھیں وہ آسائشیں میسر نہ تھیں جو ہلال نما سرزمین کے متمدن زراعت کاروں کو حاصل تھیں۔ یہ لوگ کھالیں پہنتے تھے یا متمدن سرزمین کے لوگوں سے پالتو جانوروں کے بدلے کپڑا حاصل کرتے ہوں گے۔ عرب کے پہاڑی علاقے کے باشندے پتھر کو تراش کر پیالے اور دوسرے برتن بنانے لگے تھے۔ مٹی کے برتن پکانے کی صنعت بھی کہیں کہیں رواج پا رہی تھی۔

ایشیائے کوچک، ایران اور افغانستان کی بلند سطح والے ملکوں میں بھیڑیں اور بکریاں پالنے والے اور جانوروں کا شکار کرنے والے خانہ بدوش قبیلے پھر رہے تھے جو ان ممالک کی سرسبز وادیوں اور گھاس والے میدانوں میں بستیاں بھی آباد کر رہے تھے۔ یہ لوگ بھی کھالیں پہنتے تھے اور بھیڑوں کی اون سے کپڑے بناتے تھے۔ متمدن علاقے سے راہ و رسم رکھنے کے باعث انھوں نے مٹی کے برتن پکانے اور مٹی کی سلوں سے گھر تعمیر کرنے کا فن بھی سیکھ لیا۔ بعض قبائل چھپر کے چھوٹے چھوٹے خیمے لگا کر رہتے تھے اور موسم کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف حرکت کرتے رہتے تھے۔

ترکستانات اور وسط ایشیا کے میدانی علاقوں میں بحیرۂ خزر اور بحیرۂ اسود کے شمال میں یورپ کے میدانی علاقے سے ملحق ہے۔ بیلوں، گایوں، بھیڑوں، بکریوں کو پالنے والے اور گھوڑوں، ہرنوں اور دوسرے جنگلی جانوروں کا شکار کھلنے والے خانہ بدوش قبیلے اپنے اپنے قبیلوی سرداروں کے زیر سرکردگی سرسبز میدانوں کی تلاش میں پھرتے تھے۔ یہ لوگ بھی کھال اور اون سے بنائے ہوئے کپڑے پہنتے تھے اور متمدن سرزمین سے بہت دور رہتے تھے۔ گایوں اور بھیڑوں بکریوں کا دودھ بھی پیتے تھے اور ان کا گوشت بھی کھاتے تھے۔ سرسبز خطوں پر قبضہ جمانے کے لیے یہ قبائل آپس میں لڑتے بھڑتے اور ایک دوسرے کو پیچھے دھکیلتے ہوئے ہزاروں میل آگے سے آگے نکل جاتے تھے۔ سائے بیریا اور شمالی یورپی روس کے برفانی خطوں اور جنگلوں میں بھی وسطی ایشیا کے قبائل کے پھیلاؤ کی بعض شاخیں پہنچ چکی تھیں جو رین ڈیئر اور برفانی دریاؤں کی مچھلیوں اور دیگر آبی جانوروں کا شکار کر کے بسر اوقات کر رہی تھیں۔ ان ہی قبیلوں کی بعض شاخیں آب نائے بے رنگ یا خاک نائے بے رنگ کی راہ سے شمالی امریکہ میں جا پہنچیں یہ لوگ سور نیز ریچھوں اور دریائی بچھڑوں کی کھال کے کپڑے پہنتے تھے۔ شکار پر گزارا کرتے تھے۔ برفانی علاقوں کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بجائے بہت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جفاکش بن گئے تھے۔

ہندوستان کے سرسبز میدانوں، برما کے جنگلوں، ہندچینی اور انڈونیشیا میں صحرائے اعظم اور صحرائے عرب سے بکھرے ہوئے قبیلے پتھر کے اوزاروں سے شکار کھیلتے ہوئے پھیل رہے تھے۔

چین کی سرزمین میں بھی وسط ایشیا کے میدانوں اور شمالی برفانی خطے کے قبیلوں کی شاخیں پھیل رہی تھیں اور شکار پر بسراوقات کرتی تھیں۔

یورپ کی سرزمین میں بھی شکاری لوگ آباد تھے۔ پتھر اور ہڈی کے اوزار بنانے میں مہارت حاصل کر رہے تھے۔ سوئزرلینڈ اور وسطی یورپ کے بعض دوسرے حصوں کی جھیلوں کے خشک ہونے سے ایسے آثار ملے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور کے بعض قبیلے جھیلوں کے اندر لکڑی کے مکان بنا کر رہتے تھے۔ جانور پالتے تھے اور مٹی کے برتن بھی استعمال کرتے تھے۔ اس قسم کا طرز بود وباش انھوں نے حفاظت کے خیال سے اختیار کیا ہوگا۔ بعض آثار سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ مردم خور تھے۔

ساری دنیا میں دریاؤں، جھیلوں اور سمندر کے کناروں پر ماہی گیر انسانوں کی بستیاں بھی آباد ہو رہی تھیں جو خشکی کے شکار کے بجائے زیادہ تر پانی کے شکار پر گزارا کرتے تھے۔

وسطی اور جنوبی افریقہ، امریکہ اور انڈونیشیا میں نوع انسانی کے بعض ایسے قبیلے بھی موجود تھے جو دوسروں سے منقطع ہو جانے کے باعث پتھر کے زمانہ قدیم کے لوگوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔ یا مقامی ماحول کے مطابق اس سے بھی کم تر درجے کی معیشت اختیار کر چکے ہوں گے تاہم بدن کو ڈھانپنے اور جھونپڑے بنا کر رہنے کا فیشن اکثر قطعات ارضی میں عام ہو چکا تھا اور مٹی کے برتن بنانے، مکان تعمیر کرنے، لکڑی کو کاٹ کر اور چھیل کر استعمال میں لانے، پتھر سے ضروریات کی نئی نئی چیزیں گھڑنے، سوت اور اون کاتنے، سن کے ریشوں سے رسے بنانے، کپڑے بننے، جانور پالنے اور ان سے غذا کے لیے دودھ حاصل کرنے اور زمین پر محنت کر کے غلہ اگانے کی ایجادیں، دریافتیں، صنعتیں اور حرفتیں، مشرق ادنے یا جنوب مغربی ایشیا کے متمدن خطے سے جاری ہو کر اطراف و اکناف عالم میں پھیل رہی تھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسلیں، قومیں، زبانیں، عقائد اور رسم و رواج

حقیقی یعنی موجودہ نسل کے انسانوں کے موجود ہونے کا سراغ اس وقت سے ملتا ہے جب اس کے بہت سے کنبے جانوروں کے شکار کے تعاقب میں جنوبی میدان اعظم اور شمالی میدان اعظم میں اچھی طرح پھیل گئے تھے۔ اس دور کا اندازہ بیس ہزار قبل مسیح کے زمانے کا کیا جاتا ہے اگر اس وقت کے پھیلاؤ کو پیش نظر رکھا جائے تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نسل انسانی کے پھیلاؤ کا یہ عمل ہزار ہا سال پہلے سے شروع ہو چکا تھا۔ بنیادی اختلاف رکھنے والی انسانی زبانوں کی موجودگی اس امر کا پتا دے رہی تھی کہ نوع انسانی کے قبیلے منتشر ہونے سے پہلے یا تو محض اشاروں سے اظہار مطلب اور تبادلہ افکار کرتے ہوں گے یا وہ محض [illegible] کے اتار چڑھاؤ سے کام لیتے ہوں گے۔ پہلے پہل انھوں نے چند ایسی اشیاء کے نام تجویز کیے ہوں گے جو ان کے طبائع پر بہت زیادہ اثر ڈالنے والی یا بہت زیادہ استعمال میں آنے والی ہوں گی۔

کرۂ ارض کے مختلف اقطاع میں اس طرح منتشر ہونے کے باعث نوع انسانی کے قبیلوں کو مختلف قطعوں میں مختلف قسم کی آب و ہوا، طبعی حالات اور اشیائے خوردنی سے سابقہ پڑا اور زندہ رہنے کے لیے مختلف قسم کی جدوجہد اختیار کرنی پڑی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی شکلوں، ان کے رنگوں، ان کے خدوخال اور ان کی جسمانی ساخت میں جزئی سے اختلافات رونما ہوتے چلے گئے۔ زبانیں بھی جو ہر جگہ کے انسانی شعوب و قبائل نے اظہار مطالب کے لیے جداگانہ طور پر ایجاد کیں ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہنے کے باعث مختلف اور متعدد ہوتی چلی گئیں۔ اوضاع و اطوار میں بھی تنوع اور فرق کا پیدا ہونا لازمی امر تھا۔ شکاری، ماہی گیر، خانہ بدوش چرواہے اور گھر بنا کر بسنے والے زراعت کار باشندوں کی نہ صرف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروریات ایک دوسرے سے مختلف ہیں بلکہ ان کی عادات، خوراک اور بود و باش کے طریقوں میں بھی نمایاں تفاوت ہے۔ ایک ہی ڈگر کی زندگی ہزراہا سال تک اختیار کیے رکھنے کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اختلافات بھی نمایاں اور ممتاز ہوتے چلے جائیں۔ اس قسم کے اسباب کی بنا پر روئے زمین پر مختلف نسلوں کے انساں نظر آنے لگے جو مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ مرور زمانہ اور باہمی اختلاط کے باعث تبدیلیاں بھی جاری رہتی ہیں اس لیے نئی نئی قومیں اور نئی نئی زبانیں پیدا ہوتی گئیں۔ ایسے جزئی تغیرات کا عمل اب بھی جاری ہے۔ کہیں کسی مشترکہ مورث اعلیٰ کی اولاد ایک قوم یا قبیلہ یا خیل کہلاتی ہے کہیں کسی ایک خطے میں بسنے والے ایک ہی طرح کے ماحول میں زندگی بسر کرنے والے لوگ ایک قوم سمجھے جاتے ہیں۔ کبھی پیشوں کے اعتبار سے قومیں بننے لگتی ہیں اور کبھی بود و باش کے طریقوں کی یکسانی کے باعث کسی جمعیت پر کوئی خاص قوم ہونے کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

علم النسل کے ماہروں نے انسانوں کے نسلی اختلافات کی ٹوہ لگانے کے لیے جو کلیات اور قاعدے وضع کیے ہیں وہ بسا اوقات مشاہدات و حقائق پر پورے نہیں اترتے۔ کوئی ایک امتیازی خصوصیت کو جسے نسلی امتیاز قرار دیا جاتا ہے جب مشاہدہ کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو ایک ہی خاندان میں اسی خصوصیت کو رکھنے والے اور نہ رکھنے والے افراد پائے جاتے ہیں۔ بہر کیف ماہرین علم النسل نے جو تقسیم[1] کی ہے وہ حسب ذیل ہے :-

(۱) چوڑے سر والے لوگ۔ اس نسل کے باشندے عام طور پر یورپ اور ایشیا کے وسطی کوہستان کے سلسلے میں آباد ہیں۔ مثلاً پرنیز، ایلپس۔ کارپیتھین، طورس، قاف، ہندوکش، پامیر، الطائی اور شمالی امریکہ کا سلسلہ کوہستان (منگول نسل اسی نسل کی ایک شاخ ہے)

(۲) لمبوترے سر اور اونچی کھوپری والے لوگ۔ اس نسل کے لوگ شمالی میدان اعظم اور جنوبی میدان اعظم کے اصلی باشندے سمجھے جاتے ہیں۔ شمالی میدان والے آریہ اور

۱- یہ تقسیم کھوپریوں کی ساخت کا معائنہ کرکے قائم کی گئی ہے اگر ماتھے سے لے کر سر کے پچھلے حصہ تک کی پیمائش سو اور دائیں سے بائیں تک کی پیمائش ستر ہو تو اسے لمبوترا سر کہا جاتا ہے اگر دائیں بائیں کی پیمائش ستر سے بڑھ جائے تو اسے چوڑا سر قرار دیا جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنوبی میدان والے سامی کہلاتے ہیں۔

(۳) لمبوترے سر اور پست کھوپڑی والے لوگ۔ اس نسل کے لوگ وسطی اور جنوبی افریقہ، آسٹریلیا، بحرالکاہل کے جزیروں اور جنوبی ہند کے قدیمی اصلی باشندے ہیں اور حامی کہلاتے ہیں۔

یہ اور اسی قسم کی دوسری امتیازی خصوصیات پانچ ہزار سال قبل مسیح تک بہت بڑی حد تک جاگزیں ہو چکی ہوں گی۔

لسانیات کے ماہروں نے دنیا بھر کی زبانوں کا جائزہ لے کر ان کے متعدد خاندان بنا دیے ہیں۔ ایک خاندان آریائی یا انڈو یورپین زبانوں کا ہے جن سب کی ام الالسنہ پانچ ہزار سال ق۔م کے دور میں وسطی ایشیا کے میدانوں میں بسنے والے قبائل کی ابتدائی زبان سمجھی جا رہی ہے۔ اس کی شاخیں فارسی، پہلوی، سنسکرت اور اس سے نکلی ہوئی تمام ہندوستانی زبانیں، لاطینی یونانی، جرمن، فرانسیسی، رومی، انگریزی، ہسپانوی، اطالوی، ارمنی وغیرہ ہیں۔ ان زبانوں کے بہت سے ابتدائی الفاظ و اسما باہم ملتے جلتے ہیں جو ان سب کے ایک ہی قبیلے کا پتا دے رہے ہیں۔ دوسرا خاندان سامی زبانوں کا ہے۔ جو عبرانی، عربی، اے سینیوی، قدیمی آشوری اور قدیمی شامی، سمیری اور دراوڑی زبانوں پر مشتمل ہے۔ تیسرا خاندان حامی زبانوں کا سمجھا جاتا ہے جس میں قدیمی مصری، قبطی، جزائر انجیئن کی قدیم زبان۔ بربری اور ایتھوپی شامل ہیں۔ چوتھا خاندان منگول زبانوں کا ہے جس میں یورالی، ارکٹسلی، لیپی، فنی، میگاری، ترکی، مانچوری اور منگولی شامل ہیں۔ اس کی ایک شاخ چینی، برمی اور سیلمی زبانوں کی سمجھی جاتی ہے اور دوسری شاخیں جاپانی، قدیمی امریکی اور سکیمو زبانوں پر مشتمل ہیں۔ محض زبان کی بنا پر کسی قوم کے کسی خاص نسل سے ہونے کا سراغ نہیں لگایا جا سکتا کیوں کہ قومیں باہمی اختلاط اور فتوحات کے باعث ایک یا دوسری زبان اختیار کرتی رہی ہیں اور اختلاط کی وجہ سے نئی نئی مخلوط زبانیں فروغ پا رہی ہیں۔ یہی حال مختلف نسلوں کی اقوام کا رہا ہے باہمی اختلاط کے باعث جو مختلف وجوہ مثلاً ہجرت، انتقال وطن، یلغاروں، فتوحات، تجارت، مسافرت اور جنگوں کی بنا پر ہوتا رہا، نسلی امتزاج ترقی پذیر ہوتا چلا گیا اس کے علاوہ معاشرتی اصلاح کی ایسی تحریکیں بھی کامیاب اثر دکھاتی رہی ہیں جن کا مقصد نسلی امتیاز کو دور کر کے نوع انسانی کے بکھرے ہوئے قبائل کو ایک بنانا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچ ہزار سال قبل مسیح کے زمانہ کی انسانی جمعیتوں کے اوہام و عقائد اور معاشری نظام کے متعلق صحیح طور پر کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ البتہ اس امر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت کی دنیائے متمدن (ہلال نما خطے کی سرزمین) میں امیر، غریب، حاکم اور محکوم، حرفت کار پیشہ ور، عوام کے اوہام سے فائدہ اٹھانے والے جادوگر اور افسون کار جماعتیں ضرور بن چکی ہوں گی اور خانہ بدوش قبائل اپنے قبیلوی سردار کے زیر کمان نسبتاً آزادانہ زندگی بسر کر رہے ہوں گے۔ چوں کہ اس دور میں مردوں کو ضروریات زندگی کی بعض اشیا کے ساتھ دفن کرنے کا رواج اس وقت کے شہری، دیہاتی، بدوی، شکاری اور ماہی گیر انسانوں میں ہر جگہ عام نظر آتا ہے اس لیے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ موت کے متعلق اس دور کے انسان کے خیالات کوئی خاص نوعیت اختیار کر چکے تھے اور اس حادثہ کو بہت اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ غالباً موت، پیدائش اور زندگی کی بعض دیگر تقاریب مثلاً شادی بیاہ وغیرہ کے موقع پر بعض رسمیں بھی ادا کی جاتی ہوں گی اور ان رسموں کو ادا کرنے کے لیے مذہبی پیشواؤں کا وجود بھی لازمی ہو چکا ہوگا یا اس دور کے لوگ ایک ہی قادر مطلق ہستی کے قابل تھے یا متعدد مظاہر قدرت میں دیوتاؤں کی کارفرمائی سے متاثر ہوکر ان کی پرستش کرتے تھے یا اپنے آباؤ اجداد اور دیگر مشاہیر کی روحوں سے استمداد کرتے تھے۔ ان باتوں کے متعلق کسی قسم کی آثاری شہادت موجود نہ ہونے کے باعث کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچواں باب

پتھر کا زمانہ، جدید (۲) دورِ ترقی

(پانچ ہزار سال ق - م سے تین ہزار سال ق - م تک)

طوفانِ نوح۔ سمیری قوم کا ابتدائی تمدن۔ قدیم مصری تمدن، شہری ریاستیں۔ دودھ، مکھن اور پتھر۔ پتھروں اور پختہ اینٹوں کے مکان۔ مٹی کے برتن۔ تانبے اور سونے کی دریافت۔ فنِ تحریر کا آغاز۔ مٹی کی تختیوں کا استعمال۔ بھوج پتر۔ بحری تجارت۔ زراعت کاری کا پھیلاؤ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طوفان نوح علیہ السلام

اس دور کا اہم ترین واقعہ دنیائے متمدن کے دریاؤں میں غیر معمولی طغیانی آنے کے باعث شہروں اور بستیوں کا اجڑنا اور تباہ ہونا ہے جس کے آثار دجلہ، فرات، اردن اور نیل کی وادیوں میں اکثر مقامات پر ملے ہیں۔ سوس (ایران)، تپہ موسیاں (عراق)، العبید (عراق)، ابوشرائن (عراق) اور بداری (زریں مصر) کی کھدائیوں سے سب سے نچلی تہ سے مٹی کے جو برتن برآمد ہوئے ہیں وہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور رنگین و منقوش ہیں۔ اس یکسانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی زمانے کی صنعتی پیداوار ہیں۔ اس نچلی تہ کے اوپر مٹی کی ایک خالی تہ جمی ہوئی ملتی ہے اور اس کے اوپر دوسری ایسی تہیں ہیں جن سے بعد کے زمانے کے آثار اور صنعتی اشیا برآمد ہوئی ہیں۔ یہ کیفیت اس امر کا اظہار کر رہی ہے کہ سب سے نچلی تہہ والی بستیاں ایک ہی زمانہ میں تباہ ہوئیں اس کے اوپر خالی مٹی کی تہہ کا موجود ہونا اس امر کا سراغ دے رہا ہے کہ یہ بربادی ان بستیوں کے زیر آب آجانے کے باعث وقوع پذیر ہوئی۔ اس کے علاوہ بابلیوں کی الواح پر جو دو ہزار سال بعد لکھی گئیں اس طوفان یا طغیانی آب کی کہانی نہایت موثر پیرائے میں مرقوم ہے اور انھی الواح سے اس طوفان سے پہلے کی بعض ایسی بستیوں کے نام بھی درج ہیں جن میں سے کئی ایک کے آثار بھی تاحال دست یاب نہیں ہوئے۔ بابلیوں کی الواح پر لکھی ہوئی بادشاہوں کی جو فہرست ملی ہے اس پر طوفان سے پہلے کے خاندان اور طوفان سے بعد کے شاہی خاندان الگ الگ درج کیے گئے ہیں اور ایک بابلی مورخ بروسین نامی کی تاریخ شاہان بابل میں بھی اس طوفان کا ذکر نمایاں سنگ میل کے طور پر کیا گیا ہے۔ یہ تاریخ تین سو سال قبل مسیح یونان میں بیٹھ کر لکھی گئی تھی۔ علم الطبیعیات کے ماہروں کا خیال ہے کہ ۴۵۰۰ ق - م کے قریب کے زمانے میں کوہستان ایلپس میں بعض

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یاں رونما ہوئی تھیں جن کے باعث بحیرۂ روم کے پانی کی سطح کبھی اونچی اور کہیں نیچی ں رہی۔ ان طبعی تغیرات کے باعث اس زمانے میں جنوب مغربی ایشیا کے پہاڑوں پر بھی دب برف بازی ہوئی ہوگی اور موسلادھار بارشوں کا ایک دور گزرا ہوگا۔ بہ ہرحال اسباب خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں طوفان آنے کے آثار مل رہے ہیں جو متمدن بستیوں کے ایک دفعہ زیرِ آب آکر تباہ ہونے اور پھر بڑی دیر کے بعد آباد ہونے کی خبر دے رہے ہیں۔ بابلیوں کی الواح پر اس طوفان کے متعلق پرناپشتم کا جو بیان مرقوم ہے اس کا لب لباب یہ ہے :-

''فرات کے کنارے ایک شہر شریپک نامی آباد تھا جس کے باشندے بہت شریر ہو گئے تھے لہٰذا آسمان کے تمام دیوتاؤں آنو، بعل، تیب، اینوگی، اور یاع سب نے فیصلہ کیا کہ ان لوگوں پر بارش کا طوفان بھیجا جائے اور ان کے گھروں کو جو مٹی اور پھوس کے بنے ہوئے تھے برباد کر دیا جائے، باع دیوتا نے مجھے خواب میں آکر حکم دیا کہ اے شریپک کے آدمی (حکمران) تو اپنے بچاؤ کی تدبیر کر ایک کشتی بنا اور اس میں ہر قسم کے جانوروں کو لاد۔ اپنے مال و منال کی پروا نہ کر صرف اپنی جان کی فکر کر اگر شہر کے باشندے کشتی بنانے کی وجہ دریافت کریں تو ان سے کہہ دے کہ خشکی کا دیوتا بعل مجھ سے ناراض ہو گیا ہے لہٰذا میں خشکی پر نہیں رہوں گا بلکہ سمندر میں چلا جاؤں گا۔ جہاں پر باع کی فرمان روائی ہے۔ شہر کے لوگوں کو خبر کر دے کہ ایک طوفان آنے والا ہے جس میں انسان، حیوان اور پرندے سب تباہ ہو جائیں گے۔ اس پر میں نے چھ منزلوں کی ایک کشتی بنائی جس کے سات حصے تھے اور اندر سے میں نے اس کو نو خانے بنائے۔ ہر چیز مکمل کر لینے کے بعد اس پر میں نے سارا سامان لادا۔ جب وقت موعود جو یاع نے مجھے بتایا تھا آپہنچا تو میں نے زمین کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا اور اس میں تمام جانداروں کو لے کر سوار ہو گیا، اس کشتی کا کھویا ''پوزور شادورابی'' کو مقرر کیا پو پھٹنے کے ساتھ ہی کالے کالے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بادل اٹھے جن سے ''رمان'' یعنی رعد کی گرج سنائی دے رہی تھی۔ نابو اور شارو آگے آگے تھے۔ یہ تباہی کے کوہستان پر چھا گئے ''انونا کی'' دیوتا نے اپنی مشعلیں روشن کیں۔ جن سے ساری کائنات چمک اٹھی تھی۔ ''رمان'' دیوتا کی آندھیاں آسمان کو جاڑو دے رہی تھیں۔ ساری دنیا تیرہ و تار ہو گئی۔ بھائی نے بھائی کا ساتھ چھوڑ دیا سب کو اپنی اپنی فکر پڑ گئی۔ دیوتا جو آسمانوں میں بیٹھے تھے وہ بھی اس طوفان کو دیکھ کر سہم گئے اور سب کے سب بھاگ کر رب الارباب ''آنو'' کے پاس چلے گئے اور آسمانوں کے ایک گوشے میں دبک کر بیٹھ گئے۔

ایشتر دیوی نے انسان کی بربادی کو دیکھ کر نوحہ کیا اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگی کہ میں نے کیوں دیوتاؤں کے اس مشورہ میں شامل ہو کر مخلوقات کی تباہی منظور کر لی۔ گویا میں نے اپنی ہی مخلوق کو تباہ کرانے کی ہامی بھری جو کچھ میں نے خلق کیا تھا وہ کہاں گیا۔ اب وہ سب کا سب سمندر کی مچھلیوں کی طرح پانی میں تیر رہا ہے۔ سارا جہاں پھر مٹی کا ڈھیر بن گیا۔ آسمان کے تمام دیوتا اس کے ساتھ مل کر انسان کی بربادی پر نوحہ کرنے لگے وہ رنج کے مارے اپنے ہونٹ کاٹ رہے تھے۔ ارضی مخلوق کی بدبختی پر آنسو گراتے تھے طوفان تھمنے میں نہ آتا تھا اور دیوتاؤں کے بس سے باہر ہو گیا تھا۔ پورے چھ دن اور چھ راتیں باد و باراں کے طوفان کا زور رہا۔ ساتویں دن طوفان میں کسی قدر اعتدال آیا جو چھ دن سے برابر حملہ آور فوج کی طرح بربادی پھیلا رہا تھا۔ سمندر تھم گیا ۔ بارش بند ہو گئی۔

میں نے کشتی کے روزن سے سر نکال کر ایک بحر بے کراں پر نگاہ ڈالی۔ میری آنکھیں اشک آلود تھیں۔ کیوں کہ نوع انسانی تباہ ہو چکی تھی۔ جس طرف میں نظر دوڑاتا تھا پانی کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تھا۔ میں رویا اور میری آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی۔
پوری بارہ ڈیل ساعتوں کے بعد اس سمندر میں ایک جزیرہ پیدا ہوا اور کشتی کوہ سفیر کی چوٹی پر جا لگی اور چھ دن اسی حال میں گزر گئے ساتویں دن میں نے ایک فاختہ کو باہر بھیجا جو ادھر اُدھر پرواز کرنے کے بعد واپس آ گئی کیوں کہ اسے بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ ملی۔ اس کے بعد میں نے ایک ابابیل کو باہر اڑایا وہ بھی واپس آ گئی پھر میں نے کوے کو بھیجا جو ادھر ادھر کا حال دیکھنے کے بعد نہایت احتیاط سے کیچڑ میں جا بیٹھا کیوں کہ پانی اُتر چکا تھا کوا واپس نہ آیا۔
پھر میں بھی باہر نکلا اور میں نے پہاڑ کی چوٹی پر عود اور لوبان جلائے۔ قربانی دی دیوتاؤں نے اس خوش بو کو سونگھا اور وہ سب مکھیوں کی طرح قربانی کے گرد جمع ہونے لگے۔
ایشتر نے اپنے باپ کی دی ہوئی مالا کی قسم کھا کر کہا کہ میں کبھی اس خوف ناک تباہی کو فراموش نہیں کروں گی۔ اس قربانی پر سارے دیوتا آ جائیں لیکن بعل نہ آئے کیوں کہ اس نے دوسروں کے مشورے کے بغیر نوع انسانی کو تباہی کے منہ میں ڈال دیا اور ان پر بارش کا طوفان بھیجا بعل بھی آ گیا اور کشتی کو دیکھ کر سخت برافروختہ ہوا اس نے کہا کہ اس تباہی سے بچنے والا کون ہے؟ میں نے سارے انسانوں اور حیوانوں کو تباہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔
غرض دیوتاؤں کی مجلس میں یہ راز کھلا کہ یاع دیوتا نے پارنا پشتم کو خواب میں طوفان آنے کی خبر دے دی تھی اور کشتی بنانے کی تاکید کی تھی۔ بعل نے یاع سے جواب طلب کیا تو یاع نے اس سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ نوع بشر کو کامل تباہی کی سزا نہیں دینی چاہیے بلکہ اس کے گناہوں کی سزا دینے کے لیے وبائیں بھیجی جائیں۔ شیر چھوڑے جائیں۔ قحط لایا جائے لیکن ایسا تباہی خیز طوفان کبھی نہ لایا جائے۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ بیان دجلہ و فرات کی سرزمین کے ایک پرانے بادشاہ گل گمیش کی داستان کے ضمن میں لکھا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گل گمیش کے زمانے میں اس طوفان کی یاد بہت قدیمی حادثے کے طور پر باقی تھی اور گل گمیش کی داستان بھی صدہا سال کے بعد فن تحریر ایجاد ہونے پر دو ہزار سال قبل مسیح کے قریب الواح پر لکھی گئی جو گیتوں کی صورت میں پشتوں سے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی چلی آ رہی تھی۔

جنوب مغربی ایشیا میں بسنے والی اقوام کے حافظے میں اس طوفان کی یاد ہزار ہا سال بعد تک تازہ رہی چناں چہ اسرائیلیوں کی کتاب ''پیدائش'' میں اس کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ موجود ہے جس کی ترتیب کا زمانہ دو ہزار سال ق - م سے پہلے کا نہیں۔(۱) مسلمانوں کی الہامی کتاب ''قرآن'' میں اس طوفان کا ذکر اس طریق سے کیا گیا ہے گویا عام لوگ اس حادثہ عظیم سے جو ہزاروں سال پہلے رونما ہوا تھا کسی حد تک آگاہ تھے۔ ''قرآن'' کے نازل ہونے کا زمانہ سن ۶۱۰ء سے سن ۶۳۲ء تک کا ہے۔ گویا پانچ ہزار سال گزر جانے کے باوجود عرب میں اس طوفان کے چرچے عام لوگوں کی زبان پر تھے۔

اس طوفان سے متمدن خطے کی بستیوں کے برباد ہونے کے صحیح وقت کا اندازہ لگانے کے لیے کوئی آثاری شہادت موجود نہیں البتہ گمان غالب یہ ہے کہ یہ طوفان ساڑھے چار ہزار سال ق - م کے قریب آیا ہوگا۔(۲)

۱- یہودیوں کی کتاب پیدائش کا بیان بابلیوں کی الواح کے بیان سے ذرا مختلف ہے۔

۲- بابلی الواح پر سلاطین کے جو تذکرے ملتے ہیں ان میں سے ایک میں طوفان کے بعد شاہان اسین و لارسا کے عہد تک (جن کا ذکر بعد میں آئے گا) کل ایک سو تیس بادشاہوں کی فہرست دی گئی ہے اور لکھا ہے کہ ان کی میعاد حکمرانی تیس ہزار سال تھی۔ شاہان اسین و لارسا کے عہد کا اندازہ کسی قدر صحت کے ساتھ دو ہزار سال ق - م کیا گیا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایک سو تیس بادشاہوں کی میعاد حکمرانی تیس ہزار سال ہرگز نہیں ہو سکتی۔ بعض دوسری الواح پر طوفان سے پہلے اور بعد کیش اور زیرک کے شاہی خاندانوں تک کے ۳۵ بادشاہوں کو دو لاکھ سے زیادہ سالوں کی مدت دی گئی ہے جس کا صحیح تسلیم کرنا خارج از بحث ہے۔ ان دو خاندانوں کے بعد تیسرا خاندان اُر میں قائم ہوتا ہے جس کے آثار بھی ملتے ہیں۔ اس خاندان کے بادشاہوں اور اس کے بعد کے بادشاہوں کی میعاد

(بقیہ اگلے صفحے پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بقیہ پچھلے صفحے کا)

سلطنت طبعی ہے جس میں کسی قسم کا مبالغہ نظر نہیں آتا۔ اس خاندان کے آغاز اور عہد کا اندازہ علمائے تحقیق نے حساب سے تین ہزار سال ق - م سے ساڑھے تین ہزار سال ق - م کے درمیان یا مؤخر الذکر کے لگ بھگ کیا ہے اور ۳۵ بادشاہوں کو اوسطاً فی کس پچیس سال عہد حکمرانی دے کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ طوفان کے بعد کیش کا پہلا خاندان چار ہزار تین سو سال ق - م کے قریب برسر اقتدار آیا ہوگا۔

ہمیں تعجب ہے کہ علمائے تحقیق کی توجہ اس امر کی جانب کیوں مبذول نہیں ہوئی کہ بعض الواح پر یہ گنتی قمری مہینوں کی ہے جسے غلطی سے سال پڑھا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ سالوں کی گنتی کا حساب رائج ہونے سے پہلے انسان قمر کے بار بار غائب ہو کر طلوع ہونے سے ایام کی گنتی کرتا ہوگا۔ اس قیاس کی بنا پر ایسین کے بادشاہوں تک کے تیس ہزار سال کو جو لوح پر درج ہیں مہینے سمجھا جائے تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اس حساب سے کل ۲۵۰۰ سال بنتے ہیں۔ شاہان ایسین کا زمانہ چوں کہ دو ہزار سال ق - م کے قریب سمجھا گیا ہے اس لیے طوفان نوح کا زمانہ ساڑھے چار ہزار قبل مسیح کے لگ بھگ متصور ہوگا۔

اسی لوح پر طوفان نوح سے پہلے کے آٹھ یا دس بادشاہوں کو دو لاکھ چالیس ہزار سال کی مدت دی گئی ہے اگر انھیں مہینوں تصور کیا جائے تو بیس ہزار سال بنتے ہیں جو آٹھ یا دس بادشاہوں کے متعلق تسلیم نہیں کیے جا سکتے البتہ اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ آٹھ یا دس بادشاہوں کے نہیں بلکہ خاندانوں کے نام ہیں تو یہ سمجھنا ہوگا کہ اس خطے میں طوفان نوح سے بیس ہزار سال پہلے سے بادشاہت کا سلسلہ قائم ہو چکا تھا۔ یعنی بابلیوں کا یہ تذکرۂ سلاطین چوبیس پچیس ہزار سال ق - م تک کی خبر دے رہا ہے اس تفسیر و تشریح کو تسلیم کرنے کے بعد اسے پایہ اعتبار سے ساقط نہیں سمجھا جا سکتا۔ بابلیوں کی الواح پر فن تحریر کی ایجاد سے پہلے کے دور کے متعلق جو فہرستیں دی گئی ہیں وہ محض ان روایات پر مبنی تھیں جو سینہ بہ سینہ چلی آ رہی تھیں اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ شمسی سال کا حساب معلوم کرنے سے پہلے دور کا انسان قمری حساب رکھتا ہوگا اور مہینے کو ''سال'' یعنی وقت کی گنتی کا پیمانہ کہتا ہوگا۔ مؤلف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمیری قوم کا تمدن

طوفانِ نوح کے بعد دجلہ اور فرات کی وادی کے زیریں حصے میں جس قوم کی آبادی کے آثار ملتے ہیں وہ سمیری کہلاتی تھی جس کے معنی سرزمین جنوب کے لوگ لیے گئے ہیں۔ آیا یہ نام انھیں عراق کی سرزمین کے جنوبی حصے میں آباد ہونے کی وجہ سے ملا یا اس وجہ سے دیا گیا کہ یہ لوگ جنوب کی سمت سے آکر اس سرزمین میں آباد ہوئے تھے۔ اس نام کا اختیار کرنا خواہ کسی وجہ سے ہو لیکن یہ بات ان کی اپنی روایات سے واضح ہے کہ یہ لوگ جنوب کی سرزمین سے آکر اس ملک میں جس کی بستیاں طوفان سے تباہ ہو چکی تھیں آباد ہوئے تھے۔ طوفان کے بعد پہلے کیش (جگہ کا نام) کا شاہی خاندان اس سرزمین پر حکمران ہوا پھر شاہی اقتدار کی زمام زیرک (جگہ کا نام) کے شاہی خاندان کے ہاتھ میں چلی گئی جس کے پہلے بادشاہ کا نام ''ات اناس کم گیشر'' تھا جو شمس یعنی سورج کا بیٹا کہلاتا تھا۔ کیش کی بادشاہی غالباً ان لوگوں کی تھی جو طوفان سے بچ گئے تھے اور ایرک کا شاہی خاندان جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے سمیری قوم سے تھا جو اس سرزمین کے نئے آباد کار تھے۔ اس خاندان کے خاتمے پر شاہی اقتدار کی عنان آر میں چلی گئی جس کا پہلا بادشاہ مس انی پدا نامی تھا اور دوسرا اس کا بیٹا آ انی پدا تھا۔ آ انی پدا کا نام الواح کے تذکرۂ سلاطین میں نظر نہیں آتا البتہ اس کے باپ کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے اسی سال حکومت کی لیکن آ انی پدا کا نام اس کے بنائے ہوئے ایک مندر سے مل گیا۔ جس کے کھنڈر کے کھنڈروں سے چار میل کے فاصلے پر العبید کی دوسری تہہ سے ملے ہیں اور جس میں پتھر کی لوح پر اس مضمون کا کتبہ تحریر ہے۔

''آ انی پدا شاہ آر پسر مس انی پدا شاہ آر نے نن خرساغ دیوتا کے لیے مندر تعمیر کرایا۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوتا ہے کہ الواح کے تذکرہ نویسوں نے باپ بیٹے دونوں کی شخصیت کو مدغم کر کے صرف باپ کے نام اسی سال کی حکمرانی درج کر دی جو دونوں کی میعاد تھی۔ اس خاندان کے برسراقتدار آنے کا اندازہ تین ہزار پانچ سو ق-م کے قریب کیا جاتا ہے۔[1]

اس مندر کے کھنڈر اور ان کھنڈروں سے دست یاب ہونے والی چیزیں سمیری قوم کے تمدن پر بہت روشنی ڈال رہی ہیں۔ اس مندر کے دروازے اور چوکھٹ کے اوپر کے حصے پر تانبے کی چادر کو کوٹ کر منبت کاری کا بہت عمدہ کام دکھایا گیا ہے۔ جس میں ایک ایسے عقاب کی تصویر ہے جس کی چونچ کے بجائے انسان کا سا منہ بنایا گیا ہے۔ مندر کی دیواروں پر جو تصویریں چونے گچ کے ابھار سے بنائی گئی ہیں وہ بیلوں کی قطاریں ہیں اور ایسی گائیں ہیں جن کے پیچھے یعنی دم کی طرف بیٹھ کر گوالے دودھ دوہ رہے ہیں اور دودھ کو بلو کر مکھن نکال رہے ہیں۔ اس قطعی شہادت اور دیگر آثار کی بنا پر یہ رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ سمیری قوم کے لوگ گایوں کو پالنے والے اور دودھ مکھن استعمال کرنے والے انسان تھے۔ وہ اس سرزمین میں اپنے مویشی اپنے ساتھ لے کر آئے ..... اور یہاں آ کر زراعت کار بن گئے۔ انھیں اس وقت تک تانبے کی دھات کو استعمال کرنے کا طریق بھی آ گیا تھا۔ جس کی کانیں کوہستان زیگرس میں ملتی تھیں اس دور کے جو برتن العبید کی تہہ سے ملے ہیں وہ سادہ ہیں اور طوفان سے پہلے کے زمانے کے برتنوں کی طرح منقوش نہیں۔ کتبے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سمیری تحریر کا فن بھی ترقی کر چکا ہے۔ الواح یعنی مٹی کی تختیوں پر لکھنے کا رواج عام ہو چکا ہے۔ جمدت نصر (عراق کا ایک مقام) سے ایک لوح ملی ہے جس پر مثلثی خط کی ابتدائی شکل کی تحریر مرقوم ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خطے میں تحریر کا فن بہت پہلے سے رواج پا رہا تھا۔ تاحال اس فن کے موجد یہی سمیری لوگ خیال کیے جاتے ہیں۔ یہ لوگ کپڑا بننا بھی جانتے تھے اور لمبے لمبے چوغے پہنتے تھے۔

تین ہزار قبل مسیح تک یہ لوگ پختہ اینٹوں کے مکانات اور پتھر کی سلوں کی عمارتیں تعمیر

۱- اس تاریخ کا اندازہ تذکرہ سلاطین کے حساب کے مطابق لگایا گیا ہے جس میں بعض جگہ تسلسل کے انقطاع کے باعث معاملہ مشکوک ہو گیا ہے اس لیے بالکل صحیح سن کا تعین مشکل ہے۔ فرق صرف سو دو سو سال سے زیادہ کا نہیں ہو سکتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے لگے تھے۔ ان کی عمرانی زندگی کا مرکز شہر کا مندر ہوا کرتا تھا جو ہر شہر کے اپنے دیوتا کے نام پر موسوم تھا۔ شہر کے اردگرد کئی میل تک کی سرزمین اس شہر کا زرعی علاقہ یا اس مندر کے دیوتا کی جاگیر متصور ہوتی تھی۔ جاگیر کے آباد کار دیہاتی لوگ گندم، جو، بھیڑیں اور بکریاں دیوتا کی نذر کرنے اور چڑھاوا چڑھانے کے لیے لاتے تھے۔ جس کا حساب الواح پر باقاعدہ درج کیا جاتا تھا۔ تختیاں جن پر ایسے حسابات درج ہیں بہت کثرت سے دست یاب ہوئی ہیں۔ مندر میں الواح پر لکھنے والے کاتب موجود رہتے تھے اور پجاری بھی ہوتے تھے۔ مندر کا بڑا پجاری شہر کا حاکم یا بادشاہ متصور ہوتا تھا جو دربار لگا کر رعایا کے جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرتا تھا۔ یہ حاکم اپنے کو دیوتا کا نائب لیکن رعیت کا بادشاہ سمجھا کرتا تھا۔ لوگ بھی اسے ایسا ہی خیال کرتے تھے۔ کسی شہر کا طاقتور حاکم دوسرے شہروں کے حاکموں سے بزور یا بہ رضا اپنے شہر کے دیوتا کی برتری ثبت کرا لیتا تھا۔ شہر یا مملکت کی حدوں پر پتھر کی سلیں نصب کرا دی جاتی تھیں جن پر نصب کرانے والے بادشاہ کے نام کا کتبہ لکھا جاتا تھا۔

تین ہزار قبل مسیح تک سمیریہ (سمیریوں کی مملکت) کی تاریخ کی اہم تبدیلیاں یہ ہیں کہ عیلام[1] کی سرزمین کے بادشاہ نے سمیریہ پر چڑھائی کر کے اس کے متعدد شہروں کو تاراج کیا اور اُر پر قبضہ جما لیا۔ ایک صدی سے کم مدت میں عیلامیوں کی حکومت ختم ہوگئی اور شہر کیش کے سمیریوں نے اجنبیوں کو نکال کر سمیریہ کے نئے شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی۔ اندرونی انقلابات کے باعث پھر اُر کا ستارا چمکا اور وہاں اُر کے دوسرے شاہی خاندان کی حکومت قائم ہوگئی۔ جس نے سارے سمیریہ سے خراج اطاعت وصول کیا۔ اُر کے بعد شہر اداب کے شاہی خاندان کی باری آئی جسے سمیریہ کی شمال مغربی سرحد کی ایک ریاست معیر کے بادشاہ الہ شمس (سورج دیوتا) نے حملہ کر کے ختم کر دیا (۳۱۰۰ یا ۳۰۰۰ ق - م) معیر کے کھنڈر ابھی تک نہیں مل سکے۔ یہ ریاست دریائے فرات کے بالائی طاس میں اس کے ایک مغربی معاون خابور کی وادی میں واقع تھی۔

یہ سمیری لوگ مسقط و عمان کی طرف سے آ کر وادی دجلہ و فرات کے زیریں علاقے

۱- عیلام اس خطے کا نام تھا جو ایران کے مغربی سرحدی علاقے میں کوہستان زیگرس اور خلیج فارس کے درمیان واقع ہے اس کے شہر جن کا ذکر پرانے زمانے کی تاریخ میں آتا ہے سوس اور اعوان تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آباد ہوئے تھے۔ یعنی جنوبی عربستان کے خانہ بدوش چرواہے تھے جو شکاری دور کے بود و باش کو چھوڑ کر چرواہے بن چکے تھے اور سمیریہ میں پہنچ کر زراعت کار بن گئے۔ ان کی روایات میں ایک شخص اوانیس کا ذکر آتا ہے جو مچھلی کی کھال پہنا کرتا تھا یا ماہی نما انسان تھا۔ اس شخص نے سمیری قوم کے بزرگوں کو ہر فن کی تعلیم دی اور ''جو کچھ زندگی بسر کرنے کے لیے ضروری تھا وہ سب اس نے سکھا دیا''۔ یہ دانا معلم دن کے وقت لوگوں کو اپنے علوم و فنون پڑھاتا اور سکھاتا تھا اور غروب آفتاب کے وقت کنوئیں کے اندر جا کر چھپ جایا کرتا تھا۔ اس کے سات شاگردوں نے سمیریہ کے سات شہروں میں پھیل کر لوگوں میں اس دانا معلم کے علوم و فنون رائج کیے[1]۔ ان سات معلموں کے نام جو ایک لوح پر لکھے ہوئے ملے ہیں حسب ذیل ہیں:

(۱) یوم حیات، شہر اُر کا فرزند۔ (۲) یوم فراوانی، نیپور شہر کا مبارک فرزند۔ (۳) یوم مسرت، شہر اریدو کا پرورش یافتہ۔ (۴) یوم انبساط، شہر کلاب کا باشندہ۔ (۵) یوم چہرۂ روشن، شہر کیش میں پلا ہوا۔ (۶) یوم سعادت، شہر لگاش کا معزز قاضی۔ (۷) یوم زندگی بخش افتادگاں، شہر شریپک کا پناہ گزیں۔

ایک انگریز افسر میجر چیئرمین نے عرب کے حالات کے متعلق اپنے ذاتی مشاہدات کی بنا پر ایک کتاب ۱۹۲۴ء میں لکھی تھی جس میں وہ لکھتے ہیں کہ عرب میں جیرین کے قریب ایک قبیلہ آباد ہے جو مظاہر پرست یا لامذہب ہے۔ یہ قبیلہ المرہ کہلاتا ہے۔ اس قبیلہ کے افراد کی شکلیں سمیریوں کی ان تصویروں سے ملتی جلتی ہیں جو آثار عتیقہ میں دست یاب ہوئی ہیں۔

۱- مشرقی ادنیٰ و وسطیٰ کے ملکوں میں چاہ بابل میں الٹے لٹک کر ریاضت کرنے والے دو جادوگروں ہاروت و ماروت کا چرچا بہت عام اور لٹریچر کا ایک جزو بن چکا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیل کی وادی کا تمدن

پانچ ہزار سال ق - م سے پہلے دریائے نیل کی وادی میں انسانی عمرانیات کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ البتہ یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اس وادی کے نواحی سرسبز میدانوں میں شکاری انسانوں کی جمعیتیں پھرتی پھرتی ضرور آ نکلتی ہوں گی۔

بداری کی کھدائی سے مٹی کے جو برتن ملے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ پانچ ہزار ق - م کے قریب وادی النیل کے زیریں حصے یعنی دہانہ کے قریب کے مثلثی علاقے میں جو زراعت کاری کے لیے موزوں تھا زراعت کار انسانوں کی بستیاں آباد ہونے لگی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کشتیوں پر شام کی سرزمین سے آئے تھے۔ کیوں کہ بداری کے برتنوں کا شام کے برتنوں سے گہرا تعلق نظر آ رہا ہے۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شامی ساخت کے برتنوں میں شام سے زیتون کا تیل فروخت کے لیے ڈیلٹا کی سرزمین میں برابر آتا رہا ہے۔ یہ بات دونوں ملکوں کے درمیان تجارتی آمدورفت کی دلیل ہے۔ اس تجارت کی محفوظ راہ سمندر کی راہ ہی ہو سکتی ہے۔

نیل کے دہانے کے مثلثی رقبے میں زراعت کار لوگوں کی بستیاں آباد تھیں ان کے مشرق میں نیل کی دائیں شاخ کے پار بھیڑوں اور بکریوں کے گلے ہانکنے والے خانہ بدوش چرواہے آ گئے۔ جن کی آمد کے باعث زیریں مصر کے زراعت کاروں اور شامیوں کی تجارت بند ہو گئی کیوں کہ بداری کی بالائی تہوں میں شامی ساخت کے برتن کم ہوتے ہوتے بالکل مفقود ہو جاتے ہیں۔ اس مثلثی خطے کے مغرب میں نیل کی بائیں شاخ کے پار صحرائے لیبیا کے بدویوں نے ڈیرے جما لیے جو زیادہ تر شکار پر بسر اوقات کرتے تھے۔ ان بدویوں نے مثلثی خطے کا کچھ حصہ اصلی آباد کاروں سے چھین لیا اور وہاں خود آباد ہو کر کھیتی باڑی کا کام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے لگے۔ ان کا سردار یا بادشاہ سرخ رنگ کا تاج زیب سر کرتا تھا۔ لیبیا کے یہ بدوی تہینو کہلاتے تھے اور لامذہب تھے۔

مثلثی خطے کے آبادکاروں نے وادی النیل میں اوپر جاکر وسطی مصر میں اپنی نوآبادی قائم کر لی۔ ان کا بادشاہ سفید رنگ کا تاج پہنتا تھا۔ ان کے آباؤ اجداد چوں کہ شام و فلسطین سے آئے تھے اس لیے یہ لوگ شامیوں کی طرح سیریس دیوی (مادر اعظم) کے پرستار تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دریا اور سمندر کی راہ سے ان لوگوں نے پھر اپنے آبائی وطن شام سے آمد و رفت کا تعلق قائم کر لیا تھا کیوں کہ تانبے کی دھات کا استعمال ان لوگوں میں بھی رائج ہونے لگا۔ جبل العراق سے ہاتھی دانت کے دستے والا ایک تانبے کا خنجر ملا ہے جس پر جنگ کا نظارا نقش کیا گیا ہے۔ سوت کاتنا، کپڑا بننا، سن کاشت کرنا یہاں بھی شروع ہوگیا۔ جانور پالنے کا فن انھوں نے مشرقی گڈریوں سے سیکھا۔ ان سے صحرائے لیبیا کے تہینو قبائل نے حاصل کیا اور گدھوں کو جو صحرائے لیبیا میں عام تھے رام کرکے ان سے باربرداری کا کام لینا شروع کر دیا۔ اس کے بعد گدھا نہ صرف مصر میں بلکہ اس دور کی دنیائے متمدن میں ہر جگہ پہنچ گیا۔ انسان کے تسخیرات کے دائرے میں گدھے کا اضافہ کرنے کا سہرا لیبیا کے صحرانشینوں کے سر پر ہے۔ دوسرے ملکوں کے لوگ گائے، بیل، بھیڑ، بکری، اونٹ، کتے اور سوئر وغیرہ کو سدھا کر پالنے لگے تھے۔ گدھا کسی کو اس وقت تک میسر نہیں آیا تھا۔

اسی دور میں اسیوط سے ابائیدوس تک صحرائی شکاریوں کی ایک اور قوم آباد ہو چکی تھی۔ جو خنزیر پرست تھی اور دریائی گھوڑے کو بھی متبرک جانور سمجھتی تھی۔

وادی النیل کے بالائی حصے میں ابائیدوس سے السیوان یعنی آبشار اول تک پتھروں کو تراش کر پیالے اور دوسرے برتن بنانے والی ایک قوم آباد ہو رہی تھی۔ یہ لوگ عربستان کے خانہ بدوش بدوی تھے جو باب المندب یا بحیرہ قلزم کو کشتیوں پر عبور کر کے سرزمین مصر میں داخل ہو رہے تھے۔ خیال یہ ہے کہ یہ عرب قبائل ان سمیریوں کے بھائی بند تھے جنھوں نے اسی دور میں جنوبی عرب سے نکل کر وادیِ دجلہ و فرات میں آبادکاری شروع کی تھی۔

پانچ ہزار سال ق۔م سے چار ہزار سال ق۔م تک وادی النیل یعنی مصر کی سرزمین کی کیفیت وہ تھی جو اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نیل کی وادی میں زراعت کاری کا تمدن پانچ ہزار ق۔م کے بعد پھیلنا شروع ہوا جو دجلہ کی وادی اور ہلال نما خطے کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے اقطاع مین دس ہزار سال ق۔م کے زمانے میں بلکہ اس سے بھی پہلے شروع ہو چکا تھا۔ نیل کی وادی کا تمدن جس نے بعد کے ادوار میں بہت عظمت و شہرت حاصل کی دراصل شام، فلسطین، یہودیہ اور عرب سے آنے والے قبائل اور پرانے بدوی قبائل کے باہمی اختلاط کی پیداوار ہے۔

عرب قبائل نے جو آبشار اول کے نچلے حصے میں آباد ہوئے دوسری ریاستوں کو فتح کر کے اپنی مملکت کو وسیع تر کرنے کا عمل شروع کر دیا۔ ان کے سردار یا بادشاہ کا امتیازی نشان باز تھا۔ جو تصویروں میں سر کے پیچھے کندھوں پر بیٹھا دکھایا جاتا ہے۔ ان کے بادشاہ مینیز نامی نے خنزیر پرستوں کا علاقہ سر کیا اور پھر وسطی مصر کے شامی النسل حکمرانوں سے خراج اطاعت وصول کیا اور چند سال بعد مثلثی خطے کے تہینوں، شامیوں اور فلسطینی گڈریوں کو مطیع کر کے وادی النیل میں ایک متحدہ سلطنت کی بنا ڈالی اور باز کے امتیازی نشان کو قائم رکھتے ہوئے تہینوں اور شامیوں کے سرخ اور سفید تاجوں کو ملا کر ایک نیا تاج زیب سر کیا جس میں دونوں رنگ موجود تھے۔ مینیز ہزار ق۔م کے لگ بھگ کیا جاتا ہے۔ بعض علمائے تحقیق اس سے ایک ہزار سال پہلے کا اندازہ بتاتے ہیں۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ مصر کے شاہی خاندانوں کے جو تذکرے پیپرس (بردی بھوج پتر) پر لکھے ہوئے ملے ہیں ان سے بدامنی کے دور کی مدت کا صحیح حال نہیں کھلتا۔ اس بدامنی کے دور میں چار پانچ خاندان حکمران بتائے جاتے ہیں جن کے عہد کی طوالت کے متعلق علمائے تحقیق کی آرا مختلف ہیں۔ بہر کیف مصر کی پیدائش پانچ ہزار سال ق۔م سے پہلے کی نہیں۔ مینیز سے پہلے ڈیلٹا کی سرزمین میں دس بادشاہوں کی حکمرانی کا سراغ ایک فہرست کی علاماتی تحریر سے ملتا ہے جس میں مینیز سے پہلے دس دوہرے نشان دیئے گئے ہیں جو دو تاجوں یعنی دو بادشاہیوں کا حال بیان کر رہے ہیں۔ مینیز کے برسر اقتدار آنے کی قرین قیاس تاریخ ۳۴۰۰ ق۔م نکلتی ہے۔ مصر کے دوسرے شاہی خاندان کی بنیاد یا تو عرب قبائل ہی سے کسی دوسرے قبیلہ نے رکھی یا شامی نسل کے زراعت کاروں نے اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو حاصل کر لیا۔ اس خاندان کے ایک فرعون ''خاسے خموئی'' کے مقبرے سے سرمے کی ملاوٹ والے سونے کی ڈلی ملی ہے۔ اس قسم کا سونا دنیا بھر میں ہنگری کے صوبہ ٹرانسلوینیا کے سوا اور کسی جگہ کی کانوں سے نہیں ملتا۔ یہ ڈلی اس امر کا سراغ دے رہی ہے کہ اس دور میں تجارت کے ہاتھ دور دور تک پھیل چکے تھے اور فراعنہ مصر کے دربار میں تاجر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ دور افتادہ ملکوں کے نوادر لایا کرتے تھے۔ اس فرعون کا زمانہ تین ہزار سال ق۔م کے لگ بھگ ہے۔

کریٹ اور جزائر ایجئین کے تاجر:

جزیرہ کریٹ کے قدیم آثار ظاہر کرتے ہیں کہ مٹی کے برتن پکانے والے لوگ پانچ ہزار قبل مسیح سے چار ہزار قبل مسیح تک کے برتن میں اس جزیرے میں پہنچ چکے تھے۔ زراعت کاری کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ نہ دھات کے استعمال کا کوئی نشان دست یاب ہوا ہے۔ پالتو جانوروں کی موجودگی کے بھی کوئی آثار نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس جزیرے کے سواحل پر تجارت پیشہ کشتی رانوں کی بستی آباد تھی جو شفاف پتھروں کی تلاش میں اس جزیرے میں پہنچے اور مصر، شام اور بحیرہ ایجئین کے دوسرے جزیروں کے ساتھ تجارتی آمد و رفت رکھتے تھے۔ یہ تاجر لوگ جزیرے میں قیام کے دوران میں جنگلی جانوروں کے شکار پر گزارا کرتے ہوں گے یا دوسرے ملکوں یعنی شام و مصر سے غلہ لے آتے ہوں گے۔ جزائر ایجئین کی معدنی پیداوار مثلاً شفاف پتھر اور سنگ مرمر وغیرہ کے بازاروں میں پہنچتا اور فراعنہ مصر کے مقبروں سے دست یاب ہونا اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ کریٹ کے تاجروں کی آمد و رفت ہی اس تجارت کو فروغ دینے کا موجب تھے۔ ٹرانسلوینیا کی کان سے سونے کی ڈلی کا خاسے خموئی فرعون مصر (۳۰۰۰ق۔م) کے مقبرے سے برآمد ہونا ظاہر کرتا ہے دست بدست تجارت کا سلسلہ بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔

زراعت کاروں کا پھیلاؤ:

تھسلی:

اس دور کے آخری پانچ سو سال میں زراعت کاروں کے پھیلاؤ کے سراغ بعض دوسرے مقامات تک پہنچے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان میں سے ایک شمالی یونان کی پہاڑوں سے گھری ہوئی وادی تھسلی کا میدانی علاقہ ہے جہاں گائے، بیل، بھیڑ، بکری، سوئر وغیرہ کو پالنے والے زراعت پیشہ لوگوں کی بستیاں آباد ہو چکی ہیں یہ لوگ ایشیائے کوچک کے شمال مغربی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کونے کے علاقے سے جو زمانہ قدیم میں کیریا کہلاتا تھا بحیرہ ایجئین کے جزیروں کی شمالی قطار کے راستے تھسلی میں داخل ہوئے ہوں گے۔

وادی ڈینوب :

اسی طرح دریائے ڈینوب کے زیریں طاس میں بھی ایسے زراعت کاروں کے پھیلاؤ کے آثار ملتے ہیں جو مٹی کے برتن پکانے کا فن جانتے تھے یہ لوگ ایشیائے کوچک سے چل کر آبنائے باسفورس کی راہ سے تھریس اور بلغاریہ میں سے ہوتے ہوئے دریائے ڈینوب کے طاس میں پھیلنے لگے ہوں گے۔ اس طاس میں ساڑھے تین ہزار ق۔م کے زمانے کے جو مٹی کے برتن ملتے ہیں وہ ایشیائے کوچک کے برتنوں سے مشابہ ہیں۔

ہنگری :

ٹرانسلوینیا میں دریائے آلٹ کی وادی کے پاس کوہستان کارپیتھین کے ایک حصے میں سونے کی کان پر سونا نکالنے کا کام شروع ہو چکا تھا لیکن زراعت کاری کا تمدن ابھی اس علاقے تک نہیں پہنچا تھا۔

ترکستان :

ترکستان کے اس میدانی علاقے میں کوہستان کوپت داغ کے دامن میں بحیرہ خزر سے اشک آباد اور مرو کی طرف جانے والی سڑک کے قریب ایک برباد شدہ بستی اناؤ کی نچلی تہ سے مٹی کے برتن برآمد ہوئے ہیں جو زراعت کار لوگوں کی آبادی کا پتا دے رہے ہیں۔ اس طبقے کی قدامت کا اندازہ چار ہزار سال ق۔م کیا گیا ہے۔ اس کے آثار میں پالتو جانوروں کی موجودگی کا کوئی سراغ نہیں ملتا نہ دھات کا کوئی اوزار ملا ہے۔ یہ بات اس بستی کی قدامت پر دال ہے۔

وادی سندھ :

ساڑھے تین ہزار ق۔م کے لگ بھگ دریائے سندھ کی وادی میں بھی زراعت پیشہ قومیں آباد ہونے لگیں۔ موہن جی روڈ (سندھ) اور ہڑپہ (پنجاب ضلع منٹگمری) کی کھدائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے زراعت کاروں کے ایک تمدن کے آثار ملے ہیں۔ یہ لوگ شہر ارو قصبے آباد کر کے رہتے تھے جن کے گرد فصلیں ہوا کرتی تھیں۔ ان کھدائیوں سے جو برتن دستیاب ہوئے ہیں وہ ڈھائی تین ہزار ق۔م بلکہ بعض طوفان نوح سے قبل کے وادی دجلہ و فرات کے برتنوں سے ملتے جلتے ہیں لیکن اس ترقی یافتہ تمدن میں سے جس کے آثار ظاہر ہوئے ہیں یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دریائے سندھ کی وادی میں زراعت پیشہ آباد کار بہت پہلے پہنچ چکے ہوں گے۔ قیاس غالب یہ ہے کہ وادی سندھ کے آباد کار خلیج فارس کی ساحلی اقوام ہی کی ایک شاخ ہوں گے جو سمندر کی راہ سے کشتیوں پر دریائے سندھ کے دہانے پہنچے اور اسے دجلہ و فرات کے دہانہ کی سرزمین کی طرح حاصل خیز دیکھ کر وہاں آباد ہونے لگے اور دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ اوپر کی طرف پھیلتے ہوئے پنجاب کے دریاؤں کی وادیوں تک جا پہنچے۔ ہڑپہ ضلع منٹگمری میں دریائے راوی کی وادی میں واقع ہے اس کا محل وقوع دریائے راوی کی پرانی گزرگاہ کے کنارے ہے جو ان دنوں ''سکھ راوا'' کہلاتی ہے۔ ایک اور بات جس سے سمیریہ، عیلام اور وادی سندھ کے آباد کاروں کا گہرا تعلق ظاہر ہوتا ہے یہ بھی ہے کہ سمیریہ میں بیلوں کی جو تصویریں یا مورتیاں ملی ہیں وہ ہندوستانی نسل کے بیلوں سے بہت ملتی جلتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجلہ و فرات اور سندھ کی وادیوں کے آباد کاروں میں آمد و رفت اور تجارتی تعلقات برابر قائم تھے اس کے علاوہ اور آثار بھی مماثلت کی خبر دے رہے ہیں تاہم وادی سندھ کا تمدن جداگانہ ترقی کی خبر دے رہا ہے۔

چین کی زرد مٹی:

اس دور کے زراعتی تمدن کے آثار چین میں دریائے ہوانگ ہو اور دریائے ینگ سی کیانگ کی وادیوں سے بھی ملتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ساڑھے تین ہزار یا چار ہزار ق۔م کے قریب چین کی زرد مٹی والی حاصل خیز سرزمین میں بھی زراعت پیشہ لوگ آباد ہونے لگے تھے۔ یہ لوگ کون تھے؟ کہاں سے آئے؟ کس راستے سے آئے ان سوالات کا جواب ابھی آثاری تحقیقات مہیا نہیں کر سکتی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ چین کا یہ تمدن خود ان لوگوں کا ایجاد کردہ ہو جو شکاری انسانوں کی حالت میں وسط ایشیا کے میدانوں سے ہوتے ہوئے کوہستان خنگان کے دروں کی راہ سے چین کے سرسبز میدانوں میں داخل ہوئے تھے؟ لیکن یہ خیال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنداں وقیع نہیں۔ گمان غالب یہ ہے کہ زراعت پیشہ آباد کاروں کی کوئی قوم ترکستان سے حرکت کرتی ہوئی اس خطے میں پہنچی ہو جس کی دیکھا دیکھی وہاں کے شکاری انسانوں اور چرواہوں نے یہ تمدن اختیار کر لیا ہو۔ یہ لوگ مٹی کے برتن بھی بناتے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ زراعت کاروں کے ٹولے موزوں زمینوں کی تلاش میں ہر طرف منتشر ہو رہے تھے۔ یا مختلف اقطاع کے خانہ بدوش چرواہے اور شکاری زراعت کاری کے پیشے کو ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اختیار کرنے لگے تھے اور حاصل خیز زمینوں میں آباد ہوتے جا رہے تھے۔

دیگر اقطاع عالم کے انسانوں کی کیفیت میں کسی قسم کی تبدیلی واقع ہونے کا سراغ نہیں ملتا۔ وہ ابھی ایشیا، یورپ اور افریقہ کے میدانوں میں شکاری انسانوں کے قدیم ترین طرز بود و باش ہی پر زندگی بسر کر رہے تھے یا جانوروں کے گلوں کو قابو کر کے خانہ بدوش چرواہوں اور گڈریوں کی زندگی گزار رہے تھے۔ یہ اقوام اس وقت کے متمدن عالم سے منقطع ہو چکی تھیں اور اپنے بدوی ماحول کے مطابق زندگی گزار رہی تھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹا باب

پتھر کا زمانۂ جدید (۳) دور ملوکیت

(تین ہزار سال ق۔م سے دو ہزار ق۔م تک)

''شاہی نظام حکومت۔ پختہ عمارتیں۔ پتھر کے مقبرے۔ مصر کے اہرام۔ بڑے بڑے مندروں اور محلوں کی تعمیر۔ بت اور مجسمے۔ دھاتوں کے برتن۔ سنگ تراشی۔ منبت کاری۔ فن تحریر میں ترقی۔ ادب۔ نفیس کپڑے۔ عراق کے نمرود اور مصر کے فرعون۔ حمورابی اعظم۔ قانون۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ چینیوں کا قدیم مذہب ''آسمانی راستہ''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمیریہ (جنوبی عراق کا تمدن)

اس دور میں سمیریہ کا تمدن رو بہ ترقی نظر آ رہا ہے۔ اس دور کے آثار اس کثرت سے دست یاب ہو چکے ہیں کہ اس وقت سے سمیریہ کی تاریخ تسلسل اور صحت کے ساتھ بیان کی جا سکتی ہے۔[1] سمیریہ اور وادی دجلہ و فرات کے دوسرے اقطاع کی شہری ریاستوں کے درمیان اپنے اقتدار کو وسیع تر کرنے کے لیے لڑائی جھگڑے ہوتے رہے۔ کبھی کسی شہر کے شاہی خاندان کا ستارہ چمکا کبھی بادشاہت کا تخت دوسرے شہر میں منتقل ہو گیا لیکن تمدن اور خوش حالی کی ترقی عام طور پر جاری رہی۔ بادشاہوں نے پکی اینٹوں اور پتھروں سے مندر اور محل تعمیر کرائے۔ پیتل اور سونے کے برتن چڑھاوے کے طور پر دیوتاؤں کی نذر کیے۔ امرا نے رہنے سہنے کے لیے کچی یا پکی اینٹوں سے اچھے اچھے گھر بنائے۔ کئی قسم کی صنعتیں اور حرفتیں جاری ہوئیں اور گردوپیش کے ملکوں سے تجارتی تعلقات قائم ہو گئے۔ سنگ تراشی کے کام کو فروغ ہوا اور دیوی دیوتاؤں کے بتوں کے علاوہ بادشاہوں کے سنگین مجسمے بھی بنے لگے۔

ہم پچھلے باب میں لکھ چکے ہیں کہ تین ہزار ق - م کے قریب شہر لاگاش کے ایک شخص ارزینا نامی نے اپنے شہر کو معیر کے حملہ آوروں سے آزاد کرایا اور اس کے پوتے ای اناطم نے اداب فتح کر کے سمیریہ کو معیریوں کے اقتدار سے پاک کرا لیا۔ ای اناطم کے پوتے این تے مینا کا مجسمہ اُر کی کھدائی سے برآمد ہوا ہے جس کا سر کٹا ہوا اور غائب ہے۔ یہ مجسمہ چونے کے پتھر کا بنا ہوا ہے اور اس کی پشت پر اس بادشاہ کے نیک کاموں کا تذکرہ مرقوم ہے۔ اس سے

۱- سمیریہ اکادیہ اور بابل تاریخ پر متعدد کتابیں یورپ کی اکثر زبانوں میں لکھی جا چکی ہیں۔ تفصیلی حالات دیکھنے کے خواہش مند متعلمین کو ان کا مطالعہ کرنا چاہیے ہم اس مجمل تاریخ میں صرف اہم واقعات اور نمایاں خدوخال ہی بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔ (مولف)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے کا ایک اور مجسمہ بھی ملا ہے جس میں ایک شخص آلتی پالتی مار کر بیٹھا بنایا ہوا ہے۔ یہ مجسمہ غلے کے ایک ذخیرہ دار کا ہے۔ نیپور سے اودہ شہر کے مذہبی پیشوا زیغیسی کا ایک مجسمہ ملا ہے جس نے ۲۷۷۷ ق - م میں اُر، لاگاش، ایرک اور لارسا کے شہر فتح کر کے اپنا اقتدار قائم کیا۔

اداب کے شاہی خاندان کے بعد اکشاک کا شاہی خاندان اور اکشاک کے بعد کیش کا ایک شاہی خاندان سمیریہ کا بااقتدار حکمران سمجھا جاتا تھا۔ کیش کے شاہی خاندان کی بنیاد ایک عورت کگ باؤ نامی نے رکھی تھی جس نے بغاوت کا علم بلند کر کے شہر کیش کو اکشاک کے اقتدار سے آزاد کرایا۔ کگ باؤ کے بیٹے جم سن نے اکشاک فتح کر لیا اور خود سمیریہ کا بادشاہ بن بیٹھا۔ کگ باؤ نے اپنے پوتے اُرال بابا کا عہد بھی دیکھا اور سو سال کی عمر پائی۔ اُرال بابا کے ایک کمزور جانشین کے عہد میں اومہ کے لوگل (دیوتا کے نائب) زیغیسی نے چند شہر سر کر لیے تھے لیکن کیش کے اس بادشاہ کی وفات پر اس کے ساقی سارغن یا سارگون نامی نے تخت شاہی پر قبضہ جما کر زیغیسی کو شکست دی اور اکاد کے نام سے ایک نیا شہر آباد کر کے وہاں اپنا صدر مقام قائم کیا۔ یہ سارگون تھا جس نے پہلی مرتبہ دجلہ، فرات اور اردن کی وادیوں کی تمام ریاستوں کو فتح کر کے ہلال نما خطے کی سرزمین میں سر تا سر اپنا شاہی اقتدار قائم کیا۔ (سن ۲۷۵۲ء ق -م) اس بادشاہ نے عیلام (فارس)، ماگان (ابادان)، دیموں (مسقط)، بحرین، قبرس اور کریٹ تک کے جزیروں کو فتح کر کے نیچے کے سمندر یعنی خلیج فارس سے لے کر اوپر کے سمندر یعنی بحیرۂ روم تک سلطنت قائم کر لی۔ اس کی سلطنت کی مشرقی حد کوہستان زیگرس واقعہ ایران، شمالی حد کوہستان طورس واقعہ ایشیائے کوچک اور مغربی حد صحرائے عرب تھی۔ الواح کے کتبوں پر لکھا ہے کہ اس کی سلطنت میں دیوداروں والی سرزمین (لبنان) اور چاندی کی کانیں (کوہستان طورس) بھی شامل تھیں۔ کتبوں سے قبرس، کریٹ اور بحرین کے جزیروں کی فتح کا حال بھی معلوم ہوتا ہے اور لکھا ہے کہ ''ساگون فاتح اعظم بادشاہی کے قدرتی حق دار کی سلطنت ان پہاڑوں سے لے کر جن میں سے صبح کے وقت سورج طلوع ہوتا ہے (زیگرس) ان پانیوں تک جن میں آفتاب شام کے وقت غروب ہو جاتا ہے (بحیرہ روم) پھیلی ہوئی تھی۔

پتھر کی ایک لوح پر سارگون کی پیدائش اور ابتدائی حالات کے متعلق ایک منظوم کتبہ دست یاب ہوا ہے جس میں شاعر نے حسب ذیل داستان خود ساگون کی زبانی مرقوم کی ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"میں ایک غریب عورت کا بیٹا ہوں۔ اپنے باپ کا مجھے پتا نہیں۔ میرے باپ کے بھائی پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ میری ماں نے جو مجھے پال نہیں سکتی تھی ٹوکرے میں ڈال کر دریا میں پھینک دیا تھا۔ دریا مجھے اٹھا کر اکی دہقان کے پاس لے گیا۔ اکی نے مجھے پالا۔ اور مالی بنا دیا۔ ایشتر دیوی نے میرے حال پر شفقت کی اور میں بادشاہ بن گیا میں نے چون سال حکومت کی۔"(۱)

تذکرہ سلاطین میں جو الواح پر مرقوم ہے لکھا ہے کہ سارگون کیش کے بادشاہ ارال بابا کا ساقی تھا لیکن ارال بابا کی وفات کی تاریخ سارگون کے بادشاہ بننے کی تاریخ سے نہیں ملتی لہٰذا سمجھنا چاہیے کہ سارگون ارال بابا کے جانشین کا ساقی ہو گا۔ ان روایات سے یہ بات تو ظاہر ہے کہ سارگون سمیری نہ تھا بلکہ سرزمین عرب کے بدوی قبائل سے تعلق رکھتا تھا۔ جو نوکری چاکری کرنے کی غرض سے سمیریہ کے شہروں میں آخر بہ کثرت آباد ہو چکے تھے۔ سارگون کے عہد کے بہت سے کتبے سمیری زبان کے بجائے اکادی زبان میں ہیں۔ جو اس بادشاہ کے سمیرہ نہ ہونے پر دلیل ہیں اور یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ سمیریہ کی آبادی بہت مخلوط ہو رہی تھی۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ سمیریہ میں شامی، عرب، عیلامی (فارسی) اور کوہستانی ہر طرح کے لوگ آباد تھے۔ سارگون کے ایک بیٹے کا نام ای باریم تھا جو سامی نام ابراہیم سے ملتا جلتا ہے۔ سارگون نے ۵۶ سال حکومت کی لیکن خود اس کی قوم کے لوگوں نے جو اس کے لشکری تھے بغاوت کر کے اسے قتل کر دیا۔ (۲۶۹۷ ق - م) اس کے بعد اس کے دو بیٹے یکے بعد دیگرے بادشاہ بنے پھر پوتے نے حکمرانی کی۔ تیسرے یا چوتھے جانشین کے عہد میں شمالی کوہستان کی ریاست گو کے باشندوں نے اکادیہ پر حملہ کر کے سارگون کے خاندان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ گو کے باشندے گوتیمی کہلاتے تھے۔ "تذکرۂ سلاطین پر لکھا ہے کہ ان کا پہلے کوئی بادشاہ نہ تھا اور اس کے حملے سے سمیریہ میں ایسی کیفیت پیدا ہو گئی کہ "کون بادشاہ ہے

۱- محکوم قوموں کو نجات دلانے والے ابطال کی پیدائش کے متعلق اس سے ملتی جلتی داستانیں دوسری اقوام کی روایات میں بھی ملتی ہیں مثلاً سائرس ایرانی، حضرت موسیٰ، پرسیئس یونانی، سب سیلس یونانی، رومولو (رومن) اور شری کرشن (ہندو)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کون بادشاہ نہیں۔"

اکاد میں گوتیموں کی حکومت یا لوٹ کھسوٹ کا دور دورہ ایک سو پچیس سال رہا لیکن لاگاش، ار اور بعض دوسرے شہر گو والوں کے تصرف و اقتدار سے بچ رہے۔ لاگاش کے سمیری بادشاہوں میں سے ایک اور قابل ذکر بادشاہ گودیا نامی گزرا ہے جس کے عہد میں خوش حالی کا دور دورہ تھا۔ الواح پر لکھا ہے کہ بادشاہ کے عہد میں "پتھر خلیج فارس کے پار سے' سونا ایشیائے کوچک اور کوہستان رس کے پرے سے، لکڑی اور سنگ مرمر شام سے، تانبا مشرق پہاڑوں سے لایا جاتا تھا۔" اس کتبے سے ظاہر ہوتا ہے کہ گودیا کے زمانے میں تجارت کو بہت فروغ حاصل تھا اور دور دور کا تجارتی مال تاجروں کے ہاتھوں میں سے دست بدست گزرتا ہوا سمیریہ پہنچ رہا تھا۔ سونے کے متعلق ہم پچھلے باب میں لکھ چکے ہیں کہ ہنگری کے علاقے ٹرانسلوینیا کی کانوں پر سونے نکالنے کا کام تین ہزار ق۔م سے پہلے شروع ہو چکا تھا۔ اور متذکرہ صدر تحریر سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ سونا ایشیائے کوچک کے پرے سے لایا جاتا تھا۔ سنگ مرمر کی کان بحیرہ ایجئین کے ایک جزیرہ پروس میں تھی۔ جس پر کام ہونے کے آثار اسی دور سے ملتے ہیں۔ گودیا کے زمانے میں سنگ تراشی کا فن بھی بہت ترقی کر چکا تھا خود گودیا کے متعدد مجسمے ملے ہیں۔ اس کے چار کٹے ہوئے سر "لاوورے" (فرانس) کے عجائب گھر میں پڑے ہیں۔ گودیا کے ایک بزرگ ارباؤ شاہ لاگاش کا ایک مجسمہ ار سے ملا ہے جس کا سر کٹا ہوا ہے اور اسی کی پشت پر ان مندروں کی فہرست درج ہے جو اس بادشاہ نے بنوائے تھے یا جن کی مرمت اس نے کرائی تھی۔ ایک لوح سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ارباؤ کا ایک بیٹا ار کے چاند دیوتا کے مندر کا پجاری تھا جس نے اس مندر میں تانبے کے برتنوں کا چڑھاوا نذر کیا۔ گودیا کا عہد ۲۰۰۰ ق۔م کے لگ بھگ ہے۔

۲۴۱۶ ق۔م میں ایک ایرک اور کلاب کے حاکم اتو ہیگل نے اکاد فتح کر کے گوتیموں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا ور ان کے بادشاہ تریگین کو بال بچوں سمیت گرفتار کر کے قیدی بنا لیا۔ اتو ہیگل نے صرف سات سال حکومت کی جس کے بعد ار کے حاکم ارلموں یا ارنموں نے چند شہر فتح کر کے ار کے بادشاہی اقتدار کے تیسرے دور کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شلگی یا ڈنگی بادشاہ بنا جس نے اپنی سلطنت کو چاروں طرف وسعت دی۔ اس کے عہد میں تجارت کو بہت فروغ ہوا اور خوش حالی کا سکہ چلا۔ شمالی ریاست آشور کا بادشاہ زاریکو خراج

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لایا۔ اس بادشاہ نے رعایا سے اپنی پرستش کرانے کا رواج جاری کیا۔ اس کے اور اس کے جانشینوں کے عہد کی الواح سے ثابت ہوتا ہے کہ ان بادشاہوں کے بت مندروں میں نصب کیے جاتے تھے۔ ان کے نام سے نئے نئے مندر تعمیر ہونے لگے اور پجاری ان کی تعریف میں بھجن لکھتے اور گاتے تھے۔ یہ بھجن بہت سی الواح پر ملے ہیں۔ اس خاندان کے ایک بادشاہ ابی سن کے عہد میں مغرب کی صحرا کے اموری (عرب) قبائل اور شمالی مشرق کے کوہستانی قبائل نے سمیریہ کی سرحدوں پر حملے شروع کر دیے اور عیلام (فارس) کی ریاست سے بھی لڑائیاں ہوئیں۔ اموریوں (عرب بدویوں) کی تعریف اس زمانے کی ایک لوح پر ان الفاظ میں کی گئی ہے:

''وحشی لوگ جو لڑتے بھڑتے رہتے ہیں۔ صحرا کی جڑی بوٹیوں پر گزارا کرتے ہیں۔ گوشت پکا کر کھانا نہیں جانتے، بے گھر ہیں۔ اپنے مردوں کو دفن کرنا بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ یہ وحشی لوگ جنھوں نے کبھی شہر کی شکل تک نہیں دیکھی طوفان کی طرح آئے''۔

ابی سن نے اپنی سلطنت کو بچانے کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن اس کے عہد حکومت کے پچیسویں سال میں عیلامیوں کا لشکر ار کو تاخت و تاراج کرنے اور ابی سن کو قیدی بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ عیلامی ار کے چاند دیوتا (بت) اور ایراک کے دیوتا (بت) کو بھی اٹھا کر لے گئے۔ ار کا دیوتا ایسین کے دوسرے بادشاہ نے چالیس سال بعد عیلامیوں سے صلح صفائی کے ساتھ حاصل کر کے ار کے مندر میں نصب کیا لیکن ایرک کا دیوتا (بت) ایک ہزار چھ سو پینتیس سال کے بعد قید سے چھڑایا گیا۔ ار کی تباہی کی تاریخ ۲۲۷۰ ق۔م نکلتی ہے اور الواح پر لکھا ہے کہ ابی سن کے عہد میں بھیڑوں نے عجیب الخلقت بچے جنے اوار کے مہینے کی چودھویں تاریخ کو چاند گرہن لگا۔ دم دار ستارہ طلوع ہوا جس کا رخ مغرب کی جانب تھا۔ خاص علامات کے وقت ہوا بند ہو گئی۔ یہ سب نشانیاں اس امر کی علامت تھیں کہ شہر تباہ ہونے والے ہیں اور بادشاہ کے سر پر نحوست منڈلا رہی ہے''۔

ار کے اقتدار کی تباہی کے بعد ایک نئے خاندان نے ایسین میں بادشاہی قائم کی۔ اس خاندان کے ایک بادشاہ انشینی داگان نے اپنے بیٹے اننانیطم کو ار کے مندر کا بڑا پجاری مقرر کیا جس نے مندر کی مرمت کرائی اور چاند دیوتا کی بیوی ننگل کے لیے ایک نیا مندر بنوایا۔ ایک اور مندر گولا دیوی کے لیے بنوایا۔ ننگل اور گولا کے دو بت ایسے ملے ہیں جس میں گولا کی ناک غائب ہے اور ننگل کے سر کا پتا نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شاہان ایسین کے عہد کے بعد مرکز حکمرانی میں تبدیل ہو گیا۔ رم سن شاہ لارسا کا عہد خوش حالی اور فارغ البالی کا زمانہ تھا۔ اس زمانے میں مندروں میں بڑے قیمتی چڑھاوے، سونے چاندی اور تانبے کے برتن وغیرہ دیوتاؤں کی نذر کیے گئے اور نئے نئے بت رکھے گئے۔ اس خاندان کے ایک بادشاہ نرعداد یا مرعداد نے ار میں ایک عمارت بنوائی جس پر یادگار کے طور پر حسب ذیل عبارت کا کتبہ لکھوایا:

یہ عمارت نرعداد نے اس وقت بنوائی جب اس نے ناعید شمش باغی کو نکالا اور ار کو فتنے سے بچایا (ار کے ساتھ بھلائی کی")۔

انھی شاہان لارسا کے عہد میں آشوریہ کے بادشاہ ایلوشوما اکادیہ اور سمیریہ میں یلغار کی جس کا حال آشور کے ایک کتبے پر درج ہے۔ اسی خاندان کے عہد میں عرب کے بدوی قبائل کے ایک سردار سوقو آبوم نامی نے بابل میں متوازی حکومت قائم کر کے بابل کے پہلے شاہی خاندان کی بنیاد قائم کی (۲۱۶۹ق-م) اس سے پہلے بابل محض متبرک شہر شمار ہوتا تھا کیوں کہ اس میں سب سے بڑے دیوتا بعل مردوخ کا مندر تھا۔ کسی بادشاہ نے اسے پایہ تخت نہیں بنایا تھا۔ شاہان لارسا کے عہد میں ادبی سرگرمیوں نے بہت ترقی کی۔ تذکرہ سلاطین جس کا ذکر بار بار آتا ہے الواح پر لکھا گیا۔ پرانی داستانیں مرقوم ہوئیں۔ ار خوش حال ہو گیا نئی نئی عمارتیں بنیں۔ محرابوں والے دروازے تعمیر ہونے لگے اس عہد کی سنگ تراشی کے نمونے چنداں ترقی یافتہ نہیں البتہ سمیری تحریر کے رسم الخط میں نمایاں ترقی نظر آ رہی ہے۔ ایسین اور لارسا کے شاہی خاندانوں کا دور حکمرانی دو سو سال رہا۔ اس کے بعد عصائے اقتدار بابل میں منتقل ہو گیا۔

حمورابی شاہ بابل:

بابل کے پہلے شاہی خاندان کا چوتھا بادشاہ حمورابی تھا جو ۲۰۶۷ق-م میں تخت نشین ہوا۔ اس بادشاہ نے داخلی نظم ونسق درست کرنے کے بعد سب سے پہلے شہر بابل کے گرد فصیل تعمیر کرائی پھر اس نے سمیریہ کے شہروں کی تسخیر شروع کر دی۔ ایرک اور ایسین کے علاوہ اور کئی شہر سر کیے۔ آخر میں لارسا کی بادشاہی کا بھی خاتمہ کر دیا۔ حمورابی نے عیلامیوں سے لی جنگ کی جو رم سن شاہ ایسین کو اپنی کھوئی ہوئی ریاست دلانے کے لیے آئے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حمورابی نے رم سن کو قید کر لیا۔ اس طرح حمورابی سارے سمیریہ (جنوبی عراق) کا بادشاہ بن گیا۔

حمورابی نے اپنی مملکت کے قوانین جو دیر سے رائج تھے الواح پر کندہ کرا کر جا بجا نصب کرا دیے تھے جن میں سے کئی تختیاں آثار عتیقہ کی کھدائی میں دست یاب ہوئی ہیں۔ حمورابی اموری یعنی عرب خاندان سے تھا۔ قوانین ظاہر کرتے ہیں کہ حکمران طبقے کے افراد کے لیے جرائم کی سزائیں بہت کڑی ہوا کرتی تھیں لیکن عام لوگوں سے جو سمیری تھے محض جرمانے وصول کیے جاتے تھے۔ ان دو طبقوں کے علاوہ ایک تیسرا طبقہ ادنے کام کرنے والے غلاموں کا بھی تھا۔ یہ غلام پیشہ لوگ یا تو ایران جنگ اور ان کی اولاد پر مشتمل ہوتے تھے یا ایسے لوگ تھے جن کو کسی جرم کی بنا پر غلام بنا لیا جاتا تھا۔ ہر شہر کا انتظام ایک کونسل کیا کرتی تھی جس کا ایک صدر ہوا کرتا تھا۔ بادشاہ کی طرف سے جج مقرر تھے جو جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ملکی انتظام کے ملازم اور پولیس بھی ہوتی تھی۔ مزروعہ زمینیں لوگوں کی انفرادی ملکیت تھیں لیکن چراگاہیں مشترکہ شاملات سمجھی جاتی تھیں۔ بعض حصوں میں جہاں عرب کے بدوی قبائل آباد تھے بستی کی ساری زمین مشترکہ جائیداد شمار ہوتی تھی۔ قانونی طور پر منکوحہ بیوی کو گھر کی مالکہ سمجھا جاتا تھا لیکن امرا کو لونڈیاں رکھنے کی اجازت تھی۔ جائیداد نرینہ اولاد میں برابر تقسیم ہوتی تھی۔ لڑکیوں کو شادی پر جہیز دیا جاتا تھا۔ باپ کی وفات پر جو لڑکیاں بے بیاہی رہ جاتی تھیں ان کے ولی اور محافظ ان کے بھائی ہوا کرتے تھے۔ بیوہ کو بیٹوں کے برابر حصہ ملتا تھا اور اپنے جہیز کی وارث بھی وہی ہوا کرتی تھیں اگر کوئی بیوہ دوسرا نکاح کرتی تو اسے اپنے شوہر کی جائیداد سے ملا ہوا حصہ اپنے بیٹوں کو واپس دینا پڑتا تھا اگر کوئی عورت بے اولاد مر جاتی تھی تو اس کا جہیز اس کے ماں باپ کو واپس دے دیا جاتا تھا۔ پہلے مردوں کو دو بڑے برتنوں میں بند کر کے دفن کرتے تھے پھر مٹی کے تابوت بننے لگے۔

حمورابی ۲۰۲۴ق-م میں فوت ہو گیا۔ اس کے جانشین کے عہد میں (۲۰۱۶ق-م) کوہستان زیگرس کے ایک قبیلہ کسدی نامی کے لوگوں نے مملکت بابل شمال مشرق سرحد پر حملہ کیا۔ اس بادشاہ کو عیلامیوں سے بھی لڑنا پڑا۔ اس نے لارسا، ایرک اور ار کی فصلیں گرا دیں۔ کیوں کہ ان شہروں کے لوگوں نے بغاوت کی تھی۔

دو ہزار ق۔م کے قریب دجلہ اور فرات کے دہانے کی سرزمین میں بسنے والے قبائل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے حموار بی کے جانشین سے بہت سے شہر چھین لیے اور حموار بی کی بنائی ہوئی سلطنت کا شیرازہ چالیس سال کے اندر اندر بکھر گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام :

اس عہد کی داستان حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی جن کے تذکرہ کی بدولت ار کا نام اس شہر کے تباہ ہو کر صفحہ ہستی سے مٹ جانے کے بعد ہزاروں سال زندہ رہا۔ کیوں کہ بائیبل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کل دانیوں کے شہر ار کا باشندہ ظاہر کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی شہر کے بادشاہ (نمرود) کے سامنے بت پرستی کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔ اس کے خدائی دعوے کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا تھا اور مندر کے بتوں کو رات کی تاریکی میں تبر مار مار کر توڑ دیا تھا۔ اس جرم کی پاداش میں انھیں چتا کی آگ میں بٹھایا گیا جس سے وہ بچ گئے اور وہاں سے ہجرت کر کے فلسطین کی طرف چلے گئے۔ یہ تورات کا بیان ہے۔ آثاری شہادتیں ظاہر کر رہی ہیں کہ ار کے بادشاہ آخری دور میں اپنی پرستش کرانے لگے تھے۔ بت پرستی عام تھی۔ اس کے کھنڈروں سے متعدد پرانے بتوں کا شکستہ حال میں ملنا ظاہر کرتا ہے کہ انھیں ضرور کسی بت شکن سے واسطہ پڑا ہو گا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا نرعداد کے کتبے کی عبارت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق سمجھنا قرین قیاس ہے یا نہیں؟ جس میں ناعید شمش باغی کے اخراج اور ار کو فتنے سے بچانے کا ذکر درج ہے اور اس واقعہ کو اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ اس کی یادگار میں بادشاہ نے ایک عمارت بنوانے کی ضرورت محسوس کی۔ مغرب کے بعض علمائے تحقیق ار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کا زمانہ اس سے سو ڈیڑھ سو سال بعد قرار دے رہے ہیں لیکن ہمارا خیال ہے کہ نرعداد کا کتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہے جس میں انھیں ناعید شمش (سورج کا منکر) ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ نام سامی الاصل ہے اور یہ ہے کہ اس دور میں صحرائے عرب کے لوگ جن کو عام مروج اصطلاح میں سامی کہا جاتا ہے اور جنھیں سمیری کتبوں میں اموری اور ہبیرو (عبرانی) کا نام دیا گیا ہے کافی تعداد میں سمیریہ کے شہروں اور دیہات میں آباد ہو چکے تھے اگر نرعداد کا کتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے متعلق ہے تو ان کی ہجرت کا وقت ۲۱۴۱ ق-م سے ۲۱۲۰ق-م کے درمیان کسی وقت سمجھا جا سکتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یورپ کے بعض علمائے تحقیق کا خیال ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ار کے تیسرے شاہی خاندان کے کسی بادشاہ کے ہم عصر تھے کیوں کہ اسی خاندان کے بادشاہ اپنی پرستش کرایا کرتے تھے اس خاندان کا خاتمہ ۲۳۰۱ق-م میں یا ۲۲۷۰ق-م میں ہو گیا تھا۔ بعض عالموں کی رائے ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل کے بادشاہ حمواربی کے ہم عصر تھے جس کے عہد حکومت کا اندازہ ۲۰۶۷ق-م سے ۲۰۲۴ق-م تک کیا گیا ہے۔ کیوں کہ یہودیوں کی روایات میں امرافیل شاہ شناز کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم عصر ظاہر کیا گیا ہے جسے حمواربی کی بگڑی ہوئی صورت سمجھا جا رہا ہے اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیس سال کی عمر مین ہجرت کی ہو تو حمواربی کے عہد میں ان کا کنعان میں موجود ہونا ممکن ہے کیوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک سوس بیس سال کی عمر پائی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے کنبے یا قبیلے سمیت ار سے ہجرت کر کے حران کی طرف چلے گئے جو شرق اردن کی ایک بستی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم خانہ بدوش چرواہوں کی قوم تھی۔ یہودیوں اور مسلمانوں کی مذہبی روایات سے پتا چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر بھی گئے تھے اور مصر کے بادشاہ سے ملے تھے جس نے آپ کی بہت تعظیم کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حجاز کی پہاڑیوں میں جہاں مسلمانوں کا مقدس شہر مکہ آباد ہے خدا کو ایک ماننے والوں کے لیے مسجد تعمیر کی۔ اس جگہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی ہاجرہ اور ان کا بیٹا اسمٰعیل ایک چشمے کے قریب آباد ہو گئے۔ یہ چشمہ چاہ زم زم کہلاتا ہے اور مسجد جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کی تھی کعبہ اور بیت اللہ (خدا کا گھر) کے نام سے مشہور ہے۔ مسلمان ان مقامات کو بہت مقدس سمجھتے ہیں اور ہر سال وہاں حج کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ اس عبادت گاہ کے قریب ہر سال جمع ہونے اور اس کا طواف کرنے کی رسم عربوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے وقت سے چلی آ رہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی پوجا کے خلاف آواز بلند کی تھی اور پرانے طریق عبادت کے بجائے ایک خدا کی پرستش رائج کرنے کی کوشش کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ عرب اور فلسطین کے بہت سے خانہ بدوش قبیلے ان کے بتائے ہوئے مذہب کے پیرو اسی دور میں بن گئے تھے۔ بعد کے دور میں عبرانی قوم جو یہودی کہلائی اور عرب جو مسلمانوں کہلائے اس مذہب کے پر جوش علم بردار بنے۔ جن کا حال اپنے اپنے موقع پر بیان کیا جائے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وادی النیل کا تمدن

تین ہزار چار سو سال قبل مسیح سے نیل کی وادی کا ملک ایک ہی بادشاہ کے زیرنگیں آچکا تھا۔ فراعنہ مصر اس سرزمین پر اطمینان خاطر سے حکومت کر رہے تھے کیوں کہ انھیں کسی طرف سے بیرونی حملوں کا خطرہ نہ تھا اور ملک طوائف الملوکی سے نجات پاکر داخلی امن کی نعمت سے بھی مالا مال ہو رہا تھا۔ تین ہزار سال ق۔م کے قریب مصر پر فراعنہ کا دوسرا خاندان حکومت کر رہا تھا جس کے ایک فرعون خاسے خموئی کے مقبرے سے سونے کی ڈلی ملی ہے۔ خاسے خموئی کے بیٹے نروسر نے اپنے وزیر اعظم ام ہوتف کے زیر ہدایت و نگرانی پہلا سیڑھیوں والا اہرام بنایا۔ اس اہرام کے اردگرد پانچ ہزار گز لمبی اور تین ہزار گز چوڑی دیوار بنائی گئی۔ اس دیوار کے اندر برآمدہ تھا جس میں ۴۸ ستون تھے۔ ہر ستون کی گولائی تین فٹ اور اونچائی سولہ فٹ تھی۔ ان ستونوں پر پچی کاری کے کام سے نقش و نگار بنائے ہوئے تھے، اس اہرام کی یہ شان ظاہر کرتی ہے کہ پتھر سے عمارتیں بنانے کا کام بہت پہلے سے شروع ہو چکا تھا اگرچہ اس سے پہلے کی کسی عمارت کے آثار تا حال نہیں ملے۔ ایک بھوج پتر کی تحریر سے جو بعد کے زمانے میں لکھی گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ خاسے خموئی نے بھی ایک مندر تعمیر کرایا تھا۔ دوسرے اور تیسرے خاندان کے فراعنۂ مصر نے اور اہرام[1] بھی بنوائے جو فن تعمیر کی تدریجی ترقی کا اظہار کرتے ہیں۔ چوتھے خاندان کے بادشاہ خوفو نے غیزہ میں جو اہرام بنوایا وہ عجائبات عالم میں سے ہے۔ اس اہرام کا ہر پہلو ۷۰۰ فٹ طول رکھتا ہے۔ تینوں پہلو اس صحت کے ساتھ برابر ہیں کہ ان میں انچ کا فرق بھی نہیں۔ پتھر کی سلیں اس خوبی سے جوڑی گئی ہیں جسے عینک

۱۔ اہرام مخروطی شکل کی سہ پہلو عمارت ہے جو پتھر کی سلوں سے بنائی گئی ہے۔ ان عمارتوں میں قدیم مصری اپنے مردے دفن کیا کرتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساز شیشے جوڑتا ہے۔

اہراموں کی اونچائی سو فٹ سے ۴۷۰ فٹ تک ہے۔ غیزہ کا اہرام سب سے بلند ہے ام ہوتف نے پہلا سیڑھیوں والا اہرام بنایا فن تعمیر کا ماہر اور طبیب و حکیم تھا۔ قدیم تمدن کی بہت سی ترقیات اسی شخص کے فکر و علم کی مرہون احسان ہیں۔ اس شخص کو مصر کے لوگ بڑے ہی احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بعد میں اسے دیوتا خیال کر کے اس کی پرستش کرنے لگے۔

فراعنۂ مصر کے پانچویں خاندان کا بانی اسر کاف تھا جو رے دیوتا (سورج دیوتا) کے مندر واقعہ سیلیوس پولس کا پجاری تھا۔ روایت یہ ہے کہ رے اسر (سورج دیوتا کا پجاری) کی بیوی سے دیوتا ہم بستر ہوا جس سے اسر کاف پیدا ہوا۔ پجاریوں کے اس خاندان کے عہد میں سورج کی پرستش کے دین کو بہت فروغ ہوا اور فراعنۂ مصر بہت مقدس شمار ہونے لگے۔ اس خاندان کے ایک بادشاہ کے عہد میں جزیرہ نمائے سینا کے قبائل نے جو فلسطینی تھے شورش کا علم بلند کیا اور کوہ سینا کی کانوں سے تانبا وغیرہ نکالنے کے کام میں رخنہ اندازی کی۔ ایک مصری سردار انتی کے زیر کمان مہم بھیجی گئی جس نے قبائل کی بستیوں پر حملہ کر کے بہتوں کو قتل کر دیا اور بقیۃ السیف کو قید کر کے مصر لے آیا اور مصریوں کا غلام بنا دیا۔ اس خاندان کا عہد ۲۷۰۰ ق۔م تک شمار کیا گیا ہے۔

چھٹے خاندان کے تیسرے بادشاہ پپی اول کے عہد میں سینا کے ''ان لوگوں نے جو ریگستان میں آباد تھے'' پھر شورش کی۔ ایک سردار روفی کے زیر کمان تعزیری مہم بھیجی گئی جس نے ''ہر باغی کو قتل کر کے شورش کا خاتمہ کیا''۔ پپی اوّل کا ایک مجسمہ جو پورے سائز کا اور تانبے کا بنا ہوا ہے قاہرہ کے عجائب گھر میں موجود ہے۔ یہ مجسمہ کھدائی میں برآمد ہوا تھا۔

۲۴۷۰ق۔م میں چھٹے خاندان کا خاتمہ ہو گیا اور ساتویں خاندان کے عہد میں ہر طرف بدامنی پھیل گئی۔ ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو گیا۔ جنوب کی طرف سے حبشی قبائل نے حملے شروع کر دیے۔ شمال مشرق سرحد پر کوہستان یہودیہ کے جنگجو قبائل یلغاریں بھیجنے لگے۔ سرزمین مصر کئی سو سال تک بدامنی اور تباہ حالی کا شکار بن کر رہ گئی۔ اس دور میں نئی تعمیرات تو کیا بن سکتی تھیں بہت سی پرانی عمارتیں کھنڈر بن گئیں اور خانہ جنگی لوگوں نے فراعنہ کے مقبروں سے بھی ایسا لوٹنا شروع کر دیا جنھیں قدیم مصری بڑے اہتمام اور عقیدت کے ساتھ ان کی مسالوں سے محفوظ کی ہوئی لاشوں کے ساتھ دفن کیا کرتے تھے۔ صرف دو مقبرے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بچ سکے جن کی تعمیرات بہت محکم تھیں۔

مصر قدیم کے اس پہلے دور تمدن کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ سونے، ہاتھی دانت اور تانبے کا کام بہت ترقی پر تھا۔ کاری گری بہت اچھا معیار اختیار کر چکی تھی۔ فن تعمیر بھی درجہ کمال تک پہنچ گیا تھا۔ یہ لوگ مردوں کے لیے پختہ قبریں بناتے تھے اور ان مقبروں میں ضروریات زندگی کا سامان بھی ساتھ ہی دفن کر دیتے تھے۔ غربا صرف مٹی کے برتن رکھ دینے پر اکتفا کرتے تھے اور امرا اور بادشاہ بڑی قیمتی چیزیں دفن کیا کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ جب تک جسم باقی رہتا ہے روح اس میں آتی رہتی ہے۔ اس لیے ابتدا میں وہ سوڈا ڈال کر نعش کو اچھا بنا دیتے تھے پھر وہ ممی بنانے لگے یعنی ایسے مسالے استعمال کرنے لگے جو جسم کو پائیدار اور محفوظ بنانے والے تھے۔ ابتدا میں وہ متوفی کی مورتی بنا کر ساتھ ہی دفن کر دیتے تھے تاکہ روح کو ثابت جسم نہ ملے تو اس مورتی میں داخل ہو جائے لیکن جب انھیں ممیاں بنانے کا فن آ گیا تو مورتیاں رکھنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ ان قدیم مصریوں میں موت کے بعد کی زندگی کا خیال بہت رائج ہو چکا تھا۔ مردوں کے لیے تو دور دراز سے پتھر لا کر پختہ مقبرے بناتے تھے لیکن خود بادشاہ اور امرا تک مٹی کے کچے جھونپڑوں میں گاؤں بنا کر رہتے تھے، عوام کا لباس ستر ڈھانکنے کے لیے زانو تک تہہ بند اور سر پر باندھنے کا رومال ہوتا تھا جو بعض پتھروں کی تصاویر سے عیاں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زرخیز اور حاصل ریز زرزمین کی پیدا کردہ ثروت و دولت میں عوام کا حصہ جو محنت و مشقت کرتے تھے بہت معمولی تھا۔ اس عہد میں پتھر سے برتن بنانے کے کام نے بھی خوب ترقی کی۔ ابتدا میں ہر شہر، ہر بستی، ہر گاؤں کا دیوتا الگ الگ تھا پھر نظم سلطنت کے نمونہ پر ان دیوتاؤں کے درمیان تعلق پیدا کر لیا گیا اور سب دیوتا ایک ہی کنبے کے افراد شمار ہونے لگے جن میں سے ہر ایک کا کام اور وظیفہ الگ تھا۔ مذہبی رسموں کی ادائیگی کے لیے پجاریوں کا طبقہ ضروری تھا جو آہستہ آہستہ بہت اہمیت اختیار کرتا چلا گیا اور قدیمی مصری سوسائٹی کا ایک اہم جزو بن گیا۔

بدامنی کا دور دورہ:

چھٹے خاندان کے خاتمہ (۲۴۷۰ق-م) کے بعد برائے نام بادشاہ بنتے رہے۔ اقتدار کی زمام پہلے امرا کے ہاتھ میں منتقل ہوئی پھر طوائف الملوکی اور بدامنی پھیل گئی۔ سرزمین پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قابض ہو گئے۔ جنوب کی طرف سے حبشیوں نے یلغاریں شروع کر دیں جن کے ساتھ نوبہ کے تیر کمان رکھنے والے لوگ بھی مل گئے۔ جنھیں مصریوں نے اپنا محافظ بنا کر وہاں آباد کیا تھا۔ مصر کی سرزمین گوناگوں آفات کی آماجگاہ بن گئی۔ اس دور کے آثار میں سے وہ بھوج پتر ہیں جن پر اس دور کے شاعروں اور ادیبوں نے نوحے لکھے ہیں۔ اس دور کو مصر کی تاریخ میں بکا و بین کا دور کہا جاتا ہے۔

لینن گراڈ کے عجائب گھر میں اس دور کا ایک پھٹا ہوا پیپرس (کاغذ) پڑا ہے جس پر سے یہ فقرہ صاف پڑھا جاتا ہے:

''فلسطین سے بھیڑ بکریاں چرانے والے قبیلوں نے مصر میں گھسنے کی کوشش کی تاکہ اپنی پیاس بجھانے اور اپنے گلوں کو بلانے کے لیے پانی حاصل کر سکیں (مانگیں)۔'' لندن کے عجائب گھر میں ایک مصری نوشتہ پڑا ہے جس پر ایک ''مصری دانش مند کا واویلا'' یوں مرقوم ہے:

> ''باہر سے ایک اجنبی قوم مصر میں داخل ہوئی ہے۔ جس نے دلدلی علاقوں کی سرزمین تمام و کمال ڈھانپ لی۔ زیریں مصر کے راستے بھی پامالی پر ناز کر رہے ہیں۔ ایشیائی دلدلی علاقے کی سرزمین کے ہنروں میں طاق ہیں۔ صحرائی قبیلے ہر جگہ مصر کے باشندے بن رہے ہیں۔ دلدلی علاقے کے باشندے ڈھالیں اٹھائے پھرتے ہیں۔''

ایک اور کاغذ پر نوویں خاندان کے ایک بادشاہ ابوسری کارا (ابوسریکرہ) کا نوشتہ درج ہے جو کہتا ہے:

> ''اس ذلیل ایشیائی کو دیکھو وہ کسی ایک مقام پر جم کر بیٹھ ہی نہیں سکتا۔ اس کی ٹانگیں ہر وقت حرکت میں رہتی ہیں۔ وہ ہوروس کے وقت سے لے کر اب تک برابر جدال و قتال میں مصروف ہے۔
>
> جب سے میرا دور دورہ ہوا ہے میں نے ڈیلٹا کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ ایشیائی کو برباد کر دے۔ میں نے ان کی سرزمین کے باشندوں کو قیدی بنا لیا ہے۔ میں نے ان کے گلوں پر حملے کیے ہیں۔ آمو (ایشیائی) مصر کے لیے ایک لعنت ہے۔ ابھی تجھے اس کی طرف سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غافل نہیں ہونا چاہیے۔ وہ اب بھی کسی دور افتادہ ڈیرے کو تاراج کر سکتا ہے لیکن وہ کسی آباد شہر پر اب کبھی حملہ نہیں کرے گا۔"

مصری دانش مند ایپو ویر کے نوحے میں لکھا ہے :-

"جنوبی دروازے (نوبہ) کے محافظ کہتے ہیں چلو ہم بھی لوٹیں۔ کمان والا تیار کھڑا ہے۔ شریر ہر جگہ موجود ہے جو لشکر ہم نے اپنے لیے بھرتی کیے تھے وہ کمان والوں سے جا ملے اور ہمیں تباہ کرنے کے لیے آ گئے ہیں۔"

آج لوگ شمال کی طرف بائبلوس جانے کے لیے بحری سفر نہیں کرتے۔ ہم ممیاں بنانے کے لیے دیودار کہاں سے لیں۔ جس کے عرق سے دینی پیشواؤں کو دفن کیا جاتا ہے۔ جس کے تیل سے سرداروں کے جسموں پر مالش کی جاتی ہے۔ دیودار اب نہیں آتا۔ سونا بھی مفقود ہے۔ غلے اور ایندھن کی بھی قلت ہے۔ زراعت کا حال بھی تباہ ہے۔ کسان اپنی ڈھال لے کر ہل چلاتا ہے۔ نیل میں طغیانی اب بھی آتی ہے لیکن اس کے لیے ہل چلانے والا کوئی نہیں۔ ہر طرف غلے کا کال ہے۔ آبپاشی کا نظام تباہ ہو چکا ہے۔ بالائی مصر خشک ویرانہ بن گیا ہے۔ سارا ملک صحرا بن رہا ہے۔

دھوبی اپنا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ ادنے لوگ ہر شے کے مالک بن رہے ہیں۔ کل جو اپنے لیے جوتا بھی نہیں بنا سکتا تھا۔ آج دولت مند ہے۔ امرا رو رہے ہیں۔ غریب خوش ہیں۔ ہر شخص کہتا ہے حکمران طبقے کا خاتمہ کر دو۔ سونا، یاقوت، چاندی، نیلم، پکھراج، قیمتی پتھر تمام عورتوں کے گلے میں نظر آتے ہیں۔ ملک میں ابھی اچھی چیزیں موجود ہیں لیکن گھر کی مالکہ کہتی ہے۔ کاش کھانے کے لیے کچھ مل جائے۔ شریف زادیوں کے اعضا چیتھڑوں کے باعث رسوا ہو رہے ہیں۔ شرفا کو ان لوگوں پر جن کے باپ دادا معزز نہ تھے کوئی ترجیح نہیں رہی۔ بادشاہوں کے بچوں کو دیوار پر مارا جا رہا ہے۔ (پروا نہیں کی جاتی) جو لوگ نفیس ململ پہنتے تھے وہ شکستہ حال ہیں۔ بیگمات کنیزوں کی طرح دکھ سہہ رہی ہیں۔ لونڈیاں زبان دراز ہو گئی ہیں۔ جب بیگمات بات کرتی ہیں تو نوکر چڑ جاتے ہیں۔ شہزادے بھوکے اور تباہ حال ہیں۔ رعایا کے لوگ امرا کی جگہ حاصل کر چکے ہیں۔ مصر کا غلہ عوام کی ملکیت بن گیا ہے۔ شہزادے گلیوں میں خوار پھر رہے ہیں۔ چند باغیوں اور اوباشوں نے ملک کو بادشاہت سے محروم کر دیا ہے۔ لوگوں نے پوریئس کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ عباؤں والے چیتھڑے پہن رہے ہیں۔ جس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے کبھی اپنے لیے کپڑا نہ بنا تھا اب دولت مند ہیں۔ کاریگر کام نہیں کرتے۔ دشمنوں نے ملک کی صنعت و حرفت تباہ کر دی ہے۔ نیک لوگ اس حال پر جو ملک کو پیش آ رہا ہے سوگوار پھر رہے ہیں۔ عورتیں کم ہو گئی ہیں اور جو ہیں وہ بچے نہیں جنتیں۔ وبا ہر طرف پھیل رہی ہے۔ ہر جگہ خون ہی خون ہے۔ موت کی کمی نہیں۔ کئی مردے دریا میں دفن کیے جاتے ہیں۔ دریا ہی ان کا مقبرہ ہے۔ ممی بنانے کی جگہ بھی دریا ہی بن گئی ہے۔ سارے ملک میں قحط کا دور دورہ ہے۔ شہر تباہ ہو چکے ہیں۔ مگر مچھ پیٹ بھر کر شکار کھا رہے ہیں۔ لوگ خود بہ خود ان کی طرف جا رہے ہیں۔ خانہ جنگی کے باعث بالائی مصر کے صوبوں نے خراج تک نہیں بھیجا۔ خوش وقتی اور تفریح ختم ہو چکی ہے۔ چھوٹے بڑے سب کہتے ہیں کاش ہم مر جائیں۔ کھانے کو کچھ نہیں ملتا۔ ہائے آج کا دن۔ آج کا دن کتنا تلخ ہے۔ زیریں مصر رو رہا ہے۔

ان بیانات سے جو خود مصر کے ادیبوں نے تحریر کیے وہ صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چھٹے خاندان کے خاتمے کے بعد مصر کی سرزمین بیرونی حملوں اور داخلی شورشوں کی آماجگاہ بن گئی جس کے باعث وہاں صدیوں نظم قائم نہ ہو سکا بلکہ ان نوحوں سے مصریوں کی قدیم معاشرت کا حال بھی روشن ہو رہا ہے۔ مصری دانش مند کا نوحہ بتا رہا ہے کہ مصر کی سوسائٹی اپنے خوش حال کے ہزار سالہ دور میں اعلیٰ اور ادنیٰ دو طبقوں میں منقسم ہو چکی تھی۔ فرعونوں، مذہبی پیشواؤں، امیروں اور سرداروں کی اولاد بہت معزز سمجھی جاتی تھی اور عوام محض ان کے خادم تھے۔ شان سے رہنا، نعمتوں سے فائدہ اٹھانا، اچھے کپڑے پہننا، قیمتی سامان استعمال کرنا، شان و شوکت کی زندگی بسر کرنا اعلیٰ طبقے کا آسمانی حق سمجھا جاتا تھا کیوں کہ مصری دانش مند امیر طبقے کے پست ہونے اور غریبوں کے ابھرنے پر بہت کچھ تعجب اور حیرت کا اظہار کر رہا ہے۔ اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انقلاب سے پہلے کے دور میں جوتا بنانے والے کو خود اپنے لیے جوتا بنانے کی توفیق حاصل نہ تھی۔ ہر قسم کی حرفت کے کاریگر صرف امیروں کی آسائش کے لیے کام کرتے تھے۔ غلہ "عوام کی ملکیت" نہ تھا۔ جب انقلاب کے باعث عوام کی ملکیت [illegible] کیا تو دانش مند مصری کو بہت تعجب ہوا جس کا اظہار وہ اپنے [illegible] سے [illegible] افسوس ہے کہ اعلیٰ طبقے کے مرد عورتیں اور بچے [illegible] اور [illegible] سے محروم [illegible] جو فراعنہ مصر کے ہزار سالہ دور کے طرزِ حکمرانی کے باعث اس وقت کے معاشرتی نظام میں اور لوگوں کے افکار و اذہان میں اچھی طرح ثبت ہو چکا تھا۔ [illegible] ان حالات میں مصر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی سرزمین کو عوام کے انقلاب سے دوچار ہونا پڑا تو تعجب کی بات نہیں۔

۲۱۶۰ ق - م میں نے تھیبس کے بادشاہ انطف نامی نے ملک کا امن بحال کیا اور ازسرنو منظم حکومت قائم کر کے گیارھویں شاہی خاندان کی بنیاد رکھی۔ بدامنی کے دور میں چار خاندان یکے بعد دیگرے برسراقتدار آئے لیکن ان کا اقتدار محض برائے نام تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زراعت کاری کی توسیع

تین ہزار ق - م سے دو ہزار ق - م تک زراعت کاری کا تمدن دریائے ڈینیوب کی وادی میں اندرون یورپ کی طرف پھیلتا ہوا ہنگری، ممالک بلقان اور جرمنی کے میدانی علاقوں تک جا پہنچا۔ اس دور کے مٹی کے برتنوں کی بناوٹ تاریخی ترقی ظاہر کر رہی ہے مشرقی حصے کے برتن ایشیائے کوچک کی صنعت سے بہت متاثر نظر آتے ہیں لیکن مغربی علاقوں کے برتن کی شکلیں اور بناوٹیں چمڑے کے ابتدائی برتنوں سے ملتی جلتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میدانوں کے وحشی قبائل جو شکار پر گزارا کرتے تھے۔ مشرقی کی طرف سے آنے والے آبادکاروں سے زراعت کاری کا فن حاصل کرکے ان میں گھل مل رہے ہیں۔ اس دور کے آثار میں تیر، بھالے، تیر اور لڑائی یا شکار کے ہتھیار نہیں ملتے۔ البتہ جوتے کی شکل کے ہلوں کے پھل اور وہ بھی پتھر کے بنے ہوئے دست یاب ہوئے ہیں۔ دھات کا استعمال یہ لوگ بہت کم کرتے تھے۔ ان کے ہاں سے مٹی کی بنی ہوئی پختہ مورتیاں ملتی ہیں جو ان کا تعلق ایشیائے کوچک سے ظاہر کر رہی ہیں۔ یہ مورتیاں غالباً ''بڑی مائی'' کی ہیں جس کی یہ لوگ پرستش کیا کرتے تھے۔

دریائے ڈینیوب کے ایک معاون دریائے آلٹ کی وادی سے جو کوہستان کارپیتھین کی مشرقی کمان کے اندر واقع ہے ایک جداگانہ تمدن کے آثار ملے ہیں جو زراعت کاروں کی ترقی یافتہ قوم کے وجود کا پتا بتا رہے ہیں۔ یہ لوگ مٹی کے رنگین اور منقوش برتن بناتے تھے۔ تانبے اور سونے کے زیور پہنتے تھے۔ سنگ مرمر اور دیگر قیمتی پتھروں کے ہار بھی پہنتے تھے۔ سیپ، دانت، ہڈیوں کے ٹکڑے وغیرہ بھی زیوروں کی طرح استعمال کرتے تھے۔ اسی تمدن کے آثار جنوبی روس کی حاصل خیز سیاہ مٹی والی سرزمین سے بھی ملتے ہیں جو بحیرۂ اسود کے شمال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں واقع ہے اور آج کل یوکرین کا صوبہ کہلاتی ہے۔ یہ لوگ غالباً اناؤ، ترکستان، بحیرۂ خیزر کے جنوبی علاقے، آرمینیا اور بحیرۂ اسود کے جنوبی علاقے میں بسنے والی اقوام ہی کی ایک شاخ ہوں گے جو آبنائے باسفورس کو عبور کر کے بحیرۂ اسود کے ساحل کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف رومانیہ، یوکرین اور دریائے آلٹ کی وادی میں پھیل گئے ہوں۔ اس تمدن والے لوگوں کا سراغ یونان کی سرزمین سے بھی ملتا ہے لیکن یہ بعد کے دور کی بات ہے جب یہ لوگ اس خطہ سے نکل کر یونان کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

کریٹ کے بحری تجارت کرنے والے باشندوں نے اس دور میں اپنے ہاں ایک مستقل ریاست قائم کر لی۔ کریٹ کے بادشاہوں کے عالیشان پختہ محلات زمین کھود کر نکالے گئے ہیں۔ جن کی شان و شوکت ظاہر کرتی ہے کہ کریٹ کے تجارت پیشہ لوگ بہت ثروت مند ہو گئے تھے اور وہ بھی سمیریہ اور مصر کی دیکھا دیکھی شاندار پختہ عمارتیں بنانے لگے تھے۔ یہ لوگ بھی ''بڑی مائی'' کے پجاری تھے۔ ان کے آثار میں بھی مٹی کی مورتیاں ملتی ہیں۔

چین کا ابتدائی تمدن :

ایشیا میں چین اور ہندوستان کے اندر زراعت کاروں کی بستیاں ترقی پذیر رہیں اور اس دور میں صرف چھوٹی چھوٹی شہری ریاستیں قائم ہوتی گئیں جو آپس میں برسرِ پیکار رہتی تھیں۔ چین کے تاریخی آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈھائی ہزار ق - م کے قریب چین کے شمالی حصے میں پہلے پانچ بادشاہ قائم ہوئے جنھوں نے ریاستوں کو مطیع کر کے ایک بڑی اور متحدہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ چین کی قدیم ترین تاریخی روایات کے مطابق چین کا پہلا شہنشاہ یاؤ نامی تھا جس نے دریائے ہوانگ ہو کی وادی، دریائے ینگ سی کیانگ کا زیریں طاس، پیکن تک کا شمالی میدان اور شان تونگ کا جزیرہ نما اپنے زیرِ نگیں کر لیا۔ بادشاہ بہت ہشیار تھا جس نے ''سیاہ بالوں والے لوگوں'' (قدیم باشندوں) پر دانائی سے حکومت کی اس کے عہد میں دریائے ہوانگ ہو میں زبردست طوفان آیا اور دریا پر بند باندھنے کی تدبیریں [illegible] یاؤ [illegible] ق - م تک حکمران رہا [illegible] اس بادشاہ کے نام کا [illegible] آج تک [illegible] ہے۔ [illegible] آب پاشی کی تنظیم کی۔ رمیوں کے درجے مقرر کیے، محاصل لگائے، دریاؤں کو قابو کیا، نہریں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نکالیں، نو صوبے بنائے، جنگل صاف کرائے، دلدلیں خشک کرائیں۔ بادشاہ عوام سے مالیہ، ریشم، روئی، گلہ، پوستین، فر، لومڑی کی کھال، موسیقی کے پتھروں، قیمتی پتھروں، موتیوں، دھات، چاندی، پتھر کے سوفاروں، ریچھ کی کھال اور چمڑے کی صورت میں وصولی کرتا تھا۔ اس کے عہد میں چینیوں نے کپڑا بننے اور رنگنے کی صنعت کو ترقی دی۔ یو نے مغربی پہاڑوں کی پیمائش کرائی اور وحشی قبائل کو حسن سلوک سے رام کیا۔ اسی خاندان کے ایک بادشاہ ما نامی نے ۲۱۳۹ ق - م میں صوبہ کان کے ایک وحشی قبیلہ ہومیو کے خلاف عسکری مہم اختیار کی۔ ۲۱۵۷ ق - م چنگ کنگ نامی ایک اور بادشاہ تخت نشین ہوا۔ جس کے عہد میں سرکاری جوتشیوں نے سورج گرہن کی اطلاع قبل از وقت نہ دی اس لیے عوام کو رسمیں ادا کرنے میں بڑی تکلیف ہوئی ان دو جوتشیوں کو قتل کرنے کا حکم صادر ہوا اور اس مقصد کے لیے بادشاہ کو باغی جوتشیوں کے خلاف عسکری مہم اختیار کرنی پڑی۔

اس دور کے چینی طاؤئیت کے قائل تھے جو معین معتقدات کا ایک مسلک تھا اس مسلک کے رو سے چینی پانچ چیزوں یعنی دھات، پانی، آگ، لکڑی اور مٹی کو درجہ اول کی مفید چیزیں سمجھتے تھے اور اعتقاد رکھتے تھے کہ انسانوں کو خدا کا حکم بادشاہ کی زبانی ملتا ہے۔ عام انسانوں اور بالخصوص بادشاہ کی غفلت اور کجروی سے بلائیں نازل ہوتی ہیں اور بلاؤں کے نزول سے پہلے کئی قسم کی علامتیں سورج اور چاند گرہن، دمدار ستاروں کے طلوع، ایک برج میں بعض ستاروں کے اجتماع وغیرہ کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں۔ بلائیں، بغاوت، زلزلہ، قحط، طوفان، فصلوں کی تباہی، اور عام وبا کی صورتوں میں نازل ہوتی ہیں۔ اس دور کے چینی ایک مخفی طاقت کو حاکم اعلیٰ مانتے تھے جو نیکی کا اجر اور بدی کی سزا دیتی ہے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ہر شخص کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور تعلقات و فرائض خوش اسلوبی کے ساتھ نباہنے چاہیں اس طرح سب کام ٹھیک چلیں گے۔

طاؤئیت کو چینی ''آسمانی راستہ'' سمجھتے تھے جو چین کے ایک قدیم بادشاہ فوہ ہی نے مرتب کیا تھا۔ فوہ ہی چین میں غالباً سب سے پہلا بادشاہ تھا۔ اس مسلک میں اچھے اصولوں پر زندگی بسر کرنے، ماں باپ کی محبت و اطاعت، وفاداری، شوہر اور بیوی کے وفادارانہ تعلقات، اطاعت اور اخلاص پر بہت زور دیا گیا ہے اور اس مسلک کے پیروؤں کا عقیدہ یہ تھا کہ کائنات کا حاکم اعلیٰ شانگ تی ہے جس کے ماتحت دیوتا، روحیں، اولیا اور ستاروں کے فرشتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ آسمان کی روح، زمین کی روح، اشیا کی روح، بھوت، پریت، شیاطین وغیرہ کی موجودگی کے بھی قائل تھے۔ ان روحوں کو خوش کرنے کے لیے قربانیاں دیتے تھے جن کے لیے موسم، وقت ہوا کے رخ وغیرہ کی شرطوں کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ بزرگوں کے مقبروں پر جا کر مرادیں مانگتے تھے۔ ان کی سوسائٹی میں حسب ذیل پانچ سزائیں رائج تھیں موت، جلاوطنی، تازیانہ یا لعنت، سلاخ اور جرمانہ۔ سزا دینے کے لیے تین جگہیں عدالت کا احاطہ، کھلا میدان اور چوک مقرر تھیں۔ ان میں آٹھ قسم کی موسیقی رائج تھی جو دھات، پتھر، سنکھ، مٹی کے برتنوں، لکڑی، چمڑے اور رسی کے اوزاروں سے پیدا کی جاتی تھی۔ کچھووں پر تعویذ بنا کر اور نردوں وغیرہ سے شگون لیتے تھے اور کسی اہم کام کا فیصلہ کرنے کے لیے بادشاہ کی رائے، سرداروں کی رائے، عوام کی رائے، نردوں کے شگون، کچھوے کے شگون سے استفسار کرنا لازمی خیال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ خاص مواقع پر ایک کتاب کھول کر فال بھی لیتے تھے جس میں ٹاؤ ازم کی ہدایات مرقوم تھیں۔ ۲۲۰۰ ق - م تک چین میں ریشم کا کپڑا چک کی صورت میں بنا جاتا تھا۔ رنگا ہوا چمڑا استعمال ہونے لگا تھا۔ پہلے نشے کے لیے ہلکی شراب اور گھوڑی کا پھٹا ہوا دودھ پیتے تھے لیکن دو ہزار قبل مسیح کے قریب تیز شرابیں بھی ایجاد ہونے لگیں۔ اس دور کے چینی طویل عمر کے شوقین تھے اور خیال کرتے تھے کہ نیک زندگی بسر کرنے کا صلہ طویل عمر کی صورت میں ملتا ہے۔ جوانی کی موت اور حادثے کی موت کو معیوب سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ نیک آدمی کو مرنے سے پہلے موت کے وقت کی خبر ہو جاتی ہے چینی اس زمانے میں اپنے لٹریچر کا کافی ذخیرہ جمع کر چکے تھے۔ ہیا خاندان کے ۲۸ بادشاہوں نے چین پر ۱۷۹۴ ق - م تک حکومت کی۔

دیگر ایشیائی ملکوں کی حالت :

ہندوستان میں اسی دور میں وادی سندھ کے آبادکاروں نے چھوٹی بڑی ریاستیں قائم کر رکھی تھیں لیکن ان کے آثار ابھی اس قدر فراوانی کے ساتھ دست یاب نہیں ہوئے کہ ان کے حالات پر روشنی پڑتی۔ ایشیائے کوچک میں حتی قوم کے لوگوں کی ریاستیں آباد تھیں اور در دانیال کے مشرقی ساحل پر حصارلک کی بستی تجارت کا بہت بڑا مرکز تھی۔

ترکستان کے زراعت کاروں کی آبادی اُناؤ کی دوسری تہہ کے آثار سے معلوم ہوتا ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اس دور میں یہ لوگ نئی نسل کے بیل، اونٹ، سوئر اور کتے پالنے لگے تھے۔ پتھر کی درانتیاں استعمال کرتے تھے۔ گوبھیے رکھتے تھے اور پتھر کے چول والے دروازے بنانے لگے تھے۔ تانبے کے خنجر اور بھالے بھی دست یاب ہوئے ہیں۔ ڈھائی ہزار ق - م کے قریب یہ بستی تباہ ہو جاتی ہے اور اس تباہی کے بعد آج تک آباد نہیں ہوئی۔ بربادی کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ شاید پانی کے وہ چشمے جن سے کاریزیں (زمین دوز نالیاں) نکال کر یہ لوگ اپنی فصلیں سیراب کرتے تھے خشک ہو گئے ہوں اس لیے یہ لوگ بستی چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ یا کسی وبا کا شکار ہوکر بھاگ گئے ہوں۔ تیسرا سبب یہ بھی قیاس کیا جا رہا ہے کہ سرسبز میدانوں کے خانہ بدوش قبیلوں نے حملہ کرکے اس بستی کا خاتمہ کر دیا ہوگا۔ جو اس زمانے کے بعد ایشیا اور یورپ کے بہت سے ملکوں میں پہنچے۔ شاید اُناؤ کی بربادی ان قبائل کی نقل و حرکت کا اولین شکار ہوئی ہو۔

وسطی ایشیا کے وسیع اور سرسبز میدانوں میں جن کا سلسلہ یورپ کے وسطی ملکوں تک پھیلتا چلا گیا ہے نوعِ انسانی کے خانہ بدوش قبیلے اس وقت کی دنیائے متمدن سے بالکل الگ تھلگ زندگی بسر کر رہے تھے۔ صحرائے عرب کے خانہ بدوش قبائل سے ان اقوام کی حالت مختلف تھی کیوں کہ عرب کے بدوی قبائل کے دائیں اور بائیں یعنی مشرق و مغرب میں سمیریہ اور مصر قدیم کی متمدن تہذیبیں ترقی کر رہی تھیں جن سے انھیں آئے دن مختلف قسم کے واسطے پڑتے رہتے تھے لیکن وسطی ایشیا کے سرسبز میدانوں میں بسنے والے قبائل کی دنیا ہی الگ تھی۔ وہ ان وسیع میدانوں میں جو ہزاروں میلوں تک دامن پھیلائے ہوئے تھے، اپنے مویشی کے گلے لیے پھرتے تھے اور ہزاروں میل ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر نکل جاتے تھے۔ خانہ بدوشوں میں خیل بندی کا طریق رائج ہونا بدوی زندگی کا ایک لازمی نتیجہ تھا۔ اس لیے ان کے مختلف خیلوں کے درمیان سرسبز گھاس والے خطوں پر قبضہ جمانے کے لیے لڑائیاں ہوتی تھیں اور جو قوم غائب آتی تھی وہ سرسبز خطے پر قبضہ جما کر اسے اپنی سرزمین سمجھنے لگتی تھی۔ ترکستانات، بحیرۂ خزر کے شمالی علاقے، وسطی روس میں سیاہ مٹی والی سرزمین کے شمال اور مشرق میں ایک ایسی قوم پھل پھول رہی تھی جو بیلوں، بھیڑوں، بکریوں کے گلے زیادہ پالتی تھی۔ اسی قماش کے لوگ افغانستان اور ایران کے کاہستانوں میں پھرتے تھے۔ ان اقوام نے نقل و حرکت کی سہولت کے لیے جانوروں سے بار برداری کا کام لینا شروع کر دیا۔ بیلوں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھوڑوں کو اس کام کے لیے استعمال کرنے لگے اور رفتہ رفتہ انھوں نے پہیے رکھنے والی بیل گاڑیاں ایجاد کر لیں جو حرکت اور کوچ کے وقت ان کے خیموں اور سامانوں کو اٹھا کر لے جانے کے لیے بہت کام آتیں۔ یہ آریہ نسل کے لوگ تھے جو گزشتہ کئی ہزار سال سے اس وسیع گہوارے میں پرورش پا رہے تھے۔

ان سے اوپر کے شمالی خطے میں جو منگولیا سے شروع ہو کر سائے بیریا کے جنوبی حصوں سے گزرتا ہوا وسطی روس کے بالائی حصے تک چلا گیا ہے۔ دوسرے ٹائپ کے قبائل متحرک زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس خطے میں گھوڑوں کی کثرت تھی اس لیے ان قبائل کے پالتو جانور زیادہ تر گھوڑے تھے، جن سے وہ اپنی خوراک کا گوشت حاصل کرتے اور بار برداری کا کام لیتے تھے۔ گھوڑوں کا دودھ بھی خوراک کے طور پر استعمال کرتے تھے اور غالباً اسی دور میں انھوں نے گھوڑے کو سواری کا جانور بھی بنا لیا تھا۔

اس خطے کے شمال کے سرد برفانی علاقوں میں جو کیمچکٹکا، شمالی سائے بیریا، شمالی یورپی روس، لیپ لینڈ، سویڈن اور ناروے پر مشتمل ہے رین ڈیئر پالنے والے اور شمالی کی سرد اور تند ہواؤں میں جفاکشی کی زندگی بسر کرنے والے قبیلے پھرتے تھے۔ یہ لوگ برفانی علاقے کے رہنے والے تھے اس لیے سمور اور اس علاقے کے دوسرے جانوروں کی کھالیں پہنتے تھے۔ رین ڈیئر ان کے بہت کام کی چیز تھی اس لیے اسے شوق سے پالتے اور اس سے کام لیتے تھے۔ شرق الہند کے ملکوں اور جزیروں، نیز افریقہ اور امریکہ کے براعظموں میں کئی ہزار سال پہلے کی بچھڑی ہوئی نوعِ انسانی کی جمعیتیں شکار کی تلاش میں سرگرداں تھیں۔

عام کیفیت :

گویا دو ہزار ق - م کے قریب سمیریہ اور مصر کے تمدن متعدد داخلی اور خارجی انقلابات کا تجربہ کرتے ہوئے کلی اقتدار رکھنے والے اور پرستش کرانے والے بادشاہوں کے زیر فرماں روائی ترقی کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ یورپ، ہندوستان اور چین کے دریاؤں کی وادیوں میں زراعت کاروں کی بستیاں پھیل رہی تھیں اور چھوٹی بڑی ریاستیں قائم ہونے لگی تھیں۔ وسط ایشیا کے پہاڑوں اور میدانوں میں خانہ بدوش اقوام کی متعدد شاخیں نشوونما پا رہی تھیں اور افریقہ، آسٹریلیا اور امریکہ میں انسان ابھی شکاریوں کی وحشیانہ سی زندگی بسر کر رہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔

ڈھائی ہزار ق - م سے دو ہزار ق - م تک کے عرصے میں وسطی افریقہ، عرب اور وسط ایشیا کے بدوی قبائل میں حرکت کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ جو سمیریہ اور مصر کی متمدن آبادیوں کے لیے تکلیف اور پریشانی کا موج بنتی رہتی ہے۔ یہ لوگ پتھر سے بنائی ہوئی کلھاڑیاں اور گرزیں استعمال کرتے تھے۔ یورپ کے مختلف ملکوں سے ان اوزاروں کا ملنا ظاہر کرتا ہے کہ جنوبی روس کے یہ بدوی قبیلے یورپ میں گھس کر وہاں کی امن پسند زراعت پیشہ آبادیوں کے حکمران بن گئے تھے۔ ان کے پھیلاؤ کے آثار ہنگری اور جرمنی میں بہت زیادہ ملتے ہیں۔ وسط ایشیا کے قبائل کی حرکت کے باعث متمدن انسانوں کی ایک بستی اناؤ جو مغربی ترکستان میں مدت سے آباد تھی ڈھائی ہزار سال ق - م کے قریب تباہ ہو جاتی ہے اگر سمیریہ میں گوتیوں کی یلغار کو ان ہی قبائل کے دباؤ کا نتیجہ سمجھا جائے تو بعید از قیاس نہ ہوگا۔ سمیریہ کی مملکت کو عرب کے بدوی قبائل کی نقل و حرکت کے باعث جو افتادیں پیش آتی ہیں ان کا تذکرہ اسی باب میں کیا جا چکا ہے۔ مصر پر حبشی قبائل کی یلغار کا حال مصری واناؤں کے ان نوحوں سے کھلتا ہے جو بھوج پتر پر لکھے ہوئے ملے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتواں باب

برانز دھات کا زمانہ

(دو ہزار سال ق۔م سے ایک ہزار سال ق۔م)

اوزار سازی کے لیے برانز دھات کا استعمال۔ جزیرہ کریٹ کا تمدن۔ ترقی یافتہ آرٹ۔ تجارتی سرگرمیاں۔ متمدن ملکوں پر بدوی اقوام کی یلغاریں۔ حتی۔ کسدی۔ عیلامی اور چرواہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل۔ آریہ قبائل کی نقل و حرکت۔ ٹرائے کا معرکہ۔ ایران میں زرتشت کا ظہور۔ ہندوستان میں مہا بھارت اور رامائن کے واقعات۔ شری کرشن اور رام چندر جی۔ شاہی نظام حکومت کا استحکام۔ پانچ بڑی اور روایتی جنگیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برانز دھات کے اوزار

دو ہزار ق۔م سے ایک ہزار ق۔م تک کے دور میں جنوب مغربی ایشیا، مصر، جزائر ایجئین، یورپ کے ممالک، وسط ایشیا اور چین تک کے آثار میں برانز دھات کے اوزار کثرت سے ملتے ہیں جو اس دور کے انسانوں کی صنعتی ترقی کا پتا دے رہے ہیں۔ پچھلے دور کی متمدن اور ترقی یافتہ اقوام کے حالات میں بتایا جا چکا ہے کہ تانبے اور سونے کو کانوں سے نکال کر زیوات یا ثروت کے طور پر استعمال کرنے اور رکھنے کا رواج تین ہزار سال ق۔م بلکہ اس سے بھی پہلے شروع ہو چکا تھا۔ کوہستان زیگرس، ایشیائے کوچک، جزیرہ نمائے سینا، جزیرہ قبرص اور ہسپانیہ کی کانوں سے تانبا حاصل کرنے کا کام بہت دیر سے جاری تھا۔ اس کے علاوہ ٹرانسلوینیا اور جنوب مغربی ایشیا کی کانوں سے سونا نکالنے اور اسے قیمتی تجارتی مال کے طور پر بادشاہوں کے درباروں تک لے جانے کا سراغ بھی مصر و عراق کے آثاروں سے مل چکا ہے۔ تانبا اور سونا دونوں نرم دھاتیں ہیں جن سے تیز دھار والے اوزار جو شکار اور جنگ میں کام دے سکیں نہیں بنائے جا سکتے تھے۔ اس لیے ان سے جو اشیا بنائی جاتی تھیں وہ محض آرایشی اور نمایشی ہوتی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سو ہزار ق۔م کے قریب حصارلک کی تجارتی بستی کے کاری گروں کو تانبے میں دس فیصد قلعی ملا کر ایسی سخت دھات بنانے کا گر ہاتھ آ گیا جس سے تیز دھار والے سخت اوزار کامیابی کے ساتھ بنائے جا سکتے تھے۔ حصارلک کی بستی ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر در دانیال کے قریب آباد تھی جس کے تہ بہ تہ آثار کھودے جا چکے ہیں۔ ان آثار سے بہت سے قیمتی تاریخی سراغ ملے ہیں۔ حصارلک کے مشرق میں جو پہاڑ قریب ہی واقع ہیں وہاں تانبے کی کانیں تھیں۔ غالباً قلعی بھی ان کانوں سے ملتی ہو گی۔ حصارلک کے باشندے جو پہلے مٹی کے برتن اور دیگر دستی مصنوعات کو جزائر ایجئین کے کشتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ران بحری تاجروں کے ہاتھ فروخت کیا کرتے تھے اب برانز دھات کے اوزار بھی بیچنے لگے۔ ظاہر ہے کہ حصارلک کے تاجروں نے تانبے کے ساتھ قلعی ملا کر برانز دھات بنانے کے راز کو صدیوں اپنے تک اور اپنی اولاد تک ہی محفوظ رکھا ہو گا لیکن ان اوزاروں کی مانگ اتنی شدید تھی کہ برانز کے اوزار کلھاڑیاں، خنجر، چھریاں نیزوں کے پھل اور تیروں کے سوفار وغیرہ سو دو سو سال کی مدت میں آئرلینڈ سے لے کر چین تک پھیل کر استعمال ہونے لگے۔ یورپ کے اکثر حصوں سے اس دور کی جو اشیا ملی ہیں ان میں مٹی کے برتنوں کے ڈیزائن اور برانز دھات کے اوزاروں کی ساخت صاف پتا دے رہی ہے کہ ان سب کا اصل منبع ایک ہی ہے اور وہ حصارلک کی بستی ہے جو اس زمانے میں دنیائے مشرق و مغرب کے درمیان بہت بڑا تجارتی مرکز تھی۔

حصارلک کی بستی ۱۹۰۰ق-م کے قریب ایک بدوی کی یلغار کا شکار ہو کر تباہ ہو گئی اور صدیوں اپنی سابقہ عظمت حاصل نہ کر سکی۔ ظاہر ہے کہ اس افتاد کے بعد حصارلک کے کاری گر گرد و پیش کے ممالک میں بکھر گئے ہوں گے بلکہ قلعی اور تانبے کی کانوں کے پیچھے دور دور تک جا پہنچے ہوں گے۔ اس تباہی کے باعث برانز دھات بنانے کا علم اطراف و اکناف عالم میں پھیل گیا اور اس دھات کے اوزاروں کا استعمال اتنا عام ہو گیا کہ اس نئی دریافت کے باعث اس ہزار سالہ دور کا نام تاریخ کے اوراق میں برانز دھات کا زمانہ قرار پا گیا ہے۔

جزیرہ کریٹ کا تمدن :

اس دور میں جزیرہ کریٹ کا تمدن باقی ملکوں سے بہت پیش پیش نظر آ رہا ہے۔ کریٹ اور اس کے نواحی سمندر بحیرہ ایجئین کے جزیروں کے باشندے صدیوں سے کشتی رانی کے ذریعے بحری تجارت کر رہے تھے۔ پہلے ان کی آمد و رفت مصر، شام، ایشیائے کوچک، یونان، سسلی اور اٹلی تک محدود تھی لیکن جوں جوں کشتی سازی کا فن ترقی کرتا گیا۔ کریٹ کے تاجر دور و دراز کا سفر اختیار کرنے لگے۔ ہسپانیہ، پرتگال، مغربی فرانس اور آئرلینڈ تک کے ساحلی علاقوں میں کریٹی تمدن کے آثار پائے گئے ہیں۔ حصارلک کی مصنوعات کو یورپ میں فروغ دینے اور یورپ کے پس ماندہ لوگوں میں مدنیت کا شوق پیدا کرنے میں ان کریٹی تاجروں کا بہت حصہ ہے۔ کریٹی تاجر شام سے زیتون کا تیل اور لبنان سے دیوار کی خوش بودار لکڑی مصر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچاتے تھے اور یورپ کی پیداوار مثلاً سونا، تانبا، قیمتی پتھر، عنبر وغیرہ مشرق ملکوں میں لاکر فروخت کیا کرتے تھے۔ اس تجارت کے باعث یہ لوگ بہت مالدار ہو گئے۔ ان کے تمول کا سراغ کریٹ کے دو شہروں کے کھنڈروں سے نیز کریٹی تاجروں اور بادشاہوں کی قبروں سے ملتا ہے۔ کریٹ کے دو شہروں کنوسس اور فائیسٹس کے شاہی محلات کے نقشے بہت ترقی یافتہ نظر آ رہے ہیں۔ ان میں غسل خانے، نالیاں، پانی لانے کے نلکے، پرائیویٹ کمرے، سلوں کے فرش اور مندر جدا جدا نظر آ رہے ہیں۔ مٹی کے بنے ہوئے اونچے اور لمبوترے گھڑوں کے علاوہ جو زیتون کا تیل رکھنے لانے اور لے جانے کے لیے استعمال ہوتے تھے، مٹی کے نہایت نفیس اور نازک برتن بھی ملے ہیں جن کی دیوار اتنی پتلی ہے کہ اسے انڈے کے چھلکے سے مشابہت دی جا سکتی ہے۔ برانز دھات کی کلھاڑیاں، ٹکوے اور خنجر بھی ملے ہیں۔ ایک مندر سے ایسی دیوی کی مورتی ملی ہے جس کے دونوں ہاتھوں میں سانپ ہیں۔ قربان گاہ پر دو پھلوں والا کلھاڑا۔ سنگھ اور گھونگے بڑے ہیں۔ دیگر اشیا میں ایک سونے کا پیالہ ہے جس پر سنار نے دو بیلوں کی نہایت خوب صورت تصویریں بنائی ہیں۔ ہاتھی دانت اور سونے کی مورتیاں ہیں جو سانپوں والی دیوی کی ہیں اور ایسے غوطہ خور یا بازیگر لڑکوں کی ہیں جو چھلانگ لگا رہے ہوں۔ آخری دور کے محلات کی عمارتیں نئے ڈیزائن کی ہیں جن میں کھلے صحن بڑے ہال کمرے، کارخانے، مال گدام وغیرہ موجود ہیں۔ دیواروں پر تصویریں بنائی گئی ہیں ایک تصویر جو آرٹ کا اعلیٰ نمونہ ہے، ساقی کی ہے جس کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا گلاس (جام) ہے۔ تصویروں سے معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگ صرف جانگیا پہنتے تھے۔ کندھوں پر رومال ہوتا تھا جس کے دونوں سرے گلے کے قریب اگلی سوئی سے ٹانک لیے جاتے تھے۔ بازو پر کنگن پہنتے تھے۔ کپڑے منقش اور رنگ دار ہوتے تھے۔ عورتیں پشوازیں پہنتی تھیں اور گلے میں ایسی کرتیاں پہنتی تھیں جس کا گلا سینے کے ابھار تک کھلا ہوتا تھا اور گردن کے پیچھے ایک اوپر کو الٹا ہوا کالر ہوا کرتا تھا۔

کریٹ کے تاجروں نے یونان کی سرزمین پر بھی بستیاں قائم کر رکھی تھیں جہاں انھوں نے ایک نئی ریاست قائم کر لی تھی۔ اس ریاست کے بادشاہوں کی قبروں سے سونے کے نقاب ملے ہیں جو مردوں کے چہرے ڈھانپنے کے لیے رکھے گئے تھے۔ اس کے علاوہ سونے کی انگیائیں، سونے کے تاج، سونے کی مہریں، چوڑیاں اور پیالے بھی ہیں۔ اوزار برانز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دھات کے ہیں جن کے قبضوں پر سونے اور چاندی کی مرصع کاری ہے۔ شکار کے نظاروں کی تصویریں بنائی گئی ہیں۔ کریٹوں نے یونان کی سرزمین میں ڈیلفی کے مقام پر ایک بڑا مندر تعمیر کر رکھا تھا جس میں سانپوں والی دیوی کی پرستش ہوتی تھی اور مندر کی بڑی پجارن غیب کی باتیں بتایا کرتی تھی اور سوالوں کا جواب دیتی تھی۔

کنوسس کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷۰۰ ق-م کے قریب یہ شہر ایک دفعہ تباہ ہو کر پھر آباد ہوا۔ اس تباہی کی وجہ عام لوگوں کی بغاوت تھی جنھوں نے شاہی محلات نذر آتش کر دیئے۔ ۱۰۸۰ق-م میں کنوسس پھر تباہ ہوا اس دفعہ تباہی کی وجہ زلزلہ تھا۔ قریب تھا کہ آتش فشاں پہاڑ کے لاوے سے مٹی کے برتن برآمد ہوئے ہیں جو اس زمانے کی صنعت کا پتا دے رہے ہیں۔ ۱۴۰۰ق-م کے قریب کریٹ پر ایک اور تباہی آتی ہے اس کے محلات شہر اور بستیاں سب نذر آتش کر دی گئیں۔ اس تباہی کا سبب ایک نئی قوم کی یلغار سمجھی جا رہی ہے جو جنوبی روس کے میدانوں سے چل کر جنوب کی طرف بڑھتی ہوئی یونان کی سرزمین پر قابض ہو چکی تھی۔ یہ حملہ آور بدوی یعنی خانہ بدوش وحشی تھے اور ہیلی یا ہیلینی کہلاتے تھے۔ وسط ایشیا کے ان آریہ قبائل کے بھائی بند تھے جو اس زمانے میں ایران اور ہندوستان میں داخل ہو رہے تھے۔ اس تباہی کے بعد کریٹ پھر نہ ابھر سکا۔

کریٹ کے اس دور کا یہ تمدن اور تمول ظاہر کرتا ہے کہ کریٹ کے کشتی رانوں کی تجارت کتنے عروج پر پہنچی ہوئی تھی۔ یونان کے ہیلی قبائل کے حملے سے کریٹ کی بربادی کے بعد کریٹی باشندے شام کے ساحل پر جا کر آباد ہو گئے جہاں انھوں نے بستیاں اور ریاستیں قائم کیں۔ کریٹی پہلے بھی شامی نسل کے لوگ تھے۔ ساحل شام پر آباد ہونے کے بعد انھوں نے پھر کشتی رانی اور تجارت کا کام شروع کر دیا اور چند صدیوں میں پھر بحیرہ کی تجارت ان کے ہاتھ آ گئی۔ شام کے ساحل پر ان کی دو بستیوں ٹائر اوع سیدون[1] نے بہت ترقی کی۔ اگلے دور میں یہ بستیاں گزشتہ دور کے حصارلک اور کریٹ کی طرح دنیائے متمدن کا تجارتی مرکز بن گئیں۔ شام کے یہ جہاز ران تاریخ میں فینیقی کے نام سے موسوم ہیں۔

۱- صور اور صیدا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خانہ بدوش اقوام کی یلغاریں :

جنوب مغربی ایشیا اور مصر کی سرزمین جو دو ڈھائی ہزار سال سے تمدن و ترقی کا گہوارہ چلی آتی تھی اس دور کے آغاز مین خانہ بدوش وحشی قبائل کی یلغاروں کی آماج گاہ بنی ہوئی نظر آتی ہے جس کے باعث تمدنی ترقی کی رفتار بہت سست پڑ گئی۔ اس زمانے کو (دو ہزار ق-م سے ڈیڑھ ہزار ق-م تک) اگر دور ظلمت و وحشت کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ حملہ آور قبیلے جنھوں نے ان ملکوں کو تاراج کیا تعمیر و تحریر کے فن سے ناآشنائے محض تھے۔ تاہم ان کی آمد سے ان ملکوں میں حمل و نقل کے ایک نئے ذریعے گھوڑے اور رتھ کا استعمال رائج ہوا جسے یہ حملہ آور اپنے ہمراہ لے کر آئے تھے۔ حمورابی کے زمانے تک عراق (مملکت بابل) میں، اشوریہ میں، ایشیائے کوچک میں، شام و فلسطین میں اور مصر میں بار برداری کے لیے صرف گدھوں اور اونٹوں کو استعمال کیا جاتا تھا۔ ان ملکوں میں بسنے والے لوگوں نے پہیے والی گاڑیاں جن کو بیل اور گھوڑے کھینچتے تھے ایجاد نہ کی تھیں۔ اس ایجاد کا سہرا وسط ایشیا کے خانہ بدوش آریہ قبائل کے سر پر ہے جن میں دو ہزار ق-م کے بعد ایک عام اضطراب پیدا ہوا وہ وسطی اور جنوبی یورپ، جنوب مغربی اور ان ملکوں کے حکمران بن گئے۔

سمیریہ، بابل، اشوریہ اور ایشیائے کوچک :

۱۹۰۰ ق-م کے قریب خانہ بدوشوں کی ایک قوم نے ایشیائے کوچک کی سرزمین کو سر کیا اور اس قوم کے سردار برناس نے اس سرزمین میں بادشاہی قائم کر لی۔ یہ قوم حتی کہلاتی تھی۔ حصارلک کی صنعتی اور تجارتی بستی کو تباہ کرنے کا شبہ بھی اسی بادشاہ برناس یا اس کے جانشین پر کیا جاتا ہے جس کے باعث حصارلک کے کاری گر جو برانز دھات کے اوزار اور خاص ڈیزائن کے مٹی کے برتن بناتے تھے دور دور ملکوں میں منتشر ہو گئے۔ حتیوں کے ایک دو کتبے جو کھدائی میں دست یاب ہوئے ہیں ظاہر کرتے ہیں کہ برناس اور اس کے جانشینوں نے ایشیائے کوچک کی سابقہ ریاستوں کے حکمرانوں کی شہزادیوں سے شادیاں کیں۔ ان شہزادیوں کے نام بھی بادشاہوں کے نام کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں۔ برناس کے جانشینوں نے اپنی مملکت کو وسعت دینے کے لیے کوششیں جاری رکھیں ۱۸۷۰ق-م میں حتیوں نے بابل کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاراج کیا جہاں حمورابی کی اولاد حکمران تھی۔ ان بادشاہوں کو خلیج فارس کی ساحلی ریاست کے حکمرانوں نے بہت پریشان کر رکھا تھا۔ جنھوں نے بابل تک پرانی سمیری مملکت کے تمام شہر فتح کر لیے تھے۔ اس ساحلی ریاست کے حکمران عرب کے ان بدوی قبائل میں سے تھے جو سمیریہ کی مملکت میں صدیوں سے داخل ہو رہے تھے اور طاقت پکڑ کر نیز سمیریہ کے داخلی انقلابات کے باعث دجلہ و فرات کے دھانے کی سرزمین میں اپنی مستقل ریاست قائم کر بیٹھے تھے۔

حتیوں نے بابل کو تاراج کرنے کے بعد وہاں حکومت قائم نہ کی۔ ان کا لشکر واپس چلا گیا۔ شہر جنوبی ریاست کے حکمرانوں کی مملکت میں شامل ہو گیا۔ تا آں کہ ۱۶۷۰ق-م میں شمال مغرب کے ایک بدوی قبیلہ کسدی کے بادشاہ گنداس نے بابل فتح کر کے وہاں نئے خاندان کی بادشاہی قائم کر لی۔ یہ کسدی ان لوگوں کی اولاد ہوں گے جو گو اور اور سو کے نام سے سمیریہ اور بابل کی شمال مغربی سرحد پر شورشیں برپا کرتے رہتے تھے۔ یا وہ وسط ایشیا سے آنے والے بدوی قبائل کی تازہ لہر ہوں گے۔ یہ لوگ کھلی رنگت کے تھے اور ان کی آمد کے باعث عراق میں گھوڑے اور رتھ کا رواج چلا۔ اسی لیے یہ سمجھا جاتا ہے کہ کسدی بھی حتیوں کی طرح آریہ قوم کے لوگ تھے۔

حتیوں کے آریہ ہونے کا ایک زبردست ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ ان کی پرانی اور اصلی زبان کے کتبوں میں ورونا، متھرا، اندرا، نسانی انا دیوتاؤں کے نام درج ہیں۔ یہی نام ان آریاؤں کی کتابوں میں بھی ملتے ہیں جو اس دور میں افغانستان کی راہ سے پنجاب کی سرزمین میں داخل ہوئے تھے۔

ان بدوی قبائل کے ایک قبیلہ نے شرق اردن میں ایک ریاست قائم کی جو میتنی کلاتی تھی۔ اس ریاست کے بعض حکمرانوں نے شاہان مصر کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر لیے تھے۔ یہ ریاست اس دور کے نصف آخر میں حتیوں کی مملکت اور مصریوں کی سلطنت کے درمیان بفر (فاصل) کا کام دیتی رہی۔ آثار سے کھری قبیلہ کی ایک ریاست کا حال بھی معلوم ہوتا ہے جو شام کی سرحد پر قائم ہوئی۔

اشوریہ میں جس کا محل وقوع کردستان میں تھا وہاں کے مقامی بادشاہ حکمرانی کرتے رہے۔ کوئی ایسی آثاری شہادت نہیں ملی جس سے اس ریاست کے داخلی یا خارجی انقلاب کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حال کھلتا۔

حتی اور کسدی اقوام کے لوگ نیز خلیج فارس کی ساحلی مملکت کے حکمران بدوی قبائل سے تعلق رکھتے تھے اس لیے ان کے بادشاہوں کے کتبے بہت کم دست یاب ہوئے ہیں۔ ان کے ہاں سمیری اور بابلی کاتب اور منشی تحریر کا تھوڑا بہت کام سرانجام دیتے تھے۔ جو محض ریاستی خط و کتابت یا حسابات رکھنے کے متعلق تھا۔ کسدی بادشاہوں نے اپنی سرحدات پر حد بندی کے جو پتھر نصب کرائے اُن پر کتبے مفقود ہیں۔ بعض جانوروں اور انسانوں کی تصویریں بنائی گئی ہیں۔ ایک دو کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسدی خاندان کے کل چھتیس بادشاہوں نے یکے بعد دیگرے حکومت کی۔ اس طرح ایشیائے کوچک کے حتی بادشاہوں کی بعض نامکمل سی فہرستیں بھی ملی ہیں۔ ان فہرستوں سے نیز بعد کے واقعات کی بیرونی آثاری شہادتوں سے پتا چلتا ہے کہ ایک ہزار ق۔م تک عراق اور ایشیائے کوچک میں حتیوں اور کسدیوی کا غلبہ رہا لیکن یہ کھلی رنگت والے لوگ ان ملکوں کے پہلے باشندوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر کے حلط ملط ہوتے چلے گئے۔

عیلامیوں کا تمدن :

عیلام کی قدیم ترین ریاست دجلہ و فرات کی سرزمین کی ریاستوں کے انقلابات و حوادث میں شروع ہی سے برابر کی شریک چلی آ رہی ہے۔ سوسہ کے آثار ظاہر کرتے ہیں کہ عیلامستان میں طوفان نوح سے پہلے متمدن بستیاں قائم ہو چکی تھیں۔ اس کے شہرون انشان اور آوان وغیرہ کا تذکرہ دجلہ و فرات کی سرزمین کی ریاستوں کے جھگڑوں میں بار بار آتا رہا ہے۔ آثار ظاہر کرتے ہیں کہ سمیریہ اور بابلیہ میں کسدیوں کی حکومت قائم ہونے پر عیلام کی ریاست قدیمی تمدن کی محافظ بن گئی۔ انطاش بہوبن شاہ عیلام کے ایک اور بادشاہ شہاک انشوشینک (۱۱۶۰ق-م سے ۱۱۰۱ق-م تک) نے عیلام کی سلطنت کو بہت توسیع دی۔ بہت سے مندر تعمیر کرائے۔ عمارتیں بنوائیں۔ یادگار قائم کیں۔ اس عہد کی بنی ہوئی ایک پیتل کی تختی ملی ہے جس پر منبت کاری سے عیلامی سپاہیوں کی تصویریں کندہ کرائی گئی ہیں۔ ان کے سروں پر خودیں ہیں۔ داڑھیاں ترشی ہوئی ہیں۔ اونچی آستینوں کے کرتے پہن رکھے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی شمشیریں ہاتھ میں ہیں۔ بائیں کندھے پر کمانیں لٹک رہی ہیں۔ پشت پر ترکش

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو سینے پر پیٹی سے بندھا ہوا ہے۔ کمر کی پیٹی میں گرز اٹکایا ہوا ہے۔ عیلام کے مندروں میں بادشاہوں اور شاہی خاندان کے افراد کی مورتیاں بھی رکھی جاتی تھیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ اپنی پرستش کراتے تھے۔ سوسہ کے قریب درختوں کا ایک مقدس جھنڈا تھا جس میں کسی انسان کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔(۱) لوگ اسے دیوتاؤں اور روحوں کا مسکن خیال کرتے تھے۔ ۱۱۳۰ق-م کے قریب بنوکدنضر اول شاہ بابل نے عیلام کو تاراج کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایلم میں دو سو سال کے لیے طوائف الملوکی کا دور دورہ رہا۔

مصر، فلسطین اور شام:

دو ہزار ق-م میں مصر میں گیارہویں شاہی خاندان کا بادشاہ ہوطپ حکمران تھا، جس نے مصر کی داخلی بدامنی کا جس نے معاشرتی اور سماجی نظام کو درہم برہم کر رکھا تھا خاتمہ کر کے از سرنو مصر کی متحدہ سلطنت قائم کی۔ اس بادشاہ نے تیس سال حکومت کی۔ اس کا عہد امن اور خوش حالی کا دور تھا۔ اس نے جزیرہ نمائے سینا میں کانوں پر قبضہ کرنے کے لیے ایک فوجی مہم بھیجی۔ اس کی وفات پر اس کے وزیر امے نیم ہط نے بارھویں شاہی خاندان کی بنیاد رکھی۔ یہ شخص بھی بڑا منتظم حکمران تھا۔ اس نے قاہرہ کے قریب ایک نیا شہر بسایا۔ اس کے جانشینوں نے نوبہ کی سونے کی کانوں اور سینا کی تانبے اور عقیق کی کانوں میں از سرنو کام شروع کرایا۔ ایک جانشین سن سوریت سوم نے دریائے نیل کی پہلی آبشار کے پاس نئی نہر کھدوائی تاکہ نیچے سے اوپر جانے والی کشتیاں آبشار سے بچ کر نکل سکیں۔ اس بادشاہ نے دوسری آبشار پر اپنی مملکت کی حد مقرر کی اور سرحدی چوکیاں قائم کر دیں تاکہ حبشی قبائل شمال کی طرف نہ آسکیں۔ اس خاندان کے بادشاہوں نے وادی سینا کے برباد شدہ کنوؤں کی مرمت کرائی اور نئے کنوئیں بنوائے۔ آبپاشی کے انتظام کو ترقی دی۔ ۱۷۸۶ق-م تک مصر میں خوش حالی اور فارغ البالی کا دور دورہ رہا۔ اس کے بعد حالات خراب ہو گئے۔ کیوں کہ مصر کے شمالی حصے میں جو دریائے

۱- شداد کے ارضی بہشت کے متعلق جو روایت مشرقی لٹریچر میں درج ہے وہ غالباً اسی جھنڈ کے متعلق ہو گی جس کے دروازے پر شداد نے جان دے دی تھی اس حادثے کے بعد اس ارضی بہشت (باغ) میں لوگوں نے داخل ہونا بند کر دیا ہو گا اور آہستہ آہستہ یہ باغ مقدس جھنڈ کی صورت اختیار کر گیا۔ مولف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نیل کے دھانے کی سرزمین ہے مشرق سے آنے والے بدوی قبائل گھس آئے تھے اور خود مصر میں خانہ جنگی رونما ہونے لگی تھی۔ اس خاندان کی ایک ملکہ کے خاوند نے ملکہ کی وفات پر بادشاہ بننا چاہا۔ تھیبس شہر کے باشندوں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور اپنا بادشاہ قائم کر دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر:

اسرائیلوں کی روایات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے حضرت یوسف علیہ السلام کے مصر کے بازار میں فروخت ہونے اور عزیز مصر (وزیر مالیات) کے گھر میں پرورش پانے کی جو داستان درج ہے، وہ اسی بارھویں خاندان کے کسی بادشاہ کے عہد سے متعلق ہو گی۔ یوسف علیہ السلام جو عزیز مصر بن کر اپنے بھائیوں کو مصر کی سرزمین میں آباد کرنے کا موجب بنے ۱۸۰۰ ق-م کے قریب مصر میں نشیب و فراز سے بھری ہوئی زندگی بسر کر رہے ہوں گے۔ روایت یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام ابھی بچے ہی تھے کہ ان کے سوتیلے بھائیوں نے انھیں عرب تاجروں کے ہاتھ جن کا قافلہ مصر کو جا رہا تھا غلام بچے کے طور پر فروخت کر دیا۔ مصر کے بازار میں عزیزِ مصر نے انھیں خریدا۔ یوسف علیہ السلام جوان ہوئے تو عزیزِ مصر کی بیوی نے ان پر بہتان لگا کر انھیں قید کرا دیا۔ یوسف علیہ السلام بارہ سال قید خانے میں رہے جہاں بادشاہ کا ساقی اور باورچی بھی قید تھے۔ یوسف علیہ السلام نے ان دونوں کو خوابوں کی تعبیر بتائی ساقی پھر یوسف علیہ السلام کی بتائی ہوئی تعبیر کے مطابق اپنے منصب پر بحال ہو گیا اور باورچی کو موت کی سزا ملی۔ چند سال بعد بادشاہ نے خواب دیکھا کہ گندم کی سات خشک بالیاں ہری بالیوں کو نگل گئیں اور سات دبلی گائیں موٹی تازی گائیوں کو کھا گئیں۔ درباری معبر تعبیر بیان کرنے سے قاصر رہ گئے ساقی کو یوسف علیہ السلام یاد آ گئے۔ اس نے بادشاہ سے تذکرہ کیا۔ یوسف نے تعبیر بتائی کہ پہلے سات سال خوش حالی کا دور رہے گا۔ پھر سات سال مسلسل قحط سالی کا دور دورہ ہو گا اس لیے بادشاہ کو چاہیے کہ خوش حالی کے دور میں غلہ ذخیرہ کر لے تاکہ قحط سالی کے زمانے میں کام آ سکے۔ بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کے عہدے پر فائز کر دیا تاکہ وہی غلے کو ذخیرہ کرنے کا انتظام کریں۔

قحط کا زمانہ آیا تو کنعان سے یوسف علیہ السلام کے بھائی غل خریدنے کے لیے مصر گئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں یوسف علیہ السلام نے انھیں پہچان لیا اور اپنے باپ اور بھائیوں کو اپنے پاس بلا لیا۔ اس واقعہ سے چھ سات سو سال بعد کی مصری تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیلی قوم یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد مصر کے ایک خطہ گاشن میں آباد تھی۔ اتنی صدیوں میں اس کی تعداد بہت بڑھ چکی تھی قبطی (مصر کے اصلی باشندے) انھیں اپنا غلام سمجھتے تھے اور ان سے جسمانی مشقتوں کے کام لیتے تھے۔

یوسف علیہ السلام کی داستان میں قحط سالی کے دور کا جو تذکرہ ہے وہ شام، فلسطین اور کنعان کے بدوی قبائل کے اضطراب کی وجہ کا سراغ بتا رہا ہے۔ جو اس زمانے میں ان بدوی قبائل کو مصر کی سرزمین کی طرف لایا اور مصر کی تاریخ میں زبردست انقلاب کا موجب بنا۔ یعقوب کے بارہ بیٹے تو یوسف علیہ السلام عزیز مصر کی وجہ سے گوشن میں آباد ہو گئے لیکن فلسطین، کنعان اور شام کے بدوی قبیلے مصر کی سرزمین میں بزور گھسنے لگے۔ جنھوں نے پلے ڈیلٹا کی سرزمین کو سر کیا پھر مصر کو فتح کر کے وہاں اپنی بادشاہی قائم کر لی۔

مصر کے چرواہے بادشاہ:

۱۷۹۰ ق-م سے ۱۶۹۰ ق-م تک مصر میں طوائف الملوکی کا دور دورہ رہا۔ اس دور میں مصر کے شمالی حصے میں فلسطین و کنعان کے چرواہوں نے اپنی ریاست قائم کر لی تھی۔ مصر کے اندر متعدد مقامات پر مقامی نوابوں کی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ تھیبس میں جو مصر کا پائے تخت سمجھا جاتا تھا یکے بعد دیگرے تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں خاندان کے بادشاہ متمکن ہوئے جن کی حکومت محض برائے نام تھی۔ ۱۶۹۰ ق-م کے قریب شمالی مصر کے ایک چرواہے بادشاہ نے تھیبس فتح کر کے مصر کے سولھویں شاہی خاندان کی بنیاد رکھی اس خاندان کے بادشاہ ہائیکوس کہلاتے ہیں۔ چوں کہ یہ لوگ بدوی تھے اس لیے ان کے زمانے کی تحریریں بہت کم ملتی ہیں۔ ان کی حکومت فلسطین و شام جو ان کا اصل وطن تھا پھیلی ہوئی تھی۔ فلسطین کے ایک مقام بیت فلیط سے مٹی سے بنائے ہوئے ایک زبردست قلعے کے ایک آثار ملے ہیں جس کے اردگرد اسی فٹ چوڑی اور ۲۴ فٹ گہری خندق تھی۔ اس قلعے کی قبروں میں لاشیں سیدھی لٹائی ہوئی ہیں۔ ان قبروں سے مٹی کے گھڑے اور برانز کے خنجر اور پن ملے ہیں یہ قلعہ چرواہے بادشاہوں نے مصر فتح کرنے کے بعد تعمیر کیا تھا۔ خندق کی موجودگی اس بات کا پتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے رہی ہے کہ ان چرواہے بادشاہوں کو ایشیائے کوچک کے حتیوں کے حملوں کا خطرہ رہتا تھا۔

ان چرواہے حکمرانوں نے حتیوں کی دیکھا دیکھی گھوڑے اور رتھ کا استعمال مصر میں رائج کیا۔

۱۶۲۰ق-م میں تھیبس کے نواب سیکن یزے نے بغاوت کر کے مصر کے سترھویں شاہی خاندان کی بنیاد رکھی۔ اس کے جانشینوں نے چرواہوں کو شمال کی طرف پیچھے دھکیلا۔ ۱۰۸۰ق-م میں اٹھارواں خاندان بر سر اقتدار آیا جس نے ۱۰۷۰ ق-م میں چرواہوں کو سرزمین مصر سے بے دخل کر دیا۔ وہ فلسطین و شام کی طرف واپس چلے گئے۔

اٹھارھویں خاندان کی ایک ملکہ ہط سپ سوط نامی نے ۱۰۱۴ ق-م سے ۱۴۷۹ق-م تک حکومت کی۔ اس ملکہ نے تھیبس میں ایک بڑا مندر تعمیر کرایا بیرونی ملکوں میں تجارتی وفد بھیجے اور مصر کی تجارت کو ترقی دی۔ سینا کی وادی مغارہ میں تانبے کی کانوں پر کام جاری کرایا۔

ثاٹمیس سوم فاتح شام:

اس ملکہ کے جانشین ثاٹمیس سویم نے فلسطین و شام پر یلغار کی کیوں کہ شام کے ایک بادشاہ کادیش نامی نے مصر کی سیادت کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ ثاٹمیس ۲۹ اپریل کو مصر سے چلا اور ۱۰ مئی تک شام کی سرحد پر پہنچ گیا۔ قلعہ میجدو پر لڑائی ہوئی۔ شامیوں نے شکست کھائی۔ کادیش بھاگ گیا۔ ثاٹمیس نے اکتوبر تک لبنان کا علاقہ سر کر لیا۔ اشوریہ کے بادشاہ نے ثاٹمیس کو تحائف بھیجے اس بادشاہ نے کادیش کی سرکوبی کے لیے کئی مہمیں بھیجیں آٹھویں مہم میں حلب کا شہر فتح کیا اور کادیش کو گرفتار کر لیا۔ ثاٹمیس نے مصر کے جنوب میں بھی دریائے نیل کی تیسری آبشار تک سلطنت کو وسعت دی۔ یہ بادشاہ تاریخ عالم میں نئی قسم کا فاتح ہوا ہے جس نے بیرونی ممالک کو سر کر کے اپنی سلطنت کو توسیع دینے کے لیے مہمیں اختیار کیں۔ اس سے پہلے بادشاہ محض تاخت و تاراج کرتے کرتے تھے۔ یا اپنے ہی ملک میں طوائف الملوکی کا خاتمہ کر کے ایک مملکت قائم کرتے رہے۔ اس لحاظ سے ثاٹمیس کو سکندر رومی، چنگیز خاں، سلطان سلیم اور نپولین وغیرہ کا پیش رو سمجھا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانشین امن ہوطپ دوم نے بھی شام چڑھائی کی۔ متینیوں کو شکست دی اور مال غنیمت میں پچیس من سونا اور چودہ سو من تانبے لے کر گیا۔ نیز شام کے پانچ سو روسائے قبائل کو یرغمال کے طور اپنے ہمراہ لے گیا۔

اس بادشاہ کے جانشین ثامیس چہارم نے ایشیائے کوچک کے حتیوں کا خطرہ محسوس کر کے جو شام کی سرزمین کو تہدید کر رہے تھے۔ متینی کی ریاست کے بادشاہ سے رشتہ داری قائم کر لی۔ اس کے جانشینوں نے بھی رسم کو جاری رکھا۔ ۱۴۰۰ ق-م کے قریب مصر کے بادشاہ ایمن ہوطپ سویم نے بابل کے کسدی بادشا کادش من انیل کی بہن سے شادی کی اور کسدیوں کو اپنا حلیف بنا لیا۔ امن ہوطپ سویم نے ۱۴۱۱ ق-م تک حکومت کی اور دو بڑے جشن منائے۔ اس بادشاہ کے عہد میں امری (عرب) قبائل نے شام کی سرزمین کو لوٹا اور شورش برپا کی۔ ایک اور صحرائی قبیلہ ہیبرو (عبرانی؟) نے بھی ہل چل مچائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ایمن ہوطپ چہارم تخت نشین ہوا۔ ایمن ہوطپ چہارم ایک شاعر بادشا تھا جس نے بھجن لکھے اور نیا مذہب رائج کرنے کی کوشش کی۔ آمن دیوتا کی پوجا کی جگہ آتن دیوتا (سورج) کی پرستش جاری کی۔ اس بادشاہ کی کوشش یہ تھی کہ مصری قوم ایک ہی دیوتا کی پجاری بن جائے کیوں کہ مصر میں کئی قسم کے مت رائج ہو چکے تھے۔ بعض لوگ آمن دیوتا کے پجاری تھے۔ کچھ شامیوں سے آسیریس دیوتا کی پرستش سیکھ چکے تھے۔ بعض قبیلے دریائی گھوڑے اور گیدڑ کے سر والی مورتیوں کی پوجا کرتے تھے۔ یہ بادشا اپنے نئے مذہب کو فروغ دینے کا بہت شایق تھا۔ اس نے اپنا لقب ''اتان کا مظہر'' اختیار کیا اور بیٹوں کے نام ''اتان کی پیاری'' اور ''اتان کی منظور نظر'' رکھے۔ اس کے بعد اس کے دو داماد یکے بعد دیگرے بادشاہ بنے۔ دوسرا طوطنع اتان تھا، جس نے اپنے خسر کے مذہب کو ترک کر دیا اور اپنا نام طوطنع آمن رکھ لیا تاکہ آمن دیوتا کے پجاری اس سے خوش ہو جائیں۔ طوطنع آمن کا مقبرہ کھولا جاچکا ہے۔ اس سے بہت سے قیمتی اشیا ملی ہیں۔ ان سب میں قابل ذکر چیز سونے کے دستے اور لوہے کے پھل والا خنجر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ کے عہد تک لوہے کی دھات دریافت ہو چکی تھی۔ طوطنع آمن کا عہد حکومت ۱۳۰۶ ق-م سے ۱۳۰۰-ق-م تک ہے۔ اس کی وفات پر اس کی ہشتاد سالہ بوڑھی دادی نے ایک بوڑھے مذہبی پیشوا سے شادی کر کے حکومت سنبھالنے کو کوشش کی لیکن سپہ سالار ہورم ہب نے بغاوت کر کے انیسویں شاہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاندان کی بنیاد رکھ دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل :

اسرائیلوں کی تاریخ میں جنھوں نے ایک ہزار ق-م کے بعد فلسطین پہنچ کر اپنی حکومت قائم کی، مصر سے بنی اسرائیل کی عام ہجرت کا واقعہ بہت اہم ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تلقینات سے متاثر ہو کر مصر چھوڑنے پر آمادہ ہوئے۔ مصر کی آثاری شہادتوں سے اس غلام قوم کی ہجرت کا کوئی سراغ تا حال دست یاب نہیں ہوا لیکن بعد کے واقعات کی تاریخوں کا حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی انیسویں خاندان کے کسی بادشاہ کا عہد پایا ہوگا۔ اکثر علمائے تحقیق کا خیال یہ ہے کہ یہ واقعہ انیسویں خاندان کے چوتھے بادشاہ رعمسیس دوم کے عہد میں رونما ہوا جس کی حکمرانی کا دور ۱۲۷۲ق-م سے ۱۲۳۴ق-م تک ہے۔ رعمسیس بہر حال جاہ وحشمت رکھنے والا بادشاہ ہو گزرا ہے۔ اس نے جنوبی سرحد پر حبشی قبائل کی سرکوبی کے لیے مہم بھیجی اور حبشہ کی سرزمین کو سر کیا۔ اس بادشاہ کی ممی بنائی ہوئی نعش ایک مقبرے سے دست یاب ہو چکی ہے اور ان دنوں قاہرہ کے عجائب گھر میں پڑی ہے۔ اس کے تاج کی ساخت اور شاہی اقتدار کے دوسرے نشانات سے پتا چلتا ہے کہ اس نے آمن اور آتان دونوں بڑے دیوتاؤں کا مظہر ہونے کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ مذہبی اور دینوی حیثیت کا جو بڑے سے بڑا اعزاز ممکن ہو سکتا تھا وہ مصریوں نے اس بادشاہ پر تفویض کر دیا تھا۔ جس انتہائی اعزاز کے ساتھ اس فرعون کو دفن کیا گیا وہ اس کے تابوت اور اس کے مقبرے کے سازوسامان سے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ اس بادشاہ کے عہد کی ایک تحریر سے اتنا سراغ ملتا ہے کہ بعض قبیلے گوشن کی ولایت میں رہتے تھے۔ جنھیں قبطی اپنا غلام سمجھتے تھے۔

روایت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون مصر کے دربار میں بنی اسرائیل کو اپنے ہمراہ لے جانے کا مطالبہ پیش کرنے اور معجزات دکھانے کے بعد ایک رات اپنی قوم کو لے کر مشرق کی طرف روانہ ہو گئے۔ فرعون کے لشکر نے تعاقب کیا۔ بنی اسرائیل معجزانہ طریق سے بحیرہ قلزم کی کھاڑی کو جو راہ میں حائل تھی عبور کر گئے۔ فرعون کا لشکر اس خلیج میں طوفان آجانے کے باعث غرق ہو گیا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل نے چند پشتوں تک جزیرہ نمائے سینا میں بدوی طریقے کی زندگی بسر کی۔ پھر یوشع نبی کی قیادت میں اس قوم کے قبیلوں نے فلسطین پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چڑھائی کی اور آہستہ آہستہ حتیوں اور دوسری قوموں سے لڑتے ہوئے اس سرزمین پر قابض ہو گئے۔ جہاں انھوں نے صدیوں حکمرانی کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے بہت جلیل القدر لیڈر تھے۔ انھوں نے یہودیوں کو مصریوں کی غلامی سے نجات دلائی سینا کی وادی میں ان کی تربیت کی اور انھیں بت پرستی سے ہٹا کر توحید پرستی کی تعلیم دی۔ نیز انھیں بتایا کہ خدا نے فلسطین کی سرزمین ایمان لانے کے انعام کے طور پر بنی اسرائیل کو دینے کا وعدہ کیا ہے۔

بعض محققین کا خیال ہے کہ بنی اسرائیل اٹھارویں خاندان کے بادشاہ ایمن ہوطپ سوم کے عہد میں (۱۴۱۱ق-م سے ۱۳۷۰ق-م تک) فلسطین کی حدود تک پہنچ چکے تھے کیوں کہ اس زمانے کی بعض تحریروں میں فلسطین میں ایبرو (عبرانی) قوم کی شورش کا حال بیان کیا گیا ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ریمیسیس دوم کا ہم عصر ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔

مصریوں اور حتیوں کی جنگ:

انیسواں خاندان ۱۲۳۴ق-م تک حکمران رہا۔ اس خاندان کے بادشاہوں نے بہت سے نئے مندر تعمیر کرائے اور متعدد نئی عمارتیں بنوائیں۔ آرٹ کی ترقی اور فن تعمیر کے کمال کے لحاظ سے یہ دور مصریوں کے عروج کا آخری دور ہے اس کے بعد کی تعمیرات میں فنی زوال کے آثار نمایاں طور پر نظر آ رہے ہیں۔ اس خاندان کے عہد کا اہم واقعہ ایشیائے کوچک کے حتیوں سے نبرد و پیکار کا بازار گرم ہونا ہے جنھوں نے اٹھارویں خاندان کے آخری بادشاہوں اخن آتان اور طوطنع آمن کی امن پسندی اور کم زوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شام کی سرزمین پر قبضہ کر لیا۔ انیسویں خاندان کے بادشاہوں نے شام کا ملک واپس لینے کے لیے حتیوں سے مسلسل جنگ کا معرکہ شروع کر دیا۔ ہورم ہب کے تیسرے جانشیں سیتی اول اور چوتھے جانشیں ریمیسیس دوم نے حتیوں کو شکست دے کر شام کی سرزمین پر از سر نو مصریوں کا تسلط قائم کیا۔ ۱۲۷۲ ق-م میں دونوں سلطنتوں کے درمیان معاہدہ طے ہوا اور مملکتوں کی حد مقرر ہو گئی۔ اس معاہدے کے ریکارڈ مصر اور ایشیائے کوچک دونوں جگہوں سے ملے ہیں۔ حتیوں اور مصریوں کے درمیان صلح تو ہو گئی لیکن ان جنگوں نے دونوں کو کم زور کر دیا۔ حتیوں کی مملکت جو متعدد مقامی ریاستوں کی ایک فیڈریشن تھی۔ شاہنشہ کی مرکزی طاقت کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کم زور ہو جانے کے باعث پارہ پارہ ہو گئی۔ مختلف اقطاع کے نوابوں نے اپنے اپنے ہاں آزاد حکومتیں قائم کر لیں۔ مصر میں ۱۲۳۴ء میں بیسواں خاندان حکمران ہوا جس کی گرفت شام وفلسطین پر بہت ڈھیلی پڑ گئی اور مصریوں نے مدتوں اس سرزمین کی طرف توجہ نہ کی جو ان کی مملکت کا جزو چلی آ رہی تھی شاید اس کا تعلق ریمیسیس دوم کے اس لشکر کی بحیرہ قلزم میں غرقابی سے بھی ہو جو بنی اسرائیل کا تعاقب کرتے ہوئے تلف ہو گیا تھا۔ اس حادثے کی معجزانہ خصوصیت نے ان کے حوصلے پست کر دیے ہوں لیکن اس واقعہ کے متعلق مصریوں کے ریکارڈ سے کوئی شہادت نہیں ملتی۔

مصریوں کی معاشرت :

دو ہزار ق۔م سے ایک ہزار ق۔م کے زمانے میں قدیم مصریوں کی معاشرتی حالت قریب وہی رہی جو اس سے پہلے کے دور کے اچھے حالات میں تھی۔ شاہی خاندان، روسا، امرا، مندروں کے پجاری حکمران طبقے کے افراد سمجھے جاتے تھے۔ عوام ان کے رحم و کرم پر تھے۔ اس دور میں متوسط طبقہ کے لوگوں کی موجودگی کا سراغ بھی ملتا ہے جو تاجر اہل حرفہ اور سرکاری ملازم ہوا کرتے تھے۔ تعلیم حاصل کرنے کا شوق بھی ترقی کر گیا تھا۔ اس دور میں بھی مردوں کی ممیاں بنائی جاتی تھیں۔ بادشاہوں کو پتھر کے تابوت میں بند کر کے اہراموں میں دفن کیا جاتا تھا۔ امرا کے مقبرے پہاڑ کاٹ کر بنائے جاتے تھے اور تابوت لکڑی کا ہوتا تھا۔ تابوت پر متوفی کی تصویر بنا دی جاتی تھی اور ضروری سامان کے ساتھ جو بادشاہوں اور امرا کی حالت میں بہت قیمتی ہوتا تھا لکڑی کی بنی ہوئی مورتیاں بھی رکھی جاتی تھیں یہ مورتیاں نوکر چاکر سمجھی جاتی تھیں اور حاضر جناب کہلاتی تھیں۔ مدعا یہ تھا کہ متوفی کی روح کو جب کوئی خدمت لینے کی ضرورت ہو اور وہ پکارے تو یہ مورتیاں خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ مردوں کی تکفین و تدفین کی رسمیں ادا کرنے کے لیے پروہتوں کا ایک مستقل طبقہ قائم ہو گیا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یورپ کے حالات

دو ہزار ق۔م سے ایک زار ق۔م تک کے دور میں بھی یورپ کے باشندے تمدنی دوڑ میں مصر و عراق اور چین کے باشندوں سے صدیوں پیچھے نظر آ رہے ہیں۔ اس زمانے میں کریٹ، یونان اور شام کے تاجر معدنی پیداوار کی تلاش اور تجارت کے سلسلے میں یورپ کے جنوبی اور مغربی ساحلوں کو کھنگالتے رہے۔ انھوں نے جابہ جا تجارتی بستیاں قائم کر رکھی تھیں جو اندورن ملک میں مشرق کلچر کو پھیلانے کے مراکز کا کام دے رہی تھیں۔ حصارلک کی صنعت کے برتنوں کا استعمال اس دور میں یورپ کے اکثر حصوں میں عام ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی برانز دھات کے اوزار رائج ہو گئے۔ ہسپانیہ اور وسطی یورپ میں برانز دھات بنانے اور اس سے اوزار ڈھالنے کی صنعت فروغ پانے لگی۔ آئرلینڈ میں سونے کی کانیں تھیں لہذا وہاں سونے کے زیورات بنانے کی صنعت نے ترقی کی۔ آئرستانی صنعت کے بنے ہوئے چھلے، انگشتریاں، مرکیاں، ہلال اور آفتاب نما زیور اور چوڑیاں یورپ کے متعدد مقامات کی کھدائی سے دست یاب ہوئے ہیں اس دور میں یورپ کے لوگ دیہات بنا کر رہنے سہنے لگے تھے۔ بستیوں کے گرد خندقیں بنائی جاتی تھیں۔ برطانیہ اور فرانس میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بھاری بھاری پتھر نصب کیے ہوئے ملتے ہیں جو گول دائرے سے بناتے ہیں۔ بعض حصوں میں یورپ کے لوگ ابھی پرانی طرز کے جھونپڑے بنا کر رہتے تھے جو زمین کو کھود کر فرش کو عام سطح سے نیچا کر کے بنائے جاتے تھے۔ عام طور پر لوگ زراعت کرتے تھے۔ کچھ مقامی تاجر بھی تھے اور مشرقی تاجروں سے اپنے مال کا تبادلہ کرتے تھے۔ اس دور میں یورپ کے اندر کسی قسم کی تمدنی ترقی، صنعتی ترقی، آرٹ اور تحریر کا سراغ نہیں ملتا۔

اس دور میں شمالی میدان اعظم (جنوبی روس اور وسط ایشیا) کے قبیلے جرمنی، ہنگری اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یونان میں گھستے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ ۱۴۰۰ ق-م تک ان بدوی قبائل نے یونان سے آگے بڑھ کر جزیرہ کریٹ کو تاراج کیا اور ان ملکوں میں اپنی حکومتیں قائم کیں۔ یورپ کے زراعت کار باشندوں نے ان کی کوئی مزاحمت نہیں کی بلکہ انھیں اپنا حکمران تسلیم کر لیا۔ ان بدوی قبائل کے سرداروں نے جابہ جا اپنی جاگیریں قائم کر لیں۔ یہ لوگ گھوڑا، رتھ اور بیل گاڑی لے کر یورپ میں وارد ہوئے۔

۱۲۰۰ق-م کے قریب انھی آریہ قبائل کی ایک شاخ نے بحیرہ اسود کے شمالی علاقہ میں ایک مملکت قائم کر لی جس کا صدر مقام کریچ تھا۔ یہ قوم کیمیری کہلاتی تھی۔ ان کے شمال میں آریہ قوم کے دوسرے قبیلے خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کر رہے تھے جو سیت یا سیتھئین کہلاتے تھے۔ سیتھئین قوم کے لوگ کوہستان قاف، بحیرہ خزر کے شمال اور بحیرہ خزر کے مشرق علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔

بدامنی اور طوائف الملوکی:

۱۲۰۰ق-م سے ایک ہزار ق-م تک بلکہ اس کے بعد تک کا زمانہ مشرق ادنے (جنوب مغربی ایشیا) اور بلقان و یونان (جنوب مشرق یورپ) میں بدامنی اور طوائف الملوکی کا ایسا دور ہے۔ جس کی تحریکات اور تبدیلیوں کا صحیح صحیح سراغ لگانا بہت مشکل کام ہے۔ قوموں پر قومیں چڑھائی کر رہی ہیں۔ قبیلے اور خیل مضطرب الحال ہو کر متحرک نظر آ رہے ہیں۔ جنگوں، لڑائیوں، جھگڑوں اور معرکوں کی گرم بازاری ہے۔ مختلف قوموں اور مختلف نسل کے لوگوں کے درمیان تصادم و اختلاط کا عمل جاری ہے۔ پرانا نظام درہم برہم ہو رہا ہے۔ اس کی جگہ نئے نظاموں کے ہیولے جگہ لے رہے ہیں۔ اس دور کے واقعات کچھ ایسے پیچیدہ ہیں کہ انھیں ایک مسلسل داستان کی شکل میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

قصہ یوں ہے کہ یونان اور کریٹ پر آریہ (نارڈک) قبائل کی یلغاروں نے وہاں کے پرانے زراعت کاروں اور بحری تاجروں کی منظم زندگی درہم برہم کر دی اور زراعت کاروں کو اپنا مطیع بنا کر جابہ جا اپنی ریاستیں اور نوابیاں قائم کر لیں۔ حملہ آوروں کے عام لوگ بھی پرانے لوگوں کے ساتھ ساتھ آباد ہو گئے۔ یونان، کریٹ اور بحیرہ ایجئین کے جزائر کے متمول تاجروں نے ایشیائے کوچک، شام اور فلسطین کے ساحلوں کا رخ کیا اور وہیں کے ساتھ یا ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[illegible] اور لوگ بھی آنے لگے کیوں کہ یونان میں شمال کی طرف سے آریہ قبائل کی نئی لہریں [illegible] داخل ہو رہی تھیں۔ ان بھگوڑوں کو ایشیا کے مغربی ساحل پر پہلے بستیاں اور [illegible] قائم کرنے کا موقع مل گیا کیوں کہ حتیوں کا شیرازۂ مملکت منتشر ہو چکا تھا اور [illegible] کم زور ہو گئے تھے کہ وہ اپنے ایشیائی مقبوضات کے حال پر توجہ نہ دے سکتے تھے۔ [illegible] ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر فینیقی اور فلسطینی قبائل نے قدم جما لیے۔ یونان [illegible] سفید رنگت والے تھے۔ پہلے کے لوگ بھوری رنگت کے تھے۔ جو ایک نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان بھوری رنگت والوں کی ایک قوم ایجئین کے جزائر سے یا ایشیائے کوچک سے چل کر الپی کے مشرقی ساحل پر جا پہنچی اور بطروسکی قوم کے نام سے انھوں نے وسطی اٹلی میں اپنی ایک مملکت قائم کر لی۔ جنوبی اٹلی اور سسلی کی سرزمین پر ایطروسکیوں، یونانیوں اور فینقیوں نے اپنی اپنی بستیاں قائم کیں وہاں الگ جدال و قتال کے معرکے گرم ہونے لگے اندرون شام میں آرامی قبائل نے اپنی ریاست قائم کر لی۔ عبرانی یعنی یہودی قبائل جزیرہ نمائے سینا میں بدوی طریق کی زندگی بسر کرتے ہوئے فلسطین کی طرف بڑھ رہے تھے تاکہ اس موجودہ سرزمین کو حاصل کر لیں جس کا وعدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خدا نے ان کے ساتھ کر رکھا تھا۔

۱۲۰۰ ق-م کے قریب بلقان اور یونان کے نووارد آریہ قبائل تھریسی، فریجی اور مائیسی آبناؤں کو عبور کر کے ایشیائے کوچک پر حملہ آور ہوئے جہاں حتیوں کا آخری حتوشیل سوم برائے نام حکمران تھا۔ یہ قبائل ایشیائے کوچک پر قابض ہو گئے صرف شام کے قریب حتیوں کی دو تین ریاستیں یا جاگیریں باقی رہ گئیں اور حتی مملکت میں لیڈیا اور فریجیہ کی دو نئی ریاستیں قائم ہو گئیں جن کے حکمران مغرب کی طرف سے آنے والے آریہ تھے۔ لیڈیا کے مشرق میں کوہستان قاف کے دامن میں دروں کی راہ سے آنے والے آریہ قبائل نے وان کے قریب ہالدیوں کی ریاست قائم کر لی جو آرمینیا اور گرجستان کی پیش رو تھی۔ ان کے علاوہ شام اور فلسطین میں فینقیوں، مائیسیوں، آرامیوں اور کنعانیوں کی ریاستیں قائم ہوئیں۔ ادھر ایران کی سرزمین میں آریہ قبائل کی دوسری شاخیں سکونت ہو رہی تھیں۔ انھوں نے شمالی اور جنوبی ایران میں منائیہ اور میڈیا کی دو ریاستیں قائم کر لیں۔ بابل کے کسدیوں کی بادشاہی کا خاتمہ ۱۱۸۱ق-م میں عیلامیوں نے حملہ کر کے کر دیا۔ جس کے بعد وہ بھی بدامنی کا شکار ہو گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بابل کے جنوب میں خلیج فارس کے شمالی ساحل کے قریب کالدی قوم کے لوگ حکمران تھے۔ اس بدامنی اور بدنظمی کے طوفان میں صرف نینوہ اور اشور کے اشوریوں کی ایک مملکت تھی جو کشتی نوح کی طرح محفوظ زندگی بسر کر رہی تھی۔ اس کے ایک بادشاہ تغلت پلیسیئر نے ۱۱۰۰ق-م کے قریب شمال کی طرف ہالدیوں کے خلاف مہم بھیجی جو بحیرہ اسود کے ساحل تک یلغار کر کے واپس آ گئی۔

ٹرائے کی جنگ :

یونان کے مشہور رزمیہ شاعر ہومر کی نظم ''ایلیڈ اوڈیسے'' میں ٹرائے کی جس جنگ کا ذکر آیا ہے وہ اسی طوائف الملوکی کے دور میں واقع ہوئی۔ پچھلی صدی تک کے مورخین اسی نظم کے موضوع کو محض شاعرانہ داستان سرائی سمجھتے تھے لیکن ایک جرمن ماہر حفریات نے حصارلک کی کھدائی کر کے ایسے آثار دریافت کر لیے جن سے ہومر کے ٹرائے کا سراغ مل گیا اور حصارلک سے شہزادہ پریام کا خزانہ جو اس نے نظم کی روایت کے مطابق یونانیوں کے حملے کے وقت دفن کر دیا تھا مل گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سرزمین پر یونانیوں کی ریاستوں نے اتحاد کر کے ٹرائے (حصارلک) پر حملہ کیا تھا اور مقصد اس حملے کا یہ تھا کہ سونا لوٹا جائے۔ ایشیائے کوچک میں تانبے اور سونے کی کانیں تھیں۔ کوہ قاف میں سونے اور لوہے کی کانیں تھیں۔ یونان کے لوگوں کو اپنے ہاں دھاتیں نہیں ملتی تھیں اس لیے وہ بحری ڈاکو بن گئے۔ پولیس اور زریں پوستین کی کہانی میں ایسی ہی کسی مہم کا ذکر کیا گیا ہے جو بحیرہ اسود کی راہ سے کوہ قاف کی طرف گئی ہو گی۔ ٹرائے کی جنگ واقع ہونے کے وقت کا اندازہ ۱۱۹۳ ق-م سے ۱۱۸۰ ق-م تک کیا گیا ہے۔

تجارت اور صنعت :

اس بدامنی اور طوائف الملوکی کے باوجود فینقی قوم کے بحری تاجروں، یونانی کشتی رانوں اور شام کے آرامی تاجروں نے جو خشکی کے راستوں سے تجارت کرتے تھے، اپنے کاروبار سے دست کشی اختیار نہ کی بلکہ اس دور میں فینقیوں نے افریقہ کے ساحل پر دو زبردست تجارتی بستیاں اور ریاستیں کارتھیج اور اوٹیکا (ٹیونس اور طرابلس) میں قائم کر لیں اس کے علاوہ انھوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے سسلی اور ہسپانیہ کے ساحل پر اپنے تجارتی اڈے قائم کیے۔ ان کے جہاز آب نائے جبل الطارق کو عبور کر کے یورپ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ آئرلینڈ اور انگلستان تک پہنچتے تھے جہاں وحشی اقوام آباد تھیں۔ اٹلی کے ایطروسکی بھی بحری تاجر تھے۔ انھوں نے بھی سسلی میں اور بحیرہ ایڈریاٹک کے ساحل پر تجارتی بندرگاہیں کھولیں۔ یونانی بحری لٹیرے ہونے کے علاوہ بحری تاجر بھی تھے۔ جن کی سرگرمیاں در دانیال بحیرہ مارمورا، باسفورس، بحیرہ اسود کی بندرگاہوں میں جاری تھیں۔ یہ تاجر کیمیریہ) کریمیا) کی مملکت کے ساتھ تجارتی راہ رسم رکھتے تھے۔

خشکی کے تاجروں یعنی شام کے آرامیوں نے مصر، اشوریہ، بابل، کالدیہ، لیڈیا، فریجیہ حتی کہ ایران تک اپنے تجارتی سلسلے قائم کر رکھے تھے۔ ہر جگہ کی بڑی بڑی منڈیوں پر ان کا قبض تھا۔ ان آرامیوں نے ایک نیا سادہ رسم الخط ایجاد کیا۔ جس نے بہت متمدن دنیا کے بین الاقوامی رسم الخط کی حیثیت اختیار کر لی۔

چین کا تمدن :

۲۲۰۶ق-م میں سرزمین چین کی متحدہ حکومت ہسپانیہ خاندان کے ہاتھ میں منتقل ہو گئی تھی۔ اس خاندان کے سولہ بادشا گزرے۔ آخری بادشاہ وجیہہ کودی نامی تھا۔ یہ بادشاہ بہت عیاش تھا۔ اس کی بدکاریاں چینی لٹریچر میں ضرب المثل کے طور پر بیان کی جاتی ہیں۔ شانگ کے جاگیردار نے ۱۷۶۰ق-م میں اس بادشاہ کا خاتمہ کر کے ین خاندان کی حکمرانی قائم کی۔ اس خاندان کے عہد میں سلطنت کی مزید توسیع کی گئی۔ انتظامات درست کیے گئے۔ موسیقی اور علم ہیئت کو ترقی ہوئی۔ سماجی نظام جاگیرداری کی طرز کا تھا۔ شمالی چین میں چاؤ ریاست کے نواب بہت منتظم لوگ تھے۔ انھیں تاتاریوں کے حملوں کی روک تھام کے لیے باقاعدہ فوج رکھنی پڑتی تھی۔ ۱۱۰۴ق-م میں ین خاندان کا آخری بادشاہ چاؤسن تخت پر بیٹھا اس نے سو کی ریاست پر حملہ کیا اور اس ریاست کی ایک بدکار عورت 'تاکی' پر عاشق ہو گیا اور اسے اپنے ساتھ لے آیا۔ 'تاکی' نے بادشاہ کی طبیعت پر اتنا غلبہ حاصل کر لیا کہ بادشاہ اس کے اشاروں پر چلنے لگا۔ امرا میں اس وجہ سے بددلی پھیلی۔ دو جاگیرداروں نے بادشاہ کے پاس 'تاکی' کی شکایت کی بادشاہ نے انھیں قتل کرا دیا۔ چاؤ کے نواب وونگ وانگ نے احتجاج کیا تو اسے قید

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے چھڑایا ۱۱۲۲ق-م میں چاؤ کے نواب نے بغاوت کا علم بلند کیا اور ین خاندان کا خاتمہ کر کے چاؤ خاندان کی بنیاد رکھی۔ ین خاندان کے آخری بادشا چاؤ سن نے اپنے قیمتی ساز وسامان سمیت محل کو آگ لگا دی اور خود بھی اسی آگ میں جل کر مر گیا۔

اہل چین کی کتابوں میں اس جنگ کا حال بڑی تفصیل کے ساتھ مرقوم ہے اور لکھا ہے کہ چاؤ کے بادشاہ نے سات لاکھ فوج لے کر شہنشاہ پر چڑھائی کی تھی اور بڑی خوف ناک جنگ واقع ہوئی۔ جس میں چینی روایات کے مطابق ''اتنا خون گرا جس میں لکڑی کا شہتیر تیر سکتا تھا'' چاؤ سن اتنا ظالم تھا کہ ایک دفعہ اس نے چند غریب آدمیوں کو سرد پانی کے نالے میں سے گزرتے ہوئے دیکھا اور حکم دے دیا کہ ان کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں تاکہ میں یہ دیکھ سکوں کہ ان کی ہڈیوں کا مغز کیسا ہے۔ یہ بادشاہ انسانوں کو کباب سیخ کی طرح بھنواتا تھا اور ایسے چکنے بانس پر چڑھنے کے لیے کہتا تھا کہ جس کے نیچے آگ کا الاؤ روشن کر دیا جاتا تھا۔

اس دور میں چین کے باشندے زراعت کرنا، مویشی رکھنا، مٹی کے برتن بنانا اور برانز دھات کا استعمال جانتے تھے۔ آبادی کنبوں اور خیلوں میں بٹی ہوئی تھی چھوٹی بڑی ریاستیں قائم تھیں جن پر راجے یا سردار حکمرانی کرتے تھے اور سب بادشاہ کے تابع تھے۔ جاگیرداری کا سماجی نظام پنپ رہا تھا۔ موسیقی اور علم ہیئت کے مطالعہ کا شوق بھی ترقی پذیر تھا۔ لوگ مٹی کے گھر پختہ اینٹوں کے مکانات اور جھونپڑے بنا کر رہتے تھے۔ راجے اور بادشاہ محل بنواتے تھے۔ چاؤ سن نے قومی ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لیے نصف میل لمبی اور ہزار فٹ چوڑی ایک عمارت بنوائی جو اس ظالم بادشاہ کے علمی رجحان کا پتا دیتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آریہ قبائل کی نقل و حرکت

دو ہزار قبل مسیح سے ایک ہزار ق۔م تک کے زمانے میں تاریخ عالم کا سب سے اہم واقعہ آریہ قبائل کی نقل و حرکت ہے جو شمالی میدان اعظم کی چراگاہوں سے نکل کر یورپ، جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں اور ہندوستان میں پھیلتے چلے گئے۔ یہ آریہ قبائل چھ سات ہزار سال سے شمالی میدان اعظم میں دنیائے متمدن سے الگ تھلگ رہتے ہوئے زندگی بسر کر رہے تھے۔ جہاں سے دس ہزار ق-م کے قریب اسپ خور انسانوں کی جمعیتوں نے اٹھ کر یورپ کی سرزمین کو فرانس کے میدانوں تک تاراج کیا تھا اور پانچ سو سال یورپ میں زندگی بسر کرنے کے بعد موسمی تبدیلیوں کے باعث اسی میدان کی طرف لوٹ آئے تھے۔ تین ہزار سال ق۔م کے قریب ان قبائل نے کوہستان کارپتھین کے مغربی دامن کی بستیوں کو تاراج کیا جو دریائے آلٹ کی وادی میں آباد تھیں اور ٹرانسلوینیا کی سونے کی کانوں کے باعث بہت خوش حال ہو گئی تھیں۔ آریہ قبائل کے حملے کے باعث یہ لوگ بلقان کی را سے یونان کے وسطی میدان تھسلی میں جا کر آباد ہو گئے اور وہاں کی تمدنی تبدیلی کا باعث بنے جس کی شہادت مٹی کے برتنوں ڈیزائنوں کی تبدیلی کی صورت میں ملتی ہے۔

۲۷۰۰ یا ڈھائی ہزار ق۔م کے قریب انھی آریہ قبائل کی دوسری شاخ نے جو وسط ایشیا میں پھل پھول رہی تھی، ترکستان کی متمدن بستی اناؤ کو تاراج کیا جو کوہستان کوپت داغ کے دامن میں آباد تھی۔ اس کے بعد ان قبائل کے جنوب مغربی ایشیا کی آبادیوں میں گھسنے کا سراغ گو اور سونائی قبیلوں کے ان حملوں کی صورت میں ملتا ہے جو وہ سمیریہ اور بابل کی شمال مشرق سرحد پر وقتاً فوقتاً کرتے رہے۔ ان قبائل کے آریہ نسل سے ہونے کا خیال بابل کی بعض تحریروں سے قائم کیا جاتا ہے جن میں گو اور سو قبائل کے لوگوں کو خوب صورت اور کھلی رنگت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے ظاہر کیا گیا ہے۔ بابلی انھیں غلام بنانے کے بہت شایق تھے۔

دو ہزار سال ق۔م کے بعد شمالی میدان اعظم کے ان قبائل میں عام حرکت پیدا ہوئی اور ان کی جمعیتیں اس میدان کے کوہستانوں سے نکل کر ان ملکوں میں پھیلنے لگیں جہاں کے باشندے زراعت کاری کا پیشہ اختیار کر کے متمدن زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان قبائل میں جو ہزاروں سالوں سے میدان اعظم کی چراگاہوں میں اطمینان اور فراغت کی زندگی بسر کر رہے تھے اس عام حرکت کے پیدا ہونے کی وجہ اس کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ موسمی تبدیلی کے باعث کوہستانوں میں گھاس کی قلت رونما ہونے لگی اور ان قبائل کی بڑھتی ہوئی جمعیتوں کا وسیع میدان اعظم میں خان بدوش چرواہوں کی زندگی بسر کرنا دشوار ہوگیا۔ آریہ نسل کے قبائل کا یہ اضطرار و اضطراب اور ان کی یہ نقل و حرکت نوح انسانی کی تاریخ میں ایک نیا باب کھولنے پر منتج ہوئی۔ کیوں کہ آریہ نسل کی قومیں یورپ اور ایشیا کی حاصل خیز زمینوں اور متمدن ملکوں کے پیشتر اقطاع پر قابض ہوگئیں۔ جن کی اولاد آج تک نوع انسانی کے تاریخی حالات میں اضافہ کرنے کا موجب بن رہی ہے۔

یورپ میں آریہ نسل کا پھیلاؤ:

آریہ نسل کے قبیلے جو شمالی میدان اعظم کے مغربی حصے یعنی وسطی اور جنوبی یورپی روس میں خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کر رہے تھے، اس دور میں مغرب کی طرف ہنگری، پولینڈ اور جرمنی کی سرزمین میں داخل ہو کر پھیلتے چلے گئے اور جنوب کی طرف جزیرہ نمائے بلقان کو پامال کرتے ہوئے یونان کی سرزمین میں داخل ہوئے۔ یہ خان بدوش قبیلے اپنے اپنے سرداروں کے زیر سرکردگی کھیتی باڑی کرنے والے آباد کاروں کی بستیوں میں گھس آئے جو نسبتاً امن و امان کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ آریہ قبائل نے انھیں آسانی سے مغلوب کر کے اپنا مطیع بنا لیا اور جس جگہ پہنچے وہاں حکمران بن کر بیٹھتے چلے گئے۔ ان کے سرداروں نے جابہ جا اپنی نوابیاں اور جاگیریں قائم کیں اور ان کے عوام پہلے باشندوں میں خلط ملط ہو کر کھیتی باڑی کرنے لگے۔ اس دور میں یورپ کے اندر بستیوں کے اردگرد خندقیں اور فصیلیں بنانے کا رواج چلا اور جاگیردار قلعے بنا کر رہنے لگے۔ ۱۴۰۰ ق۔م کے قریب آریہ قبائل کی ایک شاخ نے جو ہیلی کہلاتی تھی یونان کو سر کرنے کے بعد کریٹ پر حملہ کیا اور وہاں کے ترقی یافتہ تجارتی تمدن کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاک میں ملا دیا۔ ایک ہزار ق۔م تک یہ آریہ قبائل یونان، بلقان اور وسطی یورپ کے ملکوں ہنگری، پولینڈ اور جرمنی پر مکمل طور چھا گئے اور کوہستان ایلپس کے جنوب مشرق میدانی علاقے کی راہ سے شمالی اٹلی کے میدانوں میں آباد ہونے لگے۔ ان کا داخلہ اور تسلط یورپ میں یونانی، لاطینی اور قدیم جرمن زبانوں کو فروغ دینے کا موجب بنا جو ایک ہی ماخذ سے نکلی ہوئی زبانیں تھیں اور موجودہ یورپی زبانوں کا منبع بنیں۔ ان قبائل کی سوسائٹی میں سرداروں، امیروں اور سردار زادوں کا ایک طبقہ تھا۔ جو شرفا کہلاتے تھے اور باقی لوگ عام طبقے میں شمار ہوتے تھے جو عام طور پر مویشی پالتے تھے اور بعد میں کھیتی باڑی کرنے لگے۔ ان میں سوسائٹی کی ضروریات کے مطابق اہل حرفہ بھی تھے۔ نجاری یعنی لکڑی سے ساز و سامان بنانا ان میں بہت رائج تھا۔ یہ لوگ بیل گاڑیاں، چھکڑے اور رتھیں بناتے تھے۔ رتھوں میں گھوڑے جوتتے تھے۔ پہیوں پر چلنے والی گاڑیاں بنانا ان آریہ قبائل کی اپنی ایجاد تھی جس سے مصر و عراق کی متمدن دنیا اس وقت تک ناواقف محض تھی۔

ایشیائے کوچک اور عراق پر آریہ قبائل کا تسلط :

وسطی ایشیا کے آریہ قبائل کی بعض شاخیں اس دور میں ایشیائے کوچک اور عراق کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ یہ قبیلے ترکستان سے چل کر بحیرہ خزر کے جنوبی ساحل کے ساتھ ساتھ پھیلتے ہوئے آرمینیا کی راہ سے ایشیائے کوچک میں داخل ہوئے اور ان کی بعض شاخیں جنوب مغرب کی طرف طہران کی ولایت کی راہ سے عراق کی شمال مشرق سرحد پر نمودار ہوئیں۔ ۱۹۰۰ق۔م آریاؤں کی حتی قوم کے ایک سردار برناس نے ایشیائے کوچک میں بادشاہی قائم کی۔ اس نے یا اس کے جانشین نے حصارلک کے تجارتی مرکز کو تباہ کیا۔ حتیوں کے داخلے سے پہلے ایشیائے کوچک میں متعدد شہری ریاستیں قائم تھیں۔ جن کے بادشاہوں سے حتی سرداروں نے ازدواجی تعلقات قائم کر لیے ۱۸۷۰ق۔م میں ایشیائے کوچک کے حتیوں نے بابل کو تاراج کیا اور بابل کے پہلے شاہی خاندان کا جو حمورابی قوم کے ایک دوسرے قبیلے کسدی کے سردار گنداش نے جو مملکت بابل کی شمال مشرق سرحد پر گوتیموں کی ریاست میں زور پکڑ رہے تھے، بابل پر قبضہ کر کے جو دو سو سال سے بدوی قبائل کے حملوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا، کسدی قوم کی بادشاہی قائم کی۔ یہ حتی اور کسدی جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں میں بیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گاڑیوں، چھکڑوں اور رتھوں کو رواج دینے کا موجب بنے۔ یہ لوگ اصلاً قدرتی مظاہر کی مخفی طاقتوں کی پرستش کرتے تھے۔ آگ، پانی، ہوا، بارش، رعد، آسمان، روشنی وغیرہ کے دیوتاؤں کے پجاری تھے لیکن ایشیائے کوچک اور عراق میں متمکن ہونے کے بعد مقامی دیوتاؤں کو ماننے لگے۔ بابل، ار اور عراق کے دوسرے قدیم شہروں کے آثار سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ کسدی بادشاہ نے مقامی مندروں کی مرمت کرائی اور پوجا پاٹھ کے وہی طریقے اختیار کر لیے جو بابلیوں میں مروج تھے۔ بابلیوں کے دیوتا سورج، چاند اور ستارے تھے۔ ان کے مندر انھی دیوتاؤں کے نام پر تعمیر ہوتے تھے۔ کسی مندر میں سورج دیوتا کی، کسی میں چاند دیوتا کی اور کسی ستارے کے دیوتا کی پرستش ہوتی تھی۔ حتی اور کسدی میتنی اور دوسرے آریہ قبیلے جو اس سرزمین میں آباد ہوئے زمانہ گزرنے پر یہاں کے اصلی باشندوں کے ساتھ خلط ملط ہو گئے۔

ایشائے کوچک کے حتی اور بابل کے کسدی بادشاہوں کا ذکر مصریوں کی تاریخ میں بھی جابہ جا آیا ہے۔ خود ان کے تاریخی آثار بہت کم ملتے ہیں کیوں کہ آریہ حکمران جاہل تھے۔ ان کا تھوڑا بہت تحریری کام بابلی منشی سرانجام دیتے تھے۔ جو سرکاری حسابات رکھنے یا حکومتی خط و کتابت کے متعلق تھا۔ تحریر میں بابلی زبان اور سمیری مخروطی رسم الخط اختیار کیا جاتا تھا۔ بابلی زبان اس دور میں دنیائے متمدن یعنی مصر، ایشیا کوچک اور عراق کی بین الاقوامی زبان سمجھی جاتی تھی۔

ایران، افغانستان اور پنجاب میں آریہ قبائل کا داخلہ:

ڈیڑھ ہزار سال ق-م کے قریب وسط ایشیا کے آریہ قبائل کی بعض شاخیں اور لہریں باختر، افغانستان، پنجاب اور شمالی ایران میں پھیلتی ہوئی نظر آرہی ہیں۔ کوہستان کوپت داغ کے دامن میں زراعت کاروں کی متمدن بستی کے کھنڈر ملے ہیں جو اناؤ کی پرانی بستی سے جنوب مشرق کی طرف چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس بستی کے آباد ہونے کی تاریخ کا اندازہ دو ہزار ق-م کیا گیا ہے۔ اس بستی کے کھنڈروں سے تانبے اور برانز دھات کے اوزار، خنجر، درانتیاں، نیزوں کے پھل، تیروں کے سوفار اور کلھاڑیاں برآمد ہوئے ہیں۔ مٹی کے برتن مختلف ڈیزائنوں کے ہیں۔ مکانات کچی اینٹوں کے ہیں۔ جن میں چولوں والے چوبی دروازے لگائے جاتے تھے۔ یہ خصوصیات اناؤ کی پرانی بستی کے آثار میں نہیں ملتیں جس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تباہی کا اندازہ ڈھائی ہزار ق-م سے پہلے کا کیا گیا ہے۔ نئی بستی کے لوگ اپنے بچوں کی نعشوں کو گھروں کے اندر ہی دفن کرتے تھے۔ اس بستی کے آبادکاروں کی ماہیت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکا لیکن ڈیڑھ ہزار سال ق-م کے قریب یہ بستی تباہ ہو جاتی ہے اور خیال یہ ہے کہ آریہ قبائل کی تازہ لہر اس تباہی کا موجب بنی ہو گی۔

وسط ایشیائے سے آریہ قبائل کے طرز بود و باش کے آثار ابھی تک برآمد نہیں ہوئے اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ قبائل خانہ بدوش تھے اور اپنے گلوں کو لے کر میدان اعظم میں جابہ جا پھرتے رہتے تھے۔ اس لیے ان کے آثار کسی ایک جگہ جمع نہ ہو سکے۔ اس کے علاوہ ان کا سامان بھی لکڑی اور چمڑے سے بنا ہوا مختصر ہوتا تھا جو فنا ہو جاتا تھا۔ ان کے ابتدائی حالات کا سراغ پارسیوں کی مذہبی کتاب ژندوآستا اور ہندی آریاؤں کی مذہبی کتاب رگ وید سے لگایا جاتا ہے۔ ان کتابوں کے بھجن ڈیڑھ ہزار سال ق-م سے ایک ہزار ق-م تک کے عرصہ میں تصنیف ہوئے اور صدیوں محض انسان کی قوت حافظہ کی مدد سے جو اس دور کے انسانوں میں بہت تیز ہوتی تھی پشت در پشت منتقل ہوتے چلے گئے۔ یہ دونوں کتابیں کئی سو سال بعد ضبط تحریر میں آئیں جب ایران اور ہندوستان کے آریہ تحریر کے فن سے آشنا ہوئے۔ ژندوآستا کا ایک مکمل نسخہ ۳۳۱ق-م میں ایران کے آریہ بادشاہوں کے عالیشان محل پرسی پولیس میں موجود تھا۔ جسے اس سال سکندر رومی نے نذر آتش کر دیا۔ موجودہ نسخہ جو نامکمل ہے ان کے ساسانی خاندان کے بادشاہوں نے جن کا دور ۲۴۶ء سے ۶۴۱ء تک ہے مرتب کرا دیا تھا۔ اس نسخہ کو عرب مسلمانوں کے حملے کے وقت پارسیوں کی بعض جمعیتیں ہندوستان لے آئیں جو گجرات، کاٹھیاواڑ، سورت اور بمبئی میں آج تک آباد ہیں۔

ژندوآستا آتش پرست پارسیوں کے پیغمبر زرتشت کی کتاب ہے جس کے زمانے کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے جو چار حصے بچ رہے ہیں وہ حسب ذیل مضامین پر مشتمل ہیں (۱) گاتھا (مذہبی گیت)۔ (۲) دسپرید (تفسیر)۔ (۳) دیندیداد (شریعت)۔ (۴) یشت (فرشتوں کی مدح کے گیت)

ژندوآستا میں آریاؤں کے ابتدائی حالات یوں بیان کیے گئے ہیں کہ آریہ قوم کے لوگ آریانیم وائیجو (آریوں کے گھر) میں بود و باش رکھتے تھے جو شمالی سرزمین میں واقع ہے۔ دیوتاؤں سے براہین اسلام مزین متاع جو اعلیٰ چیزیں پیدا شدہ المعات آن ایکن یہ آریانیم وائیجو بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متاع جو اعلیٰ چیزیں پیدا شدہ المعات آن ایکن یہ

www.KitaboSunnat.com

تھا لیکن تاریکی کے مظہر (بدی کی طاقت) نے اس سرزمین کو برف کے باعث ناقابل سکونت بنا دیا۔ آریہ لوگ جنوب کی طرف حرکت کرتے ہوئے سگھدانیا اور مرگیانہ (سکھدا اور مورا) کی سرزمین میں آگئے جن کو بخارا اور مرو سمجھنا چاہیے۔ سگھدانیا انھیں ٹڈی دل اور دشمن قبائل (شمالی سرزمین کے مغول) کے حملوں کے باعث چھوڑنا پڑا اور وہ اونچے جھنڈوں والی سرزمین بخدے (بلخ) میں چلے گئے۔ بخدے سے وہ نیسا یا (نیشا پور واشک آباد) میں پہنچے۔ یہاں سے ایک شاخ ہاردیہ (ہرات) کی طرف اور دوسری شاخ وائیکریتیا (کابل) خوش گوار سایوں والی سرزمین کی طرف چلی گئی۔ کابل کی شاخ کے بعض قبیلے اراہ وینی (اراشو)، ہائیتومنت (ہلمند) اور ہاپتا ہندو (پنجاب) کی طرف ہجرت کر گئے اور بعض قبیلوں نے شمال مغرب کی راہ لی اور اروا (طوس)، ویئیر کانا (گورگان)، رہا (ری)، اور وانیا (گیلان) میں آباد ہو گئے۔

شاہ نامہ فردوسی کے بیان سے اخذ کیا جا سکتا ہے کہ بخدے (بلخ) کی اونچے جھنڈوں والی سرزمین میں آریا قبائل نے زبردست بادشاہت قائم کر لی تھی جس کے حکمران پہلے پیش دادی خاندان کے آریہ تھے پھر کیانی خاندان اور بعد ازاں اسپ سوار قبیلہ برسر اقتدار آیا۔ اس سلطنت کا شیرازہ بعد ازاں درہم برہم ہو گیا جس کی جگہ طوائف الملوکی نے لے لی۔

زرتشتی دین:

زرتشت کے حالات جو ژوندآستا میں بیان کیے گئے ہیں صرف یہ بتاتے ہیں کہ زرتشت آذر بیجان کی بستی ارومیہ میں پیدا ہوئے، ان کا خاندان پسی تا آما کہلاتا تھا۔ جوان ہو کر انھوں نے نئے مذہب کی تبلیغ شروع کی اور خراساں کے بادشاہ دستاسپ یا گشتاسپ کے دربار میں پہنچے جس کا پائے تخت باختر میں تھا۔ تاسپ ان کا معتقد اور پیرو بن گیا۔ جس کی مدد سے ایران کے آریہ قبائل میں زرتشتی دین کو فروغ حاصل ہوا۔ گشتاسپ کی مملکت پر شمالی ملک کے تورانی (مغل) قبیلے حملے کرتے تھے۔ جن کے ساتھ ایرانیوں کو مسلسل لڑنا پڑتا تھا۔ تورانیوں کے دوسرے حملے میں جو بلخ پر کیا گیا تھا زرتشت دشمن کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ رستم و سہراب کے متعلق ایرانی لٹریچر کی مشہور داستان بھی غالباً اسی عہد کے کسی واقعہ کی یادگار رہے۔

زرتشت سے پہلے ایران کے آریہ بھی یورپ اور ہندوستان کی طرف جانے والے آریہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبائل کی طرح بہ ظاہر قدرت کی مخفی قوتوں یعنی متعدد دیوتاؤں کی پرستش نے انھیں توحید پرستی سکھائی۔ زرتشتی دین کا مرکزی اصول یہ ہے کہ روشنی اور تاریکی (نیکی اور بدی) ایک ہی قادر مطلق ہستی کے دو مظہر ہیں۔ روشنی کا مظہر آہورہ مزدہ (یزدان) اور تاریکی کا مظہر اہریمن ہے۔ ان دونوں کی کش مکش کائنات اور اس کے انقلابات کے ظہور و وجود کا باعث ہے۔ زراعت اور مویشی پالنا شریفانہ پیشے ہیں اور کائنات کے چار عنصر آگ، پانی، مٹی اور ہوا اصلاً پاک ہیں۔ ان کا استعمال ناپاکیوں اور غلاظتوں کو دور کر دیتا ہے۔

زرتشتی دین کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ آخر کار آہورا مزدہ (ہرمز یا یزدان) اہریمن غالب آجائے اور وہ دن قیامت کا ہوگا۔ سب لوگ ازسرنو زندہ ہوں گے ان کی زندگی کے اعمال کا حساب لیا جائے گا جو لوگ نیک ثابت ہوں گے انھیں جاودانی سرور حاصل ہوگا۔ بعد میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام نے اسی عقیدہ کی ترویج کی۔

زرتشت نے پرانے دیوتاؤں کو جن کی آریہ لوگ پرستش کرتے تھے دیو یعنی تاریکی کے مظہر قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایرانی آریاؤں کے لٹریچر میں لفظ دیو اہریمن کی ذریات کے لیے استعمال ہوتا ہے اور ہندی آریاؤں کی کتب میں اس لفظ کا اطلاق متبرک اور مقدس ہستیوں پر کیا جاتا ہے۔ ہندی آریاؤں کی کتابوں میں آشر یا آسر بدی کی طاقتوں کے لیے اور ایرانیوں کی کتابوں میں آہور نیکی کے فرشتوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ژوند آستا اور رگ وید کی زبان بہت ملتی جلتی ہے اکثر الفاظ ایسے ہیں جن میں ایرانی زبان کی ''ہ'' کی جگہ سنسکرت میں ''س'' استعمال کیا جاتا ہے۔ ژوند آستا اور رگ وید کے گیتوں اور بھجنوں کی تصنیف کا زمانہ قریب قریب ایک ہی ہے۔ جس کا اندازہ ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح ایک ہزار ق۔م تک لگایا گیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ژوند آستا آریہ قبائل کی ایرانی شاخ کے افکار کی مظہر ہے جو زرتشتی دین کی پیرو بن گئی اور رگ وید ہندوستان شاخ کے عقائد کا آئینہ ہے جو اپنے آباؤ اجداد کی طرح مظاہر پرست رہی۔

ہندوستان کے آریہ:

پنجاب کی سرزمین میں آریہ قبائل کی سرگرمیوں کا ابتدائی حال رگ وید سے معلوم ہوتا ہے یہ آریہ قبیلے کابل اور ہلمند کی وادیوں سے چل کر کوہستان سلیمان کے دروں کی راہ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پنجاب کی سرزمین میں وارد ہوئے۔ پنجاب میں ان کے وارد ہونے کے زمانے کا اندازہ ۱۰۰۰ق-م سے ۱۲۰۰ق-م تک کیا جاتا ہے۔ رگ وید اسی دور کی الہامی کتاب سمجھی جاتی ہے جو آریہ قوم کے رشیوں اور منیوں (برگزیدہ بندوں) پر نازل ہوئی۔ رگ وید ایسے بھجنوں اور گیتوں کا مجموعہ ہے جنھیں آریہ پروہت قدرت کی مخفی طاقتوں کی تعریف میں گاتے تھے۔ رگ وید کے چار حصوں کی تصنیف کے وقت کا اندازہ علی الترتیب اس طریق سے کیا جاتا ہے۔

(۱) چاندا۔ ایک ہزار ق-م تک کے بھجن (۲) منترا۔ ایک ہزار ق-م سے ۸۰۰ق-م تک (۳) برہمانا ۸۰۰ق-م سے ۶۰۰ق-م تک (۴) سوترا ۶۰۰ق-م سے ۲۰۰ق-م تک۔ یہ محض قیاس ہے جس کی صحت کے متعلق قطعی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔

رگ وید کے ابتدائی بھجنوں میں سرسوتی ندی کا ذکر کثرت سے آتا ہے جس سے غالباً افغانستان کی سمت جنوبی کا دریا ارغندب مراد ہے اس کے علاوہ رگ وید میں پنجاب کے پانچوں دریاؤں کے ساتھ دریائے کابل اور اس کے ایک معاون کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آریہ قبائل ۱۲۰۰ق-م تک پنجاب کی سرزمین کو عبور کر کے جنوبی پنجاب تک پہنچ گئے تھے۔ جہاں انھوں نے اپنی مستقل نو آبادی قائم کی اور اس خطے کو متبرک سمجھنے لگے۔ اس خطے کا نام انھوں نے آریہ ورت رکھا۔

ہندوستان کی حالت :

پنجاب کی سرزمین میں آریہ قبائل کے داخلے کے وقت ہندوستان کی حالت کیا تھی ؟ اس کا صحیح اندازہ آثار مفقود یا کم ہونے کے باعث نہیں لگایا جاسکتا۔ ہڑپہ (ضلع منٹگمری) اور موہن جی ڈرو (سندھ) سے زراعت کاروں کے ترقی یافتہ تمدن کے جو آثار ملے ہیں ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آریاؤں کے آنے سے بہت پہلے زراعت کار لوگ ہندوستان نے زرخیز خطوں میں متمکن اور آباد ہو چکے تھے۔ بلوچستان کی بروہی زبان دکن کی دراوڑی زبانوں سے ملتی جلتی ہے جو ظاہر کرتی ہے کہ جنوبی ہند کے لوگ بلوچستان سے کوئی قدیمی تعلق رکھ چکے ہیں اس کے علاوہ بلوچستان اور سیستان سے مٹی کے ایسے برتن بھی دست یاب ہوئے ہیں جو ہڑپہ اور موہن جی ڈرو کے مٹی کے برتنوں سے ملتے جلتے ہیں۔ ان آثار سے وادی سندھ کے تمدن کے پھیلاؤ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ہڑپہ اور موہن جی ڈرو کا تمدن عراق قدیم کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمیری اور ترکستان کی بستی اناؤ اوّل کے تمدن سے جن کی تاریخوں کا اندازہ تین ہزار سال ق۔م کیا گیا ہے ملتا جلتا ہے لیکن دراوڑی نسل کے لوگ ہندوستان میں شکاری دور میں داخل ہوئے ہوں جب کہ زبانیں ابھی ابتدائی حالت میں تھیں لیکن ان کا تمدن فارس کے ایلمیوں سے راہ رسم رکھنے کا نتیجہ ہو جو دریائے سندھ کے دہانے کی سرزمین سے شروع ہو کر سارے ہندوستان میں پھیلا۔ اس کے علاوہ دراوڑی اقوام بھی اس بھوری رنگت والی نسل انسانی کی شاخ ہیں جن کے سر حبشی النسل کے انسانوں سے کم لمبوترے ہیں جن کے آباواجداد نے جنوبی میدان اعظم (عرب اور صحرائے افریقہ) میں شکاری دور کی زندگی بسر کی تھی۔ خصوصی صنعت کے پتھر کے اوزار دکن اور سیلون تک کے ملکوں سے ملے ہیں جو اس دور میں اس نسل کے پھیلاؤ کی خبر دے رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دراوڑی نسل کے لوگوں کے علاوہ ہندوستان میں قدیمی نسل کے لوگ بھی موجود تھے۔ جس کا سر لمبوترا، لب موٹے اور بال گھنگھریالے تھے۔ اس نسل کے لوگ پتھر کے ابتدائی زمانے میں ہندوستان میں داخل ہوئے ہوں گے۔ اس نسل کی اولاد اب بھی چھوٹا ناگپور، بندھیا چل اور دکن کے نیلگری پربت میں آباد ہے جن کے خدوخال جزائر انڈیمان، نکوبار، لنکا، شرق، الہند، اسٹریلیا، مڈغاسکر، جنوبی امریکہ کے جنوبی جزائر کے قدیمی باشندوں سے بہت مماثل ہیں۔ آریاؤں کے ہندوستان کے داخلے کے وقت اس پرانی نسل کے لوگ بھی ہندوستان کے جنگلوں میں شکاریوں یا خانہ بدوشوں کی سی زندگی بسر کر رہے تھے۔ آریاؤں کے لٹریچر میں ان لوگوں کو اشور اور راکشس (ناپاک اور شیطان) ظاہر کیا گیا ہے اور دراوڑیوں کو نیچ جاتی کے انسان دونو، واسیو، دیتی کے خطاب دیے گئے ہیں۔ یہ اصطلاحیں اور بعد کے حالات ظاہر کرتے ہیں کہ آریہ اس ملک میں پہلے باشندوں پر غالب آکر حکمران بن گئے تھے جنھوں نے اس سرزمین میں جابہ جا اپنی ریاستیں قائم کرنے اور نوآبادیاں بنانے کی مہم پورے زور سے جاری کر رکھی تھی۔ ان کی یہ مہم پہلے آبادکاروں یعنی قدیم باشندوں کے مفاد سے متصادم تھی اس لیے آریوں اور قدیم باشندوں میں جنگوں اور لڑائیوں کا ایک مسلسل معرکہ شروع ہو گیا۔ اس کے باوجود دونوں قوموں کے درمیان اختلاط کا عمل بھی جاری رہا۔ دونوں قومیں ایک دوسرے کے تمدن، طرز بود و ماند، عقائد۔ طریق عبادت اور خیالات سے متاثر ہونے لگیں عوام میں زبانوں کی آمیزش نئی زبانیں پیدا کرنے کا موجب بنتی رہی۔ یہ داستان بعد کے ادوار کی ہے جو اپنے موقع پر بیان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جائے گی۔

ہندی آریاؤں کی ابتدائی معاشرت :

رگ وید کے بیانات اور دیگر قرائن سے ہندوستان کے آریاؤں کی ابتدائی معاشرت کا جو حال معلوم ہو سکا ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ آریہ قوم کا سماج پدری تھا۔ یہ قوم قبیلوں اور خیلوں میں بٹی ہوئی تھی۔ جس کا سردار خاندان کا بزرگ ہوتا تھا اور راجہ کہلاتا تھا۔ ہندوستان میں آباد ہونے بعد ان کی ابتدائی معاشرتی درجہ بندی کچھ اس طرح تھی کہ راجاؤں کے نیچے شرفا اور امرا کا ایک طبقہ تھا۔ پروہت یعنی مذہبی رسمیں ادا کرنے والے لوگوں کی ایک جماعت الگ قائم ہو رہی تھی۔ عام لوگ کسان، حرفہ کار اور تاجر ہوتے تھے۔ یہ آریہ لوگ گوشت بھی کھاتے تھے اس کے علاوہ ان کی غذاؤں میں شہد، دودھ، دہی، مکھن، گھی، غلہ، کھیر، دالوں، تلوں اور گنے وغیرہ کا سراغ بھی ملتا ہے یہ لوگ بیل گاڑیوں، چھکڑے، بہلیاں اور رتھیں استعمال کرتے تھے جن میں بیلوں اور گھوڑوں کو جوتتے تھے۔ بیلوں سے زراعت کاری کے علاوہ بر برداری کا کام بھی لیتے تھے۔ راجے قلعے اور محل بنا کر رہتے تھے اور عام لوگ جھونپڑوں کی بستیاں بنا کر یا مٹی کے مکان بنا کر رہتے تھے۔ آبپاشی کے لیے ندیوں اور نالوں سے کام لینے کے علاوہ انھوں نے کنوئیں کھودنے اور رہٹ لگانے کا طریق ایجاد کر لیا تھا۔ عام طور پر لنگوٹی یا دھوتی پہنتے تھے۔ فرش پر گھاس، گندم اور دھان کی پرنالی بچھاتے تھے۔ برتنوں کی جگہ پتے استعمال کرتے تھے۔ ایک قسم کی نشہ دار شراب استعمال کرتے تھے جسے وہ سوم رس یعنی شجر حیات کا عرق کہتے تھے۔ ان کی تفریحات شکار، ناچ، پہلوانی اور رتھوں کی دوڑ وغیرہ تھیں۔ برانز دھات کے اوزار استعمال کرتے تھے۔ ان کی رسموں میں سونے کی خیرات کا ذکر بھی آتا ہے۔ راجے اور امرا برہمنوں کو سونے اور گایوں کی شکل میں خیرات دیتے تھے۔ یہ لوگ مظاہر قدرت کی مخفی قوتوں یعنی دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔ جن میں اگنی (آگ) اندر (بارش اور رعد) وایو (ہوا) ورونا (آسمان) اور ایسے ہی اور بہت سے دیوتا شامل ہیں۔ ہندوستان میں آنے اور قدیم باشندوں سے اختلاط پیدا ہونے کے باعث ہندوستان کی مخلوط آبادی کے دیوتاؤں میں اضافہ ہوتا گیا ان کے تصورات میں بھی تبدیلیاں رونما ہونے لگیں۔ مورتی پوجا کا طریق آریاؤں نے قدیم باشندوں سے سیکھا۔ آریاؤں کی معاشرتی زندگی پیدائش سے لے کر موت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک طرح طرح کی رسموں اور ریتوں سے بھری ہوئی تھی۔ ہر فعل، ہر کام، ہر حرکت، ہر واقعہ اور ہر مقصد کے لیے رسمیں مقرر تھیں۔ غریب سے لے کر راجا تک کے لیے رسمیں تھیں جن کو ادا کرنے کے لیے پروہتوں کی ایک جماعت کا موجود رہنا ضروری تھا۔ یہ لوگ کئی قسم کی قربانیاں دیتے تھے۔ جن میں خاص حالات میں انسان (برہمن) کی قربانی اور گھوڑے کی قربانی بہت اہم تھیں جو مخصوص رسموں کے ساتھ ادا کی جاتی تھیں۔ ابتدائی دور کے آریہ مورتی پوجا اور مندر کی ضرورت سے ناآشنا تھے۔ بعد میں آریاؤں کے چار وید کے اشلوک پڑھے جاتے تھے۔ سام وید کے بھجن گائے جاتے تھے۔ یجروید میں مذہبی رسوم کی ادائیگی کے طریقے درج ہیں اور اتھروں وید میں ایسے منتر ہیں جو جھاڑ پھونک یا ٹونے ٹوٹکے کا کام دیتے ہیں۔ یہ آخری وید ہندوستان کی قدیم اقوام کے اثرات کا نتیجہ ہے جن میں بھوری رنگت کی قدیم اقوام کی طرح جادو اور کالا علم بت رائج تھا۔ سمیریوں اور قدیم مصریوں کے عقائد میں بھی جادو کی رسمیں بہت اہمیت رکھتی تھیں۔ پنجاب کے دیہات کی معاشرت اب بھی ابتدائی آریوں کی معاشرت سے ملتی جلتی ہے۔ بود و باش کے طریقوں میں بہت کم فرق آیا ہے۔ وہی بیل ہیں وہی رہٹ ہیں۔ وہی عورتوں میں آزادی ہے اور وہی پنچایتی سماج کسی حد تک قائم ہے۔

مہا بھارت کی کہانی:

قدیم ہندوؤں کے لٹریچر میں ''مہا بھارت'' اور ''رامائن'' دو معرکے کی رزمیہ نظمیں بھی ہیں جو آریہ اقوام کے اس سرزمین میں آباد ہونے کے بعد کئی صدیوں گزر جانے پر ضبط تحریر میں لائی گئیں۔ یہ نظمیں بہت طویل ہیں اور سنسکرت زبان میں لکھی گئی ہیں۔ ان میں بہت کچھ شاعرانہ مبالغہ آرائی مذہبی جوش عقیدت سے کام لیا گیا ہے۔ صدیوں بھاٹوں کی مبالغ آمیز نغمہ سرائی کا موضوع بنے رہنے کے باعث ان نظموں کی داستانیں اپنی تاریخی اہمیت کھو چکی ہیں تاہم ان کی مرکزی کہانیاں ایسے تاریخی واقعات پر مبنی نظر آتی ہیں جو آریوں کے تسلط کے ابتدائی دور میں واقع ہوئے ہوں گے۔ ''مہا بھارت'' میں آریاؤں کے ایک شاہی خاندان کی دو شاخوں کوروؤں اور پانڈوؤں کی لڑائی کا ذکر ہے جس میں شمالی ہند کے بہت سے راجاؤں نے حصہ لیا اور کوروکشیتر (قسمت انبالہ پنجاب) کے میدان میں اٹھارہ دن گھمسان کا رن پڑا جس میں دونوں فریقوں کے بہت سے بہادر اور سورمے کام آئے اس لڑائی کی وجہ یہ تھی کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوروؤں نے جو ہستنا پور کے راجا دہرت راشٹر کے بیٹے تھے پانڈوؤں سے اندر پرستھ (دہلی) کی جاگیر جو ان کے حصے میں آئی تھی جوئے میں جیت لی اور صرف یہی نہیں بلکہ پانڈو بھائی اس کھیل میں اپنی مشترکہ بیوی دروپدی کو بھی ہار بیٹھے۔ ایک کورو نے دروپدی کو جیتا ہوا مال سمجھ کر بھری محفل میں گستاخانہ حرکات کیں اس پر جھگڑا ہوا جو عام بلوے کی صورت اختیار کر جاتا لیکن بزرگوں نے بیچ بچاؤ کر کے دونوں کو اس فیصلہ پر راضی کیا کہ پانڈو بھائی بارہ برس بن باس رہیں اور تیرھواں سال بھیس بدل چھپے پھریں اگر پکڑے گئے تو انھیں بارہ سال مزید بن باس اختیار کرنا ہوگا۔ پانڈو شرط پوری کر کے واپس آئے تو کوروؤں نے ان کی جاگیر واپس دینے سے انکار کر دیا۔ اس بنا پر جنگ ٹھن گئی جس میں ہندوستان کے تمام بڑے بڑے راجاؤں نے شرکت کی۔

مہا بھارت کی داستان کے اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آریہ قبیلے جب پہلے پہل پنجاب میں داخل ہوئے تو خانہ بدوش قبائل کی صورت میں آئے تھے اور مویشی پالتے اور شکار کھیلتے تھے۔ قبیلوں کے سردار راجے کہلاتے تھے۔ پنجاب میں دریاؤں کے کنارے ان قبیلوں نے اپنی اپنی چراگاہیں قائم کیں اور یہاں کے پرانے باشندوں کی دیکھا دیکھی زراعت بھی کرنے لگے۔ رگ وید کے بھجنوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہام آریہ پر امن آباد کار تھے جو اپنے دیوتاؤں سے مویشی چرانے والے اور مویشی بھگانے والے ڈاکوؤں سے پناہ میں رکھنے کی دعائیں کرتے تھے۔ قبائلی سردار جنگجو سورماؤں کو لے کر ان ڈاکوؤں سے لڑتے تھے۔ مہا بھارت کی لڑائی کے وقت تک آریوں کی نو آبادیاں دریائے گنگا کنارے ہستنا پور (نزد مظفر نگر) دریائے جمنا کے کنارے اور اندر پرستھ (دہلی قدیم) تک پھیل چکی تھیں اور جنوب مغرب کی طرف متھرا سے لے کر دوارکا (گجرات کاٹھیاواڑ) تک اور دوآب میں گنگا جمنا کے سنگم پریاک تک پھیل رہی تھیں۔ شمالی ہند کے باقی وسطی اور مشرق حصوں کے حاصل خیز خطوں میں قدیمی باشندوں کی بستیاں اور ریاستیں آباد تھیں یا جنگلات تھے جن میں وحشی قبیلے شکاری دور کے انسانوں کی سی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان وحشی قبائل میں بعض کو آریاؤں کے لٹریچر میں مردم خور بھی ظاہر کیا گیا ہے اور ان کی بہت بھونڈی اور خوف ناک لفظی تصویریں کھینچی گئی ہیں۔ ''مہا بھارت'' کی جنگ کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ابتدائی زمانے میں مبارزت یعنی دو دو بہادروں کی لڑائیوں کا طریق رائج تھا۔ جیسا کہ خراسانی آریاؤں کی اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور کی روایات خاص کر رستم و سہراب کی داستان میں بھی جو فردوسی کے شاہ نامہ میں پرانے ریکارڈ سے لے کر بیان کی گئی ہے درج ہے۔ ہتھیار میں رستم و سراب کی داستان کے ہتھیاروں سے ملتے جلتے ہیں۔ سورمے رتھ پر سوار ہو کر لڑتے تھے۔ تیر کمان، گرز، کمن، خنجر اور چکر سے مسلح ہوتے تھے۔ زرہ بکتر پہنتے تھے۔ راجاؤں کے بیٹوں اور کشتری سورماؤں کو جنگی تربیت دینے کے لیے فوجی سکول قائم تھے۔ جن میں باقاعدہ ٹورنامنٹ (آزمائشی معرکے) ہوا کرتے تھے۔ جنگ طے شدہ اصولوں اور قاعدوں کے مطابق لڑی جاتی تھی۔ راجا دربار منعقد کر کے اہم فیصلے سرداروں کے مشورے سے طے کیا کرتے تھے۔ راجے اور کشتری گوشت کھاتے تھے۔ دیوتاؤں کے لیے جانوروں کی قربانیاں دیتے تھے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے یا چار پانچ بھائیوں کے ایک ہی بیوی کے شوہر بننے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ دشمن یا حریف کو شکست دے کر زور بازو سے عورت کو جیت لینا بھی جائز سمجھا جاتا تھا۔ راجاؤں کی بیٹیاں سویمبر [1] کے ذریعے شادی کرتی تھیں۔ رشیوں (جن پر ویدوں کے بھجن بذریعہ الہام نازل ہوتے تھے) اور پروہتوں (جو مذہبی رسمیں ادا کرتے تھے) کے ہاں شادی کا دستور الگ اور عوام کا الگ تھا۔ ابتدائی دور میں محض طبقے یا افراد عورتوں کو شادی بیاہ کے مقصد کے لیے فروخت بھی کرتے تھے۔ غرض مختلف طبقوں میں شادی بیاہ مختلف دستور رائج تھے۔ جن سب کا حال ''مہا بھارت'' کی داستانوں سے ملتا ہے۔

رگ وید اور مہا بھارت میں جابہ جا آریاؤں کو دیوتا اور قدیمی باشندوں کو دیتی، دونو، داسیو، اشور اور راکشس ایسے حقارت آمیز القابوں سے یاد کیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود ''مہا بھارت'' کی روایات و حکایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیمی باشندوں کے بعض طبقوں کے ساتھ ہر قسم کا اختلاط قائم کرنے میں آریوں کو کسی قسم کا عذر نہیں تھا۔ برہمن اور رشی ''دیوتاؤں'' (آریوں) میں بھی کام کرتے تھے اور 'دیتیوں' (قدیم باشندوں) میں بھی رہتے تھے اور آریوں کے ایک رشی کا بیٹا دیتیوں کے رشی کا شاگرد تھا اور اس سے منتر جنتر سیکھتا تھا۔ اس کے علاوہ

۱۔ سویمبر کی رسم یہ تھی کہ شہزادی کا باپ راجاؤں اور شہزادوں کو دعوت دے کر اکٹھا کرتا تھا اور فن سپہ گری کے کسی مشکل کرتب کو شادی کا امیدوار بننے کی شرط اوّل قرار دیا جاتا تھا شہزادے وہ کرتب کر دکھاتے تو جو شہزادی اُن میں متوسّط کو منظور ہوتا منتخب کر لیتی تھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کشتری راجا نے جو کوروؤں اور پانڈوؤں کا آٹھویں پشت میں جدامجد تھا دیتیوں کے برہمن کی بیٹی سے شادی کی۔ پورو پیدا ہوا جو بھارت ورش[1] کے راج کے بانی بھارت راجا کا دادا تھا۔ کورو اور پانڈو جن کے درمیان مہا بھارت کی جنگ ہوئی راجا بھارت کی پانچویں پشت کے پڑپوتے تھے۔ اس کے علاوہ قدیمی اصلی باشندوں کے ساتھ آریہ کشتریوں کے رضامندانہ ازدواجی تعلقات کی اور بہت سی مثالیں بھی آریوں کی روایات سے ثابت ہیں۔ ہستا پور کے جنگی مکتب میں جہاں کورو اور پانڈو شہزادے درونا گرو سے فنون جنگ کی تربیت پا رہے تھے۔ بھیلوں کے ایک شہزادے نے بھی داخل ہونے کی التجا کی جسے درونا نے نسلی تعصب کی بنا پر نہیں بلکہ یہ کہہ کر منظور نہ کیا کہ بیل مویشی چراتے ہیں اور ڈاکے ڈالتے ہیں اس لیے انھیں تیراندزی کا فن نہیں سکھایا جاسکتا۔ ان روایات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ افغانستان کی طرف سے آنے والے آریہ قبائل نے یہاں کے اصلی باشندوں کے ترقی یافتہ طبقے کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کر لیے تھے۔

کھلی رنگت کے آریاؤں اور بھوری رنگت کے اصلی باشندوں کے اس اختلاط کا حال اس امر سے بھی کھلتا ہے کہ آریہ خدوخال والے لوگوں کی اولاد پنجاب اور شمالی ہند میں کثرت سے آباد ہے لیکن وسطی ہند میں ایسی مخلوط نسلوں کے لوگ بکثرت موجود ہیں جن کے آباؤ اجداد آریہ نہ تھے یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ وسطی ہند میں جس پر آریہ راجاؤں نے بعد کے ادوار میں حاکمانہ تسلط قائم کیا۔ آریوں نے قدیمی باشندوں کو ملیامیٹ کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ان سے اختلاط قائم کر کے ایک نئی تہذیب اور نئے تمدن اور نئے سماج کی بنیاد رکھی جو بعد میں ہندو کے نام سے موسوم ہوا۔ اس اختلاط کے نتائج کا حال ہم آگے چل کر کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

ابتدائی قبائلی عہد کے آریہ کسی نو آبادی میں راج قائم کرنے پر راجا سویہ کا جشن مناتے تھے۔ جس میں قربانی اور ضیافت کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا اور گرد و نواح کے راجاؤں سے

۱۔ راجا بھارت نے اپنی ریاست کو توسیع دی یہ راجا ایک رشی کی بیٹی شکنتلا کے بطن سے تھا جس کے متعلق سنسکرت کے مشہور ڈراما نویس تلسی نے ایک ڈراما لکھا ہے۔ راجا بھارت کے بیٹے ہستین نے ہستنا پور آباد کیا۔ بھارت ورش کی ریاست بالائی گنگا کی وادی میں قایم ہوئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہنشاہی اقتدار منانے کے لیے اشومیدھ یگ کا جشن منایا جاتا جس میں گھوڑے کو سال بھر کے لیے کھلا چھوڑ دیا جاتا اگر کوئی راجا اس گھوڑے سے تعرض کرتا تو اس سے جنگ کی جاتی۔ سال کے اختتام پر تمام راجے جو گھوڑا چھوڑنے والے راجے کی اطاعت قبول کر لیتے تھے اکٹھے ہوتے اور اس گھوڑے کی قربانی کے ساتھ اور جانوروں کی قربانیاں کر کے بہت بڑا سامراجی جشن منایا جاتا تھا۔ ان قربانیوں اور اس جشن کی رسمیں معین تھیں جنھیں بڑے اہتمام سے ادا کیا جاتا تھا۔

شری کرشن کی شخصیت :

جس عہد کے واقعات کا ذکر ''مہا بھارت'' کی نظم میں آیا ہے و آریہ قبائل کے پنجاب میں آباد ہونے اور ہستنا پور دہلی اور دوارکا تک اپنی نو آبادیاں قائم کرنے کا زمانہ ہے۔ لہٰذا ''مہا بھارت'' کی جنگ واقع ہونے کی تاریخ ۱۲۰۰ق-م کے لگ بھگ متصور کی جاسکتی ہے۔ مہا بھارت کی جنگ میں وسطی اور مشرق ہند کے جن راجاؤں نے شمولیت کی وہ ہمارے خیال میں آریہ نہیں تھے بلکہ قدیمی باشندوں کی ریاستوں کے والی تھے۔ دوارکا کے راجا بلرام اور شری کرشن نے اس جنگ میں بہت اہم کام کیے ہیں جنھیں روایات میں کوروؤں اور پانڈوؤں کے رشتہ دار ظاہر کیا گیا ہے لیکن دوارکا کے گوپال قبیلہ یدھاوا کے مذہبی خیالات، رسم و رواج اور طبائع ہستنا پور کے آریوں سے بہت مختلف بیان کیے گئے ہیں جس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یدھاوا قوم کے لوگ آریہ نہ تھے۔ خود یہ روایت کہ شری کرشن مرلی دھر سانولی رنگت کے تھے، ظاہر کرتی ہے کہ وہ آریہ نہ تھے۔ بلکہ قدیمی باشندوں سے تعلق رکھتے تھے لیکن آریہ اور غیر آریہ راجے انھیں ان کے اوصاف کی وجہ سے بہت احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مہا بھارت کی روایت کے مطابق شری کرشن نے کوروؤں اور پانڈوؤں کی جنگ کو روکنے کی بہت کوشش کی۔ جس میں اسے کام یابی نہ ہوئی تو آپ نے پانڈوؤں کی حمایت کی۔ میدان جنگ میں پانڈو ہیرو ارجن کی رتھ چلائی۔ جنگ کے آغاز میں شری کرشن نے ارجن کو جو اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے لڑنے میں متامل تھا اپنے حق کے لیے لڑنے اور اپنا فرض ادا کرنے پر ابھارا شری کرشن کا یہ اپدیش گیتا کہلاتا ہے۔ جس میں زندگی کے فلسفے پر تصوف کے اعلیٰ خیالات کو روشنی میں تبصرہ کیا گیا ہے۔ ہندوؤں کے بعض طبقے گیتا کو الہامی کتاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھتے ہیں اور شری کرشن کو ویشنو کا اوتار سمجھ کر ان کی مورتی کی پوجا کرتے ہیں۔ ویشنو کا ذکر قدیم آریہ قوم کے دیوتاؤں میں کہیں نہیں ملتا بلکہ یہ بعد کے دور کے برہمنی مت اور ہندو دھرم کے دیوتاؤں میں سے ایک ہے۔ دیوتاؤں کے آریہ تخیل سے ہندوؤں کا تخیل مختلف ہے۔ جس سے یہ اخذ کرنا بیجا نہ ہوگا کہ اگنی، اندر، دایو، درونا، مروت اور یم دیوتاؤں کے بھجن گانے والے آری اور تھے اور برہما، ویشنو اور شوکی مورتی پاجا کرنے والے لوگ اور تھے جو آریاؤں کے ورود سے پہلے اس سرزمین میں آباد ہو چکے تھے۔

شری کرشنن کی زندگی کے واقعات جو ہندوؤں کی مذہبی روایات میں مذکور ہیں معجزوں اور خوارق عادات کی داستانوں سے لبریز ہیں۔ شری کرشن متھرا کے راجا کنس کی بہن کے بطن سے پیدا ہوئے چوں کہ راجا کو جوتشیوں نے بتا رکھا تھا کہ اس کا زوال اس کے بھانجے کے ہاتھوں ہوگا اس لیے شری کرشن کے ماں باپ نے پیدائش کی رات بچے کو دریائے جمنا کے پار ایک گوالے کے گھر پہنچا دیا۔ جہاں انھوں نے گوالوں کی بستی میں پرورش پائی شری کرشن کے عہد طفلی کے حالات معصومانہ کھیلوں اور شرارتوں کی داستانوں سے پر ہیں۔ شری کرشن جوان ہو کر متھرا گئے جہاں انھوں نے غیر معمولی روحانی اور جسمانی طاقت سے راجا کنس کو جو بہت ظالم راجا تھا اور اپنی پوجا کراتا تھا مغلوب کر کے قتل کر دیا اور اس کی جگہ اپنے باپ کو راج دلایا ازاں بعد شری کرشن کی قوم متھرا کے نواح سے نقل مکانی کر کے دوارکا میں چلی گئی جو گجرات کاٹھیاواڑ میں سمندر کے کنارے آباد تھا۔ شری کرشن نے دوارکا کے راجا ہونے کی حیثیت سے مہا بھارت کے واقعات میں حصہ لیا۔ روایت ہے کہ یدھاوا قوم کے افراد سمندر کے کنارے رنگ رلیاں منا رہے تھے کہ ان کے درمیان بلوا ہو گیا۔ انھوں نے جنگل کی ایک خود رو جھاڑی کے سخت اور تیز دھار والی پتوں سے لڑ کر ایک دوسرے کا خاتمہ کر دیا اس کے بعد سمندر کا پانی چڑھ آیا جس نے دوارکا کی بستی تباہ کر دی۔ شری کرشن نے اپنی قوم کا یہ انجام دیکھ کر جنگل کے ایک درخت کے سائے میں جان دے دی جہاں سے ان کی نعش کو ارجن نے آ کر سنبھالا۔ شری کرشن کو اپنی بیوی رادھا سے بہت محبت تھی اس کے علاوہ ہندوؤں کی روایات میں انھیں عورتوں کا محبوب پیکر ظاہر کیا گیا ہے جو اکثر ان کے اردگرد جمع رہتی تھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رامائن کی کہانی :

رامائن میں اجودھیا کے راجا جسرتھ یا دسرتھ اس کی تین رانیوں اور اس کے چار بیٹوں کی کہانی بیان کی گئی ہے۔ داستان مختصر طور پر یہ ہے کہ راجا جسرتھ اور اس کی رعایا راجا کے بڑے بیٹے شری رام چندر جی کو یوو راج بنانے کی رسم ادا ہونے والی تھی کہ راجا کی دوسری رانی کیکئی نے مخالفت کی اور راجا کو اپنے قول کی یاد دلا کر مطالبہ کیا کہ وہ رام کو چودہ سال کے لیے جلا وطن کر کے جنگل میں بھیج دے اور اس کی جگہ کیکئی کے بیٹے بھرت کو یوو راج بنائے۔ رام کو اپنے باپ کے قول ہارنے کا علم ہوا تو اس نے اپنی بیوی سیتا اور اپنے ایک بھائی لکشمن کے ساتھ جنگل کی راہ لی۔ جلا وطنی کے زمانہ میں رام، سیتا اور لکشمن کو بڑی مشکلات کا سامنا ہوا اور جب وہ دکن کے ڈنڈا کا بن میں مقیم تھے۔ لنکا کا راجہ راون سیتا کو اٹھا کر لے گیا۔ شری رام چندر جی نے دکن کے راجا سگریو کو راون سے لڑنے کے لیے آمادہ کر لیا ادھر سے راون کا ایک بھائی وبھیشنا بھی رام اور سگریو کے ساتھ آن شامل ہوا۔ رام اور سگریو نے بہت بڑا لشکر لے کر لنکا پر چڑھائی کی اور جنگ میں راون اور اس کے بہادروں کو مار کر سیتا کو قید سے چھڑایا۔ اس فتح کے بعد رام سیتا اور لکشمن اجودھیا کی طرف لوٹے کیوں کہ چودہ سال کی معیاد پوری ہو چکی تھی۔ اجودھیا کے لوگوں نے پر تپاک استقبال کیا اور شری رام چندر جی کو اپنا بادشا بنا لیا۔

رامائن کی کہانی سے حسب ذیل تاریخی نتائج مرتب کیے جا سکتے ہیں اوّل یہ کہ کہانی جنگ مہا بھارت کے عہد سے کافی عرصہ بعد کے دور سے متعلق ہے جب آریہ راجاؤں نے دریائے گنگا کی وادی میں مشرق کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے اودھ اور بہار میں نئی ریاستیں قائم کیں اور شہر، قصبے، محل، باغات اور قلعے بنا کر رہنے لگے۔ دوسرے یہ کہ اس دور میں آریوں کے طرز بود و باش میں کافی تبدیلی آ چکی تھی اور برہمنوں کا اثر و رسوخ بہت بڑھ گیا تھا۔ راجا جسرتھ کو خود ویدوں کا عالم ظاہر کیا گیا ہے اور راون کے متعلق بھی یہ لکھا ہے کہ وہ بڑا عالم اور گیانی تھا۔ راون کی لنکا کا حال بھی جو رامائن میں بیان کیا گیا ہے ظاہر کرتا ہے کہ لنکا کا راکشس تمدن اور اجودھیا کے آریہ تمدن سے کسی طرح کم نہ تھا۔ اس قسم کی ترقی یافتہ ریاستوں کے باہر جنگلات میں وحشی لوگ پھرتے تھے جنھیں مہا بھارت کی طرح رامائن میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی بہت بھونڈی اور ہیبت ناک صورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ سویمبر اور اشومیدھ یگ کے جشن اس دور میں بھی نظر آتے ہیں۔ لڑائی کے اوزار وہی ہیں جن کا ذکر مہابھارت میں آچکا ہے۔ رام، سیتا اور لکشمن جنگل میں جانوروں کا شکار کر کے گوشت پر اور جنگل کے پھلوں اور جڑی بوٹیوں پر بسر اوقات کرتے ہیں۔ جنگل میں جابہ جا انھیں تپسیا کرنے والے اور گیان دھیان کی زندگی بسر کرنے والے رشی اور یوگی ملتے ہیں۔

شری رام چندر جی کی زندگی کے اہم واقعات کی یاد دسہرہ کے دنوں میں لیلا یعنی ناٹک اور ڈرامے کر کے ہر سال منائی جاتی ہے اور اجودھیا میں ان کے واپس آنے کی یادگار کے طور پر ہر سال دیوالی (چراغاں) کی عید منائی جاتی ہے۔ ہندو شری رام چندر جی کو ویشنو کا اوتار سمجھتے ہیں اور ہر وقت رام کے نام کا جاپ کرنے کو ذریعہ نجات خیال کرتے ہیں۔ دسہرے کی لیلا میں راون اور اس کے ساتھیوں کو ہیبت ناک بھوتوں کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے اور ان کے بڑے بڑے گڈے بنا کر جلائے جاتے ہیں۔ یہ تو خیر قابل فہم بات ہے لیکن تعجب کا مقام یہ ہے کہ لیلا میں راون کے مقابلے میں شری رام چندر جی کی مدد کرنے والے راجہ سگریو اور اس کے لشکروں کو بندروں، لنگوروں اور ریچھوں کی صورتوں میں پیش کیا جاتا ہے۔ رامائن کی داستان کا زمانہ ایک ہزار قبل مسیح سے لگ بھگ سمجھنا چاہیے۔ اس زمانے میں یونان کے آریہ قبائل میں ٹرائے کی جنگ واقع ہوئی ہے جس میں ٹرائے کا بادشاہ خوب صورت ہیلین کو اٹھا کر لے جاتا ہے۔ سیتا اور ہیلین کے قصوں میں یہ فرق ہے کہ سیتا اپنی عصمت کے محفوظ رہنے کا یقین دلانے کے باوجود اجودھیا کے لوگوں کی نظروں سے گر گئی لیکن ہیلین کو اپنی عصمت کھو بیٹھنے کے باوجود اس کے شوہر نے گرم جوشی سے دوبارہ قبول کر لیا۔ اسی تقابل سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہندی آریہ اور یونانی آریہ کے افکار و جذبات میں کس قدر فرق واقع ہو چکا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ہزار سال قبل مسیح کے وقت دنیا کی کیفیت

ایک ہزار سال ق-م تک گزشتہ ہزار سالہ دور کے انقلابات و حوادث کے باعث دنیا میں جو کیفیت رونما ہوئی اس کا حال مجموعی طور پر ذیل کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے:

گزشتہ باب میں اس امر کی تشریح کی جا چکی ہے کہ دو ہزار سال ق-م سے لے کر ایک ہزار سال ق-م تک کے دور میں جنوبی روس وسطی یورپ، بلقان، یونان، ایشائے کوچک، بابل ایران، افغانستان اور شمالی ہند (پنجاب) کی سرزمینیں وسط ایشیا سے خروج کرنے والے خانہ بدوش آریہ قبائل کی یلغاروں کی آماجگاہ بن گئیں اور وادی النیل کی متمدن سرزمین کو صدیوں عرب، فلسطین اور شام کی صحراؤں سے اٹھنے والے خانہ بدوش قبائل کی یلغاروں سے پامال ہونا پڑا۔ آری قبائل کے اس عالم گیر خروج کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ نیل، دجلہ اور فرات کی وادیوں کے ترقی یافتہ تمدن کو وحشی اقوام کے حملوں کے ہاتھوں بہت نقصان پہنچا اور انسان کی علمی اور فنی ترقیاں جو ان وادیوں میں صدیوں سے پرورش پا رہی تھیں رک گئیں۔ اس کے علاوہ دریائے ڈینیوب اوت دریائے سندھ کی وادیوں میں زراعت کاروں کا جو تمدن جاگیر ہو رہا تھا اسے نئے حملہ آوروں کے سامنے اطاعت کا سر جھکانا پڑا۔ وسط ایشیا کے بدوی آریہ قبائل کی ان یلغاروں سے صرف چین کی سرزمین محفوظ رہی۔ جہاں زراعت کاروں کی بستیاں جاگیرداریاں قائم کر کے ایک بادشاہی نظام کی شکل اختیار کر چکی تھیں۔

تمدن کے خد و خال:

مصر، بابل اور کریٹ کے جس ترقی یافتہ تمدن کو وسط ایشیا اور صحرائے عرب کے بودی قبائل کے ہاتھوں نقصان پہنچا اس کے نمایاں خد و خال حسب ذیل تھے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمیری اور بابلی اقوام فن زراعت کو بہت ترقی دے چکی تھیں۔ بابلیہ کے کسان زمین میں بیج ڈالنے کے لیے پورا استعمال کرنے لگے تھے۔ ہل چلانے کے لیے بیلوں کا استعمال کرتے تھے اور دودھ مکھن حاصل کرنے کے لیے گائیں پالتے تھے۔ زراعت کاری کے یہ طریقے نیل اور سندھ کی وادیوں میں رائج ہو چکے تھے۔ بابلی پختہ اینٹوں کے مکان بناتے تھے۔ مندر تعمیر کرتے تھے۔ پتھر کی سلوں پر تصویریں کھودتے تھے۔ مجسّمے اور مورتیاں بناتے تھے۔ چاندی، سونے اور تانبے کے زیور اور برتن بناتے تھے۔ پیتل کے اوزار اور برتن بنانے لگے تھے۔ دھاتوں کا استعمال اس دور میں کم و پیش دنیا کے باقی ملکوں میں رائج ہو چکا تھا۔ بابلیوں نے چاند، سورج اور ستاروں کی رفتار کا حساب لگا کر ہفتے، مہینے، سال اور ساعتوں کا حساب مقرر کیا اور علم ہیئت کے ابتدائی مشاہدات کر کے ان سے فائدہ اٹھانے لگے۔ یہ لوگ دیوتاؤں کے پجاری تھے۔ ہر شہر کا مخصوص دیوتا ہوتا تھا۔ جن کی وہ مورتیاں بنا کر مندروں میں رکھتے تھے اور ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ دیوتاؤں کے لیے جانوروں کی قربانیاں بھی کرتے تھے۔ قربانی کے جانوروں کی آنتوں سے اور ان کے اندرونی اعضا کی کیفیات سے شگون لیتے تھے۔ تحریر کو ایجاد کرنے کا سہرا بھی اسی خطے کے قدیم باشندوں کے سر ہے۔ یہ لوگ ہر قسم کا تحریری ریکارڈ رکھنے کے لیے مٹی سے بنائی ہوئی تختیاں استعمال کرتے تھے۔ جائیداد کی تقسیم و انتقال کے لیے ان کے ہاں قانون رائج تھے۔ مدنی حقوق قانوناً معین کر دیے گئے تھے۔ داستان نویسی اور تاریخ نویسی میں بھی بابلیوں کو کافی دسترس حاصل تھی۔ گیت اور بھجن بھی لکھتے تھے۔ ریاستوں کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لیے صرف جنگ کے طریق ہی پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ سیاسی گفت و شنید پر بھی انحصار رکھتے تھے اور ثالثی بھی اختیار کرتے تھے۔ سمیریہ اور بابلیہ کے اکثر بادشاہ محض دیوتاؤں کے نائب کہلانے پر اکتفا کرتے تھے لیکن بعض نے خود دیوتائی کا درجہ حاصل کر لیا اور مندروں میں اپنے مجسّمے نصب کر کے عوام سے اپنی پوجا کرائی۔

مصر کا تمدن بھی بابلیہ کے تمدن کے متوازی ترقی کرتا رہا۔ مصریوں نے پتھر پر منبت کاری اور مجسمہ سازی کے فن کو بہت ترقی دی۔ بابلی منار بنواتے تھے مصریوں نے اہرام تعمیر کرائے اور پتھروں کو کاٹ کر پہاڑوں میں عالی شان مندر بنوائے۔ سنگ تراشی کے فن کو درجہ کمال تک پہنچایا جو فن تعمیر میں قدیم مصریوں کی حیرت انگیز ترقی پر دلائل ہیں۔ مصری تحریر کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے الواح کے بجائے بھوج پتھر استعمال کرتے تھے۔ ان کے لٹریچر میں دیوتاؤں کی داستانیں کم ہیں اس کے بجائے محبت کی داستانیں، بربادی کے نوحے، فرعونوں اور دیوتاؤں کی تعریف میں بھجن اور گیت زیادہ ہیں جو کافی ادبی ترقی کا پتہ دے رہے ہیں۔ پہلے مصر کے بادشاہ مختار مطلق ہوتے تھے پھر جاگیرداری کا انتظام قائم ہوا۔ فراعنہ مصر کو دیوتاؤں کا درجہ حاصل تھا۔ رعایا کے لیے ان کی پرستش لازمی تھی۔ یہ فرعون سورج کی اولاد کہلاتے تھے۔

کریٹ اور جزائر ایجین کا جو ترقی یافتہ تمدن ان بدوی آریہ قبائل کے ہاتھوں برباد ہوا نقاشی، مجسمہ سازی اور مٹی کے نفیس ترین برتن بنانے کے اعتبار سے بہت ممتاز تھا۔ کریٹیوں کا یہ آرٹ مقامی نہ تھا کیوں کہ یہ لوگ تاجر تھے اور دور دراز کی سرزمینوں سے سوغاتیں یعنی اچھی اچھی چیزیں لا سکتے تھے۔ کریٹ سے آرٹ کے جو نمونے دست یاب ہوئے ہیں انھیں اس دور کی دنیائے متمدن کی کاری گری کا ماحصل سمجھنا چاہیے۔

دریائے ڈینیوب کی وادی اور وسطی یورپ کے دوسرے زراعتی مرکزوں میں تمدن ترقیات کی سطح اتنی بلند نہیں ہوئی تھی۔ ان علاقوں کے زراعت کار مٹی کے برتن بناتے تھے۔ لیکن بہت سی ضروریات کے لیے مشرق کے تاجروں پر انحصار رکھتے تھے۔

دریائے سندھ کی وادی کا تمدن دجلہ، فرات اور نیل کی وادیوں کے تمدن کی طرح ترقی [illegible] نہ تھا۔ تاہم جو آثار دست یاب ہوئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ دریائے سندھ کی [illegible] زراعت کار بستیاں بنا کر رہتے تھے۔ پختہ اینٹوں کے گھر بناتے تھے۔ حمام اور نالیاں تعمیر کرتے تھے۔ سنکھ، سیپ، تانبا، سکہ، قیمتی پتھر، چاندی، سونا، سبز مٹی، گیرو، گاچی، سلیٹ وغیرہ استعمال کرتے تھے۔ برانز اور پیتل کے برتن اور اوزار بناتے تھے۔ گندم، کھجور، جَو، دالوں اور تلوں کی کاشت کرتے تھے۔ جانور پالتے تھے۔ گوشت کھاتے تھے۔ شکار کھیلتے تھے۔ ان کے ہتھیار، تیر کمان، نیزہ، کلھاڑی، خنجر اور گرز پر مشتمل تھے۔ اوزاروں میں کلھاڑیاں، درانتیاں، آرے، تیشے، استرے اور چاقو قابل ذکر ہیں جو برانز، پیتل، تانبے اور پتھر سے بنائے جاتے تھے۔ آٹا پیسنے کے لیے چکی کے بجائے پتھر کی اوکھلیاں استعمال کرتے تھے۔ چاک پر مٹی کے برتن بناتے تھے اور ان پر نقش و نگار کرتے تھے۔ تحریر کے فن سے آشنا تھے۔ مردوں کو دفن بھی کرتے تھے اور جلاتے بھی تھے۔ بعض برتنوں میں انسانی جسم کے اعضا الگ الگ دفن کیے ہوئے ملتے تھے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض لوگ مردوں کو جانوروں کے سامنے ڈال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دیتے تھے اور پھر بچے کھچے اعضا کو مٹی کے برتنوں میں بند کر کے دفن کر دیتے تھے۔

متمدن ملکوں پر آریہ اقوام کی یلغاروں کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ اس دور میں ہر جگہ فصیل دار شہر اور قصبے بننے لگے اور بستیوں کی حفاظت کے لیے فصیلوں کے اردگرد خندقیں کھودنے کا رواج عالم گیر صورت اختیار کر گیا۔ آریہ حملہ آوروں کے اطوار و عادات کا حال اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ ان کی یلغاروں کے باعث شمالی میدان اعظم اور جنوبی میدان اعظم کے قدیم ترین باشندوں کی اولاد کو صدیوں کی جدائی کے بعد آپس میں خلط ملط ہونے کا موقع ملا۔ آریوں نے وسطی یورپ، جنوبی روس، بلقان، یونان، ایشیائے کوچک، بابلیہ، ایران اور شمالی ہند میں گھس کر پہلے تو آبادیاں قائم کیں اور پھر ریاستیں بنائیں اور بھوری رنگت کے باشندوں کو جو ان خطوں میں صدیوں سے آباد تھے اپنا مطیع بنا کر حکومتیں قائم کر لیں۔ بھوری اور کھلی رنگت کے باشندوں کے اس اختلاط کا نتیجہ مختلف صورتوں میں برآمد ہوا۔ محکوموں نے حاکموں کی زبان اختیار کر لی لیکن حاکموں نے قریب قریب ہر جگہ اپنے سے زیادہ متمدن اقوام کے مذہبی خیالات اور معاشرتی آداب کو قبول کرنا شروع کر دیا۔ یونان کے ہیلی، ایشیائے کوچک کے حتی، بابلیہ کے کسدی اور پنجاب اور ہندوستان کے ویدی آریہ قبائل بہت بڑی حد تک برائے باشندوں کے خیالات و اطوار سے متاثر ہوئے۔ صرف ایران کے آریہ اس عمل سے مستثنیٰ نظر آتے ہیں جو اپنے ایک پیغمبر زرتشت کے دین کو قبول کر کے توحید پرست بن گئے۔

دینی پیشوایانِ اعظم کا ظہور:

اس دور کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں زرتشت، موسیٰ، کرشن اور رام ایسی جلیل القدر ہستیاں ظاہر ہوئیں۔ جن کے کردار اور اقوال سے نوع انسانی کی بڑی بڑی جمعیتیں اس دور میں بھی بہت متاثر ہوئیں اور آج تک متاثر چلی آ رہی ہیں۔ زرتشت نے زرتشتی دین رائج کیا جس کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ ہستی اعلیٰ کے دو مظہر نور اور ظلمت یعنی نیکی اور بدی کی شکل میں کائنات میں کارفرما ہیں اور کائنات کے وجود اہورہ منورہ (نور) اور اہریمن (ظلمت) کی باہمی کشمکش کا نتیجہ ہے۔ جب نور ظلمت پر غالب آ جائے گا تو ہستی اعلیٰ تمام انسانوں کے لیے قوم حساب قائم کرے گی اور نیکی کی مدد کرنے والوں کو جزا اور ظلمت و بدی کے پیروؤں کو سزا ملے گی۔ زرتشت نے اس عقیدہ کے ساتھ ہی اپنے دین کے پیروؤں کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریعت بھی دی یعنی سماجی اور معاشرتی قوانین کی بنا ڈالی۔ موسیٰ علیہ السلام نے جو بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔ یہودیوں کو بت پرستی سے روکا اور خدائے واحد کی عبادت کرنے کی تلقین کی۔ اس کے ساتھ ہی یہودیوں کو اخلاقی اور معاشرتی قوانین دیے اور شریعت رائج کی۔ ہندوستان میں کرشن نے گیتا کی شکل میں خدائے واحد کے عرفان کا پیغام دیا اور ہندوؤں کو شو، اندر اور دوسرے دیوتاؤں کی پوجا سے روکنے کی کوشش کی۔ رام نے اپنی سیرت اور کردار سے حق پرستی، سچائی اور فرض شناسی کی زندگی بسر کرنے کی اعلیٰ مثال قائم کر دکھائی۔ زرتشت، موسیٰ، کرشن اور رام کے پیروؤں نے بعد میں اپنے پیشوایان دین کے پیغام و شریعت پر کس حد تک عمل کیا اور کس حد تک اصلی شکل میں محفوظ رکھا اس کا ذکر اپنے اپنے مواقع پر بعد کی فصول میں کیا جائے گا۔ اس موقع پر یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ جہاں پارسی اور یہودی اپنے پیشوایانِ مذاہب کو خدا کے پیغمبر سمجھتے رہے وہاں ہندوؤں نے کرشن اور رام کو ویشنو یعنی خدا کی ربانی قوت کا مظہر قرار دیا۔ ہندوؤں میں دیوتاؤں یا خدائے واحد کی مختلف صفاتی قوتوں کے انسان بن کر آنے کا عقیدہ عام ہے جسے وہ اوتار کہتے ہیں لیکن بعض دوسری اقوام اپنے دینی پیشوایان اعظم کو خدا کا پیغمبر یعنی ایلچی خیال کرتی ہیں۔ ویدک آریوں کے مذہبی لٹریچر میں ایسے بزرگوں کو جو ہستی اعلیٰ کے ساتھ روحانی تعلق رکھتے تھے اور الہام کے ذریعے خدا کا پیغام حاصل کرتے تھے رشی کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ مخفی یہ رہے کہ رگ وید کے بھجنوں میں جہاں مختلف دیوتاؤں کی تعریف کے گیت ہیں وہاں ایسے بھجن بھی ہیں جو ایک ہستی اعلیٰ یعنی دیوتاؤں کے دیوتا رب الارباب کی شان میں گائے گئے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ رگ وید کے زمانے میں پنجاب کے آریہ توحید یعنی خدا کو ایک ماننے کے عقیدے سے بے خبر نہ تھے۔

سیاسی، معاشرتی اور تمدنی کیفیت:

اس دور کے خاتمے پر یعنی ایک ہزار قبل مسیح میں کرہ ارضی پر طوائف الملوکی کا دور دورہ نظر آرہا ہے۔ مصر میں فراعنہ مصر کے اکیسویں خاندان کی بادشاہی قائم ہے جس کے عہد میں مصریوں کی تمدنی کوششیں زوال پذیر نظر آرہی ہیں۔ فلسطین میں یہودی قبیلے ساؤل یعنی طالوت کو بادشاہ بنا کر کنعان و فلسطین کی قبائلی ریاستوں سے برسرپیکار نظر آرہے ہیں اور فلسطین کی موعودہ سرزمین پر قبضہ جما رہے ہیں۔ شام اور فلسطین کے ساحلی علاقوں پر کریٹی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فنیقی تاجروں کی بستیاں قائم ہو چکی ہیں اور شام کے اندرونی علاقے میں آرامی تاجروں کی ریاست قائم ہے۔ ایشیائے کوچک کی حتی سلطنت کا شیرازہ منتشر ہو چکا ہے اس کی جگہ متعدد نوابیاں اور جاگیرداریاں قائم ہیں۔ ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر یونان اور بلقان سے آنے والے تازہ آریہ قبیلے اپنی بستیاں قائم کر چکے ہیں۔ یونان میں آریہ قبائل کی متعدد ریاستیں قائم ہیں۔ بحیرۂ روم کے افریقی ساحل پر کارتھیج (ٹیونس) اور اوتیکا (الجزائر) میں شام کے فنیقی تاجروں کی نوآبادیاں بن چکی ہیں جنوبی اٹلی میں ایطروسکی قوم کی بادشاہی قائم ہے۔ سسلی میں یونانی اور کارتھیجی اپنی تجارتی بستیاں قائم کر چکے ہیں۔ یورپ میں بھی طوائف الملوکی کا یہی عالم ہے۔ وہاں آریہ فاتحین جابہ جا اپنی جاگیریں بنا رہے ہیں۔ بحیرۂ اسود کے شمال میں کیمیریوں کی ریاست ہے جو آریہ ہیں اب سے اوپر سیت یا سکیتھین قبائل خانہ بدوشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ نینوہ میں اشوریوں کی ریاست ہے۔ بابل میں کسدیوں کے عروج کا ستارہ غروب ہو چکا ہے اور وہاں مقامی خاندان کی کم زور حکومت قائم ہے۔ وسطی ایران میں عیلام (پارس) کے علاوہ بھوری نسل کے باشندوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں یا قبائلی علاقے ہیں۔ شمالی ایران میں نووارد آریوں کے قبائل جاگیریں قائم کر چکے ہیں افغانستان اور پنجاب کی کیفیت بھی یہی ہے۔ چین میں چاؤ خاندان کے بادشاہ حکمرانی کر رہے ہیں۔ منگولیا، سائے بیریا، افریقہ اور امریکہ میں خانہ بدوش قبائل شکار کھیلتے اور جانوروں کے گلوں کو ہانکتے ہوئے پھر رہے ہیں۔ غرض ایک ہزار ق - م کا عہد دنیا میں طوائف الملوکی کا عہد ہے جس میں تمدنی، حرفتی اور ثقافتی ترقیات کی رفتار بہت سست نظر آرہی ہے۔ خانہ بدوش آریہ اقوام یورپ اور ایشیا کے زرعی ملکوں میں آباد ہوکر تمدن و ترقی کی الف، بے تے سیکھ رہی ہیں۔ آریاؤں کے پروہت بھجن گاتے ہیں۔ بھانڈ قومی سورماؤں کے قصے گیتوں کی شکل میں تصنیف کرکے سناتے ہیں اور یونان اور ہندوستان میں ناٹک اور ڈرامے کا فن ایجاد ہو کر عوام کی ضیافت طبع کو موجب بن رہا ہے۔

چار بڑی جنگیں:

اس دور کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس دور کی چار بڑی جنگوں نے اقوام عالم کے لٹریچر میں خاص اہمیت کی جگہ حاصل کی ان میں سے تین جنگیں بارھویں صدی قبل مسیح میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقوع پذیر ہوئیں جن میں ایک ہندوستان کی مہابھارت ہے جس میں شمالی ہند کے بیسویں راجاؤں نے حصہ لیا اور کوکشیتر کے میدان میں اٹھارہ دن تک گھمسان کا رن پڑا۔ دوسری بڑی جنگ یونانی اور ایشیائے کوچک کے باشندوں کے درمیان لڑائے میں واقع ہوئی جس کے تذکرے نے مہابھارت کی طرح لٹریچر میں خاص مقام حاصل کر لیا۔ یہ دونوں جنگیں بارہ سو ق-م کے قریب واقع ہوئیں۔ تیسری بڑی جنگ جس نے چینیوں کے لٹریچر میں اہمیت کا مقام حاصل کیا۔ ۱۰۲۰ ق-م میں بن خاندان کے آخری بادشاہ چاؤسن اور چاؤ کے نواب کے درمیان واقع ہوئی جس میں چینیوں کی روایت کے مطابق دونوں طرف سے لاکھوں افراد نے حصہ لیا اور اتنا خون بہا جس میں ''لکڑی کا شہتیر تیرایا جا سکتا تھا''۔ چوتھی جنگ لنکا کے راکشس راجا راون اور شری رام چندر جی کے درمیان واقع ہوئی اگر ان جنگوں کی فہرست میں رستم و سہراب کی لڑائی کو بھی شامل کر لیا جائے جس نے ایرانیوں کے لٹریچر میں مقبولیت عامہ حاصل کی تو ان کی تعداد پانچ تک پہنچ جاتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آٹھواں باب

لوہے کا زمانہ (۱) دورِ شجاعت

(ایک ہزار قبل مسیح سے ولادت مسیح تک)

لوہے کی دریافت۔ فلسطین میں یہودیوں کی سلطنت۔ اشوریوں، بابلیوں اور ایرانیوں کا عروج و زوال۔ خسرو اعظم ذوالقرنین۔ منوں۔ بدھ۔ جین مت۔ کنفیوشس۔ یہودیوں کے نبیوں اور یونان کے فلسفیوں کا ظہور۔ ہنو کا بحری سفر۔ یونانیوں کا عروج۔ مغربی ایشیا پر سکندر اعظم کی یلغار۔ ہندوستان میں اشوک اعظم۔ یورپ میں رومیوں کا عروج۔ روما اور کارتھیج کی مسلسل جنگیں عالم گیر۔ روحانی، فکری اور علمی تحریکیں آرٹ کی ترقی اور شستگی۔ تاتار میں ہنوں کا عروج۔ مصر کے یونانیوں کی علمی سرگرمیاں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوہے کی دریافت

دو ہزار سال ق-م سے ایک ہزار سال ق-م تک کے دور میں برانز دھات کے ہتھیار اور اوزار دنیا میں ہر جگہ عام طور پر استعمال ہونے لگے تھے۔ ایشیائے کوچک، وادی دجلہ و فرات اور وادی نیل میں سونا اور تانبا بہت پہلے سے زیر استعمال آچکا تھا لیکن یہ دھاتیں نرم ہیں ان سے تیز دھار والے ہتھیار اوزار اور آلات بنانا ناممکن تھا، اس لیے انسان انھیں محض زیب و زینت کی اشیا بنانے کے لیے برتنے لگے اور ان کے ہتھیار اور اوزار پتھر ہی کے بنتے رہے جس کو گھسا کر تیز کرنے اور تیز دھار بنانے کی ٹیکنیک انھوں نے ہزاروں سال پہلے حاصل کر لی تھی۔ اس دور کی آخری صدیوں میں دھاتوں کا کام کرنے والے انسانوں نے ایک نئی دھات دریافت کرلی یہ لوہا تھا۔ لوہے کی دریافت کے بعد انھیں تانبے کے ساتھ قلعی ملا کر پیتل یا برانز بنانے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اب وہ لوہے کے ہتھیار اور آلات بنا کر بیچنے لگے۔ لوہے کی دریافت کا اولین تاریخی اثر اس خنجر سے ملتا ہے جو مصر کے فرعون طوطنع آمن کے مقبرے سے ملا۔ اس خنجر کا پھل لوہے کا ہے اور دستہ سونے کا ہے۔ طوطنع آمن کا عہد حکومت ۱۳۰۶ق-م سے ۱۳۰۰ ق-م تک کا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خنجر کسی کاریگر نے تحفے کے طور پر طوطنع آمن کی خدمت میں پیش کیا ہوگا۔ جسے ایک نادر چیز کے طور پر بادشاہ مصر نے اپنے ذاتی سامان میں شامل کر لیا جو اس کے ساتھ ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔ یہودیوں کی مقدس کتاب عہد نامہ عتیق میں حضرت موسیٰ کے جانشین یشوع کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے پاس لوہے کے اوزار تھے۔ یشوع نے بنی اسرائیل کو لے کر گیارہ سال ق-م کے قریب فلسطین کی طرف پیش قدمی کی تھی۔ اسی طرح رامائن میں بھی لنکا کے راجا راون کے بھائی کے ہتھیاروں میں لوہے کے گرز کا خاص طور پر ذکر آیا ہے۔ ان تذکروں سے معلوم ہوتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ابتدا میں لوہے کے ہتھیاروں کو نادر چیز سمجھا جاتا تھا اسی لیے لوہے کا ذکر خاص طور پر کیا گیا۔ اس تذکرے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شری رام چندر جی کا زمانہ ۱۳۰۰ ق-م سے ایک ہزار ق-م تک کے درمیانی عرصہ میں کہیں تھا۔ جب کہ لوہے کے اوزار نادر تحفے کے طور پر شمار کیے جاتے تھے۔

بہرحال ایک ہزار ق-م کے بعد لوہے کے ہتھیار ہر جگہ عام طور استعمال ہونے لگے اور برانز دھات اور پیتل کے ہتھیاروں کی جگہ لینے لگے۔ اسرائیلی بادشاہ داؤد کے عہد میں (۱۰۴۷ سے ۱۰۱۰ ق-م تک) لوہے کو ڈھال کر ہتھیار بنانے کی ٹیکنیک جاری ہو چکی تھی۔

اس نئی دریافت کے باعث جس نے جنگی ساز و سامان میں زبردست انقلاب برپا کردیا۔ ایک ہزار ق-م کے بعد کے دور کو لوہے کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ اس دھات کا استعمال آج (بیسویں صدی مسیحی) تک بہت ترقی پذیر صورتوں میں ہو رہا ہے۔ بعض دوسری دریافتوں اور ترقیوں کے باوجود آج بھی توپیں اور کئی قسم کا جنگی ساز و سامان لوہے کو ڈھال کر ہی بنایا جاتا ہے اس کے علاوہ لوہا چھوٹی بڑی مشینوں، کارخانوں اور ریل کے انجنوں اور ریلوں کے لیے بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔ گویا نوع انسانی تین ہزار سال سے ابھی لوہے ہی کے دور سے گزر رہی ہے۔ اگرچہ بعض دوسری دریافتوں کے باعث اس دور کے آخری حصوں کو بعض دوسرے نام بھی دیے جا سکتے ہیں۔

ابتدائی تین صدیاں :

اس دور کی ابتدائی تین صدیوں یعنی ایک ہزار ق-م سے ۷۰۰ ق-م تک کے زمانے کے تاریخی آثار بہت کم دست یاب ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مصر کی سلطنت زوال پذیر ہو چکی تھی۔ جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ ایران، افغانستان اور ہندوستان میں آریہ قبائل کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں۔ چھوٹی ریاستوں کی آویزشیں عام تھیں جن کے باعث کوئی قوم بھی تعمیر، سنگ تراشی یا دوسرے ایسے فنون کو جو

۱- مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر میں لکھا ہے کہ ''ہم نے داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو (موم کی طرح) نرم کردیا جس میں زبردست دہشت ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آثار کے طور پر قائم رہ سکتے ترقی نہیں دے سکتی تھی۔ تاہم بنی اسرائیل کے مقدس صحیفوں، یونان کے شاعر اور بھاٹ ہومر کے گیتوں اور ہندوؤں کی کتابوں سے جو بعد میں لکھی گئیں، معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں پرانی روایات اور اپنے عہد کے واقعات کو گیتوں کی صورت میں گانے کا رواج عام تھا شجاعت کے کارناموں کے ساتھ ساتھ انھیں مبالغہ آرائی کے ساتھ بیان کرنے کی ادبی کوششیں ترقی کر رہی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی چھوٹی چھوٹی نوابیوں۔ جاگیرداریوں اور ریاستوں کو فتح کرکے مطیع بنا کر اور متحد کر کے بادشاہیاں اور سلطنتیں قائم کرنے کا میلان ترقی پذیر تھا جو بعد کے ادوار کی ہنگامہ خیز جنگوں پر منتج ہو کر رہا۔

یہودیوں کی ریاستیں :

اس دور کی پہلی صدی میں بنی اسرائیل نے فلسطین اور کنعان کی سرزمین میں ایک نئی شاہی ریاست قائم کی۔ بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کو حضرت موسیٰ، فراعنہ مصر کی غلامی سے نکال کر لائے تھے۔ یہودیوں کے قبیلے تین سو سال جزیرہ نمائے سینا کے صحرا میں خانہ بدوشوں کی سی زندگی بسر کرتے رہے اور فلسطین و کنعان کے باشندوں سے لڑ بھڑ کر ان کی زرخیز زمینوں پر قابض ہوتے چلے گئے۔ اس دور میں ان کا معاشرتی نظام بدوی قبائل کا سا تھا اور ان کے حکمران قاضی کہلاتے تھے جو یہودیوں کو موسیٰ کے دیے ہوئے قانون کا پابند رکھتے تھے۔ بنی اسرائیل بت پرست نہ تھے۔ حضرت موسیٰ نے انھیں ایک خدا کو ماننے کی تلقین کی تھی۔ جسے وہ یہوواہ کہتے تھے لیکن یہودی اپنے ان دیکھے خدا کے لیے اس طرح جانوروں کی قربانیاں کرتے تھے جس طرح پہلے کی اور اس عہد کی قدیم اقوام اپنے دیوتاؤں کے نام جانوروں کی قربانیاں دیتی تھیں۔ قربانی کے گوشت پوست کو جلانا بہت اچھا سمجھا جاتا تھا۔ خانہ بدوش یہودیوں نے یہوواہ کے لیے ایک خیمہ بنا رکھا تھا۔ جسے وہ معبد کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ اس معبد میں لکڑی کا ایک صندوق تھا جس میں وہ الواح بند تھیں جن پر حضرت موسیٰ کی شریعت کے دس بنیادی احکام لکھے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ سونے کی شمع دان اور بعض طلائی ظروف اور قربان گاہ وغیرہ اس معبد کی خصوصیات میں سے تھیں۔ یہودی نہ صرف اپنے آپ کو خدائے واحد کے ماننے والے سمجھتے تھے بلکہ یہ بھی خیال کرتے تھے کہ یہوواہ صرف انھی کا خدا ہے جو انھیں دنیا میں سربلند کرکے فلسطین کا حکمران بنا دے گا۔ ان کے سماج میں قاضیوں کے علاوہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی بھی ہوتے تھے جو خدا کی طرف سے الہامی کلام پانے کے مدعی تھے اور پیش گوئیاں کیا کرتے تھے۔ یہودیوں کے مذہب کی نمایاں خصوصیت قربانیاں تھیں جو وہ خطا کے کفارہ کے طور پر اور خدا کی رضا حاصل کرنے نیز بعض دوسرے مقاصد کے لیے اکثر دیا کرتے تھے۔

فلسطین کے جنوبی حصے میں داخل ہونے کے بعد انھوں نے دوسری قوموں اور قبیلوں کی دیکھا دیکھی اپنے میں سے ایک شخص ساؤل کو جسے طالوت بھی کہتے ہیں بادشاہ بنالیا۔ ساؤل نے مستقل فوج منظم کی اور فلسطین و کنعان میں پہلے سے آباد شدہ قوموں عناقیوں، عمالیق، حتیوں، یبوسیوں، کنعانیوں، فلستیوں، اموریوں، فروزیوں اور ہرجاسیوں سے جنگیں شروع کر دیں۔ یہ قومیں مختلف قبائل تھیں جو زمین کے چھوٹے چھوٹے قطعوں پر قابض تھیں۔ طالوت کے بعد یہودیوں نے داؤد کو اپنا بادشاہ بنایا جو طالوت کے عہد کی جنگوں مین اپنے شجاعانہ کارناموں کے باعث بہت شہرت حاصل کر چکا تھا۔ داؤد نے فلسطین اور کنعان کی ساری سر زمین پر قبضہ کر کے ایک مضبوط بادشاہی قائم کرلی جس کا مرکز یروشیلم تھا۔ لبنان کے بادشاہ حیرام کے ساتھ داؤد نے دوستانہ راہ و رسم پیدا کی تجارتی تعلقات قائم کر لیے داؤد ۱۰۵۰ق۔م میں فوت ہوئے ان کی جگہ ان کا بیٹا سلیمان بادشاہ بنا۔

سلیمان کا عہد فلسطین کے یہودیوں کی خوش حالی کا زمانہ تھا۔ اس عہد میں فلسطین کے یہودیوں نے دور دراز جے ملکوں سے تجارتی تعلقات قائم کیے اور سلیمان نے یروشیلم میں پتھروں اینٹوں اور لکڑیوں سے ایک معبد تعمیر کرایا۔ یہودیوں کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس معبد کے اندر جتنا سامان تھا وہ سب سونے اور چاندی سے بنایا ہوا تھا اور ہیکل کے بیرونی حلقہ میں پیتل کے حوض نصب کرائے گئے جو پیتل سے بنے ہوئے بیلوں کی پشت پر قائم تھے۔ قربان گاہیں بھی سونے کی تھیں۔ سلیمان نے اس معبد کے پھاٹک پر پیتل کے دو بڑے ستون بھی نصب کرائے تھے جن کا قطر بارہ ہاتھ کا تھا اور اونچائی اٹھارہ ہاتھ کی تھی اس کے علاوہ پیتل کے اور بھی ظروف تھے جو ''خداوند ہیکل'' کے لیے وقف کر دیے گئے تھے۔ سلیمان نے حجاز، یمن اور عدن تک اپنی سلطنت کے دائرہ اثر کو وسیع کیا اور مصر کی ایک شہزادی سے شادی کی اس کی شہادت مصریوں کے ریکارڈ سے بھی ملتی ہے یہ شادی فراعنہ مصر کے زوال اور سلیمان کے جاہ و چشم اور اقتدار کا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ سلیمان نے ملکہ سبا یعنی حبشہ اور یمن کی رانی سے بھی شادی کی۔ حبشہ کے نجاشی بادشاہ آج تک اپنا نسب نامہ سلیمان اور ملکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبا کے ساتھ ملاتے ہیں۔ سلیمان نے چالیس برس تک حکمرانی کی ان کے بعد یہودیوں کی ریاست دو حصوں میں منقسم ہو گئی ایک یہودیہ کی ریاست جس کا پائے تخت یروشلیم تھا اور جس پر سلیمان کی اولاد کئی پشتوں تک حکمرانی کرتی رہی دوسرے اسرائیلہ (کنعان) جس پر بنی اسرائیل کے کسی دوسرے قبیلہ نے شاہی اقتدار قائم کر لیا۔ اس کا پائے تخت سامریہ کہلاتا تھا۔ سلیمان کے جانشین رحبعام کے عہد میں (۹۳۰ق-م بعد) مصر کے فرعون سیسک تا سیساق نے یروشلم پر چڑھائی کی معبد کا بہت سا طلائی ساز و سامان لوٹ کر لے گیا۔ سیساق مصر کے بائیسویں شاہی خاندان کا بانی تھا۔ جو اصلی قبطی نسل کے تھے۔ یہودیہ اور اسرائیلہ کے بادشاہوں کی داخلی تاریخ باہمی قتل و غارت اور سازشوں کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ جس کے باعث یہ بادشاہ بسا اوقات اپنی خود مختاری کو قائم نہ رکھ سکے اور مصریوں، اشوریوں اور بابلیوں کی تاخت و تاراج کا تختہ مشق بنتے رہے جس کا حال اپنے اپنے مواقع پر درج کیا جائے گا۔

سامریہ کی اسرائیلی ریاست ۷۲۱ ق - م میں اشوریوں کے ہاتھوں تباہ ہوئی اور یہودیہ کی ریاست ۵۹۷ ق - م میں بابلیوں کے ہاتھوں ختم ہوئی۔ یہودیوں کی اپنی تاریخی اور مذہبی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں اور اسرائیلوں نے محکوم قوموں کے ساتھ اختلاط قائم ہونے کے باعث توحید پرستی کو چھوڑ کر پھر بت پرستی اختیار کر لی۔ اسرائیلی نبیوں کے صحیفے اس قوم کی ایسی گمراہیوں کے حالات سے بھرے ہوئے ہیں۔

اشوری سلطنت کی توسیع و ترقی:

اس طوائف الملوکی کے دور میں نینوہ اور اشور کی قدیم اشوری بادشاہی کو اپنی فوجی طاقت کو منظم کرنے اور اپنے اثر کو بڑھانے کا موقع مل گیا۔ بنوکد نضر اول شاہ اشوریہ نے جس کا دور حکومت ۱۱۴۰ ق - م سے ۱۱۲۳ ق - م تک تھا بابل پر چڑھائی کی اور عیلام کی ریاست کو بھی تاراج کیا پھر اس کے بیٹے تغلت فلیزیئر اول نے بابل پر دوبارہ چڑھائی کر کے شورش کا خاتمہ کیا اور اسی بادشاہ نے ایک کامیاب فوجی مہم ایشیائے کوچک کے مشرقی اقطاع اور آرمینیا (ہالدن) کو تاراج کرنے کے لیے بھیجی۔ تغلت فلیزیئر کے جانشینوں نے بھی اسی پالیسی کو جاری رکھا۔ تغلت فلیزیئر سوئم نے جس کا عہد حکومت ۷۴۷ ق - م سے ۷۳۵ ق -

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

م تک کا ہے۔ بابل، عیلام، شام کی ارامی ریاست، فینقیہ (سال شام کی ریاست) سامریہ اور فلسطین کے ملک تاراج کیے۔ یہ بادشاہ بہت سے یہودیوں کو قیدی اور غلام بنا کر اشوریہ لے گیا۔ اس کے جانشین شالمانیزر اول نے سامریہ کی یہودی ریاست کو تاراج کر کے ۷۲۱ ق - م میں اس کا خاتمہ کر دیا اور دمشق کے ارامیوں کی ریاست کو بھی پامال کیا۔ اس کے بعد ۷۲۰ ق - م میں سارغون ثانی نامی ایک غاصب بادشاہ متمکن ہوا۔ جس نے اشور کی فوجوں کو جو اس وقت تک مستقل طور پر قائم ہو چکی تھیں سر سے پاؤں تک لوہے کے ہتھیاروں سے آراستہ کیا۔ پیتل اور برانز دھات کے اوزار بیک قلم موقوف کر دیے گئے۔ سارغون ثانی کو بھی بابل، عیلام اور فسلطین کی مہمیں پیش آئیں کیوں کہ اشوریہ کے مرکزی انقلاب حکومت کے باعث ان جگہوں کے رئیسوں نے بغاوت کا علم بلند کر دیا تھا۔ سارغون کے دوش بدوش ایرانی آریاؤں کی قبائلی جاگیرداریاں بھی قائم ہو چکی تھیں۔

سارغون کے بیٹے سینخرب (سناشیرب) کے عہد میں (۷۰۵ ق - م سے ۶۸۱ ق - م تک) بابل پر خلیج فارس کے ساحلی علاقے کے ایک سردار میرودک بلادین نے شاہ عیلام اور ملکہ عرب کی مدد سے قبضہ جما لیا جس کے باعث سینخرب کو بابل اور عیلام کی طرف مہم بھیجنی پڑی۔ اس مہم نے بابلیہ کے شہروں کو خوب تاراج کیا۔ میردوک بلادین نے شاہ اشور کے خلاف اس سازش میں یہودیہ کے بادشاہ خرقیاہ نامی کو بھی شامل کرنے کی کوشش کی تھی اور بلادین بابلی کے ایلچی یروشلم گئے تھے۔ سینخرب کی فوجوں نے جنوبی مہم کو سر کرنے کے بعد یروشلم پر چڑھائی کی اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ خرقیاہ نے خراج دیدیا اور طاقت قبول کر لی۔ سینخرب کی فوجوں نے مصر پر بھی حملہ کیا لیکن فوج میں وبا پھوٹ پڑی اس لیے مہم ناکام رہی۔ سینخرب کے جانشین ایسر ہدوں (۶۸۱ سے ۶۶۸ ق - م) نے سرزمین ایران میں گھوڑے لوٹنے اور حملہ کرنے کے لیے ایک عسکری مہم بھیجی۔ اشوریوں کے ریکارڈ میں اس مہم کی کامیابی کا ذکر بڑے فخریہ الفاظ میں کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ ایرانی آریوں کے قبیلہ میدی کے سردار نے اس مہم میں اشوریوں کی مدد کی اور اشوری فوج نے دشت شور (صحرائے نمک) تک ملک کو تاراج کیا۔ یہ دشت شور ایران کے جنوب مشرق میں سیستان کے قریب واقع ہے۔

ایسر ہدوں کے بعد اشور بانی پال اشوریہ کا بادشاہ بنا۔ جس نے ۶۶۸ ق - م سے ۶۲۶ ق - م تک حکومت کی۔ اس بادشاہ نے کئی سال تک پیہم لڑائیوں کے بعد عیلام کی سرزمین کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یک سر تاراج کر دیا۔ عیلام کے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ مندر ڈھائے، مورتیاں توڑیں، مقدس درختوں کے جھنڈ کو پامال اور برباد کر دیا۔ مال غنیمت لوٹا۔ عورتوں کو پکڑ کر لونڈیاں بنایا۔ نینوہ کے ریکارڈ ظاہر کرتے ہیں کہ اشور بانی پال نے عیلام میں گدھوں کے ہل چلوا دیے کھیتوں میں جنگلی گدھے اور ہرن چرنے لگے۔ مال غنیمت کی فہرست سے نیز بچی کھچی چیزوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عیلامی، ایران اور ہندوستان سے تجارتی تعلقات رکھتے تھے۔ اشور بانی پال نے مصر پر حملہ کر کے شمالی حصے کی سرزمین کو تاراج کیا اور شاہ مصر سے خراج وصول کیا۔

۶۱۲ ق - م میں ایران کے میدی سردار سیاکسیر نے جس کا دوسرا نام او آکھشترا ہے بابل کے کلدانی قبائل کی مدد سے نینوہ اور اشور پر چڑھائی کی اشوریوں کی منظم فوج کا قلع قمع کر دیا۔ ملک کو تاراج کیا اور شاہی خاندان کے افراد کا صفایا کر کے انھیں یکسر نیست و نابود کر دیا۔

نینوہ کے اشوری قدیم سامی نسل کے لوگ تھے۔ ان کی مورتوں اور مورتیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ناکیں لمبی اور اونچی، لب موٹے اور داڑھیاں لمبی ہوتی تھیں۔ سر پر لمبے بالوں کی جٹیں رکھتے تھے اور لمبے لمبے چوغے پہنتے تھے۔

اشوری قدیم زمانے سے دریائے دجلہ کے بالائی حصے میں آزادی و خود مختاری کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ کبھی کبھی بابل کے سمیری بادشاہوں کے ساتھ ان کا تصادم بھی ہو جاتا تھا۔ لیکن اس طوائف الملوکی کے دور میں انھیں گرد و نواح کی سرزمینوں اور ریاستوں کو پامال اور تاراج کرنے کا موقع مل گیا اور اس مقصد کے لیے انھوں نے باقاعدہ فوجی طاقت منظم کی۔ اشوری بڑے جابر حکمران اور ظالم فاتح تھے۔ جن ملکوں کو تاراج کرتے وہاں کے لوگوں کو طرح طرح کی عقوبتیں دے کر دہشت پھیلانے کی کوشش کرتے جو لوگ مقہور و مغضوب ہوتے ان کے اعضا کاٹ کاٹ کر انھیں دکھ دیتے تھے یا انھیں پنجروں میں بند کر کے لٹکا دیتے تھے۔ اس طرح طرح کے عذاب دے کر مارتے تھے۔ منظم جنگی طاقت اور دہشت آفرینی کے بل پر حکومت قائم کرنے اور سلطنت کو توسیع دینے کی پالیسی کے اولین علم بردار اشوری ہی ہیں۔ جن کی پیروی بعد میں کئی قوموں اور کئی بادشاہوں نے اختیار کی فن حرب میں اشوریوں کی ترقیات اور اصلاحین حسب ذیل ہیں :- باقاعدہ منظم فوج، لوہے کے ہتھیار، تیر کمان، بھالے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلواریں اور چار آئینہ، گھڑ سوار رسالہ، فصیلوں کو گرانے کے لیے منجنیق اور سرنگیں۔ وادی دجلہ، فرات کی سرزمینیں، ایشیائے کوچک کے مشرقی حصے، آرمینیا، ایران، سامریہ، یہودیہ، بابلیہ اور عیلام چار سو سال اشوریوں کی تاخت و تاراج کا تختہ مشق بنے رہے۔ ان ملکوں کے بادشاہ اور قبائلی سرداروں بادشاہوں کو خراج دیتے تھے اور جب کوئی بادشاہ سرکشی کرتا تھا تو اس پر لشکر کشی کی جاتی تھی۔ اشوریوں نے ایسرہدون کے عہد میں مصر کے شمالی حصے کو بھی تاراج کیا اور شاہ مصر سے خراج لیا۔

مشرق ادنیٰ اور یورپ :

ایک ہزار ق - م سے ۶۰۰ ق - م تک کی چار صدیوں کے دور میں جب اشوریوں کے رسالے جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں کو تاراج کر رہے تھے۔ ایشیائے کوچک یونان اور دنیائے مغرب میں بھی بہت اہم واقعات رونما ہو رہے تھے۔ حثیوں کے اقتدار کا خاتمہ ہو جانے کے بعد ایشیائے کوچک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوا اور اس سرزمین کو بلقان اور یونان کی طرف سے آنے والے آریہ قبیلوں کریمیا کے کیمریوں، بلقان کے فریجیوں اور یونان کے ہیلیوں نے تاخت و تاراج کیا اور مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر لیں۔ جن میں ایشیائے کوچک کے شمال مغربی گوشے کی ریاست فریجیہ کہلاتی تھی جس کے بادشاہوں کی دولت و ثروت کا شہرہ اس قدر عام تھا کہ یونانی سمجھتے تھے کہ فریجیہ کا بادشاہ ہر روز صبح کے وقت سونے کے پانی سے غسل کرتا تھا۔ نو سو ق - م کے بعد شمالی میدان اعظم اور وسط ایشیا سے اٹھنے والی ایک اور وحشی قوم سیتھیئوں نے جنوبی روس کی کیمری سلطنت کا خاتمہ کر دیا اور بحیرہ اسود اور دریائے ڈینیوب کے شمال میں سیتھیئوں کی وسیع سلطنت قائم کر لی۔ سیتھیئوں کے لشکر باسفورس اور در دانیال کی آبناؤں کو عبور کر کے نیز کوہستان قاف کے درے کی راہ سے ایشیائے کوچک اور ایران میں بھی گھس آئے اور ان ملکوں کو تاراج کرنے لگے۔ یہ شمال کے وحشی قبائل کے یلغاریں تھیں جو ۸۰۰ ق - م سے ۶۰۰ ق - م تک ایشیائے کوچک اور ایران کو تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد تاراج کرتی رہیں لیکن سیتھیئوں کو ان ملکوں میں اقتدار قائم کرنے یا بستیاں بسانے میں کامیابی نہ ہوئی۔ ان کے لشکر یا تو واپس چلے جاتے رہے یا ان ملکوں کے باشندوں کے ساتھ گھل ملک گئے۔ اس بدامنی اور طوائف الملوکی کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوان ایشیائے کوچک کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے فیڈریشن بنا کر لیدیا کی بڑی ریاست قائم کر لی جو سارے ایشیائے کوچک پر حاوی تھی۔ صرف شمال مغربی گوشے میں فریجیہ کی ریاست تھی اور مغربی ساحل پر یونانیوں کی چھوٹی چھوٹی جاگیریں قائم ہو چکی تھیں جو لیدیا کے حکمران بھی فریجیہ کے حکمرانوں کی طرح بہت متمول تھے۔ کیوں کہ ان دونوں ریاستوں میں سونے، تانبے، چاندی اور لوہے کی کانیں تھیں باقاعدہ طلائی سکہ جاری کرنے کا سہرا لیدیا کے بادشاہوں کے سر ہے اس سے پہلے محض دھاتوں کے وزن کے اعتبار سے اشیا کا تبادلہ کیا جاتا تھا۔

اس چار صد سالہ دور میں یونان کی سرزمین بھی طوائف الملوکی کا شکار بنی رہی اس کے مختلف حصوں میں متعدد شہری ریاستیں قائم ہو گئیں جن میں سے بعض کے حاکم جابر یعنی مطلق العنان سردار تھے اور بعض میں آریائی پنچایتی طرز کا نظام چل رہا تھا۔ یونانیوں نے اس دور میں بحری تجارت کی طرف توجہ مبذول کی اور بحیرہ اسود، بحیرہ مارمورا اور بحیرہ ایجئین کی تجارت سنبھال لی۔ اندرون ملک میں غلے کی زراعت کے بجائے باغبانی کو ترقی دی اور زیتون کے باغ لگانے شروع کر دیے تاکہ اس سے تیل حاصل کر کے اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ اسی تجارتی سلسلے میں یونانیوں نے بحیرہ اسود، بحیرہ مارمورا، جزائر ایجئن حتی کہ بحیرہ روم میں سسلی اور جنوبی اٹلی تک اپنی تجارتی بستیاں آباد کیں۔

بحیرہ روم میں بحری تجارت کے سلسلے میں یونانیوں کے حریف ساحل شام کے فینیقی تاجر تھے جو کئی صدیوں سے بحیرہ روم اور اس کے ساحلی علاقوں کو کھنگال رہے تھے۔ ان فینیقی تاجروں کی آمدورفت، سسلی سارڈینیا، افریقہ کے شمالی ساحل کی بندرگاہوں فرانس کے جنوبی ساحل، ہسپانیہ، پرتگال، فرانس کے مغربی ساحل کی بندرگاہوں بلکہ آئرلینڈ اور انگلستان کے ساحلی مقامات تک تھی۔ ۸۰۰ ق - م کے قریب ان فینیقی تاجروں نے تیونس کے قریب کارتھیج (قرطاجنہ) کی تجارتی بستی قائم کر کے نو آبادی قائم کر لی۔ سسلی اور سارڈینیا میں بھی نو آبادیاں قائم کیں۔ اس زمانے میں ایک فینیقی ملاح ہنوں نامی نے آب نائے جبل الطارق سے گزر کر افریقہ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ سنی گال تک تفتیشی سفر کیا۔ ہنوں کا سفرنامہ بڑا دل چسپ ہے۔ جس میں عجیب عجیب سرزمینوں، انسانوں اور دیگر عجائبات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ سنی گال کے ایک ساحلی مقام کے متعلق لکھا ہے کہ رات کے وقت ساحل آن لوگن کے قریب کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہاڑوں پر آگ جلنے لگی اور ڈھولوں اور جھانجوں کی آوازیں آنے لگیں۔ ہنوں ان مشاہدات کو جنوں اور بھوتوں کا تصرف لکھتا ہے حالاں کہ یہ افریقہ کے حبشی قبائل کے جشن کی آوازیں ہوں گی اور پہاڑوں پر کی آگ قدرتی ہو گی جو جنگلوں میں خود بہ خود لگ جاتی ہے۔ ہنوں جنگلی آدمی کی کھال بھی لایا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ملاحوں نے گوریلا شاک کیا ہوگا۔

اٹلی کے وسطی اور جنوبی حصے میں ایطروسکی قوم کی ریاست قائم تھی۔ یہ ایطروسکی گندمی رنگ کے تنومند جسم رکھنے والے لوگ تھے جو کریٹ کی تباہی کے بعد ایجئین کے جزیروں اور ایشیائے کوچک کے ساحلی علاقوں سے نکل کر اٹلی میں جا بسے تھے۔ ان کی وساطت سے بحیرہ روم کا تجارتی مال وسطی یورپ کے ملکوں میں پہنچا تھا۔ جہاں مشرق کی طرف سے آنے والے آریہ قبائل جاگزین ہو کر نوابیاں اور جاگیرداریاں قائم کر رہے تھے۔ اس دور میں آریہ قبیلے ہنگری سے چل کر آسٹریا کی راہ سے شمالی اٹلی میں داخل ہوئے۔ جہاں بھوری نسل کے قدیم باشندے جھیلوں میں بستیاں بنا کر رہتے تھے۔ اس دور میں آریہ اقوام جرمنی اور فرانس تک پھیل گئیں اور قدیم باشندوں کے ساتھ خلط ملط ہونے لگیں۔ ایطروسکی قدیم باشندوں اور نووارد آریاؤں سے زیادہ ترقی یافتہ تھے۔ قلعے بناتے تھے۔ بستیوں کے اردگرد خندقیں کھودتے تھے۔ ایطروسکیوں نے جنوبی اور وسطی اٹلی میں دریائے ٹائبر تک ریاست قائم کر رکھی تھی یہ زمانہ یورپ، ایران اور ہندوستان میں انڈو یورپین (آریہ) اصل رکھنے والی مختلف زبانوں کے پھیلاؤ کا ہے جنھیں قدیم باشندوں نے بھی آریاؤں کے سیاسی تفوق کے باعث قبول کر لیا یورپ میں یہ زبانیں لاطینی، یونانی اور جرمن کی شکل میں رائج ہوئیں جن سے آگے کئی شاخیں چلیں ایران میں اسی زبان نے پہلوی اور ابتدائی فارسی کی شکل اختیار کر لی اور ہندوستان میں سنسکرت رائج ہوئی جس سے پراکرت، برج بھاشا، ہندی، مرہٹی، بنگالی اور گجراتی وغیرہ زبانیں نکلیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمالی میدانِ اعظم، چین اور ہندوستان

اس چار صد سالہ دور (۱۰۰۰ سے ۶۰۰ ق - م تک) میں شمالی میدان اعظم میں آریوں کے بھائی بند سیتھین خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ انھوں نے جنوبی روس میں کیمیریوں کی سلطنت کو تباہ کر کے اپنی ریاست قائم کی۔ ایشیائے کوچک، شام اور ایران کی سرزمینوں کو اپنی یلغاروں سے پامال کیا۔ ان کے کچھ لشکر ہندوستان میں بھی داخل ہوئے۔ لیکن ہر جگہ یہ لوگ پہلے باشندوں کے ساتھ گھل مل گئے یا واپس چلے گئے۔ ان کے شمال میں منگولستان، شمالی سائے بیریا، شمالی یورپی روس اور سکنڈے نیویا کے سرد علاقوں میں اور کئی قومیں جفاکشی کی وحشیانہ زندگی بسر کر رہی تھیں۔ جن کی بسر اوقات شکار پر ہوتی تھی۔ سیتھیئوں اور شمالی میدان اعظم کی دوسری وحشی قوموں کو اسرائیلیوں کی مذہبی کتاب بائیبل میں یسیعیاہ بنی نے یاجوج ماجوج، اورال اور ٹوبالسک کی قوموں کے نام سے موسوم کیا ہے چین اور یونان کے لٹریچر میں بھی ان وحشی قوموں کا تذکرہ موجود ہے۔ چین کے باشندے چاؤ خاندان کے زیر حکمرانی امن فراغت اور عیش کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ البتہ شمالی سرحدات پر انھیں منگول قبائل کے حملوں سے دوچار رہنا پڑتا تھا۔

ہندوستان میں اس دور کے تاریخی آثار ابھی تک منکشف نہیں ہوئے۔ البتہ ہندوؤں کی روایات سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس دور میں برہمنوں کے زیر اثر نیا سماجی نظام قائم ہو رہا تھا۔ جا بہ جا آریہ راجاؤں اور قدیمی اقوام کے راجاؤں کی ریاستیں قائم تھیں۔ ان ریاستوں کے درمیان غلبہ حاصل کرنے کی کش مکش جاری تھیں۔ ہندوؤں کی روایات میں اندر انام کے متعدد مہاراجوں کا ذکر آیا ہے لیکن ہندو بھاٹوں کا انداز بیان اس قدر مبالغہ آمیز ہے کہ صحیح حالات کا سراغ لگانا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ ان روایات سے اندر دیوتا اور اندر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہاراجہ کی داستانوں کو بھی الگ الگ کرنا مشکل ہے۔ البتہ یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اس دور میں شان و شوکت رکھنے والے راجاؤں کو دیوتاؤں کا مظہر سمجھا جاتا تھا اور بڑے راجہ کو جو متعدد ریاستوں پر اقتدار حاصل کر لیتا تھا اندر دیوتا کا مظہر خیال کیا جاتا تھا اس عہد کی ہندو سوسائٹی میں راجاؤں کی پوجا اس طرح شروع ہوگئی تھی جیسے مصر قدیم کے فرعونوں، سمیریہ کے بعض نمرودوں اور عیلام کے بادشاہوں کی پرستش ہوا کرتی تھی۔ اسی زمانے میں جنوبی ہند یعنی دکن کے بعض راجاؤں نے خلیج بنگال کے ساحل کے ساتھ ساتھ تجارتی آمد و رفت کو سماٹرا، ملایا، جاوا اور فلپائن تک فروغ دیا اور ان ملکوں میں تجارتی بستیاں اور ریاستیں قائم کیں۔ افسوس یہ ہے کہ اس عہد کے تاریخی آثار ابھی تک دست یاب نہیں ہوئے لیکن روایات اور قراین سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کا یہ دور امن، فراغت، خوش حالی اور عیش و عشرت کا دور تھا اور ہندوؤں کی توجہ زیادہ تر فلسفیانہ فکر، گیان دھیان سماجی اور معاشرتی مسائل کے حل، رسوم و قوانین کی تدوین، داستان نویسی، ناٹک، رقص اور موسیقی کی ترقی پر صرف ہو رہی تھی۔ ہندوؤں کے متعدد فلسفیانہ اسکولوں، تصوف (ویدانت) کے سلسلوں اور یوگ کے مرکزوں کی بنیاد اسی دور میں پڑی اس کے علاوہ جوتش اور حساب یعنی گنتی کے علوم کی داغ بیل بھی اسی زمانے میں ڈالی گئی۔ یہ دور برہمنوں کے فروغ کا زمانہ تھا۔ جس میں برہمن ہندو سوسائٹی کے نظام کے ہر صیغے پر حاوی ہوگئے۔ عوام کے علاوہ کشتری راجے بھی انھیں عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ اس عہد میں مورتی پوجا کو فروغ ہوا اور برہمنوں کے فکر نے اس معجون مرکب ہندو سماج کی بنیادیں قائم کیں جو ہزار ہا قسم کے انقلابوں اور حادثوں کے باوجود آج تک قائم ہے اور بڑی شدت کے ساتھ قدامت پسندی کی حفاظت کر رہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بابلیوں کا عروج و زوال

مشرق کے قریب (جنوب مغربی ایشیا) میں اشوریوں کی طاقت کے زوال کے باعث بابلیوں کو اپنا حلقہ اقتدار وسیع کرنے کا موقع مل گیا۔ نیوپلپسر نے جو جنوبی عراق کے دلدلی علاقے کا قبائلی سردار تھا ۶۲۶ ق - م میں بابل میں نئے شاہی خاندان کی بنیاد رکھی ان قبیلوں نے اشوریوں کے خلاف ایران کے میدیوں کی مدد کی تھی لیکن مصر کے چھبیسویں خاندان کا فرعون نیکوہ اشوریوں کا حلیف بن کر لڑا تھا۔ نیکوہ نے اشوریوں کی سلطنت کے خاتمہ کے بعد جنوب مغربی ایشیا میں اپنا اقتدار قائم کرنے کی کوشش کی۔ یہودیہ پر چڑھائی کر کے وہاں کے بادشاہ کو قتل کر دیا اس کی جگہ دوسرا بادشاہ مقرر کیا جو فرعون مصر نیکوہ کا باج گزار تھا۔ ۶۰۵ ق-م میں شاہ بابل کا ولی عہد بنوکدنضر لشکر لے کر نیکوہ کے مقابلے کے لیے فلسطین کی طرف بڑھا۔ جس نے کارشمیس کے مقام پر فرعون کے لشکروں کو شکست دی یہودیہ کے بادشاہ نے بنوکدنضر کا باج گزار ہونا قبول کر لیا لیکن یہودیہ کے بادشاہ مصریوں سے ساز باز رکھتے تھے اس لیے بنوکدنضر کو جو اپنے باپ کے بعد بابل کے تخت پر بیٹھا چند سال بعد پھر یروشلم پر چڑھائی کرنی پڑی۔ بنوکدنضر سلیمان کی ہیکل یعنی یہودیوں کے معبد کا بہت سا قیمتی سامان بابل لے گیا اور یہودیوں کے بادشاہ یہویاکین کو بھی بہت سے یہودی سرداروں اور کاری گروں کے ہمراہ قید کر کے بابل لے گیا۔ یہویاکین کے جانشین صدقیاہ نے پھر مصریوں سے ساز باز کر کے بغاوت کی اور بنوکدنضر کو تیسری دفعہ لشکر کشی کرنی پڑی اس مرتبہ بنوکدنضر نے یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ فصیل گرا دی۔ ہیکل کے ظروف لوٹ لیے۔ حوض توڑ ڈالے۔ ستون اکھاڑ دیے اور ان کا سارا پیتل جو کئی ہزار من وزن کا تھا اٹھوا کر بابل لے گیا۔ بنوکدنضر اس کے ساتھ ہی یروشلم کے یہودیوں کو قید کر کے بابل لے گیا۔ جہاں وہ ستر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سال غلامی کی زندگی بسر کرتے رہے بہت سے یہودی بھاگ کر مصر چلے گئے۔ فلسطین میں ان کی بہت تھوڑی تعداد باقی رہ گئی۔

بنوکدنضر زبردست فاتح اور شان وشوکت رکھنے والا بادشاہ تھا۔ اس نے بابل میں بہت سی نئی عمارتیں بنوائیں۔ مندروں کی مرمت کرائی۔ میلوں لمبی فصیل تیار کرائی۔ جس کے پھاٹکوں میں تانبے اور پیتل کے کواڑ لگوائے بعل کا منار بنوایا۔ معلق باغات لگوائے اور بابل کو اعجوبہ روزگار شہر بنا دیا۔ اس نے ار میں چاند دیوتا کے مندر کی مرمت بھی کرائی اور مندر کے پرانے ڈیزائن کو تبدیل کر دیا تاکہ عام لوگ باہر ہی سے چاند دیوتا کی مورتی کے درشن کر سکیں۔ بائیبل میں لکھا ہے کہ بنوکدنضر نے بابل میں سونے سے ڈھالا ہوا ساٹھ ہاتھ اونچا بت نصب کرایا تھا اور سب لوگوں اور سب زبانوں کو حکم دیا تھا کہ جب ناقس، جھانج، بنسری اور طنبورہ وغیرہ بجنے لگیں تو سب لوگ سجدے میں گر جائیں اور سونے کے اس بت کی پوجا کریں جو بنوکدنضر نے نصب کرایا ہے۔

یہ بادشاہ بنوکدنضر ثانی کہلاتا ہے کیوں کہ اس نام کا ایک بادشاہ پہلے بھی گزر چکا تھا اس کے بعد بابل کے تخت پر اس کے چار جانشین متمکن ہوئے جن میں ایک بنونیدس تھا بنونیدس کو آثار عتیقہ جمع کرنے اور پرانے مندروں کی مرمت قدیم روایات کے مطابق کرانے کا بہت شوق تھا۔ یہ بادشاہ ان مذہبی اصلاحات کو جو بنوکدنضر نے جاری کی تھیں پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا۔ اس نے پرانی رسموں کو از سرنو زندہ اور جاری کرنے کی کوشش کی۔ پندنیدس عام طور پر صحرائے عرب کے ایک مقام یتما میں محل بنا کر رہتا تھا اور نوروز کی رسم ادا کرنے کے لیے بابل نہ آتا تھا۔ اس لیے بابل کے مندروں کے پجاری اس کے مخالف ہو گئے۔ بابل میں اس کا بیٹا بال شیزر حکومت کرتا تھا۔ یہودیوں کی روایت ہے کہ بال شیزر جشن منا رہا تھا اور شراب کے نشے میں مست تھا کہ اسے دیوار پر غیبی ہاتھ کچھ لکھتا ہوا نظر آیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ایرانی اور پارسی اس کی سلطنت کا خاتمہ کر دیں گے۔ چناں چہ ۵۳۹ ق-م میں سائرس (خورس یا خسرو) ایرانی نے بابل پر حملہ کر کے بابلی سلطنت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایرانیوں کی سلطنت کا ظہور

ایک گزشتہ باب میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ وسط ایشیا کے آریہ قبائل کی ایک شاخ ۱۵۰۰ق-م سے ۱۰۰۰ق-م تک کے زمانے میں افغانستان کی وادیوں میں سے گزرتی ہوئی ایران کے شمالی اقطاع میں آبسی تھی اور انھوں نے بحیرہ خزر (کیسپین) کے جنوب میں گیلان کے علاقے میں ڈیرے جما لیے تھے۔ یہاں سے یہ خانہ بدوش آریہ قبائل وسطی اور مغربی ایران کے سرسبز خطوں میں پھیلتے گئے اور طہران، اصفہان اور شیراز کے علاقوں پر چھا گئے۔ یہ قبیلے اپنے اپنے قبائلی سرداروں کے ماتحت زندگی بسر کر رہے تھے اور اپنی اپنی جمعیت اور طاقت کے مطابق مختلف خطوں پر قابض تھے۔ ساتویں صدی ق-م میں ان قبائلی علاقوں کے اجتماع سے تین ریاستیں قائم ہوئیں شمالی اور وسطی حصے میں میدی قبائل آباد تھے۔ جن کے سرداروں نے دیائکو نامی ایک سردار کو جو بہت انصاف پرور شخص تھا اپنا بادشاہ بنا لیا جس نے میدیہ کی ریاست قائم کرلی اس کے جنوب میں اصفہان کے قریب پرسوہشی کے نام سے ایک ریاست بنی۔ جس کا بانی ہخامانش نامی ایک سردار تھا اور پرسوماشیوں کی ریاست کے جنوب میں شیراز کے قریب پارسیوں کی ایک ریاست قائم ہوئی یہ خطہ اب تک فارس کے نام سے مشہور ہے۔

میدیوں کا پہلا قابل ذکر بادشاہ فراورت ہوا جس کا دوسرا نام کھشتری تا تھا اس بادشاہ نے ۶۷۰ق-م سے ۶۵۳ق-م تک ۲۲ سال حکومت کی۔ نینوا کے اشوری بادشاہوں کے ریکارڈ میں اس کا نام کشتریتی لکھا گیا ہے اسی میدی بادشاہ نے اشوری بادشاہ ایسرہدون کی اس مہم کی مدد تھی جس نے گھوڑے لوٹنے کے لیے ایران کی سرزمین کو دشت شور تک پامال کیا تھا (۶۷۰ق-م کے قریب) کھشتری تا کے بیٹے سیاکسیر (اواکھشتر نے ابھی تخت سنبھالا ہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا کہ شمال سے سیتھینوں یا سیتیوں کے وحشی قبیلوں نے حملہ کردیا اور میدیوں کی سرزمین کو ۲۸ سال تاراج کیا۔ سیاکسیئر (اواکھشترا) اٹھائیس سال کے بعد سیتیوں کے سرداروں کو قتل کرنے اور ان کے لشکروں کو شکست دے کر ملک سے نکالنے میں کام یاب ہوا اور اس نے اس واقعہ کے بعد چالیس سال حکمرانی کی۔ اسی سیاکسیئر نے ۶۱۲ق-م میں نینوہ کو تاراج کرکے اشوریوں کے اقتدار کا خاتمہ کیا۔ بابل کے کلدانی بادشاہ بنو پلیسئر اور بنو کدنضر اشوریوں کے خلاف میدیوں کے حلیف تھے اور سیاکسیئر نے اپنی ایک بیٹی بنو کدنضر کے ساتھ بیاہ دی تھی۔ سیاکسیئر کے بعد اس کا بیٹا اشتومیگو (اشتیاگس) بادشاہ بنا جس نے ۵۸۵ق-م سے ۵۵۰ق-م تک حکومت کی۔

وسطی آریائی ریاست پسوماشی میں ہخامنشی خاندان حکمران تھا ہخامنش کے پوتے کمبوجیہ (کمبائیس) نے جس کا عہد حکومت ۶۰۰ق-م سے ۵۵۹ق-م تک رہا جنوبی آریائی ریاست پارس کو فتح کرکے اپنے زیرنگیں کرلیا لیکن ۵۵۹ق-م میں ایک پارسی شہزادے سائرس (خسرو یا خورس) نے کمبوجیہ کو شکست دی اور پارس پرسوماشی کی دونوں ریاستوں پر قبضہ کرلیا۔

خسرو اعظم (سائرس یا خورس) ذوالقرنین :

خسرو اعظم ذوالقرنین بہت بڑا فاتح اور عادل بادشاہ ہوا ہے جس نے ایران اور جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں کو فتح کر کے وسیع اور عظیم الشان ایرانی سلطنت کی بنیاد رکھی اس بادشاہ نے ۵۵۰ق-م میں میدیا کے بادشاہ اشتومیگو کو شکست دے کر میدیا کی ریاست کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا اس معرکے میں اسے بابل کے بادشاہ بنونیدس کی امداد حاصل تھی ۵۴۶ق-م میں خسرو اعظم اور لیدیا (ایشیائے کوچک) کے بادشاہ کرویسس کے لشکروں کے درمیان لڑائی ہوئی جس کی ابتدا کرویسس نیکی تھی۔ یونانی مورخ ہیرو ڈوٹس کی تاریخ میں جو چوتھی صدی مسیحی میں لکھی گئی اس لڑائی اور اس کے بعد کی لڑائیوں کا حال تفصیل سے لکھا ہوا ملتا ہے۔ کرویسس نے اس ایرانی بادشاہ کے بڑھتے ہوئے اقتدار کا خطرہ محسوس کرکے جنگ کی تیاریاں شروع کردیں۔ اپنے ایلچیوں کو سونے کی بہت سی اینٹیں اور دوسرے گراں قدر تحایف دے کر یونان بھیجا تاکہ اوڈلفی کے مندر کے دیوتا سے پوچھیں کہ آیا اسے خسرو کے مقابلے میں فتح حاصل ہوگی یا نہیں۔ اوڈلفی کا غیب کی باتیں بتانے والا بت ان دنوں بہت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشہور تھا۔ کروئیسس کے ایلچی یہ جواب لے کر آئے کہ دیوتا کہتا ہے کہ ''اگر بادشاہ نے جنگ کی تو وہ ایک سلطنت کو تباہ کر دے گا''۔ کروئیسس نے اس گول مول جواب کو اپنے ارادوں اور اپنی خواہشات کے مطابق سمجھا اور خسرو ایران سے جنگ چھیڑ دی۔ جس میں کروئیسس کو شکست فاش ہوئی۔ جسے آگ کی چتا میں بٹھا کر جلا دیا گیا اور ایران کی سلطنت کے ڈانڈے بحیرہ روم سے جا ٹکرائے۔

لیدیا کی مہم سر کر لینے کے بعد خسرو اعظم کے لشکروں نے ۵۳۹ق-م میں بابل پر چڑھائی کی اور دیوتاؤں کی قدیم ترین ریاست کو ایران کی سلطنت میں شامل کر لیا۔

خسرو اعظم (۱) کی ایک ملکہ یہودن تھی جس کی سفارش پر خسرو نے یہودیوں کو بابل میں غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ واپس یروشلیم جانے اور شہر کو آباد اور معبد (ہیکل) کو از سر نو تعمیر کرنے کا فرمان صادر کر دیا۔ خسرو اعظم نے بابلیہ (عراق) کے بت پرستوں کے متعلق بھی مذہبی رواداری سے کام لیا اور انھیں اپنے اپنے مندر آباد رکھنے کی اجازت دے دی خسرو اعظم کے ایسے فرامین عراق کے کھنڈروں سے مٹی کی الواح یا پتھر کی سلوں پر کندہ کیے ہوئے ملے ہیں۔ خسرو اعظم کا جانشین اس کا بیٹا کمبائیسس دوم (کمبوجیہ) تھا جس نے ۵۲۹ق-م سے ۵۲۱ق-م تک حکومت کی۔ اس بادشاہ نے جو ایران، ایشیائے کوچک، اشوریہ، بابل، فلسطین اور شام یعنی جنوب مغربی ایشیا کے سارے ملکوں کا شہنشاہ تھا مصر کی سرزمین پر چڑھائی کی اور دریائے نیل کے دہانے کی زمین کو تاراج کر کے فرعون کو شکست دی۔ یونانی مورخ ہیرو ڈوٹس لکھتا ہے کہ اس نے جنگ کے پچاس ساٹھ سال بعد میدان جنگ کو جا کر دیکھا تو مقتولوں کی ہڈیاں بکھری پڑی تھیں۔ کمبوجیہ نے بعض پرانے فرعونوں کے مقبروں کو کھدوا کر ان کی ممی کی ہوئی نعشیں دیکھیں۔ یہ بادشاہ اپنے ملک کو واپس آ رہا تھا کہ فلسطین میں اتفاقی حادثے کی نذر ہو کر فوت ہو گیا۔ کمبائیسس لاولد تھا اس لیے اس کی وفات پر خسرو اعظم کے ایک مشیر کا بیٹا

۱- خسرو اعظم کا ذکر بائیبل کے عہد نامہ عتیق میں مرقوم ہے مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن اسی بادشاہ کو ذوالقرنین ظاہر کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ اس نے اپنے ملک کو یاجوج ماجوج (سیتھیئوں اور پارتھیوں) کے حملوں سے بچانے کے لیے پہاڑوں (کوہستان قاف) کے ایک درے میں لوہے اور تانبے کی دیوار بنوائی تھی۔ جس کے باعث اس کی مملکت کے شمالی اقطاع ان وحشی قبائل کے حملوں سے محفوظ ہو گئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

داریوش (دارا) شہنشاہ بنا۔

سلطنت ایران کی توسیع و ترقی :

داریوش اعظم ۵۲۱ق-م میں شہنشاہ بنا۔ اس کے عہد میں مشرق و مغرب کی طرف مہمیں بھیجی گئیں اور دریائے سندھ کی وادی سے لے کر بحیرہ روم تک اور بحیرہ خزر، بحیرہ یورال سے لے کر بحیرہ عرب اور خلیج فارس تک وسطی اور مغربی ایشیا کے تمام ممالک ایرانیوں کی وسیع سلطنت کے صوبے بن کر رہ گئے جس پر شہنشاہ کے مقرر کیے ہوئے حاکم جن کو سطراب کہا جاتا تھا حکمرانی کرتے تھے۔ ایرانی شہنشاہوں نے خراج لے کر مقامی بادشاہوں کو اپنے حال پر چھوڑ دینے کی پرانی پالیسی جس پر گزشتہ زمانے کے فاتحین عمل کرتے رہے تھے ترک کردی۔ داریوش نے اپنی وسیع سلطنت میں ڈاک کا انتظام قائم کیا جو گھوڑوں کے ذریعے ایک چوکی سے دوسری چوکی تک پہنچائی جاتی تھی۔ سڑکیں بنوائیں اور ہر قسم کے انتظامات درست کیے۔ ایرانی حاکم اپنے اپنے صوبوں میں لوگوں کے رسم و رواج عادات اور طریق معاشرت سے زیادہ تعرض نہیں کرتے تھے۔ اقتدار قائم رکھنے کے لیے تنخواہ دار فوج رکھی جاتی تھی جس میں سلطنت کے ہر حصے کے لوگ بھرتی کیے جاتے تھے۔

یورپ پر حملے اور یونانیوں سے لڑائیاں :

داریوش نے اپنے ایشیائی مقبوضات کا انتظام درست کرنے کے بعد آب نائے فاسفورس کی راہ سے یورپ کی سرزمین پر چڑھائی کی ۵۱۲ق-م میں ایرانی لشکر باسفورس کو عبور کر کے شمال کی طرف چلے تاکہ دریائے ڈینیوب کے پار بسنے والے سیتوں (سیتھیئوں) کی سرکوبی کریں۔ ایرانی لشکر دریائے ڈینیوب کو عبور کر کے بلغاریہ کی سرزمین میں داخل ہو گئے جو سیتھیئوں کی وسیع سلطنت کا ایک حصہ تھی۔ ایرانی لشکروں نے سیتوں کو شکست دی اور وہ شمال کی طرف پس پا ہو گئے۔ ایشیائے کوچک کی ساحلی ریاستوں کے یونانی جاگیردار اور یورپ کے بعض یونانی سردار اس مہم میں شہنشاہ داریوش کے مددگار تھے اور دریائے ڈینیوب کو پار کرنے کے لیے یونانیوں ہی نے کشتیوں کا پل تیار کیا تھا لیکن ایرانی لشکروں کے دریا پار چلے جانے کے بعد یونانیوں نے یہ پل توڑ کر کشتیاں دریا کے جنوبی کنارے پر جمع کرلیں مقصد یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا کہ اگر ایرانیوں کو شکست ہوئی تو ان کے واپس آنے کا راستہ مسدود ہو جائے گا اور سیتھین انھیں دریا کے پار ہلاک کر کے فنا کر دیں گے اگر شہنشاہ کو فتح حاصل ہوئی تو پل کو دوبارہ تیار کر دی۔ داریوش نے دریا کے کنارے پر پہنچ کر یونانیوں کی یہ کیفیت دیکھی تو بہت متعجب ہوا ایک مصری نے جس کی آواز بہت بلند تھی یونانی سردار ہستایوس نامی کو دریا کے پار سے پکارا۔ جب یونانیوں نے دیکھا کہ ایرانیوں کو مارنے کے لیے سیتھین نہیں آئے تو کشتیوں کا پل باندھ دیا اور شہنشاہ کے سامنے یہ توجیہ پیش کی کہ ہم نے اس خیال سے کشتیاں جنوبی کنارے پر جمع کر لی تھیں کہ کہیں دشمن چھاپا مار کر انھیں تباہ نہ کر دیں۔ ۴۰۰ق-م سے ۴۹۳ق-م تک ایرانی لشکر یونان کے حصہ آئیونا پر قابض رہا اور ۴۹۲ق-م میں داریوش نے ایشیائے کوچک کے ساحل سے ایک بحری مہم یونان کی ریاست ایتھنز کے خلاف بھیجی جو کام یاب نہ ہو سکی۔ داریوش یونان پر ایک اور مہم بھیجنے کی تدبیریں کر رہا تھا کہ ۴۸۰ق-م میں فوت ہو گیا اس کی جگہ اس کا بیٹا اخسویرس (کسرکسیز) شہنشاہ بنا جس کے متعلق یہودیوں کی مقدس کتاب میں لکھا ہے کہ یہ بادشاہ ہندوستان سے لے کر کوش (مصر) تک ایک سو ستائیس (۱۲۷) ملکوں کا شہنشاہ تھا اخسویرس کے عہد میں مصریوں نے ایرانی اقتدار کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا۔ جسے بادشاہ کی فوجوں نے دبا دیا۔ ۴۸۰ق-م میں اخسویرس نے یونان کو سر کرنے کے لیے مہم بھیجی۔ تھرماپلی کے میدان میں یونانیوں نے شکست کھائی۔ ایرانی لشکر نے ایتھنز کے شہر کو تاراج کیا لیکن بحری جنگ میں فینقیوں کے بیڑے نے جو شہنشاہ ایران کی جانب سے لڑ رہا تھا یونانی بیڑے سے شکست کھائی۔ ایرانی فوجیں سال بھر یونان کی سرزمین میں ڈیرے ڈالے پڑی رہیں۔ اس اثنا میں یونانی ریاستوں نے متحدہ لشکر تیار کیا۔ ۴۹ ق-م میں پھر لڑائی ہوئی۔ ایرانی فوج کا پلہ بھاری تھا لیکن ایک سپہ سالار کی غلطی کے باعث سپارٹا (ایک یونانی ریاست) کی فوج نے ایرانی رسالے کو تتر بتر کر دیا۔ ایرانی فوج پسپا ہو کر تھرپاپلی کے میدان میں آ گئی۔ ۴۷۸ق-م میں بھی ایک معمولی چپقلش واقع ہوئی لیکن ایرانی فوج کی بعض اندرونی مشکلات کے باعث واپس بلا لی گئی۔ اخسویرس کے لشکر میں پنجابی بہادروں کی ایک رجمنٹ بھی شامل تھی۔ ۴۶۰ ق-م میں اخسویرس کسی سازش کا شکار ہو کر شاہی محل میں قتل ہو گیا۔ اخسویرس کے جانشینوں نے ایشیائی سلطنت کو سنبھالے رکھا لیکن سلطنت کے اندرونی نظم کی شیرازہ بندی کم زور ہو رہی تھی۔ ۴۰۱ ق-م میں داریوش دوم کے دو بیٹوں خسرو دوم اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارتخشتا کے درمیان تخت شاہی پر متمکن ہونے کے لیے متعدد جنگیں رونما ہوئیں۔ خسرو کے لشکر نے جس میں تنخواہ پانے والے یونانیوں کی ایک سپاہ بھی شامل تھی بابل میں شکست کھائی۔ یونانیوں کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کر صحیح سلامت اپنے ملک میں پہنچنے میں کام یاب ہو گئی۔ اس فوج کے افراد نے اہل یونان کو ایرانیوں کی طاقت کے رو بہ زوال ہونے کی داستانیں سنائیں جو یونانیوں کے دلوں سے ایرانیوں کی دہشت دور کرنے پر منتج ہوئیں اور یونانی ایران کی سلطنت کو فتح کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔ ان یونانیوں میں مقدونیہ کا بادشاہ فلپ یا فیلبوس بھی تھا جس نے اپنی ساری زندگی یونان کی ریاستوں کو سر کر کے متحد کرنے اور طاقت جمع کرنے پر صرف کر دی اسی فیلبوس کا بیٹا مشہور و معروف السکندر اعظم تھا جس نے ایران کی سلطنت کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک تاراج کیا اور ۳۳۱ق-م میں ایران کے شہنشاہ دارا سویم لشکروں کو سرزمین بابل (عراق) میں گاؤ گمیلا کے مقام پر شکست دے کر عظیم الشان ایرانی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یونانیوں کا عروج

اس لوہے کے زمانے کی ابتدائی چار صدیوں میں یونان کی سرزمین دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرح طوائف الملوکی میں مبتلا تھی اور اس سرزمین میں سمیریہ کے ابتدائی دور (چار ہزار سال ق۔م سے تین ہزار سال ق۔م) کی طرح متعدد چھوٹی چھوٹی شہری ریاستیں قائم ہو رہی تھیں۔ جن کی زندگی کا انحصار گردونواح کی مزروعہ زمین کی پیداوار تھا۔ چوں کہ یونان کی طبعی حالت ہلال نما خطے سے مختلف ہے۔ اس لیے یونان کی ریاستیں ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہتے ہوئے مختلف قسم کے سیاسی، معاشی اور بحری نظاموں اور طریقوں کا تجربہ کر رہی ہیں۔ یونان میں پہاڑیاں اور بحری خلیجیں ان ریاستوں کو ایک دوسرے سے الگ رکھتی تھیں۔ اس دور کی ابتدائی صدیوں میں یونان کے لوگ اپنے دوسرے آریہ بھائیوں کی طرح جو اٹلی، وسطی یورپ، ایران اور ہندوستان میں ریاستیں قائم کر چکے تھے۔ نیم شاہی اور ہم پنچایتی سماج رکھتے تھے۔ شرفا کا طبقہ معزز اور حکمران سمجھا جاتا تھا۔ اس طبقہ کو یونان میں وہی درجہ حاصل تھا جو ہندوستان میں کشتریوں کو حاصل تھا۔ زراعت، باغبانی، زیتون اور انگور کی کاشت تیل اور شراب کی تجارت، بحری ڈکیتیاں اور ماہی گیری یونانیوں کے محبوب مشغلے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں ہیومر کی ایلیڈ جس میں زمانہ سابق کے سورماؤں کی کہانیاں گیتوں کی شکل میں نظم کی گئی تھیں۔ یونان کے شہروں اور دیہات میں گائی جاتی تھیں۔ جس طرح کہ ہندوستان میں مہا بھارت اور رامائن کے قصے ابتدائی کی شکل میں گائے جاتے تھے۔(۱)

۱۔ پنجاب کے دیہات میں اب تک مرزا صاحباں۔ ہیر رانجھا۔ دلا بھٹی وغیرہ کے قصے ڈھول اور بنسری کے ساتھ گائے جاتے ہیں اور راجپوتانے میں بھاٹ پرانے بہادروں کی داستانیں گیتوں کی صورت میں سناتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس دور میں پرانے باشندوں اور تازہ وارد آریاؤں کے اختلاط سے نئے نئے مت پیدا ہو رہے تھے۔ پرانے باشندوں کے دیوتاؤں کو نئے نام دیے جا رہے تھے۔ آریا قبائل مورتی پوجا کا طریق اختیار کر کے دیوتاؤں کے لیے مندر تعمیر کرنے لگے تھے۔ یونانی رئیس کو رب الارباب خیال کرتے تھے جس کی بیوی کا نام ہیرا تھا۔ اریس جنگ کا دیوتا تھا۔ ہرمیس ہندوستان کے ناردمنی کی طرح دیوتاؤں کا نامہ بر تھا اپولو نیکی اور تہذیب کا دیوتا اور ہرقل غیر معمولی جسمانی طاقت کا مظہر سمجھا جاتا تھا۔ یونان کی ریاستوں میں ایک اسپارٹا تھی جس میں حکمران طبقہ نے زبردست عسکری نظام قائم کر کے ایک شاہی حکومت قائم کر رکھی تھی۔ اس حکمران طبقہ کے خاندان جاگیردار تھے اور سب کے سب ریاست کے جنگی معاون سمجھے جاتے تھے۔ حکومت بچپن ہی سے اس طبقہ کے افراد کی تعلیم و تربیت کا کام اپنے ذمے لے لیتی تھی۔ کم زور جسمانی ساخت رکھنے والے بچوں کو مرنے اور فنا ہونے کے لیے اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ عام لوگ جاگیرداروں کے لیے ہل چلاتے اور غلہ پیدا کرتے تھے جنھیں محض قوت لایموت دیا جاتا تھا۔ یونان کی ایک اور ریاست ایتھنز میں پنچایتی طرز کی حکومت ارتقا کی منزلیں طے کر رہی تھی۔ بادشاہ، سپہ سالار، ناظم الملک اور ملکی حکام کو پنچایت منتخب کرتی تھی۔ نظم و نسق نمایندوں کی ایک کونسل کے ہاتھ میں تھا جسے اعلے خاندانوں میں سے منتخب کیا جاتا تھا۔ ہر عہدہ دار مقرر میعار کے لیے کام کرتا تھا پھر تبدیل کر دیا جاتا۔ رائے دینے کا حق صرف شہریوں کو حاصل تھا اجنبی تاجر، حرفہ کار اور غلام اس حق سے محروم تھے۔ ۵۹۱ ق-م میں سولون نامی ایک شخص نے آئینی اصلاحات رائج کیں اور عوام کو حقوق دیے۔ ان کی رائے کو اقتدار حکومت میں شامل کیا، چار سو ارکان کی ایک اسمبلی بنائی۔ (۵۶۱ سے ۵۶۸ ق-م) تک ایتھنز پر ایک جابر بادشاہ نے اقتدار کر لیا لیکن عوام کے انقلاب نے پھر پنچایتی راج قائم کر کے نیا آئین رائج کیا۔

ایشیائے کوچک کے ساحل پر بھی یونانیوں کی ریاستیں قائم ہو چکی تھیں یہ ریاستیں ایشیا اور یورپ کے درمیان تجارتی تبادلہ کی منڈیوں کا کام دیتی تھیں۔ اس لیے یونان کی ریاستوں کی بہ نسبت زیادہ خوش حال اور مال دار تھیں۔ جنوب مغربی ایشیا کے قدیم تمدن کے ساتھ رابطہ رکھنے کے باعث زیادہ متمدن تھیں۔ یہ ریاستیں فریجیہ اور لیڈیا کی بڑی ریاستوں کے زیر اثر تھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۱۲ق-م میں ایران کے شہنشاہ داریوش اول نے بلقان پر چڑھائی کی اور دریائے ڈینیوب کے پار جاکر سیتھیئوں کو شکست دی۔ ۴۹۹ سے ۴۹۰ تک یونان کی سرزمین داریوش کی عسکری مہموں کی جولانگاہ بنی رہی جن کا مقابلہ یونانیوں نے بڑی بہادری سے کیا اور داریوش یونان کو ایرانی سلطنت کا ایک صوبہ بنانے کے مقصد میں کام یاب نہ ہو سکا۔ ۴۸۰ق-م میں داریوش کے جانشین اخسویرس نے یونان کی سرزمین کو مطیع بنانے کی کوشش کی لیکن اس کی بحری اور بری دونوں مہمیں ناکام رہیں۔ ان جنگوں میں اسپارٹا والوں کی فوج نے بھی حصہ لیا اور آخری معرکہ اسی فوج نے سر کیا تھا۔ اس دور میں یونانیوں کی تجارتی سرگرمیاں بہت تیز ہو رہی تھیں کیوں کہ یونان کی سرزمین کی پیداوار گزارے کے لیے کفایت نہیں کرتی تھی۔ انھیں اپنے باغات کی پیداوار زیتون کا تیل اور انگوری شراب بیچنے کے لیے اور اپنے لیے غلہ، دھاتیں اور دیگر ضروریات حاصل کرنے کے لیے دوسرے ملکوں سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت تھی۔ ساحل شام کے فینیقی تاجر اس بحری تجارت میں یونانیوں کے حریف تھے اور ان کے بحری بیڑوں کے ساتھ یونانیوں کے بحری بیڑوں کے تصادم کی وارداتیں آئے دن ظہور پذیر ہوتی رہتی تھیں۔ فینیقی ایرانی رعایا تھے اس لیے ایران کے شہنشاہوں کو اپنی رعایا کے حقوق کی حفاظت کے لیے یونان کی سرزمین میں آئے دن تعزیری مہمیں بھیجنے کی ضرورت پیش آتی رہی۔ ان تعزیری مہموں نے یونانی ریاستوں میں متحد ہو کر ایرانی خطرے کا مقابلہ کرنے کا خیال پیدا کیا۔ چناں چہ ایتھنز کی سرکردگی میں یونانی ریاستوں کا ایک وفاق قائم کیا گیا۔ جس نے جلد ہی ایک یونانی سلطنت کی شکل اختیار کر لی۔ یونانیوں نے اس عہد میں (۵۰۰ق-م سے ۴۰۰ق-م تک) جنوبی اٹلی، سسلی، گال (جنوب مشرق فرانس) بحیرہ اسود کے ساحل پر کریمیا تک اپنی تجارتی بستیاں قائم کر لیں۔ اسپارٹا کی ریاست اس وفاق میں شامل نہ ہوئی اس لیے ۴۰۹ق-م سے ۴۴۷ق-م تک ایتھنز وفاق اور اسپارٹا کے درمیان متعدد جنگیں رونما ہوئیں لیکن اسپارٹا اپنی الگ ہستی کو برقرار رکھنے پر مصر رہا۔ ۴۵۴ق-م میں ایتھنز کے بادشاہ نے وفاق کا خزانہ ڈیلوس سے ایتھنز میں منتقل کر لیا اور ایتھنز کی ریاست دوسری ریاستوں کی لیڈر بن گئی۔ ۴۴۵ق-م میں وفاق کے بادشاہ پیریکل نے بحری بیڑے کے ساتھ بحیرہ اسود کے ساحل کا معاونیہ کیا، پرانی یونانی بستیوں کو یونانی سلطنت کا مطیع بنایا اور نئی بستیاں قائم کیں۔ ۴۳۱ق-م سے ۴۰۳ق-م ایتھنز اور سپارٹا کے درمیان یونان کی سرزمین میں غلبہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرکے ایتھنز میں پنچایتی راج کی جگہ شخصی اقتدار قائم کردیا اور متعدد جابریں نے یکے بعد دیگرے حکومت کی جو اسپارٹا کے زیر اثر تھے ۳۸۶ق-م میں اسپارٹا اور ایران کے درمیان ایک معاہدہ طے ہوا جس کے رو سے ایشیائے کوچک کے ساحل کی یونانی ریاستیں ایران کی تابع قرار پائیں اور ایران نے یونانی ریاستوں کی آزادی تسلیم کرلی۔ ۳۷۱ق-م میں اسپارٹا کی فوج نے ایک یونانی ریاست ہیوٹیا کی فوج سے شکست کھائی جس کے باعث اسپارٹا کے اقتدار اور اس کی فوجی طاقت کے طلسم کا ستارا غروب ہوگیا۔ یونان کی سرزمین پھر طوائف الملوکی کی آماجگاہ بن گئی۔ جس سے مقدونیہ کے بادشاہ فیلبوس نے فائدہ اٹھایا اور یونان کی ریاستوں کو بزور بازو یا صلح صفائی سے اپنا مطیع بناکر بادشاہی قائم کرلی۔ فیلبوس نے سلطنت ایران کے ساتھ طاقت آزمائی کرنے کے خیال سے فوج کی تنظیم شروع کردی۔ فیلبوس ۳۶۰ق-م میں بادشاہ بنا تھا اور ۳۳۶ق-م میں درباری سازش کے باعث قتل ہوگیا۔ اس کا بیٹا السکندر اعظم تھا۔ جس کا حال اگلی فصل میں بیان کیا جائے گا۔ اکثر مورخین کا خیال ہے کہ فیلبوس کو اس کی پہلی ملکہ اولمپیا نے قتل کرایا تھا جو اسکندر اعظم کی ماں تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روحانی اور فکری سرگرمیاں

مظاہر پرستی اور مورتی پوجا:

اس دور میں انسان کی روحانی اور فکری سرگرمیوں کی رفتار بہت تیز نظر آ رہی ہے۔ گزشتہ ادوار کے انسان کے سامنے نیچر کی قوتوں، آسمان کے ستاروں، زمین کے جانوروں، پہاڑوں، دریاؤں اور دوسری چیزوں کی ماہیت کو سمجھنے اور ان سے اپنی ہستی کو برقرار رکھنے کے لیے فائدے حاصل کرنے کے مسائل تھے، جن کو انھوں نے اپنے خیال اور فکر کی رسائی کے مطابق حل کرنے کی کوشش کی۔ اس کے علاوہ موت کا مسئلہ تھا جس پر انسان بدو شعور سے حیران ہو رہا تھا اور اس کی ماہیت کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔ یہ خیال انسان کی روح جسم پر موت وارد ہو جانے کے بعد بھی کسی نہ کسی صورت میں موجود رہتی ہے۔ قدیم ترین ایام سے انسان کا رفیق چلا آ رہا ہے۔ نینڈرتھل نسل کے انسانوں کے آثار بھی بتا رہے ہیں کہ وہ اپنے مردوں کو خاص احترام کے ساتھ غاروں کے اندر رکھتے تھے اور ان کے ساتھ ہتھیار اور کھانے پینے کی اشیا کا رکھنا بھی ضروری سمجھتے تھے قدیم مصری، کریٹی، قدیم یونانی، بابلی وغیرہ اپنے مردوں کے ساتھ زر و مال اور ہر قسم کی قیمتی اشیا اور ساز و سامان دفن کرنے لگے۔ جن قدیم اقوام میں مردوں کو آگ میں جلانے کا دستور چلا وہ اپنے مذہبی رسمیں ادا کرنے والے گروہ کو اس خیال سے ضیافتیں کھلانے لگے کہ وہ کھانا ان کے آباؤ اجداد کی روحوں کو پہنچتا ہے۔ ہندوؤں اور بعض دوسری قوموں میں اپنے کھانے میں سے بزرگوں کی روحوں کا حصہ الگ کرنے کا دستور آج تک رائج ہے۔ روح کے اس عقیدہ نے قدیم انسانوں میں یہ خیال قائم کر دیا کہ کائنات اور اس کی ہر شے کے اندر روحیں موجود ہیں۔ جو انسان سے خوش ہو کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے فائدہ اور ناراض ہو کر نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ اس عقیدے کے ماتحت قدیم انسانوں نے قدرت کے مظاہر مثلاً آسمان، سورج، چاند، ستاروں، بادلوں، بجلیوں، آگ، پانی، سمندر، پہاڑ، دریا، زمین، اشجار اور حیوانات غرض ہر شے کی روح کو ماننا شروع کر دیا۔ جس سے دیوتاؤں کا خیال پیدا ہوا اور انسان نے ان کی مدد سے فائدہ اٹھانے اور ان کے قہر سے بچنے کے لیے ان کی پوجا شروع کردی۔ اس عقیدہ نے مختلف قوموں میں مختلف شکلیں اختیار کیں۔ شکاری دور کے انسان ان جانوروں کی روحوں سے جن کو وہ شکار کرنا چاہتا تھا مدد مانگنے لگے یا جانوروں کے مالک دیوتا کو پرستش اور قربانی کے ذریعے خوش کرنا ضروری سمجھنے لگے۔ زراعت کار انسانوں کو سورج، بادل، باران، بہار، خزاں وغیرہ سے سابقہ پڑتا تھا اس لیے انھوں نے ان اشیا میں دیوتا متصور کیے اور ان کی پوجا شروع کردی۔ آگ انسان کی بہت پرانی رفیق ہے اور اس کی خاصیت بھی بہت تند اور تباہ کن ہے اس لیے آگ کے دیوتا کی پوجا بھی لازی تھی۔ روشنی بجائے خود بڑی دل کش شے ہے اس لیے سورج، چاند، ستاروں اور نور کے دیوتاؤں کی پرستش جاری ہوئی۔ مزید برآں، بابلیوں، ہندوؤں اور چینیوں میں یہ عقیدہ چلا کہ ستاروں کی گردش انسان کی زندگی کے واقعات پر بہت تصرف رکھتی ہے اس لیے جوتش اور ہیئت کا مطالعہ شروع ہوگیا اور سورج چاند اور ستاروں کے دیوتاؤں کی پرستش ہونے لگی جن کی گردش دن رات پیدا کرنے کے علاوہ موسم کی ان تبدیلیوں کا پتا دیتی تھیں جن کا جاننا انسان کی بود و باش کے لیے ضروری تھا۔ تاکہ وہ وقت پر فصلیں بوسکیں اور وقت پر کاٹ سکیں۔ ابتدا میں محض دیوتاؤں یعنی مخفی روحوں کی موجودگی کا تصور دماغوں میں جاگزین رہا لیکن پھر اس نے معین صورتوں کی شکل اختیار کر کے مجسمہ سازی یعنی مورتی بنانے کے طریق کو فروغ دیا۔ اس کے ساتھ ہی بزرگوں اور قومی سورماؤں میں دیوتائی طاقتوں کے عقیدہ نے اعاظم رجال کی پرستش جاری کی اور بعض بادشاہوں نے رعایا سے اپنی پرستش کرانی شروع کردی۔ ہر دیوتا کے لیے مورتیاں بننے لگیں جن کو دیکھنے کے لیے مندر تعمیر ہوئے اور رسمیں مقرر ہوئیں دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے جانوروں کی سوختنی قربانیاں، لہو گرانے کی رسمیں، انسان کی قربانیاں، زرعی پیداوار کی قربانیاں، دودھ، گھی، مکھن، شہد، شراب وغیرہ کی قربانیاں رواج پائیں۔ غرض انسان کے ابتدائی اور قدیم دور کو اس لحاظ سے دیوتاؤں کا زمانہ کہا جائے تو چنداں بے جا نہ ہوگا۔ قدیم انسان ایک ''بڑی مائی'' کی پرستش بھی کرتا تھا جس کے متعلق مختلف قوموں تصورات قائم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیے اور اس ''بڑی مائی'' کی مورتیاں مختلف تصورات کے مطابق مختلف ملکوں کے آثار سے دست یاب ہوئی ہیں۔ افریقہ، ہندوستان، بحرالکاہل کے جزیروں اور بعض دوسرے ملکوں میں آج تک ''ماتا دیودی'' کی پرستش کسی نہ کسی صورت اور تصور کے ماتحت جاری ہے۔ بعض قدیم قومیں دیوتاؤں اور انسانوں کے اعضائے تناسل تک کی پرستش کرتی رہی کیوں کہ یہ اعضا انسان کے لیے بہترین خوش وقتی کے لمحات مہیا کرنے کے علاوہ افزایش نسل کے موجب بھی ہیں جس پر انسان کے ابتدائی فکر کا متعجب ہونا لازمی امر تھا۔

اوہام پرستی اور شگون :

پرانی قومیں دیوتاؤں، روحوں، بھوتوں، اور مخفی قوتوں کی قائل تھیں جنھیں، انھوں نے کائنات کی ہر چیز اور قدرت (نیچر) کے ہر مظہر میں الگ الگ حیثیت سے کارفرما متصور کیا۔ سورج، چاند، اور ستاروں کی گردش کو سمجھنے کی کوشش کی اور اس سے نہ صرف موسموں، سالوں، مہینوں، ہفتوں دنوں اور اس کی ساعتوں کا حساب قائم کیا بلکہ یہ عقیدہ بھی قائم کرلیا کہ ان کی گردش انسان کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے۔ چناں چہ قدیم انسان ہر اہم کام کو شروع کرنے کے لیے ستارہ شناسوں اور جوتشیوں سے پوچھنے لگے کہ آیا ستاروں کی گردش اس کام کے لیے سازگار ہے یا نہیں۔ قدیم زمانے کے انسان جنتر منتر جادو، ٹونے، ٹوٹکے، تعویز وغیرہ کے بھی قائل تھے اور بیماری۔ خوف اور شر و نقصان سے بچنے کے لیے یا اپنے مطالب حاصل کرنے کے لیے جادو ٹونے سے بھی کام لیتے تھے، جادو اور اس جیسے دوسرے ''کالے علموں'' یعنی جنتر منتر، ٹونے، تعویذ وغیرہ نے مصر اور بابل کی قدیم سرزمینوں میں بہت فروغ پایا۔ قدیم ترین قومیں جو شکاری دور میں یا اس سے پہلے کرہ ارضی میں پھیلیں جادو کی رسموں اور تعویذوں وغیرہ کی بہت قائل تھیں۔ اس کے علاوہ اچھے یا برے شگون پر بھی پرانی قوموں کو بہت اعتقاد تھا۔ قدیم بابلی قربانی کے جانوروں کی آنتوں اور دوسرے اعضا کی کیفیتوں سے شگون لیتے تھے۔ ہندو جانوروں، پرندوں اور دوسری چیزوں سے شگون لیتے تھے۔ مہابھارت اور رامائن میں جا بہ جا ہر اہم کام کے ساتھ اچھے اور برے شگونوں کا ذکر موجود ہے۔ چینی کچھوؤں اور کلنگوں وغیرہ سے شگون لینا ضروری سمجھتے تھے۔ اسی طرح دوسری قدیم قومیں بھی شگونوں کی بہت قائل تھیں اور اس مقصد کے لیے مختلف اشیا کے کوائف پر عقیدہ رکھتی تھیں۔ قدرت کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاذ اور نادر مظاہر مثلاً چاند اور سورج کے خاص خاص گرہن، دمدار ستاروں کا طلوع، آسمان کی رنگت کی تبدیلی، سرخ رنگ کے قطروں کی بارش، بادلوں کے بغیر بوندا باندی، شہابوں کا ٹوٹنا، گایوں سے گدھے، گھوڑیوں سے کتے، بھیڑوں سے گیدڑ، عورتوں سے سانپ وغیرہ کا پیدا ہونا غرض قدرت کے عام معمول سے ہٹی ہوئی کیفیت کا ظہور بہت منحوس سمجھا جاتا تھا اور کسی نہ کسی عام مصیبت، جنگ، تباہی، وبا یا طوفان وغیرہ آنے کا پیش خیمہ خیال کیا جاتا ہے۔ بابلیوں کی الواح میں بنونیدس کے عہد میں ایسی علامت کے ظہور کا تذکرہ ملتا ہے۔ الواح میں لکھا ہے کہ ایسی علامتوں کے ظاہر ہونے پر بادشاہ بہت فکر مند ہوا۔ اس نے مندروں کے پجاریوں کو جمع کیا۔ جنھوں نے بھیڑیں ذبح کر کے ان کے اندرونی اعضا سے شگون لیا اور کہا کہ چاند دیوتا بادشاہ کی بیٹی مانگتا ہے چناں چہ بابل کے آخری بادشاہ بند نیدس (۵۳۹ق-م میں خاتمہ) نے اپنی بیٹی چاند دیوتا کی نذر کرنے کے لیے ار کے مندر میں بھیج دی اور بادشاہ نے مندر کی مرمت کرائی اور اس گھر کی مرمت کرائی جہاں قدیم زمانوں میں ایسی ہی شہزادیاں ایسے ہی مواقع پر نذر کر کے رکھی جاتی تھیں۔ مینار کی مرمت کرائی گئی۔ جس کے برج میں ایک طلائی چوکی رکھی گئی اور پاس بستر بچھا دیا گیا۔ شہزادی کے لیے ضروری تھا کہ چاندنی راتیں اس برج پر بسر کرے۔ طلائی چوکی اور بستر چاند دیوتا کے استعمال کے لیے رکھے گئے تھے۔ بابلیوں کے مناروں کا نچلا حصہ سیاہ، درمیانی حصہ سفید اور بالائی حصہ نیلے رنگ کا ہوتا تھا۔ یہ طبقے زمین خالی فضا اور آسمان کی نمایندگی کرتے تھے۔ منار کے نچلے حصے میں بت نصب ہوتا تھا جس کے سامنے طلائی قربان گاہ تھی۔ باہر کے کمرے میں دو اور قربان گاہیں ہوتی تھیں جن میں سے ایک پر قربانی کے جانور ذبح کیے جاتے تھے۔[1]

قدیم انسانوں کے ایسے عقائد کے باعث ان میں منجموں، ستارہ شناسوں، جوتشیوں، شگون دیکھنے والوں، جادوگروں، ٹونے ٹوٹکے اور تعویذ کرنے والوں، پیش گوئیاں کرنے والے

۱- منار اور مندر کے متعلق یہ بیان یونانی مورخ ہیرو ڈوٹس کے بیان سے لیا گیا ہے جس نے چوتھی صدی مسیحی میں بابل کی سیاحت کر کے اپنی آنکھوں سے بابلیوں کے مندر دیکھے تھے۔ یہودیوں کے ہیکل کی قربان گاہیں بھی اسی انداز سے بنائی گئی تھیں فرق صرف یہ تھا کہ ہیکل میں بت نہیں تھا۔ البتہ سامنے کی دیوار پر طلائی منبت کاری سے فرشتے کی بڑی تصویر بنائی گئی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاہنوں، غیب کی خبریں دینے والے رشیوں، منیوں اور نبیوں کو تعظیم و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور ان کی بتائی ہوئی باتوں کو بہت وقعت دی جاتی تھی۔

غرض قدیم انسانوں کے مذہبی عقائد رجحانات ان کے سادہ افکار کا ماحصل تھے لیکن ایک ہزار ق۔م سے ولادت مسیح تک کے دور میں مختلف ملکوں میں نئی نئی روحانی اور فکری تحریکیں نشوونما پاتی نظر آرہی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا فکر اور دماغ نئے نئے مسائل سے روبرو ہوکر ان کے حل کی راہیں ڈھونڈ رہا ہے اور اس کی روحانی تشنگی پرانے طریقوں سے بے زار ہوکر نئے انداز کے عقائد کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ تین ہزار پانچ سو سال ق۔م کے قریب نوح نے وادی فرات میں اپنی قوم کو بت پرستی سے روکنے کے لیے آواز بلند کی جو بے نتیجہ رہی۔ دو ہزار ق۔م کے قریب ابراہیم نے ار میں بت پرستی اور شاہ پرستی کے خلاف آواز اٹھائی اور انھیں اس ملک سے ہجرت کرنی پڑی۔[1] ۱۴۰۰ سے ۱۰۰۰ق۔م تک کے دور میں وادی سینا کے اسرائیلوں میں موسےٰ، خراساں (بلخ و ہرات) کے آریاؤں میں زرتشت اور ہندوستان میں کرشن اپنی اپنی قوموں میں نئے مذہبی عقائد کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں۔ جن کے پیغام سے نوع انسانی کی بڑی بڑی جمعیتیں متاثر ہوئیں اور صدیوں متاثر رہیں بلکہ آج تک متاثر چلی آرہی ہیں۔

آریاؤں اور قدیم ہندوؤں کا اختلاط :

ایک ہزار ق۔م سے چھ سو ق۔م تک کا دور ہندوستان میں آریاؤں اور قدیم باشندوں کے مذہبی اور سماجی افکار کے تصادم اور اختلاط کا زمانہ ہے۔ جس میں برہمنی مت کو بہت عروج حاصل ہوا۔ اس تصادم اور اختلاط کا نتیجہ آریاؤں کے مذہبی افکار اور قدیم باشندوں کے مذہبی عقائد کے درمیان مفاہمت کی شکل میں رونما ہوا جس نے بالآخر برہمنی مت کی صورت اختیار کرلی۔ افغانستان سے آکر پنجاب میں آباد ہونے والے آریا قدرتی مظاہر کے پجاری تھے اور اگنی، اندر، درونا، وایو، ماروت، یاما، (آگ، رعد و باران، آسمان، ہوا، نسیم، ملک الموت) وغیرہ

۱۔ مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن میں بعض دوسرے پیغمبروں کا ذکر بھی آیا ہے جنھوں نے نوح اور ابراہیم کے درمیانی دور میں اپنی قوموں کو توحید یعنی ایک خدا کی عبادت کرنے پر مائل کرنے کی ناکام کوششیں کیں۔ ابھی تک ان پیغمبروں ہود اور صالح کے متعلق کوئی آثاری شہادت نہیں ملی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیوتاؤں کو مانتے تھے اور ان کو خوش کرنے کے لیے قربانیاں دیتے اور چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ مورتی پوجا اور مندر کے استعمال سے نابلد تھے۔ رگ وید میں ایک خدا یعنی دیوتاؤں کے دیوتا رب الارباب کی حمد کے گیت بھی ملتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم آریاؤں کے مذہبی عقائد میں خدا کے ایک ہونے کا تصور بھی موجود تھا۔ ہندوستان کے قدیم باشندوں یعنی اصلی ہندوؤں میں ہر طرح کے مذہبی عقائد رکھنے والے لوگ پائے جاتے تھے۔ ان میں سانپوں، درختوں، پہاڑوں، دریاؤں، بھوتوں، روحوں کو پوجنے والوں سے لے کر برہما، ویشنو اوع شو یعنی پیدا کرنے والے خدا، پرورش کرنے والے خدا اور مارنے والے خدا کو ماننے کے فلسفیانہ فکر رکھنے والے لوگ موجود تھے۔ اس کے علاوہ ''بڑی مائی'' کو ماننے کے قدیم ترین مذہب کے پیرو بھی تھے؟ قدیم ترین اقوام کا یہ عقیدہ آج تک بنگال میں درگا مائی کی پوجا کی شکل میں قائم چلا آرہا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوؤں کے وسیع اور ہمہ گیر سماج میں مختلف طاقتیں رکھنے والی دیویوں کو ماننے والے بھی موجود ہیں جو اسی قدیم تصور کی شاخیں ہیں جو پتھر کے زمانہ قدیم کے انسانوں میں ''بڑی مائی'' کی پرستش کی صورت میں موجود تھا۔ ہندوستان کے قدیم باشندوں میں جادو، ٹونے، منتر جنتر کو ماننے والے لوگ بھی تھے۔ غرض ہندو سماج کی موجودہ ہمہ گیر ہیئت ترکیبی کے اندر مختلف اور متعدد مذہبی عقائد کی چھان بین کی جائے تو صاف نظر آجائے گا کہ ان میں سے بہت سے عقیدے قدیم اقوام عقیدوں سے ملتے جلتے ہیں بلکہ انھی کی بدلی ہوئی شکلیں ہیں اور یہ عقائد ترکستان اور افغانستان سے آنے والے آریاؤں کے مذہبی افکار سے یکسر مختلف لیکن مصر، بابل اور چین کی قدیم اقوام کے عقائد سے قریب تر ہیں۔ ہندوؤں کی روایات بھی جو دیوتاؤں اور کائنات کی تخلیق اور انسان کی پیدائش کے متعلق ہیں دو قسم یعنی دو مختلف انداز فکر سے نکلے ہوئے افکار کا نتیجہ ہیں جن کو ایک ہی لڑی میں پرونے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ برہمنی مت جو دور زیر بحث میں پھلا پھولا آریاؤں اور قدیم ہندوؤں کے افکار کے باہمی اختلاط و مفاہمت کا ماحصل ہے۔ برہمنوں کے دماغ نے ہندوستان میں ایک ہمہ گیر سماج تعمیر کرنے کے لیے آریاؤں اور قدیم ہندوؤں کے عقائد کو ایک ہی لڑی میں پرونے کی کام یاب کوشش کی اور سماج کے سماجی قانونوں کے اندر ہر قسم کے عقائد رکھنے والے لوگوں کو اپنے عقیدوں پر قائم رہنے اور پنپنے کی اجازت دے دی۔ اس طرح برہمنی مت نے مورتی پوجا کو فروغ دیا۔ سماج کو مقررہ رسموں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیتون کا پابند بنایا۔ اسلاف پرستی اور مشاہیر پرستی کو ترقی دی۔ اوتاروں یعنی انسان کی صورت میں خدا کے ظہور کے عقیدہ کو رائج کیا اور اواگون کے عقیدہ کو پھیلایا جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی روح اپنے اچھے یا برے اعمال کے مطابق جونیں بدلتی رہتی ہے اور کئی جونیں (پیکر) بدلنے کے بعد لمبی مدت کے لیے سورگ (بہشت) میں چلی جاتی ہے۔ اس کے بعد پھر وہی چکر شروع ہو جاتا ہے۔ برہمنی مت کے خداؤں اور دیوتاؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کی مورتیاں عجیب عجیب شکلوں کی بنائی جاتی ہیں اور مندروں میں پوجا کے لیے رکھی جاتی ہیں۔ جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

برہما، ویشنو، سرسوتی، لکشمی، پاربتی، درگا، گنیش وغیرہ۔

برہمنوں نے دیوتاؤں کی پوجا کے جن نئے تصورات کو رائج کیا ان میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر نظر آتی ہے کہ ان جدید تصورات میں جہاں سب فرقوں کے مذہبی عقائد سے مفاہمت کرنے کی کوشش کی گئی وہاں سب سے اونچا درجہ برہم کو دیا گیا جو برہمنوں کا مخصوص دیوتا تھا اور آریاؤں کے دیوتاؤں کو دوسری قطار میں کھڑا کر دیا گیا گویا آریاؤں نے اگرچہ شمالی ہند کے قدیم باشندوں پر تفوق حاصل کر کے اپنا سیاسی اقتدار قائم کر لیا اور انھیں اپنی زبان سنسکرت سکھا دی لیکن ہندوستان کے قدیم دیوتاؤں نے نئی صورتوں میں جلوگر ہو کر آریاؤں کے دیوتاؤں کو ثانوی حیثیت دے دی۔ قدیم باشندوں کے عقائد اور رسم و رواج قائم رہے بلکہ فروغ پا گئے۔ آریاؤں کا سادہ مذہب آہستہ آہستہ ناپید ہوتا چلا گیا۔

منوں کا معاشرتی قانون:

اس برہمنی مت کے زیر اثر جو آریاؤں اور قدیم باشندوں کے اختلاط کا نتیجہ تھا جو عظیم ہندو سماج تعمیر ہوا اس کے معاشرتی قوانین منون کے دھرم شاستر میں تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ اس دھرم شاستر میں ہندو سوسائٹی کو چار ورنوں یعنی طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان سب کے فرائض مقرر کر کے ضابطے اور قانون بنا دیے گئے ہیں۔ منوں کا دھرم شاستر مذہبی، معاشرتی، اخلاقی ضابطوں کا مجموعہ ہے جس میں ہر بات پوری شرح و تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے سوسائٹی کے چار طبقے برہمن، کشتری، ویش اور شودر مقرر کیے گئے ہیں برہمنوں کا کام علم و زندگی بسر کرنا اور رسوم مذہبی ادا کرنا بتایا گیا ہے۔ کشتری طبقے کے لوگ راجے، سپاہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیشہ اور حاکم افراد ہیں۔ ویش تجارت وصنعت اور دوسرے پیشوں کو سنبھالنے والے ہیں۔ شودر غلام ہیں جن سے جسمانی مشقتوں کا کام لیا جاتا تھا، چنڈال وہ لوگ ہیں جن کو سماج سے کسی جرم کی بنا پر سوسائٹی سے خارج کر دی گیا ہو۔ راجوں کے فرائض میں ملک کی حفاظت، امن کا قیام، عدل و انصاف کی تقسیم، اچھا کام کرنے والوں کو انعام دینا اور مجرموں کو سزا دینا، ملکی انتظام اور جنگ وغیرہ داخل ہیں اور راجاؤں کے روزانہ معمول اور ان کے درباری کاموں کے لیے طریقے معین کر دیے گئے ہیں۔ اسی طرح ہر طبقہ کے لیے شادی بیاہ، مذہبی رسوم اور سماجی فرائض کی ادائیگی کے قانون اور خطاکاروں کے لیے تعزیریں مقرر کی گئی ہیں جو سماج کے مختلف طبقوں کے لیے مختلف ہیں اور برہمنوں کے لیے خاص رعایتیں اور امتیازات قائم کیے گئے ہیں اور برہمنوں کو سوسائٹی کا دماغ قرار دے کر سب پر فایق کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ انسان کی زندگی کے چار دور مقرر کر دیے گئے ہیں جن کی رو سے ہر انسان کے لیے ابتدائی دور میں برہم چاری بن کر تعلیم حاصل کرنا لازم ہے۔ دوسرے دور میں شادی کر کے گرہست آشرم (خانہ داری) کی زندگی گزارنا ہے۔ تیسرے دور میں دینوی کاروبار سے الگ ہو کر جنگل میں گیان دھیان کی زندگی بسر کرنا ہے اور چوتھے دور میں سنیاسی بن کر تمام دنیاوی لذات کا تارک بن جانا ہے۔ غرض منو نے دھرشاستر میں ہندو سماج کے لیے ایک جامع و مانع ضابطہ تیار کر دیا۔ جس پر ہندو سوسائٹی کم و بیش آج تک عمل کر رہی ہے۔

فلسفیانہ اسکول اور ویدانت :

از بس کہ ہندو سوسائٹی میں برہمنوں کا طبقہ علمی تحقیق و تفتیش کے لیے وقف تھا اور باقی لوگ بھی آخری عمر میں گیان دھیان (فکر) اور سنیاس کی زندگی بسر کرتے تھے اس لیے برہمنی دور میں کئی فلسفیانہ سکول پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے اپنے انداز فکر کے مطابق کائنات اور انسان کی زندگی کے اسرار پر غور کر کے نتائج مرتب کیے۔ اس سلسلے میں کپل کا سانکھ شاستر، پتنجلی کا یوگ شاستر، گوتم کا نیائے شاستر وغیرہ قابل ذکر ہیں جن میں فلسفیانہ فکر کی پروازیں بہت بلند نظر آ رہی ہیں۔ اس کے علاوہ ویدانت یعنی تصوف (خدا کا عرفان حاصل کرنے اور انسان میں خدا کے تعلق کے متعلق سوچنے) کے متعلق بھی بہت سا لٹریچر اس دور میں پیدا ہوا اور ہندو ریاضی دانوں نے وقت کے لامتناہی سلسلے کو یگوں، ایکانوں اور کلپوں، اور مہا یگوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حساب سے ماپنے اور معین کرنے کی کوشش کی اور یہ بتایا کہ ایک ہزار مہا یگوں، یعنی ساڑھے چار ارب کے قریب سالوں سے برہما کا ایک دن بنتا ہے۔ اس ایک دن میں کائنات موجود رہتی ہے اس کے بعد اتنی ہی مدت کے لیے فنا ہو جاتی ہے اور برہما کی رات گزر جانے کے بعد کائنات کو وجود میں آنے کا سلسلہ پھر سے شروع ہو جاتا ہے۔ برہما چودہ دن اور رات گزر جاتے ہیں تو برہما بھی فنا ہو جاتا ہے اور ہستی مطلق نئے برہما کو وجود میں لے آتی ہے۔ فکر کی اس بلند پروازی کی کوئی نظیر دنیا کی کسی اور قوم کے لٹریچر میں نظر نہیں آتی۔ ہندو فلاسفروں نے کائنات کے عقدوں کو حل کرنے، سمجھنے اور سمجھانے کی جو کوششیں کیں وہ ظاہر کرتی ہیں کہ اس دور کے ہندوؤں کو فراغت کے ساتھ سوچنے کے مواقع میسر آرہے تھے اور ملک میں امن و امان اور خوش حالی و فارغ البالی کا دور دورہ تھا۔

سدھارتھ گوتم ساکیا اور بدھ مت:

چھٹی صدی قبل مسیح میں ہندوستان میں برہمنی مت کا دور دورہ تھا۔ عوام میں مورتی پوجا فروغ پا رہی تھی۔ مفکرین فلسفے کے نئے نئے سکول قائم کر رہے تھے۔ ویدانت (تصوف) کے سلسلے بھی پنپ رہے تھے۔ یوگیوں اور سنیاسیوں کی تعداد بہت ترقی پذیر تھی۔ یوگی اپنے جسموں اور جانوں کو جان بوجھ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے تھے اور اس طرح عوام پر اپنا اثر قائم کر رہے تھے۔ کوئی ہاتھ کھڑا کر کے سکھا لیتا تھا کوئی ایک ٹانگ پر سالوں کھڑا رہتا۔ کوئی فاقہ کشی کر کے ہڈیوں کا پنجر بن جاتا اور کوئی لوہے کے کیلوں پر سادھی جماتا تھے۔ برہمنوں کا اقتدار ترقی پر تھا۔ برہمن، راجے، اہلکار اور تاجر عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ عوام کی حالت خراب تھی۔ اس قسم کی کیفیت میں سدھارتا گوتم نے لوگوں میں بدھ مت کو پھیلانے اور رائج کرنے کا کام شروع کیا۔ آبادی کی بڑی بڑی جمعیتوں کو اپنے دین کا پیرو بنا لیا۔

سدھارتا گوتم ساکیا قوم کے شاہی خاندان کا شہزادہ تھا۔ جسے راج کا وارث بننا تھا۔ اس کی تربیت ہر طرح کے آرام و آسائش میں بڑے ناز و نعم سے کی گئی۔ ۲۸ سال کی عمر تک شاہی محلات کی حدود سے باہر نکل کر دنیا کی حالت دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا تھا لیکن جب اس نے باہر نکل کر سیر کی تو اسے گاڑی میں جتے ہوئے بیل کے مار کھانے، انسان کے جان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توڑنے، بیماروں کے تڑپنے، تباہ حال غریبوں کے دکھ سہنے وغیرہ کے دردناک نظارے نظر آئے جن سے اس کی طبیعت بہت متاثر ہوئی۔ اس کے پہلو میں قدرت نے ایک درد مند دل رکھا تھا۔ اس کا دماغ سوچنے لگا کہ دنیا مین دکھ کیوں ہے اور اس سے نجات حاصل کرنے کی تدبیر کیا ہوسکتی ہے۔ اسی سوچ بچار میں اس نے راج کو تیاگنے اور گھر بار چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا تاکہ زندگی کے راز کو معلوم کر سکے اور دنیا میں گھوم کر حقیقت کی تلاش کرے۔ شہزادہ سدھارتا گوتم حق کی تلاش میں ماں باپ بیوی بچے کو چھوڑ بھیس بدل کر نکل کھڑا ہوا۔ جنگلوں میں سادھوؤں اور سنیاسیوں کو تلاش کرنے لگا۔ اس نے بہت ریاضتیں کیں۔ یوگیوں کی طرح اپنی جان کو دکھوں میں ڈالا۔ فاقہ کشیاں اختیار کیں۔ آخر ایک رات جب وہ جنگل میں ایک بڑ کے درخت کے نیچے سمادھی لگائے بیٹھا تھا، اس نے اپنے دل میں عرفان کی روشنی محسوس کی۔ اگلے دن وہ نوع انسانی کے لیے ایک نیا پیغام لے کر نکل کھڑا ہوا اور لوگوں کو بدھ مت کا پیرو بناتا ہوا اپنے زاد بوم کپل وستو کو گیا جو ہمالیہ کی ترائی میں نیپال کے جنوب میں واقع تھا اور جہاں اس کا باپ بدستور راج کر رہا تھا۔ یہاں اس نے اپنے باپ، اپنی بیوی اور اپنے بچے سے ملاقات کی۔ یہ سب اس کے دین کے پیرو بن گئے۔ سدھارتا گوتم نے جو اب بدھ (عارف) کہلاتا تھا، راجا بننے سے انکار کر دیا اور اپنی باقی زندگی اپنے دین کو پھیلانے پر صرف کردی۔ بدھ ۵۶۰ ق-م میں پیدا ہوا اور ۴۸۰ ق-م تک جیا۔ بدھ مت کے پیروؤں کی کتابوں میں بدھ کی زندگی کے ساتھ بہت سی معجزانہ روایات درج ہیں۔ بالخصوص عرفان حاصل کرنے کی رات کے جو مکاشفات اور مشاہدات بیان کیے گئے ہیں وہ بہت اثر انگیز اور سبق آموز ہیں۔

بدھ کا پیغام یہ تھا کہ دنیا کی زندگی ہیچ ہے اس سے دل نہیں لگانا چاہیے۔ یوگیوں کی ریاضتوں اور مجاہدوں سے حقیقت کا عرفان حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ عرفان قلبی کیفیات اور روحانی محسوسات کی تربیت سے ملتا ہے۔ دنیا دکھوں کی جگہ ہے۔ اس کی آسائشیں ہیچ اور بے معنی ہیں۔ اس لیے انسان کو اپنے احساسات ایسے بنا لینے چاہییں کہ وہ دکھ اور سکھ کے امتیاز سے بالا ہو جائے۔ ایسی کیفیت حاصل کرنے کو بدھ نے ''نروان'' کا نام دیا۔ بدھ کی تعلیم میں سچائی، بزرگوں کی عزت، ازدواجی وفاداری، ماں باپ کی عزت، نیک اعمال، خیرات، عاجزی، صبر، ضبط اور قناعت پر بہت زور دیا گیا ہے لیکن اس کی تعلیمات میں جو بدھ مت کے پیروؤں کی کتابوں میں ملتی ہیں خدا کے وجود کو ماننے کا کوئی تذکرہ نہیں۔ چوں کہ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور کے ہندوؤں اور اوتاروں کا عقیدہ عام تھا اس لیے اس کے پیروؤں نے بعد میں اسے بھی بھگوان کا اوتار یعنی انسانی وجود میں خدا کا درجہ دے دیا اور اس کی مورتیاں بنا کر پوجنے لگے۔ ہندوستان مین بدھ مت کا زور آٹھ نو سو سال رہا اور اس اثنا میں لنکا، برما، چین اور افغانستان کے لوگوں نے بھی اس مذہب کو قبول کرلیا۔ آخر برہمنی مت جو اس مذہب کے دوش بدوش اپنی ہستی قائم رکھنے کی کوشش کر رہا تھا، غالب آگیا۔ برہمنوں نے بدھ مت کے پیروؤں سے لڑائیاں لڑیں۔ ان کی خانقاہوں کو جہاں بدھ بھکشو رہتے تھے، تباہ و برباد کرکے ہندوستان کے اندر ان کا خاتمہ کردیا۔ بہار کے شہر گیا میں بدھ مت کے پیروؤں کا مندر اب تک موجود ہے۔ اس مندر کے پاس بڑ کا درخت ہے وہ اس اصلی بڑ کا بچہ ہے جس کے نیچے سدھارتا گوتم عرفان حاصل کرکے بدھ بنا تھا۔ اس بڑ کا ایک بچہ لنکا میں بھی ہے جس کی عمر دو ہزار سال سے زیادہ بنائی جاتی ہے۔ بدھ نے یہ بھی کہا تھا کہ مجھ سے پہلے بھی انسانوں کی رہنمائی کے لیے بدھ آتے رہے ہیں اور بعد میں بھی آتے رہیں گے۔ کرشن کی گیتا اپنے آپ کو بھگوان کا اوتار قرار دے کر یہ کہتے ہیں کہ میں نوع انسانی کی ہدایت اور نجات کے لیے بار بار انسانی شکل میں ظہور کرتا رہوں گا۔

وردھامن مہابیر اور جین مت :

انسان کی روحانی اور فکری سرگرمیوں کے اس دور میں جب ہندوستان کے اندر کئی قسم کے فلسفیانہ فکر پیدا ہوئے اور کئی مت چلے ایک جین مت کا ظہور بھی ہے۔ جس نے اپنے پیروؤں کی خاصی تعداد پیدا کرلی۔ جو اب تک موجود ہے۔ جین مت کا بانی مگدھ دیش (بہار) کے ایک کشتری رئیس کا بیٹا وردھمن مہاویر نامی تھا جو ۵۰۰ ق-م سے ۵۶۷ ق-م تک جیا۔ وردھمن مہاویر نے تیس سال کی عمر میں دنیا تیاگ دی اور چالیس سال کی عمر میں اپنے دین کا پرچار شروع کیا۔ وردھمن مہاویر کی تعلیم یہ تھی کہ انسان کو نیک اعمال، خیرات اور سخاوت سے موکشا کا درجہ حاصل کرنا چاہیے جو انسان کی روح کو اواگون (تناسخ) کے چکر سے نجات دلاتا ہے۔ نیکی، پرہیزگاری حرص و ہوا سے آزادی، دنیا سے دل نہ لگانے، گناہوں کے خیال تک سے بچنے اور کسی جاندار کو دکھ نہ پہنچانے سے موکشا حاصل ہوتی ہے۔ جین مت کے پیرو دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو دنیا تیاگ کر جوگی بن جاتے ہیں دوسرے وہ جو محض گرو کو مانتے ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی عزت کرتے ہیں اور دنیا کے کاروبار میں لگے رہتے ہیں۔

چین میں کنفیوشس کا ظہور:

جس زمانے میں گوتم بدھ ہندوستان میں ''نروان'' کا پیغام سنا رہا تھا چین میں ایک معلم اخلاق کنفیوشس (کانگ فیوتسی) گمراہ شدہ چینیوں کو براہ راست پر لانے کی کوشش کرتا نظر آرہا ہے۔ کنفیوشس ۵۵۰ ق-م میں پیدا ہوا۔ ۵۲۰ ق-م میں اس نے چین کے صوبوں میں گھوم پھر کر لوگوں کو اپنے بگڑے ہوئے اخلاق درست کرنے اور شہنشاہی نظام سلطنت کی اطاعت کرنے کی تبلیغ شروع کی۔ کنفیوشس کے زمانے میں چین کی سرزمین بدامنی اور طوائف الملوکی کا شکار ہوچکی تھی۔ نواب اور جاگیردار شہنشاہی اقتدار سے باغی ہوگئے تھے۔ دو تین صدیوں سے ان نوابوں اور جاگیرداروں کے درمیان خانہ جنگیاں جاری تھیں جو شاعروں اور ادیبوں کو انعام دے کر شہنشاہ کے خلاف ہجویہ نظمیں اور کتابیں لکھواتے تھے۔ اس کیفیت کے باعث ملک میں تباہی مچ رہی تھی۔ دریاؤں کے بند ٹوٹ گئے تھے۔ نہریں مٹی سے پر ہو چلی تھیں۔ زراعت کاری کا حال پتلا ہو رہا تھا۔ ایسے حال میں کنفیوشس نے لوگوں کی تلقین شروع کی اور اسی موضوع پر متعدد کتابیں لکھیں پرانی کتابوں کی از سر نو اشاعت کی اور چینیوں کو خوش حالی اور امن کے بھولے بسرے دور کا سبق یاد دلایا۔ کنفیوشس کی تعلیمات کا لب لباب یہ تھا کہ دنیا کو تیاگ کر پرندوں اور درندوں کے ساتھ گزارا نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے دکھی انسانوں سے ملتا جلتا ہے اور بدنظمی کو دور کرنا ہے۔ کنفیوشس نے بادشاہوں، اہلکاروں، نوابوں اور عام لوگوں کو اپنے اپنے فرائض پرانے تصورات کے مطابق ادا کرنے کی تلقین کی اور بتایا کہ رعایا کو بادشاہ سے، بادشاہ کو رعایا سے، اولاد کو ماں باپ سے، ماں باپ کو اولاد سے، بیوی کو شوہر سے اور شوہر کو بیوی سے حتیٰ کہ انسان کو انسان سے کیا برتاؤ اختیار کرنا چاہیے۔ کنفیوشس نے کسی عقیدہ یا خیال کی تبلیغ نہیں کی بلکہ لوگوں کو ضابطہ اخلاق کی پابندی کا سبق سکھایا۔ کنفیوشس کی کوششیں اس کی زندگی کے بعد بارآور ہوئیں۔ اس زمانے میں ایک اور مفکر لاؤتسی جنوبی چین میں تبلیغ کر رہا تھا۔ یہ شخص بھی امن خواہ اور اخلاقی مبلغ تھا لیکن کنفیوشس کی طرح شہنشاہی نظام کا قائل نہ تھا بلکہ وہ انسان پر انسان کی حکمرانی کو جائز نہیں سمجھتا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایران میں زرتشتی دین

اس دور میں ایران کے اندر زرتشتی دین پھیل رہا تھا جس کے پیروؤں نے ۵۳۹ ق-م سے لے کر ۳۳۴ ق - م تک جنوب مغربی ایشیا کے ملکوں میں ایک وسیع سلطنت پیدا کر کے حکمرانی کی۔ اس دور کے زرتشتیوں کی روحانی اور فکری سرگرمیوں کا کوئی ریکارڈ نہیں ملتا لیکن ان کے ہاں بھی اخلاقی، معاشرتی اور سماجی قوانین نے خاص صورتیں اختیار کی ہوں گی۔ زرتشتیوں کے روحانی اور فکری ارتقا کی کہانی زندو آستا اور اس کی تفسیروں کی شکل میں منضبط ہوئی تھی جس کے اصلی نسخے سکندر اعظم کے حملے کے وقت جب اس نے شہنشاہان ایران کے پایہ تخت قصر سوسن کو نذر آتش کیا۔ اس لٹریچر کا صرف ایک تہائی حصہ بچ سکا جو ہندوستان کے پارسیوں کے پاس آج تک محفوظ ہے اگر پارسیوں کا مذہبی لٹریچر تمام و کمال بچا رہتا تو اس دور کے زرتشتیوں کی روحانی اور فکری سرگرمیوں کا حال معلوم ہو سکتا۔

یہودیوں اور اسرائیلیوں کے نبی :

اس دور میں فلسطین کے یہودیوں اور اسرائیلیوں میں بہت سے نبی مبعوث ہوتے رہے۔ جو اس قوم کے لوگوں کو خدا کی طرف سے نازل ہونے والا پیغام سناتے تھے اور آیندہ واقعات کی پیش گوئیاں کرتے تھے۔ اس دور میں بنی اسرائیل کو بہت سے انقلابات کا سامنا ہوا جن کا حال گزشتہ فصلوں میں بیان کیا جا چکا ہے۔ یہودیوں کے نبیوں کے کلام میں ان واقعات کا بہت کچھ تذکرہ موجود ہے۔ بنی اسرائیل کے انبیا کے صحیفے بائیبل کے عہد نامہ عتیق میں یک جا کیے گئے ہیں جن کی آخری ترتیب خسرو اعظم کے عہد میں اس وقت کی گئی جب یہودیوں کو بابل سے یروشلم واپس جانے کی اجازت مل گئی تھی۔ ان صحیفوں میں اسرائیلیوں کو بت پرستی سے بچنے، خدائے واحد کی عبادت کرنے، دوسری قوموں سے اختلاط سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ جس دور میں ہندوستان میں گوتم بدھ ہندوؤں کو رسمی قربانیوں وغیرہ سے محترز رہنے کی تلقین کر رہے تھے عین اس زمانے میں یشعیاہ نبی یہودیوں سے کہہ رہے تھے، کہ "تمھاری یہ رسمی قربانیاں خدا کو خوش نہیں کر سکتیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تم اس کے حکموں پر چلو اور اس کے دین کی پیروی کرو۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یونان کے فلسفی حکیم اور مفکر:

اس دور میں چین اور ہندوستان کی طرح یونان کی سرزمین میں بھی انسان کی روحانی، فکری اور معاشرتی زندگی کے مسائل پر غور کرنے والے حکیم، فلاسفر اور مفکر پیدا ہوئے۔ پانچ سو ق - م تک کے یونانی دیوتاؤں کی پرستش کرنے والے لوگ تھے۔ مندر بنانے لگے تھے ..... اور ان میں سونے، ہاتھی دانت اور پتھر کی مورتیاں بنا کر رکھتے تھے۔ سال بسال مندروں میں میلے لگتے تھے جن میں دیوی دیوتاؤں کو نئے کپڑے پہنانے کی رسم ادا کی جاتی تھی اور ورزشی کھیلوں کے مقابلے ہوا کرتے تھے۔ پانچ سو ق - م کے بعد یونان کی سرزمین میں کائنات اور زندگی کے مسائل پر آزادانہ غور کرنے والے فلاسفر اور حکیم پیدا ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بحثیں ہندوستان سے چل کر یہاں پہنچی تھیں اور اس زمانے میں چین سے لے کر یونان تک ہر جگہ عام تھیں۔ ان فلاسفروں میں ہیلی کارنس اور اینکسیگورس دو اجنبی اشخاص کے نام بھی آتے ہیں جو یونان میں علمی بحثیں شروع کرنے کا موجب بنے۔ ہیلی کارنس ایک عالم اور دانا شخص تھا۔ انیکسیگورس نے دیوتاؤں کے خلاف آواز بلند کی۔ یہ حکیم ایک ہی روح عظیم کا قائل تھا۔ ۴۷۸ ق - م میں یونان میں سقراط پیدا ہوا جو ہر شے اور ہر خیال کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی تعلیم دیتا تھا اور اخلاقی پابندیوں کا مخالف تھا۔ یہ فلاسفر بت پرستی کی رسموں میں شامل ہوتا تھا لیکن اس پر سٹیٹ کے دیوتاؤں کا باغی ہونے اور نوجوانوں کو گمراہ کرنے کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا اور ۳۹۹ ق - م میں زہر کا پیالہ نوش جاں کرنے کی سزا دی گئی۔ سقراط کے شاگردوں میں ایک افلاطون تھا۔ جس نے فلسفہ سیاست اور معاشیات پر متعدد رسالے لکھے۔ افلاطون کا فکر بلند تخیلات کی دنیا میں پرواز کرتا تھا۔ دوسرا شاگرد کستیوں فون تھا جو ادیب ہونے کے علاوہ خدا کی وحدانیت کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ وہ ہستی اعلےٰ ہمہ چشم و ہمہ گوش و ہمہ دل ہے۔ تیسرا شاگرد ایسقراط ایک سیاسی مفکر تھا اور آخر میں شاہ فلیقوس کے پاس مقدونیہ چلا گیا اور سکندر کا معلم مقرر ہوا افلاطون کا ایک شاگرد ارسطو تھا جس نے معاشرت پر متعدد رسالے لکھے۔ ان فلسفیوں کے پیدا ہونے کے باعث یونانیوں پر آزادی فکر کے دروازے کھل گئے جو یونانیوں میں علوم و فنون کی ترویج و ترقی کا موجب بنے۔ اس کے علاوہ اس دور میں یونان نے بہت باکمال سنگ تراش اور مصور بھی پیدا کیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ نویسی کا بنی ہیرو ڈوٹس بھی اسی دور میں گزرا ہے جو ایک ایشیائی یونانی تھا ہیرو ڈوٹس کی تاریخ سے اس عہد کے اور اس سے پہلے کے بہت سے حالات معلوم ہوئے جو فراموشکاری کی نذر ہو کر رہ جاتے۔ ہیرو ڈوٹس نے ۴۸۴ ق - م سے ۴۲۸ ق - م تک زندگی پائی اس کے بعد ایک دوسرا مورخ تھیوسی ڈائیڈس ہوا ہے جس نے سپارٹا اور ایتھنز کی لڑائیوں کے چشم دید حالات لکھے اور واقعات کے اسباب وعلل پر بحث کی۔

یونانی فلاسفروں اور مفکروں نے آزادی فکر، تحقیق وتفتیش کے ذوق سے مسائل حیات کی بہت سی بحثیں پیدا کیں اور ان پر اپنے خیالات ظاہر کیے۔ بحثوں کے موضوع مختلف تھے مثلاً یہ کہ خدا ایک ہے یا کئی ہیں یا سرے سے کوئی خدا ہے ہی نہیں۔ غلامی جائز ہے یا ناجائز۔ جانوروں پر رحم کرنا چاہیے یا نہ کرنا چاہیے۔ معاشرتی نظام جمہوری ہو یا شاہی۔ اخلاقی پابندیاں قبول کی جائیں یا نہ کی جائیں۔ یہی بحثیں اس سے پہلے ہندوستان میں اپنا گھر بنا چکی تھیں۔ یونانی فلاسفروں کا علمی سرمایہ بہت کم تھا۔ تاریخ قدیم، جغرافیہ، ہیئت اور ریاضی میں ان کی معلومات بہت ابتدائی سی تھیں۔ بعض فلاسفروں کی بحثوں میں کائنات کے ظہور کو ذرات کے امتزاج وترکیب کا نتیجہ بتایا گیا ہے لیکن یہ فکر ہندو فلاسفر ان سے بہت پہلے پیدا کر چکے تھے۔ کپل نے اپنے سانکھ شاستر میں اس پر بحث کی ہے۔

معاشرت اور آرٹ :

ایک ہزار ق۔م سے ۴۰۰ ق-م تک کے دور کی جنگوں میں رتھوں کے بجائے گھڑ سوار سورمے زیادہ نظر آتے ہیں جن کو اشوریوں نے باقاعدہ رسالوں کی صورت میں منظم کر لیا۔ کروئیسس اور سائرس کی لڑائی میں بھی گھڑسوار فوجوں کے استعمال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ فصیلوں کو توڑنے کے لیے منجنیق بھی اسی عہد کی ایجاد ہے۔ جسے پہلے پہل اشوریوں نے استعمال کیا۔ لڑائی میں تیروں کے علاوہ فلاخن یعنی گوپھیئے بھی استعمال ہونے لگے۔ داؤد نے فلستی پہلوان جالوت کو سنگ فلاخن ہی سے ہلاک کیا تھا۔ اس دور میں سماجی نظام کی کیفیات مختلف ملکوں میں مختلف تھیں تاہم بعض معاشرتی مسائل ہر جگہ یکساں طور پر پیدا ہونے لگے۔ مصر، بابل اور ہندوستان میں مندروں کی موجودگی کے باعث ایک طبقہ ایسا تھا جن کی زندگیاں اور سرگرمیاں مندروں ہی سے متعلق تھیں مندروں میں پجاری، پجارنیں، محرر، محاسب، طبیب،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاہن، جادوگر، ٹونے ٹوٹکے کرنے والے اور تعویذ دینے والے لوگ خزانچی، مہتمم، چیلے اور جوتشی موجود رہتے تھے جن کی بسر اوقات مندر کے چڑھاووں اور نذرانوں پر ہوتی تھی۔ مندر کی اس آبادی نے بعض مفید کام بھی کیے۔ مصر و بابل میں فن تحریر کو انھی کی بدولت ترقی ہوئی۔ مصر، بابل اور ہندوستان میں علم ہیئت اور جوتش کے مطالعے نے انھی کی وجہ سے ترقی کی۔ حساب کتاب رکھنے کے باعث علم حساب کو فروغ ہوا اور انھی لوگوں نے ابتدائی طبی معلومات فراہم کیں۔

دوسرا طبقہ شاہی دربار سے متعلق تھا۔ جس میں حاکم وقت کو دیوتا اور خدا کا درجہ حاصل تھا اس کے ساتھ مشیر، وزیر، مصاحب، محرر، دفتری، نقیب، محافظ، سرداران افواج اور غلام ہوتے تھے۔ یہ لوگ بادشاہ کے دیے ہوئے انعاموں، جاگیروں اور تنخواہوں پر بسر اوقات کرتے تھے۔

تیسرا طبقہ جنگجو لوگوں کا تھا۔ مصر و بابل میں دیر سے یہ طبقہ تنخواہ دار سپاہیوں کی صورت اختیار کر چکا تھا لیکن آریاؤں میں شریف خاندانوں کے افراد سپاہی پیشہ ہوتے تھے۔ ہندوستان میں یہ طبقہ الگ ہو کر کشتریوں کے نام سے موسوم ہوا۔

چوتھا طبقہ عام زراعت کاروں کا تھا۔ یہ لوگ معبد اور دربار کو ان کے افسروں یا ایجنٹوں کی وساطت سے اجناس کی شکل میں مالیہ، نگان یا بٹائی دیتے تھے۔

پانچواں طبقہ اہل حرفہ کا تھا جو ہتھیار، اوزار، برتن، کپڑے اور ضروریات کا دوسرا ساز و سامان تیار کرتے تھے۔ یہ طبقہ بعض ملکوں میں اپنے کام کا معاوضہ لیتا تھا اور بعض سماجوں میں یہ کام غلاموں سے لیے جاتے تھے۔

چھٹا طبقہ گوالوں، چرواہوں، گڈریوں وغیرہ کا تھا جو جانور پالتے تھے اور سماج کے لیے دودھ، دہی، مکھن، گھی، گوشت، چمڑا وغیرہ مہیا کرتے تھے۔

ساتواں طبقہ بڑے تاجروں کا تھا جو ایک ملک کا مال دوسرے ملک میں لے جا کر فروخت کرتے تھے۔ شام کے فنیقی جہازراں تھے۔ جو بحری تجارت کرتے تھے اور شام کے آرامیوں نے کاروانوں کے ذریعے خشکی کی تجارت سنبھال رکھی تھی۔

آٹھواں طبقہ بنیوں یعنی خوردہ فروشوں کا تھا۔ جو بستیوں میں دکانیں کرتے تھے۔

نواں طبقہ گھر کے ملازموں کا تھا۔ یہ لوگ غلام متصور ہوتے تھے۔ ان کی اولاد بھی غلام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھی جاتی تھی۔ یہ طبقہ اسیران جنگ، خریدے ہوئے لوگوں اور مصیبت زدہ اشخاص پر مشتمل تھا جو قرض دار ہونے کے باعث یا مفلسی کی وجہ سے یا اجنبی ہونے کے باعث غلامی پر قانع ہو جاتے تھے۔

دسواں طبقہ مزدوروں کا تھا جو ٹولیوں کی شکل میں نہروں اور کانوں اور جاگیروں میں کام کرتے تھے یہ بھی غلام سمجھتے تھے۔

گیارھواں طبقہ صاحب جائیداد لوگوں کا تھا یہ لوگ بے کار رہتے تھے اور شوقیہ طور پر کوئی نہ کوئی مشغلہ اختیار کر لیتے تھے۔ فلسفی، سیاسی۔ مفکر، ادیب، مورخ وغیرہ اس گروہ سے پیدا ہوئے۔

بارھواں طبقہ ملاحوں کا تھا جو بڑے بڑے تاجروں کے جہازوں پر کشتی رانی کا کام اجرت پر کرتے تھے۔

مصر و بابل میں اس تقسیم کار نے ذات پات کی تمیز کی صورت اختیار نہ کی۔ مختلف طبقوں اور پیشہ وروں کے درمیان ازدواجی تعلقات اور معاشی اختلاط عام تھا۔ یورپ اور ایران کے آریاؤں میں (۱) شاہی قبیلہ (۲) سورمے، فوجی افسر اور نواب (۳) شرفا تاجر جہازراں اور حرفہ کار اور (۴) زراعت کار مزارع وغیرہ ہوتے تھے۔ ہندوستان میں اس درجہ بندی نے برہمن، کشتری، ویش اور شودر کی تقسیم کی صورت اختیار کر لی اور ذات پات کا امتیاز ترقی کرنے لگا۔ چین میں (۱) شاہی خاندان (۲) مندرین یعنی پڑھے لکھے لوگ جو مذہبی رسوم بھی ادا کرتے تھے (۳) زراعت کار (۴) اہل حرفہ اوع (۵) تاجر تھے۔ یہاں بھی ذات پات کا امتیاز پیدا نہ ہوا۔

چوتھی صدی مسیحی میں یعنی سکندر اعظم کی یلغار سے پہلے جس کا حال اگلی فصل میں بیان کیا جائے گا چین سے لے کر مغربی یورپ اور وسطی افریقہ تک تجارتی مال کا تبادلہ جاری ہو چکا تھا۔ اکثر دھاتیں اور قیمتی پتھر دریافت ہو چکے تھے۔ عمدہ سوتی، اونی اور ریشمی کپڑا تیار ہونے لگا تھا جسے رنگنے اور سفید کرنے کے طریقے بھی رائج ہو چکے تھے۔ مٹی کے عمدہ عمدہ ڈیزائنوں والے برتن تیار ہوتے تھے۔ پڑھنے لکھنے کا شوق عوام میں پھیل رہا تھا۔ انسان نہریں بناتے تھے اور دریاؤں کے رخ کو پھیرنے لگے تھے۔ شہروں کے گرد فصلیں بنائی جاتی تھیں بڑی بڑی سنگیں عمارتیں، تعمیر ہونے لگی تھیں۔ منار اور برج بنائے جاتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوچک) میں سونے اور چاندی کے سکے رائج ہوگئے تھے۔ جن کی تقلید دوسرے بادشاہوں نے بھی کی۔ مسافروں کے لیے سرائیں اور سڑکیں بھی بننے لگی تھی۔

اس عہد میں مصوری، نقاشی اور سنگ تراشی کے آرٹ بھی بہت ترقی پذیر ہوئے۔ اس عہد کے بابلیوں کا آرٹ خیال آرائی پر مبنی ہے مثلاً ایسے اژدھے بنائے گئے جن کی اگلی ٹانگیں شیر کی اور پچھلی عقاب کی ہیں۔ اڑتے ہوئے دیو اور پروں والے فرشتے کندہ کیے گئے ہیں۔ اشوریوں کا آرٹ ہول ناک حقیقتوں کا مظہر ہے۔ مرتے ہوئے جانور جانکنی کی حالت میں دکھائے گئے ہیں۔ ایسے انسانوں کی تصویریں بنائی گئی ہیں جنھیں ایذا دی جا رہی ہو۔ جنگوں کے نظارے، شکار کے نظارے، فوجوں کے مارچ کے نقشے دکھائے گئے ہیں اشوریوں کے آرٹ میں تدریجی ترقی نظر آتی ہے جسے انھوں نے کمال تک پہنچایا۔

آرامیوں اور فینقیوں کے آرٹ میں بعض جدتیں نظر آ رہی ہیں یہودیوں نے اس طرف توجہ مبذول نہیں کی۔ ایرانیوں کی نقاشی اور مصوری بابلیوں کی نقالی ہے البتہ انھوں نے فن تعمیر میں نئی نئی جدتیں پیدا کیں اور بہت شان دار باوقار، بارعب، اور خوب صورت شاہی ایوان تعمیر کرائے۔ تصویروں میں جو پتھروں پر کندہ کی گئی ہیں۔ مفتوح اقوام کے سرداروں کو شہنشاہ ایران کی خدمت میں تحائف پیش کرتے دکھایا گیا ہے۔ کہیں وہ رحم کی التجائیں کر رہے ہیں۔

ہندوستان نے اس دور میں آرٹ کی ترقی کا کوئی نمایاں ثبوت پیش نہیں کیا۔ آثار سے سراغ لگایا جاتا ہے کہ ۶۵۰ ق-م میں سکول کا رواج چل پڑا تھا۔ ۶۰۰ ق-م کے قریب مگدھ دیش میں سیشوناگا خاندان نے ایک وسیع ریاست قائم کرلی تھی۔ ۵۱۶ ق م میں جب گوتم بدھ اپنے نئے مت کی تلقین کر رہا تھا ایرانی امیرالبحر نے دریائے سندھ کے دھانے سے لے کر بحیرہ قلزم تک بحری سفر کیا۔ ۴۸۰ ق م میں ارخسویرس شاہ ایران نے یونان پر جس لشکر کے ساتھ چڑھائی کی تھی اس میں پنجابی سپاہ بھی شامل تھی ۴۰۰ ق-م کے قریب نیپال کی سرحد کے قریب بپ راوا کے مقام پر پتھر کا پہلا مقبرہ تعمیر ہوا جس میں بدھ کی ہڈیاں لاکر دفن کی گئیں۔ پنجاب کی وادی نمک کے ایک راجا سوبھوتی کے سکے بھی ملے ہیں جو ۳۲۵ ق م کے قریب یعنی سکندراعظم کی یلغار کے وقت حکومت کرتا تھا۔ اس دور میں ہندوستان نے تحریر کے فن میں کافی ترقی کی اور برہمی رسم الخط نے جو نو سو قبل مسیح کے قریب عام ہو چکا تھا بہت ترقی کی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برہمی رسم الخط کے حروف سامی زبانوں کے حروف سے ملتے جلتے ہیں۔ ہندوستان کی دوسری لپیا اس برہمی رسم الخط کی شاخیں ہیں۔ لکھنے کے لیے بھوج پتر، تاڑ پتر، چھال چمڑا کپڑا، سونے چاندی، پیتل اور تانبے کی تختیاں اور لکڑی کی تختیاں استعمال ہوتی تھیں۔ بعد میں پتھروں پر کتبے بھی کندہ ہونے لگے۔

یونانیوں نے پانچویں اور چوتھی صدی قبل مسیح میں سنگ تراشی کے فن کو درجہ کمال تک پہنچایا اور دیوتاؤں اور انسانوں کے ایسے ایسے مجسمے تیار کیے جو بڑے اعلے معیار کے تھے۔ اس کے علاوہ مٹی کے برتنوں پر یونانیوں کی نقاشی کے بہت اعلے نمونے دست یاب ہوئے ہیں جو یورپ کے مختلف عجائب گھروں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

اس دور میں اقوام کا نیا تجربہ سلطنت کا قیام تھا۔ سمیری اور بابلی محض شہری ریاستوں کو مطیع کر کے ان سے خراج لینے پر اکتفا کرتے تھے لیکن مفتوح ریاستیں موقع پا کر بغاوت کا علم بلند کر دیتی تھیں۔ مصریوں نے مفتوح علاقوں میں چھاؤنیاں قائم کرنے کی پالیسی ایجاد کی اور مفتوحین پر اپنے حاکم مقرر کر دیے۔ حتیوں نے فیڈریشن بنائی۔ اشوریوں نے عسکری نظام کی قوت کے بل پر سلطنت کا اقتدار قائم رکھنے کی کوشش کی۔ دہشت پیدا کر کے لوگوں کو مطیع بنایا۔ باغی اقوام کو ان کے ملک سے نکال کر دوسری جگہ آباد کرنے کی پالیسی اختیار کی۔ نئی بابلی سلطنت نے اشوریوں کی تقلید کی۔ ایرانیوں نے نئی پالیسی کی طرح ڈالی سلطنت کو ایک مملکت سمجھا جس کے صوبے تقسیم کر کے صوبے دار مقرر کر دیے۔ رعایا کی داخلی معاشرت اور مذہبی عقائد میں بہت کم دخل دیا۔ رواداری کی پالیسی اختیار کی۔ سڑکیں بنائیں، محکمے قائم کیے، ڈاک کا انتظام کیا، مقامی آزادی کھلے دل سے عطا کی یہ پالیسی کام یاب ہو رہی تھی کہ شہنشاہ غافل ہو گئے۔ محض دربار داری پر اکتفا کرنے لگے۔ فوجی طاقت کو ترقی دینے پر بہت کم توجہ مبذول کی۔ ایسے حال میں سلطنت کا دھندا چل رہا تھا۔ کہ ۳۳۴ ق-م میں یونان (مقدونیہ) کی سرزمین سے ایک فاتح اٹھا جس نے مشرق قریب کے پرانے نظام کو تہس نہس کر دیا۔ یہ فاتح سکندر اعظم تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسکندر اعظم کی یلغار

مقدونیہ کے بادشاہ فلیپوس نے سرزمین یونان کی طوائف الملوکی سے فائدہ اٹھا کر دریائے ڈینیوب کے نیچے یونان کی ساری ریاستیں مطیع بنالیں اور سلطنت ایران کے ساتھ قوت آزمائی کرنے کے خیال سے قواعد دان فوج تیار کی جس کے ساتھ رسالہ بھی تھا۔ فلیپوس ۳۳۶ق-م میں شاہی محل کی ایک سازش کا شکار ہوکر قتل ہو گیا جس میں اس کی پہلی ملکہ اولمپیا کا ہاتھ تھا۔ اس کا جانشین اس کا بیٹا اسکندر بنا جو اولمپیا کے بطن سے تھا۔ بادشاہ بننے کے وقت سکندر ۱۸ سال کا نوجوان تھا۔ اسے ایران کے متعلق اپنے باپ کے عزائم کا علم تھا۔ ۳۳۴ق-م میں اس نے آب نائے باسفورس کو عبور کر کے ایشیائے کوچک پر چڑھائی کی۔ ایرانی فوج کو جو وہاں موجود تھی شکست دی۔ سکندر کی فوجیں یلغار کرتی ہوئی شام تک پہنچیں اور بحیرہ روم کے ساحل کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف بڑھنے لگیں۔ بحیرہ روم کے ایرانی بحری مرکزوں اور ساحلی قلعوں کو مسخر کرتی ہوئی انطاکیہ پہنچیں۔ انطاکیہ کے محاصرے دو سال لگ گئے تب کہیں یہ شہر سر ہو سکا۔ سلطنت ایران کو تاراج کرنے کی مہم شروع کرنے سے پہلے ضروری تھا کہ مصر کو سر کرلیا جائے تاکہ مصر عقب سے حملہ کرنے کے قابل نہ رہے۔ چناں چہ ۳۳۲ ق-م میں سکندر نے مصر پر چڑھائی کی اور مصر کی سرزمین کو فتح کر کے اپنے ایک جرنیل کو وہاں کا حاکم مقرر کردیا۔ مصر میں اسکندر غیب کی باتیں بتانے والے بڑے بت ابوالہول کو دیکھنے کے لیے بھی گیا۔ مصریوں کے بڑے مندر کے پجاریوں نے سکندر کی بہت آؤ بھگت کی۔ بت کے منہ سے اسکندر کو جو پیغام سنایا گیا۔ اس میں اسے فراعنہ مصر کی طرح بڑے دیوتا ج کا بیٹا خدائی درجہ رکھنے والا بادشاہ کہہ کر مخاطب کیا گیا اور دنیا کو فتح کرنے کی بشارت دی گئی۔ یہاں سے اسکندر شام کی طرف لوٹا اور اپنے لشکر جرار کو لے کر سلطنت ایران

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پایہ تخت قصر سوسن کی طرف بڑھا۔ ایران کے شہنشاہ دارا سویم کے لشکر بابل کی سرزمین میں گاؤ گمیلا (اربیلا) کے مقام پر جمع ہو چکے تھے یہاں ایرانیوں اور یونانیوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ ایران کی فوجوں نے شکست کھائی۔ دارا خراسان کی طرف بھاگا۔ سکندر کی فوجوں نے تعاقب کیا۔ قصر سوسن میں پہنچ کر سکندر نے شاہان ایران کے محل کو نذر آتش کر دیا جس میں دنیا بھر کی سوغاتیں اور بہت قیمتی ساز و سامان جمع ہو چکا تھا۔ اس تباہی میں ژندو آستا کے نسخے آگ کی نذر ہو گئے دارا خراسان میں چھپا پھرتا تھا کہ اسے خود ایرانی سرداروں نے بزدلی کی بنا پر قتل کر دیا۔ اسکندر تعاقب کر رہا تھا اسے صرف دارا کی لاش مل سکی۔

خراسان سے اسکندر کی فوجیں افغانستان میں داخل ہوئیں دریائے اٹک تک کی سرزمین سلطنت ایران میں شامل تھی۔ ۳۲۷ ق-م میں سکندر کی فوجیں درہ خیبر کی راہ سے اتر کر پنجاب کی طرف بڑھیں۔ دریائے جہلم کے کنارے پنجاب کے راجا پورس کی فوجوں نے مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ یونانی فوجیں پنجاب کی سرزمین کو پامال کرتی ہوئی دریائے بیاس کے کنارے تک پہنچیں۔ سکندر آگے بڑھ کر ہندوستان کے دوسرے راجاؤں سے خراج اطاعت وصول کرنے کا خواہاں تھا لیکن یہاں اس کی فوجیں بگڑ گئیں اور آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ یونانی فوج کا ایک حصہ دریائے بیاس اور ستلج کی راہ سے کشتیوں پر کراچی پہنچا اور وہاں سے بحیرہ عرب کے ساحل کے ساتھ ساتھ سوسہ کی طرف واپس چلا گیا۔ دوسرا حصہ درہ خیبر کی راہ سے افغانستان اور ترکستان کی طرف چلا گیا جہاں اسکندر نے اپنے ایک جرنیل سلیوکس کو حاکم بنا دیا تھا۔ ۳۲۴ق-م میں سکندر سوسہ پہنچا جو سلطنت ایران کا پایۂ تخت تھا۔ یہاں بیٹھ کر وہ اپنی فتح کی ہوئی وسیع سلطنت پر حکمرانی کرنے لگا۔ سکندر نے ایرانی شہنشاہوں کے سارے طور طریقے اختیار کر لیے خود اس نے ایک ایرانی شہزادی سے شادی کی اس کی فوج کے افسروں نے ایرانی عورتوں سے شادیاں کیں فتوحات کے باعث سکندر کے دماغ میں فتور آ گیا تھا اور وہ اپنے آپ کو مافوق الفطرت ہستی، دیوتاؤں کا بیٹا اور دیوتا سمجھنے لگا تھا۔ مصر اور بابل کے عام لوگ مذہبی عقیدے کے لحاظ سے بادشاہ کے خدائی درجہ کے قائل تھے۔ اسکندر ایسے فاتح اعظم کو وہ بہت بڑی طاقتوں کا حامل سمجھنے لگے اور سلطنت میں اسکندر کے مجسموں کی پرستش شروع ہو گئی لیکن یونانی اسے انسان ہی سمجھتے تھے جس کے باعث سوسہ میں قیام کے دوران میں اس کا مزاج کچھ چڑچڑا سا ہو گیا۔ اپنے ایک دوست اور رفیق کی موت پر سوگ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

منانے کے لیے اس نے بستیوں کی بستیاں تباہ کردیں۔ لوگوں کو طرح طرح کی اذیتیں دیں اور بلاوجہ خلقت کو تنگ کرکے اپنی مزاج کی برہمی کا مظاہرہ کیا۔ سکندر بہت خود پسند، مغرور، خوشامد پسند اور ظالم و جابر بادشاہ تھا۔ جس نے مصریوں سے فرعونیت کا سبق سیکھ کر اس پر عمل کیا۔ ۳۲۳ ق-م میں اسکندر بابل میں تھا کہ فوت ہوگیا۔

تین یونانی سلطنتیں :

سکندر اعظم کی وفات کے بعد یونانی سرداروں میں کوئی شخصیت ایسی نہ تھی جو اس وسیع سلطنت کو سنبھالتی۔ چناں چہ اس کے جرنیلوں نے ایک کے بجائے تین سلطنتیں قائم کر لیں۔ باختریہ (افغانستان و ترکستان) کا یونانی حاکم سلیوکس سلطنت ایران کا فرمانروا بن بیٹھا۔ دریائے سندھ سے لے کر بحیرہ روم تک کی سرزمین اس کے حصے میں آئی۔ مصر میں دوسرا جرنیل بطلیموس خود مختار بادشاہ بن گیا۔ جسے مصریوں نے اپنے رنگ میں رنگ کر فرعون بنا لیا۔ یونان کی سرزمین میں لڑائی جھگڑوں کے بعد ایک اور جرنیل نے شاہی اقتدار قائم کر لیا۔ ان تین یونانی سلطنتوں کے درمیان شام، فلسطین اور ایشیائے کوچک کی بندرگاہوں پر قبضہ جمانے کے لیے لڑائی جھگڑے ہوتے رہے۔ سلیوکسیوں نے ۳۲۷ ق-م سے ایک سو ق-م تک قدیم مملکت ایران پر حکومت کی۔ ایک سو ق-م کے قریب وسط ایشیا کے بدوی قبائل جو پارتھی کہلاتے تھے حرکت میں آئے جنھوں نے ایرانی کی سرزمین کو تاراج کرکے سلیوکسیوں کے اقتدار کا خاتمہ کردیا۔ اس افتاد کے باعث ایران میں پارتھیوں کی اور ایشیائے کوچک، شام و فلسطین میں نیز افغانستان اور مغربی پنجاب میں یونانیوں کی متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئیں۔ جن کی حیثیت جاگیرداروں سے زیادہ نہ تھی۔ ایشیائے کوچک، شام اور فلسطین کی یونانی ریاستوں کو ایک سو ق-م کے قریب اٹلی کے رومیوں نے فتح کرکے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا مصر کے بطلیموسیوں اور یونان کے یونانیوں کے اقتدار کا خاتمہ بھی اٹلی کی سرزمین سے اٹھنے والی اسی نئی طاقت نے کیا جو رومنوں یا رومیوں کے نام سے مشہور ہوئی۔ یونان کے یونانیوں کا اقتدار ۱۴۶ق-م میں ختم ہوا اور مصر کے بطلمیوسیوں کے اقتدار کا خاتمہ ۳۰ق-م میں ہوا۔ سلیوکسیوں نے وسطی اور مغربی ایشیا کے ملکوں پر جاگیرداری کے طرز پر حکمرانی کی۔ بڑے بڑے شہروں میں یونانی سپاہ رکھی جاتی تھی جس کے سردار کو اس علاقے کا جاگیردار یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواب سمجھا جاتا تھا۔ یونانی حکمران تھے اور قدیم باشندے محکومی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ مصریوں نے بطلیموسی یونانیوں کے عہد میں بہت علمی ترقیات کیں جن کا حال کسی اگلی فصل میں بیان کیا جائے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹلی میں رومیوں کا ظہور اور عروج

۶۰۰ق-م سے ۵۰۰ق-م تک کے زمانے میں جب بابل میں بنوکدنضر کے جانشین حکمران تھے۔ ایران میں میدی اور پارسی طاقت پکڑ رہے تھے ہندوستان میں گوتم بدھ نئے دین کو تبلیغ کر رہا تھا اور چین میں کنفیوشس ایسے بادشاہ کی تلاش میں سرگرداں تھا جو اس کی تدابیر پر چل کر ملک کی بدنظمی اور طوائف الملوکی کو دور کرے اور یونان میں شہری ریاستیں قائم ہوکر مختلف سیاسی تجربے کر رہی تھیں۔ اٹلی میں ایطروسکیوں، قدیم باشندوں اور نو وارد آریاؤں (لاطینیوں) کے اختلاط سے ایک نیا تمدن پیدا ہو رہا تھا۔ دریائے ٹائبر کے جنوب میں ایطروسکیوں کی ریاست قائم تھی شمال میں آریا قبائل نے ڈیرا جما رکھا تھا۔ ان دونوں قوموں کا ملاپ دریائے ٹائبر کے کنارے ایک سالانہ میلے میں ہوتا تھا۔ جہاں یہ لوگ اشیا کا تبادلہ کرتے تھے۔ اس میلے کی جگہ پر بستی قائم ہوگئی جو روما کہلائی اس بستی میں پہلے لاطینی (آریہ) قوم کا فرد بادشاہ بنا پھر ایطروسکیوں نے شاہی اقتدار سنبھال لیا۔ لاطینیوں اور ایطروسکیوں کی اس کش مکش میں آخر کار لاطینی غالب آئے اور انھوں نے قدیم آریہ ٹائپ کی پنچایتی حکومت قائم کرلی۔ ۴۷۴ق-م میں ایطروسکیوں اور سسلی کے یونانیوں میں لڑائی ہوئی ایطروسکیوں کا بحری بیڑا تباہ ہوگیا۔ شمالی اٹلی میں جنوب مشرقی فرانس کے وحشی قبائل نے جو گال کہلاتے تھے۔ حملے شروع کر دیے۔ ۳۹۰ ق-م گال قبائل نے اپنے سردار برہنوس کے زیرِ قیادت روما کو تاراج کیا صرف قلعہ ان کی دست برد سے محفوظ رہ سکا۔ گالوں کے حملے کے بعد لاطینی پھر سنبھلے اور روما کی لاطینی جمہوریت نے ایطروکیوں پر غلبہ حاصل کرکے ۲۹۰ق-م تک وسطی اٹلی پر قبضہ جما لیا۔ لاطینیوں نے جواب رومن یعنی روی کہلاتے تھے۔ شمالی اٹلی میں جا بہ جا چھاؤنیاں قائم کر لیں تاکہ قبیلوں کی تاراج سے بچے رہیں۔ جنوبی اٹلی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سسلی میں یونانیوں کی ریاستیں تھیں اٹلی کے یونانیوں نے ایپرس (البانیہ) کی یونانی ریاست سے اتحاد کر کے رومیوں کے نفوذ کو روکنے کی کوشش کی اور ایک جنگ میں رومیوں کو شکست دی۔ ۲۷۰ ق-م میں رومیوں نے کارتھیج (قرطاجنہ) کے فینقیوں نے سسلی پر قبضہ جما لیا۔ یہ اتحاد زیادہ دیر تک قائم نہ رہا۔ ۲۷۰ ق-م میں روما اور کارتھیج کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ رومیوں نے سسلی پر چڑھائی کی سسلی میں متعدد معرکے ہوئے۔ آخر ۲۴۱ ق-م میں کارتھیج کے بحری بیڑے نے رومی بیڑے سے شکست کھائی اور ۲۴۰ق-م میں کارتھیج سسلی کا جزیرہ اور سات لاکھ ۸۸ ہزار پونڈ کی مالیت کا سونا دے کر روما سے صلح کر لی۔

روما اور کارتھیج کی لڑائیاں:

۲۴۰ ق-م سے ۲۱۹ق-م تک روما اور کارتھیج کے درمیان صلح رہی۔ تیس سالہ جنگ کے باعث دونوں ملکوں کی حالت ابتر ہو چکی تھی۔ رومیوں کی ریاست کے شمالی حصے پر فرانس کی گال قوم کے وحشی لوگوں نے حملہ کیا۔ رومیوں کو بہت بھاری شکست ہوئی اور انھوں نے اس ڈر کے مارے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے انسانوں کی قربانیاں پیش کیں۔ عام طور پر جانوروں کے بجائے غلام قربانی کے بکرے بنائے جاتے تھے۔ کارتھیج میں حکومت کا اقتدار تاجر امرا کے ہاتھ میں تھا جو اپنی رعایا پر بہت تشدد کرتے تھے۔ ۲۱۹ ق-م میں روما اور کارتھیج کے درمیان پھر خوف ناک لڑائیوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس جنگ میں کارتھیج والوں کے نامور جنگی لیڈر ہملیکا، برقہ، ہنی بال، اور ہسدرو بال تھے اور روما والوں کے نامور جنگی سردار مرقس، پورسیلاس، کیٹو اور سیپو افریقانوس تھے۔ کارتھیج کے جرنیل ہنی بال نے اٹلی پر چڑھائی کی اور ہسپانیہ سے چلا تو فرانس کے جنوبی حصہ کو پامال کرتا ہوا کوہستان ایلپس کی برفانی چوٹیوں کو عبور کر کے اٹلی کے شمال مغربی میدانی علاقہ کی سرزمین میں گھس گیا۔ رومی جرنیل سیپو شکست کھا کر ہسپانیہ کی سرزمین کی طرف پسپا ہوا۔ ہنی بال کی فوجوں نے پندرہ سال رومیوں کی مملکت کو پامال کیا لیکن ہسپانیہ کے رومی جرنیل نے بحری بیڑے کی مدد سے کارتھیج پر حملہ کر دیا۔ ہنی بال مقابلے کے لیے کارتھیج پہنچا۔ شدید جنگ وقوع پذیر ہوئی۔ جس میں ہنی بال نے شکست کھائی۔ روما والوں نے اپنے دشمنوں سے اپنے ملک کے مخلصی پانے کو غنیمت سمجھا اور ان کی فوجیں واپس آ گئیں۔ روما اور کارتھیج کو مزید پچاس سال کے لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستانے اور جنگ کی تیاری کرنے کا موقع مل گیا۔ ہنی بال ایشیا کی طرف بھاگ گیا تھا جہاں اس نے زہر کھا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کرلیا (۱۸۳ق-م) رومیوں کا جرنیل سیپو بھی اسی سال مر گیا۔

۱۴۹ ق-م میں روما اور کارتھیج کے درمیان تیسری جنگ شروع ہوئی جسے تاریخ کے صفحات میں پیونک وار کا نام دیا گیا ہے۔ روما والوں نے کارتھیج پر حملہ کیا۔ فتح حاصل کرکے کارتھیج میں قتل عام کیا۔ پانچ لاکھ کی آبادی میں سے صرف پچاس ہزار نفوس بہ مشکل بچے جنھیں انھوں نے غلام بنا لیا۔ رومیوں میں انتقام اور قہرمانی کے جذبات بہت مشتعل ہو چکے تھے۔ کارتھیج کی عمارتیں مسمار کردی گئیں اور زمین میں ہل چلا دیے گئے۔ رومیوں نے اپنی مذہبی رسمیں ادا کرکے اس شخص پر لعنتیں بھیجیں جو اس شہر کو دوبارہ آباد کرنے کی کوشش کرے۔ بحیرہ روم میں فینیقی تاجروں کی طاقت کا خاتمہ ہو گیا ان کے بجائے رومیوں نے بحیرہ روم کے ساحلی ملکوں پر قبضہ جما لیا جو یورپ اور افریقہ دونوں براعظموں میں واقع تھے۔ رومیوں نے ۱۴۶ق-م میں کارتھیج کے بعد یونان کے بحری تجارتی مرکز کورنتھ کو بھی تاراج کیا اور اس کا خاتمہ کر دیا۔

رومیوں کی دوسری مہمیں :

روما والوں کا سیاسی اور معاشرتی نظام یہ تھا کہ لوگ دو طبقوں میں منقسم تھے۔ ایک طبقہ شرفا کا تھا دوسرا طبقہ عوام کا تھا۔ ابتدا میں صرف شرفا کی پنچایت ریاست کا انتظام کرتی تھی۔ یہ پنچایت سینٹ کہلاتی تھی جو انتظام کے لیے دو پریذیڈنٹ جو قونصل کہلاتے تھے منتخب کر لیتی تھی۔ جوں جوں ریاست کی حدود وسیع ہوتی گئیں شرفا اور امرا مفتوحہ علاقوں میں اپنی جاگیریں قائم کرتے گئے۔ ان جاگیروں میں غلاموں سے زراعت کرائی جاتی تھی۔ محکوموں کو غلام سمجھا جاتا تھا۔ اجنبیوں پر جو تجارت یا صنعت کے سلسلے میں آتے تھے ٹیکس لگایا جاتا تھا۔ پہلے سینٹ کے ووٹر رومی شہری اور زمیندار رضا کارانہ طور پر جنگی خدمات انجام دیتے تھے لیکن مال غنیمت کی بہتات اور جاگیروں کے قیام کے باعث جب رومی امیر ہو گئے تو تنخواہ دار سپاہی رکھنے لگے۔ اس طرح پیشہ ور سپاہیوں کا ایک طبقہ پیدا ہو گیا جو اپنے لیڈروں سے وابستہ رہتا تھا۔ امرا کے اقتدار کے خلاف عوام میں شورشیں پیدا ہوتی رہیں جو بسا اوقات عام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلووں کی صورتیں اختیار کر لیتی تھیں۔ عوام کے لیڈروں کا مطالبہ یہ تھا کہ عام رومیوں کو سینیٹ کے انتخابات کے لیے ووٹ کا حق دیا جائے۔ ۱۲۱ق-م میں روما میں جمہوری لیڈروں اور ان کے تین ہزار حامیوں کو امرا کی فوج نے قتل کر دیا۔ ۹۱ق-م میں ایک اور جمہوری لیڈر قتل کر دیا گیا اور اٹلی میں عام بغاوت رونما ہوئی۔ حاکم میٹرس اور جنرل سلا نے بغاوت فرو کی اور نظری طور پر عوام کے مطالبات تسلیم کر لیے۔ روما کے امیروں اور جرنیلوں میں اقتدار حاصل کرنے کے لیے کش مکشیں جاری رہتی تھیں اور بعض اوقات لڑائیاں بھی ہو جاتی تھیں۔

رومیوں کی سلطنت بحیرہ روم کے تمام ساحلی ملکوں پر حاوی تھی۔ یونان ایشیائے کوچک، شام اور فلسطین بھی اس سلطنت میں شامل کر لیے گئے تھے۔ ایک سو ق-م کے قریب رومیوں کی سلطنت کی شمالی حد دریائے ڈینیوب، بحیرہ اسود کا جنوبی ساحل اور سلسلہ کوہستان قاف کی جنوبی ترائیاں بناتی تھیں۔ مشرق میں اس سلطنت کا دامن دریائے فرات تک پھیلا ہوا تھا۔ افریقہ اور یورپ کے تمام ملک جو بحیرہ روم کے کنارے واقع ہیں ان کے زیرنگیں تھے اور مغرب میں ان کے اقتدار کا ہاتھ فرانس، ہسپانیہ اور انگلستان تک پہنچ چکا تھا۔ ۱۰۲ ق-م میں وسطی یورپ کے جرمن قبائل نے کوہستان ایلپس کے دروں کو عبور کر کے رومی مملکت پر حملہ کیا لیکن شکست کھا کر پسپا ہو گئے۔ ۵۳ق-م میں ایک رومی جرنیل کراسس لشکر جرار لے کر دریائے فرات کو عبور کر کے مشرق کی طرف بڑھا۔ پارتھیوں اور ایرانیوں اور سیتھیئوں کے لشکر نے اس کا مقابلہ کیا جو ایران کی سرزمین سے سلیوکسی یونانیوں کے اقتدار کا خاتمہ کر چکے تھے۔ آریہ نسل کے یہ تازہ وارد لوگ ایسے تیر چلاتے تھے جو شور مچاتے ہوئے دشمن کے سینے میں پیوست ہو جاتے تھے۔ یہ تیر پردار تھے جن سے آواز پیدا ہوتی تھی۔ رومیوں کے لشکر کو شکست فاش کا سامنا ہوا۔ رومیوں کا سارا لشکر تباہ ہو گیا۔ اس کے بعد رومیوں کو مشرق کی طرف بڑھنے کی جرات نہ ہوئی۔

اس شکست کے بعد رومیوں کے جرنیلوں میں حصول اقتدار کے لیے کش مکش شروع ہو گئی۔ مغربی ملکوں (فرانس و ہسپانیہ) کا جرنیل جولیئس ۴۹ق-م میں اٹلی میں داخل ہوا ۴۸ق-م میں جولیئس نے یونان میں جرنل پومپئی کو شکست دی۔ ۴۶ق-م میں جولیئس پہلے دس سال کے لیے پھر عمر بھر کے لیے ڈکٹیٹر مقرر ہوا۔ چند سال بعد قیصر بن بیٹھا اور اپنی پرستش کرانے لگا۔ ۴۴ق-م میں سینیٹ کے ممبروں نے سازش کر کے قیصر جولیئس کو قتل کر دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصر کی ملکہ کلو پیٹرا اور جولیئس سیزر (قیصر) کے درمیان معاشقانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے۔

جولیئس سیزر کے قتل کے بعد رومی مملکت کے مغربی حصے میں اوکٹیوئین نامی رومی جرنیل نے اور مشرقی حصے (یونان) میں اینٹونی نے اقتدار قائم کرلیا۔ اینٹونی اوت کلوپیٹرا کے درمیان معاشقہ کی راہ و رسم قائم ہو گئی۔ ۳۲ ق-م میں اوکٹیوئین نے اینٹونی پر حملہ کیا ۱۳ق-م میں ایکسئم کے مقام پر بحری جنگ ہوئی کلوپیٹرا مصر چلی گئی۔ ۳۰ق-م میں اسکندریہ میں لڑائی ہوئی۔ اینٹونی نے خودکشی کرلی اور اپنی معشوقہ کلیوپیٹرا کے سامنے جان دی۔ کلیوپیٹرا نے بھی خودکشی کرلی۔ کیوں کہ اوکٹیوئین سے اسے نفرت تھی جو اس پر قبضہ جمانا چاہتا تھا۔

اوکٹیوئین نے پہلے سینیٹ (پنچایت) کے اقتدار کو بحال کرنے کی کوشش کی لیکن ہر دل عزیزی کے باعث بعد میں شاہی اقتدار حاصل کرلیا اور قیصر بن بیٹھا۔ رومیوں نے اسے دیوتا بادشاہ بن کر اس کی پرستش شروع کردی۔ رومیوں کی برائے نام جمہوریت کا خاتمہ ہوگیا اور قیصری دور چلا۔ اوکٹیوئین جس نے آگسٹس سیزر (مبارک قیصر) کا لقب اختیار کرلیا تھا۔ ۱۴ عیسوی تک بادشاہ بنا رہا۔

رومیوں کی معاشرت:

رومی بہت جابر، قاہر اور سنگ دل لوگ تھے۔ اقتدار کی زمام امرا کے ہاتھ میں تھی جن کی کونسل سلطنت کا انتظام کرتی تھی جنگوں کے وقت ڈکٹیٹر مقرر کر دیے جاتے تھے اس رسم نے مطلق العنانی کے رجحانات پیدا کیے۔ رومیوں کی تفریح کے لیے ایسے دنگل اور تماشے منعقد کیے جاتے تھے جن میں مسلح انسان خود۔ نقاب اور زرہ بکتر پہن کر ایک دوسرے سے لڑتے تھے۔ جب ایک پہلوان دوسرے کو گرا لیتا تھا تماشائی اپنے ہاتھ کے انگوٹھے نیچے کی طرف کر دیتے تھے جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اسے قتل کردو یا اس کا گلا کاٹ دو۔ اس کے علاوہ نہتے انسانوں اور شیروں کو بھی آپس میں لڑایا جاتا تھا۔ ایسے تماشے دکھانے کے لیے باقاعدہ کمپنیاں بن گئی تھیں جو لڑاکے پہلوانوں کو ملازم رکھتی تھیں۔ جنگی قیدی، مقہور غلام، مصیبت زدہ لوگ اور من چلے سر فروش ایسے تماشے دکھانے کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ یہ رومیوں کی تفریح تھی جو ان کی سنگ دلی اور شقاوت قلبی پر دال ہے۔ دیوتاؤں کے متعلق رومیوں کا تصور ہول ناک تھا۔ یونانی اپنے دیوتاؤں کے مجسمے خوب صورت بناتے تھے۔ رومیوں کے بت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوفناک شکلوں کے ہوتے تھے۔ جادو، ٹونے، شگون کو ماننے کا بہت زور تھا۔ رومی علمی ذوق سے بے بہرہ تھے لیکن قوانین بنانے کے ماہر تھے۔ آخری صدی قبل مسیح میں ایک اخلاقی معلم سیسرو پیدا ہوا جس نے اصلاح کی کوششیں کیں لیکن ۴۳ ق۔م میں اسے قتل کر دیا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں اشوکِ اعظم

پنجاب میں سکندر اعظم کی یلغار کے بعد ہندوستان کے راجاؤں میں بھی حرکت کا خیال پیدا ہوا بہار کے راجا چندر گپت موریا نے پنجاب کو یونانیوں کے اقتدار سے نجات دلانے کے لیے لشکر کشی کی اور سلیوکس کو شکست دے کر یونانیوں کو دریائے جہلم یا دریائے اٹک کے پار تک پسپا کر دیا۔ سلیوکس جندر گپت سے صلح کر لی اور اپنی ایک بیٹی چندر گپت سے بیاہ دی۔ چندر گپت نے ہندوستان کے تمام راجوں کو جن کی ریاستیں کوہستان بندھیا چل کے شمال میں تھیں اپنا مطیع بنا کر ہندوستان میں ایک متحدہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس کے بیٹے نے مدراس فتح کیا اور دکن کی بہت سی ریاستوں کو اس سلطنت میں شامل کر لیا۔ چندر گپت کا پوتا اشوک اعظم ۲۶۴ ق-م میں تخت پر بیٹھا اشوک عظم کو سارے ہندوستان میں درہ خیبر سے لے کر راس کماری تک اپنا شہنشاہ تسلیم کیا اور اطاعت کی گردنیں جھکا دیں موریا خاندان کے راجے بدھ مت کے پیرو تھے اور اس زمانے میں ہندوستان میں بدھ مت کا بہت زور تھا۔ اشوک اعظم اپنی ایک خصوصیت کی بنا پر تاریخ عالم کے بادشاہ اور بڑے آدمیوں میں بہت ممتاز نظر آتا ہے۔ وہ خصوصیت یہ تھی کہ اس نے سلطنت کی توسیع کے لیے لشکر کشی اور جنگ کا طریق ترک کر دیا۔ کالنگا (اڑیسہ، کرناٹک) کی جنگ کے بعد جس میں لاکھوں انسان جنگ اور قحط میں مارے گئے اشوک اعظم نے محض مبلغ اور سفیر بھیج کر راجاؤں اور عوام کو اپنا مطیع بنانے کا طریق اختیار کر لیا۔ اشوک اعظم نے بدھ مت کے اچھے اصولوں کو عام کرنے کے لیے اپنی مملکت کے لیے جا بہ جا کتبے نصب کرائے۔ جو خیبر کی پہاڑیوں سے لے کر جنوبی دکن تک اور بلوچستان سے لے کر بنگال تک کی زمینوں میں ملے ہیں۔ اس بادشاہ نے بدھ مت کے مبلغ بیرونی ملکوں میں بھی بھیجے۔ جن کا حال مختلف ملکوں کے آثار اور ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشوک کے مبلغ اور سفیر۔ افغانستان، ترکستان، ایران، شام، مصر، یونان، لنکا، برما اور چین تک پھیل گئے جنھوں نے ان ملکوں میں سے اکثر میں بدھ مت کی اشاعت کی۔ اشوک اعظم ۲۲۷ق-م میں فوت ہوا۔ جس عہد میں ہندوستان اشوک اعظم کے زیر سایہ امن خوش حالی اور ترقی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ وسطی اور مغربی ایشیا کے ملکوں ہر سلیوکسی، مصر میں بطلیموسی حکومت کر رہے تھے اور مغرب میں روما اور کارتھیج کے درمیان وحشیانہ جنگیں ہو رہی تھیں۔ ہندوستان نے اس عہد میں امن کا پیغام دور دور تک بھیجا لیکن لنکا، برما، چین اور افغانستان کے باشندوں کے سوا کسی نے اسے قبول نہ کیا۔

اشوک اعظم کے بعد ۱۸۰ ق-م تک ہندوستان کے بیش تر حصے پر موریا خاندان کے راجے حکومت کرتے رہے موریا خاندان کے زوال کے بعد ملک میں کئی ایک ریاستیں قائم ہو گئیں۔ پنجاب کی سرزمین کو باختریہ کے دو یونانی خاندانوں نے آپس میں بانٹ لیا ان میں سے ایک راجا مینندر کے سکے سندھ، افغانستان، راجپوتانہ اور کاٹھیاواڑ تک ملے ہیں جو اس کی ریاست کی وسعت کا حال بیان کر رہے ہیں۔ ۱۴۰ق-م کے بعد وسط ایشیا کی ایک قوم ساکا نامی نے سیستان سے اٹھ کر پنجاب سندھ اور کاٹھیاواڑ کو فتح کر لیا اور ٹیکسلا اور متھرا میں اس قوم کے شہنشاہ نے اپنے سطراپ (نائب) مقرر کر دیے۔ جو ایک سو سال حکمرانی کرتے رہے۔ پہلی صدی قبل مسیح میں یہیو چی (حیاطلہ) تاتار سے آکر ترکستان اور افغانستان میں آباد ہونے لگے تھے جنھوں نے سکا قوم کے ہاتھ سے اقتدار چھین کر سندھ، پنجاب، افغانستان اور ترکستان میں ایک وسیع سلطنت قائم کر لی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چین کی حالت

چین میں ۱۱۲۵ق-م سے چاؤ خاندان کے شہنشاہ حکمرانی کر رہے تھے۔ نو سو قبل مسیح کے بعد چین کے نوابوں اور جاگیرداروں نے شہنشاہ کی عملی اطاعت سے روگردانی شروع کر دی اور جا بہ جا آزاد ریاستیں قائم کرلیں۔ شہنشاہ اور شاہی خاندان کا وجود محض برائے نام رہ گیا لیکن چینی عوام اپنے شہنشاہ کو دیوتاؤں کی اولاد سمجھتے تھے اس لیے کسی نواب کو شاہی خاندان کا خاتمہ کرنے کی جرات نہ ہوئی اس کے بجائے وہ شاعروں اور بھاٹوں کو رشوتیں دے کر شہنشاہ کے رتبے کے خلاف ہجو آمیز پروپیگنڈا کرانے لگے۔ چین میں چار سو سال طوائف الملوکی کا دور دورہ رہا۔ اسی دور میں کنفیوشس نے چینیوں کو شہنشاہ کی اطاعت کرنے اور اپنے اخلاق و آداب درست کرنے کی تلقین کی اور جنوبی چین میں ایک اور مفکر لاؤتسی نے انفرادی آزادی کے احترام کو قائم رکھنے کی تبلیغ کی۔ اس طوائف الملوکی کے دور میں چین کے قدیمی تمدن۔ اس کی خوش حالی، اس کی صنعت وحرفت کو بہت نقصان پہنچا اور تمدنی ترقی کی رفتار بہت سست پڑ گئی۔ ۲۵۰ ق-م میں شمالی چین میں ایک بادشاہ شی ہوانگ ٹی حکمرانی کر رہا تھا جس نے بہت سے نوابوں کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی طاقت بڑھائی۔ جنوبی چین کی ریاستوں کو جو باغی ہو رہی تھیں لڑ بھڑ کر تخت شاہی کا مطیع بنایا اور متحدہ چین کی بنیاد رکھی۔ اس بادشاہ کے عہد میں بلکہ اس سے پہلے منگولیا کے وحشی باشندے ہن شمالی چین پر یلغاریں کیا کرتے تھے۔ یہ ہن ان سیتھیئوں اور پارتھیوں کے بھائی بند تھے جنھوں نے پہلے چھٹی صدی قبل مسیح میں ایران اور ایشیائے کوچک کی سرزمینوں کو شام وفلسطین تک تاراج کیا تھا پھر ایک سو قبل مسیح قریب وسط ایشیا کی سلیوکسی یونانی سلطنت کو پامال کر کے ایران فتح کر لیا تھا۔ شی ہوانگ ٹی نے اپنے ملک کو ہنوں کے آئے دن کے حملوں سے بچانے کے لیے دیوار اعظم تعمیر کرائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو ایک بارہ سو میل لمبی اور کوئی تیس گز اونچی فصیل تھی۔ اس فصیل کی چوڑائی اوپر کی سطح پر اتنی تھی کہ چھ گھڑسوار پہلو بہ پہلو دوڑاتے ہوئے جا سکتے تھے۔ اس فصیل پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر برج بنائے گئے تھے جن میں پہرے دار رہتے تھے۔ اس دیوار اعظم کے بہت سے حصے شکستہ حال میں اب بھی موجود ہیں۔ یہ دیوار دنیا کے سات عجائبات میں ایک شمار کی جاتی ہے۔ شہ ہوانگ ٹی نے شاہ عالم اول کا لقب اختیار کیا اور ٹسی خاندان کی بنیاد رکھی۔ ۲۰۶ق-م میں حکومت کی باگ دوڑ ہان خاندان کے ہاتھ میں آ گئی جس نے حکومت پر غاصبانہ قبضہ جمایا تھا۔ شی ہوانگ ٹی اور ہان خاندان کے عہد میں چین کی سلطنت کا انتظام اچھے ہاتھوں میں رہا اس لیے خوش حالی اور مدنیت کی ترقی کا دور دورہ رہا۔ ایک سو قبل مسیح کے قریب چین کے تاجروں نے ہندوستان، ترکستان اور ایران کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کر لیے تھے۔ چین کا تجارتی مال تبت کے شمالی کوہستان کے دروں کی راہ سے چینی ترکستان (قلب ایشیا) میں آتا تھا یہاں سے کشمیر کے دروں کی راہ سے ہندوستان میں اور سمرقند اور تاشقند کی راہ سے ایران میں پہنچتا تھا۔ ۲۳ عیسوی میں دوسرا ہان خاندان برسر اقتدار آیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمالی میدانِ اعظم کے ہن

شمالی میدان اعظم میں جو شمال میں بحر منجمد شمالی تک۔ مشرق میں بحرالکاہل تک۔ جنوب میں تبت کی سطح مرتفع کے برفانی کوہستانوں تک اور مغرب میں نطاق الارض (زمین کا کمر بند) سلسلہ کوہستان یورال تک پھیلا ہوا ہے جو وحشی اور بدوی قومیں پرورش پاتی رہیں وہ مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے موسوم ہوتی رہی ہیں۔ آریہ اور سیتھیین اسی گہوارے سے نکل کر وسطی یورپ اور مغربی ایشیا کے ملکوں میں پہنچے تھے۔ جس دور کا ہم اب ذکر کر رہے ہیں اس میں اس میدان اعظم کے مشرقی حصے میں جسے آئندہ ہم تاتار اعظم لکھیں گے جو قوم پھل پھول رہی تھی وہ ہی انگ نو کہلاتی تھی اور تاریخ اقوام کے اوراق میں ہن قوم کے نام سے موسوم ہوئی۔ چین کا ریکارڈ ظاہر کرتا ہے کہ چین کی شمالی سرحدوں کو ۱۴۰۰ ق-م سے بلکہ اس سے بھی پہلے سے تاتار اعظم کی بدوی قوموں کے حملوں کا تجربہ ہو رہا تھا۔ تاہم ۲۱۰ ق-م تک یہ قومیں غیر منظم حالت میں زندگی بسر کرتی رہیں۔ ۲۱۰ق-م کے قریب تاتار کے ایک قبیلوی سردار دیومان نے طاقت حاصل کر کے ہن قوم کے بادشاہ ہونے کا منصب حاصل کر لیا اور اس نے ملک خطا (جنوبی مانچوریا و منگولیا) سے یہیوچی قوم کو جسے نفتالی بھی کہتے ہیں نکال دیا جو صدیوں سے وہاں آباد تھی۔ یہیوچی غالباً آریہ نسل کے لوگ تھے جو وہاں سے ہجرت کر کے افغانستان کی سرزمین میں جا کر آباد ہو گئے۔ دیومان کا بڑا بیٹا بغدور تھا جس نے نئی قسم کا شور انگیز تیر ایجاد کیا۔ بغدور نے اپنے وفادار نوکروں کی ایک جماعت تیار کی اور اسے حکم دیا کہ جس نشانے پر میرا شور انگیز تیر پیوست ہوا اسے تم بھی سوچے سمجھے بغیر ہدف بنالو اپنے ساتھیوں کا امتحان لینے کے لیے اس نے اپنے ایک اعلیٰ گھوڑے کو شور انگیز تیر کا ہدف بنایا پھر اپنی پیاری بیوی کو نشانہ بنایا جنھوں نے تیر چلانے میں تامل سے کام لیا انھیں موت کی سزا دی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئی۔ اس امتحان کے بعد بغدور نے ایک دن موقع پا کر اپنا تیر اپنے باپ دیومان پر چھوڑ دیا۔ اس کے پیروؤں نے بھی تیر چلائے اس طرح بغدور اپنے باپ اور اس کے وفادار ملازموں کا قصہ پاک کر کے ہن قوم کا شہنشاہ بن بیٹھا بغدور بادشاہ بننے کے بعد پہلے مانچوریا کی ایک وحشی قوم تنگوس کو لڑ کر مغلوب و مطیع بنایا پھر بچے کھچے تفتالیوں کو ملک خطا سے نکالا اور خود ''آسمان کا بیٹا شہنشاہ'' کہلانے لگا۔ بغدور کا لشکر میمنہ میسرہ اور قلب پر مشتمل تھا جس کے الگ الگ سالار ہوتے تھے۔ ان کے ماتحت پنجاہ ہزاری، سی ہزاری، بست ہزاری، دہ ہزاری وغیرہ منصب دار کمان کرتے تھے۔ بغدور نے تاتار میں اقتدار حاصل کرنے کے بعد چین کی بوڑھی ملکہ کو شادی کا پیغام بھیجا ملکہ نے یہ کہہ کر معذرت کی کہ میرے دانت جھڑ چکے ہیں اور سر کے بال سفید ہو چکے ہیں اس لیے خان کی خدمت کے قابل نہیں۔ ملکہ چین نے اس معذرت کے ساتھ بہت سے تحائف بھیجے۔ یہ واقعہ ۱۸۰ق-م میں پیش آیا۔ ۱۷۳ق-م میں بغدور کی وفات پر اس کا بیٹا کایوک بادشاہ بنا۔ کایوک کو چین کے بادشاہ نے تحفے کے طور پر شاہی خاندان کی ایک شہزادی پیش کی تاکہ تاتاریوں اور چینیوں کے درمیان اچھے تعلقات قائم رہیں۔ کایوک نے ملک خطا پر چڑھائی کی اور تفتالیوں کو نکالا۔ جو وہاں سے نکل کر افغانستان چلے گئے۔ کایوک نے نفتالی بادشاہ کی کھوپڑی کا پیالا بنا کر اس میں شراب پی۔ تاتاری ہن چینیوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ اور کہا کرتے تھے کہ دیوار اعظم کے شمال میں تیر و کمان والوں کی سرزمین ہے اور جنوب میں ٹوپی اور کمر بند والوں کی زمین ہے۔ چین کے بادشاہ ہنوں سے ڈرتے تھے اور ان کے حملوں سے بچنے کے لیے انھیں شاہ خاندان کی عورتیں پیش کرتے۔ ریشم، غلہ وغیرہ کی صورت میں سالانہ تحائف بھیجتے۔ تاتاری شہزادے کو یرغمال کے طور پر اپنے دربار میں رکھتے۔ اس صلح جوئی کے ساتھ ہی چین کی امپیریل پالیسی یہ بھی تھی کہ ہنوں میں پھوٹ ڈال کر انھیں کم زور کیا جائے۔ ۱۶۲ ق-م میں چین کے بادشاہ نے بغدور کے پوتے کو ''شہراسپان'' میں آکر ملنے کی دعوت بھیجی چینیوں کا مقصد یہ تھا کہ تاتاری خان کو دھوکے سے بلا کر مروا ڈالیں لیکن خان کو خبر مل گئی اس واقعہ کے بعد چینیوں اور تاتاریوں کے درمیان متعدد لڑائیاں ہوئیں ایک لڑائی میں چینیوں نے تاتاریوں سے ''سونے کا آدمی'' چھینا جو غالباً بدھ کا مجسمہ تھا۔ تاتار اعظم کے ہن چینیوں کے لیے ہمیشہ لوہے کے چنے ثابت ہوتے رہے۔ ہن بڑے وحشی لوگ تھے۔ بزرگوں کی روحوں، آسمان کی روح،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمین کی روح، فرشتوں اور جنوں کے لیے قربانیاں دیتے تھے۔ دشمن کی کھوپڑی پر سونا، چاندی یا چمڑا منڈھوا کر پیالہ بناتے اور اس میں فخر سے شراب وغیرہ پیتے۔ دو ہن اپنا اپنا خون ایک پیالے میں جمع کرتے اور اسے پیتے تو ان کے درمیان دوستی اور رفاقت کا رشتہ محکم ہو جاتا تھا۔ ہن گھوڑوں کی قربانیاں دیتے تھے۔ قدیم یونانی انھیں شمالی ہواؤں سے پرے کے باشندے لکھتے ہیں اور قدیم چینی انھیں بھوت اور شیطان کے القابوں سے یاد کرتے ہیں۔ ۹ق-م میں چین کے ایک غاصب بادشاہ وانگ ٹانگ نے ہنوں کو مغلوب کرنے کے لیے تاتار عسکری مہم بھیجی جو بری طرح ناکام ہوئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصر کی علمی اور تحقیقاتی سرگرمیاں

اسکندر اعظم کی وفات کے بعد یعنی ۳۲۱ ق-م میں مصر کا ملک اس کے جرنیل ٹولمی کے حصے میں آیا۔ ٹولمی (بطلیموس) اور اس کی یونانی سپاہ کو مصریوں نے بہت جلد اپنے رنگ میں رنگ لیا اور ٹولمیوں (بطلیموسیوں) کو مصر کے فرعونوں کا ایک نیا خاندان سمجھ کر اپنے پرانے تمدن پر قائم رہے۔ مصر ٹولمی خاندان کے فرعونوں کی حکومت ولادت مسیح تک قائم رہی جب روما کے قیصر آگسٹس نے ملکہ کلیوپیٹرا کی وفات کے بعد مصر کو رومی سلطنت کا مطیع بنالیا۔ ٹولمیوں اور ایشیا کے سلیوکسیوں کے درمیان شام و فلسطین کی سرزمین پر قبضہ جمانے کے لیے کبھی کبھی جنگ و جدال کا میدان گرم ہو جاتا تھا۔ اس کے علاوہ مصریوں نے امن و عافیت کی زندگی بسر کی۔ ٹولمیوں کے عہد کی قابل ذکر خصوصیت وہ علمی تحقیقاتیں ہیں جو اسکندریہ میں پروان چڑھیں اسکندریہ ٹولمیوں کا پایہ تخت تھا۔ اس شہر نے تجارت اور تین قوموں کے اختلاط کے باعث بہت ترقی کی۔ اس میں اسرائیلی نسل کے لوگ بھی آباد تھے جو ان اسرائیلوں کی اولاد تھے۔ جو حضرت موسیٰ کے ساتھ واپس نہیں گئے تھے۔ پھر وہ یہودی بھی کافی تعداد میں آن بسے تھے جو بنوکدنضر بابلی کے حملے کے وقت بھاگ کر مصر چلے آئے تھے۔ تیسرے یونانی تھے جو سکندر اعظم کے ساتھ اس ملک میں داخل ہوئے اور ٹولمی کے لشکر کے طور پر حکمران بن کر اس سرزمین میں مقیم ہو گئے چوتھے قبطی یعنی اصلی مصری تھے۔ جو ازمنہ قدیم سے اپنے طور طریقوں پر عمل کرتے چلے آرہے تھے۔ اس مخلوط آبادی میں باہمی اختلاط اور تبادلہ خیالات سے بہت سی علمی اور نظری بحثیں پیدا ہوئی۔ ٹولمی حکمران علم دوست تھے اس لیے انھوں نے علمی تحقیقات کرنے والے اشخاص کی قدر اور حوصلہ افزائی کی۔ ان علمی سرگرمیوں کے باعث اسکندریہ میں ایک عجائب گھر کھل گیا جس میں علمی مطالعہ کے لیے نادر اشیا جمع کی جاتی ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک کتاب گھر قائم ہوا جس میں پرانے نسخوں کی نقلیں اتار کر شائع کی جاتی تھیں اور ایک زبان سے دوسری زبان میں کتابوں کے ترجمے کیے جاتے تھے۔ کتاب گھر اور عجائب گھر کے ساتھ ایک درس گاہ تھی جس میں مدرس طالب علموں کو پڑھاتے تھے۔ اس زمانے میں بائیبل کا عہد نامہ عتیق عبرانی زبان سے یونانی زبان میں منتقل کیا گیا۔ ان علمی سرگرمیوں کے باعث بہت قابل قدر عالم پیدا ہوئے جن میں ایک اقلیدس تھا جس نے علم اقلیدس کے متعدد مقالے مرتب کیے۔ ایک ارسطوتھینس تھا جس نے زمین کے محیط کی پیائش کا اندازہ لگایا یہ اندازہ موجودہ زمانے کی پیائش سے صرف پچاس بپا میل کم تھا۔ پولونیکس نے ستاروں کے نقشے تیار کیے (چین اور ہندوستان میں یہ علم بہت پہلے سے ترقی کر رہا تھا)۔ ارشمیدس نے علم طبعی میں بہت سی تحقیقاتیں کیں اور ہیروفیلس علم الابدان کا ماہر تھا جس نے مردوں کو چیر پھاڑ کر اعضا کا ملاحظہ کرنے کا کام شروع کیا۔ ہیروفیلس کے اس فعل نے اس دور کے طبیبوں اور حکیموں میں یہ بحث چھیڑ دی کہ آیا مردوں کو چیرنا پھاڑنا جائز ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ پر اس دور کے اور بعد کے حکما کی علمی بحثیں بہت دلچسپ اور دقیق ہیں۔

مختلف قوموں کے اس اختلاط کے باعث مذہبی خیالات و عقائد میں بھی بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ پرانے مصری دیوتا گدی سے اتار دیے گئے۔ ان کی جگہ نئے دیوتا آگئے جو ایک ہی خدا کے مختلف مظہر متصور ہونے لگے۔ مصری اور یونانی دیوتاؤں کے اختلاط سے تثلیث کا خیال پیدا ہوا اور سریس اور آپیس کی جگہ سراپیس دیوتا نے لے لی۔ مصری دیوی میتھر کی جگہ سیراپیس کی بیوی ای سیس کو مل گئی اور ان کا بچہ ہورس تیسرا دیوتا قرار پایا جسے مجسموں میں ای سیس کی گود میں دکھایا جاتا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولادت مسیح کے وقت دنیا کی کیفیت

ایک ہزار ق-م سے ولادت مسیح تک کا دور متعدد قوموں کے عروج و زوال کا زمانہ ہے۔ جس میں نوع انسانی کی جمعیتوں نے بڑی بڑی سلطنتیں برپا کرنے کی کوشش کی۔ اس زمانے میں یہودیوں نے فلسطین میں سلطنت قائم کی جو جلد ہی زوال پذیر ہو گئی۔ پھر اشوری اٹھے جنھوں نے تین چار سو سال مغربی ایشیا کے ملکوں کو تاراج کیا پھر بابلیوں نے چند پشتوں کے لیے اپنا اقتدار کا سکہ جمایا۔ بعد ازاں پرسیوں نے وسطی اور مغربی ایشیا میں ایک وسیع سلطنت برپا کی جس نے یونان اور مصر تک اپنا سکہ منوایا۔ پھر یونانی اٹھے جنھوں نے ایرانیوں کی سلطنت کو سر کر کے ان کی جانشینی اختیار کر لی۔ چین میں شی ہوانگ ٹی نے سارے چین کو فتح کر کے ایک متحدی سلطنت کی بنیاد رکھی اور اپنے ملک جو منگولیا اور سائے بیریا کے تندخو وحشی قبائل کے حملوں سے بچانے کے لیے دیوار اعظم تعمیر کی۔ ہندوستان میں چندر گپت اور اشوک نے سارے ملک کو فتح کر کے سلطنت بنائی۔ یورپ میں اس دور کی آخری صدیوں میں اٹلی کے رومیوں نے وسیع سلطنت قائم کی جس کے زیرنگیں انگلستان، فرانس، ہسپانیہ، اٹلی، بلقان، یونان، ایشیائے کوچک، فلسطین شام، مصر اور شمالی افریقہ کے سارے ساحلی ملک تھے۔ دریائے ڈینیوب، بحیرہ اسود، کوہستان قاف، بحیرہ خزر، (کیسپین) وسط ایشیا کے پہاڑوں کے شمال میں قطب شمال تک جو وسیع میدان پھیلا ہوا ہے اس میں دریائے رائین کے مشرقی کنارے سے لے کر بحرالکاہل تک خانہ بدوش اقوام حسب سابق پرورش پاتی رہیں جو متمدن دنیا سے بیدا وقت مختلف ناموں سے موسوم ہوتی رہیں۔ اس دور کی ابتدائی صدیوں میں سیتوں یا سیتھیئوں نے ایران اور ایشیائے کوچک کو تاراج کیا اور آخری صدیوں میں پارتھیوں کے لشکر ترکستان سے اتر کر ایران کی سرزمین پر چھا گئے۔ انھی لشکروں نے دریائے فرات کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کنارے مغرب کے رومیوں کو شکست فاش دے کر انھیں مشرق کی طرف بڑھنے سے روکا۔ پہلی صدی ق-م میں پارتھیوں نے ایران میں باقاعدہ سلطنت قائم کی بنا ڈال کر ارساسی (اشکانی) خاندان کی بادشاہی کا سلسلہ قائم کر لیا۔

ولادت مسیح کے وقت مغربی اور جنوبی یورپ، شمالی افریقہ اور مغربی ایشیا کے ملکوں پر رومیوں کے قیصر فرمان فرمائی کر رہے تھے۔ رومی جابر، سرکش۔ ظالم اور جاہل لوگ تھے جن کو علم و تمدن سے کوئی سروکار نہ تھا۔ طاقت کے بل پر حکومت کرنا، محکوموں کو غلام سمجھنا، وحشیانہ تماشوں میں تفریح کا سامان پانا اور عیش و عشرت کرنا رومیوں کی امتیازی خصوصیات تھیں۔ ایران میں نووارد وحشی اور بدوی قوم پارتھی نے اقتدار کا سکہ جما لیا تھا۔ جو علم و تمدن میں اپنے پیش روؤں سلیوکسی یونانیوں سے چنداں بہتر نہ تھے۔ ہندوستان میں بدھ مت کے پیرو راجے حکومت کر رہے تھے اور اہل ہند نسبتاً امن و آسائش کی زندگی گزار رہے تھے۔ یہی حال چین کا تھا جہاں ترقی پسند شہنشاہوں کے خاندان کا سکہ چل رہا تھا۔ چھٹی پانچویں اور چوتھی صدی قبل مسیح میں انسان کی روحانی اور فکری سرگرمیوں کی کو جو بجلیاں نئی مذہبی، علمی اور فلسفیانہ بحثوں کی شکل میں چین، ہندوستان اور یونان کی سرزمینوں میں چمکتی نظر آئی تھیں ان کو وحشت و بربریت کے بادلوں نے ڈھانپ لیا صرف ان کی معمولی سی جھلک اس دور کی آخری صدیوں میں اسکندریہ کی علمی بحثوں کی صورت میں نظر آئی۔ جن کا ذکر اوپر کی فصل میں کیا جا چکا ہے۔ مصر، بابل، اشور، ایشیائے کوچک اور کریٹ کی قدیم اقوام نے انسان کی تمدنی سطح کو جس حد تک بلند کر دیا تھا۔ اس دور میں یہ سطح اسی حد تک قائم رہی۔ اگر کوئی ترقی کی گئی تو وہ جنگی فنون میں تھی۔ لوہے کے ہتھیار، خود، زرہ بکتر، ڈھالیں، تلواریں، نیزے خنجر وغیرہ تیار ہونے لگے۔ فوجی نظام بہتر بنانے لگے۔ جنگ کے طریقوں میں جدتیں اختیار کی گئیں اور اس علم کی بنا رکھی گئی جسے آج کل کی اصطلاح میں جنگی چال (stragy) کہتے ہیں۔ ان حالات میں رعایا یعنی محکوم اور غلام عوام اپنے بادشاہوں اور حاکموں کے لیے محنت و مشقت کرتے تھے۔ ان کی بود و باش کے طریقوں میں تین ہزار ق-م کے سمیری کاشت کاروں کے حال سے کچھ زیادہ فرق نہیں آیا تھا۔ البتہ زراعت کاری کا تمدن چین، ہندوستان، مغربی ایشیا، جنوبی اور مغربی یورپ میں عام طور پر رائج ہو کر بڑی بڑی سلطنتوں کے لیے بنیادی زمین کا کام دینے لگا تھا۔ صرف شمالی میدان اعظم اور صحرائے عرب میں خانہ بدوش قومیں آباد تھیں۔ تجارت کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قافلے دور دراز ملکوں تک جانے لگے تھے دنیا کے ایک سرے کا مال دوسرے سرے تک پہنچتا تھا۔ چین اور ہندوستان کے لوگ فلسفیانہ افکار میں دوسروں سے پیش پیش تھے۔ انگلستان کے باشندے اپنے رومی حاکموں کے ماتحت وحشی قبائل کی سی زندگی بسر کر رہے تھے اور ابھی تک جانوروں کی کھالیں پہنتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواں باب

لوہے کا زمانہ (۱) دورِ ظلمت

(ولادت مسیح علیہ السلام سے ۶۰۰ عیسوی میلادی تک)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دینِ مسیحی۔ روم، ایران، گندھارا اور چین کی سلطنتیں۔ متمدن ملکوں پر تاتاری ہنوں کی یلغاریں۔ یورپ میں بدامنی اور طوائف الملوکی۔ جبر۔ غلامی اور جہالت کا دور دورہ۔ مانی اور مزدک۔ سیل عرم۔ ہیوآن سیانگ چینی سیاح۔ شمالی میدان اعظم کی وحشی بدوی قومیں۔ تاتارِ اعظم سے ترکوں کا خروج۔ یورپ میں طوائف الملوکی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) اور دینِ مسیحی

اس وقت کے بعد کے ادوار میں جس کا ذکر پچھلی فصل کے اختتام تک کیا جا چکا ہے دین مسیحی کے پیروؤں کی سرگرمیاں تاریخ عالم میں بہت سے انقلابوں اور حادثوں کا موجب بنتی رہیں۔ نوع انسانی کی بڑی بڑی جمعیتوں نے اس مذہب کو قبول کیا جس کے پیرو آج بھی دنیا میں بھاری تعداد میں موجود ہیں۔ دین مسیحی جس شخصیت کی زندگی کے واقعات اور تعلیمات پر مبنی ہے۔ اسے یسوع مسیح یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے حالات عیسائیوں اور مسلمانوں کی مذہبی کتابوں ہی سے اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ ان کے سوا اس عہد کی کوئی اور دستاویزی شہادت تا حال دست یاب نہیں ہوئی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا یسوع مسیح کی زندگی کے حالات پر روشنی پڑتی۔ عیسائیوں کی مذہبی کتاب سے جسے کتاب مقدس کا نیا عہد نامہ یا انجیل کہتے ہیں جو حالات اخذ کیے جاسکتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰ عیسوی کے قریب یہودیوں کے ملک فلسطین میں یسوع مسیح نے دینی مصلح کی حیثیت سے تبلیغ شروع کی۔ عام لوگ ان کے پیغام کو قبول کرنے لگے اور یہ سمجھنے لگے کہ یسوع مسیح موعود ہے جس کے ظہور کی پیش گوئیاں یہودیوں کے نبی پہلے سے کرتے آئے ہیں اور کہتے آئے ہیں کہ وہ بنی اسرائیل یہودی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غلامی کی زندگی سے نکال کر حکومت و عزت کے رتبے پر فائز کرے گا۔ یسوع کی تعلیم جو انجیل میں بیان کی گئی ہے زیادہ تر عوام کو مذہبی رسمیں ادا کرنے والے اس گروہ کے اثر سے آزاد کرانے کی حامل تھی جو موسیٰ کے دین کی روح سے بے پرواہ ہو چکا تھا اس کے ساتھ ہی یسوع کا نیا پیغام یہ تھا کہ خدا کی بادشاہت قائم ہونے والی ہے۔ جس میں نیکوکاروں، حلیموں، غریبوں اور راست بازوں کو ان ظلموں سے نجات مل جائے گی جو ان پر اس دنیا میں ہو رہے ہیں۔ یسوع نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کو انسان کے ساتھ محبت پیش آنے کی تلقین کی اور خلق خدا کے ساتھ صبر، حلم اور عاجزی سے پیش آنے پر بہت زور دیا۔ ان باتوں میں یسوع کی تعلیم گوتم بدھ کی تعلیم سے بہت ملتی جلتی تھی۔ انجیل کی روایات ظاہر کرتی ہیں کہ یسوع کے یروشلم آنے سے پہلے ان کی تعلیم اور ان کے معجزات کا چرچا وہاں اچھی طرح پھیل چکا تھا۔ لہٰذا جب یسوع سن ۲۹ء[1] میں یروشلم آکر یہودیوں کے معبد میں داخل ہوئے تو عام لوگوں کا ایک جم غفیر ہیکل کے اندر اور باہر جمع ہوگیا۔ یسوع نے صرافوں اور سودی کاروبار کرنے والے لوگوں کے اڈوں کو ہیکل سے اٹھوا دیا ہیکل کے کاہنوں، فریسیوں، صدیقیوں یعنی مذہبی رسمیں ادا کرنے والے عہدے داروں کو فکر لاحق ہوئی کہ یسوع ان سے ان کا منصب چھین لے گا اور ان کے اقتدار کو ختم کرکے ان پر آمدنی کی راہیں بند کردے گا انھوں نے آپس میں مشورہ کرکے یسوع کے بارہ شاگردوں میں سے ایک کو رشوت دے کر اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ اس ہجوم میں یسوع کی نشان دہی کرے گا تاکہ اسے گرفتار کیا جاسکے۔ کاہنوں کے سردار نے رومی سپاہیوں کی مدد سے سرشام ہیکل پر چھاپا مارا اور یہودہ اسکریوتی کی نشان دہی پر یسوع کو گرفتار کرلیا۔ ہجوم دم بہ خود رہا بلکہ یسوع کے باقی گیارہ شاگرد بھی تتر بتر ہوگئے ان کا خیال تھا کہ یسوع جسے وہ مسیح موعود سمجھتے تھے اپنے معجزات اور اپنی روحانی طاقت کے بل پر یہودیوں کی بادشاہت قائم کرے گا۔ اگلے دن صبح کے وقت یہودیوں کے مذہبی سرداروں نے یسوع کو رومی حاکم پیلاؤس کے سامنے پیش کیا۔

اور اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ قیصر روم کا باغی ہے اور یہودیوں کو ورغلا کر خود بادشاہ بننا چاہتا ہے انجیل کی روایت ہے کہ حاکم یسوع کو ایک بے ضرر شخص سمجھتا تھا لیکن یہودی سرداروں اور یہودی عوام کے مطالبہ پر جواب اپنے کاہنوں کے حامی بن گئے تھے یسوع کو صلیب دینے پر رضا مند ہوگیا۔ اسی روز یسوع کو صلیب پر لٹکا دیا گیا اور نیزہ مار کر اس کی پسلی توڑ دی گئی۔ غروب آفتاب کے بعد یسوع نے صلیب پر جان دے دی اور جان دینے

۱- روایت کے مطابق یسوع کی عمر اس وقت ۳۳ سال تھی۔ لہٰذا یہ سال ۳۳ء ہونا چاہیے تھا لیکن سن عیسوی کے حساب جو عصر جدید کے علمائے ہیت نے تحقیق و تفتیش کے بعد قائم کیا اس سے یسوع کی پیدائش کا صحیح سال مروجہ سن کے مطابق ۴ قبل مسیح نکلتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے نعرہ مار کر کہا کہ ''اے میرے مالک، اے میرے مالک تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔'' اگلے روز یسوع کی نعش صلیب سے اتار کر دفن کر دی گئی۔ تیسرے دن زلزلہ آیا اور قبر شق ہو گئی۔ یسوع قبر سے نکل کر گلیل کی طرف چلا گیا اور گلیل جس کے بعد یسوع ایک بادل پر سوار ہو کر آسمان کی طرف صعود کر گیا۔

یہ ہے انجیل کی داستان جو دین مسیحت یعنی عیسائی مذہب کا بنیادی پس منظر ہے اس داستان کی بنا پر عیسائیوں نے جن کی تعداد دوسری صدی مسیحی میں کافی بڑھ گئی تھی جو عقائد قائم کیے ان کا لب لباب یہ ہے کہ یسوع خدا تھا جو انسان کی شکل میں نازل ہوا تاکہ نوع انسانی کے گناہوں کا کفارہ دینے کے لیے مصلوب ہو۔ چوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک کنواری لڑکی مریم کے بطن سے معجزانہ طریق سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے یسوع کے پیروؤں نے انھیں خدا کا بیٹا بھی ٹھہرایا اور باپ بیٹا اور روح القدس کا فارمولا تیار کر کے تثلیث کا عقیدہ قائم کیا۔ تیسری اور چوتھی صدی مسیحی میں دین عیسائیت کے علم برداروں کے درمیان یسوع کی الوہیت (خدا ہونا) اور الوہیت کی ماہیت پر مناظروں اور مجادلوں کا بازار بہت گرم ہوا۔ جس کے باعث مسیحی مذہب کے متعدد چرچ (سلسلے) قائم ہو گئے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ الوہیت ہندوؤں اور بدھوں کے عقیدے سے ملتا جلتا ہے جو شری کرشن، شری رام چندر جی اور گوتم بدھ کو خدا کا اوتار یا خدا مانتے ہیں۔ تثلیث کا عقیدہ اسکندریہ کے یونانیوں کے عقیدے سے ملتا ہے جو وہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے وقت تک قدیم مصریوں، یونانیوں اور یہودیوں کے افکار کے اختلاط سے کافی جڑ پکڑ چکا تھا۔ اسکندریہ کے نئے یونانی مذہب کے دیوتا تین تھے ایک سیراپیس کہلاتا تھا۔ دوسرے سیراپیس کی بیوی ایسس تھی اور تیسرے ان کا بیٹا ہورس تھا جسے مورتیوں میں ایسس کی گود میں بیٹھا دکھایا جاتا تھا۔ پہلی اور دوسری صدی مسیحی میں یہ تثلیث پرستی بحیرہ روم کے ساحلی ملکوں میں بہت عام ہو چکی تھی اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں عیسائیت پھلی پھولی اور اس نے خاص شکلیں اختیار کیں۔ عیسائیوں کے فرقہ رومن کیتھولک کے پیرو اپنے گرجاؤں میں یسوع مسیح اور حضرت مریم کے بت بھی رکھنے لگے۔ عیسائیوں کا طریق عبادت بھی اپنے وقت کے مروجہ طریقوں سے بہت متاثر ہوا۔ گرجاؤں میں عبادت اور مذہبی رسموں کی ادائیگی کے وقت موم بتیاں اس بہتات کے ساتھ استعمال ہونے لگیں جس طرح کہ مصری یونانی اور یہودی کرتے تھے۔ پادریوں کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گروہ مستقل طور پر قائم ہو گیا جو سر منڈا کر اور امتیازی کپڑے پہن کر مذہبی رسمیں ادا کرنے لگے۔

دین مسیحت کی ابتدائی نشر و اشاعت یسوع مسیح کے ان گیارہ شاگردوں کی وساطت سے جاری ہوئی جنھوں نے تبلیغ کے ذریعے اپنے پیروؤں کی تعداد کو اس طرح ہندوؤں کے گرو اور مسلمانوں کے صوفی اور پیر اپنے اپنے سلسلوں کو خاموشی سے فروغ دیتے ہیں۔ دوسری صدی مسیحی میں دین مسیحی کے پیروؤں کی تعداد بحیرہ روم کے ساحلی ملکوں میں کافی بڑھ گئی جو رومی سلطنت کے زیرنگیں تھے۔ ۲۰۰ء کے قریب رومی حکام اس فرقہ کے لوگوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو رومی سلطنت کے اقتدار کے لیے خطرہ سمجھنے لگے اور ایک دوسرے کو مراسلے بھیج کر مشورے کرنے لگے کہ اس مذہب کے پیروؤں سے کیا سلوک کیا جائے۔ اس تشویش کی وجہ یہ تھی کہ عیسائی مذہب کے پیرو قیصر روم کو خدا یا دیوتا مان کر اس کے بت کی پوجا نہیں کرتے تھے اور ان ظالمانہ تماشوں کو برا سمجھتے تھے جنھیں حاکم قوم کے لوگ تفریحاً برپا کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ غلامی کے مخالف بھی تھے اور انسانوں سے حیوانوں کا سا کام لینے کو برا قرار دیتے تھے۔ تیسری صدی مسیحی میں رومی سلطنت کے اندر حکام نے عیسائیوں کو اپنے تشدد کا تختہ مشق بنالیا۔ انھیں باغی سمجھا گیا۔ گرجے گرائے گئے۔ ان کی کتابیں جلائی گئیں اور عیسائی لیڈروں اور پادریوں کو موت کی سزائیں دی گئیں۔ اس تشدد کے باوجود عوام میں دین مسیحی بہت مقبول ہوتا چلا گیا اور اس کے پیروؤں کی تعداد بڑھتی گئی۔ عیسائیت منظم سلسلوں کی شکل میں پھیل رہی تھی۔ پادریوں نے عیسائیوں کی تنظیم کے لیے ایک باقاعدہ خفیہ مذہبی نظام قائم کرلیا تھا۔ آخر ۳۱۷ء میں جب جب قسطنطین اعظم قیصر تھا۔ شاہی پالیسی تبدیل ہوئی اور قیصر نے اپنی رعایا کی کثیر تعداد کو جو عیسائیت کا دین قبول کر چکی تھی اپنا حامی بنانے کے خیال سے فرمان جاری کردیا کہ عیسائی کھلے بندوں خدا کی عبادت کر سکتے ہیں اور رومی سلطنت کے قوانین کی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے مذہبی عقائد پر قائم رہ سکتے ہیں۔ قسطنطین اعظم نے عیسائیوں کی تالیف قلوب کے خیال سے اپنے جھنڈے کے ساتھ عیسائیت کا نشان (صلیب) شامل کرلیا۔ پھر اپنی پرستش کرانے کا قدیم طریق ترک کردیا اور ۳۳۷ء میں مرتے وقت بپتسمہ لے کر دین مسیحی کو بھی اختیار کیا۔ قسطنطین اعظم نے خود عیسائی بننے سے پہلے ۳۲۰ء میں نیسیا میں دنیائے عیسائیت کے پادریوں کی ایک بڑی کانفرنس بھی منعقد کرائی جس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں عقائد، رسوم اور عبادات کو معین شکلیں دینے کا فیصلہ کیا گیا۔

جس زمانے میں رومی سلطنت کی حدود میں عیسائیوں پر تشدد ہو رہے تھے۔ عیسائیوں کے بعض سلسلے جن میں سے نسطوری خاص طور پر قابل ذکر سلسلہ ہے سلطنت ایران کی حدود میں آزادی کے ساتھ اپنے دین کی تبلیغ کر رہے تھے۔ ایران کے ارسای شہنشاہ نسطوری پادریوں کو ان کی طبی مہارت کے باعث احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے پادریوں کو صرف یہ قدغن تھی کہ وہ زرتشتی دین کے کسی پیرو کو عیسائی بنانے کی کوشش نہ کریں۔ بت پرستوں اور ستارہ پرستوں میں اپنی تبلیغ جاری رکھیں لیکن جب قسطنطنیہ کے رومی قیصروں نے عیسائیت کو اپنا سرکاری مذہب بنا لیا اور ایران کے عیسائی اسے ایک مسیحی سلطنت سمجھ کر اس سے ہمدردی کا اظہار کرنے لگے تو شاہان ایران کا زاویہ نگاہ بھی اپنے ہاں کے عیسائیوں کے متعلق تبدیل ہونے لگا اور ایران کی حدود میں حریف سلطنت سے ہمدردی رکھنے یا دشمن کے ایجنٹ ہونے کے اعتبار سے عیسائیوں کی کڑی نگرانی ہونے لگی۔ ۳۷۶ء کے بعد جب روم اور ایران میں صلح ہو گئی تو ایران میں عیسائیوں کے ساتھ پھر رواداری کا برتاؤ ہونے لگا اور سلطنت ایران کے عیسائی پادریوں نے یزدگرد اول کے عہد میں ۴۱۰ء میں سلیوسیا کے مقام پر ایک مذہبی کونسل منعقد کر کے اپنے سلسلے کے قواعد وضوابط مرتب کیے۔ ۵۰۰ء تک پرجوش راہبوں اور مبلغوں کی کوشش سے دین مسیحی دور دراز کے ملکوں تک پھیل گیا اور اس کی شاخیں ارمنستان، ایران، ترکستان، جرمنی، آئرلینڈ، حبشہ، ہندوستان اور عرب تک کے ملکوں میں قائم ہو گئیں رومی سلطنت کی حکومت سرکاری طور پر مسیحی دین قبول کر چکی تھی اور دنیا بھر کے عیسائی اس حکومت کو جس کا مرکز قسطنطنیہ میں تبدیل ہو چکا تھا عزت و ہم دردی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رومی قیصروں کا دربار

ولادت مسیح کے وقت رومیوں کی سلطنت پر قیصر آگسٹس فرمانروائی کر رہا تھا۔ جس سے رومیوں کے اقتدار کے قیصری دور کی ابتدا ہوئی اور پرانا نیم جمہوری، نیم ڈکٹیٹری نظام گلدستہ طاق نسیاں بن گیا۔ رومی قیصروں نے بھی مصر قدیم کے فرعونوں اور بابل کے نمرودوں کی طرح دیوتائی درجہ اختیار کر لیا اور اپنی رعایا سے اپنی اور اپنی مورتیوں کی پرستش کرانے لگے۔ ولادت مسیح کے بعد کی پانچ صدیوں میں رومی قیصروں کے خاندان بارہا تبدیل ہوتے رہے اور بعض قیصر بڑے اچھے منتظم حاکم ثابت ہوتے رہے اور محض دھندا چلاتے رہے۔ ان قیصروں کی خانگی زندگیاں بہت خراب تھیں۔ یہ لوگ کسی قسم کی مذہبی قیود سے ناآشنائے محض تھے اور عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ بادشاہ عام طور پر وہمی، شگونوں کو ماننے والے اور تنک مزاج ہوتے تھے۔ جنھیں عوام کی بہتری سے کسی قسم کا سروکار نہ تھا۔ رومی قیصروں نے اپنی وسیع سلطنت میں جا بہ جا فوجی چھاؤنیاں قائم کر رکھی تھیں۔ رومی حاکم اپنے اپنے خطہ میں مطلق العنانی کے ساتھ حکومت کرتے تھے اور خراج کی رقمیں وصول کر کے پیچھے بھیجتے تھے۔ محکوم کے عہد میں غلامی اور بردہ فروشی کو بہت فروغ حاصل ہوا کیوں کہ رومی جاگیردار، زمیندار، تاجر، پیشہ ور، حکام، رؤسا وغیرہ سب کے سب غلاموں سے کام لینے کے عادی تھے اور ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرتے تھے۔

رومی قیصروں کے عہد کے واقعات کچھ زیادہ اہم نہیں۔ ۷۰ء میں فلسطین کے رومی حاکموں نے یروشلم میں یہودیوں کے معبد کو مسمار کرا دیا کیوں کہ وہ قیصر کی مورتی کو سجدہ نہیں کرتے تھے۔ ۱۳۲ء میں قیصر روم کے حکم سے یہودیوں کو فلسطین کی سرزمین سے نکال دیا گیا۔ قیصر آگسٹس کے عہد میں یعنی سن میلادی کے ابتدائی سالوں میں ایک رومن جرنیل ایلیئس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیلسن عربستان کی سرزمین کو سر کرنے اور وہاں کے آزاد قبائل کو رومیوں کا مطیع بنانے کے خیال سے ایک فوجی مہم لے کر گیا جو سات آٹھ مہینے عرب کے صحراؤں میں سرگرداں پھرتی رہی اور آخر تباہ حال ہو کر واپس آ گئی۔ عرب کو مطیع کرنے سے رومیوں کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کے ساتھ براہ راست تجارتی تعلقات قائم کر سکیں جہاں سے ان کے لیے ریشم، گرم مسالے اور کئی قسم کا دوسرا سامان آتا تھا اور جو عربوں کے ہاتھ سے گزر کر رومی تاجروں ہاتھ تک پہنچتا تھا۔ ۱۰۰ء میں رومیوں نے شام و فلسطین سے مصر کی طرف جانے والے تجارتی راستے کی حفاظت کے لیے علیہ (عقبہ) میں فوجی چھاؤنی قائم کی۔ ۲۳۶ء میں جرمن قوم کے فرینکوں اور آلمانیوں نے دریائے رائین کو عبور کر کے رومی سلطنت کے صوبی گال (فرانس) کو تاراج کیا۔ ۲۴۷ء میں جرمن قوم کے ایک اور قبیلہ گاتھ نے دریائے ڈینیوب کو عبور کر کے رومی سلطنت کے اقطاع کو تاراج کرنا شروع کر دیا۔ قیصر ڈیسیئس نے مقابلہ کیا۔ شکست کھائی اور لڑائی میں مارا گیا۔

۲۶۰ء میں ایران کے شہنشاہ شاپور اول نے رومیوں کی ایشیائی مملکت پر چڑھائی کی اور انطاکیہ میں قیصر روم ویلیرئین کو شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ جرمنوں اور ایرانیوں کے ہاتھوں اس طرح پے در پے شکستیں کھانے کے باعث رومی قیصروں کے اقتدار کا رعب اٹھنے لگا اور جرمن قوم کے حوصلے بڑھ گئے جنھیں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے والے رومی وحشی اور جانگلو خیال کرتے تھے۔ ۲۷۰ء میں قیصر کلاڈیئس نے سرویا میں نیش کے مقام پر گاتھوں کو شکست دی لیکن ان کے حملے برابر جاری رہے۔ کلاڈیئس کے جانشین آریلیئن کو حفاظت کے خیال سے شہر روما کے اردگرد فصیل بنوانی پڑی ۳۲۱ء میں گاتھ دریائے ڈینیوب کو عبور کر کے پھر سردیہ اور بلغاریہ میں گھس آئے لیکن قیصر قسطنطین اعظم نے انھیں شکست دے کر دریا پار پہنچا دیا۔ ۳۳۷ء میں وینڈل قبیلے ہنگری میں داخل ہونے لگے۔

ان قبائلی حملوں اور اندرونی خرابیوں کے باعث چوتھی صدی مسیحی کے آغاز میں رومی سلطنت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ مشرقی حصے میں قسطنطین اعظم نے قسطنطنیہ کو اپنا مرکز بنا کر اپنا اقتدار قائم کر لیا اور عیسائیوں کو اپنا حامی بنانے کے لیے ان کے ساتھ رواداری کا برتاؤ شروع کر دیا۔ روما میں دوسرے قیصر حکمران بنے رہے لیکن اٹلی میں جرمن قوم کے قبیلے کثیر تعداد میں داخل ہو رہے تھے اور روما کے قیصر مجبور ہو گئے کہ گاتھ اور وینڈل قبیلے کے سرداروں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اپنا حامی بنانے کی کوشش کریں۔ ادھر مشرق میں ۳۰۰ء کے قریب دریائے ڈینیوب کے پار وسط ایشیا کی ایک نئی جنگ جو قوم ہن اپنا اقتدار قائم کر رہی تھی اور گاتھ ان کی اطاعت قبول کر چکے تھے۔ ۳۰۰ء میں گاتھوں نے پھر مشرقی رومی سلطنت پر چڑھائی کی اور اورنہ کی لڑائی میں قیصر ویلنس کو شکست دے کر بلغاریہ کی سرزمین میں آباد ہو گئے۔ ادھر مغربی حصے میں گاتھ سپاہ کا ایک ہسپانی نژاد رومی سردار تھیوڈوسیس قیصر بن گیا لیکن رومی فوج کے دو اور سرداروں الاریک گاتھ اور سٹیلشو وینڈل نے اس کی مخالفت کی ۴۱۰ء میں الاریک نے اٹلی پر حملہ کر کے روما پر قبضہ جما لیا۔ ۴۲۰ء میں جنوبی ہسپانیہ کے وینڈل حکمرانوں نے شمالی افریقہ کے رومی صوبوں پر چڑھائی کی اور ۳۴۰ء تک بحر اوقیانوس سے لے کر کارتھیج (ٹیونس) کا ملک اپنے قبضے میں لے لیا۔ ۴۰۰ء میں ہسپانیہ کے وینڈل حکمرانوں کے لشکر نے روما کو فتح کر کے اٹلی کو تاراج کیا اور سسلی میں بادشاہت قائم کر لی جو ۳۴۰ء تک قائم رہی۔ رومی سلطنت کی رعایا نے جو افریقہ اور اٹلی میں آباد تھی وینڈلوں کے خروج اور اقدام کا خیر مقدم کیا کیوں کہ وینڈلوں کا حملہ پامال رعیت کو رومنوں کے ظلم سے بچانے کا مترادف تھا۔ وینڈلوں نے زمینداری اور جاگیرداری طریق کو ختم کیا۔ لوگوں کو رومی ساہوکاروں اور جاگیرداروں کے قرضوں سے نجات دلائی اور تمام قرضوں پر لکیر پھیر دی۔ جبری فوجی ملازمت اور بیگار سے ان کی جان چھڑائی۔

خود روما میں وینڈلوں کے حملے کے بعد کچھ عرصہ بدامنی اور طوائف الملوکی کا دور چلا ۴۹۳ء میں تھیوڈورک گاتھ روما کا بادشاہ بنا۔ روما کی قیصریت ختم ہو چکی تھی اور قیصر کا لقب رومی سلطنت کے مشرقی حصے کے وارثوں نے اختیار کر لیا تھا جن کا مرکز قسطنطنیہ میں تھا۔

رومی قیصروں کے عہد کی خصوصیات:

رومی قیصروں کے عہد میں عوام کی سماجی حالت میں جو تغیرات واقع ہوئے ان کے باعث عوام پر امیر اور حکمران طبقہ کا اقتداری پائیدار حیثیت اختیار کر گیا اور امیر و غریب، آقا و غلام، مالک اور نوکر کے امتیازات پہلے کی نسبت بہت زیادہ نمایاں اور موثر ہوتے گئے۔ اس عہد میں غلامی، بیگار اور بردہ فروشی کو بہت فروغ حاصل ہوا حکمران طبقہ کے افراد دولت سمیٹنے لگے اور بڑے عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ انھیں غریبوں، مزدوروں محنت کشوں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلاموں کے احساسات اور حالات سے اس سے زیادہ اور کوئی دلچسپی نہ تھی کہ انھیں جانوروں کی طرح اپنی آسایش کا ذریعہ اور دولت جمع کرنے کا آلہ سمجھا جاتا تھا رومیوں کے امرا اور حکام ریشم کے کپڑے پہننے لگے تھے جو دوسری قوموں کے تاجر ہندوستان اور چین تک سے لاتے تھے۔ ایک رومی مصنف سرابو جو پہلی صدی مسیحی میں گزرا ہے اپنی کتاب میں اہل مقدونیہ کی شہادت کی بنا پر لکھتا ہے کہ ہندوستان کے عجائبات میں مر، ریشم اور گنے کا رس ہے۔ ریشم کیڑے ۳۰۴ء میں یورپ پہنچے جب کہ نسطوری راہب ان کیڑوں کے انڈے چھڑیوں میں چھپا کر لے گئے تھے۔ عنبر، عود، لوبان، مر اور گرم مسالوں کا استعمال بھی ان کی زندگی کی ضروریات میں داخل ہو چکا تھا۔ ان کی ضیافتی فضول خرچیوں کا عالم یہ تھا کہ قیصر کی ایک دعوت میں جس میں سلطنت کے کئی ہزار امیر اور سردار مدعو تھے الوان و اقسام کے کھانوں میں سے ایک کھانا محض موروں کی زبانوں کو بھون کو تیار کیا گیا تھا۔ رومی امرا اچھے اچھے کھانوں کے بہت شوقین تھے اور جب پیٹ بھر جاتا تھا تو حلق میں پرندے کا پر پھیر کر قے کر دیتے تھے تاکہ مزید کھانا کھانے کے لیے جگہ بن سکے۔ شراب بہت پیتے تھے اور بے حجاب عورتیں ان کی محفلوں کی زیب و زینت بنتی تھیں۔ تفریح کے لیے تھیٹر۔ ناٹک ناچ اور تماشے دیکھتے تھے اور امرا کی بڑی تفریح وہ دنگل تھے جن میں غلاموں، اسیروں اور بھوک کے ہاتھوں مجبور ہوکر اپنی جان بیچنے والوں کو ایک دوسرے سے لڑنے یا نہتے ہو کر شیروں، ہاتھیوں اور سانڈوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مجبور کیا جاتا تھا۔ عام لوگ زندگی کی صعوبتوں سے اتنے تنگ آ چکے تھے کہ اولاد کا پیدا ہونا ایک بھاری مصیبت خیال کرنے لگے۔ نہ ان کے گھر محفوظ تھے۔ نہ ان کی عزت کا کوئی لحاظ کیا جاتا تھا۔ انسان ہونے کے شرف کا احساس عوام کے دلوں سے یکسر زائل ہو چکا تھا۔ ان کیفیات کے باعث عوام میں روحانی بیقراری ترقی پذیر تھی۔ رومی بت پرست تھے اور عوام سے اپنے دیوتاؤں کی قیصروں کی پرستش کراتے تھے۔ ان مصیبتوں اور دنیا کی زندگی کی کلفتوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے انسان کی روح بے قرار تھی۔ یہ کیفیات نئے مذاہب کی ترویج و اشاعت کے لیے ممد ثابت ہوئیں۔ پہلے مصریوں کے عقائد جو اسکندریہ کے یونانیوں کے تازہ فکر کے باعث نئی صورت اختیار کر چکے تھے رومی سلطنت کے عوام میں پھیلے پھر عیسائیت کو فروغ حاصل ہونے لگا۔ جس کے پیغام میں آزردہ دل عوام کو روحانی تسکین کا سامان نظر آیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رومی امرا کو عیش و عشرت کا زیادہ سے زیادہ سامان جمع کرنے کا شوق تھا اس لیے انھوں نے عمرانیات میں ایک حد تک ترقی کی۔ شہر آباد کیے، منڈیاں بنائیں، بازار آراستہ کیے، سڑکیں تعمیر کرائیں، غلاموں کی محنت پر زراعت میں ترقی کی۔ بڑی بڑی جاگیریں قائم کیں۔ مندر بنوائے اور بیرونی تجارت کی حوصلہ افزائی کی جو دوسری قوموں کے ہاتھ میں تھی۔ اس زمانے میں جنوبی ہند (دکن) اور رومی سلطنت کے درمیان تجارتی تعلقات قائم ہو چکے تھے۔ عرب تاجروں کے جہاز ملیبار کی بندرگاہوں تک آتے تھے اور ہندستان کا تجارتی مال کو عرب لے جاکر کاروانوں اور قافلوں کے ذریعے فلسطین کی منڈیوں اور بندرگاہوں تک پہنچاتے تھے۔ وہاں سے رومی سلطنت تاجر یہ مال خرید لیتے تھے اور نفع دینے والی منڈیوں تک پہنچاتے تھے۔ قیصر آگسٹس اور قیصر ٹائبیریس کے طلائی اور تفرئی سکے دکن کے آثار قدیم سے دست یاب ہوئے ہیں جو ہندوستان اور رومی سلطنت کے باہمی تجارتی تعلقات کو ظاہر کر رہے ہیں۔ ان قیصروں کے عہد میں رومیوں نے بحیرہ قلزم کی راہ سے براہ راست دکن کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔ رومیوں کے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰ ق-م میں دکن کے ایک راجہ پینڈیون نے قیصر روم کو تحایف بھیجے تھے۔ رومی قیصروں نے دولت و ثروت حاصل کرنے کے وسائل کی طرف کسی قدر توجہ مبذول کی لیکن رومی عام طور پر علمی سرگرمیوں سے بیگانہ رہے۔ انھوں نے کبھی اپنی سلطنت سے باہر کی دنیا کا حال معلوم کرنے کی کوشش نہ کی۔ نہ اس دور میں نظری اور فکری بحثیں پیدا ہوئیں۔ علم طب کو بھی جسے یونانی حکیموں نے اپنے تجربوں سے کافی ترقی دی تھی رومیوں نے قابل اعتنا خیال نہ کیا۔ رومی قیصروں کے اس عہد میں تھوڑی بہت ادبی سرگرمیوں کی موجودگی کا سراغ ملتا ہے اور چند ادیب اور شاعر تلاش کیے جاسکتے ہیں جنھوں نے یونانی اور لاطینی زبان کو ترقی دی۔ رومی امرا کو کتب خانے بنانے اور کتابیں جمع کرنے کا شوق ضرور تھا۔ لیکن وہ انھیں پڑھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے تھے۔ سیسرو ایسے چند ایک مصلحین بھی پیدا ہوئے جنھوں نے رومیوں کے ظالمانہ اور وحشیانہ عادات و اطوار میں اصلاح کی کوششیں کیں۔

ایک سو قبل مسیح کے قریب وسط ایشیا کی پارتھی قوم نے جو ایران کے میدیوں اور پارسیوں کے بھائی بند ہی تھے ایران پر یلغار کرکے یونانیوں کے سلوکسی خاندان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا تھا اور ایران پر شہنشاہی اقتدار قائم کر لیا تھا۔ پارتھیوں کا یہ شاہی خاندان تاریخ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اشکانی کے نام سے موسوم ہے۔ سلیوکسیوں کے جانشین ہونے کے اعتبار سے ان کی سلطنت دریائے سندھ سے لے کر بحیرہ روم تک ہونی چاہیے تھی لیکن ایشیائے کوچک اور دریائے فرات کے مغربی ملکوں پر رومیوں کا اقتدار قائم ہو چکا تھا اور افغانستان میں بدھ مت کے پیرو افغانوں نے ایک الگ سلطنت قائم کر لی تھی جس کا مرکز پشاور تھا اور جس کی وسعت شرقاً غرباً بلخ و ہرات سے لے کر وسطی پنجاب تک اور شمالاً جنوباً چترال سے لے کر بحیرہ عرب تک پھیلی ہوئی تھی۔ ۳۰۰ق۔م میں ایک رومی جرنیل کراسس نامی نے دریائے فرات کو عبور کر کے ایران پر چڑھائی کی لیکن ایرانیوں کے لشکر نے جو پارتھیوں، پارسیوں اور سیتھنوں پر مشتمل تھا۔ رومی لشکر کو شکست فاش دی۔ اس تباہی آمیز شکست کے باعث رومیوں کے دلوں پر ایرانیوں کا رعب صدیوں قائم رہا اور رومی مدتوں پارتھیوں کے شور انگیز تیروں کا ذکر اپنے گھروں اور اپنی محفلوں میں کرتے رہے۔ ۲۲۷ء میں اشکانی خاندان کے آخری بادشاہوں کے ظلم و جور کے باعث ایران میں عام لوگوں نے بغاوت کا علم بند کر کے اس خاندان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ اردشیر نے جو عوام کی حمایت سے بادشاہ بنا ساسانی شاہی خاندان کی بنیاد رکھی اور زرتشتی دین کو از سر نو سرکاری مذہب قرار دیا۔ ۲۶۰ء میں اردشیر کے بیٹے شاپور اول نے شام پر چڑھائی کی اور انطاکیہ فتح کر کے رومیوں کے قیصر کو گرفتار کر لیا۔ شاپور اپنے پایہ تخت کی طرف واپس جا رہا تھا کہ ایک عرب بادشاہ کے ہاتھوں مارا گیا، جو رومیوں کا حلیف تھا۔ اس کے بعد شام اور ایشیائے کوچک کی سرزمین ایرانیوں اور رومیوں کے درمیان استخوان مخاصمت بنی رہی۔ ان ملکوں پر قبضہ جمانے کے لیے رومی قیصروں اور ایرانیوں کے شہنشاہوں کے درمیان وقتاً فوقتاً متعدد جنگیں رونما ہوئیں جن میں کبھی رومیوں کا پلہ بھاری رہتا اور کبھی ایرانیوں کو غلبہ حاصل ہو جاتا۔ ۲۹۷ء میں شاہ ایران شام اور ایشیائے کوچک کے پانچ صوبے جو رومیوں سے چھین رکھے تھے، قیصر روم کو واپس دے دیے ۳۶۳ء میں قیصر جووئین نے شاہ ایران کو خراج دیا اور جنگ سے نجات حاصل کی ۳۷۳ء میں قیصر ویلنز نے ایرانیوں سے لڑائی کی اور فتح پائی۔ رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان صرف ایشیائے کوچک، شام اور فلسطین کی سرزمینوں پر ہی قبضہ جمانے کے لیے لڑائیاں نہیں ہوتی تھیں بلکہ عرب کے قبائلی بادشاہوں میں اپنا اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لیے بھی حریفانہ کوششیں جاری رہتی تھیں۔ شام کی سرحد کے قریب بسنے والے عرب قبیلے رومیوں کے اور عراق کی سرحد پر مسکن عرب قبائل ایرانیوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیر اثر تھے۔ ۳۱۷ء میں قیصر قسطنطین اعظم نے عیسائیوں سے رواداری کرنے کی پالیسی اختیار کی اور عرب قبائل میں عیسائیت کی نشر و اشاعت کو اپنے اثر و رسوخ کی توسیع کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اس نئی پالیسی کے باعث رومی قیصروں کا اثر مصر سے نکل کر حبشہ تک پھیل گیا اور خود سلطنت ایران کے اندر عیسائی مذہب کے پیرو رومی قیصروں کے سلطنتی مقاصد کے ایجنٹ بننے لگے۔ شاہان ایران نے اپنی مملکت میں عیسائیوں کی کڑی نگرانی شروع کردی۔ ۳۳۷ء سے ۳۹۹ء تک ایران کے بادشاہ اسی پالیسی پر کاربند رہے لیکن رومیوں کے ساتھ صلح ہو جانے پر یزد جرد اول نے عیسائیوں سے پھر رواداری کا برتاؤ شروع کر دیا اور نسطوریوں کو اپنے مذہبی سلسلے کی تنظیم کی اجازت دے دی۔

شاہان ایران زرتشتی دین کے پیرو تھے۔ ساسانی بادشاہوں نے ژندو آستا کے ان بچے کھچے حصوں کو یک جا کرا کے محفوظ کیا جس کے نسخے اس وقت تباہ ہو گئے تھے جب اسکندر اعظم نے پارسی بادشاہوں کے شاندار محل واقعہ پرسی پولیس (قصر سوسن) کو نذر آتش کر دیا تھا۔ اس آتش زدگی میں قدیم شاہان ایران کی بہت سی قیمتی سوغاتیں جو آرٹ کی ترقی کی مظہر تھیں خاک سیاہ ہوگئی تھیں۔ اس وقت تک زرتشتی دین جو نور اور روشنی کو نیکی اور سچائی کے خدا ہورہ مژدہ (یزدان) کا مظہر اور ظلمت اور تاریکی کو بدی اور مکاری کے خدا (اہریمن) کا مظہر سمجھتا تھا، اپنی ابتدائی سادگی کو خیر باد کہہ چکا تھا۔ زرتشتی بت پرست نہ تھے لیکن آتش پرستی کی قدیم آریائی رسم پھر سے تازہ ہو چکی تھی۔ زرتشتی اپنی مذہبی رسموں کو ادا کرنے کے لیے آتش کدے اور معابد بنانے لگے تھے۔ جن میں قربانیاں دیتے تھے۔

مانی اور مزدک:

۲۱۶ء میں ایران کے شہر اکباتنہ میں ایک شخص مانی پیدا ہوا جس نے بڑا ہو کر اصفہان میں تعلیم حاصل کی اور ۲۴۲ء میں اپنے خیالات کی تبلیغ شروع کردی۔ ایران کی فضا کو ناموافق پاکر مانی نے ترکستان، ہندوستان اور چین تک کے ملکوں کی سیاحت کی اور ہر جگہ اپنے پیروؤں کی ایک تعداد پیدا کرلی۔ مانی کے پیغام کا لب لباب یہ تھا کہ یزداں خدا ہے اور اہریمن شیطان، میں یزداں کی طرف سے خلق خدا کی اصلاح کے لیے مامور ہوا ہوں۔ پہلے بھی خدا کے مامور آتے رہے ہیں لیکن ان کی تعلیم میں آمیزش کر دی گئی ہے۔ میری کوشش یہ ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرانے مامورین کی صحیح تعلیم کو ازسرنو جاری کروں۔ سفر سے واپس آنے کے بعد مانی نے ایران میں اپنے خیالات کی نشر و اشاعت کی مہم بڑے زور سے شروع کی اور بہت سے زرتشتیوں کو اپنا پیرو بنالیا۔ مانی اصفہان میں تھا کہ حکمرانوں کو اس کی بڑھتی ہوئی طاقت میں اپنے اقتدار کے لیے خطرہ نظر آنے لگا۔ چناں چہ اسے گرفتار کر لیا گیا اور سرکاری دین کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کے الزام میں اسے صلیب پر لٹکا کر موت کی سزا دی گئی اور اس کی کھال کھچوائی گئی۔ اس کے بعد اس کے پیروؤں پر تشدد کیا گیا اور ان کے سرکردہ اشخاص کو قتل کر دیا گیا۔ مانی کے سفر نامے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ترکستان اور افغانستان خانہ بدوش قبیلوں کے ملک نہیں تھے بلکہ ان میں شہر آباد تھے۔ جن میں عمرانی، تجارتی اور صنعتی سرگرمیاں رونق پر تھیں۔

مانی کے بعد عوام الناس کے خیالات میں نئی تحریک پیدا کرنے والا ایک اور شخص مزدک ظاہر ہوا جو قفقاز کا باشندہ تھا۔ قفقاز کی سرزمین ان دنوں شاہان ایران کے تسلط میں تھی۔ مزدک کی تحریک یہ تھی کہ دنیا کے سارے جھگڑے زر، زن اور زمین کو حاصل کرنے کے لیے ہوتے ہیں اس لیے اگر ان کی مساوی تقسیم کا اصول رائج کر دیا جائے تو کسی کو وجہ شکایت نہ رہے۔ مزدک غالباً پہلا سوشلسٹ تھا جس نے امیر و غریب کے فرق کو دور کرنے کی ضرورت کا احساس کیا۔ مزدک کے خیالات تفصیلی صورت میں محفوظ نہیں رہے۔ ورنہ ان سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ وہ سوسائٹی کا نظام کیسے اصولوں کی بنا پر مرتب کرنے کا خواہاں تھا۔ مزدک نے بھی اپنے پیروؤں کی کافی تعداد جمع کر لی لیکن سلطنت کے مضبوط ہاتھ نے اس تحریک کو دبا دیا۔ مزدک اور اس کے پیروؤں کو گرفتار کر کے ان پر بہت سختیاں کی گئیں۔ چھٹی صدی مسیحی میں ایران کے اندر چار مذاہب کے پیرو کافی تعداد میں موجود تھے۔ (۱) زرتشتی آتش پرست (۲) نسطوری عیسائی (۳) مانی کے پیرو (۴) مزدکی۔

ایران کے ساسانی خاندان کے شہنشاہوں کا طرز حکمرانی رومی قیصروں کے طرز حکومت سے چنداں مختلف نہ تھا۔ حکمران طبقہ کے لوگ یہاں بھی عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے اور عوام غریب محنت و مشقت کر کے امرا کے لیے عیش کا سامان مہیا کرتے تھے لیکن ایرانی رومیوں کی نسبت کم ظالمانہ طبیعت رکھتے تھے۔ غلاموں اور جنگی اسیروں کے ساتھ رومیوں کی نسبت زیادہ اچھا سلوک کرتے تھے۔ ایرانی، عیسائی طبیبوں اور یونانی کاری گروں کو قدر کی نگاہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دیکھتے تھے اور ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ ان سے لڑ کر یونانی عالموں اور ہنر مندوں کو پکڑ لائیں اور اپنے ہاں ان سے کام لیں۔ شاہان ایران ایسے اسیروں سے جو کسی نہ کسی اعتبار سے ہنر مند ہوتے تھے فیاضانہ سلوک کرتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرب اور حبشہ

اس دور میں عرب اور حبشہ کی بادشاہیوں کے حالات تاریخی روشنی میں آئے۔ عرب ازمنہ قدیم سے خانہ بدوش قبائل کی سرزمین چلی آرہی تھی جس کے گردوپیش مصر اور عراق کے تمدن کی عمارتیں تعمیر ہوئیں اور زمانے کے انقلابات میں سے گزرتی رہیں۔ عرب کے خانہ بدوش قبیلوں کے سردار شیوخ یا ملوک کہلاتے تھے۔ ان قبیلوں نے عرب کی چراگاہیں جن میں وہ اونٹ، بھیڑ اور بکری کے گلے پال سکتے تھے، آپس میں بانٹ رکھی تھیں۔ عرب قدیم زمانے سے مصر عراق اور شام کی متمدن آبادیوں کے ساتھ اپنے ہاں کی پیداوار لوبان مر، قہوہ اور دوسری جڑی بوٹیوں کی تجارت کرتے چلے آرہے تھے۔ عام طور پر عربستان کی زندگی کا حال صدیوں سے یہی چلا آتا تھا لیکن جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مغرب میں اور جنوب میں جو خطہ یمن، عدن اور حضر موت کے اضلاع پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک ہزار ق۔م کے وقت یا اس سے پہلے سے ایک متمدن مملکت قائم ہوچکی تھی۔ جس کا نام سبا تھا۔ سبا کا ذکر یہودیوں کی کتابوں اور اشوریوں کے کتبوں میں آیا ہے یہ اسی کی ملکہ تھی جس نے ایک ہزار ق۔م کے قریب یہودیہ کے شوکت و تجمل والے بادشاہ سلیمان کی اطاعت کا دم بھرا تھا اور یہودیوں کا مذہب قبول کر لیا تھا۔ پانچویں صدی مسیحی میں جب مشرق ادنےٰ میں رومی قیصروں اور ایرانی شہنشاہوں کے درمیان اپنے حلقہ اثر و اقتدار کو بڑھانے کے لیے حریفانہ کش مکش جاری ہوئی قبیلے شام کی سرحد کے قریب رہتے تھے وہ رومیوں کے زیر اثر آگئے اور عراق کی سرحد پر کے عرب قبیلے ایرانیوں کے حلیف بن گئے۔ مملکت سبا کے متمدن عربوں کی اہمیت ان دونوں سلطنتوں کی نظر میں اس لیے بہت بڑھ گئی کیوں کہ یہ لوگ ایک بڑی تجارتی شاہراہ پر بیٹھے تھے۔ ہندوستان اور چین کا تجارتی مال جو بحری رستے سے کشتیوں پر آتا تھا انھی کے ہاتھوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے گزرتا تھا اور سبا والوں کے تاجر اس مال کو خرید کر یمن سے فلسطین کی منڈیوں تک پہنچانے کا بندوبست کرتے تھے۔ اس تجارت کے باعث نیز اپنے ہاں کی قیمتی پیداوار لوبان اور مر کی تجارت کے باعث مملکت کے سب لوگ بہت خوش حال تھے۔ اپنی بستیوں کو سیراب کرنے کے لیے انھوں نے عدن کے قریب کی پہاڑیوں میں مآرب سے چند میل کے فاصلے پر بند لگا کر ایک بہت بڑا ذخیرہ آب تعمیر کر رکھا تھا جسے وہ عرم کہتے تھے۔ یہ بند ۲۴۷ء سے ۴۰۰ء تک کے عرصہ میں ٹوٹ کر اس سیل کا باعث بنا جس نے سبا والوں کے تمدن کو تباہ کر دیا۔ عرم کا بند شکستہ حالت میں آج بھی موجود ہے۔ اس بند کے آثار سبا کے قدیمی ترقی یافتہ تمدن کی شہادت دے رہے ہیں۔

سبا والوں نے آبنائے باب المندب کو عبور کر کے شمال مشرق افریقہ کے زرخیز خطہ حبشہ میں بھی اپنی نو آبادی قائم کر لی تھی جو وقت گزرنے پر وہاں ایک جداگانہ مملکت کی صورت اختیار کر گئی۔ چوتھی صدی مسیحی کے آغاز میں جب رومی قیصر قسطنطین نے دین مسیحی کو اپنی شہنشاہی اغراض کا آلہ بنانے کی پالیسی اختیار کی حبشہ میں عیسائیت پھیل چکی تھی۔ چناں چہ اسکندریہ کے چرچ کی ایک شاخ حبشہ میں قائم ہو گئی۔ اس وقت سے حبشہ کے عیسائی حکمران مذہبی تعلق کے باعث رومی قیصروں کے زیر اثر آ گئے۔ چھٹی صدی مسیحی میں یعنی ۵۰۰ء کے بعد جب رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان پے در پے جنگوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا تو رومیوں نے حبشہ والوں کو اکسایا کہ وہ مملکت سبا پر حملہ کر کے یمن میں اپنا تسلط قائم کر لیں اس وقت تک نجران کے علاقے میں جو یمن سے مشرق کی جانب واقع ہے عیسائیت پھیل چکی تھی اور نجران کے عیسائی حبشہ والوں کے حلیف بن گئے تھے۔ یمن کے یہودی سردار ذونواس نے یہ دیکھ کر [illegible] پر حملہ کیا اور نجران کے عیسائیوں کو شکست دے کر نجران کے سید حارث کو قتل کر دیا۔ ذونواس نے نجران میں ایک خندق کھدوا کر اس میں آگ جلائی اور ایسے عیسائیوں کو جو مرتد ہونے کے لیے تیار نہ تھے اس آگ میں ڈلوا کر ختم کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد حبشہ والوں نے یمن پر چڑھائی کی اور ذونواس اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر کے یمن پر قبضہ جما لیا۔ اس کام میں قیصر روم کے بحری بیڑے نے حبشہ والون کی امداد کی۔ یہ واقعات ۵۲۲ء تک ظہور پذیر ہو چکے تھے۔ شاہ حبشہ کے دوسرے نائب ابرہہ نے عرم کے بند کی مرمت کرائی اور وہاں پتھر پر ایک کتبہ تحریر کرایا جس سے اس کا عیسائی ہونا ظاہر ہے۔ اسی ابرہہ نے ۵۷۰ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکہ پر چڑھائی کی تھی۔ ابرہہ کا ارادہ یہ تھا کہ کعبہ کو مسمار کر دے جس میں عربوں کے بت رکھے ہوئے تھے اور جہاں دور دور کے عرب چڑھاوے چڑھانے کے لیے آیا کرتے تھے۔ روایت ہے کہ ابرہہ کے لشکر پر ابابیلوں کے ایک جھنڈ نے کنکریاں گرائیں جنھیں ابابیل کہیں سے اپنی چونچوں میں اٹھا کر لائے تھے۔ کنکریوں کی اس بارش سے ہاتھی گھبرائے جنھوں نے اپنے ہی لشکر کو پاؤں تلے روند ڈالا اور ابرہہ کو ناکام واپس لوٹنا پڑا۔ ابرہہ کی خواہش یہ تھی کہ عرب لوگ مکہ کے کعبہ میں چڑھاوے نہ چڑھایا کریں بلکہ اس نجران کے کعبے میں آیا کریں جو وہاں دیر سے موجود تھا۔ عربوں میں یہ سال عوام عام الفیل کے نام سے مشہور ہوا۔ اس واقعہ کا ذکر مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن مجید میں آیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گندھارا کی سلطنت

۱۸۰ ق-م کے قریب وسط ایشیا (ملک تاتار و خطا) کی ایک بدوی قوم یہیو چی ملک خطا سے نقل مکانی کرتی ہوئی ترکستان اور افغانستان کی چراگاہوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئی کیوں کہ اس وسیع خطے کی ایک اور بدوی قوم انگ نو جو بعد میں ہن کہلائی اس سرزمین میں طاقت پکڑنے لگی تھی یہیو چی قوم کے ایک سردار کادفس اول نے ۴۰ء میں شاہی اقتدار حاصل کر کے پشاور میں کوشانی خاندان کی بنیاد رکھی اور پنجاب اور افغانستان کے ملکوں کو اپنے زیرنگیں کرلیا۔ اس کے ایک جانشین کادفس دوم نے ۸۰ء میں اپنی سلطنت کو مشرق کی طرف بنارس تک وسعت دی اور جنوب کی طرف سیستان، بلوچستان، سندھ، راجپوتانہ، کاٹھیاواڑ کو سر کر کے ہندوستان میں ایران کے پارتھیوں کے اقتدار کا خاتمہ کیا۔ اسی خاندان کے ایک اور بادشاہ کنشک نے شمال مشرق میں چینی ترکستان کو اور شمال مغرب میں خراسان کے ملک کو بحیرہ خزر تک سر کیا اور کوشانی خاندان کے اقتدار کو بہار سے لے کر بحیرہ خزر تک اور چینی ترکستان سے لے کر کاٹھیاواڑ تک وسعت دی۔ کنشک اعظم بہت بڑی شان و شوکت کا پرجوش رکھنے والا بادشاہ تھا۔ اشوک اعظم کی طرح یہ بادشاہ بھی بدھ مت کا پرجوش پیرو اور مبلغ ہو گزرا ہے۔ اس بادشاہ نے دوآبہ جالندھر میں بدھ مت کے پیروؤں کی ایک بہت بڑی کونسل منعقد کی۔ اس وقت تک بدھ مت کے پیروؤں میں بدھ کی مورتی کی پوجا کا رواج بہت زور پکڑ گیا تھا۔ لہٰذا کنشک کے عہد میں سنگ تراشی کے فن کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ جابہ جا بدھ کے مجسمے تراش کر نصب کیے گئے۔ پتھر کے علاوہ سونے اور چاندی کے بڑے بڑے مجسمے بھی بنائے جاتے تھے۔ کوشانی خاندان کے بادشاہوں اور خاص کر کنشک کے عہد کے بنے ہوئے بہت سے آثار اس وسیع سلطنت کے مختلف حصوں سے برآمد ہوئے ہیں۔ ہامیان افغانستان کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھدائی سے بدھ کا ایک مجسمہ ملا ہے جس کی اونچائی ساٹھ فٹ ہے۔ اس کے علاوہ کوشانی خاندان کے بادشاہوں کے بہت سے سکے بھی ملے ہیں جو دنیا کے عجائب گھروں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ کنشک اعظم کا عہد حکمرانی ۱۲۵ء سے ۱۵۳ء تک تھا۔ دوسری صدی مسیحی میں وسط ایشیا سے ہنوں کی ایک اور بدوی قوم کا ریلا اٹھا جس نے ۲۲۶ء میں نہ صرف یہچیوں کی گندھارا سلطنت کا خاتمہ کر دیا بلکہ جنوبی ہند کی اندھرا سلطنت اور جنوب مغربی ہند میں ایران کے پارتھیوں کی سلطنت کو بھی پامال کر ڈالا۔ اس قوم کا نام ساکا تھا اس کے ساتھ سیتان کی پلاوا قوم بھی شامل تھی۔ ان دونوں قوموں کے سرداروں نے مشرقی ایران، سیتان، بلوچستان، سندھ، گجرات، کاٹھیاواڑ میں جاگیریں قائم کر کے وسیع سلطنت بنائی اور دکن کی طاقت ور اندھرا سلطنت کو تاراج کیا۔ کوشانی قوم کے بادشاہ صرف کابل اور ہرات کے علاقوں پر قابض رہ سکے کیوں کہ پنجاب کی سرزمین کو مگدھ دیش کے ایک نوخیز شاہی خاندان نے سر کر کے ہندوستان میں شامل کر لیا تھا۔

ہندوستان کا طلائی عہد:

چوتھی صدی مسیحی میں شمالی ہند کی سرزمین ہنوں کے پے در پے حملوں کا تختہ مشق بن رہی تھی لیکن وسط ہند میں کوشانی خاندان کے زوال اور خاتمہ کے بعد گپتا خاندان کی ایک سلطنت قائم ہوگئی۔ یہ خاندان ۳۱۸ء سے ۶۰۰ء تک برسر اقتدار رہا۔ اس خاندان کے ابتدائی دو بادشاہوں نے نربدا اور بندھیا چل کے شمال میں سارے ہندوستان کو سر کر کے ایک شان دار سلطنت بنائی دوسرے بادشاہ سمعدرا گپت نے دکن کی سرزمین کو تاراج کیا اور وہاں کے راجاؤں کو مطیع بنایا۔

اس خاندان کا ایک مشہور بادشاہ چندر گپت بکرماجیت نامی ہوا ہے۔ جس نے ۳۷۰ء سے لے کر ۴۱۳ء تک حکومت کی۔ اس بادشاہ کے عہد میں ہندوستان میں برہمنوں کو بہت عروج حاصل ہوا۔ بدھ مت کے مقابلے میں قدیم برہمنی مت فروغ پانے لگا۔ سنسکرت زبان کو ازسرنو رائج کیا گیا اور ترقی دی گئی۔ پرانوں اور دوسری مذہبی کتابوں پر نظر ثانی کی گئی۔ سنسکرت کا مشہور آفاق ڈراما نویس کالی داس اسی بادشاہ کے عہد میں گزرا ہے۔ بکرماجیت اور اس کے جانشین شمالی ہند سے ہنوں کو بے دخل کرنے کے لیے پیہم لڑائیاں لڑتے رہے۔ آخر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۲۸ء میں راجہ نرسم ہا گپتا اور پنجاب کے ایک بہادر سردار یسودھرمن نے ہنوں سے جنگ کر کے ان کے بادشاہ مہر گل کو پنجاب سے نکال دیا۔ گپتا خاندان کے زوال پر ہندوستان پھر طوائف الملوکی کا شکار ہوگیا لیکن ۶۰۶ء سے ۶۴۸ء تک شمالی ہند کے ایک راجا ہرلش چندر نامی نے دوسرے راجاؤں کو مطیع کر کے ایک وسیع سلطنت قائم کی جو بنگال سے لے کر پنجاب تک پھیلی ہوئی تھی۔ دکن میں متعدد ریاستیں بن گئیں تھیں جن میں مہاراشٹر کی ریاست جس پر چالوکیہ خاندان کے راجے حکمرانی کرتے تھے بہت ممتاز سمجھی جاتی تھی۔

کوشانی خاندان کے عہد میں سنگ تراشی کے آرٹ نے بہت ترقی کی۔ بدھ کی مورتیاں کثرت سے بنائی گئیں اور پتھروں پر نیز دھات کی تختیوں پر بدھ کی زندگی کے حالات و مناظر تصاویر کی صورت میں کندہ کیے گئے۔ اس دور کا آرٹ گندھارا اسکول کے نام سے موسوم ہے جس کے نمونے کابل، لاہور، دہلی اور کلکتہ کے عجائب گھروں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ بعد کے گپتا دور کا آرٹ صفائی، اظہار اور سبکدستی کے اعتبار سے بہت ترقی یافتہ ہے۔ اگرچہ یہ ہندستان کا اپنا آرٹ ہے لیکن اس میں قدیم ایرانی، یونانی اور اشوری آرٹ کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔ بدھ مت کے پیروؤں کے علاوہ برہمنی مت کے پیروؤن نے بھی مورتیاں بنائیں اور ۴۱۳ء میں چندر گپت ثانی نے دہلی کے قریب مہرولی میں ایک لوہے کی لاٹھ نصب کرائی جس پر اس کے نام کا کتبہ درج ہے۔ لاٹھ اب تک موجود ہے۔ گپتا خاندان کے بادشاہوں کے زمانے مین ہندوستان میں فن تعمیر کو بھی بہت فروغ حاصل ہوا بڑے بڑے مندر، محل اور قلعے تعمیر ہوئے۔ سنگ تراشی کے فن کو بہت ترقی حاصل ہوئی اور دیوتاؤں کی مورتیاں بہت اچھی بننے لگیں۔ چینی سیاح فاہیان کے بیان سے جو ہندوستان میں سے چندر گپت بکرما جیت کے عہد میں گزرا، ظاہر ہوتا ہے کہ گپتا بادشاہوں کے عہد میں ملکی انتظامات بہے اچھے پیمانہ پر چلائے جا رہے تھے۔ ملک میں امن و امان تھا۔ سزائیں معمولی دی جاتی تھیں۔ لوگوں سے ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا فوج اور ملکی انتظام کے مصارف راجا کی اپنی جاگیروں سے ادا کیے جاتے تھے۔ لوگ بہت خوشحال اور فارغ البال تھے۔ چنڈالوں کو چھوڑ کر باقی لوگ نہ گوشت کھاتے تھے نہ شراب پیتے تھے۔ بادشاہ کی طرف سے محتاج خانے قائم تھے۔ گداگری کا نام تک نہ تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چین کی سلطنت کا پھیلاؤ

۲۳ء میں چین کا شہنشاہی اقتدار دوسرے ہان خاندان کے ہاتھ میں منتقل ہو گیا تھا اس خاندان کے عہد میں چینیوں نے دیوار اعظم کے شمال میں پاؤں پھیلانے شروع کر دیے جو ۳۵۰ق-م کے قریب چین کے بادشاہ شی ہوانگ ئی (شاہ عالم) نے اپنے ملک کو شمالی میدانِ اعظم کی وحشی اور بدوی اقوام کے حملوں سے بچانے کے لیے تعمیر کرائی تھی۔ اس دیوار کی تعمیر کے بعد شمالی میدان اعظم کے گھوڑے پالنے والے خانہ بدوش قبیلوں کا رخ مغرب (یورپ) اور جنوب (ایران و ہندوستان) کی طرف پھر گیا تھا اور ایران کی شمالی سرحد ان کے حملوں سے محفوظ ہو گئی تھی۔ ان قبیلوں کا زور مغرب کی طرف منتقل ہو جانے کے باعث چینیوں کو دیوار اعظم کے پار چاؤ نے وسط ایشیا کے میدانوں کو ان جنگجو قبیلوں کی رکاوٹ سے پاک پایا کیوں کہ ان دنوں ان کا زور ہندوستان۔ ایران اور یورپ کی طرف منتقل ہو رہا تھا۔ یان چاؤ نے اس موقع کو غنیمت جان کر بحیرہ خزر تک یلغار کی جہاں سے اس نے اپنے جاسوس مغرب کی طرف رومیوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجے۔ جاسوسوں کی رپورٹ سننے کے بعد یان چاؤ کو آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ اپنی فوج لے کر واپس چلا گیا۔ ۱۶۴ء سے ۱۴۰ء تک چین طاعون کی عالم گیر وبا کا شکار ہو کر تباہ ہو گیا۔ یہ وبا اتنی عالم گیر تھی کہ ایشیا اور یورپ کے سارے متمدن ملکوں میں پھیل گئی۔ آبادیوں کی آبادیاں تباہ ہو گئیں۔ ہان خاندان کے حکمرانوں کے لیے ملک کا انتظام کرنا دشوار ہو گیا ۲۲۰ء میں ہان خاندان کے شہنشاہی اقتدار کا خاتمہ ہو گیا اور چین کے اندر طوائف الملوکی پھیل گئی۔ یہ طوائف الملوکی ۶۱۹ء تک جاری رہی لیکن اس دور میں چینیوں کی ثقافتی وحدت برابر قائم رہی اور چینیوں نے فنون لطیفہ میں کافی ترقی کی۔ اس دور میں چین کے لوگ بہت صفائی پسند ہو گئے اور مکانوں کی تزئین کرنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگے۔ اسی دور میں چینیوں نے نقاشی اور مصوری کے اعلیٰ نمونے تیار کیے۔ اچھی اچھی عمارتیں بنائیں۔ برتنوں پر نقاشی کے کام کو ترقی دی۔ کپڑا چھاپنے کے لیے لکڑی کے بلاک تیار کیے۔ چینیوں کا قدیم تمدن اور ان کے سماج کی ساخت ایسی تھی کہ چینی قرضے کی وبا سے محفوظ رہے، جو اس دور میں رومیوں کی سلطنت کے اندر انسانوں کے لیے لعنت کا موجب بن چکی تھی۔ چینی سکوں کا استعمال محدود صورتوں میں محض اشد ضرورت کے وقت کرتے تھے۔ عام لین دین اجناس کے تبادلہ سے ہوتا تھا اور وہ زر و سیم کے بجائے حقیقی ثروت یعنی اجناس اور ساز و سامان کے رکھنے کو ترجیح دیتے تھے۔ چین غلامی کی لعنت سے بھی بچا رہا۔ جسے اس عہد کے رومیوں نے درجہ کمال تک پہنچا دیا تھا۔ چوتھی صدی میں ہن قوم کے قبائل نے دیوار اعظم کو عبور کر کے شمالی چین پر قبضہ کر لیا۔ ہنوں کا اقتدار اس وقت مانچوریا اور سائے بیریا سے لے کر یورپ میں دریائے رائین اور دریائے ڈینیوب تک چھایا ہوا تھا۔ جنوبی چین میں سوئی خاندان کے بادشاہ حکومت کر رہے تھے جو شستہ علمی ذوق رکھنے والے لوگ تھے۔ اس عہد میں چینیوں کی ادبی سرگرمیاں بھی خوب جاری رہیں اور بڑے اچھے اچھے شاعر پیدا ہوئے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ چھٹی صدی مسیحی کے آغاز میں یعنی ۵۰۰ء کے بعد چینیوں نے چائے دریافت کی اور اس کے استعمال کو ترقی دی۔ چائے کی پیالی کی تعریف میں شاعروں نے نظمیں لکھیں جن میں ان کیفیات کو جو چائے پینے کے بعد انسان کی طبیعت پر طاری ہوتی ہیں بڑی لطافت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمالی میدانِ اعظم کی وحشی اقوام

شمالی میدانِ اعظم کی سرزمین اسی وقت سے نوع انسانی کی نئی نئی نسلوں کی پرورش کا گہوارہ ثابت ہو رہی ہے جب سے کہ اس کے حالات آثار و قرائن سے تاریخ کے صفحات کی زینت بننے لگے ہیں۔ دس ہزار ق۔م سے پانچ ہزار ق۔م تک کے دور میں اس میدان اعظم کے اسپ خور قبیلے یورپ کی سرزمین میں فرانس اور ہسپانیہ تک یلغاریں کرتے ہوئے نظر آچکے ہیں اس کے بعد تین ہزار ق۔م سے ایک ہزار ق۔م تک کے زمانے میں وسط ایشیا کی آریہ قومیں یورپ۔ جنوب مغربی ایشیا۔ ایران اور ہندوستان کی سرزمینوں پر قبضہ جماتی ہوئی دکھائی دے چکی ہیں۔ ایک ہزار ق۔م کے بعد اسی میدان اعظم سے سیت (سیتھین) اٹھتے ہیں اور بلقان، ایشیائے کوچک، ایران اور ہندوستان کو تاراج کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ولادت مسیح سے ایک صدی پہلے اسی میدان اعظم سے پارتھی نکلتے ہیں اور ایران کی سرزمین پر چھا جاتے ہیں اور ہن ان سے ڈیڑھ سو سال پہلے چینیوں کو اپنے حملوں سے اتنا پریشان کرتے ہیں کہ انھیں اپنی حفاظت کے لیے دیوار اعظم تعمیر کرنی پڑتی ہے۔

نوع انسانی کی مختلف نسلوں کی پرورش کرنے والا یہ بڑا گہوارہ یعنی شمالی میدان اعظم آریہ اقوام کے متمدن ملکوں کی طرف منتقل ہو جانے کے بعد نئی نئی قوموں کی پرورش کر رہا تھا جو زمانہ قدیم سے اس کے دامن میں اپنے اپنے ماحول کے مطابق خانہ بدوشی اور جفاکشی کی زندگی بسر کر رہی تھیں اور مختلف دوروں اور ملکوں میں مختلف ناموں سے موسوم ہوئیں، یہ قومیں گھوڑے، مویشی اور بھیڑیں پال کر گزارا کرتی تھیں اور چراگاہوں کی تلاش میں شب و روز سرگرداں پھرتی تھیں سائے بیریا کے برفانی جنگلوں میں بسنے والی قوموں کو زندہ رہنے کے لیے 'رین ڈیئر' ریچھ اور دریائی بچھڑوں کا شکار بھی کرنا پڑتا تھا دن رات انھیں اور ان سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنوبی اقطاع یعنی منگولیا اور ترکستان میں بسنے والے لوگوں کو موسم کی شدتوں اور تیز و تند آندھیوں سے واسطہ پڑتا تھا۔ اس قسم کی کیفیات نے انھیں بڑا جفاکش، صابر، تندخو اور جنگ جو بنا دیا تھا اور جب ان کی تعداد بڑھ جاتی تھی یا موسمی تبدیلیوں کے باعث ان کی چراگاہیں ان کے جانوروں کو کافی تعداد میں پالنے سے جواب دے دیتی تھیں تو وہ پھرتے پھراتے آباد ملکوں کا رخ کر لیتے تھے جہاں انسان زراعت کاری کے بل پر فرواں خوراک پیدا کرتے تھے اور بڑے آرام کی زندگی بسر کرتے نظر آتے تھے۔

۲۵۰ء کے بعد جب چینی دیوار اعظم بنا کر ان قوموں کے حملوں سے محفوظ ہو گئے تو ان خانہ بدوش قبائل کی رو مغرب اور جنوب کے ملکوں کی طرف بہنے لگی۔ عام حالات میں یہ قبیلے ایک دوسرے کو آگے دھکیلتے ہوئے بڑھتے تھے لیکن بسا اوقات کوئی قبیلہ اپنی جنگی طاقت کے بل پر دوسرے قبائل کو چیرتا ہوا اور انھیں اپنے ساتھ لیتا ہوا آگے نکل آتا تھا۔ شمالی میدان اعظم کے بدوی قبائل کی اس تازہ نقل و حرکت کا اثر ایک سو ق۔م کے قریب ایران پر پارتھی قوم کے حملے کی صورت میں ظاہر ہوا جو سلیوکسیوں کے اقتدار کا خاتمہ کر کے اس سر زمین پر قابض ہو گئی۔ دوسرا اثر ہندوستان کی سرزمین نے محسوس کیا جس پر حیاطلہ یا یہیو چی نام قبیلہ کے لوگوں نے ۱۴۰ء اور ۱۵۰ء کے درمیان یلغاریں کیں۔ یہ ہن پامیر کی سطح مرتفع سے نیچے اتر کر چترال کی راہ سے ہندوستان میں داخل ہوئے اور ہزارہ جات کی راہ سے پنجاب کی سر زمین کو پامال کرتے ہوئے بنارس تک جا پہنچے۔ ان حملہ آوروں کی تعداد زیادہ نہ تھی اس لیے ہندوستان کی سر زمین نے انھیں بھی پہلے آنے والی قوموں کی طرح اپنے دامن مین پناہ دی اور ان کی کافی تعداد یہیں دوسروں کے ساتھ گھل مل کر رہ گئی۔ کچھ یہیو چی واپس چلے گئے۔ باختر، کافرستان اور ترکستان کی یونانی ریاستوں کا خاتمہ یہیو چیوں کے ہاتھ سے ہوا جن کی جگہ یہیو چی سرداروں نے اپنی جاگیریں قائم کر لیں۔ یہیو چیوں کے متعلق بعض مورخین نے یہ رائے بھی ظاہر کی ہے کہ وہ آریہ نسل کے لوگ تھے جو شمالی میدان اعظم میں باقی رہ گئی تھی لیکن بعض پرانے مورخ انھیں ترک ظاہر کرتے ہیں پہلی صدی مسیحی میں مانچوریا کی ایک قوم تنگوس نے تاتار اعظم کے ہنوں (ہی انگ نو) قوم کے لوگوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا اور نفتالیوں اور یہیو چیوں کی طرح مغرب کی طرف نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ہنوں کے یہ لشکر تاتار اور منگولیا سے جو پہلے چلے تو وسط ایشیا کے میدانوں کو روندتے ہوئے اور بحیرہ خزر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے شمال سے گزر کر وسطی روس کو پامال کرتے ہوئے ہنگری کی سرزمین تک پہنچ گئے۔ ۳۵۰ء تک یورپ میں ہنوں کا اقتدار مغرب میں جرمنی تک اور جنوب میں دریائے ڈینیوب تک یعنی رومی سلطنت کی شمالی سرحد تک پھیل گیا تھا۔ ۴۰۰ء کے بعد ہنوں کا ایک بادشاہ اطیلہ نامی بہت عظمت و شہرت کا مالک گزرا ہے۔ اس بادشاہ نے یورپ کو فرانس کی سرزمین تک تاراج کیا اپنی سلطنت کی مغربی حد دریائے رائین کو قرار دیا۔ مشرق میں اس کی مملکت آبنائے بیرنگ اور بحیرہ جاپان تک پھیلی ہوئی تھی۔ گویا اطیلہ سارے شمالی میدان اعظم کا فرمانروا تھا۔ اطیلہ کے لشکروں نے فرانس کی طرح شمالی اٹلی کی سرزمین کو بھی تاراج کیا اور قسطنطنیہ کے بازنطینی رومی قیصروں پر اپنی ہیبت کا سکہ بٹھایا۔ اطیلہ نے ایک دفعہ قسطنطنیہ پر بھی چڑھائی کی۔ ٹرائیس کے مقام پر جنگ ہوئی جس میں قیصری فوج کا پلہ بھاری رہا لیکن قیصرہ نے اطیلہ کو بہت سے تحائف بھیج کر اس کے ساتھ صلح کرلی اور ایک بازنطینی شہزادی ہنوریا نامی کو اطیلہ کے ساتھ منسوب کر دیا۔ اطیلہ نے ہنوریا کو انگشتری بھیجی لیکن اسے بیاہ کر اپنے ساتھ لے جانے کے لیے قسطنطنیہ نہ آیا۔ ہنوریا عمر بھر اپنے آپ کو اطیلہ کی بیوی سمجھتی رہی اور اطیلہ بھی اسے اپنی بیوی سمجھتا تھا لیکن عمر بھر دونوں کی ملاقات نہ ہوسکی۔ اطیلہ نے چین کے شہنشاہ سے بھی معاہدہ کیا اور پاپائے روم سے بھی صلح کی۔ اطیلہ ۴۵۳ء میں فوت ہوگیا اور اس کی وسیع سلطنت متعدد ٹکڑوں میں منقسم ہوگئی۔ ہنوں کو رومیوں اور وزگاتھوں نے جرمنی کے ایک مقام جیلون پر ۴۵۱ء میں شکست دے کر روکا جو یورپ کی سرزمین کو تاراج کرنے کے لیے آگے بڑھ رہے تھے۔

اطیلہ کی وفات سے پچیس سال بعد ۴۷۸ء کے قریب وسط ایشیا میں سفید ہن نمودار ہوئے جو افتالی کہلاتے تھے۔ ان افتالیوں نے چترال کی راہ سے ہندوستان پر حملہ کیا اور پنجاب میں اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ افتالیوں کے سردار کا نام مہرگل تھا۔ جس کے ساتھ ۵۲۸ء مین ہندوستان کے راجاؤں نے نرسم ہا گپتا اور بسودہرمن کی قیادت میں جنگ کی اور انھیں پنجاب کی سرزمین سے نکال دیا۔ ۵۶۰ء میں ترکوں اور ایرانیوں نے مل کر افتالیوں کو دریائے جیحوں کے کنارے شکست دی اور ان کی جمعیت کو تتر بتر کردیا۔ اس وقت ایران میں خسرو نوشیروان عادل حکمران تھا اور ترک شمالی میدان اعظم کی ایک نئی جنگ جو قوم تھے جو بعد کی صدیوں میں تاریخ عالم کے کئی اہم باب بڑھانے کا موجب بنے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغرب کی طرف ہنوں کی یلغار کی نشان دہی ایک خاص نوعیت کے قد آدم کے برابر تراشے ہوئے پتھر کے بت کر رہے ہیں جو شمالی میدان اعظم میں جابجا ہنوں کے قبرستانوں میں نصب ہیں۔ ان سب کی شکلیں یکساں ہیں اور ان سب کے منہ مشرق کی طرف ہیں۔ علمائے تحقیق ابھی تک اس امر کا اندازہ نہیں لگا سکے کہ ان بتوں کو نصب کرنے کا مقصد کیا تھا۔ ان بتوں کو لوگ ''پتھر کے باوے'' کہہ کر پکارتے ہیں۔

تاتار میں تنگوس :

پہلی صدی مسیحی کے آغاز میں شمالی میدان اعظم کی بدوی اقوام جو چین کی شمالی سرحد پر آباد تھیں اپنے بادشاہوں کے زیر سرکردگی آزادانہ زندگی بسر کر رہی تھیں۔ سلطنت چین کے مدبروں کی ریشہ دوانیوں کے باعث حکمران قوم (ہی انگ نو یا ہن) دو ٹکڑوں میں منقسم ہو چکی تھی۔ جنوبی حصے کے سردار (جینوئی) شاہنشاہ چین کے وظیفہ خوار اور خدمت گذار بن چکے تھے اور شمالی حصے کے سردار آزاد تھے۔ ۸۷ء میں مانچوریا کی تنگوس قوم نے شمالی ہنوں کو شکست دی ان کے بادشاہ کی کھال کھچوائی اور انھیں مغرب کی طرف دھکیل دیا۔ ۱۷۷ء میں تنگوسوں نے چینیوں اور جنوبی ہنوں کو شکست دی۔ ان لڑائیوں کے باعث تاتار (شمالی میدان اعظم) سے نکل کر مغرب کے میدانوں کی طرف جانے لگے تاتار اعظم میں تنگوسوں کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ تنگوس منگولیا کے مشرقی پہاڑوں اور شمالی مانچوریا کے باشندے تھے۔ بہت سی عادات میں ہنوں سے ملتے جلتے تھے لیکن بعض خصائل میں ان سے ممتاز متمیز تھے۔ تنگوس سر پر بودی رکھتے تھے اور سور پالتے اور کھاتے تھے۔ ان سب کا نسب نامہ ماں سے چلتا تھا۔ باپ یا بھائی کو مارنا ان کے ہاں عیب نہ تھا البتہ ماں کو ایذا دینا بہت بڑا عیب سمجھا جاتا تھا۔ عورتوں سے ہر معاملہ میں مشورہ لیا جاتا تھا۔ یہ لوگ لکھنے پڑھنے کے فن سے ناآشنائے محض تھے۔ حکومت کا کام محض زبانی احکام پر چلتا تھا۔ جانوروں اور پرندوں کے بچے دینے اور بولنے سے موسموں کا اندازہ لگاتے تھے اور فصلیں بوتے تھے۔ جو کی شراب بناتے تھے لیکن تیز مسکرات کے لیے چینیوں کے محتاج تھے۔ کمانیں، تیر، زین، لگام بناتے اور دھاتوں سے ہتھیار ڈھالتے تھے۔ بیماروں کا علاج قصد، جھاڑ پھونک، گرم پتھر اور مٹی سے کرتے تھے۔ جنگ میں مرنا قابل فخر سمجھتے تھے۔ اپنے مردوں کو تابوت میں دفن کرتے تھے اور ان کا سخت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماتم کرتے تھے۔ مردے کے کپڑے جلا دیتے تھے اور گھوڑے اور کتے کو مار کر ساتھ ہی دفن کر دیتے تھے۔ بھوتوں اور بد روحوں سے ڈرتے تھے۔ آسمان، زمین، سورج، چاند، ستاروں، پہاڑوں، وادیوں اور بہادر بزرگوں کو پوجتے تھے۔

۲۰۰ق-م کے قریب ہنوں کے بادشاہ بغدور نے انھیں تاخت و تاراج کیا تھا لیکن جب ہن چینیوں کے زیر اثر آ گئے تو تنگوسوں نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیے۔ ۸۶ق-م سے ۷۳ق-م تک تنگوسوں کے ایک قبیلے نے ہن بادشاہوں کے مقبرے تاراج کیے اور نعشیں اکھڑوا کر بغدور کے ظلموں کا بدلہ لیا۔ تنگوسوں کا ایک زبردست فاتح دارو جیگوئے نامی گزرا ہے جس کا عہد حکومت ۱۴۶ء سے ۱۶۷ء تک تھا۔ اس بادشاہ کے ایک سردار کا نام شالو خاں تھا۔ جس نے چینیوں کو متعدد شکستیں دیں۔ ۱۷۷ء میں چینیوں اور جنوبی ہنوں نے تنگوسوں سے زبردست شکست کھائی۔ تاتار اور شمالی چین میں یہ قوم صدیوں بر سر اقتدار رہی۔ اس قوم کے بعض طالع آزما اشخاص چین کی ریاستوں کے حکمران بن گئے۔ ان میں ایک خاندان ٹوبے بھی تھا۔ جس نے تاتاری لباس ترک کر کے چینی معاشرت اختیار کر لی۔ ۵۱۸ء میں ایک ٹوبے بادشاہ نے گندھارا سے بدھ مذہب کی کتابیں منگوائیں اور ۵۴۳ء میں ایک اور ٹوبے بادشاہ نے تاتاری ترکوں میں دوسری قوموں پر غلبہ حاصل کر چکے تھے۔ ۴۰۰ء اور ۵۰۰ء کے درمیان تاتار میں سائے بیریا کی ایک قوم کان کلی اور ایک تاتاری قوم جیومن یکے بعد دیگرے برسر اقتدار آئیں۔ جیومن قوم کے اقتدار کا خاتمہ ترکوں کے ہاتھوں ہوا، جو ہنوں تنگوسوں، نفتالیوں کی طرح تاتار ہی کی ایک قوم تھی۔

ترکوں کا ظہور:

جیومن قوم کے بادشاہوں نے ترک قوم کے قبیلوں کو لوہے کی کانوں میں کام پر لگا رکھا تھا جہاں سے انھوں نے طاقت حاصل کی۔ ترکوں کی اپنی روایات ظاہر کرتی ہیں کہ ان کے بزرگ ایک پہاڑ کے درے میں جس پر لوہے کا پھاٹک لگا ہوا تھا قید تھے۔ وہاں سے وہ پھاٹک توڑ کر نکلے۔ تاریخی حیثیت سے ثابت ہے کہ ایک ترک سردار نومن نامی نے جیومن بادشاہ انا کوئے سے بیٹی کا رشتہ طلب کیا۔ انا کوئے ترکوں کو غلام لوہار سمجھتا تھا۔ اس نے انکار کیا۔ اس پر نومن انا کوئے سے جنگ کی اور اسے شکست دے کر جیومن قوم کو تباہ کر ڈالا۔ اسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح ۵۰۰ء کے قریب ترک قوم تاتار میں برسر اقتدار آ گئی۔ ترک سردار کاگان یا خاقان کہلاتے تھے اور ہر خاقاں، منصف خاقان، بہادر خاقان وغیرہ۔ خاقان اعظم کی بیوی کا لقب خاتون تھا۔ ترکوں نے برسر اقتدار آ کر سارے شمالی میدان اعظم پر قبضہ کر لیا اور اس شرقاً غرباً تین ہزار میل کے طول اور شمالاً جنوباً دو ہزار میل کے عرض میں ایک وسیع سلطنت پیدا کر لی۔ بیکال، بالکش، رال، کے بحیرے سب ان کی سلطنت کے اندر تھے۔ چینیوں کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ترکی اعظم کی حدیں شمال میں ایسے خطوں پر حاوی تھیں جہاں رین ڈیر اور برفانی ہرن رہتے ہیں اور انسان برفانی جوتے پہنتے ہیں اور برف پر چلنے والی گاڑیاں استعمال کرتے ہیں۔ مچھلی کی کھال پہننے والوں (اسکیموؤں) کا ذکر بھی ملتا ہے جو ترکوں کے باج گزار تھے۔

ترک اپنے سردار کا انتخاب کر کے اسے قالین پر بٹھا کر دن میں نو دفعہ اٹھا کر باہر لے جاتے تھے اور آخری مرتبہ اسے گھوڑے پر سوار کر کے اس کا گلا گھونٹ کر پوچھتے تھے کہ کتنے سال حکومت کرو گے۔ سردار اس گھبراہٹ کے عالم میں جو جواب دیتا اس کے پابند رہتے۔ ٹیکس جانوروں کی شکل میں وصول کرتے تھے۔ حساب لکڑی پر نشانی لگا کر رکھتے تھے۔ حکمرانی اور سرداری کا نشان ایک سوفار ہوتا تھا جو لکڑی سے سونے کے تار کے ساتھ باندھا جاتا تھا۔ آنکھ کا بدلہ لڑکی یا عورت، عضو کا بدلہ گھوڑے، لوٹ کا بدلہ دس گنا مال کی صورت میں وصول کرتے تھے۔ مردوں کے جنازے خیمے سے باہر رکھ کر کئی دن قربانیاں کرتے۔ خون کے آنسو روتے پھر اسے دفن کر دیتے۔ قبر پر اتنے پتھر رکھتے جتنے متوفی نے اپنی زندگی میں خون کیے ہوں۔ اس روز جشن مناتے۔ ترک آسمان اور زمین کی مخفی قوتوں، روحوں اور بھوتوں کو مانتے تھے۔ بدھوں سے انھوں نے مذہب اور تحریر کا فن حاصل کیا۔ ترک ہن بادشاہوں کی طرح چین کے بادشاہوں سے لڑکیاں لیتے اور تحائف وصول کیا کرتے تھے۔ یہ بڑے ماہر شہ سوار تھے اور جنگی مہم چاند کے زوال پر شروع کیا کرتے تھے۔

۵۸۷ء تک ترکوں نے افغانستان اور سگدیانا (ترکستان) تک اپنی سلطنت کو توسیع دے دی اور ایران کے ساسانیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع کر دی تھی۔ ترک خاقان چین کے شہنشاہوں سے بالعموم دوستانہ تعلقات رکھنے کو ترجیح دیتے تھے لیکن بعض دفعہ لڑائیاں بھی ہو جاتی تھیں۔ چینی دربار کی پالیسی ترکوں کے متعلق وہی تھی جو صدیوں پہلے اس نے تاتار کے ہنوں کے متعلق اختیار کر رکھی تھی۔ ۵۹۵ء تک ترک بلخ اور ہرات پر قابض ہو چکے تھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کوشانی خاندان کے افتالی بادشاہوں کو اپنا باج گزار بنا کر انھیں ارمنوں اور ایرانیوں کے بر خلاف مدد دے رہے تھے۔

افتالیوں کو جنھوں نے پہلی صدی مسیحی کے آغاز میں افغانستان، ترکستان اور پنجاب میں سلطنت قائم کر کے کوشانی خاندان کی بنیاد رکھی ہنوں نے ملک خطا سے نکالا تھا اور ہنوں کو دوسری صدی مسیحی میں تنگوسوں نے مغرب کی جانب دھکیلا جو یورپ اور ہندوستان میں یلغاریں کرنے کا موجب بنے۔ ہنوں کے پیچھے ترک آئے جن کا حال آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یورپ میں طوائف الملوکی

ولادت مسیح کے بعد ابتدائی صدیوں میں وسطی یورپ کے وہ ملک جو دریائے رائین کے مشرق اور دریائے ڈینیوب کے شمال میں واقع ہیں رومی سلطنت کے حلقہ اقتدار سے آزاد تھے۔ باقی سارے ملک جن میں ہسپانیہ، فرانس اور انگلستان بھی شامل ہیں رومی سلطنت کے اجزا بن چکے تھے۔ ان ملکوں میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ جابجا امرا کی جاگیریں قائم تھیں۔ جن کے اقتدار کے نیچے عام لوگ کھیتی باڑی کر کے بسر اوقات کر رہے تھے۔ یہ لوگ بہت سادہ تھے اور نیم وحشیانہ سی زندگی بسر کر رہے تھے۔ معاشرتی نظام قبیلوی تھا۔ ہر قبیلہ اپنے سردار کے ماتحت کام کر رہا تھا۔ ابتدائی قسم کی مظاہر پرستی ان کا عام مذہب تھا۔ بربریت میں رومیوں اور ہنوں سے کسی طرح کم نہ تھے۔ یورپ کی ان قوموں نے جو دریائے رائین کے مشرق اور ڈینیوب کے شمال میں آباد تھیں دوسری صدی مسیحی سے رومیوں کی سلطنت پر حملے شروع کر دیے تھے۔ یہ قومیں رومی قیصروں کے لیے آئے دن پریشانی کا موجب بنی رہتی لیکن رومی ان کی طاقت سے اتنے خائف تھے کہ انھوں نے کبھی انھیں سر کر کے مطیع بنانے کی کوشش نہ کی۔ غارت گری اور تاراجی کی عادت نے ان قوموں کے حوصلے بہت بڑھا دیے اور چوتھی صدی مسیحی میں ان کی سرگرمیاں بہت تیز ہو گئیں۔ یہ قومیں جرمن تھیں جرمن قوم کا قبیلہ گاتھ رومیوں کو تنگ کر رہا تھا اور اس کے دوسرے قبائل نے ۴۴۹ء میں انگلستان کے جزیرے پر یلغاریں بھیجنی شروع کر دیں۔ یہ قبیلے جیوٹ، اینگلس اور سیکسن تھے جو ان حملوں کے دوران میں کثیر تعداد میں انگلستان میں آباد ہو گئے۔ ان حملہ آوروں اور قدیمی باشندوں کی تمدنی حالت اور معاشرتی تنظیم ابھی ابتدائی سی تھی جسے وحشیانہ سے بہتر لفظ نہیں دیا جا سکتا۔ یہ لوگ جھونپڑے بنا کر رہتے تھے۔ لوٹ مار، شکار، کھیتی باڑی اور ماہی گیری پر گزارہ کرتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چین، ستان، گندھارا، ایران حتیٰ کہ اس عہد کے رومیوں کے مقابلے میں ان یورپی قبائل کی تمدنی حالت بہت پست تھی۔ ان یورپی اقوام کی غارت گرانہ نقل و حرکت کا ذکر ہم رومیوں کے حال کی فصل میں لکھ چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ گاتھوں اور ہسپانیہ کے وینڈلوں کے حملوں نے کس طرح روما کی قیصریت کا خاتمہ کر دیا اور وینڈلوں نے افریقی مقبوضات پر سسلی تک قبضہ جما لیا اور اٹلی میں ایک گاتھ سردار الاریک نے اپنی بادشاہی قائم کر لی۔ ۴۰۰ء سے ۵۰۰ء تک یورپ کی سرزمین مشرق کی طرف سے آنے والے ہنوں کی یلغاروں کا تختہ مشق بھی بنی رہی جس کا حال پچھلی فصل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹی صدی مسیحی کے حالات

چھٹی صدی مسیحی (۵۰۰ء سے ۶۰۰ء تک) میں دنیا میں جو اہم واقعات رونما ہوئے ان کی مختصر سے داستان یہ ہے کہ رومی قیصر جسٹینین اول نے جس کا پایہ تخت قسطنطنیہ تھا پرانی رومی سلطنت کے افریقی اور ہسپانوی مقبوضات وینڈلوں سے چھین کر اپنی سلطنت کو توسیع دی۔ قسطنطنیہ میں سینٹ ایا صوفیا کا بڑا گرجا تعمیر کرایا اور ایک درس گاہ قائم کی جس میں عیسائیت کے فلسفے اور انجیل کی تعلیم دی جاتی تھی سلطنت کے قوانین ازسرنو مدون کیے۔ ایتھنز کے سکول جس میں پرانے یونانی حکما کے فلسفے کی تعلیم دی جاتی تھی بند کر دیے۔ اس کے عہد میں طاعون کی وبا نے پھر تباہی مچائی اور اس کی وفات کے بعد رومی سلطنت پھر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ اٹلی میں لومبارڈ قوم کے لوگوں نے سر اٹھایا۔ یوگو سلافیہ (سرویا، کروشیا اور ڈالمشیا) میں سلافی اور آوار قوموں کے لوگ شمال کی طرف آ کر آباد ہونے لگے اور قسطنطنیہ کے رومی قیصروں کے ساتھ جن کو اب سے بعد بازنطینی بھی لکھا جائے گا ایران کے شہنشاہوں نے جنگوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ جسٹینین کا عہد حکومت ۵۶۷ء سے ۵۶۵ء تک رہا۔

قیصر جسٹینین کی وفات کے بعد یورپ کے ملکوں پر قیصر روم کا اقتدار ختم ہو گیا۔ ہنوں کی طاقت بھی زوال پذیر ہو چکی تھی۔ اس لیے یورپ کے ملکوں میں متعدد بادشاہیاں اور جاگیر داریاں قائم ہو گئیں۔ شمالی جرمنی، ڈنمارک اور انگلستان میں اینگلوسیکسن (جرمن قبائل) مسلط ہو گئے تھے۔ فرانس میں فرینک (جرمن) حکمرانی کرنے لگے تھے۔ اٹلی میں لومبارڈ اودھم مچا رہے تھے اور بلقان میں سلافی اور آوار قبائل اپنی جاگیریں قائم کر رہے تھے۔ عوام کی حالت بہت پست تھی۔ احساس وعلم کا نام تک نظر نہ آتا تھا۔

ایران میں ساسانی خاندان کے بادشاہ حکومت کر رہے تھے۔ خسرو نوشیروان عادل نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کا عہد حکومت ۵۳۱ء سے ۵۷۹ء تک تھا مال گزاری کے نظم ونسق کی اصلاح کی۔ زرتشتی دین کو جو آتش پرستی کی صورت اختیار کر چکا تھا پھیلانے اور قائم کرنے کی کوشش کی۔ عربستان میں فوجی مہم بھیجی اور یمن کو سر کیا۔ مشرق میں اپنی سلطنت کو مغربی ترکستان تک وسعت دی۔ ۵۴۰ء میں قسطنطنیہ کے بازنطینی قیصر جسٹینین کے ساتھ بھی جنگ شروع کر دی۔ قیصر نے فی الفور صلح کر لی لیکن شام اور عراق کی سرحدوں کے عرب ملوک جو علی الترتیب قیصر روم اور شاہ ایران کے زیر اثر تھے برابر لڑتے رہے۔ نوشیرواں نے حلب اور حمص کو تاراج کیا جس کے بعد پھر صلح ہو گئی۔ ان جنگوں میں ترک قوم کے قبائلی لشکر بھی حصہ لیتے رہے جو وسط ایشیا سے چل کر ان دنوں ایشیائے کوچک میں داخل ہو رہے تھے۔ ان لشکروں نے کبھی شہنشاہ ایران کی مدد کی اور کبھی وہ بازنطینی قیصر کی فوجوں کے حلیف بنتے رہے۔

نوشیرواں عادل کے بعد اس کا بیٹا ہرمز چہارم تخت پر بیٹھا جسے اس کے بیٹے خسرو پرویز نے سپہ سالار بہرام کی مدد سے ۵۹۰ء میں معزول کر دیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ اس کے بعد خسرو پرویز اور بہرام میں ٹھن گئی اور پرویز کو بھاگ کر بازنطینی قیصر کی پناہ لینی پڑی۔ پرویز قیصر کی مدد لے کر لوٹا اور بہرام کو شکست دے کر شہنشاہ بن گیا۔ ۶۰۲ء میں قسطنطنیہ میں ایسا ہی انقلاب آیا اور قیصر ماریس جس نے پرویز کی مدد کی تھی معزول کر دیا گیا۔ اس پرویز نے شام پر لشکر کشی کی اور ادیسہ کا قلعہ سر کر لیا۔ ۶۱۰ء میں ہرقل بازنطینیہ کا قیصر مقرر ہوا لیکن شہنشاہ ایران کے لشکر شام کی سرزمین کو برابر تاراج کرتے رہے۔ ۶۱۳ء میں خسرو پرویز کی فوجوں نے انطاکیہ اور دمشق کے شہر سر کیے۔ ۶۱۴ء میں یروشلم فتح کیا اور اس مقدس صلیب کو اٹھا کر اصفہان لے گیا، جس کی نسبت عیسائیوں کا خیال تھا کہ یہ وہی اصلی صلیب ہے جس پر حضرت یسوع مسیح کو لٹکایا گیا تھا۔ یروشلم کو سر کرنے کے بعد ۶۱۶ء میں خسرو پرویز کی فوجوں نے مصر کو تاراج کیا اور ۶۱۹ء میں ایشیائے کوچک کو بھی سر کر لیا۔ ۶۲۱ء میں جنگ کا پانسہ پلٹا اور ہرقل کے لشکر نے ایشیائے کوچک میں ایرانیوں کو شکست دی۔ ۶۲۵ء تک شمالی ایران کو تاراج کیا اور ۶۲۷ء میں نینوہ کے مقام پر ایرانیوں کو شکست فاش دی۔ اس شکست پر خسرو پرویز کے بیٹے کیقباد نے ایرانی امرا سے سازش کی۔ باپ کو معزول کر دیا اور مروا ڈالا۔ کیقباد نے ہرقل سے صلح کر لی۔ صلح کی شرطوں میں ایک شرط تھی کہ یروشلم کے معبد کی وہ مقدس صلیب واپس کر دی جائے گی، جسے کیقباد کا باپ پرویز اٹھا کر اصفہان لایا تھا۔ اس طرح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۲۸ء میں کیقباد ایران کا شہنشاہ بن گیا۔

شمالی ہندوستان چھٹی صدی مسیحی کے آغاز میں سفید ہنوں کے زیر اقتدار تھا جو وسط ایشیا کی ایک وحشی قوم تھی۔ وسطی ہند میں گپتا خاندان کے راجے حکومت کر رہے تھے اور دکن میں متعدد بادشاہیاں قائم تھیں۔ ۵۲۸ء میں وسط ہند کے راجا نرسم ہا گپتا اور پنجاب کے ایک رئیس یسودہرمن نے مل کر ہنون کے بادشاہ مہرگل کو پنجاب سے نکال دیا اور ۵۴۰ء تک کشمیر بھی ہنوں کے اقتدار سے آزاد ہو گیا۔ اس صدی کے نصف آخر میں ہندوستان میں متعدد خود مختار ریاستیں بن گئیں۔ ساتویں صدی مسیحی کے آغاز میں ہریش چندر نامی ایک راجے نے شمالی ہند میں ایک وسیع سلطنت پیدا کر لی دکن میں چالوکیہ خاندان کی ایک بڑی سلطنت قائم ہو گئی ان کے علاوہ چند اور آزاد اور خود مختار ریاستیں تھیں۔ ہریش کے عہد میں مشہور چینی سیاح ہوآن سیانگ نے ہندوستان کی سیاحت کی۔ ہوآن سیانگ ۶۲۹ء سے ۶۴۵ء تک ہندوستان کی سیر کرتا رہا۔ اس کے سفر نامے سے ہندوستان کے حالات پر بہت روشنی پڑتی ہے جو ہوآن سیانگ لکھتا ہے کہ پنجاب میں جابہ جا تباہ شدہ شہروں اور برباد شدہ بستیوں کے کھنڈر دیکھنے میں آئے۔

چین کی سرزمین ۲۲۰ء سے طوائف الملوکی کا شکار چلی آرہی تھی۔ چھٹی صدی مسیحی میں شمالی چین پر وسط ایشیا کے ہن قابض تھے اور جنوبی چین میں سوئی خاندان کے بادشاہ حکمرانی کر رہے تھے۔ ۶۱۹ء مین تائی تسونگ نے چین کے سیاسی شیرازہ کو ازسرنو متحد اور منظم کر کے ٹانگ خاندان کی حکمرانی کی بنیادیں استوار کیں اور قدیم چینی کلچر، چینی روایات، بدھ کے فلسفہ اور ہنوں کی شجاعت پر نئے چین کی عمارت تعمیر کی۔ اس وقت تک شمالی میدان اعظم میں ہنوں کا اقتدار ختم ہو چکا تھا اور قبائلی طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ اس لیے تائی تسونگ نے اس میدان اعظم کے پیش تر حصے پر قبضہ کر لیا۔ ۶۲۷ء تک تائی تسونگ کی سلطنت کی حدیں مغرب میں بحیرہ خزر (کیسپین) تک جنوب میں جزیرہ نمائے ہند چینی کی ریاست انام تک اور شمال میں سلسلہ کوہستان الطائی تک پھیل گئی تھیں۔ اس بادشاہ کے عہد میں مشہور چینی سیاہ ہوآن سیانگ نے ہندوستان کا سفر کیا۔ جو بھگوان بدھ کی جنم بھومی، ان کے بدھی حاصل کرنے کی جگہ اور بدھ مذہب کے دوسرے آثار دیکھنے کے لیے آیا تھا۔ اس عہد میں ہندوستان میں بدھ مذہب زوال پذیر ہو چکا تھا اور برہمنی مت اپنی نئی شکل میں عروج حاصل کر رہا تھا۔ البتہ چین میں بدھ مت کے پیرو بہت بھاری تعداد میں پیدا ہو چکے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دورِ ظلمت کے حالات پر تبصرہ

چھٹی صدی مسیحی کے اواخر اور ساتویں صدی مسیحی کے آغاز میں احوال عالم کی عام کیفیت یوں نظر آ رہی تھی کہ دنیا میں ہر طرف بدامنی اور طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ یورپ میں روم اور قسطنطنیہ کے رومی اور بازنطینی قیصروں کے زوال کے باعث قبائل گردی بہت ترقی کر رہی تھی۔ جس نے یورپ کے امن کو تباہ و برباد کر رکھا تھا۔ ایران کی سلطنت میں ساسانی حکمرانوں کے جابرانہ طرز حکومت کے باعث عام لوگ بہت تباہ حال ہو رہے تھے۔ شمالی میدان اعظم میں بحرالکاہل سے لے کر یورپ کے وسطی ملکوں تک تاتار کی وحشی قومیں نہ صرف ایک دوسری پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے برسر پیکار رہتے تھیں بلکہ ہندوستان، ایران اور یورپ کے ملکوں کو بھی اپنی لوٹ کھسوٹ کا تختہ مشق بنا رہی تھیں۔ ولادت مسیح سے لے کر چھ سو سال تک کے دور کے واقعات جو اس باب میں بیان کیے جا چکے ہیں ظاہر کرتے ہیں کہ اس دور میں جابر و قاہر انسانوں کی جمعیتیں عام لوگوں کی تباہی و بربادی کا موجب بنتی رہیں۔ جن قوموں کو ہنوں اور وسط ایشیا کی دوسری وحشی قوموں کے ہاتھوں تاراج ہونے کا سابقہ پڑا ان کے شہر برباد ہو گئے بستیاں اجڑ گئیں اور زمینیں بے آباد ہو گئیں۔ ایران کی سلطنت اگرچہ بیرونی حملوں سے محفوظ رہی لیکن اس کے حکمرانوں کی بدنظمی اور عمال حکومت کے جبر کے باعث ایران کی رعایا بھی تباہ حالی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ اس کے علاوہ چھٹی صدی مسیحی کے اواخر اور ساتویں صدی مسیحی کے اوائل میں رومی قیصروں اور ایرانی شہنشاہوں کے درمیان لڑائیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا جس کے باعث دونوں سلطنتوں کی مشکلات بڑھتی چلی گئیں اور بین الاقوامی تجارت کو بہت نقصان پہنچا چین کا وسیع ملک بھی اس دور کے بیشتر حصے میں طوائف الملوکی کا شکار بنا رہا۔ ہندوستان کی کیفیت بھی اس سے بہتر نہ تھی۔ طرز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت قریب قریب ہر جگہ یکساں تھا۔ جابر و قاہر اور مطلق العنان بادشاہ حکمرانی کرتے تھے۔ جن کی طاقت کا انحصار درباریوں، عمال اور فوج کی ان جمعیتوں پر ہوتا تھا جن کو یہ بادشاہ ہر قسم کی رعایتیں دے کر اپنے تخت کے گرد جمع کر لیتے تھے اور انھیں رعایا کو لوٹنے کے وسیع اختیارات دے دیتے تھے۔ اس کیفیت کے باعث جاگیرداری کا نظام ہر جگہ بدترین صورتوں میں جلوہ گر ہو رہا تھا۔ روم اور ایران کے بعض اچھے بادشاہوں نے اپنی اپنی سلطنت طبقہ عام لوگوں کو اپنا ادنیٰ ترین غلام سمجھتا تھا اور ان کے واجبی حقوق کو پامال کرنے میں کسی قسم کے دریغ سے کام نہ لیتا تھا۔ غلاموں کی خرید و فروخت کا بازار اس دور میں خوب گرم ہوا اور آقا اپنے غلاموں سے جانوروں کا سا سلوک کرنے اور ان سے بے دردی سے کام لینے کو اپنا جائز حق سمجھتے تھے۔ سودی لین دین دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک عام وبا کی صورت میں پھیل چکا تھا۔ سونے اور چاندی کے سکے ہر جگہ چلنے لگے تھے۔ عورتوں کو لونڈیاں بنا کر رکھنے اور انھیں بازاروں میں فروخت کرنے کا فیشن بھی بہت عام تھا۔ وحشی قومیں اور قبیلے اپنے دشمنوں کی عورتوں کو لونڈیاں بنا کر رکھنا اپنا جائز حق خیال کرتے تھے۔ لیکن ان کی اپنی عورتیں بہت آزاد تھیں اور مردوں سے واجبی عزت کراتی تھیں۔

اس دور میں یورپ، شمالی افریقہ اور مشرق ادنے میں عیسائیت نے بہت ترقی کی۔ ان ملکوں کی آبادیوں نے بھاری تعداد میں دین مسیحی قبول کر لیا جو مصر کے یونانی حکمرانوں کی معتقدات کے زیر اثر آ کر تثلیث پرستی کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ عیسائیت کو پرجوش مبلغوں، راہبوں اور روحانی پیشواؤں کی کوششوں کے باعث بہت فروغ حاصل ہوا اور اس دین کے پیروؤں کے منظم سلسلے قائم ہو گئے جو کلیسا (چرچ) کہلائے۔ بعض کلیساؤں کے پیرو اپنے معبدوں میں حضرت مریم اور حضرت مسیح کی بت بھی رکھنے لگے اور تثلیث کے عقیدہ کے باعث عیسائیوں میں خدا، روح، حضرت مریم اور حضرت مسیح کی اُلوہیت وغیرہ کے متعلق بہت سی فلسفیانہ بحثیں پیدا ہونے لگیں۔ اس دور کے آخر میں روم کے قیصر عیسائیت کو اپنا سرکاری دین قرار دے چکے تھے اور اس کی ترویج و ترقی کے لیے بہت کوشش کرنے لگے تھے۔ دین مسیح کی سرپرستی کے منصب کے یہ بادشاہ اپنے شاہی اثر و اقتدار کی ترقی کے لیے بھی استعمال کرتے تھے۔ عیسائیوں میں ہم مذہب ہونے کے باعث ایک دوسرے سے ہمدردی کرنے کا احساس ترقی کر رہا تھا اس طرح دنیا میں ایک نئی برادری قائم ہونے لگی تھی جس کی بنیاد نسل یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک کے بجائے مذہبی عقیدہ کی یکسانی پر قائم تھی عیسائیت کے مبلغ عام لوگوں کو حلم رافت محبت اور بردباری سے زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔ یہودی مذہب یعنی دین موسلے کے پیرو دنیا کے تمام ملکوں میں منتشر ہوگئے تھے۔

سلطنت ایران میں سرکاری دین زرتشتی تھا جس نے آتش پرستی کی قدیم شکل اختیار کر لی تھی۔ یہ لوگ آتش کدے بناتے تھے اور ان میں آگ کی پرستش کرتے تھے۔ زرتشتی مذہب کے پیرو آگ کو ''آہورہ مزدہ'' (نور اور نیکی کے خدا) کا مظہر خیال کرتے تھے۔ ان کے علاوہ ایران میں مانی کے پیرو بھی زندگی بسر کر رہے تھے لیکن یہ لوگ اپنے عقائد کا اعلان نہیں کرتے تھے۔ مانی کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ زرتشتی دین کو زندہ کرنے کے لیے خدا کی طرف سے مامور ہے اور اس دین کے پیروؤں کے معتقدات میں جو خرابیاں آگئی ہیں ان کو دور کرنے کا خواہاں ہے۔ افغانستان، ترکستان، تاتار اعظم اور چین میں اس دور میں بدھ مذہب کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ بدھ مت کے پیرو کے بت اتنی کثیر تعداد میں بنے کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اس وجہ سے سنگ تراشی اور مجسمہ سازی کے فن کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ ہندوستان میں پہلے بدھ مت اور قدیم برہمنی مذہب اور نئے نئے مقامات پر رائج یا روشناس کرنے کے لیے عیسائیت اور بدھ مت کے مبلغوں نے کوششیں جاری رکھیں لیکن یہ کوششیں صرف اسی حد تک بار آور ہوئیں کہ بادشاہوں، جاگیرداروں اور امیروں کو اپنا حساب کتاب رکھنے اور خطوط لکھوانے کے لیے منشی، متصدی میسر آنے لگے۔ ان وجوہ اور ان کیفیات کے باعث ہم نے اس شش صد سالہ دور کا نام دور ''ظلمت'' تجویز کیا ہے جو ہر لحاظ سے موزوں نظر آرہا ہے۔ اس دور ظلمت میں علمی روشنی کی کچھ کرنیں اگر کہیں نظر آتی تھیں تو وہ ہندوستان کی سرزمین تھی لیکن یہ کرنیں بھی ساتویں صدی مسیحی کے آغاز میں راجہ ہرلیش چندر کے ساتھ ہی رخصت ہوگئیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دسواں باب

لوہے کا زمانہ (۳) دورِ نہضت

۶۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک

عرب میں نئی طاقت کا ظہور۔ حضرت محمد ﷺ اور دین اسلام۔ ایران و روم پر عرب مسلمانوں کی یلغارین۔ دین اسلام کی توسیع و ترقی۔ پہلے چار خلفا کا عہد۔ بنو امیہ کی امارت اور بادشاہی۔ مزید فتوحات۔ بنو عباس کی خلافت۔ قرطبہ اور قاہرہ کی خلافتیں۔ مقامی امرا اور سلاطین۔ حیرت انگیز علمی تحقیقات اور ترقی۔ معاشرتی اور اخلاقی اصلاح۔ ترکوں کی سرگرمیاں۔ ترکوں کے اقتدار کی توسیع۔ شرق الہند میں ہندو تمدن کا نفوذ۔ چین، خطا اور تاتار کی کیفیت۔ یورپ میں قبائل گردی۔ پاپائے روم کا مذہبی اقتدار۔ اہلِ فرنگ کی صلیبی مہمیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرب میں ایک نئی طاقت کا ظہور

۶۲۸ء کے اواخر میں قیصر روم ہرقل، شہنشاہ ایران خسرو پرویز، شاہ حبشہ نجاشی، عزیز مصر مقوقس، ملک الشام حارث غسانی اور روسائے عرب کو قاصدوں اور ایلچیوں نے حجاز (عرب) کے شہر مدینہ سے ایک نئے اور نادر مضمون کے مکتوب لاکر دیے جو ان کے وہم و خیال میں بھی نہ آیا ہوگا۔ یہ خط پیغمبر اسلام محمد بن عبداللہ ﷺ نے بھجوائے تھے۔ ان میں سے جو خط قیصر روم ہرقل کو قیصر کے شامی حکام کی وساطت سے موصول ہوا اس کا مضمون یہ تھا۔

> خدائے رحمان و رحیم کے نام پر اللہ کے بندے اور اس کے رسول (ایلچی۔ پیغمبر) کی طرف سے روم کے ہرقل عظیم کی طرف، اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کا پیرو ہے اس کے بعد میں تجھے اسلام کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں۔ مان لے تو سلامتی پائے گا۔ خدا تجھے دو دفعہ اجر دے گا اگر تو نے روگردانی کی تو اہل ملک کے گم راہ رہنے کا گناہ تجھ پر ہوگا۔ ''اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا اور کسی کی پرستش نہیں کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر اور کسی کو اپنا پروردگار قرار نہیں دے گا اگر تم نہیں مانتے تو ایسا کہہ دو اور گواہ رہو کہ ہم اس بات کو مان چکے ہیں۔''(۱)

۱۔ واوین سے محدود عبارت مسلمانوں کی الہامی کتاب قرآن کی آیتوں کا ترجمہ ہے جو مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق خدا کی طرف سے نازل ہوئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو خط ایران کے شہنشاہ خسرو پرویز کو موصول ہوا اس کا مضمون یہ تھا:

خدائے رحمان و رحیم کے نام پر اللہ اور رسول کی طرف۔ اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کا پیرو ہے اور خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور یہ گواہی دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں تمام لوگوں (ساری نوع انسانی) کے لیے خدا کا پیغامبر ہوں تاکہ ہر زندہ شخص کو خدا کا خوف دلاؤں۔ ایمان لے آ (مان لے) سلامتی پائے گا اگر تو نے انکار کیا تو مجوسیوں (آتش پرستوں کے گم راہ رہنے) کا گناہ تجھ پر ہو گا۔

دوسرے بادشاہوں اور رئیسوں کو جو نامے بھیجے گئے ان کا مضمون بھی یہی تھا۔ یہ خط اپنی نوعیت کے لحاظ سے نادر قسم کے تھے ان میں قیصر روم، خسرو ایران اور دوسرے بادشاہوں اور رئیسوں سے دنیوی اور سیاسی قسم کی اطاعت قبول کرنے کا مطالبہ نہیں کیا گیا تھا نہ خراج مانگا گیا تھا نہ کسی اور نوعیت کی رعایت چاہی گئی تھی، صرف یہ کہا گیا تھا کہ عبادت اور پرستش کا مرجع صرف خدا کو تسلیم کرو اور یہ مان لو کہ خط کا بھیجنے والا ساری نوع انسانی کے لیے اس خدائے واحد کا پیغام لے کر آیا ہے ان خطوں میں اس امر کی دھمکی بھی نہیں دی گئی تھی کہ اگر تم نہیں مانو گے تو اسلام کے لشکر تمھاری سلطنت پر چڑھائی کر دیں گے بلکہ صرف یہ کہا گیا تھا کہ اسلام کے پیغام کو قبول کرنے کے لیے تمھارے لیے اور تمھاری قوموں کے لیے سلامتی ہے اور اگر نہیں مانو گے تو اپنی قوموں کے گم راہ رہنے کے گناہ کا بار تمھاری گردنوں پر ہو گا کیوں کہ تم ان پر حکومت کر رہے ہو۔ روم کے قیصر ہرقل نے خط کا مضمون سنا اور خاموش ہو رہا۔ قیصر نے عرب کے اس نئے پیغمبر کو نفی یا اثبات میں جواب بھیجنے کی ضرورت بھی محسوس نہ کی۔ مصر کے عزیز مقوقس نے جواب ارسال کیا اور تحایف بھیجے نیز لکھا کہ میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی۔ عرب کے رئیسوں نے مختلف جواب بھیجے۔ یمامہ کے رئیس نے لکھا کہ اگر حکومت میں میرا بھی حصہ ہو تو میں آپ کی پیروی کرنے کے لیے تیار ہوں۔ شام کا رئیس حارث غسانی خط کا مضمون پڑھ کر بہت برہم ہوا۔ اس نے اپنی فوج کو حجاز پر چڑھائی کرنے کے لیے تیاری کا حکم دے دیا۔ شام کے غسانی رئیس عیسائی تھے اور قیصر روم کے زیر اثر حکومت کر رہے تھے۔ شاہ حبشہ نجاشی نے دین اسلام اختیار کر لیا اور جواب میں لکھا کہ میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدائے واحد کے سچے پیغمبر ہیں۔ خسرو ایران پرویز خط کا مضمون سن کر بہت برہم ہوا اس نے انداز خطاب کو اپنی شان خسروی کے منافی سمجھا۔ خط کا کاغذ لے کر پھاڑ ڈالا اور یمن کے ایرانی گورنر کو حکم دیا کہ کسی شخص کو حجاز بھیجو جو نبوت کے اس مدعی کو پکڑ کر میرے دربار میں حاضر کرے۔ یمن کے ایرانی گورنر نے اپنے دو آدمی مدینے بھیجے جنھوں نے اللہ کے رسول کو خسرو ایران کی طرف سے طلبی کا پیغام پہنچایا اور کہا کہ اگر شہنشاہ کے حکم کی تعمیل نہیں کرو گے تو اس کے لشکر تمھارے ملک کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے جواب دیا کہ اسے جا کر کہہ دو کہ اسلام کے لشکر تمھاری سلطنت کو اسی طرح پارہ پارہ کریں گے جس طرح تم نے میرے خط کو پرزہ پرزہ کیا۔ یہ قاصد رسول خدا ﷺ کا جواب لے کر یمن پہنچے ہی تھے کہ اطلاع موصول ہوئی کہ پرویز کے بیٹے شیرویہ قباد نے باپ کو قتل کر دیا ہے اور تخت سلطنت پر خود قبضہ جما لیا ہے۔

پیغمبر عرب کے قاصد اسی مضمون کا ایک نامہ لے کر عرب تاجروں کی معیت میں ۶۳۱ء میں چین کے شہنشاہ اعظم تائی تسونگ کے دربار بھی پہنچے جس کی سلطنت بحر الکاہل سے لے کر بحیرہ خزر تک پھیلی ہوئی تھی۔ تائی تسونگ ان قاصدوں کے ساتھ احترام سے پیش آیا اور اس نے عربوں کو کینٹن میں مسجد بنانے کی اجازت دے دی۔ کینٹن کی یہ مسجد آج تک موجود ہے اور چین کے پرانے ریکارڈ سے ان عرب قاصدوں کا حال ملتا ہے جو پیغمبر عرب ﷺ کا خط لے کر گئے تھے۔

یہ خطوط جو ۶۲۸ء میں حجاز (حصہ عرب) کے شہر مدینہ سے دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں اور رئیسوں کے نام بھیجے گئے ایک نئی مذہبی تحریک ''اسلام'' کے ہادی اور منادی کی طرف سے تھے جو انیس بیس سال سے حجاز میں طاقت پکڑ رہی تھی اب ذرا اس نئی طاقت کے ظہور و عروج کا حال سنیے جو بعد میں کئی قسم کے انقلابات لانے کا موجب بنی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت محمد ﷺ اور دین اسلام

دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے پیش داؤں میں جن کی تعلیمات نے انسان کی بڑی بڑی جمعیتوں کو صدیوں تک متاثر کیے رکھا اور برابر متاثر کر رہی ہیں۔ حضرت محمد ﷺ ہی ایک ایسے پیغمبر ہیں جن کی زندگی کے واقعات تاریخی حیثیت سے کامل صحت کے ساتھ مرتب کر کے محفوظ کیے جا چکے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ ۵۷۰ء میں عرب کے مشہور شہر مکہ کے رؤسا کی قوم قریش کے ممتاز قبیلہ بنو ہاشم کے ایک گھرانے میں پیدا ہوئے۔ باپ ولادت سے چند ماہ پہلے فوت ہوگیا۔ ماں انھیں تین سال کا بچہ چھوڑ کر چل بسی۔ ان کی پرورش اور نگہداشت آٹھ نو سال کی عمر تک ان کے دادا عبدالمطلب نے اور ازاں بعد ان کے ایک چچا ابی طالب نے کی جو رؤسائے مکہ میں بہت محترم اور بارسوخ شخص تھے۔ رؤسائے مکہ کے عام بچوں کی طرح آپ نے بھی لڑکپن میں بھیڑ بکریاں چرائیں اور جوان ہو کر تجارت کو اپنا مشغلہ بنایا۔ تجارتی قافلوں کے ساتھ ملک شام کے شہروں تک متعدد سفر کیے۔ پچیس سال کی عمر میں آپ نے مکہ کی ایک متمول بیوہ عورت خدیجہ سے شادی کی، جس کا تجارتی مال وہ شام کی منڈیوں کی طرف جا کر فروخت کیا کرتے تھے۔ آپ نے چالیس برس کی عمر میں خدا کا پیغمبر ہونے کا اعلان کیا اور اپنے قبیلے اور اپنی قوم کے افراد کو مذہب اسلام قبول کرنے کی تلقین شروع کردی۔ اس اعلان سے قبل کئی سال سے آپ کا معمول یہ تھا کہ مکہ سے دس بارہ میل کے فاصلے پر حرا نامی ایک پہاڑ کے غار میں جا کر گوشہ نشین ہو جایا کرتے تھے اور کئی کئی دن اس غار میں بیٹھ کر ذکر اور فکر میں اپنا وقت صرف کیا کرتے تھے۔ مکہ کے لوگوں نے پیغمبری کے اعلان سے پہلے آپ کو صادق الامین کا لقب دے رکھا تھا لیکن جب آپ نے خدا کا پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا اور مکہ کی بعض ممتاز ہستیاں ان کا دین قبول کر کے انھیں خدا کا رسول ماننے لگیں تو رؤسائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریش میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ انھوں نے رسول خدا کو نئے مذہب کی تبلیغ و اشاعت سے روکنے کے لیے ہر قسم کی کوششیں شروع کر دیں جو مسلمانوں اور بت پرستوں (مشرکوں) کے درمیان تلخی اور کشیدگی کو فروغ دینے لگیں۔ آپ کہتے تھے کہ ہر انسان کو صرف ایک خدا ہی کی عبادت کرنی چاہیے جو ساری کائنات پر محیط اور ہر بات پر قادر ہے لیکن مکہ کے لوگ خدا کے ساتھ دوسرے دیوتاؤں کی پرستش بھی کرتے تھے اور انھیں قدرت اور تصرف کا مالک مانتے تھے۔ انھوں نے دیوتاؤں کے بہت سے بت بھی تراش رکھے تھے جن میں سے تین سو ساٹھ بت حضرت ابراہیمؑ کے بنائے ہوئے معبد کعبہ میں رکھے ہوئے تھے اور باقی ہر قبیلے اور ہر خاندان نے اپنے اپنے ہاں رکھے ہوئے تھے۔ قریش کے رؤسا میں اللہ کے دین کی مخالفت کے جذبہ میں روز افزوں ترقی ہونے کی ایک وجہ یہ تھی کہ کعبہ صدیوں سے عربستان کی بدوی قوموں کا مقدس معبد چلا آرہا تھا اور لوگ دور دور سے چل کر اس معبد پر چڑھاوے چڑھانے اور نذرین گزارنے کے لیے آیا کرتے تھے۔ قریش اس معبد کے متولی اور نگہبان تھے اس لیے انھیں اندیشہ ہوا کہ نئے دین کی اشاعت و ترویج انھیں کعبہ کے بت خانے کا پجاری اور نگہبان ہونے کے لحاظ سے حاصل ہے اس لیے انھوں نے اللہ کے رسول اور ان کے پیروؤں کی مخالفت پر کمر ہمت باندھ لی۔

حضرت محمد ﷺ کا پیغام اپنے وقت کے عقائد کی دنیا کے لیے ایک کھڑکھڑا دینے والا انقلابی انتباہ تھا۔ آپ نے بت پرستی کو جو اس وقت عرب کے مشرکوں، ہندوستان کے ہندوؤں، چین اور تاتار کے بدھوں اور یورپ کے عیسائیوں میں شدت سے رائج تھی سختی کے ساتھ چیلنج کیا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے اس عقیدے کو باطل ٹھہرایا کہ کوئی انسان یا فرشتہ خدا کا بیٹا بن سکتا ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث کو بھی خدا کی وحدانیت کے منافی قرار دیا اور حضرت عیسیٰ کی الوہیت کے عقیدہ پر حملہ کر کے ان تمام عقیدوں کو چیلنج کیا جن کی رو سے لوگ اپنے پیش وایان، مذاہب کو خدا کا اوتار یا مظہر سمجھنے لگے تھے۔ اللہ کے رسول نے زرتشتیوں اور آفتاب پرستوں کے عقائد پر حملہ کر کے یہ تعلیم دی کہ کسی شے کو یا قدرت کے کسی مظہر کو خدا کا مظہر سمجھنا صحیح نہیں غرض حضرت محمد ﷺ کا اسلام نہ صرف مکہ اور عرب کے مختلف العقائد باشندوں کے لیے بلکہ دنیا کے جملہ مروج مذاہب کے پیروؤں کے لیے ایک چونکا دینے والا پیغام تھا، جس نے نوعِ انسانی کے افکار و عقائد کی دنیا میں ہلچل ڈال دی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریش مکہ نے جب مسلمانوں یعنی ایک خدا کو ماننے والوں پر مکہ میں عرصہ حیات تنگ کر دیا اور انھیں طرح طرح کی ایذائیں دینے لگے تو ان کی ایک مختصر سی جمعیت حبشہ میں چلی گئی جہاں ایک رحم دل عیسائی بادشاہ نجاشی حکمران تھا لیکن رسول کریم ﷺ اور ان کے چند ساتھی بدستور مکہ میں رہتے ہوئے اپنے خیالات و عقائد کی تلقین کرتے رہے۔ اپنے دین کی اشاعت کے سلسلے میں آپ کو بارہا اپنی قوم کے افراد کے ہاتھوں شدید اذیتیں برداشت کرنی پڑیں۔ مخالفوں نے کئی بار انھیں مارا پیٹا۔ ان پر پتھر برسائے اور ان کو لہولہان کر دیا لیکن آپ پہلے سے زیادہ قوی عزم لے کر لوگوں کو خدا کا پیغام سناتے رہے۔

مسلمانوں پر قریش کی سختیاں جب ناقابل برداشت ہونے لگیں تو مکہ کے لوگ آہستہ آہستہ مدینے جا کر آباد ہونے لگے جو مکہ سے دو سو میل شمال کی جانب عرب کا دوسرا مشہور اور بڑا شہر تھا۔ مدینے کے بہت سے لوگ تجارت یا کعبے کی زیارت کے سلسلے میں مکہ آ کر رسول خدا کی تعلیم سے متاثر ہو کر دین اسلام قبول کر چکے تھے۔

۶۲۲ء میں یعنی خدا کا پیغمبر ہونے کے اعلان سے تیرہ سال بعد قریش کے جملہ خاندانوں کے رئیسوں نے سازش کی کہ رات کے وقت سب مل کر آپ کو قتل کر دیں تاکہ آپ کے قتل کی ذمہ داری قبائلی رواج کے مطابق کسی ایک قبیلہ کے سر نہ لگنے پائے اور بنی ہاشم ان کے قتل کے لیے کسی ایک خاندان پر دعویٰ دائر نہ کر سکیں۔ سازش کی رات رسول خدا ﷺ اپنے بستر خواب پر اپنے چچیرے بھائی حضرت علیؓ کو لٹا کر خود گھر سے باہر نکل گئے جو لوگ تاک لگائے بیٹھے تھے ان کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ آپ اپنے ایک پیرو ابوبکر کو جو مکہ کے ایک ممتاز اور دولت مند رئیس تھے ساتھ لے کر شہر سے باہر نکل گئے تاکہ خود بھی مدینہ کو ہجرت کر جائیں۔ قریش کے لوگوں نے تعاقب کیا۔ آپ اور ابوبکرؓ مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر، ثور نامی ایک پہاڑ کے غار میں چھپے رہے۔ جب خطرہ دور ہوا تو غار سے نکل کر منزلیں مارتے ہوئے مدینہ چلے گئے۔ مکہ کے اکثر مسلمان مدینہ آ چکے تھے۔ پیغمبر کے بچ کر نکل جانے کے باعث قریش مکہ کو جا آباد ہو جانے کو اپنے لیے موجب خطر خیال کرنے لگے۔ کیوں کہ مکہ سے ملک شام کو جو تجارتی راہ جاتی تھی وہ مدینہ کے قریب سے ہو کر گزرتی تھی۔ اس لیے قریش مکہ نے مسلمانوں کی جمعیت اور طاقت کا استیصال کرنے کے ارادے سے ۶۲۴ء میں یعنی پیغمبر عرب ﷺ کی ہجرت کے دوسرے ہی سال ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینے پر چڑھائی کر دی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کو قریش کے اس ارادے کی اطلاع ملی تو وہ بھی تین سو تیرہ افراد کی جمعیت لے کر مدینے سے نکلے اور مدینے سے سات منزل کے فاصلے پر بدر کے مقام پر مسلمانوں اور بت پرستوں کے لشکروں کا آپس میں تصادم ہوا۔ دن بھر گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ مسلمان ہر چند تعداد میں بہت کم تھے لیکن بڑی ثابت قدمی کے ساتھ لڑتے رہے۔ اس لڑائی میں قریش کے بہت سے قریبی رشتہ دار مثلاً بھائی بھتیجے وغیرہ ایک دوسرے کے مد مقابل تھے۔ دونوں طرف کے بہادروں نے خوب داد شجاعت دی۔ لڑائی کے دوران میں رسول خدا ﷺ بڑی بے تابی سے خدا کے حضور میں سر بہ سجود ہو کر مسلمانوں کی فتح کے لیے دعائیں مانگتے رہے وہ کہہ رہے تھے کہ بار خدایا اگر تجھ پر ایمان لانے والوں کی یہ مٹھی بھر جماعت فنا کے گھاٹ اتر گئی تو اس دنیا میں تیرا نام لینے والا اور تیری عبادت کرنے والا کوئی متنفس باقی نہیں رہے گا۔ دن بھر کی لڑائی میں قریش مکہ کے ستر آدمی مقتول ہوئے جن میں ان کے بعض بڑے بڑے سردار بھی تھے۔ مسلمانوں کا جانی نقصان صرف چودہ اشخاص پر مشتمل تھا۔ قریش کے بڑے سردار ابوجہل کے مارے جانے پر بت پرستوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ان میں سے کچھ تو بھاگ گئے اور بعض ہتھیار ڈال کر جنگی اسیر بن گئے جن کو مسلمانوں نے زر فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔

اس شکست فاش کے بعد مکہ کے مشرکوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کی ٹھانی اور مدینہ کے یہودیوں اور منافق مسلمانوں سے خفیہ ساز باز شروع کی۔ جنگ بدر کے دو ماہ بعد مکہ کے سردار ابوسفیان نے مدینہ کے نواحی دیہات پر چھاپہ مارا لیکن مسلمانوں کی جماعت کے نمودار ہونے پر بھاگ نکلا۔ پیغمبر اسلام کی ہجرت کے تیسرے سال یعنی ۶۲۵ء میں مکہ کے بت پرست قریش نے ایک بھاری لشکر لے کر مدینہ پر چڑھائی کی اور مدینہ کے قریب احد کے پہاڑ پر ڈیرے ڈال دیے۔ رسول خدا ایک ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر مقابلے کے لیے نکلے۔ جس میں سے تین سو منافق راستے میں سے واپس لوٹ گئے۔ کوہ احد پر مسلمانوں اور بت پرستوں کے درمیان ایک دفعہ پھر گھمسان کا کارن پڑا۔ پہلے مسلمانوں کا پلہ بھاری نظر آتا تھا لیکن مسلمانوں کی ایک ٹولی جو ایک درے کی حفاظت پر متعین تھی پیچھے ہٹتے ہوئے دشمن پر ہلہ بولنے کے لیے اپنا مورچہ چھوڑ گئی۔ بت پرستوں نے اس طرف سے مسلمانوں کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا اور ان کی جمعیت تتر بتر ہونے لگی۔ اسی افراتفری میں حضرت محمد ﷺ تیر یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پتھر کھا کر زخمی ہو گئے۔ ان کا ایک دانت ٹوٹ گیا۔ مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ رسول خدا ﷺ مارے گئے اس لیے عام لشکری بددل ہوکر ہتھیار پھینکنے لگے لیکن بعض بہادر جان نثاروں نے ثابت قدمی سے کام لیا اور دشمن کے ان دستوں کو جو پیغمبر اسلام ﷺ پر حملہ کر رہے تھے پسپا کر کے مار بھگایا۔ سر شام قریش مکہ کا لشکر پیچھے ہٹ گیا۔ مسلمانوں کی ایک ٹولی نے تھوڑی دور تک ان کا تعاقب کیا باقی مسلمان مدینے کی طرف لوٹ آئے کیوں کہ وہاں کے یہودی قریش مکہ کے ورغلانے کے باعث فساد پر آمدہ ہو رہے تھے۔

قریش مکہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے اس لیے انھوں نے اگلے سال مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں سے پھر ساز باز کی اور عربستان کے بدوی قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر چوبیس ہزار نفوس کا ایک لشکر جرار تیار کیا اور مدینہ پر چڑھائی کر دی مسلمانوں کو باہر سے اتنی بھاری جمعیت کے حملہ کا خطرہ درپیش تھا اور شہر کے اندر انھیں بدوی منافق فساد اور غداری پر آمادہ نظر آرہے تھے اس لیے انھوں نے سلمان فارسی کے مشورے کے مطابق شہر کے اردگرد خندق کھودی اور خود محصور ہوکر بیٹھ گئے۔ قریش، یہود اور عرب قبائل کے لشکر نے خندق کے باہر پڑاؤ ڈال کر محصورین سے لڑائی شروع کر دی۔ جس میں فیصلہ کن تصادم کی نوبت ہی نہ آنے پائی۔ چوں کہ خندق کی لڑائی کا یہ طریق عربوں کے لیے نیا اور نرالا تھا، اس لیے وہ ایک مہینے تک محاصرہ قائم رکھنے کے بعد خود ہی منتشر ہو گئے۔ یہ واقعہ ۵ ہجری یعنی ۶۲۷ء میں پیش آیا۔

۶۲۷ء میں رسول خدا ﷺ اپنے پیروؤں کی ایک مختصر سی جماعت لے کر مکے کی طرف روانہ ہوئے تاکہ کعبہ کا حج کریں۔ قریش مکہ کو تشویش ہوئی کہ مسلمانوں کی مسلح جمعیت شہر میں داخل ہوکر لڑے گی اس لیے انھوں نے فیصلہ کرلیا کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ رسول خدا ﷺ راستے میں حدیبیہ نامی ایک مقام پر ٹھہر گئے۔ مکہ کے سرداروں سے گفت و شنید ہونے لگی۔ اتنے میں افواہ مشہور ہوئی کہ مکہ والوں نے مسلمانوں کے سفیر کو قتل کر دیا ہے۔ آپ نے پیروؤں سے (جہاد) کے لیے حلف لیے۔ سفیر کے قتل کی افواہ بعد میں غلط ثابت ہوئی اس لیے رسول خدا ﷺ نے سرداران مکہ سے ایک معاہدہ طے کرلیا جس کی ایک شرط یہ تھی کہ اس سال مسلمان واپس چلے جائیں گے اگلے سال حج کے لیے آئیں تو انھیں نہیں روکا جائے گا۔ ایک شرط یہ بھی تھی کہ مکہ والوں کا کوئی آدمی اگر مسلمانوں کے پاس چلا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گا تو مسلمان اسے واپس کر دیں گے لیکن اگر کوئی مسلمان مکے آئے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔ یہ شرطیں آپ کے بعض ساتھیوں کو ناگوار گزریں لیکن اپنے ہادی کو آمادہ پا کر سب خاموش ہو گئے۔ اس طرح مسلمانوں اور مکہ کے بت پرستوں کے درمیان صلح ہو گئی۔

مکہ والوں سے صلح کرنے کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ مدینے کے یہودیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی شرارتوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ان کے قلعوں کو سر کیا۔ جن میں سے ایک کا نام خیبر تھا۔ ان کامیابیوں کے باعث مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور عرب کے بہت سے بدوی قبائل بھی مسلمان ہونے لگے۔ خود مکہ کے بت پرست مسلمانوں سے میل جول ہونے کے باعث دین اسلام قبول کرنے لگے۔ اسی سال پیغمبر اسلام ﷺ عرب کے رئیسوں اور بیرونی ملکوں کے بادشاہوں، قیصروں اور شہنشاہوں کو وہ چٹھیاں بھیجیں جن میں انھیں دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔

۶۳۰ء میں قریش مکہ نے صلح حدیبیہ کی ایک شرط کی خلاف ورزی کر کے ایک ایسے قبیلے کے افراد کو قتل کر دیا جو مسلمانوں کا حلیف تھا۔ اس قبیلے کے لوگوں نے مدینے جا کر رسول خدا سے فریاد کی آپ نے دس ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر مکے پر چڑھائی کی۔ مسلمانوں کا لشکر مکے کے قریب پہنچا تو قریش کے سردار امان کے طالب ہوئے۔ اللہ کے رسول نے انھیں امان دی اور مکہ پر کسی قسم کی خوں ریزی کے بغیر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔[1] مکہ کے بت پرستوں کو اندیشہ تھا کہ مسلمان فتح یاب ہو کر ان سے انتقام لیں گے لیکن رسول اللہ ﷺ کے حسن سلوک کو دیکھ کو وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

۶۳۱ء میں مدینے میں یہ افواہ پھیلی کہ قیصر روم کی فوجیں مسلمانوں کی نوخیز طاقت کا قلع قمع کرنے کے ارادے سے مدینے پر چڑھائی کرنے والی ہیں۔ اس لیے رسول خدا ﷺ نے ایک جمعیت کو سرحد شام کی طرف مقابلے کے لیے بھیجا جو تبوک تک گئی۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ شام کے عیسائی برسر پرخاش نہیں۔ اس لیے یہ مہم واپس آ گئی۔

۶۳۱ء میں پیغمبر اسلام نے عرب کے بدوی قبائل میں اپنے ایلچی بھیج کر انھیں اسلام لانے کی تلقین کی۔ چناں چہ قبائل کے وفد جوق در جوق آ کر مسلمان ہونے لگے لیکن ہوازن

۱۔ صرف خالد کے دستے کی مزاحمت ہوئی اور چند آدمی مارے گئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قبائل نے جو مکہ کے قریب آباد تھے مسلمانوں سے لڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ حنین کے مقام پر معرکہ کار زار گرم ہوا۔ پہلے مسلمانوں کی جمعیت منتشر ہو گئی لیکن رسول خدا ﷺ نے اپنے جانباز پیروؤں کو از سر نو جمع کیا اور حملہ کر کے دشمنوں کو شکست دی۔ ہوازن کے قبائل کی شکست کے بعد سارے عرب میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور عرب کے اکثر قبیلے مسلمان ہو گئے۔

۶۳۲ء میں پیغمبر اسلام نے آخری حج کیا۔ اس حج کے اجتماع میں اپنے پیروؤں کو بہت سی کارآمد نصیحتیں کیں۔ رسول خدا ﷺ اس حج سے واپس جانے کے تین ماہ بعد مدینہ میں فوت ہو گئے۔ اس حال میں کہ عرب کی سرزمین اور اس کے باشندوں کی کایا پلٹ چکی تھی۔ پہلے وہ منتشر اور مشتت حال میں تھے۔ عرب کے بعض اقطاع اور بعض قبیلے ایران کی ساسانی سلطنت کے مطیع و تابع اور بعض روم کے بازنطینی قیصروں کے زیر اثر تھے لیکن پیغمبر اسلام ﷺ کی وفات پر عرب قبائل قومی اور مذہبی حیثیت سے متحد ہو کر نہ صرف ایک آزاد طاقت بن گئے بلکہ اپنے کو روم و ایران کا ہم پلہ خیال کرنے لگے۔ دین اسلام قبول کرنے کے باعث ان کے پرانے عادات و اطوار میں بھی بہت بھاری تبدیلی آ گئی اور سب کے سب اپنی رضا و رغبت سے قانون اسلام کے پیرو بن گئے۔

اسلام سے پہلے عرب لوگ شراب پیتے، جوا کھیلتے، آپس میں لڑتے اور فحش کاری کو برا نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے شرفا میں لڑکیوں کو پیدائش کے وقت ہی زندہ درگور کر دینے کی رسم عام تھی۔ قتل، خوں ریزی چوری اور غضب کی برائیاں بھی عام تھیں۔ رسول خدا ﷺ کی تعلیم و تربیت نے ۲۴ سال کے مختصر عرصہ میں یہ سب بری عادتیں ان سے چھڑا دیں اور انھیں ایک نئی عامل و بیدار قوم بنا دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی تعلیم

حضرت محمد ﷺ نے اپنے پیروؤں کو جس دین کی تلقین کی اس کے موٹے موٹے خدوخال یہ ہیں کہ ایک خدا کے سوا اور کسی چیز یا کسی شخص کو عبادت، پرستش اور پوجا کا سزاوار نہ سمجھا جائے اور کسی طاقت یا کسی مرئی یا غیر مرئی ہستی کو اس کی قدرت کا شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ سب انسانوں کو مساوی حقوق دیے جائیں۔ نسل، رنگ، درجہ، مرتبہ، امارت وغیرہ کے سب امتیاز مٹا دیے جائیں۔ عزت کا مستحق صرف اسے سمجھا جائے جو نیک ہو اور خلق خدا کی بھلائی کے کام کرے۔ اسلام کے معتقدات میں بہت زیادہ زور اس امر پر دیا گیا ہے حقیقی اور ابدی قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہوکر شروع ہوگی اس لیے موجودہ زندگی کو آخرت کی زندگی بہتر بنانے کے لیے صرف کرنا چاہیے اور اس زندگی میں جو کام بھی کیا جائے وہ صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کیا جائے اسلام نے دنیا کی زندگی کو ہیچ قرار دیا لیکن اسے تیاگنے کی تلقین نہیں کی بلکہ یہ کہا کہ جو لوگ اس زندگی کو قوانین اسلام کے مطابق بسر کریں گے اور دوسروں پر ظلم کرنے سے باز رہیں گے وہ آخرت میں اجر پائیں گے اس شرط کے ساتھ اسلام نے انسانوں کو دنیوی لذتوں اور آسایشوں سے اس حد تک بہرہ ور ہونے کی اجازت دی جہاں تک وہ دوسرے کے حقوق پر مخالفانہ اثر انداز نہ ہو۔ اسلام اپنے پیروؤں کو پیدائش سے لے کر فوت تک ایک ضابط و منضبط زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا ہے اور اس دنیا کی محرومیوں کے معاوضے میں جو اسلامی زندگی بسر کرنے کے باعث پیش آئیں آخرت کی زندگی میں بھاری اجر کی امید دلاتا ہے۔ اجتماعی حیثیت کے بغیر اسلام نے دنیا میں ایک ایسی کمیونٹی (جماعت) قائم کرنے کی کوشش کی جو رنگ و نسل وغیرہ کے امتیازات کو چھوڑ کر انسانیت کی برادرانہ حس پر مبنی ہو، نیکو کار اور پرہیز گار ہو، دنیوی لذتوں اور آسایشوں کی نہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قدر گرویدہ ہو کہ دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرنے لگے اور نہ اتنی بیزار ہو کہ دنیا تیاگ کر رہبانیت کو اپنا شیوہ بنا لے جو دوسروں کو نیکی کی تلقین کرنے والی اور برائی سے روکنے والی اور اپنے ماڈل نظام اور اپنی ممتاز حیثیت کو دشمنوں کے جارحانہ حملوں سے بچانے کے لیے مردانہ وار شجاعت سے لڑنے والی ہو۔ اسلام کی تعلیم کے تمام بنیادی اصول قرآن مجید میں مذکور ہیں جسے مسلمان الہامی کتاب مانتے ہیں قرآن کے بعد ان بنیادی اصولوں کی تشریح و توسیع کے لیے اپنے پیغمبر کے اقوال و خطبات اور افعال سے سند حاصل کرتے ہیں جنھیں مسلمانوں نے بڑی احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں اپنے پیغمبر کو دوسری قوموں کی طرح خدا یا خدا کا اوتار یا خدا کا بیٹا وغیرہ قرار دینے کے خیالات ترقی نہیں کر سکے۔ رسول خدا ﷺ کی زندگی کے واقعات جو تمام و کمال تاریخی روشنی کے سامنے ہیں، شروع سے لے کر آخر تک ایک ممتاز انسان کی زندگی کے حالات ہیں صرف خدا کا پیغمبر ہونے کی کیفیت یعنی خدا کا پیغام وصول کر کے اسے من و عن لوگوں تک پہنچانے کی صفت ایسی بات ہے جو عام انسانوں کے فہم میں نہیں آسکتی رسول خدا کا دعویٰ یہ ہے کہ نوع انسانی کے آغاز سے لے کر ان کے ظہور تک وقتاً فوقتاً تمام ملکوں اور تمام قوموں میں ایسے برگزیدہ انسان پیدا ہوتے رہے ہیں جو خدا کے پیغام بر تھے اور دین اسلام کی تلقین کرتے رہے۔ مجھ پر خدا کا پیغام اپنی کامل صورت میں نازل ہوا اور دین اسلام انسانوں پر اپنی مکمل شکل میں ظاہر ہو چکا جو باقی سب دینوں پر غالب آکر رہے گا۔ لہٰذا میرے بعد خدا کا اور کوئی نبی یعنی پیغمبر ظاہر نہیں ہوگا۔ حضرت محمد ﷺ نے جو خدا کا پیغام سنایا وہ مسلمانوں نے ایک کتاب کی شکل میں جمع کر رکھا ہے جسے وہ قرآن کہتے ہیں اور اسی قرآن کو وہ اپنے مذہب کا سرچشمہ خیال کرتے ہیں۔ اس موقع پر یہ تذکرہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ حضرت محمد ﷺ امی تھے یعنی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اور آپ نے ساری عمر نوشت و خواند کی تحصیل کی طرف توجہ نہیں دی۔

پیغمبر کے ذاتی حالات بھی ان کی پبلک زندگی کی طرح پوری صحت کے ساتھ تاریخ کے صفحات پر مندرج ہو چکے ہیں۔ آپ نے پچیس سال کی جس عمر میں اونچے گھرانے کی ایک مال دار بیوہ عورت خدیجہؓ سے شادی کی جس کی عمر چالیس برس کی تھی۔ خدیجہؓ کے بطن سے دو بیٹیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے لڑکے صغر سنی ہی میں فوت ہو گئے۔ بچوں کی وفات کے صدمے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو آپ نے بہت محسوس کیا اور آپ دیدہ ہوگئے۔ پچاس سال کی عمر تک صرف خدیجہؓ آپ کی رفیقہ حیات رہیں۔ خدیجہؓ کی وفات کے بعد متعدد بیوہ عورتوں سے نکاح کیے اور آخر عمر میں ایک کنواری لڑکی سے شادی کی۔ آپ کے ازواج کی کل تعداد نو تھی خانگی زندگی میں آپ بعض دفعہ کچھ مشکلات بھی پیش آئیں جن سے آپ کئی کئی دن تک متاثر رہے۔ مسلمان اپنے پیغمبر کی پرائیوٹ زندگی کے واقعات کو بھی ایک اچھی نظیر کے طور پر سامنے رکھتے ہیں اور اپنی زندگی کی مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے انھیں دلیل راہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی فتوحات

پیغمبر اسلام ﷺ کی وفات پر ان کے پیروؤں میں ان کا نائب اور جانشین مقرر کرنے کا سوال پیدا ہوا اور دو گروہ اس امر کا مطالبہ کرنے لگے کہ پیغمبر کا جانشین ان میں سے کسی کو منتخب کیا جائے۔

ایک گروہ ان قریش مہاجرین کا تھا جو مکہ سے نکل کر مدینے میں آباد ہو چکے تھے اور دوسرا گرہ مدینے والوں کا تھا جنھوں نے ہجرت کے وقت رسول خدا ﷺ اور ان کے ساتھیوں کی مدد کی تھی۔ معمولی بحث و تمحیص کے بعد مہاجرین اور انصار ابوبکر صدیقؓ مہاجر کو خلیفہ الرسول (پیغمبر کا نائب) منتخب کرنے پر رضامند ہو گئے۔ بنی ہاشم یعنی حضرت محمد ﷺ کے خاندان کے لوگوں نے بھی ابوبکرؓ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ پیغمبر کی وفات کی خبر سن کر عرب میں ''ردہ'' یعنی اسلام سے روگردانی کرنے کا فتنہ پیدا ہوا۔ بعض بدوی قبائل نے مطالبہ کیا کہ ان سے زکوٰۃ یعنی مالی ٹیکس وصول نہ کیا جائے۔ بعض قبیلوں میں نبی اور پیغمبر ہونے کے مدعی ظاہر ہو گئے جنھوں نے دین اسلام کے بنیادی فرائض یعنی نماز اور روزہ وغیرہ معاف کرنے کا اعلان کر دیا اور اپنے پیروؤں کی کافی جمعیتیں فراہم کر لیں۔ ابوبکرؓ نے ان بغاوتوں کو آہنی عزم اور مضبوط ہاتھ سے فرو کیا۔ مسیلمہ نامی ایک مدعی نبوت کے پیروؤں سے مسلمانوں کو شدید لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ مسیلمہ قتل ہوا اور اس کی بھاری جمعیت تتر بتر ہو گئی۔ ایک لشکر شام کی مہم پر جانے کے لیے پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی ہی میں مرتب ہو چکا تھا۔ ابوبکرؓ نے داخلی شورشوں کے باوجود اس لشکر کو روانہ کر دیا۔ روانگی کے وقت ابوبکرؓ نے اس لشکر کو جو ہدایات دیں اور جن پر مسلمانوں کی فوجیں صدیوں عمل کرتی رہیں وہ جنگ کی تاریخ میں نرالی تھیں۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ میں تم کو دس حکم دیتا ہوں انھیں یاد رکھنا اور ان پر پوری طرح عمل کرنا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) خیانت نہ کرنا (۲) دھوکا نہ دینا (۳) سردار کی نافرمانی نہ کرنا (۴) کسی شخص کے اعضا نہ کاٹنا (۵) کسی بچے، بوڑھے یا عورت کو قتل نہ کرنا (۶) کھجور یا کسی اور میوہ دار درخت کو نہ کاٹنا اور نہ جلانا (۷) بکری، گائے، اونٹ، کو غذا کی ضرورت کے سوا نہ مارنا (۸) جو لوگ عبادت گاہوں میں گوشہ گیر ہو کر بیٹھے ہیں ان کو اپنے حال پر چھوڑ دینا (۹) لوگ تمھارے پاس اچھے اچھے کھانے لے کر آئیں گے ان کھانوں کو خدا کا نام لے کر کھانا (۱۰) تم کو ایسی قوم ملے گی جس کے سر کے بال بیچ میں سے منڈے ہوں گے اور پیچھے چھوتے ہوں گے ان کو تازیانہ کی سزا دینا۔

یہ مہم شام کی طرف محض پیش بندی کے طور پر بھیجی گئی تھی جو چالیس دن کی گشت لگا کر واپس آ گئی۔

عرب میں اسلام کی نئی طاقت کے ظہور کو ایرانی اور رومی دونوں تشویش کی نگاہ سے دیکھتے تھے کیوں کہ اسلام نے ان عرب قبائل کو جو امرانیوں اور رومیوں کے زیر اثر اور ماتحت تھے چھین لیا تھا۔ عراق کا ایرانی حاکم ہرمز ان عرب قبائل کو جو اسلام کی پناہ میں آ چکے تھے بہت تنگ کرتا تھا اس لیے ابوبکرؓ نے داخلی شورشوں کو فرو کرنے کے بعد فی الفور عراق کی طرف توجہ مبذول کی اور ایک فوجی مہم ایرانیوں کے مقابلے کے لیے بھیجی۔ اس مہم میں ایک لشکر کے سردار خالدؓ بن ولید تھے۔ جنھوں نے عراق کی سرزمین کے بہت سے شہر ایرانیوں کے ہاتھ سے چھین کر وہاں اپنے حاکم مقرر کر دیے دوسرے لشکر نے جو مثنیٰ نامی ایک سردار کے زیر قیادت لڑ رہا تھا، عراق کے متعدد مقامات سر کر لیے۔ اسلامی فوجیں عرب کے شمال شام میں بھی قیصر روم کی فوجوں سے لڑ رہی تھیں۔ قیصر نے ان کے مقابلے کے لیے ایک بھاری لشکر بھیجا لہٰذا دربار خلافت سے خالد بن ولیدؓ کو شام پر لشکر کشی کرنے کا حکم ہوا۔ خالدؓ نے شام کے شہر حمص کو فتح کر لیا۔ ابوبکرؓ کی خلافت کے تیسرے سال کے آغاز میں اسلامی فوجیں یرموک کے پڑاؤ میں ڈیرے ڈالی پڑی تھیں کہ ابوبکرؓ وفات پا گئے اور ان کی جگہ فاروق اعظم عمرؓ خلیفہ بنے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کے خلیفہ اوّل ابوبکرؓ ان چند اشخاص میں سے ایک تھے جنھوں نے سب سے پہلے حضرت محمد ﷺ کے خدا کا پیغمبر ہونے کے دعوے کو تسلیم کیا تھا اور ہر مشکل مہم میں پورے عزم و استقلال کے ساتھ آپ کا ساتھ دیا تھا۔ رسول خدا ﷺ کی وفات پر ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پیروؤں کی اکثریت سراسیمہ ہوگئی تھی لیکن ابوبکرؓ نے یہ کہہ کر سب کے ہوش بجا کیے کہ جو لوگ محمد ﷺ کی پرستش کرتے تھے وہ جان لیں کہ محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں لیکن جو خدا کی عبادت کرنے والے ہیں انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ خدا زندہ ہے اور اس کے ماننے والوں کے لیے ضروری ہے کہ خدا کا کام جاری رکھیں۔ خلیفہ منتخب ہوئے تو پہلی تقریر میں کہہ دیا کہ مجھے مسلمانوں کا امیر بننے کی ہوس نہیں لیکن میں نے فتنہ و فساد کا سدباب کرنے کے لیے یہ منصب قبول کیا ہے اگر میں راہ راست پر چلوں تو مجھے مدد دو اگر بے راہ چلوں تو مجھے سیدھا کرو۔ وفات سے پہلے ابوبکرؓ نے بیت المال (قومی خزانہ) کا وہ تمام روپیہ جو انھوں نے دو سال کی خلافت کے دوران میں گزارے کے طور پر لیا تھا اپنی جائیداد کا ایک قطعہ زمین فروخت کر کے ادا کر دیا اور وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد وہ اشیا نئے خلیفہ کی تحویل میں دے دی جائیں جن کا اضافہ میرے مال میں میرے خلیفہ بننے کے بعد ہوا ہے۔ چناں چہ وصیت کے مطابق ایک غلام، ایک اونٹنی اور ایک چادر خلیفہ عمرؓ کے حوالے کر دی گئیں۔

فاروق اعظم عمرؓ، ابوبکر صدیقؓ کے مطابق ان کے جانشین بنے۔ عمرؓ کی دو سالہ خلافت کا عہد اسلام کی فتوحات اور ترقی کا زمانہ ہے۔ عمرؓ جب خلیفہ بنے تو اسلام کی فوجیں عراق میں ایرانیوں سے اور شام میں رومیوں سے لڑ رہی تھیں۔ عمرؓ نے خلیفہ بنتے ہی ان دونوں مہموں کو بیش از بیش شدت سے جاری رکھا۔ مسلمانوں نے ۶۳۵ء میں قادسیہ کے مقام پر ایرانیوں کے مقابلے میں زبردست فتح حاصل کی اور ۶۳۶ء میں سلطنت ایران کے صدر مقام مداین کو سر کر لیا۔ ۶۳۷ء میں جلولا کے مقام پر گھمسان کا رن پڑا اور اسلامی فوجیں کام یاب ہوئیں اور عراق کی ساری سرزمین مسلمان عربوں کے زیر نگیں آ گئی۔ انھی سالوں میں عرب مسلمانوں کی فوجیں شام میں قیصر روم کی فوجوں کے ساتھ لڑ رہی تھیں اور دمشق، حمص اور یرموک کے معرکے سر کرتی ہوئی ۶۳۷ء میں یروشلم (بیت المقدس) تک پہنچ گئی تھیں جس کے باشندوں نے خلیفہ عمرؓ سے معاہدہ کر کے اطاعت قبول کر لی۔ قیصر روم ہرقل جو انطاکیہ میں تھا ان شکستوں پر بددل ہو کر قسطنطنیہ چلا گیا اور شام کی سرزمین مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی۔ ۶۳۸ء میں شام کی اسلامی فوجوں میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی اس لیے فتوحات کی رفتار میں رکاوٹ آ گئی۔ ۶۴۰ء میں اسلامی لشکر نے مصر پر چڑھائی کی اور مصر کے بادشاہ مقوقس نے جو قیصر روم کا باج گذار تھا مسلمانوں کے ساتھ صلح کر لی۔ اسلام کی فوجوں کو اسکندریہ میں رومی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوجوں کے ایک زبردست اجتماع کا سامنا ہوا۔ آخر چھ ماہ کے محاصرے کے بعد مسلمانوں نے ۶۴۲ء میں یہ شہر بھی سر کر لیا۔ اسی سال خلیفہ عمرؓ نے متعدد فوجیں مختلف سرداروں کے ماتحت سلطنت ایران کی تسخیر کے لیے روانہ کیں۔ جنھوں نے اصفہان، آذربائیجان، طبرستان، ارمنستان، فارس، کرمان، سیستان، مکران اور خراسان کی ولایتیں دو ہی سال کی قلیل مدت میں سر کر لیں۔ ایران کا شہنشاہ یزدگرد بھاگ کر تاتار کے خاقان کا پناہ گزیں ہوا اور تاتاریوں کی مدد لے کر آیا لیکن خاقان تاتار مسلمانوں کی قوت، ان کے عزم اور ان کے طریق جنگ کو دیکھ کر اتنا متاثر ہوا کہ وہ لڑائی کیے بغیر واپس چلا گیا۔ یزدگرد کو بھی جو ہرات پر لشکر کشی کر رہا تھا بھاگتے ہی بن آئی اور اس طرح ایران کی سامانی سلطنت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہوگیا۔ ۶۳۳ء تک یعنی پیغمبر اسلام ﷺ کی وفات کے بعد بارہ سال کی قلیل مدت میں عرب مسلمانوں نے قسطنطنیہ کی رومی عیسائی سلطنت اور ایران کی سامانی پارسی سلطنت کی بہترین فوجوں کو شکست دے کر مصر سے لے کر خراسان اور بلوچستان تک کی سرزمینیں فتح کر لیں اور قدیم پارسی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

مسلمانوں کی یہ فتوحات مذہب اسلام کو فروغ اور ترقی دینے کا موجب ثابت ہوئیں کیوں کہ رومی اور ایرانی بادشاہوں کی رعایا نے نہ صرف مسلمان فاتحین کا دلی تپاک سے خیر مقدم کیا بلکہ اس کی تعداد کثیر نے مذہب اسلام قبول کر لیا۔ عرب جرنیل ہر جگہ اپنے مدمقابل کے سامنے صلح کی دو صورتیں پیش کرتے تھے اور کہتے تھے کہ (۱) دین اسلام قبول کر لو تو ہم تمھیں اپنے برابر حقوق دیں گے اور اپنا بھائی سمجھیں گے۔ (۲) اطاعت قبول کر کے مسلمانوں کی پناہ اور امان میں آجاؤ تو مسلمان زر جزیہ لے کر تمھارے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کریں گے اگر تمھیں ان میں سے کوئی صورت بھی قبول نہیں تو ہم خدا کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے تمھارے ساتھ جنگ کریں گے۔ رومیوں اور ایرانیوں کے لشکروں نے اگرچہ قدم قدم پر عرب مسلمانوں کا زبردست مقابلہ کیا لیکن عربوں کے حوصلے اسلام لانے کے بعد اس قدر بڑھ گئے تھے کہ ان کی قلیل جمعیتیں مخالفین کے بھاری لشکروں کے ساتھ ٹکرا جاتی تھیں اور اپنے عزم و استقلال کے بل پر فتح حاصل کر لیتی تھیں۔ قیصر روم ہرقل نے یرموک کے معرکہ میں عیسائی فوج کی ہزیمت و شکست پر جب تعجب کا اظہار کیا تو ایک بوڑھے عیسائی نے مسلمانوں کے فتح یاب ہونے کے وجوہ یوں بیان کیے کہ:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مسلمان رات کو عبادت کرتے ہیں دن کو روزے رکھتے ہیں کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ آپس میں برابری سے ملتے ہیں۔ شراب نہیں پیتے ان کے اخلاق ہم سے اچھے ہیں اس لیے وہ استقلال سے لڑتے ہیں اور فتح حاصل کر لیتے ہیں۔''

میدان جنگ میں عربوں کی کام یابی کا تمام تر انحصار ان کے حوصلہ اور اخلاق کے اس اعلیٰ معیار پر تھا جسے دین اسلام نے بہت بلند کر دیا تھا ایران اور روم و شام کی عام رعایا اس وجہ سے عربوں کی گرویدہ ہوتی چلی گئی کہ وہ اپنے بادشاہوں، حاکموں اور رئیسوں کے ظلم وستم اور ان کی لوٹ کھسوٹ سے بہت تنگ آئی ہوئی تھی اور مسلمانوں کی پناہ میں آکر جزیہ (مالی ٹیکس) کے بدلے ذمیوں کے حقوق حاصل کر لینا ان کے لیے بہتر تحفظ کا کفیل تھا۔ عرب مسلمان اپنے معاہدوں، وعدوں اور امان کے اعلانوں کی پابندی بڑی شدت سے کرتے تھے۔ حمص کا شہر فتح کرنے کے بعد جب اسلامی لشکر کو وہاں سے پیچھے ہٹنا پڑا تو مسلمان جرنیل نے جزیہ (امان ٹیکس) کی وہ تمام رقم شہر والوں کو واپس کر دی جو ان سے وصولی کی جا چکی تھی۔ فارس کے ایک شہر جندی سابور کے لوگوں کو مسلمانوں کے لشکر سے ایک غلام نے جزیہ کی شرط پر امان کی تحریر بھیج دی اس پر شہر والوں نے دروازے کھول دیے اور سردار لشکر کو معلوم ہوا کہ لشکر کا ایک فرد بعض شرائط پر شہر والوں کو امان دے چکا ہے تو اس نے انھی شرطوں کی تصدیق کر دی۔ دمشق میں ایک دروازے سے مسلمان سالار لشکر خالد بن ولید لڑتے بھڑتے داخل ہوئے تھے اور دوسرے دروازے سے ابوعبیدہ بعض شرطوں پر صلح کر کے اور شہر کے باشندوں کو جان و مال کی امان دے کر داخل ہوئے تھے۔ جب دونوں جرنیل آپس میں ملے تو شہر کے اس حصے کو بھی جسے مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کیا تھا انھی شرطوں پر امان دے دی گئی جو ابوعبیدہ نے طے کی تھیں۔ غرض معاہدوں کی پابندی اور پاس داری بڑی شدت سے کی جاتی تھی جس نے دوسری قوموں کے عوام میں مسلمانوں کے متعلق اعتماد کی روح کو بہت ترقی دی۔ ان مہموں کے دوران میں شام کے عیسائیوں اور ایران کے پارسیوں وغیرہ سے جو معاہدے کیے گئے ان میں سے جزیہ کی شرط پر ان کے جان و مال، ناموس، معابد، طریق عبادت اور طرز معاشرت کو نہ صرف امان دی گئی بلکہ اس امر کا وعدہ کیا گیا کہ مسلمان ذمیوں کے ان شعاروں کی حفاظت کریں گے یعنی ان کی خاطر ان کے دشمنوں سے لڑیں گے۔ بعض

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقامات کے قبیلوں نے جزیہ دینے کے بجائے فوجی خدمات میں مسلمانوں کا ساتھ دینے کے حامی بھری۔ ان سے یہی شرط قبول کر لی گئی۔ ان جنگوں کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے بادیہ نشین جن کی شجاعت کو اسلام کی جہادی تعلیم نے بہت جلا دے دی تھی فنون حرب میں قدیم متمدن سلطنتوں کے لشکروں پر بہت فوقیت رکھتے تھے۔ مبارزت کی جنگوں میں بالعموم عرب پہلوانوں کا پلہ بھاری رہتا تھا اور عرب سالار بالخصوص خالد بن ولید اپنی سپاہ کو حسب موقع بہت ہوشیاری سے ترتیب دیتے تھے اور ایسے نئے نئے طریقوں سے لڑاتے تھے کہ مسلمانوں کی مختصر جمعیتیں رومیوں اور ایرانیوں کے بھاری بھاری لشکروں کو شکست دینے میں کام یاب ہو جاتی تھیں۔ رومی اور ایرانی سپاہی خود، زرہ، چلتہ، جوشن، بکتر، چار آئینہ، آہنی دستانوں، جیلم اور موزوں سے آراستہ ہوتا تھا اور تلوار، تیر، نیزے کے علاوہ ان کے پاس گرز اور کمند بھی ہوتے تھے ان بھاری اسلحہ کے مقابلے میں عربوں کے پاس صرف زرہ، ڈھال، تلوار تیر اور نیزے تھے جن سے عرب مجاہد لڑتے تھے۔ گھڑ سوار دونوں طرف تھے لیکن ایرانیوں کے لشکر میں فیل سوار بھی ہوتے تھے جن سے عربوں کو پہلی دفعہ سابقہ پڑا تھا۔ عربوں نے فصیل توڑنے کے لیے منجنیق کا استعمال ایران اور شام میں پہنچنے کے بعد سیکھا۔ مسلمانوں کا لشکر تنخواہ دار نہیں تھا بلکہ سب کے سب رضا کار مجاہد تھے جو اپنا ساز و سامان اپنے گھروں سے لے کر نکلتے تھے اور خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے لڑتے تھے۔ جن کے پاس ضروری سامان نہیں ہوتا تھا انھیں قومی خزانہ سے دیا جاتا تھا۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کر دیا جاتا تھا جو خلیفہ کی تحویل میں رہتا اور باقی مجاہدین میں بانٹ دیا جاتا تھا۔ خلیفہ عمر نے تمام مسلمانوں کا ایک رجسٹر مرتب کرایا اور ایک روزہ بچے سے لے کر بوڑھے تک کا وظیفہ مقرر کر دیا، جو بیت المال سے دیا جاتا تھا۔

۶۴۴ء تک عرب مسلمانوں کی فوجیں سلطنت ایران کا خاتمہ کر کے مشرق میں سندھ، زابل (قندھار)، کابل (افغانستان) اور ترکستان کی حدوں تک پہنچ چکی تھیں۔ شمال میں اسلامی لشکر ارمنستان (آرمینیا) میں لڑ رہے تھے اور مغرب میں شام اور مصر کی سرزمینیں سر کر چکے تھے کہ فاروق اعظم خلیفہ عمر کو ایک پارسی غلام نے نماز پڑھتے میں خنجر کے وار کر کے زخمی کر دیا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔ عمر کے دہ سالہ عہد خلافت میں مسلمانوں کی شان دار فتوحات کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو فاروق اعظم عمر ایسا جامع الصفات قائد اور امیر مل گیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا جس نے نہ صرف اپنے عدل، حق پسندی، جس تدبر اور ضبط سے نوخیز مسلم قوم کی معاشرتی اور فوجی شیرازہ بندیوں کو منتشر ہونے سے بچایا بلکہ سرعت رفتار کے ساتھ فتح ہونے والے ملکوں کے ہر گونہ انتظامات بحال اور درست کر کے ذمیوں میں مسلمانوں کے اعتماد کو ترقی دی عمر بھی ابوبکر کی طرح خلافت کو خدا کی طرف سے عائد ہونے والا ایک فرض سمجھتے تھے اور اعلان کیا کرتے تھے کہ ''میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تم کو غلام بنانا چاہتا ہوں۔ میں خود خدا کا غلام ہوں البتہ خلافت کا بار میرے سر پر رکھا گیا ہے اگر میں اس طرح تمھارا کام کروں کہ تم چین سے گھروں میں سوؤ تو میری سعادت ہے اور اگر میری یہ خواہش ہو کہ تم میرے دروازے پر حاضری دو تو میری بدبختی ہے۔'' روم کے ایک قاصد نے مسلمانوں کے خلیفہ کو دوپہر کے وقت کھجور کے سائے میں زمین پر سوتے ہوئے پا کر کہا تھا کہ آپ اپنی رعایا کے ساتھ انصاف کرتے ہوں گے اسی لیے یوں بے دھڑک آرام کر سکتے ہیں۔ عمر بیت المقدس کے عیسائیوں کی خواہش پر جب شام کو گئے تو اس شان کے ساتھ کہ ایک خادم ساتھ تھا اور سواری کے لیے صرف ایک اونٹنی تھی جس پر عمر اور ان کا خادم باری باری سوار ہوتے تھے۔ شام میں جب انھوں نے مسلمان سالاروں اور حاکموں کو رومی عبائیں زیب بر کیے دیکھا تو ان پر کنکر پھینکے اور زج و توبیخ کی کہ تم عرب کی سادگی ترک کر کے عیش پسند ہو گئے ہو۔ ایران سے لاکھوں روپے کا مال غنیمت آیا تو عمر رو پڑے اور وجہ یہ بیان کی کہ جہاں دولت آتی ہے وہاں حسد اور کینہ بھی ساتھ لاتی ہے۔

خلیفہ عمر کے عہد کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے مصریوں کو انسانی قربانی کی مکروہ رسم سے روکا جو ان کے ہاں غالباً پانچ ہزار سال ق - م کے دور سے رائج چلی آرہی تھی۔ مصریوں کا دستور تھا کہ جس سال دریائے نیل میں کھیتی بونے کے وقت طغیانی آنے میں دیر ہو جاتی وہ ایک خوب صورت کنواری لڑکی کو دُلھن بنا کر دریا کے کنارے لے جاتے اور وہاں اسے دریائے نیل کے دیوتا کی بھینٹ چڑھانے کے لیے قربان کر دیتے۔ مصر کی فتح کے دوسرے سال ایسا ہی موقع پیدا ہوگیا اور مصر کے گورنر عمرو ابن العاص نے جو مصر کے قدیم باشندوں کے رواج میں خود مزاحم ہونا پسند نہیں کرتے تھے خلیفہ عمر کو لکھا کہ یہاں ایک انسانی جان کو نیل دیوتا کے نام پر قربان کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ عام لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ دریائے نیل بھینٹ لیے بغیر کھیتوں کے لیے پانی نہیں دے گا۔ خلیفہ عمر نے دریائے نیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نام ایک خط لکھا جس میں مرقوم تھا کہ اگر تم خدا کے حکم سے ہر سال انسانی قربانی بھینٹ لیتے ہو تو خیر ورنہ پانی دے دو۔ خلیفہ عمر کا یہ تحریری پیغام دریا میں ڈال دیا گیا اور دریا بھینٹ لیے بغیر طغیانی پر آ گیا۔

عمر اپنے گزارے کے لیے بیت المال سے معمولی سی تنخواہ لیتے تھے۔ وفات کے وقت مقروض تھے ان کا قرضہ ان کی وصیت کے مطابق ان کا ایک مکان بیچ کر ادا کیا گیا۔ خلیفہ عمر نے چھ اشخاص کے نام تجویز کر کے یہ وصیت کی تھی کہ ان میں سے مسلمان جسے چاہیں کثرت رائے سے خلیفہ منتخب کر لیں۔ اپنے جانشین کو عمر نے جو وصیت کی اس میں تاکید کی گئی تھی کہ مہاجرین، انصار، اعراب اور اہل عرب کے حقوق کا خیال رکھنا اور ذمیوں کے عہد کا حرف بہ حرف پاس کرنا۔

عمر نے اپنی وصیت میں چھ اشخاص کو جانشینی کے لیے نامزد کیا تھا ان میں سے عمر کی وفات کے تیسرے روز عثمان کو خلیفہ منتخب کیا گیا اور مدینہ کے تمام مقتدر مسلمانوں نے نئے خلیفہ کی بیعت کر لی۔ عثمان کے عہد میں بھی مسلمانوں کو بہت فتوحات حاصل ہوئیں۔ ایک لشکر نے جو پہلے ہی سے آرمینیا میں لڑ رہا تھا اس ملک کو سر کر لیا۔ اسکندریہ پر رومیوں کے نئے قیصر قسطنطین نے ایک فوج بھیجی جس نے اسکندریہ پر قبضہ کر لیا لیکن مسلمانوں کے جوابی حملے نے پھر رومیوں کو شکست دی اور سکندریہ کی فصیل اور قلعے مسمار کر دیے۔ مصر کے نئے حاکم نے لیبیا پر فوج کشی کی اور طرابلس تک کا ساحلی علاقہ اور طرابلس کا قلعہ اور شہر سر کر لیا۔ مصر کے مسلمانوں کے ایک گروہ نے اپنے نئے گورنر کی اس مہم پر اس بنا پر اعتراض کیا کہ اس نے یہ مہم محض ذاتی شہرت اور ناموری کی خاطر اختیار کی اور بہت سے مسلمانوں کی جانیں ضائع کرا دیں۔ حاکم مصر نے نوبیہ (سوڈان) پر بھی لشکر کشی کی جس کے عیسائی بادشاہ نے اطاعت قبول کر لی۔ شام کے حاکم معاویہ ابن ابوسفیان نے ۶۴۷ء میں خلیفہ وقت کی اجازت سے بحری مہمیں اختیار کیں اور قیصر کے بیڑے کے ساتھ بحری جنگیں لڑ کر قبرص، رودس، کریٹ، مالٹا اور بحیرہ روم، بحیرہ یونان (ایجئین) اور بحیرہ اطریش (اڈریاٹک) کے بہت سے چھوٹے بڑے جزیروں پر قبضہ جما لیا اور فتوحات کے باعث بحیرہ قلزم اور بحیرہ روم کی بحری تجارت کی شاہ راہیں عرب مسلمانوں کے ساتھ آ گئیں۔

عثمان ۶۴۴ء سے ۶۵۵ء تک خلیفہ رہے ان کے عہد خلافت کے آخری دنوں میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے ایک طبقہ میں ان کے خلاف بد اعتمادی اور ناراضگی پھیلنے لگی۔ معترضین کا سب سے بڑا الزام یہ تھا کہ عثمان اپنے قبیلے کے افراد کے ساتھ بے جا رعایت کرتے ہیں۔ ۶۵۳ء میں خلیفہ کے بعض افعال کے خلاف کوفہ، مصر اور خود مدینہ میں چہ میگوئیاں ترقی کرتے کرتے کھلے مظاہروں کی حد تک پہنچ گئیں۔ ۶۵۵ء میں معترضین کے احتجاجی قافلے کوفہ اور مصر سے چل کر مدینے میں وارد ہوئے اور مسند خلافت سے اپنی شکایت کے ازالہ کا بزور مطالبہ کرنے لگے۔ خلیفہ نے احتجاج کرنے والوں کے بعض مطالبات منظور کر لیے جن میں سے ایک مصر کے نئے حاکم کی معزولی و برطرفی کے متعلق بھی تھا نیا حاکم محمد بن ابوبکر دربار خلافت کا فرمان لے کر مصر جا رہا تھا کہ عجیب پراسرار واقعہ پیش آیا محمد بن ابوبکر کے ساتھیوں نے خلیفہ کے خادم کو سرعت رفتار کے ساتھ مصر کی طرف جاتے دیکھا اور روک کر اپنے افسر کے پاس لے آئے۔ دربار خلافت کے اسی ایلچی سے خلیفہ کا ایک اور فرمان برآمد ہوا جس میں حاکم مصر کو لکھا تھا کہ محمد ابن ابوبکر گورنری کے منصب کا چارج لینے کے لیے تمھارے پاس آئے تو اسے گرفتار کر کے قتل کرا دینا۔ یہ دیکھ کر مصر کا نیا حاکم اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ کو لوٹ آیا اور جب اہل مدینہ کو دربار خلافت کے ان دو متناقض فرمانوں کی اطلاع ملی تو مدینہ میں بہت جوش پھیل گیا۔ مقتدر اشخاص نے خلیفہ سے استفسار کیا تو انھوں نے کہا کہ خادم بھی میرا ہے۔ مہر بھی میری لگی ہوئی ہے لیکن میں نے یہ دوسرا فرمان جاری نہیں کیا اور نہ مجھے اس کے متعلق کوئی علم ہے۔ خیال ہوا کہ یہ چالاکی خلیفہ عثمان کے کاتب مروان ابن ہشام کی ہے اس لیے مظاہرین نے مطالبہ کیا کہ مروان ان کے حوالے کر دیا جائے لیکن خلیفہ نے یہ مطالبہ منظور کرنے میں تساہل سے کام لیا اور حالات بد سے بدتر ہونے لگے۔ ایک ماہ تک مدینہ کے کاروبار بند رہے۔ مظاہرہ کرنے والوں نے خلیفہ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ لوگ خلیفہ کی معزولی یا مروان کی حوالگی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ بوڑھے خلیفہ اپنے گھر میں محصور بیٹھے تھے۔ دروازے پر مدینہ کے مقتدر اور بارسوخ اشخاص علی، زبیر اور طلحہ کے بیٹے پہرہ دے رہے تھے تاکہ مظاہرین کہیں گھر کے اندر گھس کر خلیفہ کے ساتھ بُرا سلوک نہ کریں۔ ان حالات میں رات کے وقت چند اشخاص ہمسائے کے گھر کی راہ سے دیوار پھاند کر عثمان کے گھر میں داخل ہوئے اور سر پر ضرب لگا کر بوڑھے خلیفہ کو شہید کر دیا۔ یہ حادثہ مسلمانوں میں خانہ جنگی پیدا کرنے پر منتج ہوا اور فرقہ بندی کی شکل میں آج تک مسلمانوں کے تشتت و انتشار کا باعث ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کے تیسرے خلیفہ عثمان کی شہادت کے بعد مدینہ میں نئے خلیفہ کے تقرر کا سوال پیدا ہوا اور مدینہ کے مسلمانوں کی اکثریت نے علی کے ہاتھ پر بیعت کرلی جو خود خلافت کا بارگراں اپنے کندھوں پر اٹھانے میں متامل تھے۔ علی کی بیعت کرنے والوں میں مسلمانوں کا وہ گروہ پیش پیش تھا جو عثمان کے خلاف مظاہرہ کر چکا تھا اور جس کے بعض افراد نے خلیفہ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے تھے۔ مدینہ کے ان واقعات کے اطلاعیں مدینے سے باہر طرح طرح کی رنگ آمیزیوں کے ساتھ پہنچیں اور دور دراز کے مسلمان حاکموں اور مسلم عوام کے لیے مشکل ہوگئی کہ وہ کون سی روش اختیار کریں۔ پیغمبر کی بیوی اور خلیفہ اوّل کی بیٹی عائشہ مکے سے حج کرکے مدینے کی طرف آرہی تھیں راستے میں انھیں عثمان کی شہادت کی اطلاع سنائی گئی اور ساتھ میں یہ بتایا گیا کہ عثمان کے جانشین علی، عثمان کے قاتلوں سے مواخذہ کرنے میں تساہل سے کام لے رہے ہیں۔ عائشہ وہیں سے بصرے کی طرف روانہ ہوگئی اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جمعیت ان کے پاس جمع ہوگئی جو علی سے قاتلین عثمان کو سزا دینے کا مطالبہ کرنا ضروری سمجھتے تھے یا علی کی خلافت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ عثمان کے رشتہ دار عثمان کا خون آلود کرتہ اور ان کی بیوی کی کٹی ہوئی انگلیاں لے کر دمشق (شام) پہنچے جہاں عثمان کے قبیلہ بنی امیہ کا ایک بارسوخ اور ہشیار شخص معاویہ گورنر تھا۔ معاویہ نے خون آلود کرتہ اور کٹی ہوئی انگلیاں دمشق کی جامع مسجد میں رکھ دیں اور مسلمانوں کے سامنے یہ پروپیگنڈا کیا کہ عثمان کے قتل کی سازش میں علی کا ہاتھ ہے جو انھیں قتل کرا کے خود خلیفہ بن گیا ہے۔

علی سب سے پہلے عراق کی طرف متوجہ ہوئے جہاں بصرہ میں ان کے مخالفین پیغمبر اسلام ﷺ کی بیوی عائشہ کے اردگرد جمع ہو رہے تھے۔ علی نے بصرہ پہنچ کر عائشہ سے گفت و شنید کی اور پوچھا کہ آپ کیا چاہتی ہیں ان کا جواب یہ تھا کہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ خلیفہ وقت ہونے کی حیثیت سے قاتلین عثمان کو سزا دیں۔ علی نے کہا کہ ابھی حالات درست نہیں ہوئے۔ قیام امن کے بعد سب سے پہلا کام یہی کروں گا۔ اس پر مسلمانوں کے دونوں گروہ مصالحت پر آمادہ تھے کہ رات کے وقت دونوں لشکروں میں لڑائی شروع ہوگئی۔ دونوں فریق بدعہدی اور ابتدا کا الزام ایک دوسرے پر لگاتے تھے۔ شدید خوں ریزی ہوئی۔ ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف پیغمبر اسلام ﷺ کی بیوی عائشہ اپنے اونٹ پر کجاوے میں بیٹھی اپنے لشکر کی قیادت کر رہی تھیں دوسری جانب پیغمبر اسلام کے داماد علی خلیفۃ المسلمین ہونے کی حیثیت میں اپنے پیروؤں کو لڑا رہے تھے۔ دونوں طرف سے ہزاروں مسلمان مارے گئے۔ علی نے دیکھا کہ جب تک حضرت عائشہ کا کجاوہ علم کے طور پر نظر آرہا ہے مسلمان جانیں قربان کرتے رہیں گے۔ اس لیے انھوں نے اونٹ کی کونچیں کٹوا دیں۔ اونٹ گر گیا اور حضرت عائشہ کے کجاوے کو تھام کر انھیں زیر حراست کر لیا گیا۔ ازاں بعد لڑائی کی شدت کم ہوتے رک گئی اور میدان علی کے ہاتھ رہا۔ علی نے حضرت عائشہ کو عورتوں کی ایک جمعیت کے ساتھ جو مردانہ لباس میں تھی مدینہ بھیج دیا اور اس جنگ کے قیدیوں کو ان کا مال اور ساز و سامان واپس دے کر آزاد کر دیا۔ تاریخ اسلام میں جنگ کا نام جنگ جمل یعنی اونٹ کی لڑائی ہے۔

اس طرف سے فارغ ہونے کے بعد علی نے شام کے حاکم معاویہ کو خلیفۃ المسلمین ہونے کی حیثیت سے فرمان بھیجا کہ مسلمانوں نے مجھے اپنا امیر منتخب کر لیا ہے اس لیے تم مدینہ آکر بیعت کرو۔ معاویہ نے اس فرمان کی کچھ پروا نہ کی بلکہ علی کے خلاف عثمان کے قتل کی سازش میں شریک ہونے کا پروپیگنڈا جاری رکھا اس لیے ادھر علی کوفہ سے فوج لے کر معاویہ کی سرکوبی کے لیے شام کی طرف چلے ادھر معاویہ اہل شام کا لشکر جرار لے کر علی کے مقابلے کے لیے عراق کی طرف نکلا دریائے فرات کے کنارے صفین کے مقام پر دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ شدید جنگ ہوئی دوپہر کے بعد شامیوں نے اپنے نیزوں کے ساتھ قرآن باندھ کر بلند کیے۔ لڑائی رک گئی۔ معلوم ہوا کہ اہل شام مصالحت کے آرزومند ہیں۔ گفت و شنید کے بعد اس شرط پر عارضی صلح ہوگئی کہ ایک سال کے بعد علی اور معاویہ اپنا اپنا وکیل مقرر کریں یہ وکیل جو ثالثی فیصلہ کریں گے اسے فریقین منظور کر لیں گے۔ معاہدے میں معاویہ نے علی کو امیر المومنین تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا اس میں علی کو امیر عراق اور معاویہ کو امیر شام لکھا گیا۔ سال کے بعد طرفین کے وکیل کسی متفقہ ثالثی فیصلہ کا اعلان کرنے سے قاصر رہ گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں وکیلوں نے آپس میں یہ بات طے کی تھی کہ اپنے اپنے موکل کی معزولی کا اعلان کر دیں اور نیا انتخاب کرائیں لیکن اعلان کے وقت پہلے علی کے وکیل ابو موسیٰ اشعری نے علی کی معزولی کا اعلان کر دیا اور معاویہ کے وکیل عمرو ابن العاص نے یہ کہہ دیا کہ میں اپنے موکل کے حق کو قائم رکھنے کا اعلان کرتا ہوں۔ غرض ثالثی پر بھی علی اور معاویہ میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بات کا فیصلہ نہ ہو سکا کہ امیر المومنین اور خلیفۃ الرسول کون ہو۔ علی کوفہ میں اور معاویہ دمشق میں بیٹھے حکومت کرتے رہے اور دور دراز علاقوں کے عمال اور حاکموں کو اپنی اپنی بیعت کے لیے چٹھیاں بھیجنے لگے۔

جمل اور صفین کی جنگوں کے بعد جو ۶۰۶ء اور ۶۰۷ء میں وقوع پذیر ہوئیں علی کے لشکروں کی ایک بھاری جمعیت علی سے بیزار ہوکر الگ ہوگئی جس نے کوفہ سے کچھ فاصلے پر نہروان میں ڈیرے ڈال دیے۔ یہ لوگ اس بات پر علی سے بگڑے کہ انھوں نے ان لوگوں کے ساتھ جو جنگ جمل میں ان سے لڑے تھے کافروں اور مشرکوں کا سا سلوک کیوں نہیں کیا۔ وہ جنگ صفین میں معاویہ کے ساتھ اس شرط پر کیوں عارضی صلح کرلی کہ وہ ثالثوں کے فیصلے کو مان لیں گے۔ ان کے بگڑنے کا بڑا سبب یہ تھا کہ انھیں بتایا گیا تھا کہ خلافت کے اصلی حق دار علی ہیں اور جو لوگ علی کے اس حق کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب دائرہ اسلام سے خارج ہیں جب انھوں نے دیکھا کہ خود علی نے اپنے مخالفوں کو ویسا نہیں سمجھا جیسا انھیں مذہبی عقیدے کے طور پر بتایا گیا تھا تو وہ علی سے بھی بدظن ہو گئے اور انھوں نے قرآن کی ایک آیت ان الحکم اللہ (اللہ کے سوا اور کسی کی حکومت جائز نہیں) کا نعرہ بلند کرکے یہ اعلان کردیا کہ علی اور معاویہ دونوں مشرک ہوگئے ہیں کیوں کہ یہ خلافت کا فیصلہ دنیوی امور کی طرح ثالثی سے کرانا چاہتے ہیں۔ علی نے اس گروہ کو سمجھایا بجھایا لیکن وہ اپنی ہٹ پر قائم رہے آخر جنگ ہوئی جس میں سینکڑوں خارجی پیروان علی کے ہاتھوں مارے گئے جو بچے وہ نئی سازشیں کرنے لگے۔ خارجیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ ایسے حال میں جب کہ مسلمان کی ایک شخص کو خلیفہ ماننے سے قاصر ہیں امر حکومت کے لیے ایک کونسل بنالی جائے۔ اس خیال کے لوگوں نے اپنی تعداد کم دیکھ کر فیصلہ کیا کہ علی (امیر عراق)، معاویہ (امیر شام) اور عمرو ابن العاص (امیر مصر) تینوں کو بہ یک قتل کر دیا جائے کیوں کہ ان تینوں کی نااتفاقی کے باعث امت مسلمہ میں فتنہ و فساد کا بازار گرم ہے۔ تین فداکار تاریخ مقرر کرکے اپنی اپنی منزل مقصود کوفہ، دمشق اور قاہرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تینوں نے قرار داد کے مطابق حملے کیے۔ علی کے قاتل عبدالرحمٰن ابن ملجم کا وار بھرپور پڑا۔ معاویہ معمولی طور پر زخمی ہوئے اور بچ گئے اور عمرو ابن العاص کی جگہ کوئی اور شخص قاتل کے حملے کا شکار ہوگیا۔ یہ واقعہ ۶۶۱ء میں رونما ہوا۔ علی کے قاتل ابن ملجم کو اپنے فعل کے جائز اور درست ہونے کا اتنا یقین تھا کہ جب علی کی شہادت کے بعد اس کے بند بند

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاٹ کر اسے سزائے موت دی گئی تو اس نے اف تک نہ کی اور آخیر وقت تک قرآن پڑھتا رہا۔

بنو امیہ کی امارت اور بادشاہی :

علی کے قتل کے بعد شام کے امیر معاویہ کے لیے میدان صاف ہوگیا۔ قاہرہ، مدینہ اور کوفہ (عراق) کے مسلمانوں کی اکثریت نے معاویہ کو مسلمانوں کا امیر تسلیم کرلیا۔ علی کے بڑے بیٹے خلافت کی امیدواری سے خود ہی دست بردار ہوگئے۔ امیر معاویہ کا طرز حکومت اگرچہ ابوبکر اور عمر کی طرح مشاورتی اور جمہوری نہ تھا اس نے رومی قیصروں اور ایرانی شہنشاہوں کے درباروں کی سی شان و شوکت اختیار کرلی تھی لیکن معاویہ کی بدولت مسلمان عربوں کو نظم و اتحاد کی دولت ازسرنو حاصل ہوگئی۔ معاویہ مکہ کے رئیس اعظم ابوسفیان کا بیٹا تھا جو مکہ فتح ہونے کے دن تک پیغمبر اسلام محمد ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ رہا تھا اور اکثر جنگوں میں مسلمانوں کے خلاف لڑا تھا۔ معاویہ کے خاندان بنی امیہ اور پیغمبر اسلام کے خاندان بنی ہاشم کے درمیان پشتوں سے رقابت کا بازار گرم چلا آرہا تھا۔ یہ خاندانی رقابتیں بھی مسلمانوں کی خانہ جنگی کی تہ میں بہت بڑی حد تک کارفرما رہ چکی تھیں۔ معاویہ نے ۶۶۲ء سے ۶۸۰ء تک حکومت کی۔ اس کے عہد میں مسلمانوں کی فاتحانہ یلغاریں ازسرنو شروع ہوگئیں اور اسلام کے لشکروں نے طرابلس سے آگے بڑھ کر الجزائر اور مراکش کی طرف پیش قدمی کی۔ معاویہ کے عہد میں مسلمانوں نے دو دفعہ قسطنطنیہ پر چڑھائی کی لیکن دونوں مہمیں ناکام یاب رہیں اگر یہ حملے کام یاب ہو جاتے تو اس وقت مسلمانوں کے لیے یورپ کی سرزمین کو فتح کر لینا آسان تھا کیوں کہ یورپ ان دنوں بدترین طوائف الملوکی کا شکار ہو رہا تھا۔

معاویہ نے ابتدائی خلفا کے مسلک سے انحراف کرکے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لینے یعنی اسے مسلمانوں کا امیر تسلیم کرانے کا کام شروع کردیا تھا۔ اس بدعت کے خلاف علی کے بیٹے حسین اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خاندان کے بعض دوسرے افراد نے احتجاج کی آوازیں اٹھائیں لیکن معاویہ کی وفات پر یزید اپنی طاقت اور بنو امیہ کی سازشوں کے بل پر امیر بن بیٹھا۔ کوفہ کے لوگوں نے حسین ابن علی کو مدینہ سے بلوایا تھا کہ انھیں مسلمانوں کا خلیفہ بنائیں لیکن حسین کے پہنچنے سے پہلے یزید کی فوجیں عراق میں داخل ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چکی تھیں۔ حسین وہاں پہنچے تو کوفہ والے اپنا خیال بدل چکے تھے۔ تاہم حسین نے یزید کو مسلمانوں کا امیر تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ یزید کے لشکریوں نے حسین اور ان کے خاندان کے چند افراد کو دریائے فرات کے کنارے بلاکر میدان میں گھیر لیا اور ان پر پانی بند کردیا۔ بنی ہاشم کے مٹھی بھر افراد یزید کی فوجوں سے لڑکر یکے بعد دیگرے شہید ہوگئے۔ مسلمانوں کا ایک فرقہ اس حادثے کی یاد میں آج تک ماتم اور سوگواری کا دن مناتا ہے اور مذہبی عقیدے کے طور پر اس امر کا قائل ہے کہ خلافت کے حقیقی مستحق علی، حسن اور حسین تھے۔ اس عقیدے کے پیرو شیعہ کہلاتے ہیں اور سنیوں یعنی دوسرے مسلمانوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

اس حادثہ فاجعہ کے باوجود مدینہ اور مکہ کے لوگوں نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کردیا اس پر یزید نے اپنی حکومت کے دوسرے سال مدینہ پر چڑھائی کی اور تیسرے سال یعنی ۲۳ اکتوبر ۶۸۳ء کو مکہ پر چڑھائی کرکے خانہ کعبہ کو تاراج کیا۔ یزید اسی سال فوت ہوگیا اور خانہ کعبہ کی مرمت عبداللہ بن زبیر نے کرائی جو اس وقت مسلمانان مکہ کے سردار اور متوازی خلیفہ تھے۔

اسلامی خلافت کی انسٹی ٹیوشن جو ابوبکر اور عمر نے قائم کی تھی معاویہ اور یزید کے عہد میں بنو امیہ کی دنیوی امارت اور بادشاہی کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ جن لوگوں نے پیغمبر اسلام کی صحبت میں رہ کر تربیت حاصل کی تھی وہ ختم ہو چکے تھے۔ بنو امیہ کے متعدد بادشاہوں نے ۷۴۱ء تک حکومت کی جن میں بعض ایسے بھی تھے جنھوں نے ابوبکر اور عمر کے طرز حکمرانی کی تقلید کی کوشش کی اور بعض ایسے بھی تھے جنھوں نے برسر اقتدار آتے وقت قرآن کو مخاطب کرکے صاف کہہ دیا تھا کہ اب ہمارے لیے تمھارے ساتھ ساتھ چلنا مشکل ہے۔ خلفائے بنو امیہ کے عہد میں عربوں نے فتوحات کے دائرے کو اور بھی وسعت دی۔ ۷۱۱ء میں ایک عرب سالار طارق نے آب نائے کو عبور کرکے ہسپانیہ کی سرزمین پر حملہ کردیا اور ۷۲۰ء تک ہسپانیہ کی ساری سرزمین فتح کرکے کوہستان برنیز تک مسلمانوں کی حکومت قائم کرلی۔ ۷۱۱ء میں عربوں نے ہندوستان کے مغربی صوبہ سندھ پر فوج کشی کی۔ ۷۵۰ء تک ملتان تک کی سرزمین فتح کرلی اور ۷۶۰ء میں گجرات، کاٹھیاواڑ کو تاراج کیا۔ اس وقت تک افغانستان اور ترکستان کے ملک بھی اسلامی مملکت میں شامل ہوچکے تھے۔ ۷۱۷ء میں عربوں نے قسطنطنیہ پر بحری مہم بھیجی جو ناکام رہی لیکن عربوں نے بحیرہ روم کے باقی ماندہ جزیروں سسلی، سارڈینیا وغیرہ پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبضہ جما لیا۔ ہسپانیہ کے عرب حکمرانوں نے کوہستان برنیز کو عبور کر کے فرانس کے جنوب مغربی اضلاع سر کر لیے لیکن ۷۳۲ء میں چارلس مارٹل نامی ایک فرینک سردار نے عربوں کو شکست دے کر فرانس کی سرزمین سے نکال دیا۔

عباسیوں کی خلافت :

علی کے قتل کے بعد جو عرب مسلمانوں کی خانہ جنگیوں کا نتیجہ تھا بنی امیہ مسلمانوں کے قائد اور امیر بننے میں کام یاب ہو گئے تھے اور انھوں نے خلافت کو خاندانی میراث بنا کر شاہنشاہی کے انداز اختیار کر لیے۔ ان کے اس غیر اسلامی طرز عمل کے خلاف مسلمانوں میں مذہبی اور سیاسی حیثیت سے ناراضگی اور نفرت پھیلنے کا عمل اندر ہی اندر جاری رہا۔ بنی ہاشم یعنی پیغمبر اسلام ﷺ کے قبیلہ کے لوگ اس عام ناراضگی سے فائدہ اٹھا کر سلطنت کے طول و عرض میں سازشوں کے جال پھیلانے لگے۔ بنی امیہ کے خلاف جو پروپیگنڈا مبلغوں اور خطیبوں (مقرروں) کی وساطت سے کیا گیا وہ زیادہ تر مذہبی بنا پر تھا۔ اس پروپیگنڈا میں سادات یعنی علی اور پیغمبر اسلام کی بیٹی فاطمہ کی اولاد بہت زور اور جوش سے حصہ لے رہی تھی۔ بنی ہاشم کی دوسری شاخ یعنی محمد ﷺ کے چچا عباس کی اولاد بھی بظاہر سادات کی وراثتی خلافت قائم کرنے کی حامی اور موید تھی۔ خلفائے بنی امیہ کے مسلک کی ایک خرابی یہ بھی تھی کہ وہ عربوں کو عجمی مسلمانوں یعنی غیر عربوں سے بہت مرجع سمجھتے تھے۔ اس لیے ایران کی سرزمین بنی امیہ کے کے خلاف سازشوں کا گہوارہ بن گئی۔ ایرانیوں کو بجا طور پر یہ شکایت تھی کہ خلفائے بنی امیہ ان کے مسلمان ہو جانے پر بھی انھیں غلام سمجھتے ہیں اور ان کے ساتھ بدرجہ مساوی برادرانہ سلوک نہیں کرتے جو دین اسلام کے رو سے ان کا فطری حق ہے۔ اس عام اضطراب کا نتیجہ شورشوں اور بغاوتوں کی صورت میں رونما ہوا اور ۶۴۹ء میں سفاح نامی ایک عباسی نے بنی امیہ کے اقتدار کا تختہ الٹ دیا۔ سفاح نے بنی امیہ کے حکمران خاندان کے چالیس افراد کو جو اس کے ہاتھ آئے قتل کرا دیا اور اپنے رفقاء سمیت ان کی لاشوں پر بیٹھ کر فتح کی ضیافت اڑائی۔ سفاح کا یہی ایک فعل یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے کہ بنی عباس مذہبی اعتبار سے نظام خلافت کی اصلاح کے جذبے سے اتنے متاثر نہ تھے جتنے کہ وہ اس جذبہ عناد سے سرشار تھے جو بنی ہاشم اور بنی امیہ میں ظہور اسلام سے بہت پہلے چلا آ رہا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنی امیہ کے اقتدار کا خاتمہ کر کے عباسیوں نے سادات یعنی علی اور فاطمہ کی اولاد کو جن کے نام پر بنی امیہ کے خلاف بہت کچھ پروپیگنڈا کیا گیا تھا بالائے طاق رکھ دیا اور سفاح نے امام جعفر صادق سے کہہ دیا کہ آپ کا کام دین اسلام کی اشاعت کرنا ہے حکومت اور خلافت چوں کہ دنیا داری ہے اس لیے اسے ہم سنبھالتے ہیں۔ اس طرح نام نہاد اسلامی خلافت کا اقتدار بنی امیہ کے ہاتھوں سے نکل کر عباسیوں کے ہاتھ میں منتقل ہو گیا چوں کہ عباسیوں کو امویوں کے خلاف ایرانیوں سے بہت زیادہ امداد ملی تھی اس لیے انھوں نے اپنا دارالخلافت (حکومتی مرکز) دمشق کے بجائے بغداد میں بنا لیا اور ایک وسیع سلطنت پر جو دریائے سندھ سے لے کر بحر اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی حکمرانی کرنے لگے۔ اندلس یعنی ہسپانیہ میں بنی امیہ کی ایک شاخ کے لوگوں نے دوسرا خلافتی مرکز قائم کر کے مغربی خلافت کی بنیاد ڈال دی۔ یہ دونوں خلافتیں تیرھویں صدی مسیحی کے آغاز تک قائم رہیں۔ ان دونوں خلافتوں کے دربار اپنے اپنے ابتدائی ادوار میں ظاہری شان شوکت اور حشمت و تجمل کے لحاظ سے دنیا بھر اپنی مثل آپ تھے۔ سلطنت کے اقطاع پر والی اور سلطان حکومت کرتے تھے جن میں سے بعض دربار خلافت کو باقاعدہ خراج ادا کرتے اور بعض سے محض اظہار اطاعت ہی پر اکتفا کر لیا جاتا تھا۔ عباسیوں کے خلفا میں ہارون الرشید (۷۸۶ء سے ۸۰۹ء تک) اور مامون الرشید (۸۱۳ء سے ۸۳۳ء تک) دو ایسے خلیفے گزرے جن کے شان و تجمل، نظم و نسق اور سطوت و جبروت کے قصے افسانوی لٹریچر کا جزو بن چکے ہیں۔ ہسپانوی اسلامی خلافت کی شان و شوکت پر وہاں کی عظیم الشان عمارتوں کے کھنڈر گواہی دے رہے ہیں جو اندلسی ترکستان کے ملکوں تک وسعت دی، جہاں مسلمانوں سے پہلے لامذہب ترک خوانین حکومت کر رہے تھے اور عام آبادیوں بدھ مذہب کی پیروی کا دم بھرتی تھیں۔ دربار خلافت کے اثر کی اس توسیع میں جنگ و جدال کا حصہ بہت کم تھا۔ ترک سرداروں نے رضا و رغبت سے دربار خلافت سے رشتہ اطاعت استوار کر کے دین اسلام قبول کرنے کو ترجیح دی۔ عام آبادیاں بڑی تیزی سے مسلمان ہونے لگیں۔ ۸۰۰ء میں خلیفہ ہارون الرشید نے ایک لشکر تبت کے بدھ سرداروں کی امداد کے لیے بھیجا تھا جو اس وقت شام اور سیام والوں کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ چینی مورخ عباسیوں کے اس لشکر کو سیاہ پوش لکھتے ہیں جس نے جنگ کے میدان میں بہادری کے کارنامے سرانجام دیے۔ عباسی خلفاء نے افغانستان اور ترکستان کے ترک خانوں اور سرداروں کے اقتدار سے کسی قسم کا تعرض

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیا کیوں کہ وہ خود مسلمان ہوکر عربوں کی طرح اسلام کے پرجوش مبلغ بن چکے تھے اور دینی حیثیت سے خلیفہ بغداد کو اپنا امام اور پیش واتسلیم کرتے تھے۔ یہ تعلق بھی وقت گزرنے پر محض رسمی حیثیت کا رہ گیا اور مسلمان ترک خوانین وسط ایشیا میں زور پکڑنے لگے۔ انھی ترکوں اور افغانوں نے بعد میں ہندوستان کی وسیع قلم رو کو فتح کرکے اس ملک میں اسلام کا اقتدار قائم کیا اور اسلامی فتوحات کے علم کو مشرق میں بنگال کی مشرقی حد بلکہ برما کے اضلاع تک اور جنوب میں ہندوستان کے آخری گوشے راس کماری تک پہنچایا۔

ہسپانیہ کی اموی خلافت :

۷۱۰ء تک ایک مسلم سالار طارق نے ہسپانیہ کی سرزمین میں فوجیں اتاریں اور روڈرک شاہ ہسپانیہ پر فتح حاصل کرکے چند شہروں پر قبضہ جما لیا ازاں بعد افریقہ کے مسلم گورنر موسیٰ نے ایک لشکر جرار لے کر ہسپانیہ کے ملک کو سر کر لیا۔ اس طرح دمشق کے اموی خلفا کا اقتدار ہسپانیہ میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک قائم ہوگیا۔ عربوں نے کوہستان پرینیر کو عبور کرکے فرانس کے بعض صوبوں پر بھی قبضہ جما لیا تھا لیکن ۷۳۲ء میں ایک فرینک سردار چارلیس مارٹل نے پونتامیں کی لڑائی میں مسلمانوں کو شکست دے کر فرانس کی سرزمین سے باہر نکال دیا۔ ۷۵۰ء تک ہسپانیہ میں دمشق کے خلیفہ اسلام کے مقرر کیے ہوئے حاکم حکومت کرتے رہے لیکن اس سال جب عباسیوں نے امویوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا تو بنی امیہ کے شاہی خاندان کا ایک فرد عبدالرحمٰن نامی بھاگتا اور جان بچاتا ہوا ہسپانیہ پہنچ گیا۔ ہسپانیہ کے عرب سرداروں نے ۷۵۵ء میں اس شخص کو خلیفہ بنانے کا اعلان کر دیا اور اس طرح اسلامی خلافت کا دوسرا مرکز قرطبہ میں قائم ہوگیا۔ اس عبدالرحمٰن کے چند جانشین محض امیر اور سلطان کا لقب اختیار کرنے پر اکتفا کرتے رہے لیکن ۹۱۲ء میں عبدالرحمٰن سویم نے خلیفہ اسلام کا لقب اختیار کر لیا۔ عبدالرحمٰن سویم بڑے تزک و احتشام والا خلیفہ تھا جس کے عہد میں ہسپانیہ کی تمدنی ترقیاں اپنی معراج کمال کو پہنچیں اور عامۃ الناس بہت خوش حالی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ اس خلیفہ کے عہد میں ہسپانیہ کے عربوں نے علوم وفنون کو بھی بہت آگے لے جانے کی کوشش کی اور زراعت وتجارت کو بہت فروغ دیا۔ قرطبہ کی عظیم الشان مسجد جو چار ہزار سات سو شمعوں سے روشن ہوتی تھی اس خلیفہ نے بنوائی۔ یونان اور ایشیائے کوچک تک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اہل کمال، کاریگر اور عالم اس خلیفہ کے دربار میں موجود رہتے تھے۔ اس نے ۹۶۱ء تک حکومت کی۔ یورپ کے مورخ خلیفہ عبدالرحمٰن سویم کے عہد حکومت کو ہسپانیہ کی خوش حالی کا بہترین طلائی دور قرار دیتے ہیں جس کی نظیر نہ کبھی پہلے دیکھنے میں آئی اور نہ بعد میں پیدا ہوئی۔ ۱۰۳۱ء تک ہسپانیہ پر اموی خلافت کا اقتدار قائم رہا جس کے بعد صوبوں اور ولایتوں کے امرا اپنی اپنی جگہ پر آزاد ہوگئے اور بعض بغداد کے عباسیوں کی خلافت کا دم بھرنے لگے۔ ۱۰۵۶ء میں مراکش کے مرابطی امرا نے ہسپانیہ میں اقتدار قائم کر لیا ۱۱۴۷ء میں موحدوں نے جو مسلمانوں کا ایک مذہبی فرقہ تھا مراکش اور ہسپانیہ میں مرابطیوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ ۱۱۵۷ء تک موحدوں نے طرابلس تک شمالی اور مغربی افریقہ کے سارے ملک فتح کر کے نیز ہسپانیہ کی سرزمین پر قبضہ جما کر ایک وسیع سلطنت قائم کر لی۔ بارھویں صدی مسیح کے اختتام کے قریب پاپائے اعظم انوسینٹ سویم نے ہسپانیہ کے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ لڑنے کا فتویٰ صادر کر دیا۔ پادریوں نے عیسائی آبادیوں کو خوب اشتعال دلایا۔ ۱۲۱۲ء میں صلیبیوں اور موحدوں کے درمیان ہسپانیہ کی سرزمین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ جنگ کا میدان صلیبی عیسائیوں کے ہاتھ رہا۔ موحدین کا امام اور سلطان محمد ہسپانیہ کی سرزمین سے نکل کر مراکش آگیا اور اسی غم کے مارے اگلے سال فوت ہوگیا۔ یورپ کے عیسائی اس سے قبل مشرق ادنے میں مسلمانوں کے خلاف متعدد صلیبی جنگیں لڑ کر ناکامی کا منہ دیکھ چکے تھے۔

مقامی امرا اور سلاطین :

امویوں کی خلافت کے دور میں سندھ سے لے کر مراکش اور ہسپانیہ تک کی اسلامی سلطنت کا شیرازہ نظم ونسق کی ایک ہی ملک میں منسلک رہا لیکن عباسیوں کے برسر اقتدار آنے کے ساتھ ہی ہسپانیہ کی سرزمین الگ ہوگئی۔ خلیفہ ہارون الرشید اور مامون الرشید نے دور دراز کے صوبوں اور ولایتوں میں وراثتی حاکم مقرر کرنے کی جو پالیسی اختیار کی اس کا نتیجہ سلطنت کے انتشار کی صورت میں برآمد ہوا اور مرکزی اقتدار کے کمزور ہونے پر مختلف ولایتوں کے حاکم خاندان خود مختار بن بیٹھے۔ مقامی اقتدار حاصل کرنے کے لیے جا بہ جا مقامی چپقلش اور خانہ جنگیاں رونما ہونے لگیں۔ افریقہ میں ۸۰۰ء سے لے کر ۹۰۹ء تک پہلے اغلبی خاندان کے امرا نے حکومت کی جن کے بعد مراکش کے مرابطیوں نے ۱۰۵۶ء سے لے کر ۱۱۴۷ء تک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمام اقتدار سنبھالی ازاں بعد موحدوں کا دور آیا جو ۱۲۴۲ء تک مغربی افریقہ اور ہسپانیہ کے کچھ حصے پر حکمرانی کرتے رہے۔ مصر و شام میں عباسی خلفاء کے عہد میں پہلے طولون خاندان (۸۶۸ء سے ۹۰۵ء تک) پھر اخشید خاندان (۹۳۵ء سے ۹۶۹ء) تک پھر فاطمی خاندان (۹۰۹ء سے ۱۱۷۱ء تک) برسراقتدار رہا۔ فاطمی خاندان کے امرا نے خلیفہ کا لقب بھی اختیار کر رکھا تھا۔ یہ امرا شیعہ مذہب کے پیرو تھے۔ محمد بن اسمٰعیل کو جو ایک فاطمی سید تھا امام برحق مانتے تھے اور اسی کی اولاد سے تھے۔ اسماعیلیہ شیعہ اسی فرقہ کے لوگ تھے۔ فاطمی پہلے پہل ٹیونس اور طرابلس میں اغلبیوں کو مغلوب کر کے برسراقتدار آئے تھے ازاں بعد مغربی افریقہ میں مرابطی فرقہ کے لوگ برسراقتدار آ گئے اور فاطمیوں نے ۹۶۹ء میں مصر و شام کی سرزمین فتح کر لی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی، نے جو پہلے کردستان کے سلطان نور الدین زنگی کا سپہ سالار تھا ۱۱۶۹ء میں فاطمیوں کے اقتدار کا خاتمہ کر کے مصر و شام میں ایوبیوں کے خاندان کا اقتدار قائم کر لیا۔ ایران کے ایک حصے پر ۹۳۲ء سے ۱۰۵۵ء تک خراسان کے سامانی سلاطین نے حکمرانی کی جن کے بعد افغانستان کے غزنوی سلاطین اور ترکستان کے سلجوقی امرا نے ایران کی سرزمین پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ غزنوی خاندان کا بانی الپ تگین خراسان اور ماوراءالنہر کے سامانی بادشاہ کا غلام تھا جس نے خوش ہو کر الپ تگین کو بہت بڑی جاگیر عطا کر دی۔ الپ تگین ۹۹۰ء میں غزنی کا بادشاہ مقرر ہوا۔ الپ تگین کی وفات پر اس کا ایک ترک غلام سبکتگین بادشاہ بنا جو غزنوی خاندان کا حقیقی بانی ہے۔ غزنویوں کا اقتدار ۹۹۰ء سے لے کر ۱۱۸۶ء تک افغانستان اور پنجاب کی سرزمین میں قائم رہا جس کے بعد غوریوں کی باری آ گئی۔ اسی عہد میں سلجوقی ترک ہرات اور مرو میں جاگیر قائم کر کے ایران کی سرزمین میں اپنے تسلط و اقتدار کو وسعت دینے لگے۔ الپ ارسلان (۱۰۶۳ء سے ۱۰۷۲ء تک) اور اس کے بیٹے ملک شاہ (۱۰۷۲ء سے ۱۰۹۲ء تک) کے عہد میں سلجوقیوں کا اقتدار ایشیائے کوچک، شام، ایران، خراسان، ترکستان، کرمان اور عراق کی سرزمینوں پر حاوی ہو چکا تھا۔ بغداد کے عباسی خلفا کے محافظ و مشیر بھی یہی ترک سردار تھے۔ جنھوں نے ملک شاہ کے بعد جا بہ جا چھوٹی بڑی جاگیریں قائم کر لی تھیں۔ ملک شاہ کے زمانے میں حسن بن صباح نے فرقہ باطنیہ کے فدائیوں کا گروہ تیار کیا اور کوہ الموت پر ڈیرہ جما کر وہاں مصنوعی بہشت بنایا۔ باطنی فرقہ کے پیرو دہشت پھیلانے والے تھے جو اپنے مخالفوں کو بے دریغ قتل کر دیتے تھے۔ دنیائے اسلام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بہت سی متقدر ہستیوں کو انھوں نے خفیہ سازشیں کر کے ٹھکانے لگایا اور کوہستان الموت میں بڑی طاقت فراہم کر لی۔

مختلف ملکوں، خطوں اور سرزمینوں کے یہ امرا اور سلاطین جنھوں نے خاندانی حکومتیں قائم کیں بظاہر بغداد کے عباسی خلافت کے تابع فرمان تھے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ گیارھویں صدی مسیحی میں یعنی ۱۰۰۰ء کے بعد مرکز خلافت کا اقتدار محض برائے نام رہ گیا تھا اور خلفا بے بس ہو کر محض نام و نمود کے پتلے بن چکے تھے۔ امرا اور سلاطین دربار خلافت کو مذہبی احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس سے خوشنودی کا پروانہ یا اور سند حاصل کرنے کو اپنے لیے باعث فخر خیال کرتے تھے لیکن اپنی اپنی جگہ پر سب آزاد اور خود مختار تھے۔ سلطان محمود غزنوی کو (۹۹۸ء سے ۱۰۳۰ء تک) ہندوستان کی مہمات سر کرنے کی بنا پر بغداد کے عباسی خلیفہ کے دربار سے ''امین الدولہ یمین الملت'' کا خطاب اور شاہانہ خلعت عطا ہوئی۔ اس صدی میں خلیفہ اسلام کا منصب قریب قریب ایسا ہی بن گیا تھا جیسا کہ یورپ میں پاپائے اعظم کا منصب صدیوں سے چلا آ رہا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربوں کی تجارتی، تمدنی اور عمرانی سرگرمیاں

عرب مسلمانوں نے اپنے اس دور ترقی میں بحری اور بری تجارت کو بھی بہت فروغ دیا۔ عربوں کے بادبانی جہاز بحیرہ روم، بحیرہ قلزم، بحر ہند، بحر الکاہل جنوبی اور بحیرہ چین میں چلتے تھے۔ انھوں نے ہندوستان کے مغربی ساحل کے متعدد مقامات بالخصوص ملیبار، ملایا، سماٹرا، جاوا اور فلپائن تک اپنی نو آبادیاں بسائیں اور براعظم افریقہ کے وسطی جنگلوں تک کو ہاتھی دانت، مہاگنی، سونا الماس اور دوسرے تجارتی نوادر کے حصول کے لیے کھنگالا۔ بحری تجارت کے علاوہ خشکی کی بڑی بڑی تجارتی شاہراہیں بھی عرب تاجروں کے قدموں سے پامال ہوتی تھیں۔ چین اور مملکت عباسی کے درمیان ترکستان کی راہ سے تجارتی قافلوں کی آمدورفت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ یہ تجارتی شاہراہ شمالی چین کے بڑے بڑے شہروں سے ہوتی ہوئی یارقند، کاشغر، ختن سے گزرتی تھی۔ اس کی ایک شاخ ختن سے ہندوستان کی طرف آتی تھی اور دوسری شاخ موجودہ دور کے روسی اور افغانی ترکستان کے شہروں سے گزرتی ہوئی بغداد تک جا نکلتی تھی۔ بغداد سے آگے تجارتی مال شام اور ایشیائے کوچک کی راہ سے دنیائے مغرب یعنی سرزمین فرنگ میں پہنچتا تھا۔ عربوں کی تجارتی سرگرمیوں کی بدولت ایک کوہان والا اونٹ اور عربی نسل کا تازی گھوڑا پہلے پہل چین میں پہنچا اور چین کا ریشم اور دوسرا تجارتی مال یورپ کے ملکوں میں جا کر فروخت ہونے لگا۔

عرب مسلمانوں کے عروج کا یہ دور ان کی فتوحات، ملکی نظم ونسق اور تجارتی سرگرمیوں کے لحاظ ہی سے ممتاز نہیں بلکہ اس کی روشن ترین خصوصیت علمی اور تمدنی ترقی ہے جس سے نوع انسانی اس دور میں شناسا ہوئی۔ تاریخ عصر حاضر کے جملہ علوم وفنون کو پیدا کرنے، ترقی دینے اور فروغ بخشنے کا سہرا (بغداد، قرطبہ اور غرناطہ، ہسپانیہ کے) عربوں کے سر باندھتی ہے۔ عرب جنوبی میدان اعظم کے ایک ایسے گوشے سے نکلے تھے جو انسان کے شعور حاصل کرنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے وقت سے بدوی اقوام کا گہوارہ چلا آرہا تھا۔ اس لق و دق صحرائی ملک کے اردگرد مختلف ادوار میں بڑی بڑی متمدن سلطنتیں قائم ہوئیں، پروان چڑھیں، گریں، بدلیں اور پھلی پھولیں۔ بدوی اقوام کا یہ گہوارہ وقتاً فوقتاً اپنی فالتو آبادی کو شمال مشرق اور مغرب میں پھینکتا رہا جس نے باہر نکل کر بارہا متمدن سلطنتوں کے تختے الٹے۔ اس ملک کو مصری، بابلی، سمیری، اشوری، ایرانی، سامانی، یونانی اور رومی برائے نام اپنی مملکت کا حصہ سمجھتے رہے لیکن اس کے بدوی قبیلے ان سب سے خراج لیتے تھے۔ تجارتی مال کو ادھر سے ادھر لے جانے کا وسیلہ بن کر حق الخدمت وصول کرتے تھے۔ اس دور میں عربوں نے اپنے صحرا سے باہر نکل کر نہ صرف وسط ایشیا سے لے کر ہسپانیہ تک سلطنتیں اور حکومتیں قائم کیں اور بحر الکاہل سے لے کر بحر اوقیانوس تک تجارت کو فروغ دیا بلکہ ہر قسم کی علمی دریافتوں کو اس حد تک ترقی دی جس کی نظیر اس دور سے پہلے کسی زمانے میں نہیں ملتی۔ عرب جب اپنے ملک سے باہر نکلے تو انھوں نے یونانی حکما کے فلسفے اور نسطوری مسیحی راہبوں کی معمولی علمی دریافتوں سے شناسائی حاصل کی اور اپنی دماغی قوتوں سے کام لے کر ہر قسم کے علوم و فنون کو ترقی دی۔ عرب مسلمان علم کے بھوکے تھے اس لیے انھوں نے پرانی علمی دستاویزوں کے ترجمے کرائے جن کی طرف ان سے پہلے کسی قوم نے توجہ مبذول نہ کی تھی درس گاہیں قائم کیں، مدرسے کھولے، بحث و مناظرہ کے فن کو فروغ دیا۔ دارالعلوم بنائے۔ تجربہ گاہیں اور رصدگاہیں قائم کیں۔ علمی تحقیقات کے دروازے کھولے۔ انسان کے فکر کو پرانے اوہام سے آزاد کیا۔ عربوں کے عروج کے عہد میں مسلمانوں کی علمی سرگرمیوں کی داستان بجائے خود ایک مستقل اور ضخیم کتاب کی مستحق ہے۔ مختصر یہ کہا جا سکتا ہے کہ علم و ادب میں انھوں نے افسانہ نویسی، داستان نویسی، ناول، شعر، تعلیمی نصاب اور اخلاقیات کے عنوانوں کے ماتحت کتابیں لکھیں۔ تاریخ نویسی کا فن ایجاد کیا اور اس ضمن میں نہ صرف قوموں، بادشاہوں اور سلطنتوں کے حالات تاریخی حیثیت سے قلم بند کیے بلکہ سوانح عمریاں، تذکرے، تزکیں اور تاریخی نظمیں لکھیں۔ فلسفہ حکمت اور طب کے علوم کو نہ صرف ترقی دی بلکہ نئے سرے سے مدون کیا۔ اس ضمن میں ہسپانیہ کے ابن الرشید (۱۱۲۶ء سے ۱۱۹۸ء تک) اور ایران کے ابن سینا ۹۸۰ء سے ۱۰۳۷ء تک شہرت دوام حاصل کر چکے ہیں۔ خوش نویسی، کتابت اور خطاطی کے فنون کو معراج کمال تک پہنچایا، ریاضیات میں ہندسوں کا استعمال، تعداد جمل ابجدی، صفر اور اعشاریہ کی ترویج انھی کے حصے میں آئی۔ الجبرا کے قاعدے ایجاد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیے۔ مخروطی اجسام کی پیمائش و مساحت کا علم ایجاد کیا۔ ریاضی کی نئی نئی علامتیں بنائیں۔ طبیعات میں پنڈولم کا اصول، بصارت، نور اور روشنی کے متعلق بہت علمی دریافتیں کیں۔ علم ہیئت کو اتنی ترقی دی کہ ان کے ایجاد کردہ بہت سے اوزار آج تک کی رصدگاہوں میں زیر استعمال ہیں۔ علم طب کو بہت فروغ دیا اور مدون کیا۔ جراحی کے ذریعے امراض کے علاج کا طریقہ رائج کیا اور علم جراحی کو بہت ترقی دی۔ کلورا فارم ایجاد کیا، علم کیمیا میں الکحل، پوٹاش، نائٹریٹ آف سلور، کراسیو سلیمیٹ، نائٹرک ایسڈ، سلفیورک ایسڈ اور متعدد گیسیں اس دور کے مسلمانوں کی روشن دریافتیں ہیں۔ اس دور کی بعض صنعتی ترقیاں بھی معراج کمال تک پہنچ گئی تھیں۔ دھاتوں پر نقاشی اور پارچہ بافی کی صنعت جس کمال تک اس دور میں پہنچ چکی تھی بعد میں بھی نہیں پہنچی۔ رنگ بنانے کا راز بھی انھیں معلوم ہو گیا تھا۔ کاغذ سازی کی صنعت کو چینیوں سے سیکھ کر اسے ترقی دی۔ چرم سازی اور چمڑا رنگنے کے نئے طریقے نکالے۔ ٹنکچر، عطریات، عرقیات اور شربت سازی کے فن کو بہت ترقی دی۔ عطاری یعنی ادویہ سازی کو فروغ دیا۔ گنے کی کاشت بھی اس عہد کی ایجاد ہے جس کے رس سے شراب بنائی۔ کئی قسم کی انگوری شرابیں ایجاد کیں۔ زراعت کے علمی طریقے رائج کیے۔ کھاد کے استعمال کو رائج کیا۔ آب پاشی کے انتظام کو بہتر بنایا۔ باغبانی کے فن کو بہت ترقی دی اور پھلوں اور پھولوں کی کاشت کو باقاعدگی سے رائج کیا اور ان کی پیداوار کو بہت ترقی دی۔ فن تعمیر کو درجہ کمال تک پہنچایا اور ہر جگہ بڑی بڑی عالی شان عمارتیں بنائیں۔ غرض کہاں تک لکھا جائے۔ علمی تحقیقات کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جس میں اس دور کے مسلمانوں نے غور و فکر سے کام لے کر نئے نئے علوم کی بنیاد نہ رکھی ہو۔ کرہ ارضی کی پیمائش، جغرافیہ اور نقشہ سازی بھی اسی عہد کے مسلمانوں کی کاوشوں کا ثمرہ ہیں۔ مسلمانوں کی یہ علمی سرگرمیاں نہ صرف انسانی فکر کی عام سطح کو بلند کرنے والی تھیں بلکہ ان کی علمی دریافتیں روزمرہ کی زندگی میں بھی عام انسانوں کو فائدہ پہنچانے والی تھیں۔ جن کے باعث بہت سی معاشرتی سہولتیں رائج ہونے لگیں اور معیار معیشت پہلے کی بہ نسبت بہتر ہو گیا۔ چوں کہ اس دور میں عام لوگوں کے طبائع مذہبیت کی طرف بہت زیادہ مائل تھے اس لیے اخلاقی حالت میں بھی بہت کچھ اصلاح نظر آنے لگی۔

بہت سے علوم و فنون ایجاد کرنے اور انھیں ترقی دینے کا سہرا بلاشبہ اس دور کے مسلمانوں کے سر پر بندھا لیکن تعجب کا مقام ہے کہ ان کا دماغ علم السیاست کی دفات کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد نصف صدی تک بھی اس طرز حکومت کو قائم نہ رکھ سکے جس کی نظیر پہلے دو خلیفوں ابوبکر اور عمر نے قائم کی تھی۔ عرب مسلمان اپنے صحرا سے نکل کر اور دوسرے ملکوں کے حکمران بن کر بہت جلد قیصریت اور کسرائیت کے پرانے طریقوں کا شکار ہوگئے۔ جن کی تلخی کو دین اسلام کی جمہوریت پسندی ہی ناقابل برداشت حد تک بڑھنے سے روکتی تھی۔ مسلمانوں میں شخصی اقتدار کے قائم اور رائج ہونے کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اہل فکر کوئی ایسا علم السیاست ایجاد کرنے اور خاص کر کوئی ایسا طرز حکومت رائج و نافذ کرنے سے قاصر رہ گئے جسے وہ مختصاً ''اپنا'' کہہ سکتے اور جس کی بدولت وہ آئے دن کی بغاوتوں، شورشوں خانہ جنگیوں اور امرا گردیوں سے بچے رہتے۔

اسلام کی تعلیمات نے رنگ ونسل کے امتیازات دور کرکے جو نئی کمیونٹی قائم کرنے کی کوشش کی وہ پامال اور مظلوم طبقوں کے لیے بڑی کشش کا باعث تھی بدھ مذہب اور عیسائیت کی طرح اسلام نے بھی ذات پات کے امتیاز کو مٹایا اور ایک عالم گیر برادری قائم کر دی جس میں ہر فرد کے معاشرتی حقوق دوسروں کے برابر سمجھے جاتے تھے۔ نسلی تفوق، خاندانی غرور، قومی فخر، رنگ کی رعونت وغیرہ کے ذمائم دور کرکے محض شخصی اخلاق کی بلندی علم وفضل اور دوسری ذاتی خوبیوں کو عزت کا معیار قرار دیا۔ دین اسلام کے صریح احکام کے باعث مسلمانوں کی سوسائٹی میں عورت کا رتبہ بھی بلند تر ہوگیا اور اس کے حقوق معین ہوگئے جس کی نظیر ازمنہ ماقبل کی معاشرت میں کہیں نظر نہیں آتی۔ ان اصلاحات کے باوجود جو شرف انسانی کو قائم و بحال کرنے کا موجب ہوئیں، مسلمانوں کی سوسائٹی بردہ فروشی کی قبیح رسم کو محو کرنے سے قاصر رہ گئی۔ البتہ اس سوسائٹی میں غلاموں کے ساتھ بہت اچھا سلوک ہونے لگا۔ ان کے حقوق ازروئے مذہب معین ہوگئے۔ مسلمان گھرانوں میں غلاموں اور کنیزوں کو خاندان کا رکن سمجھا جانے لگا۔ اس کے علاوہ مسلمان اور مطلق العنان بادشاہی کے باعث سرمایہ دار اور جاگیردار طبقے بدستور قائم رہے، البتہ مسلمان اپنے فقیر اور نادار لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ جس کی انھیں مذہباً سخت تاکید کی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی سوسائٹی میں اقتصادی بنا پر جماعتی کش مکش کو کبھی فروغ حاصل نہ ہو سکا۔ مسلمان عام طور پر شراب خوری، سود خوری اور قمار بازی کے ذمائم سے محترز رہتے تھے اور سور، درندوں اور مردار خور جانوروں کا گوشت کھانے سے کلیتاً پرہیز کرتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترکوں کی سرگرمیاں

ہم پہلے باب میں ترک قوم کے ظہور کا مختصر سا حال بیان کر آئے ہیں جو شمالی میدان اعظم اور وسط ایشیا میں ہنوں کے بعد برسر اقتدار آئی۔ ۵۶۷ء میں ترکوں نے دریائے جیحوں کے کنارے ہنوں کو شکست دے کر افغانستان (افتالی) اور ترکستان سغدیانہ کی سرزمینوں پر بھی اپنا اقتدار قائم کر لیا تھا۔ ساتویں صدی مسیحی کے آغاز تک سارے تاتار اعظم میں ترک خاقانوں اور خانوں کی حکومت کا طوطی بولنے لگا۔ ادھر چین کے شہنشاہ ترکوں کے ساتھ دوستانہ اور برادرانہ تعلقات قائم کر کے ان کی طاقت کا لوہا مان رہے تھے ادھر وہ ان کے ساسانیوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگے تھے اور ان کے قبیلے قیصر روم ہرقل کو آرمینیا اور ایشیائے کوچک میں ایرانیوں کے خلاف مدد دے رہے تھے۔ ۶۱۲ء میں ایک ترک بادشاہ سیر نے چین کے سوئی خاندان کے شہنشاہ سے جنگ کی لیکن دربار چین نے اپنی پرانی امپیریل پالیسی اختیار کر کے جسے وہ صدیوں ہنوں کے خلاف استعمال کرتے رہے تھے، ترکوں میں پھوٹ ڈلوا کر انھیں کم زور کرنے کی کوشش کی اور تاتار کے ترک خاقان دربار چین کے زیر اثر آ گئے۔ ترک سرداروں نے چین کے شاہی خاندان کی لڑکیوں سے شادی کر کے رشتہ داری کے تعلقات بھی قائم کیے۔ ترکوں کے دوسرے خاندانوں نے کرغیز، کاشغر، ختن، سجاب، تاشقند اور فرغانہ میں خانیاں اور جاگیریں قائم کر لیں۔ ۶۹۱ء میں سجاب (شمال مشرق ترکستان) کا بادشاہ مرچو ایک اولوالعزم شخص بنا جس نے چین کے صوبہ شانسی کو تاخت و تاراج کیا۔ چین کی ملکہ کو جھکنا پڑا۔ اس نے مرچو کی مہمانی کی۔ مرچو نے چین کی ملکہ سے اناج، زراعتی اوزاروں اور ریشم وغیرہ کی صورت میں بہت سے تحائف وصول کیے اور ان ترک قبیلوں کو واپس لے لیا جنھیں دربار چین نے اپنی مملکت میں نظربند کر رکھا تھا۔ مرچو اپنی بیٹی کو سوئی خاندان کے ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہزادے سے بیاہنا چاہتا تھا لیکن وہ چین کی ملکہ بن جائے، لیکن چین کی ملکہ کو یہ بات منظور نہ ہوئی اس پر مرچو نے چین کے شمالی صوبوں کو پیکن تک تاراج کیا۔ بہت تباہی مچائی۔ مرچو نے ترگاش کے خاقان کو بھی شکست دی۔ ملک خطا صحرائے گوبی اور بیکال کے علاقوں کو بھی سر کیا۔ اس طرح اس نے شرقاً غرباً تین ہزار میل لمبی سلطنت قائم کی جو شمالاً جنوباً بحر منجمد شمالی سے کوہستان تبت تک پھیلی ہوئی تھی۔ ۷۴۳ء تک مرچو کی پیدا کی ہوئی سلطنت طوائف الملوکی کا شکار ہوگئی۔ مشرقی ترک چین کے معاملات میں الجھ کر رہ گئے اور مغربی ترک دس خاندانوں میں منتشر ہوکر بیٹھ گئے اور جا بہ جا ریاستیں قائم کر لیں۔ جن میں سے حسب ذیل قابل ذکر ہیں: کرغیز، خوارزم، ہفتالی، خزر، آوار، کوچی، طارم، سرچین، ٹوچارا، ہراشر اور یوغور۔ ان ترک ریاستوں کے باہمی تعلقات، جنگ و جدال اور نشیب و فراز کی تاریخ بہت پیچ در پیچ واقع ہوئی ہے جو اس مختصر سے احوال میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ ایک ترک خاندان نے شمالی چین میں بادشاہی قائم کر کے چین کے مشہور شاہی خاندان ٹانگ کی بنیاد رکھی جو ۸۷۰ء سے ۹۰۷ء تک حکومت کرتے رہے۔ افغانستان اور ترکستان کے ترک سردار آٹھویں صدی مسیحی میں عباسیوں کی خلافت کے زیر اثر آکر مسلمان ہونے لگے تھے۔ ایک ہزار عیسوی کے قریب سجاب، ختن اور کاشغر میں بغرا خان نامی ایک ترک حکمران تھا جس نے یوغوری ترکوں میں دین اسلام پھیلانے کی بہت جدوجہد کی۔ اسی طرح ابوالظفر ارسلان (۱۰۲۰ء) شاہ سجاب اور الپ ارسلان شاہ بلخ (۱۰۲۹ء) بھی دین اسلام کے بہت پرجوش مبلغ بنے۔

ان ریاستوں میں جو ترکوں نے وسط ایشیا میں قائم کیں خوارزمیوں کی ریاست بہت طاقت ور تھی جسے انس تگین پسر خوارزم شاہ نے ۱۰۷۷ء میں دریائے جیحوں کے کنارے قائم کیا۔ غزنویوں نے ۹۹۰ء کے قریب افغانستان میں اپنا سکہ چلایا اور سلجوقیوں نے ۱۰۰۰ء کے قریب مرو و ہرات میں ابتدائی ریاست قائم کی۔

اس دور میں ترکی النسل قبیلوں کی نقل و حرکت دنیائے مغرب کی طرف بھی جاری رہی ۹۰۰ سے ۹۵۰ء تک میگیار (مجار) ترکوں کے قبیلے ہنگری اور رومانیہ تک پہنچ گئے۔ ۹۳۸ء میں ان ترک لشکروں نے جو لامذہب تھے وسطی یورپ کی مقدس عیسائی رومی سلطنت کو تاخت و تاراج کیا۔ یہ لشکر جرمنی کی سرزمین کو پامال کرتے ہوئے فرانس میں داخل ہوئے وہاں سے کوہستان ایلپس کو عبور کر کے شمال اٹلی کی راہ سے واپس ہنگری پہنچ گئے۔ ترکوں کے جنوب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بلغار ترک آباد ہو رہے تھے۔ بلغاروں کے ایک بادشاہ بورس (۸۵۲ء سے ۸۸۴ء) کے دربار میں مسلمان ایلچی دین اسلام قبول کرنے کا دعوتی پیغام لے کر آئے تھے اور شاہ بورس مسلمان ہونے پر آمادہ تھا لیکن اس نے قسطنطنیہ کے بازنطینی شاہی خاندان کی ایک شہزادی سے شادی کر لی اور اس رشتے کی بنا پر وہ خود بھی عیسائی بن گیا اور اپنی قوم کو بھی عیسائیت قبول کرنے پر راغب کر لیا۔ مجار ترک بھی جو ہنگری میں آباد ہو رہے تھے عیسائیت کی گود میں چلے گئے۔

اسی دور میں یعنی دسویں صدی مسیحی میں سلجوقی ترک ایران اور ایشیائے کوچک میں پھیل رہے تھے۔ سلجوقیوں نے جو ۹۳۵ء میں صحرائے کرغیز سے چل کر بخارا میں آئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے سلطان محمود غزنوی کے عہد میں ہرات اور مرو میں اپنی جاگیریں قائم کیں ان ترک قبائل کے سردار کا نام سلجوق تھا اس لیے یہ ترک سلجوقی کے نام سے مشہور ہوئے۔ ۱۰۳۷ء میں سلجوقی کو پوتا طغرل بیگ مسند نشین ہوا جس نے ایران کی سرزمین فتح کی۔ سلجوقی سنی مسلمان تھے جنھوں نے بغداد کی عباسی خلافت کے دربار میں بہت کچھ اثر و رسوخ حاصل کر لیا اور خود خلیفہ اسلام کے کارندوں کی حیثیت سے اپنی یلغاروں کے دائرہ کو وسعت دینے لگے۔ ایران کی شیعہ ریاست کے بعد سلجوقیوں نے آرمینیا کو تاراج کیا اور ایشیائے کوچک پر قبضہ جمایا۔ ۱۰۷۱ء میں ملند گرد (ایشیائے کوچک) کے مقام پر الپ ارسلان کے سلجوقی ترکوں اور بازنطینی یونانیوں کے درمیان زبردست لڑائی ہوئی جس میں ترک غالب آئے۔ اس لڑائی کے بعد سلجوقی ترک ایشیائے کوچک کی سرزمین پر قابض ہو گئے۔ انھوں نے قونیہ کو اپنا مرکز بنایا اور ۱۰۷۳ء میں شام کے مقدس شہر یروشلم پر قبضہ جما لیا جس پر اس وقت مقامی مسلمان قابض تھے۔ سلجوقیوں کے عروج نے قسطنطنیہ کے بازنطینی حکمرانوں کو خوف زدہ کر دیا، جنھوں نے پاپائے روم سے اپیل کی اور پادریوں نے یورپ کے عوام میں ترکوں اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے کی باقاعدہ مہم شروع کر دی جو صلیبی جنگیں لڑنے کا موجب بنی۔

۱۰۰۰ء کے قریب مسلمان ترکوں کے لشکر پنجاب کی سرزمین سے بھی چھیڑ چھاڑ کرنے لگے تھے۔ بلخ و ہرات کے ترک بادشاہ الپ تگین کے ایک غلام سبک تگین نے غزنی کو مرکز بنا کر ایک ریاست قائم کی۔ اسی سبک تگین کا بیٹا مشہور و معروف محمود غزنوی تھا جس نے اپنے عہد حکومت میں ہندوستان کی سرزمین پر سترہ بڑی یلغاریں کیں اور پنجاب کی سرزمین کو مشرق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کانگڑہ کی پہاڑیوں تک تاراج کیا۔ محمود کی بڑی مہم گجرات کا ٹھیاواڑ کے مقدس ہندو تیرتھ سومنات پر تھی جہاں اس نے خالص سونے کی بنی ہوئی ساٹھ فٹ اونچی مورتی کو توڑ کر بت شکن کا خطاب حاصل کیا۔ محمود نے اس مورتی کے تین ٹکڑے کیے۔ ایک ٹکڑا مکے بھیجا گیا۔ دوسرا ٹکڑا عباسی خلیفہ کے دربار میں بغداد روانہ کر دیا اور تیسرا ٹکڑا وہ اپنے دارالحکومت غزنین کو لے گیا۔ روایت ہے کہ محمود کو اس مورتی کے اندر سے اتنے بیش بہا جواہرات دست یاب ہوئے جو اس قیمت سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے جو سومنات کے پجاری مورتی کو تاراجی سے بچانے کی خاطر محمود کو پیش کر رہے تھے۔ ہندوستان پر محمود غزنوی کی یلغاروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ پنجاب کی سرزمین دریائے ستلج کے پار تک نیز ملتان، سندھ اور بلوچستان کے صوبے اسلامی غزنوی سلطنت کا جزو بن گئے جو کوشن یا کوشانی خاندان کی بدھ سلطنت کی جانشین بنی۔ ۱۰۲۲ء تک مسلمان ترک لاہور پر قبضہ جما چکے تھے۔

سومنات کی مہم محمود نے ۱۰۲۶ء میں سر کی تھی۔ غزنی کے شاہی خاندان اور غزنی شہر کو سو سال کے اندر اندر داخلی انقلاب کا سامنا ہوا۔ غزنی کو جو اس وقت تک بہت بڑا علمی اور تمدنی مرکز بن چکا تھا برات کے ایک بادشاہ سلطان علاؤ الدین غوری نے تاخت و تاراج کر کے نذر آتش کر دیا اور سلطنت غزنوی پر نئے خاندان کا اقتدار قائم کر لیا۔ ۱۱۹۱ء میں شہاب الدین محمد غوری نے پنجاب کی حد سے آگے بڑھ کر دہلی اور اجمیر کی ریاست پر قبضہ جمانے کے لیے چڑھائی کی لیکن تراوڑی کے میدان میں جو کرنال کے قریب واقع ہے دہلی کے راجے رائے پتھورا کے ہاتھوں شکست کھائی۔ ۱۱۹۳ء میں محمد غوری نیا ساز و سامان لے کر حملہ آور ہوا۔ ادھر رائے پتھورا نے بھی ہندوستان کے ڈیڑھ سو راجاؤں کو اپنی مدد کے لیے بلا رکھا تھا۔ تراوڑی کے میدان پر ایک دفعہ پھر ترکوں، افغانوں اور راجپوتوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا جس میں راجپوتوں کو شکست ہوئی اور دہلی کا راج مسلمانوں کے ہاتھ میں منتقل ہو گیا۔ ۱۱۹۴ء میں محمد غوری کے لشکروں نے قنوج کی ریاست کو سر کر لیا جس کے راجا جے چند نے ذاتی عناد کی بنا پر رائے پتھورا کی مدد نہیں کی تھی۔ ۱۱۹۵ء تک ترک جرنیل بختیار خلجی بنگال تک کی سرزمین کو غزنی کی اسلامی سلطنت میں شامل کر چکا تھا۔ محمد غوری ۱۲۰۰ء میں اپنے ایک غلام قطب الدین ایبک کو دہلی میں اپنا نائب اور ہندوستان کا والی مقرر کر کے واپس غزنی چلا گیا۔ اس قطب الدین ایبک نے ہندوستان میں خاندان غلاماں کی حکومت قائم کی۔ جس میں بیٹوں اور پوتوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بجائے بادشاہوں کے غلام تخت کے وارث بنتے تھے۔ اس دور میں ترکستان، خراسان، ایران، عراق، ایشیائے کوچک اور شام و فلسطین پر سلجوقی ترک چھائے ہوئے تھے جن کے ایک بادشاہ ملک شاہ کے عہد میں حسن بن صباح نے فدائیوں کا ایک خفیہ گروہ تیار کیا اور کوہ الموت میں مرکز قائم کر کے دنیائے اسلام کے بڑے بڑے آدمیوں کو ٹھکانے لگانے کی تحریک شروع کر دی۔ حسن بن صباح کے پیروؤں کی جماعت باطنی فرقہ کہلاتی ہے۔ اس سلجوقی سلطنت کا شیرازہ ایک سو سال کے بعد منتشر ہوگیا۔ سلجوقی خوانین نے جا بہ جا جاگیریں قائم کر لیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کی حالت

مسلمان ہندوستان میں داخل ہوئے تو انھیں یہاں ہندوستان کی ایک بہادر اور غیور قوم راجپوت سے مقابلہ کرنا پڑا جو راجا ہریش چندر (۶۰۶ء سے ۶۲۸ء تک) کے بعد کی طوائف الملوکی کے زمانے میں شمالی ہند کے دیہات سے اٹھی اور جس کے سورما سرداروں نے جا بہ جا اپنی ریاستیں قائم کرلیں۔ راجپوت مردانہ آن اور سپاہیانہ شان رکھنے والے لوگ تھے جن کی رگوں میں انفرادیت یعنی ذاتی خودی کا احساس کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اس لیے راجپوت کوئی متحدہ ہندوستانی حکومت قائم کرنے سے قاصر رہ گئے۔ ہندوستان کے راجاؤں کا وقت عام طور پر آپس میں کی جنگوں یا رقابتی ریشہ دوانیوں میں گزرتا تھا۔ راجپوت برہمنی مت کے پیرو تھے اس لیے راجپوتوں کے عروج کے زمانے میں (۷۶۰ء سے ۱۰۰۰ء تک) برہمنی مت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ مندروں میں مورتی پوجا کو بہت ترقی ہوئی۔ صدیوں کے چڑھاوے جمع ہونے کے باعث مندر مال و دولت کے ذخیرے بن چکے تھے لہٰذا ترکوں اور افغانوں نے مندروں کو سونے کی کانیں سمجھا اور مال اور دولت حاصل کرنے کے خیال سے ان پر حملے شروع کر دیے۔ شمالی مسلمانوں کی ان یلغاروں میں بلا شبہ دینی جذبہ بھی بڑی حد تک کارفرما تھا لیکن ترکوں اور افغانوں کو زیادہ کشش اس مال غنیمت میں تھی جو انھیں ہندوستان کے مندروں اور قلعوں سے بہ آسانی حاصل ہو جاتا تھا۔

عرب مسلمانوں کا اقتدار ایران کی سرزمین پر موجودہ افغانستان کی مغربی سرحدوں تک ۶۳۰ء ہی تک پھیل چکا تھا لیکن افغانستان کے ہندو راجے اس کے بعد دیر تک قائم رہے۔ افغانستان کی مغربی سرحد پر عربوں کے ظہور کے وقت زابلستان (سیستان اور قندھار) اور کابل میں مقامی ہندو راجے حکمران تھے اور کوہستان ہندوکش کے شمال کی سرزمین وسط ایشیا کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترکوں کے زیرنگیں آچکی تھی۔ کابل میں ابھی تک کوشانی خاندان جانشین حکمران تھے اگرچہ اس خاندان کی وسیع سلطنت کا دامن ہنوں اور ترکوں کی یلغاروں کے ہاتھوں تار تار ہو چکا تھا کوشن یا کوشانی خاندان کے بادشاہوں نے افتالیوں، زابلیوں اور ترکوں سے قرابت داری کے رشتے قائم کیے۔ پنجاب کی سرزمین ابھی تک انھی کے زیر اقتدار چلی آرہی تھی۔ کابل کے ان بادشاہوں کو جو کوشانی خاندان سے تھے چینی سیاح ہیوآن سانگ کشتری لکھتا تھا اور چینی مورخ انھیں تگین شاہی یعنی یوغور ترک قرار دیتے ہیں۔ عرب تذکرہ نگار انھیں زنبیل پکارتے ہیں۔ سنسکرت کے نوشتوں میں جو اس دور میں کشمیر میں لکھے گئے انھیں ''تروکشہ'' (ترک شاہ) کا نام دیا گیا ہے اور فارسی نوشتوں میں انھیں ترک شاہی خاندان ظاہر کیا گیا ہے۔ ۸۲۵ء میں ان بادشاہوں نے خراسان کے صفاری عرب حکمرانوں کے حملوں سے تنگ آکر کابل کی راجدھانی چھوڑ دی اور ویہند کو اپنا مرکز بنا لیا جو دریائے اٹک کے مغربی ساحل پر اٹک شہر سے پچاس میل شمال کی طرف واقع تھا۔ ۸۵۰ء میں ایک برہمن وزیر نے اس خاندان سے حکومت چھین لی اور برہمن شاہی خاندان کی بنیاد رکھ دی۔ اس برہمن کا نام کلریاللیہ تھا۔ ۸۷۹ء سے ۹۰۰ء تک کے زمانے میں عمرو لیث صفاری نے سیستان (زابلستان) کی سرزمین سر کی اور اس کے ایک فوجی افسر فروعان نے لوگر (مشرقی افغانستان) کا علاقہ فتح کر کے وہاں کے ایک بڑے مندر کو مسمار کر دیا۔ ۹۳۳ء میں ہرات کے سامانی خاندان کے ایک حاکم الپ تگین نے جو سامانی بادشاہ کا ترک غلام تھا صفاریوں کے حاکم سے کابل، لوگر اور سیستان کے علاقے چھین لیے اور پنجاب اور صوبہ سرحد کے برہمن بادشاہ جے پال سے لڑنا شروع کر دیا جو کابل کے برہمن شاہی خاندان کا جانشین تھا اور ویہند کو مرکز بنا کر حکومت کر رہا تھا۔ الپ تگین اور اس کے جانشین سبک تگین کے دباؤ سے متاثر ہو کر جے پال نے اپنا صدر مقام ویہند سے بھٹنڈا میں تبدیل کر لیا جو جنوب مشرقی پنجاب کا ایک اہم شہر ہے۔ ۸ محرم ۳۹۲ ہجری مطابق ۲۷ نومبر ۱۰۰۱ء میں سلطان محمود غزنوی نے جو سبک تگین کا بیٹا تھا پشاور کے قریب جے پال کو شکست دی۔ یہ پٹھان ہندو راجا غیرت کے مارے چتا میں جل کر مر گیا۔ اس کے جانشین بھٹنڈا میں برائے نام کرتے رہے لیکن پنجاب کی سرزمین سرہند تک غزنین کی سلطنت کا جزو شمار ہونے لگی۔

سرہند سے نیچے کا ملک شمالی ہند ۶۰۶ء سے لے کر ۶۴۸ء تک راجا ہرش پند کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطنت میں شامل رہا۔ جس نے چھوٹے بڑے راجاؤں کو مطیع کر کے جہلم سے لے کر ہیگلی تک اور ہمالیہ سے لے کر نربدا تک اپنا اقتدار قائم کر لیا تھا۔ کامروپ (آسام) کے راجے بھی اس کے باج گذار تھے۔ ہریش کے بعد ایک غاصب حکمران ہوا جس کے عہد میں سلطنت کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ اس غاصب راجے نے شہنشاہ چین کے سفیر سے بدعہدی کی اور اس کے ساتھی قتل کرا دیے۔ سفیر بھاگ گیا اور نیپال اور آسام کے راجاؤں سے امداد لے کر لوٹا۔ غاصب راجہ کو شکست ہوئی۔ ہریش کی سلطنت کا شیرازہ منتشر ہونے کے بعد جو طوائف الملوکی کی پیدا ہوئی ان میں کی قابل ذکر ریاستیں حسب ذیل ہیں:

نربدا اور جمنا کے درمیان چاندل راجے حکمران تھے جنھوں نے اپنی ریاست میں بڑے بڑے عالی شان مندر تعمیر کرائے اور ۸۰۰ء کے قریب سے لے کر ۱۲۰۳ء تک حکمرانی کی۔

قنوج کے قریب بھوج کی ریاست قائم ہوئی جس میں پال خاندان کے راجے حکومت کرتے تھے۔ یہ راجے ۸۴۰ سے لے کر محمود غزنوی کے حملے تک حکمران رہے۔ ان کے بعد قنوج میں راٹھور خاندان کے راجپوتوں نے اقتدار حاصل کر لیا جس کے آخری راجا جے چند کو محمد غزنوی نے ۱۱۹۵ء میں شکست دی۔

بنگال اور بہار میں پال خاندان کے راجے حکومت کرتے تھے جو بدھ مت کے پیرو تھے۔ یہ خاندان بنگال میں ۷۵۰ء سے ۱۲۱۰ء تک گیارھویں صدی تک قائم رہا۔ اس کے بعد سین خاندان کے متعصب ہندو راجے حکومت کرنے لگے سین خاندان کے اقتدار کا خاتمہ غوری کے سالار بختیار خلجی نے ۱۱۹۵ء میں کیا۔

سندھ کی سرزمین ۷۱۲ء سے ۸۷۱ء تک بغداد کی اسلامی خلافت کے زیر نگین رہی۔ ازاں بعد منصورہ اور ملتان میں عربوں کی دو چھوٹی چھوٹی آزاد ریاستیں یا بستیاں قائم رہ گئیں باقی علاقے راجپوتانہ کے راجپوت راجاؤں کے زیر نگیں آ گئے۔

محمد غوری کے حملے کے وقت دہلی اور اجمیر پر چوہان، قنوج پر راٹھور، گجرات کاٹھیاواڑ میں بگھیلے راجپوت حکمران تھے۔ جن سب کے اقتدار کا خاتمہ محمد غوری کے ہاتھوں ہوا۔

اس دور کے آغاز میں دکن کی سرزمین میں ۷۵۰ء تک چالوکیہ خاندان کے راجپوت راجے حکومت کرتے رہے۔ ۷۵۰ء میں مہاراشٹر کے ایک راجے نے اس خاندان کے ہاتھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے زمام حکومت چھین لی لیکن ۹۷۳ء میں پھر چالوکیہ خاندان نے زور پکڑا۔

اسی صدی میں جنوبی ہند کی چولا خاندان کی ریاست کے ایک حکمران راجا راجہ اعظم نے کالنگہ (اڑیسہ) میسور اور سیلون کے ملک فتح کیے۔ اس کے ایک جانشین نے ملابا کی ریاست قادح پر چڑھائی کی اور وہاں کے راجا کو تاراج کیا۔ لیکن چالوکیہ خاندان کے راجے قادح میسور اور کالنگہ پر اپنا اقتدار چولا خاندان کے اقتدار کا خاتمہ کردیا اور ۱۱۹۲ء سے مغربی گھاٹ کی ایک ریاست کے حکمران جو ہوئیسالا خاندان سے تعلق رکھتے تھے زور پکڑنے لگے۔ جنھوں نے دکن میں چالوکیہ خاندان کے اثر و اقتدار کی جگہ حاصل کرلی۔

اس طوائف الملوکی کے عالم میں جب کہ راجاؤں کے درمیان سیادتی اقتدار حاصل کرنے کے لیے متواتر لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ برہمنی مت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ جا بہ جا بڑے بڑے مندر اور عالی شان محلات اور سنگین عمارتیں تعمیر ہونے لگیں۔ ان راجاؤں کو آن بان دکھانے اور شان و شوکت قائم رکھنے کا بہت خیال رہتا تھا لیکن ہندو قوم کی معنویات زوال پذیر ہو چکی تھیں۔ اس دور میں ادبی اور علمی حیثیت سے ہندوؤں نے کسی قسم کی ترقی نہ کی۔ گپتا خاندان کے طلائی عہد کی خوش حالی اور فارغ البالی اس وقت تک خواب و خیال ہو چکی تھی۔ بڑے بڑے راجاؤں کی شان و شوکت محض نمائشی تھی۔ ہندو سوسائٹی کو اندر سے گھن لگ چکا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرق الہند میں ہندو تمدن کا نفوذ

۶۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک کے زمانے میں جب کہ عرب کے مسلمان اپنے اثر و رسوخ کو مشرق و مغرب میں دور دور کے ملکوں تک پھیلا رہے تھے، ہندوستان کا تمدن اپنے بوقلموں عقائد و رسوم کے ساتھ شرق الہند کے دور افتادہ ملکوں اور جزیروں پر اپنا سکہ جما رہا تھا، جس کے آثار سماٹرا، جاوا، ملایا، بالی سیلیبیز، فلپائن، بورنیو، انام، کمبودیا اور بحرالکاہل کے دور افتادہ جزیروں میں اب تک موجود ہیں اور تاریخی ریکارڈ میں ثبت ہو چکے ہیں۔ ان ملکوں کے کتبوں، مندروں، مورتیوں، روایتوں اور رسموں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ ملک صدہا سال سے ہندوستان کے ساتھ تجارتی آمد و رفت کے تعلقات رکھتے تھے۔ رامائن کی کہانی میں مذکور ہے کہ جنوبی ہند کے راجا سگدیو نے رانی سیتا کی تلاش میں دنیا کی چاروں سمتوں میں جو وفد بھیجے ان میں بعض وفود کو سماٹرا اور جاوا کی طرف بھی روانہ کیا تھا۔ رامائن میں راون کی لنکا کی طرح ان ملکوں کو بھی زر و مال اور جاہ و حشمت کے اعتبار سے بہت متمول ظاہر کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ جاوا سے پرے ایک پہاڑ ہے جس پر دیو اور بھوت بستے ہیں۔ پہلی یا دوسری صدی مسیحی میں اسکندریہ کے ستارہ شناس بطلیموس نے جو جغرافیہ عالم لکھا اس میں بھی سورن دیپ (سونے کے جزیرے) اور جوا دیپ (جو کے جزیرے) کا حال درج ہے۔ یہ نام اس زمانے میں سماٹرا اور جاوا کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ چینی مورخوں کے ریکارڈ میں بھی ایسے ایلچیوں کا حال ملتا ہے اور جاوا اور سماٹرا کے بادشاہوں نے مسیحی سن کی ابتدائی صدیوں میں اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً شہنشاہ چین کے دربار میں بھیجے۔ ۴۱۳ء میں چینی سیاح فاہیان لنکا سے سماٹرا اور جاوا پہنچتا ہے اور ایک جہاز پر سوار ہو کر جس میں دو سو کے قریب ہندو تاجر تھے چین جاتا ہے۔ فاہیان اپنے سفر نامے میں لکھتا ہے کہ سماٹرا اور جاور میں برہمنوں کا زور بہت زیادہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور بدھ مت کے پیرو خال خال نظر آتے ہیں۔ ان بیانات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سماٹرا اور جاوا میں جنوبی ہند کے تاجروں نے ولادت مسیح سے بہت پہلے اپنی نو آبادیاں قائم کر لی تھیں۔ آثاری شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچویں صدی مسیحی کے آغاز میں ہندو طالع آزماؤں کی ریاستیں سماٹرا، جاوا، بالی، بورنیو، فلپائن، چمپا (انام) اور کمبوڈیا (ہند چینی) میں اچھی طرح قائم ہو چکی تھیں اور ان ریاستوں کے راجاؤں کے نام دکن کے راجاؤں کے ناموں سے ملتے جلتے تھے جن سب کے آخر میں ''ورمان'' کا لفظ ہوتا تھا۔ مثلاً یورنا ورمان، اوتیہ ورمان وغیرہ۔ ہندوستان کی ریاستوں کی طرح شرق الہند کی ان ریاستوں میں بھی جنگ و جدال کا بازار گرم رہتا تھا اور مختلف راجاؤں کے درمیان مہاراج ادھیراج یا راجہ چکرورتی بننے کے لیے کش مکش جاری رہتی تھی۔ ابتداً ان ملکوں کا تمدن دکن کے ہندو تمدن کی ایک شاخ تھا لیکن بعد میں بعض ریاستیں بنگال اور بہار کے پال خاندان کے بدھ راجاؤں سے روابط قائم کرنے کے باعث بدھ مت کے زیر اثر آنے لگیں۔ کتبوں سے جو اس دور کی سنسکرت زبان میں اور جاوا کے قدیم باشندوں کی زبان میں لکھے گئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ۶۳۷ء سے ۶۴۹ء تک وسطی جاوا کی کالنگا ریاست کا ستارہ عروج پر تھا۔ اس ریاست کی ایک رانی سیما دیوی کے عہد کے امن کی کیفیت ایک عرب تاجر کی ڈائری سے ملی ہے جن کی تجارتی بستیاں اسی زمانے میں سماٹرا کے شمال مغربی ساحل پر قائم ہونے لگی تھیں۔ عرب تاجر لکھتا ہے کہ سیما دیوی کی مملکت میں چوری کا نام تک نہیں۔ اس تاجر نے سونے سے بھری ہوئی تھیلی سر راہ پھینک دی جسے تین سال تک کسی نے نہیں چھوا آخر رانی کے بیٹے کا پاؤں اسے چھو گیا تو رانی نے اس کا انگوٹھا کٹوا دیا۔ ۷۳۲ء میں وسطی جاوا کے ایک راجا نے جو شو کا پجاری تھا بہت سے مندر بنوائے اور جنوبی ہند کے آگستیا رشی کی مورتی سیاہ سنگ مرمر کی بنوائی۔ ۸۰۰ء کے قریب سماٹرا کے شیندورا خاندان کے راجا نے جو بدھ مت کا پیرو تھا سماٹرا کی اس ریاست پر تسلط جما لیا۔ اس خاندان کی راج دھانی شری وجایا میں تھی جسے اب پلمبانگ کہتے ہیں اور جسے عرب مورخ اور تاجر زباج کا نام دیتے ہیں۔ ۱۰۰۰ء کے قریب اس خاندان کے ایک راجا نے دکن کے چولا خاندان کے مہاراجہ کی اجازت سے نگاپٹم میں بدھ مت کا ایک مندر تعمیر کرایا۔ اس طرح ایک اور راجا نے میلندا میں بھکشوؤں کے لیے ایک آشرم بنوایا جس کے مصارف کے لیے پال راجا نے سماٹرا کے راجا کی درخواست پر پانچ گاؤں کی جاگیر منظور کی۔ ۸۶۳ء میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہان سماٹرا کا اقتدار جاوا سے ناپید ہوگیا اور راج ایسے ہندو خاندان کے راجاؤں کے ہاتھ میں آگیا جو شو کے پجاری تھے۔ ۷۸۷ء میں سماٹرا کے ایک راجے نے آسام اور ہند چینی پر چڑھائی کی۔ اس چڑھائی کی داستان ایک عرب سیاح تاجر سلیمان نامی نے یوں لکھی ہے کہ کھمیر (کمبودیہ ہند چینی) کے ایک راجے نے زباج (سماٹرا) کے بادشاہ کی جاہ و حشمت کا حال سن کر حسد کھایا اور اپنے وزیر سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ سماٹرا کے بادشاہ کا سر طشتری میں رکھ کر میرے حضور میں پیش کیا جائے۔ یہ بات سماٹرا کے بادشاہ کے کانوں تک پہنچ گئی۔ اس نے کشتیوں اور بادبانی جہازوں کا بیڑا تیار کیا اور کمبودیہ پر حملہ کر دیا۔ حاسد راجے کو پکڑنے کے بعد اس کا سر قلم کر دیا اور وزیر کو شاباش دی جس نے راجے کی خواہش کی مخالفت کی تھی۔ اتنا کام کر کے شاہ سماٹرا واپس آگیا۔ ۱۰۱۲ء سے ۱۰۴۲ء کے درمیان دکن کے چولا راجا راجندر اول نے ملایا کی ریاست قادح پر چڑھائی کی جو سماٹرا کے راجا کی مملکت میں شامل تھی۔ راجندر کے لشکروں نے بہت سا مال و زر لوٹا اور راجا کو گرفتار کر لیا لیکن راجندر کے جانشین نے یہ ریاست پھر سماٹرا کے راجا کے حوالے کر دی۔ ۱۰۳۵ء میں مشرقی جاوا کی ریاست نے زور پکڑا اور وسطی اور مغربی جاوا پر قبضہ جما لیا۔

اس دور میں شرق الہند اور بحرالکاہل کے دور افتادہ جزیروں کے درمیان بادبانی جہازوں کی آمدورفت بہت ترقی پذیر تھی۔ بحرالکاہل کے بعض جزیروں کے باشندوں کی روایات ظاہر کرتی ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد اسی زمانے میں وہاں جا کر آباد ہوئے تھے۔ اندازہ لگایا ہے کہ ۶۵۰ء کے قریب فیجی کو کسی اور جزیرے سے آنے والے لوگوں نے آباد کیا تھا۔ اسی طرح نیوزی لینڈ میں ۱۱۵۰ء کے قریب مفرور قبیلوں کی چھ کشتیاں پہنچیں جو اس جزیرے میں آباد ہوگئے۔ بحرالکاہل کے اکثر جزیروں کے باشندے قدیم ہندو تمدن سے کسی نہ کسی حد تک اثر پذیر نظر آتے ہیں اور بعض جزیروں میں ایسے مندروں کے آثار بھی ملتے ہیں جن میں برہمن مت کے دیوتاؤں کی سی مورتیاں رکھی جاتی تھیں اور ان کی پرستش ہوتی تھی۔ سماٹرا، جاوا، ملایا، بالی، بورنیو فلپائن، انام، کمبودیہ اور ہند چینی تو صدیوں برہمنی مت کا زبردست گہوارہ بنے رہے اور ہندوستان سے راہ رسم رکھنے کے باعث ان مختلف مذہبی تحریکات اور عقائد سے متاثر ہوتے رہے جو ہندوستان کے اندر پہنچیں۔ رامائن اور مہابھارت کی کتھائیں ان ملکوں میں بہت مقبول تھیں اور [illegible] صدیوں کے ساتھ رائج ہوئیں۔ مندروں میں دیوتا [illegible] اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے دیوتاؤں کی مورتیاں رکھی جاتی تھیں۔ شولنگ کے مندر بھی تعمیر کیے جاتے تھے۔ بدھ مت کی ایک شاخ بھی برہمن مت کے ساتھ خلط ملط ہوکر یہاں پھلی پھولی اور دکن کے آگستیا رشی کا مت بھی کافی رائج ہوا۔ تنترمت کی پراسرار، فحش اور ظالمانہ رسمیں بھی یہاں پہنچیں جن سے اکثر راجے متاثر ہوئے۔ ہندوستان اور شرق الہند کے ان ملکوں کے درمیان تجارتی، روحانی اور تمدنی تعلقات اتنے عام تھے کہ تبت تک کی روایات میں سماٹرا اور جاوا کا ذکر ملتا ہے اور خود ان جزیروں کے کتبے ظاہر کر رہے ہیں کہ سماٹرا میں کشمیر کے ایک راج کنور گونا ورمان نامی نے بدھ مت کا پرچار کیا اور ۴۲۳ء میں ایک ہندو ملاح نندی کے جہاز میں بیٹھ کر چین چلا گیا۔ ایک اور کتبے سے مگدھ ویش کے ایک راجا گرو کے جاوا جانے کا حال کھلتا ہے جو بدھ مت کا پیرو تھا۔

جاوا اور سماٹرا کے ہندو جو اپنے کو آریہ ظاہر کرتے تھے بحری تجارت کی شاہراہ پر واقع ہونے کے باعث بہت مالدار رہتے تھے۔ ان کی تجارتی سرگرمیاں جنوبی افریقہ کے مشرقی ساحل اور جزیرہ مڈغاسکر، بحر ہند کے دوسرے جزیروں، ہندوستان کے مغربی اور مشرقی ساحلی مقاموں، خلیج بنگال کی بندرگاہوں، انام، کمبودیہ، ہند چینی اور چین کی ساحلی تجارتی منڈیوں پر حاوی تھیں۔ بحر ہند، خلیج، بنگال اور بحیرہ چین کی بحری تجارت میں ان کے شریک کار عربستان کے عرب اور کاٹھیاواڑ کے گجراتی باشندے تھے جن کی تجارتی بستیاں جاوا اور سماٹرا میں اسی دور کے آغاز سے یا اس سے بھی پہلے قائم ہو چکی تھیں۔ علم وفن میں یہ لوگ اہل ہند کے مقلد تھے جن کے باکمال اور ہنرمند اشخاص وہاں پہنچتے رہتے تھے۔ شرق الہند کے تمام ملکوں میں جن کا ذکر اوپر آیا ہے سنگ تراشی، مصوری، مجسمہ سازی، منبت کاری اور تعمیر کے ایسے ایسے نمونے دست یاب ہوئے ہیں جو ہندوستان کے گپتا سکول کے بہترین آرٹ کی ہو بہو نقل ہیں۔ اسی دور کے کشتری اور برہمن ہندوستان کی تہذیب اور تمدن کا عملی پیغام لے کر شرق الہند کے ملکوں پر پوری طرح حاوی ہو چکے تھے اور یہ ہندو تمدن بحر الکاہل کے جزیروں میں پھیلتا ہوا آگے نکلنے کی راہیں تلاش کر رہا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چین، خطا اور تاتار

۶۲۸ء میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے عرب کے شہر مدینہ سے جن بادشاہوں کے نام دعوت اسلام کے رقعے بھیجے تھے ان میں سے ایک چین کا شہنشاہ تائی تسونگ بھی تھا۔ جس نے ۶۱۹ء میں چین کی طوائف الملوکی کا خاتمہ کر کے ٹانگ خاندان کے دور حکومت کی بنیاد رکھی تھی۔ تائی تسونگ کے عہد میں ایک نئے چین کی تعمیر شروع ہوئی جس کی بنیادیں چین کی پراچین (قدیم ترین) تہذیب چینیوں کی روایات، بدھ کے فلسفہ اور ہنوں شجاعت پر استوار ہوئیں۔ تائی تسونگ نے اپنی سلطنت کا اقتدار اور وسط ایشیا کے ترکوں اور تاتاریوں کو اپنے زیر اثر لاکر مغرب میں بحیرہ خزر (کیسپئن) تک جنوب میں انام تک شمال میں کوہستان الطائی اور صحرائے گوبی تک قائم کیا۔ تائی تسونگ بہت بیدار مغز بادشاہ تھا۔ خود غالباً کنفیوشس کے ضابطے کا پابند اور بدھ کے مذہبی فلسفے کا قائل تھا۔ اس کے پاس ۶۳۱ء میں عرب تاجروں کا ایک وفد پیغمبر اسلام کا خط لے کر آیا۔ تائی تسونگ نے اس وفد کی عزت کی اور مسلمانوں کو کنٹین میں مسجد بنانے اور اپنے دین کی تبلیغ کر کے اسے پھیلانے کی اجازت دے دی۔ اسی سال قسطنطنیہ کے بازنطینی قیصر کے دربار کی ایک سفارت اور نسطوری فرقہ کے عیسائیوں کا ایک وفد بھی تائی تسونگ کے دربار میں عیسائی مذہب کی اشاعت کی درخواست لے کر پہنچا۔ جسے شہنشاہ چین نے تحقیق و تفتیش کے بعد ۶۳۸ء میں گرجا بنانے اور مذہبی پرچار کرنے کی اجازت دی۔ جنوبی چین میں ٹانگ خاندان کی حکومت ۹۰۷ء تک قائم رہی جس کے بعد سونگ خاندان کے حکمران برسر اقتدار آئے۔ شمالی چین کی سرزمین چینیوں، خطائیوں، تاتاریوں اور ترکوں کے درمیان استخوان مخاصمت بنی رہی۔ ۷۵۰ء کے قریب وسط ایشیا کے یوغور ترکوں نے جو تبت کے شمالی اضلاع اور چینی ترکستان میں آباد تھے، دربار چین کے اثر سے آزاد ہو کر اپنی ریاست

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم کرلی۔ یوغور ترک چین سے عباسی سلطنت کو جانے والی تجارتی شاہراہ پر قابض تھے۔ اس لیے ان کے شہروں میں دولت اور تمدن نے بہت جلد اپنے پاؤں جمائے۔ یوغور عام طور پر کاشت کار، تاجر اور بستیاں بسا کر رہنے والے لوگ تھے۔ تجارتی سرگرمیوں کے باعث انھیں نوشت و خواند سے بھی سابقہ پڑتا تھا اور ان کے شہروں میں بدھ مذہب، برہمنی مت، عیسائیت اور اسلام دنیا کے چاروں بڑے مذہبوں کی عبادت گاہیں موجود تھیں، جہاں دور دراز کے تاجر آکر رہتے تھے۔ یوغور باز اور شاہین پالنے کے بہت شوقین تھے لیکن اس شوق سے انھیں چین کے ایک بادشاہ نے منع کردیا۔ یوغور سردار جو ''تگین'' کہلاتے تھے چین کے دربار سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ چین کے خزانہ سے خراج یا وظیفہ لیتے اور چینی شہزادیوں سے شادی کرتے تھے۔ دربار چین کی پرانی پالیسی یہی چلی آرہی تھی کہ چین کے بادشاہ تاتاری سرداروں سے شاہی خاندان کی لڑکیاں بیاہ کر ان سے رشتہ داری کے تعلقات قائم کر لیتے تھے۔ تاتاری چینیوں کو ماموں، سالا یا خسر کہہ کر پکارا کرتے تھے کیوں کہ شاہی پالیسی کے باعث عام چینی عورتیں بھی تاتاریوں سے بیاہ کرنا پسند کرتی تھیں۔ چینی عورتوں کے پاؤں چھوٹے بنانے کی رسم بھی غالباً اسی وجہ سے شروع ہوئی ہوگی کہ چینی عورتیں بھاگ کر تاتاریوں کے پاس چلی جاتی تھیں۔ یوغور ترکوں کی ریاستیں ۱۲۰۰ء کے بعد تک وسط ایشیا میں قائم رہیں اور اس وقت ختم ہوئیں جب چنگیز خاں کی عالم سوز یلغار نے منگولیا سے اٹھ کر جنوب اور مغرب کا رخ کیا۔

چین کے شمال، مانچوریا اور منگولیا کے جنوبی اقطاع اور یوغوری ترکستان کے شمال مشرق میں اس دور میں ایک نئی اور زبردست سلطنت ظہور میں آئی جو ملک خطا کہلاتی تھی۔ خطا کے تاتاری عادات و خصائل میں تنگوسوں سے ملتے جلتے تھے اور ان کے قریبی رشتہ دار گیٹی تاتار تھے جو مردوں کو کفن دے کر درختوں پر لٹکا دیتے تھے اور تین سال کے بعد آکر ماتم اور تدفین کی رسمیں ادا کرتے تھے۔ خطا کے تاتاری ۷۵۰ء مین منگولیا اور مانچوریا میں اپنی جداگانہ ریاست قائم کرچکے تھے۔ انھوں نے نواحی قبائل کو سر کرکے اپنا مطیع بنا لیا۔ خطائی تاتاریوں کا اجتماعی نظام پہلے جمہوری ہوا کرتا تھا، آٹھ قبیلوں کے سردار اکٹھے ہوکر اپنا ایک صدر چنا کرتے تھے لیکن ۹۰۰ء کے قریب اپوکی نامی ایک صدر نے اقتدار مطلقہ حاصل کرکے بادشاہی قائم کرلی۔ اپوکی نے شمالی چین کے بہت سے اضلاع فتح کیے۔ چین کے شہنشاہ نے ساتھ برادرانہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلقات استوار کیے۔ کوریا کا ملک سر کیا۔ اس کے عہد میں خطا والوں کو تحریر کے فن سے شناسائی حاصل ہوئی اور چینی محرر خطا میں آکر کام کرنے لگے۔ ۹۳۰ء میں خطا والوں نے پھر چین کے ساتھ جنگ شروع کردی اور پیکن فتح کرکے وہاں اپنے بادشاہ کا ایک نائب مقرر کردیا۔ خطا کے بادشاہوں نے اپنے خاندان کا لقب کن یعنی طلائی اختیار کرلیا اور دیوار اعظم کے جنوب میں چین کے سولہ اضلاع فتح کرکے اپنی سلطنت کو وسعت دی۔ خطا کے بادشاہ نے چین کے شہنشاہ سے پہلے منہ بولے باپ اور بیٹے کا رشتہ قائم کیا پھر شہنشاہ طپہ کوانگ نے شمالی چین کو فتح کرکے ہر شہر میں خطائی حاکم مقرر کردیے اور اپنی فوجیں رکھ دیں۔ خطائی حاکم بہت جبر سے کام لیتے تھے اور اندھا دھند چینیوں کا مال غصب کرنے لگے۔ ایک شہر میں بغاوت رونما ہوئی تو خطا والوں نے وہاں قتل عام کردیا۔ چند سال کے بعد مقتولوں کی کھوپڑیاں گنی گئیں تو ایک لاکھ سے زائد نکلیں۔ خطائی حاکم بہت سخت گیر ہوا کرتے تھے۔ لوگوں کو عذاب کے لیے شکنجے میں کھینچتے تھے۔ تیشوں سے چینیوں کے چہروں کی کھال اترواتے، سلاخوں سے آنکھیں نکلواتے اور موچنوں سے بال اکھڑواتے تھے۔ پیکن کے ایک خطائی جرنیل کی خواب گاہ کے دلان میں انسانوں کے جگر، ہڈیاں، پاؤں اور دوسرے کٹے ہوئے اعضا تزئین کے لیے لٹکائے رہتے تھے۔ ملک خطا میں شہر آباد تھے۔ تجارتی منڈیاں تھیں، شاہی شکار گاہیں تھیں۔ شہروں میں تفریح گاہیں، فحش کاری کے اڈے اور پارچہ بافی کے کارخانے قائم تھے۔ سکہ کی جگہ ریشم کا کپڑا استعمال ہوتا تھا۔ خطا کے شہروں میں چینی کاریگر، پہلوان، طلبہ، عالم اور حاکم بھی کافی تعداد میں رہتے تھے جو اپنے ہاں کے بادشاہوں اور امیروں سے ناراض ہوکر ملک خطا میں آجاتے تھے۔ ۹۹۹ء میں چینیوں نے ملک خطا پر یلغاریں بھیجنی شروع کردیں جن میں اکثر ایک دوسرے کا گوشت نوچ نوچ کر کھانے لگے۔ خطا کے بادشاہ ماموں چینیوں سے مل گیا لیکن ہزیمت کھاکر سمرقند کی طرف چلا گیا جہاں وہ گورگاں کا لقب اختیار کرکے حکمران بن بیٹھا۔ ۱۱۲۵ء میں خطا کا بادشاہ تبت کے سرحدی قبائل کے پاس پناہ گزین ہوا۔ چینی جرنیل نے جو تعاقب کر رہا تھا حملہ کرکے بادشاہ کو قید کرلیا اور بہت سا مال چھین لیا۔ جس میں بدھ کی سولہ فٹ اونچی ایک مورتی بھی تھی جو خالص سونے کی بنی ہوئی تھی۔ خطا کے طلائی خاندان کے اقتدار کا خاتمہ تاتاریوں کی ایک دوسری قوم کراخطائی کے بادشاہ نوچین نے کیا۔ کراخطائی خاندان کی حکومت ملک خطا میں ۱۲۰۳ء تک قائم رہی جس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا خاتمہ سنجان کے ترک خان نے کیا لیکن یہ ترک خان ابھی سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ منگولیا سے چنگیزی طوفان اٹھا جو خانیوں، بادشاہیوں، سلطنتوں اور حکومتوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گیا۔ یہ داستان اگلے دور کے حالات میں بیان کی جائے گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یورپ میں طوائف الملوکی اور قبائل گردی

اس دور کے آغاز میں قدیم رومی سلطنت کی جانشین قسطنطنیہ کی بازنطینی قیصریت اپنے جوبن پر تھی۔ ایشیائے کوچک، شام، مصر، ساحل افریقہ اور بحیرہ روم کے ساحلی ملکوں اور جزیروں میں اس کا سکہ چل رہا تھا۔ مغرب میں عرب سے ظاہر ہونے والی نئی طاقت اسلام کے ساتھ اسی قیصریت کے اقتدار کا تصادم ہوا۔ مسلمانوں نے اس قیصریت کے ہاتھ سے اس کے تمام ایشیائی اور افریقی مقبوضات چھین لیے اور بحیرہ روم کے جزیروں سے بھی اسے بے دخل کر دیا۔ جس کا حال تاہم ''اسلام کی فتوحات'' کے عنوان والی فصل میں بیان کر چکے ہیں۔ شمال کی طرف سے بازنطینی قیصریت کے اقتدار پر آوار اور یلغار ترکوں کا دباؤ پڑ رہا تھا۔ یلغار ترکوں کے ایک سردار پرنس کروم نے قیصر نقفور کو شکست دے کر قتل کر دیا اور اس کی کھوپڑی کا پیالہ بنا کر فتح کے نشے میں جام شراب نوش کیا۔ یلغاروں کے ایک بادشاہ بورس (۸۰۲ء سے ۸۸۴ء تک) کے ساتھ قیصری دربار نے ایک بازنطینی شہزادی بیاہ کر خوشگوار تعلقات قائم کیے۔ بازنطینی سلطنت ایک ہزار عیسوی کے قریب صرف یونان، تھریس اور سرویا کے ملکوں تک محدود ہو کر رہ گئی۔ باقی ماندہ فرنگستان (یورپ) میں قبائل گردی اور طوائف الملوکی کر کے وہی طوفان برپا رہے جو ہر گزشتہ دور میں وہاں پیدا ہو چکے تھے۔ وسطی یورپ میں انارکی بدنظمی اور بے امنی کا حال عام طور پر یہ ہو گیا تھا کہ ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' والی ضرب المثل کا سکہ چلتا تھا۔ جا بہ جا جاگیرداریاں قائم ہو رہی تھیں۔ نواب، ڈیوک، ارل، بیرن اور جاگیردار قلعے بنا کر رہتے تھے۔ اپنی جمعیتیں رکھتے تھے۔ کسانوں سے غلاموں کی طرح کام لیتے تھے۔ خود شان کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس بات میں اس وقت کے ہندوستان اور اس وقت کے فرنگستان کی کیفیت بہت مماثل تھی، جہاں راجپوت راجے جا بہ جا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلعے قائم کر کے چھوٹی بڑی ریاستیں بنا رہے تھے۔ بلجیم کی سرزمین کے ایک فرنیک بادشاہ کلاڈیس نے جس کا عہد حکومت ۴۸۱ء سے ۵۱۱ء تک ہے فرانس کی قلعہ بندیوں کو سر کر کے کوہستان پرینیز تک سلطنت قائم کی لیکن بعد میں یہ سلطنت دو حصوں میں منقسم ہوگئی۔ مغربی حصہ جس کی زبان لاطینی تھی فرانس اور فرانسیسی زبان کی پیدائش کا گہوارہ بنا اور مشرقی حصہ جس کی زبان ابتدائی جرمنی (آلمانی) تھی جرمنی اور جرمن زبان کو معرض وجود میں لانے کا سنگ بنیاد ثابت ہوا۔ ان دو بادشاہیوں کا حکومتی اقتدار آہستہ آہستہ بادشاہوں کے ہاتھ سے نکل کر محلات شاہی کے منتظموں کے پاس چلا گیا۔ جو میئر کہلاتے تھے۔ ۶۸۶ء میں مشرقی فرینکستان کے ایک میئر نے مغربی فرینکستان فتح کرلیا اور پھر ایک بڑی سلطنت بن گئی اسی سلطنت کا ایک میئر چارلیس مارٹل نامی تھا جس نے ۷۳۲ء میں فرانس کی سرزمین میں اندلس (ہسپانیہ) کے عرب مسلمانوں کی پیش قدمی کے سیلاب کو طورس اور پوتارس کے درمیان روکا اور یورپ کی تاریخ میں نام پیدا کیا۔ ۷۷۱ء سے ۸۱۴ء تک فرینکستان کو ایک اولوالعزم بادشاہ چارلیس میگنا (شارلیمان اعظم) نصیب ہوا جس نے اٹلی، انگلستان، سویڈن، ناروے، اور وسطی یورپ کی بہت سی ریاستوں کو فتح کر کے شاہنشاہ کا لقب اختیار کیا۔ شارلیمان ایک مذہبی جوش رکھنے والا عیسائی حکمران تھا جو لکھنے پڑھنے سے نابلد تھا۔ مذہبی جوش کے باعث یہ بادشاہ پاپائے روم کا منظور نظر تھا جسے اس وقت تک دنیائے مسیحیت اپنا دینی پیش وائے اعظم تسلیم کرنے لگی تھی۔ قسطنطنیہ کی بازنطینی قیصریت نے بھی شارلیمان کے لیے شہنشاہ کا لقب تسلیم کر لیا۔ اس بادشاہ نے بغداد کے مسلم خلیفہ ہارون الرشید کے دربار کے ساتھ بھی افریقہ کے اغلبی امرا کی وساطت سے سفارتی تعلقات قائم کیے۔ شارلیمان وسطی یورپ کی ''مقدس رومی سلطنت'' کا بانی کہلاتا ہے جسے پاپائے روم نے عیسائیت کی حفاظت و ترقی کے لیے خاص طور پر برکت دی۔ ۸۴۳ء سے ۹۶۲ء تک یورپ کی سرزمین پھر بدنظمی اور طوائف الملوکی کی شکار ہوگئی جب کہ ۹۶۳ء میں جرمنی کے سیکسن بادشاہ آتو اول نے ''مقدس سلطنت'' کو ازسرنو زندہ کر کے نظم ونسق استوار کرنے کی کوشش کی۔ اس طوائف الملوکی کے ساتھ قبائل گردی بھی زوروں پر رہی۔ شمال کے برفانی علاقوں سے نارمن قوم کے قبیلے مغرب، جنوب مغرب اور جنوب کی طرف پھیلنے لگے۔ نارمن سفید رنگت کے دراز قد آریہ تھے جو قدیم رومی سلطنت کے زمانے میں ڈنمارک اور بحیرہ بالٹک کے نواحی ملکوں میں پھلے پھولے۔ اینگلز، سیکسن اور جیوٹ قوم کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ جنھوں نے ۴۰۰ء سے ۶۰۰ء تک انگلستان اور جرمنی کی سرزمینوں پر چھاپے مارے انھی نارمنوں کے ہراول دستے تھے۔ ۷۰۰ء سے ۹۰۰ء تک کے دوران میں اس نارمن قوم نے ڈین قبائل کی شکل میں انگلستان پر چڑھائی کی اور ۹۱۲ء میں رولف گینگلر نامی نارمن سردار نے شمالی فرانس کے صوبہ نارمنڈی کو تاراج کیا ۱۰۱۳ء میں ڈین بادشاہ کینیوٹ نے انگلستان، ڈنمارک اور ناروے میں حکومت کی۔ ۱۰۶۶ء میں نارمنڈی کے نارمنوں نے انگلستان پر چڑھائی کی۔ ولیم فاتح انھی میں سے ایک تھا۔ نارمن قوم کی ایک شاخ جو گاتھ کہلاتی تھی۔ ابتدائی مسیحی صدیوں میں بالٹک کے نواح سے چل کر پہلے بحیرہ اسود اور دریائے ڈینیوب کے درمیانی علاقے میں آباد ہوئی پھر وہاں سے چل کر اٹلی اور ہسپانیہ پہنچی۔ دوسری لہر نوویں صدی مسیحی میں اٹھی جس کی ایک شاخ انگلستان پر حملہ آور ہوئی دوسری شاخ روس کی سرزمین میں پھیلنے لگی۔ نووگراڈ سے دریاؤں کے ساتھ ساتھ بستیاں بساتی ہوئی بحیرہ اسود تک جا پہنچی۔ ان نارمنوں نے بحری بیڑے شہر ۸۶۵ء سے ۱۰۴۳ء تک نارمنوں کے حملوں کا شکار بنتا رہا جسے وہ مائیکلوگراڈ کہتے تھے اور جس کے عجائبات اور تمول کی داستانیں وہ نسلاً بعد نسل اس وقت سے سنتے آئے تھے جب کہ وہ اپنے اصلی وطن میں تھے۔ ۸۵۰ء میں اورک نامی نارمن سردار نے نووگراڈ اور کیف کے علاقوں میں ریاست بنائی جو موجودہ روسی سلطنت کا سنگ بنیاد بنی۔ یہ بہادر لوگ قیصر روم کے باڈی گارڈ میں بھی بھرتی ہوئے۔ جتھوں کی شکل میں نوکری کی تلاش کرتے کراتے اٹلی پہنچے۔ جہاں جاتے لوٹ مار کا بازار گرم رکھتے تھے۔ ۱۰۵۳ء میں پاپائے روم کے لشکر نے انھیں شکست دی لیکن ان کے مذہبی جوش کو دیکھ کر ان کی خطائیں بخش دیں۔ ۱۰۶۰ء سے ۱۰۹۰ء تک کے زمانے میں نارمنوں نے سسلی (صقلیہ) کا جزیرہ عربوں کے ہاتھ سے چھینا۔ ۱۰۸۱ء میں کالبریہ کے رابرٹ گیس کارڈ نے قیصر روم پر حملہ کیا اور البانیہ میں فوجیں اتار کر دروزو پر قبضہ جما لیا ۱۰۸۴ء میں اسی سردار نے روما کو تاراج کیا اور اٹلی میں ریاست قائم کرلی۔ بارھویں صدی مسیحی میں اس نارمن کے جانشینوں نے سمندر کی راہ سے قیصر روم کی مملکت پر تین حملے کیے۔

پانچویں اور چھٹی صدی مسیحی میں رومی سلطنت کے قیصر عیسائیت کے مذہبی سلسلوں اور نظاموں کو اپنے شاہی مقاصد کی پیش برد کے لیے استعمال کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود شاہی دربار نے مذہبی نظام کو مضبوط کیا اور چرچ کے اختیارات بڑھتے چلے گئے عوام میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پادریوں کے اقتدار کو ترقی ہوئی رومن۔ کیتھولک چرچ نے منظّم ہوکر بہت کافی دینوی طاقت حاصل کرلی۔ روما کا لاٹ پادری پاپائے اعظم قرار پایا۔ جسے عام عیسائی بہت مقدس خیال کرتے تھے بلکہ عیسائیوں میں اس عقیدہ نے بہت جڑ پکڑ لی کہ خاص خاص مواقع کی مذہبی رسمیں ادا کرتے وقت حضرت یسوع مسیح کی روح پاپائے اعظم کے وجود میں حلول کر جاتی ہے۔ اس قسم کے عقائد کی بنا پر پادریوں اور عیسائیوں میں تثلیث، خدا، روح القدس حضرت مسیح، باپ، بیٹا اور کنواری مریم کے متعلق ایسی ایسی دقیق منطقی بحثیں پیدا ہونے لگی جو عامۃ الناس کے فہم میں نہیں آسکتی تھیں۔ ان بحثوں کا مقصد یہ تھا کہ حضرت مسیح کے بہ یک وقت خدا، خدا کا بیٹا اور ابن آدم یعنی خاکی بندہ ہونے کے عقائد میں منطقی استدلال سے ہم آہنگی پیدا کی جائے۔ عیسائی مفکروں نے تثلیث کے عقیدہ کو منطقی استدلال کے بل پر جس قدر عام فہم بنانے کی کوشش کی اسی قدر زیادہ اس میں پیچیدگیاں پیدا ہوتی چلی گئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کلیسا کے داخلی نظام کے شیرازہ کو گھن لگ گیا اور پادریوں کی ٹولیوں کے درمیان تلخی اور بدمزگی کے جذبات پیدا ہونے لگے۔ تاہم پاپائے اعظم کو دنیائے مسیحیت میں مطلق العنان بادشاہ سے بھی زیادہ اختیار و اقتدار حاصل تھا اور اس کے فتوے کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ ان عقائد کے خلاف جو پاپائے اعظم کی بارگاہ سے دین مسیحی کی اصل کے طور پر شائع ہوتے تھے بولنے تک کی اجازت نہ تھی۔ آزادی فکر اور آزادانہ اظہار خیال کو دین سے منحرف ہونا سمجھا جاتا تھا اور اس جرم کی سنگین ترین سزائیں دی جاتی تھیں۔ کسی کو قتل کرا دیا جاتا۔ کسی کو زندہ جلا دیا جاتا اور کسی کو شکنجے میں کسا جاتا۔ جا بہ جا کلیساؤں کی عدالتیں قائم ہونے لگیں اور شدہ شدہ کلیسائی نظام میں احتساب کا الگ محکمہ قائم ہو گیا۔ روما کی رومی قیصریت کے زوال کے باعث اٹلی اور یورپ میں جو طوائف الملوکی کی پیدا ہوئی اس نے پاپائے اعظم کے مذہبی اقتدار کے ساتھ اس کے دنیوی اقتدار کو بھی بہت کچھ ترقی دی تا آں کہ بادشاہ اور امرا تک پاپائے اعظم سے دبنے لگے اور اس کے حاکمانہ اقتدار کا لوہا ماننے لگے۔ شارلیمان اعظم ایسے شان دار بادشاہ بھی اگرچہ دل سے پاپائے اعظم کے قیصری اور شہنشاہی اقتدار کو اچھا نہیں سمجھتے تھے لیکن بہ ظاہر پاپائے اعظم کو سلام کرنے سے سرتابی کی جرات نہیں کر سکتے تھے۔ البتہ قسطنطنیہ کا بازنطینی قیصری دربار اپنے آپ کو پاپائے اعظم کے دینی اور دنیوی اقتدار کا حریف اور مدمقابل سمجھتا تھا اور ہمیشہ اسی ٹوہ میں لگا رہتا تھا کہ پاپائے اعظم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اقتدار سے مخلصی حاصل کرے۔ یہ کش مکش ۱۰۵۴ء میں رومن کیتھولک کلیسا کو دو نظاموں کی مقدس مذہبی کتاب بائیبل میں دو لفظ بڑھانے یا گھٹانے کے سوال پر رومی کلیسا کے نظام سے یونانی کلیسا کا نظام الگ ہوگیا۔ یونانی کلیسا کے حامی انجیل کی ایک آیت کو اس طرح پڑھتے تھے ''روح القدس باپ سے روانہ ہوا'' لیکن رومی کلیسا والے اس فقرے کو یوں لکھنا چاہتے تھے ''روح القدس باپ اور بیٹے سے روانہ ہوا'' اس شدید اختلاف کی وجہ وہ منطقی بحثیں تھیں جو پادری طبقہ میں تثلیث کی الجھنوں کو سلجھانے کے لیے پیدا ہوکر ترقی کر چکی تھیں۔ رومی کلیسا والوں نے اپنی رسمی زبان لاطینی بنا لی اور یونانی کلیسا نے اپنی مذہبی زبان یونانی قرار دی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلِ فرنگ کی صلیبی یلغاریں

ملا زگرد کی جنگ کے بعد جو ۱۰۷۱ء میں وقوع پذیر ہوئی ایشیائے کوچک پر سلجوقی ترک چھا گئے۔ اس ہزیمت کو قسطنطنیہ کے بازنطینی قیصر نے خوف زدہ ہوکر روم سے امداد کے لیے اپیل کی۔ پوپ اربان دوم نے پادریوں کے اجلاس بلائے اور سارے یورپ میں مسلمانوں کے خلاف جنھیں وہ ترک کہتے تھے پروپیگنڈا شروع کردیا۔ اس پروپیگنڈا نے عوام کے ہیجان کی صورت اختیار کرلی۔ پیٹر دی ہرمٹ نامی ایک عیسائی راہب ننگے پاؤں گدھے پر سوار ہوکر سارے یورپ کے دیہات میں پھر نکلا۔ اس کے ہاتھ میں ایک موٹی سی صلیب ہوتی تھی۔ اس کا انداز گفتار بہت پرجوش تھا اور یہودیوں کے نبیوں کے انداز گفتار سے بہت کچھ ملتا جلتا تھا۔ اس آتشین ایجی ٹیٹر نے بالخصوص اور عام پادریوں اور راہبوں نے بالعموم یورپ کے عوام میں آگ لگا دی۔ انھیں مسلمانوں کے خلاف جذبہ بھڑکایا۔ یروشلم اور فلسطین کی سرزمین کے مسلمانوں کے قبضہ میں ہونے کی حقیقت کو بہانہ بنایا کیوں کہ عیسائی اس سرزمین کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مولد وطن ہونے کے باعث بہت مقدس سمجھتے تھے۔ اس ایجی ٹیشن کے باعث مسیحی یورپ جاگ اٹھا۔ مسلمانوں سے انتقام لینے کے جذبہ سے سرشار ہوکر متحد ہوگیا۔ ہر جگہ صلیبی جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ہر شخص عیسائیت کے نشان صلیب کو اسلامی علم کے نشان ہلال پر مظفر و منصور بنانے کے جذبے سے سرشار نظر آنے لگا۔ امرا نے لشکر کشی کی تیاریاں شروع کردیں۔ عوام دیوانہ وار جوش و خروش سے مذہبی لڑائی میں حصہ لینے کے لیے بھرتی ہونے لگے۔ اس تحریک کے کامیاب اور ہر دل عزیز ہونے کے بعض دوسرے وجوہ بھی تھے جن پر ایک نظر ڈال لینا ضروری ہے۔ وجوہ حسب ذیل تھے:

(۱) پاپائے روم نے موقع دیکھا کہ اس تحریک کے بل پر وہ اپنی رقیب طاقت یعنی بازنطینی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت اور یونانی چرچ کو اپنا تابع بنانے میں کام یاب ہو جائے گا اور سارے یورپ میں اپنا اثر قائم کرے گا۔

(۲) بادشاہیوں، نوابوں، جاگیرداروں اور سورماؤں نے طلع آزمائی کا موقع دیکھا اور اس تحریک میں جوش کے ساتھ حصہ لینا شروع کر دیا۔

(۳) عوام میں سے نارمن قوم کے بہادر اور طلع آزما اشخاص کو لوٹ مار کے لیے نئے نئے میدان نظر آنے لگے اور دوسرے عوام قحط زدہ تھے اس لیے نئی دنیا کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

(۴) ایشیائے کوچک میں سلجوقیوں کی آمد کے باعث جنیوا اور وینس کی مشرقی تجارت کی بحری اور بری راہیں مسدود ہوگئی تھیں اس لیے یورپ کے دونوں مالی مرکز راستے حاصل کرنے کے خواہاں تھے۔ انھوں نے اس تحریک میں اپنی تجارتی کام یابی کی جھلک دیکھی اور اسے تقویت دی۔

فرنگستان کے عوام کا پہلا گروہ مغربی اور وسطی یورپ کے دیہات سے نکل کر ۱۰۹۵ء میں ہنگری پہنچا جہاں اس نے عیسائی آبادیوں ہی میں لوٹ مار شروع کر دی۔ ہنگریوں نے جو مشرقی ہنوں کی نسل سے تھے اس لشکر کی خوب خبر لی اور انھیں قتل و غارت کر کے تتر بتر کر دیا۔ پادریوں کی دوسری کوشش کا حشر بھی یہی ہوا۔ تیسرا صلیبی لشکر رائین لینڈ سے اٹھا اور یہودیوں کو قتل کرتا ہوا ہنگری پہنچا۔ ہنگریوں نے اسے بھی تتر بتر کر دیا۔ عیسائیوں کا چوتھا اجتماع قسطنطنیہ پہنچنے میں کام یاب ہو گیا جہاں جا کر اس نے لوٹ مار شروع کر دی۔ بازنطینی قیصر الیکسئس نے صلیبی مجاہدین کے لشکر کو فی الفور آب نائے باسفورس کے اس پار پار سل کر دیا۔ اگلے سال عیسائیوں کی باقاعدہ اور منظم فوجیں اپنے اپنے سرداروں اور سالاروں کے زیر قیادت نارمنڈی، فرانس، فلینڈرز، انگلستان، اٹلی اور سسلی سے چل کر قسطنطنیہ کی راہ سے ایشیائے کوچک میں داخل ہوئیں اور عوام کے لشکر کے ساتھ جا ملیں۔ عیسائیوں کا یہ جم غفیر ۱۰۹۶ء یروشلم کی طرف چلا۔ پہلے اس نے نیسیا کا شہر فتح کیا پھر وہ انطاکیہ کی طرف بڑھے جسے وہ مسلمانوں سے سال بھر کے شدید محاصرہ کے بعد چھین سکے۔ ازاں بعد انھوں نے موصل کی طرف سے آنے والے ایک اسلامی لشکر کو شکست دی۔ عیسائیوں کا یہ لشکر ۱۵ جولائی ۱۰۹۹ء میں یروشلم میں داخل ہوا۔ مسلمانوں کو بے دریغ موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ کل عام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے شہر کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہ گئیں۔ عیسائی اس کام یابی پر بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے قتل عام سے فارغ ہوکر معبد کی مقدس قربان گاہ کے سامنے کھڑے ہوکر خون آلود ہاتھوں سے دعائے شکرانہ ادا کی۔ اس طرح یروشلیم میں ایک نئی عیسائی بادشاہت قائم ہوگئی لیکن یروشلیم اور فلسطین میں اثر و اقتدار قائم رکھنے کے مسئلے پر رومی اور یونانی چرچوں کے درمیان نیز بازنطینی دربار اور صلیبی مجاہدوں کے درمیان رقیب بانہ کش مکش شروع ہوگئی۔ صلیبیوں کا سردار بوہمانڈ یونانیوں کے خلاف مہم تیار کرنے کی غرض سے فرانس گیا لیکن ابھی یہ مہم تیار نہ ہوتی تھی کہ قسطنطنیہ کے قیصری دربار نے صلیبیوں سے صلح کر لی۔ ۱۱۰۱ء میں صلیبیوں کو وینس اور جنیوا سے بحری کمک پہنچ گئی اور ان کے قدم بہت مضبوط ہو گئے۔

دوسری صلیبی یلغار ۱۱۴۷ء میں مقدس رومی سلطنت کے شہنشاہ کونارڈ سویم اور فرانس کے بادشاہ لوئیس نے منظم کی اس مہم کی اصلی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے اڈیسیہ کی بندرگاہ پر قبضہ جما لیا تھا۔ اس مہم کو ایشیا میں کوئی نمایاں کام یابی حاصل نہ ہوسکی۔ لیکن یورپ کی عیسائی حکومتیں پرتگال میں ایک عیسائی بادشاہت قائم کرنے میں کام یاب ہوگئیں۔

عیسائیوں کے اس مذہبی جوش کا ردعمل دنیائے اسلام پر یہ ہوا کہ وہ بھی عیسائیوں کے خلاف جہاد کی تیاریاں کرنے لگے۔ ۱۱۶۹ء میں ایک بہادر جری نیک دل کشادہ، فیاض اور مستقل مزاج شخص سلطان صلاح الدین ایوبی[1] دربار خلافت سے مصر و شام کا والی اور سلطان مقرر ہوا۔ اس قائد کے زیر سرکردگی مسلمانوں میں جہاد کے لیے نفیر عام کردیا گیا۔

یورپ کے فرنگیوں کی طرح مسلمان بھی دور و نزدیک سے دینی لڑائی کے لیے جوق در جوق جمع ہونے لگے۔ آخر اسلامی لشکر نے صلیبیوں کو شکست دے کر ۱۱۸۷ء میں یروشلیم پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ یہ بات یورپ میں مذہبی جوش کی جلتی آگ پر مزید تیل ڈالنے کا موجب بنی اور فرنگستان کے اطراف و اکناف میں تیسری صلیبی جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ۱۱۸۹ء میں یورپ کے عیسائیوں کے منظم لشکروں نے پھر فلسطین پر چڑھائی کی۔ اس مہم میں وسطی

۱- سلطان صلاح الدین ابن ایوب ایک کردی النسل مسلمان تھا جو موصل کے زنگی خاندان کے بادشاہ نور الدین کی افواج کا سپہ سالار تھا۔ صلاح الدین نے سلطان نور الدین کے احکام کے ماتحت شام اور مصر کی سرزمین فاطمیوں کے ہاتھ سے چھینی اس کارنامہ سے خوش ہوکر بغداد کے دربار خلافت نے صلاح الدین کو مصر و شام کا سلطان بنا دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یورپ کے بادشاہوں، نوابوں اور جاگیرداروں کے علاوہ انگلستان کے بادشاہ رچرڈ شیر دل اور فرانس کے بادشاہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یروشلیم کے قریب گھمسان کے معرکے پڑتے رہے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کی شخصی شجاعت اور حسن اخلاق کے یورپ کے سرداروں کو بالعموم اور انگلستان کے بادشاہ رچرڈ شیر دل کو بالخصوص بہت متاثر کیا۔ عیسائی یروشلیم کو فتح نہ کر سکے۔ انھوں نے عاجز آ کر سلطان سے صرف اس شرط پر صلح کر لی کہ عیسائیوں کو مقدس مقامات کی زیارت کے لیے آنے جانے کی کھلی اور عام اجازت ہوگی۔ انطاکیہ کا ساحلی شہر اور فلسطین کا ساحلی علاقہ بدستور صلیبیوں کے قبضے میں رہا۔ ۱۲۰۰ء تک کے دور کی یہ آخری صلیبی یلغار تھی جس میں سارے یورپ کی اجتماعی طاقت یروشلم کا شہر مسلمانوں کے ہاتھ سے چھیننے میں ناکام رہی۔ اس کے بعد بھی اہل یورپ نے متعدد صلیبی یلغاریں کر کے بھیجیں جن کا حال اپنے اپنے موقع پر درج کیا جائے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دورِ نہضت کے حالات پر تبصرہ

۶۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک کا دور نوع انسانی کے لیے بہ حیثیت مجموعی پچھلے ادوار کے مقابلے میں نمایاں خصوصیات کا حامل نظر آتا ہے۔ قبائل گردی اور اقوام کی نقل و حرکت کے اعتبار سے اس دور کے حالات پچھلے ادوار سے چنداں مختلف ہیں لیکن نتائج کے اعتبار سے بہت نمایاں فرق دکھائی دیتا ہے۔ اس دور میں دریائے سندھ سے لے کر بحر اوقیانوس تک کی دنیا میں عرب مسلمان پھیلتے اور سلطنتیں قائم کرتے نظر آتے ہیں۔ جنھوں نے ایران کی قدیم سامانی سلطنت کو صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا اور رومی سلطنت کے پر قینچ کر کے اسے ایک ایسے لاشے کی طرح مٹا دیا جو قسطنطنیہ میں پڑا دم توڑ رہا ہو۔ ترکوں نے نامسلمانی کی حالت میں اور مسلمان ہوکر وسط ایشیاء، ترکستان، افغانستان، شمالی ہند، ایشیائے کوچک، بلغاریہ اور ہنگری میں اپنی ریاستیں اور سلطنتیں قائم کیں۔ عربوں کی طرح یہ لوگ بھی بہادر اور طالع آزما تھے۔ دین اسلام قبول کرنے کے باعث اس قوم کے اخلاق و اطوار جو پچھلے دور کے ہنوں کے اخلاق و اطوار سے بہتر نہ تھے بہت بڑی حد تک اصلاح پذیر ہوگئے۔ فرنگستان کی سرزمین اس دور میں عربوں اور ترکوں ایسی بہادر اور طالع آزما قوم نارمن کی تاراجیوں کا تختہ مشق بنی رہی اور ہندوستان میں بہادر اور غیور راجپوت اپنے زور بازو کے بل پر جاگیریں اور ریاستیں قائم کرتے رہے۔ یورپ کے نارمن اور ہندوستان کے راجپوت سپاہیانہ کمالات رکھنے والے لوگ تھے جو دوسروں کے لیے بھی اسی بہادری سے لڑتے تھے جس سے وہ اپنے ناموس اور مال کی حفاظت کرتے تھے۔ نارمنوں اور راجپوتوں نے یورپ اور ہندوستان میں جاگیریں قائم کیں اور دوسروں کو اپنی جاگیریں قائم رکھنے کے لیے مدد دی۔

اس دور میں تاریخ نے پہلی مرتبہ ایک ایسی فاتح قوم سے شناسائی حاصل کی جس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مقصد وحید دوسروں کو لوٹنا، مطیع بنانا یا برباد اور محو کرنا نہ تھا۔ عرب مسلمان پچھلے ادوار کی بدوی اقوام سے کہیں بہتر اور بلند تر مقاصد لے کر دنیا کو سر کرنے کے ارادے سے باہر نکلے اور انھوں نے جنگ کے میدان اور صلح کی بزم دونوں جگہ حسن سلوک اور بہتر اخلاق کی نئی نظیریں قائم کیں جو اس دور سے پہلے کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتیں۔ اس دور کی ممتاز ترین اور روشن ترین خصوصیت وہ علمی ترقیات ہیں جو اس دور کے انسانوں کی فکری آزادی، جستجو کے ذوق اور تجربہ کی عادت کے باعث ہوئیں۔ ان علمی دریافتوں سے علمی حیثیت میں فائدے حاصل کرنے کے رواج کو بھی بہت ترقی ہوئی۔ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ علمی تحقیقات کا صحیح ذوق اسی دور میں پیدا ہوکر عام ہوا جو نئے نئے علوم و فنون کی تخلیق و ترقی کا موجب بنا۔ ریاضی، الجبرا، حساب، نجوم، ہیئت، طب، طبیعات مناظر و مرایا، کیمیا، مساحت، ادب، صرف و نحو، تاریخ، جغرافیہ، حیوانات، نباتات، فلسفہ، تصوف، فلکیات وغیرہ بہت سے ایسے علوم ہیں جو مختصراً اس دور کے عربوں اور مسلمانوں کے غور و فکر کا نتیجہ ہیں اور جن کی تحقیقاتیں بعض امور میں اس حد تک مکمل ہو چکی ہیں کہ بیسویں صدی کی علمی ترقیاں بھی ان پر کچھ اضافہ نہیں کر سکیں۔ عصر حاضر کے جملہ علوم کی شان دار عمارتیں اسی دور کے لوگوں کی قایم کی ہوئی اور اوپر اٹھائی ہوئی بنیادوں پر تعمیر ہوئی ہیں۔ علمی تحقیقوں اور نئی دریافتوں کے سلسلے میں چینی بھی مسلمانوں کی طرح داد کے مستحق ہیں۔ جن کا تمدن عام طور پر ہر دور میں دوسروں سے پیش پیش رہا ہے۔ چین کے لوگ دوسری صدی مسیحی میں کاغذ بنانے لگے تھے جن سے عربوں نے ۷۵۱ء کی جنگ سمرقند کے بعد کاغذ سازی کا فن حاصل کیا۔ بارود کی ساخت و دریافت کا سہرا بھی چینیوں ہی کے سر بندھتا ہے جو چھٹی صدی مسیحی میں اسے سامان تفریح کے طور پر برتنے لگے تھے۔ کوئلے اور گیس کو حرارت کے لیے استعمال کرنے کا طریق بھی چینیوں نے اسی صدی میں دریافت کر لیا تھا۔ فن تعمیر میں پلوں کی تعمیر چینی انجینئروں کی خصوصیت بن چکی تھی لیکن ان گنتی کی مفید مطلب دریافتوں کے علاوہ اہل چین نے کوئی خاص علمی ترقی نہ کی۔ اس دور کی وجہ یہ تھی کہ چینی اپنی زبان کو سادہ اور سلیس بنانے اور اپنے رسم الخط کی اصلاح کرنے سے قاصر رہ گئے نیز ان کی معاشرتی درجہ بندی ایسی تھی جس میں سوچنے والا طبقہ پنپ نہیں سکتا تھا۔ بچپن کی شادی، امن و خوش حالی کی زندگی اور حالات میں عدم تبدیلی نے چینیوں کو سست فکر اور سہل جو بنا رکھا تھا اس لیے وہ کوئی خاص علمی ترقی نہ کر سکے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دور میں دین اسلام کی تعلیمات کے اثر نے بدھ مت اور عیسائیت کی طرح لاکھوں انسانوں کے طبایع کو ملایم بنانے اور اخلاق کو درست کرنے میں بہت کام کیا۔ اسلام کے عقیدہ اخوت و مساوات نے رنگ ونسل کے امتیازات دور کرکے انسانیت کا شرف قائم کرنے کے لیے بڑی کام یاب کوششیں کیں۔ انسان کی سماجی حالت کو بہتر بنانے کے لیے بڑی کام یاب کوششیں کیں۔ انسان کی سماجی حالت کو بہتر بنانے میں بھی اسلام کے قوانین نے بہت کچھ علمی نتائج پیدا کر دکھائے۔ ان سب ترقیات اور اصلاحات کا نتیجہ یہ تھا کہ اس دور کا عام انسان جو عربوں کے اسلامی تمدن کے زیر اثر آیا۔ پچھلے ادوار کے عام انسانوں کی بہ نسبت زیادہ اطمینان اور خوش حالی کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کا ایک بین ثبوت یہ ہے کہ رومی اور ایرانی سلطنتوں کی عام رعایا نے نہ صرف عرب حملہ آوروں کو خوش آمدید کہا بلکہ ان کی غالب اکثریت نے بہت جلد دین اسلام قبول کر لیا۔ مسلمانوں کی سوسائٹی میں عورتوں کو بعض خاص حقوق ضرور مل گئے جو پہلے حاصل نہ تھے۔ دختر کشی کی قبیح رسم کا استیصال ہوا۔ بیوہ عورتوں کو دوبارہ نکاح کرنے کا حق ملا۔ میاں بیوی کے عدم موافقت کی صورت میں دونوں کو طلاق اور خلع کی اجازت مل گئی اور لڑکیاں باپ کی میراث میں حصہ دار قرار پائیں۔ یعنی عورتوں کو بھی مردوں کی طرح دارائی اور جائیداد کے حقوق مل گئے لیکن تعداد ازواج اور بردہ فروشی کی رسمیں برابر جاری رہیں۔ جن کی برائیوں کو دور کرنے سے مسلمانوں کی معاشرت بری طرح قاصر رہی اس دور کے اواخر میں یعنی ۱۲۰۰ء کے قریب کی حالت کا اندازہ اگر بغداد کی عباسی خلافت کے دربار کی حالت سے لگایا جائے تو صاف نظر آجائے گا کہ عرب مسلمان اس وقت تک اپنی بہت سی خصوصیات تمدن وتہذیب کی آسایشوں اور عیش وعشرت کی رنگ رلیوں میں پھنس کر گنوا بیٹھے تھے اور عام مسلمانوں کی حالت بھی درباریوں سے چنداں بہتر نہ تھی۔ دربار خلافت اپنی حفاظت کے لیے نومسلم ترکوں کو شجاعت اور جوش عمل پر زیادہ سے زیادہ تکیہ کرنے لگا تھا۔ خلیفہ کے محلات کے محافظ اور اس کی ذات کے خدام بھی ترک بن چکے تھے۔ جن کے سردار خلیفہ سے جو چاہتے تھے کراتے تھے۔

علمی ترقی کے لحاظ سے یورپ اور خطاؤ ختن کے ملک اس دور میں بہت پس ماندہ تھے جہاں پڑھنا لکھنا جادوگروں کا کام سمجھا جاتا تھا۔ یورپ میں مسیحیت کے دینی اقتدار کے باعث علمی تحقیقات کا نام تک لینا مرتد ہونے کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ سنہ ایک ہزار عیسوی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جب ادریسی سسلی میں دنیا کا صحیح صحیح نقشہ مرتب کر رہا تھا، قرطبہ اور غرناطہ کی رصدگاہوں میں طاقت ور دوربینیں لگائی جا رہی تھیں۔ بغداد میں آنکھ پر عمل جراحی کرنے کے لیے نازک اوزار بنائے جا رہے تھے اور ابن سینا ایران میں اصول طب کی کتاب ''قانونچہ'' مرتب کر رہا تھا۔ یورپ کے اہل علم کی محفلیں اس قسم کے مناظروں میں مصروف ہوا کرتی تھیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے غدیر کے دن جو روٹی استعمال کی تھی آیا وہ خمیری تھی یا فطیری۔ روح القدس باپ سے روانہ ہوا تھا یا باپ اور بیٹے دونوں سے روانہ ہوا تھا اور اس کی روانگی کی کیفیت کیا تھی؟ سوئی کی نوک پر کتنے لاکھ فرشتے رقص کر سکتے ہیں اور کتنوں کے لیے جگہ باقی رہ جاتی ہے؟ ہندوستان کے ہندو بھی اس قسم کی دور از کار بحثوں میں الجھے ہوئے تھے اور برہمن مناظروں کا بازار گرم کر کے اس امر کا فیصلہ کر لینا چاہتے تھے کہ جس ہنومان نے شری رام چندر جی کو مدد دی تھی آیا وہ انسان تھا یا بندر۔ اس کی تمثیل بناتے وقت اس کی دم بنانا جائز ہے یا نہیں۔ ہندوستان میں پڑھنا لکھنا صرف ایک مخصوص طبقہ کا ترجیحی شعار سمجھا جاتا تھا اور تعلیم عام نہ تھی صرف ان ملکوں میں جا بہ جا ابتدائی سکول کھلے ہوئے تھے جو مسلمانوں کے زیر اثر آ چکے تھے۔ اس کے علاوہ اہل علم اشخاص نے ہر جگہ پرائیویٹ درسگاہیں کھول رکھی تھیں۔ ہر ماہر فن کے ساتھ شاگردوں کی ایک تعداد رہا کرتی تھی جو اس سے فن حاصل کرتے تھے اور استاد کی خدمت بجا لاتے تھے۔ سرکاری درس گاہوں کے علاوہ عام لوگ نجی طور پر علم و فن کی اشاعت اور تحصیل سے بہت دل چسپی لیتے تھے۔ اسلامی ملکوں میں خواندہ اشخاص کے تناسب کی شرح اتنی بلند تھی کہ عصر حاضر میں ابھی کوئی ملک اس حد تک نہیں پہنچ سکا۔

شاید پڑھنے والے یہ خیال کریں کہ کتاب کا مصنف چوں کہ مسلمان ہے اس لیے وہ اسلام کی خوبیوں اور مسلمانوں کی علمی سرگرمیوں کا حال کسی قدر مبالغہ آرائی کے ساتھ بیان کر رہا ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ نوع انسانی کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والا کوئی شخص بھی اس دور کی اخلاقی، معاشرتی اور سماجی اصلاحات نیز علمی ترقیات کو حیرت و استعجاب کی نگاہ سے دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسلام کی تعلیم اور عرب مسلمانوں کی علمی قوتوں نے نوع انسانی کو معراج کمال کی طرف لے جانے کے لیے جو انقلاب آفریں اثرات و نقوش قائم کیے وہ عصر حاضر کے علمائے تحقیق کے لیے خاص دل چسپی کا موضوع بن چکے ہیں۔ اس کتاب کے مولف نے اس دور کی جن اصلاحات و ترقیات کی طرف اشارے کیے ہیں وہ غیر مسلم مورخوں سے داد و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحسین کے زیادہ پرجوش الفاظ حاصل کر چکی ہیں۔ ان کا تذکرہ کیے بغیر نوع انسانی کی کوئی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی۔

اس شش صد سالہ دور کے حیرت انگیز، انقلابات کے بعد ۱۲۰۰ء میں یعنی تیرھویں صدی مسیحی کے آغاز میں دنیا کی عام کیفیت یہ تھی کہ چین میں سونگ خاندان کی خاقانی قائم تھی۔ خطا کے تاتاری اور وسط ایشیا کے ترک حکمران تبت اور انام (ہند چینی) کے راجے بھی شہنشاہ چین کے زیر اثر تھے۔ وسط ایشیا، ترکستانات، افغانستان، شمالی ہند، ایران کی شمالی ولایات اور ایشیائے کوچک میں ترک سلاطین نے جا بہ جا مرکز قائم کر کے سلطنتوں کے جال پھیلا رکھے تھے۔ چینی ترکستان میں یوغور ترک، بخارا، خیوا اور تاشقند، افغانستان، اور شمالی ہند میں خوارزم ترک، بحیرۂ خزر (کیسپین) کے نواح میں خزر ترک اور ایران اور ایشائے کوچک میں سلجوقی ترک برسراقتدار آچکے تھے۔ عراق میں بغداد کی عباسی خلافت کا سکہ چل رہا تھا جس کے خلیفہ کو دوسرے ملکوں کے مسلمان حکمران کم و بیش اپنا دینی پیش وا تسلیم کرتے تھے۔ شام، فلسطین اور مصر پر کرد بادشاہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے جانشین حکومت کر رہے تھے۔ جس نے یروشلم کو فرنگستان کے صلیبیوں کی اجتماعی یلغار سے بچا کر نام پیدا کیا تھا۔ فلسطین کے ساحلی علاقے پر یورپ کے صلیبی قابض تھے۔ قسطنطنیہ میں بازنطینی قیصریت کا اقتدار اپنی زندگی کا ثبوت پیش کر رہا تھا اور دنیائے مسیحیت کا پیش وا بننے کے لیے روما کے پاپائے اعظم کے دربار سے رقیبانہ چشمک رکھتا تھا۔ یورپ میں ہنگری، جرمنی، فرانس، انگلستان، شمالی ہسپانیہ، پرتگال، ناروے اور سویڈن میں مقامی بادشاہیاں قائم ہو چکی تھیں جن میں جرمنی کی شاہی نے ہولی رومن امپائر (مقدس رومی سلطنت) کا لقب حاصل کر رکھا تھا۔ یورپی روس کے شمالی حصے میں نارمن قوم کی آبادی نے جمہوری ریاست قائم کر رکھی تھی اور جنوبی روس میں تاتاری اقوام ہنوں، ترکوں، سلافیوں، آواروں اور یلغاروں کی جاگیریں اور بادشاہیاں موجود تھیں۔ اٹلی میں روما کے پاپائے اعظم کی مذہبی حکومت قائم تھی جسے دنیائے مسیحیت اپنا دینی پیش وا اور حکمران خیال کرتے تھے۔ عیسائی بادشاہ بھی یورپ کے اقتدار سے خائف رہتے تھے۔ جنوبی ہسپانیہ (اندلیسہ) میں ایک مسلمان خاندان حکومت کر رہا تھا اور شمالی افریقہ میں متعدد مسلم سلاطین حکمران تھے جو بغداد کی خلافت کے زیر اثر نہ تھے۔ بنگال سے لے کر اندلسیہ (جنوبی ہسپانیہ) تک کے ملک مسلمانوں کے زیرنگیں آچکے تھے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی تجارتی نو آبادیاں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زنجبار، مڈغاسکر، سیلون (لنکا) سماٹرا، جاوا، ملایا، بورنیو اور فلپائن تک قائم ہو چکی تھیں۔ یورپ کے عیسائی صلیب کے نام پر مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے منظم و متحد ہو رہے تھے اور کئی دفعہ طاقت آزمائی کر بھی چکے تھے۔ اسلام کو عربوں کی رو بہ زوال عملی قوت کے بجائے ترکوں کی نئی اور رو بہ ترقی عملی سرگرمیوں کا سہارا مل گیا تھا جو عربوں اور ایرانیوں کی طرح علمی کاوشوں سے تو چنداں دل چسپی نہیں رکھتے تھے لیکن شجاعت، سپاہیانہ اوصاف، حکمرانی کی خصوصیتوں، عسکری تنظیم اور ملکی انتظام میں عربوں سے کسی طرح کم نہ تھے۔ دنیا اسی حال میں زندگی بسر کر رہی تھی کہ ملک خطا کے دور افتادہ ایک گوشے منگولیا میں چنگیز خانی طوفان کا ہیولا منگول یا مغل قبائل کی عسکری تنظیم کی صورت میں تیار ہو رہا تھا جس نے اپنے وقت کی دنیا کو خون کا غسل دے کر آیندہ تین سو سال کے لیے دنیا کے حالات اور تاریخ کے صفحات پر کبھی نہ مٹنے والے نقوش قائم کر دیے۔

۶۰۰ء سے لے کر ۱۲۰۰ء تک کے دور کو یورپی مورخ یورپ کے مخصوص حالات کے پیش نظر زمانہ شجاعت کا نام دینے کے عادی ہیں۔ بلاشبہ ہندوستان کا یہ دور بھی اس اعتبار سے زمانہ شجاعت کہلانے کا مستحق ہے لیکن نوع انسانی کی عام کیفیات اور دنیائے اسلام کی علمی ترقیات کے پیش نظر ہم نے اس زمانے کے لیے دورِ نہضت کا نام تجویز کیا ہے کیوں کہ یہی وہ دور ہے جس میں عام انسان کے فکر نے علمی تحقیق کی دنیا میں آنکھ کھولی اور نوع انسانی نے اپنی سعادت کی نئی منزل مقصود معین کر کے نئے سفر کا آغاز کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گیارھواں باب

لوہے کا زمانہ (۴) دورِ جمود

(۱۲۰۰ء سے ۱۵۰۰ء تک)

چنگیز خانی مغلوں کا دور دورہ، منگولیا کے گھڑ سوار قبیلے، فاتح اعظم چنگیز خان، ایشیا اور یورپ میں مغلوں کی یلغاریں، بغداد کی اسلامی خلافت کا خاتمہ، وسطی اور مغربی ایشیا کے تمدن کی تباہی، بئر جالوت کی جنگ، بیبرس الظاہر امیر مصر، عالم گیر مغل سلطنت کے ٹکڑے، خاقان چین کبلائی خان، تیموری ترکوں کی طوفانی یلغار، ہندوستان کے ترک اور پٹھان سلاطین، یورپ میں عثمانی ترکوں کا داخلہ، اقوام فرنگ کی بیداری، مزید صلیبی جنگیں، ابتدائی بحری مہمیں، نئی دنیا کی دریافت، پرتگال سے دکن تک بحری سفر۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنگیز خانی مغلوں کا دور دورہ

منگولیا کے گھڑ سوار قبیلے

بارہویں صدی مسیحی کے آخری سالوں میں دنیائے متمدن کی کیفیت کچھ اس طرح نظر آرہی تھی۔ چین کی زرد مٹی والی زرخیز سرزمین میں سونگ خاندان کے حکمران اپنے محلوں میں داد عیش دے رہے تھے۔ شمالی چین میں مانچو قوم کے لوگوں نے حکومت قائم کر رکھی تھی۔ اس قوم کے حکمران کن یعنی سنہری خاندان کہلاتے تھے جو معطر انگلیوں والی عورتوں سے خدمت لیتے اور گویوں کے گیت سن کر دل بہلایا کرتے تھے۔ شمالی سرحد کی حفاظت کا کام انھوں نے تاتاری قبائل پر چھوڑ رکھا تھا جو منگولیا کے خانہ بدوشوں کو جنوب کی طرف آنے سے روکتے تھے۔ تبت کی اونچی سرزمین میں بدھ مت کے پیرو جا بہ جا اپنی خانقاہیں قائم کر رہے تھے وسط ایشیا میں گنگا، جیحوں اور دجلہ کے درمیانی علاقے میں خوارزمی ترکوں کی سلطنت قائم ہو چکی تھی۔ جس کے زیر سایہ جابجا مقامی سلاطین حکومت کرتے تھے۔ مملکت خوارزم کے ترک سرداروں نے گھوڑوں کی پشت پر زندگی بسر کرنے کے آبائی عادت کو خیر باد کہہ دیا تھا اور اب وہ محلوں اور باغوں میں محفلیں جما کر شعر و سرود کی داد دیا کرتے تھے۔ بغداد میں خلفائے عباسیہ کا اقتدار محض برائے نام رہ گیا تھا جو اپنے عالی شان قصروں میں رہتے تھے اور جنھوں نے اپنی حفاظت و خدمت کے لیے ترک سرداروں اور سپاہیوں کو ملازم رکھا ہوا تھا۔ دربار خلافت کا حقیقی اقتدار انھی ترک سرداروں کے ہاتھ میں تھا۔ ایران اور ایشیائے کوچک میں سلجوقی ترکوں کی ریاستیں قائم تھیں جو آپس میں نیز مغربی حصے کی یونانی ریاستوں سے برسرپیکار رہ کر زندگی کا ثبوت مہیا کر رہے تھے۔ شام، فلسطین اور مصر پر سلطان صلاح الدین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ایوبی کے جانشین حکمران تھے اور فلسطین کے ساحل پر یورپ کے عیسائی صلیبی جنگ آزماؤں نے متعدد قلعے بنا رکھے تھے۔ قسطنطنیہ میں بازنطینی قیصروں کا سکہ چل رہا تھا جن کی طاقت گزشتہ دو صدیوں کی صلیبی معرکوں کی گزرگاہ ہونے کے باعث بہت کم زور ہو چکی تھی۔ روس کے جنوبی حصے میں ترکوں اور تاتاریوں نے طوائف الملو کی قائم کر رکھی تھی۔ وسطی حصے میں نووگراڈ اور کیف کی مضبوط جمہوری ریاستیں قائم تھیں جو شمال سے آنے والی نارمن قوم کے لوگوں نے آباد کی تھیں۔ یورپ کے دوسرے ملکوں میں روما کی مقدس مذہبی سلطنت کے علاوہ ہنگری، جرمنی، فرانس، انگلستان اور ہسپانیہ کے چار مختلف حصوں میں مقامی بادشاہیاں قائم تھیں۔ عین اس حال میں جب کہ دنیائے متمدن کی سلطنتوں، بادشاہوں اور ریاستوں میں حکمران طبقے عیش وعشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے اور عام لوگ سلاطین وملوک کی رعایا بن کر جمود وغفلت کا شکار ہو چکے تھے منگولیا کی سرزمین میں ایک زبردست تخریبی طاقت جنم لے کر پرورش پا رہی تھی۔ یہ طاقت ترکی نسل کے ان خانہ بدوش قبائل کی صورت میں ترقی کر رہی تھی جو تین سو سال پہلے کی قبائلی حرکت میں پیچھے رہ گئے تھے اور اپنی آبائی سرزمین کے کاہستانوں میں محنت و مشقت کی سادہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہ قبیلے سرسبز چراگاہوں پر قبضہ جمانے کی خاطر آپس میں برسرپیکار رہتے تھے۔ اس لیے جنگ جوئی ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی اور فنون حرب میں انھوں نے نئی نئی مہارتیں حاصل کر لی تھیں۔ ترکی نسل کے قبائل کی یہ شاخ منگولیا سے اٹھنے کے باعث منگول یا مغل کہلاتی ہے۔ جس کے حکمرانوں نے دنیائے معلوم کو فتح کر کے ایک ہی خاقان یا قاآن کے زیرنگیں لانے کا شان دار خواب دیکھا اور اپنے زور بازو سے اس خواب کو بہت بڑی حد تک پورا کر دکھایا۔

یہ مغل قبائل منگولیا کے کوہستانوں میں جو جھیل بیکال کے جنوب میں دیوار چین تک پھیلے ہوئے ہیں نمدے سے بنائے ہوئے خیموں میں رہتے تھے، جنھیں باہر سے کھریا مٹی لگا کر وہ سفید بنا لیتے تھے اور جن کا اندرونی حصہ دھوئیں کی وجہ سے سیاہ ہو جایا کرتا تھا۔ یہ لوگ گھوڑے پالتے تھے۔ انھیں سواری کے لیے استعمال کرتے تھے۔ چمڑے کی زینیں بناتے تھے۔ رکاب بھی انھوں نے ایجاد کر لی تھی۔ گھوڑیوں کا دودھ ان کی مرغوب غذا اور شراب تھا۔ گھوڑوں کے علاوہ یہ لوگ بھیڑوں اور بکریوں کے گلے بھی پالتے تھے اور جنگلی جانوروں کا شکار بھی کھیلتے تھے۔ شکار اور جنگ کے لیے لوہے کے تیر استعمال کرتے تھے۔ خمیدہ شمشیریں بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتے تھے۔ ان کی کمانیں لکڑی اور سینگ سے بنی ہوئی ہوتی تھیں اور بہت مضبوط اور طاقتور تھیں۔ ان کے خاص تیروں سے پرواز کے وقت سیٹی کی سی تیز آواز نکلتی تھی۔ یہ لوگ گھوڑے کی سواری کے اتنے ماہر تھے کہ ان کی ٹانگیں کسی قدر خمیدہ ہو گئی تھیں۔ خیموں اور سامانوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے انھوں نے بیل گاڑیاں بھی بنا رکھی تھیں۔ ان کا کوئی کوئی قبیلہ جس مقام پر کیمپ لگاتا تھا وہاں میلوں تک کا سرسبز رقبہ خیموں کی قطاروں کے گھیرے میں لے لیتا تھا۔ ہر قبیلے کا سردار ترخان یا نوبان کہلاتا تھا۔ باہمی جنگ و جدال کے باعث ہر قبیلے کو مسلح رہنا پڑتا تھا اور خام سے فوجی نظم کے مطابق زندگی بسر کرنی پڑتی تھی، تاکہ حملے اور لڑائی کے وقت وہ اپنے خیموں اور گلوں کی حفاظت کے فرض سے اچھی طرح عہدہ برآہ ہو سکیں۔ یہ قبائل چین کے سیاح سوداگروں سے تھوڑا بہت غلہ اور ریشم کا کپڑا خرید لیتے تھے جو ان سے سمور اور کوہستانوں کی دوسری قیمتی پیداوار سستے داموں سے لے جاتے تھے۔ چین کے متمدن لوگ انھیں وحشی سمجھتے تھے اور ان کے حملوں سے خائف رہتے تھے۔ ان کے مقابلے میں مغل خانہ بدوش چینیوں کے متعلق جو رائے رکھتے تھے وہ ایک پرانے تذکرہ نویس کے الفاظ میں یوں بیان کی گئی ہے:

> ''خطائی (چینی حکمران) اتنے بزدل ہیں کہ قلعہ بند ہو کر شہروں میں رہتے ہیں۔ ان کا ایک تخت بھی ہے۔ اس تخت کا مطلب کیا ہے؟ ان کے پاس ہزاروں عورتیں اور گویے اور مسخرے ہیں۔ وہ اپنا وقت سیر و تفریح میں ضائع کرتے ہیں۔ شراب پی کر اپنا پیٹ بھر لیتے ہیں۔ بیہودہ لوگوں کو اپنے اردگرد جمع رکھتے ہیں تاکہ اپنا دل خوش رکھیں۔ اس طرح وہ غلاظت میں گر گئے ہیں۔''

یہ مغل قبائل اپنے پیش رو ترک بھائیوں کی طرح مظاہر قدرت کی پرستش کرنے والے تھے۔ قائم و دائم نیلگوں آسمان کی روح کو قادر مطلق سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ فلک نیلگوں پر نیکی کے فرشتے رہتے ہیں سطح ارضی پر نیکی اور بدی کی طاقتیں (روحیں) بسیرا رکھتی ہیں اور زمین کے نیچے ارلیک خان (شر مجسم) کی حکمرانی ہے۔ مرنے کے بعد انسان کی روح اپنے اعمال کے مطابق کوئی نہ کوئی شکل اختیار کر لیتی ہے یا آسمان پر چلی جاتی ہے یا زمین کے اندر داخل ہو جاتی ہے یا روئے زمین پر ہی کسی جانور یا کسی شے کے اندر اپنا بسیرا بنا لیتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغل قبائل اپنے مردوں کو خاص رسموں کے ساتھ زیر زمین دفن کر دیتے تھے۔ ان کے ہاں کوئی دینی پیش واؤں کا گروہ موجود نہ تھا بلکہ شمن (سادھو، درویش) ہوا کرتے تھے۔ یہ شمن عام طور پر ہیجڑے ہوتے تھے اور بیل گاڑی میں بیٹھ کر سفر کرتے تھے۔ شمن بد روحوں کے عامل سمجھے جاتے تھے۔ بیمار پڑنا مغلوں میں بد روحوں کے زیر اثر آجانے کا دوسرا نام تھا۔ اس لیے وہ علاج معالجے کے بجائے شمنوں کو بلاتے جو دف بجا کر اور بعض رسمیں ادا کرتے بد روحوں کو نکالنے کی تدبیریں کیا کرتے تھے۔ بجلی گرنا مغلوں میں بہت منحوس سمجھا جاتا تھا۔ جس کیمپ کے کسی خیمے پر بجلی گرتی تھی وہ کیمپ فوراً چھوڑ دیا جاتا تھا اور اس خیمے میں بسنے والے کنبے کو کئی دن کیمپ سے دور رہنا پڑتا تھا۔ مغلوں میں مذہبی رواداری کا جذبہ بہت عام تھا لیکن انسان کو بلا تامل اور بے دریغ قتل کر دینا ان کے نزدیک بہت معمولی سا کھیل تھا۔ سفاکی اور خوں ریزی کے فن کو باقاعدگی کے ساتھ سرانجام تک پہنچانے مین چنگیزی مغلوں کا ریکارڈ اس قدر شان دار ہے جس کی نظیر دنیا کی اور کوئی پیش نہیں کر سکتی۔

ان مغلوں کی عورتیں پردہ تو نہیں کرتی تھیں لیکن ان کے خیمے ہر کنبے میں مردوں سے الگ لگائے جاتے تھے۔ مغل عورتیں بھی مردوں کی طرح شہسوار ہوتی تھیں اور خیمے لگانے اور گھر کا کام کاج کرنے میں مردوں کے ساتھ کام کرتی تھیں۔ بیلوں اور گایوں کے گوبر سے اپلے بنا کر آگ جلاتی تھیں۔ خواتین اور بڑے گھرانوں کی عورتوں کو بھی گھر کا کام کاج کرنے میں کسی قسم کا تامل نہیں تھا۔ یہ عورتیں تیر اندازی کے فن میں بھی کافی مہارت رکھتی تھیں اور مردوں کا سا لباس پہنتی تھیں جو بالعموم پاجامے اور تنگ کرتے پر مشتمل ہوتا تھا، اس کے اوپر وہ پوستین یا سمور سے بنے ہوئے کوٹ پہنتی تھیں اگر کوئی شخص بیمار پڑ جاتا تھا تو اس کے خیمے کے گرد پہرہ لگا دیا جاتا تھا اور کسی کو بلا ضرورت خیمے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ بیماری کا علاج سادھو لوگ جنتر منتر سے بد روحوں کو نکالنے کی صورت میں کیا کرتے تھے۔

فاتح اعظم چنگیز خاں:

مغل قوم کے قبیلے منگولیا کی سطح مرتفع کے سرسبز میدانوں میں اس قسم کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان کے شمال میں مشرقی سائے بیریا کے جنگل اور ان سے اوپر شدت کی سردیوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا برفانی علاقہ تھا۔ جہاں رین ڈیئر کو پالنے والے قبائل آباد تھے۔ جنوب مشرق میں خطا اور چین کی متمدن حکومتیں آباد تھیں۔ خطا کے حاکموں نے منگولیا کی جنوب مشرقی سرحد پر کے تاتاری قبائل کو مغلوں کے مقابلے میں اپنا حلیف بنا رکھا تھا جو انھیں شمال کی طرف دھکیلنے کی کوشش کو رہے تھے۔ منگولیا کے جنوب میں صحرائے گوبی کا ریگستان تھا، جہاں گھاس ناپید تھی اور ریت سے بھری ہوئی شدید اور تند آندھیاں چلتی تھیں۔ مغل قبیلے اپنی اپنی چراگاہوں میں جانور پال کر گزارا کر رہے تھے اور آپس میں لڑتے بھڑتے رہتے تھے۔ اسی قسم کے ماحول میں ایک مغل گھرانے میں ۱۱۵۴ء میں یا ۱۱۶۴ء میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کے ہاتھ خون سے لت پت تھے۔ باپ نے اس بچے کا نام ''تیموجین'' (خاص لوہا) رکھا کیوں کہ اس کی پیدائش کے وقت باپ کی نظر سب سے پہلے لوہے کے ٹکڑے پر پڑی تھی۔ یہ بچہ بڑا ہو کر دنیا کا عظیم ترین فاتح اور چنگیز خان (خان ذی شان) کہلایا۔ تیموجین کی ماں کا بیان ہے کہ ''اس بچے کی پیدائش کے وقت ان کے پاس کچھ نہ تھا اور قوم کے دوسرے کنبوں نے ان کا مقاطعہ کر رکھا تھا۔ گھوڑے کی ایک دم کے سوا ان کے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے وہ تازیانے کے طور پر استعمال کر سکتے۔ تیموجین کے باپ دادا نیلی آنکھوں والے ترکوں کی نسل سے تھے جن کی آوازیں پہاڑوں میں بادلوں کی گرج کی طرح گونج پیدا کرتی تھیں۔ ان کے ہاتھ ریچھ کے پنجوں کی طرح مضبوط ہوتے تھے وہ انسان کو اس آسانی کے ساتھ توڑ سکتے تھے جس طرح تیر توڑا جاسکتا تھا۔ سردی کی راتوں میں وہ تناور درختوں کی آگ لگا کر ان کے نیچے ننگے پڑے رہتے تھے۔ چنگاریاں اور دہکتے ہوئے کوئلے ان کے جسموں پر گرتے لیکن وہ ان کی جلن کو اس طرح محسوس کرتے گویا کسی چیونٹی نے کاٹا ہے'' یہ چنگیز خاں کی ماں کا بیان ہے۔ ابھی چنگیز چھوٹا ہی تھا کہ اس کا باپ فوت ہو گیا۔ جب تک چنگیز اور اس کا بھائی جوان ہو کر شکار کرنے کے قابل نہ ہوئے ان کی ماں ان کی پرورش کرتی رہی۔ یہ لوگ اتنے غریب تھے کہ مچھلی کا شکار کرنے میں بھی تامل نہیں لیتے تھے۔ حالاں کہ مغل مچھلی کے شکار کو بہت پست ہمتی کی دلیل سمجھتے تھے۔

چنگیز خان نے اپنی جوانی کا زمانہ خانہ جنگیوں کے ماحول میں بسر کیا۔ اس کا اپنا بیان ہے کہ ایک دفعہ کہیں وہ جا رہا تھا کہ اس کے چھ دشمنوں نے ایک پل کی آڑ سے اس پر تیر برسائے۔ اس نے تلوار نکال کر ان سب کو قتل کر دیا اور ان کے گھوڑے ہانک کر اپنے ڈیرے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لے آیا۔ دشمنوں کے نرغے میں مسلسل رہ کر اپنی حفاظت اپنے زور بازو سے کرنے کے باعث اس کی طبیعت بہت سفاک ہوگئی اور اس نے سمجھ لیا کہ زندہ رہنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ دشمن کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے۔ چالیس پینتالیس سال کی عمر تک اس نے گرد و نواح کے مغل قبائل میں اپنی ہیبت کا سکہ جما لیا اور اپنے اردگرد اپنے ایسے دوستوں کو جمع کر لیا جو آڑے وقتوں میں اس کے کام آتے رہتے تھے اور جنھوں نے جنگوں میں زخمی ہو جانے کی حالت میں ایک دوسرے کی رگوں کا خون چوس کر جنگی رفاقت کے رشتے کو مضبوط اور کلی طور پر قابل اعتماد بنا لیا تھا۔

۱۲۰۶ء میں قطب الدین ایبک ترک نے دہلی میں خاندان غلاماں کی بنا رکھی منگولیا کے مغل قبائل کے سرداروں نے اپنے ایک اجتماع میں چنگیز کو مغل قوم کا سردار یا خان منتخب کر لیا اور اس بہادر شخص سے جس کی ہیبت کا سکہ ہر طرف بیٹھ چکا تھا کہا:

''ہم نے آپ کو خان بنانے کا عزم کر لیا ہے۔ اب سے آپ ہمارے خان ہیں۔ ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ ہم آپ کے دشمنوں کے مقابلے میں اگلی صف میں کھڑے ہوکر لڑیں گے۔ جب ہم خوب صورت عورتوں کو پکڑ کر لائیں گے تو ان میں سے منتخب عورتیں آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔ جب آپ شکار کو نکلیں گے تو ہم آپ سے پہلے میدان میں پہنچیں گے اور جو شکار ہم ماریں گے وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے اگر ہم آپ کا حکم ماننے سے انکار کر دیں یا آپ کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائیں تو آپ کو حق ہوگا کہ ہماری عورتیں اور ہماری املاک ہم سے چھین لیں اور ہمیں (شمالی) جنگوں میں دیس بدر کر دیں۔''

مغلوں کے بڑے دشمن گی اوکچو نے مغل سرداروں کے اس فیصلہ کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ دائم الوجود نیلگوں آسمان کی طاقت خان میں اتر آئی ہے۔ زمین پر یہ اس آسمانی طاقت کا نائب ہے۔

مغل یا منگول قبائل کو خان کا انتخاب کرنے کی ضرورت ان تاتاری قبائل کے مسلسل حملوں کی وجہ سے پیش آئی جنھیں ملک خطا کے حاکم رشوتیں دے دے کر ان کے خلاف استعمال کیا کرتے تھے۔

چنگیز نے خانی کا منصب قبول کرنے کے بعد سب سے پہلے جنگجو مغلوں کی ایک منظم فوج بنانے کی طرف توجہ مبذول کی۔ چیدہ چیدہ اشخاص کا ایک لشکر ''کیشک'' یعنی ''خان کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محافظ فوج'' کے نام سے مرتب کیا گیا۔ ایک لشکر کا نام ''چن گر'' (ممینہ، دایاں) رکھا گیا جس کے سپرد مغرب کی طرف یلغار کرنے کا کام سونپا گیا۔ دوسرا لشکر ''برن گر'' (میسرہ۔ بایاں) کہلایا جس کو خطا اور چین پر حملہ کرنے کی خدمت تفویض کی گئی۔ چنگیز خان نے اپنے لشکروں میں زبردست فوجی نظم قائم کیا۔ دس دس سواروں کی ایک ٹولی بنا کر ان کا ایک قائد مقرر کر دیا۔ پھر سو سو اشخاص کی جمعیت پر بڑے افسر مقرر کیے گئے۔ ان کے اوپر ایک ہزاری سالار تھے اور ایک ہزاری سالاروں کے اوپر پنج ہزاری، دہ ہزاری، بست ہزاری منصب رکھنے والے جرنیل ہوتے تھے۔ خان اعظم نے اپنی کچھ سپاہ راستوں کی حفاظت مامور کر دی۔ اس عسکری تنظیم کا منظم لشکر بیرونی ملکوں کو سر کرنے کے لیے کیل کانٹے سے لیس ہو گیا۔

مغلوں کی مہمیں اور یلغاریں:

چنگیز خان نے مغل قبائل اور شمالی سرحد کے ترک قبائل کو مطیع و منقاد بنانے کے بعد سب سے پہلے اپنے لشکر کے بائیں بازو کو ملک خطا پر چڑھائی کرنے کے لیے حرکت دی۔ مغل لشکر ملک خطا کو تاراج کرنے کے بعد بہت سا مال غنیمت لے کر واپس آ گیا۔ اگلے سال چنگیز خان نے پھر ملک خطا پر چڑھائی کی اور کن خاندان کے جرنیلوں کو متعدد مقامات پر شکست دے کر ان کے شہروں کا محاصرہ شروع کر دیا۔ شہروں میں بلا دریغ قتل عام کیا گیا اور کام کی چیزوں کو سمیٹنے کے بعد شہروں کو نظر آتش کر دیا گیا۔ چنگیز خان نے منظم گھڑسوار لشکروں کی یہ تاخت اس قدر سریع، موثر اور تباہی خیز تھی کہ چینی مورخوں کو لکھنا پڑا:

> ''جب سے دنیا کا آغاز ہوا ہے دنیا کی کوئی قوم اتنی طاقت ور نہیں ہوئی جیسے یہ مغل ہیں۔ یہ سلطنتوں کو اس طرح تباہ کر دیتے ہیں جس طرح گھاس کھودی جاتی ہے۔ خدا نے انھیں ایسا کرنے کی اجازت کیوں دے رکھی ہے؟''

ملک خطا کو سر کر کے چنگیز خان غلے اور دوسرے مال غنیمت سے بھری ہوئی گاڑیاں لے کر منگولیا کی طرف چلا گیا اور اس ملک کا انتظام کرنے کے لیے اس نے اپنے جرنیل وہیں چھوڑ دیے۔ ملک خطا سے چنگیز خان کو کئی قسم کے کاری گر، معمار، انجینئر اور بارود کو استعمال کرنے والے صنائع بھی مل گئے جنھیں اس نے اپنی دوسری مہموں اور یلغاروں میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال کیا۔

خطا نے زرد کو سر کرنے کے بعد چنگیز خان نے خطائے سیاہ (قرہ خطا) کی طرف توجہ مبذول کی۔ یہ ملک ایشیا کے وسط میں کوہستان الطائی کے دامن میں تبت کی سطح مرتفع کے شمال میں واقع ہے۔ اس کا کچھ حصہ آج کل چینی ترکستان کہلاتا ہے۔ اس ملک میں سے تجارتی قافلوں کی وہ شاہراہ گزرتی تھی جس پر سے تاجر لوگ چین کا ریشم مغربی ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں لے جاتے تھے اور ان ملکوں کے نوادر چین میں لایا کرتے تھے۔ اس شاہراہ پر پانچ بڑے شہر آباد تھے جن کی آبادی مخلوط تھی اوران شہروں اور قصبوں میں بدھ مت، اسلام، عیسائیت، نسطوریت، اور دین زرتشتی کے پیرو دیوار بہ دیوار زندگی بسر کر رہے تھے جنھوں نے اپنے اپنے طریقے کے جدا جدا معابد بنا رکھے تھے۔ عام آبادی ترکی النسل تھی جو منگولیا سے بارہ سو میل کی مسافت پر واقع ہے اپنے جرنیلوں پر چھوڑ دی۔ مغلوں نے اس سرزمین کو تاراج کرتے وقت مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا اور کسی منظم مقابلے کی عدم موجودگی کے باعث پہاڑوں کی وادیوں میں انسانوں کا شکار کھیلتے رہے۔ مغل سرداروں نے اس سرزمین سے جلد ہی بیس ہزار سفید گھوڑوں کا تحفہ چنگیز خان کی نذر کے لیے بھیجا اور وسط ایشیا کی سرزمین مغلوں کی تابع ہو گئی۔

اب چنگیز خان کی نظریں ترکان خوارزم کی وسیع مملکت کی طرف اٹھیں جو ترکستان، افغانستان اور ایران کی سرزمین میں اپنے شاہنشاہی اقتدار کا نقارہ بجا رہے تھے۔ یہ اسلامی سلطنت تھی۔ یعنی ان ملکوں کے حکمران بھی مسلمان تھے اور آبادی بھی مسلمان تھی۔ ان کی عسکری قوت ترکوں کے ہاتھ میں تھی جنھوں نے گھوڑوں کی پشت پر زندگی بسر کرنے کا آبائی طریقہ چھوڑ دیا تھا۔ اب ترک سردار عالی شان محلوں اور پھولوں اور پھلوں سے لدے ہوئے باغوں میں رہتے تھے۔ قرآن پڑھتے۔ شعر سنتے اور شکار کھیلتے تھے۔ ان کی مملکت کا داخلی انتظام بھی چندا بُرا نہ تھا لیکن اپنے خانہ بدوش آباؤ اجداد کی طرح سختیاں جھیلنے اور مصیبتیں برداشت کرنے کی طاقت ان سے مفقود ہو چکی تھی۔ شجاعت و بسالت کے جوہر اتنے عام نہ رہے تھے۔ جتنے کے پہلے ہوا کرتے تھے۔ چنگیز خانی مغل مغربی ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرنے کے خواہاں تھے۔ چند مغل تاجر خوارزمیوں کی مملکت میں داخل ہوئے جسے ترکوں نے لوٹ لیا۔ چنگیز خان نے جلال الدین خوارزم شاہ کے دربار میں سفیر بھیجے جنھوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے مغل تاجروں کے نقصان کی تلافی کا مطالبہ کیا۔ خوارزم شاہ نے سفیروں کو قتل کرا دیا۔ اس واقعہ سے متاثر ہوکر چنگیز خان نے اس مملکت پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کر لیا۔ پہلے اس کی سرحدوں پر کھوج لگانے والی اور حالات دریافت کرنے والی ٹولیاں بھیجیں۔ تاجروں سے ان ملکوں کے زیادہ سے زیادہ حالات معلوم کرنے کی کوشش کی۔ جاسوسوں کی ٹولیاں آگے بھیج دیں جن کا کام یہ تھا کہ مغل فوج کے اقدام کے وقت ہر قسم کی اطلاعات دے سکیں۔ اس مہم پر کھوج کرنے سے پہلے اس نے ایک عجیب کام کیا ''کوہ الطاقت''(۱) کی چوٹی پر چڑھ کر وہ کئی گھنٹے برہنہ سر کھڑا رہا۔ گویا دائم الوجود نیلگوں آسمان کی روح سے ہم کلام ہے۔ اس پہاڑ سے اتر کر اس نے اعلان کیا کہ نیلگوں آسمان کی روح نے مغلوں کے لیے فتح و کامرانی کا امتیاز منظور فرما لیا ہے۔ ان ابتدائی تیاریوں کے بعد چنگیز خان دس دس ہزار گھوڑا سوار مغلوں کے پندرہ ڈویژنوں کا لشکر لے کر کوہستان الطائی کے دروں کی راہ سے ترکستان کی طرف بڑھا اور ۱۲۱۸ء میں خوارزم کی مملکت میں داخل ہو گیا۔ خوارزم کے مسلمان سالار یہ سمجھ رہے تھے کہ منگولیا کے غیر منظم بدوی قبائل نے چڑھائی کی ہے لیکن انھیں چنگیز خان کی منظم اور تجربہ کار فوج سے سابقہ پڑا۔ مغلوں نے چند ہفتوں میں خوارزمیوں پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اسلامی لشکر تتر بتر ہو گیا اور مغلوں نے شہروں کو اجاڑنے، بستیوں کو برباد کرنے اور لوگوں کا قتل عام کرنے کی مہم اس شدت سے شروع کر دی کہ دور و نزدیک کے علاقوں میں مغلوں کی دہشت کا سکہ بیٹھ گیا۔ حافظ ابن اثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ مسلمان مغلوں سے اس حد تک مرعوب ہو گئے تھے کہ ایک تاتاری تن تنہا بھرے گاؤں میں داخل ہوکر لوگوں کو بے دریغ قتل کرنے لگتا اور کسی کو جرات نہ ہوتی کہ اس اکیلے تاتاری کا قصہ تمام کر دے۔ قتل عام کی یہ مہم ہر جگہ باقاعدگی اور اطمینان کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچائی جاتی تھی۔ شہر کے لوگوں کو بچوں اور عورتوں سمیت باہر میدان میں نکلنے کا حکم دیتے تھے۔ وہاں انھیں کہا جاتا کہ ایک دوسرے کے بازو باندھ کر مشکیں کس دیں پھر ان کی ٹولیاں بنا دی جاتیں اور تاتاری مغل تیر برسا کر انھیں ہلاک کر دیتے۔ بعض جگہ مغلوں کا دستور یہ بھی تھا کہ ایک شہر کے قیدیوں کو دوسرے شہر کے محاصرہ کے وقت اگلی صف میں کھڑا کر دیتے تاکہ وہ تاتاری سپاہیوں کے لیے ڈھال کا کام دیں۔

۱- منگولیا ایک پہاڑ کا نام ہے جسے منگولی زبان میں ''طاقت کا پہاڑ'' کہتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخارا کے قیدیوں کو سمرقند کے قیدیوں کو ارغنج میں اسی طرح استعمال کیا گیا۔ ارغنج خوارزم کا پایہ تخت تھا۔ یہاں قیدیوں کو پہلے خندقیں پر کرنے کے کام پر لگایا گیا پھر فصیل میں شگاف ڈالنے کے لیے استعمال کیا گیا۔ جب مغل لشکر نے ارغنج کے بازار مغلوں کی لاشوں سے پٹ گئے۔ مغل پسپا ہوئے اور انھوں نے دریائے جیحوں پر بند باندھ کر پانی کا رخ شہر کی طرف پھیر دیا۔ محصورین ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے اور مغلوں نے قتل عام پر کمر ہمت باندھی۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس شہر کے معرکہ میں پچاس ہزار مغلوں نے حصہ لیا تھا۔ ان میں سے ایک ایک مغل نے چوبیس چوبیس مسلمانوں کو قتل کر کے اپنے جذبہ انتقام کی پیاس بجھائی۔ ارغنج کا شہر صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح محو کر دیا گیا۔

۱۲۱۸ء سے ۱۲۲۲ء تک چار سال کے مختصر سے عرصے میں چنگیز خان کے لشکر ہر طرف تباہی پھیلاتے ہوئے ایران کی سرزمین میں داخل ہوئے اور موصل و تبریز تک کی خبر لاتے ہوئے بحیرہ خزر کے کناروں تک پہنچ گئے۔ بڑا لشکر یہاں سے لڑتا ہوا کوہستان ہندوکش کے برفانی دروں کی راہ سے افغانستان کی سرزمین میں داخل ہوا اور دریائے سندھ تک پہنچ گیا۔ افغانستان میں چنگیز خان کے ایک جرنیل شبکی کوتا کو کو ترک لشکر کے ہاتھوں پہلی شکست کھانی پڑی۔ اس ترکی لشکر میں شمالی ہند کے سلطان الشمس کی سپاہ بھی شامل تھی۔ غالباً یہ اس شکست کا نتیجہ تھا کہ چنگیز خانی لشکروں نے دریائے اٹک کو عبور کر کے پنجاب کی سرزمین کو تاراج کرنے کا خیال چھوڑ دیا اور منگولیا کو لوٹ گئے۔

مغلوں کا لشکر قفقاز کی طرف بڑھا اور گرجستانیوں کو تاراج کرتا ہوا کوہستان قاف کے دروں کی راہ سے ترکان قپچاق کے سرسبز میدانوں میں داخل ہو گیا۔ اس لشکر نے کیف اور گلیسیا پر حملہ کیا اور کریمیا کو تاراج کرنے کے لیے بڑھ رہا تھا کہ خان اعظم نے اسے واپس بلا لیا۔ یہ لشکر بحیرہ اسود اور بحیرہ خزر کے شمالی قدیمی راستے سے یورپ اور ایشیا کے وسیع میدانوں سے گزرتا ہوا منگولیا کو چلا گیا۔

چنگیز خان نے اسلامی مملکت کے تمدن کو یکسر تباہ کر دیا۔ ان ممالک کے مسلمانوں کو خون کا غسل دیا۔ بقیہ السیف لوگ ازسرنو خانہ بدوش چرواہوں کی سرزندگی اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ مغلوں نے اس مملکت کی بستیاں عمداً برباد کیں کیوں کہ وہ شہری زندگی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان کے خیال میں شہروں کی متمدن دنیا اخلاق باختہ، گندی، گنجان، رذیل،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریر، ملائم، نفاق پرور، زنانہ خصلت اور خطرناک تھی۔ وہ شہروں کی بجائے کھلی فضائیں دیکھنے کے متمنی تھے جہاں وسیع چراگاہیں ہوں اور ان چراگاہوں میں مردانہ خصائل رکھنے والے لوگ اور ان کے پالتو جانور آزادی کی زندگی بسر کر رہے ہوں۔ چنگیز خان اپنی عمر کے آخری سالوں میں روحانی تسکین کا بہت جویا تھا۔ اس نے مغربی یلغار کے دوران میں مسلمان عالموں سے دین اسلام کو سمجھنے کی کوشش کی اور کہا کہ اس مذہب کے اصول و عقائد بہت اچھے ہیں لیکن حج کے لیے مکہ جانے کی شرط میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اس نے ایک چینی سادھو کو بھی جس کی بہت شہرت تھی بلایا اور اس سے جاودانی زندگی اور روحانی تسکین کا راز معلوم کرنے کی کوشش کی۔ چینی سادھو جو طاؤئیت (چین کا قدیم آسمانی دین) کا پیرو تھا چنگیز خان کی تسلی نہ کرا سکا جسے اس نے احترام کے ساتھ رخصت کر دیا۔

چنگیز خان بحر الکاہل سے دریائے والگا براعظم ایشیا کے نصف حصے کا فرماں روا بن چکا تھا۔ وہ اس وسیع مملکت کی بنیادیں مضبوط کرنے کے لیے سوچ ہی رہا تھا کہ ۱۲۲۷ء میں فرشتہ اجل کا پیغام آ گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاقان اُقتائی خان

مغل سرداروں نے چنگیز خان کے تابوت کو کوہ ''الطاقت'' کے دامن کی ایک وادی میں دفن کر دیا۔ اس کے ساتھ اس کے اس گھوڑے کی جلائی ہوئی ہڈیاں بھی دفن کر دی گئیں جس پر چنگیز خان نے آخری سواری کی تھی۔ جس گاڑی پر میت لائی گئی تھی وہ جلا دی گئی اور مغلوں کے بڑے شمن بیکی نے اعلان کر دیا کہ چنگیز خان کی روح نے اس کے جسم سے نکل کر مغلوں کے اس جنگی علم میں اپنا گھر بنا لیا ہے جس کے ساتھ پہاڑی گابوں کی نو دمیں لٹک رہی ہیں۔ دو سال کے بعد جب چنگیز خان کا بیٹا اُقتائی خان اعظم کا جانشین چنا گیا تو اس نے چنگیز خان کی قبر پر جا کر چالیس سفید گھوڑے ذبح کیے اور چالیس خوب صورت کنواری لڑکیاں جو اچھے اچھے گھرانوں سے منتخب کی گئی تھیں گلا گھونٹ کر ماری گئیں۔ یہ گھوڑے اور یہ لڑکیاں چنگیز خان کی قبر میں دفن کر دی گئیں تاکہ اس کی خدمت کرنے کے لیے موجود رہیں۔ اس رسم کو ادا کرنے کے بعد اقتائی خان نے گاڑیوں پر لدا ہوا بہت سا قیمتی سامان عام لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ یہ گاڑیاں چنگیز خان کی تدفین کے دن سے وہیں کھڑی تھیں اور ان کا سامان محفوظ تھا کیوں کہ مغلوں میں چوری کے نام تک سے کوئی آشنا نہ تھا۔

چنگیز خان کی وفات کے دو سال بعد دور و نزدیک کے مغل سردار قرا قورم کے شاہی ڈیرے میں نئے خان کا انتخاب کرنے کے لیے جمع ہوئے چنگیز کا چھوٹا بیٹا طولوئی مغلوں کی رسم کے مطابق گھر کا وارث اور سب کا میزبان بنا۔ بڑا بیٹا جوجی جو بحیرۂ خزر کے شمالی کاہستانوں کا حاکم اعلیٰ تھا مر چکا تھا۔ اس کا بیٹا باطو اس اجتماع میں شریک نہ ہوا کیوں کہ اس کا باپ چنگیز خان کے تین اصلی بیٹوں چغتائی، اقتائی اور طولوئی کا سگا بھائی نہ تھا۔ مغل سرداروں کے جرگے نے چالیس دن جشن منانے کے بعد چغتائی اور طولوئی کی رائے سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقتائی کو مغلوں کا خان اعظم اور براعظم ایشیا کی مغل سلطنت کا خاقان (قاآن) منتخب کر لیا۔

اقتائی خان نے مغل سرداروں کے مشورے سے ملک خطا پر تازہ حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا اور طولوئی کی قیادت میں ایک لشکر جنوب کی طرف وسط ایشیا کی راہ سے بھیجا گیا جس نے ملک خطا کے جنوبی حصے میں ہل چل مچا دی۔ ادھر شمال کی طرف سے اقتائی خان نے چنگیز خان کے ایک آزمودہ کار جرنیل سبوطائی کو لے کر حملہ کر دیا۔ دونوں لشکر یلغاریں مارتے ہوئے نانکن کی دیواروں کے نیچے آن ملے اور شہر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ سبوطائی نے ملک خطا (شمالی چین) کے تمام شہر فتح کر لیے اور آخر میں نانکن بھی مسخر ہو گیا۔ کن خاندان کا بادشاہ چتا میں بیٹھ کر مر گیا اور شاہی خاندان کے دیگر افراد نے کنوؤں میں گر کر خودکشی کر لی یا مغلوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ جنوبی چین میں سونگ خاندان کا بادشاہ حکمران تھا جس کے لشکروں نے نانکن کی تسخیر میں مغلوں کی مدد کی تھی۔

۱۲۳۵ء میں مغل سرداروں کا ایک اور جرگہ قرا قورم میں منعقد ہوا جس میں یورپ کی سرزمین پر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس مہم کا سپہ سالار سبوطائی مقرر ہوا جس کے ساتھ چنگیز خان کے پوتے باطو، منگو اور کویوک بھی فوجوں کی کمان کر رہے تھے اور چنگیزی خاندان کے چھوٹے شہزادے بیدر پسر چغتائی اور کیدو بسر کویوک بھی جنگی کمان کا تجربہ حاصل کرنے کے لیے اس مہم میں شامل تھے۔ مغلوں کے لشکر نے پہلے یورپی روس کے جنوبی حصے کے قبچاق، یلغار اور دیگر ترکی قبائل کو سر کیا پھر شمال کی طرف کوچ کر کے وسطی روس کے نوابوں کی طاقت کو پامال کرتا ہوا نووگراڈ کے نواحی میدانوں تک پہنچ گیا لیکن اس سرد علاقے میں گھاس کی قلت دیکھ کر اس لشکر کو پھر جنوبی اقطاع کی طرف کو لوٹنا پڑا۔ پہلے مغلوں نے کیف کے خوب صورت شہر کو تاراج کیا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ پھر سبوطائی کے لشکر ہنگری کی سرزمین میں داخل ہوئے اور ہنگری کے لشکروں کو شکست دے کر اس کے بادشاہ کو مار بھگایا۔ ازاں بعد سبوطائی کی فوجیں پولینڈ میں داخل ہوئیں اور اس سرزمین کو پامال کرتی ہوئی جرمنی کے صوبہ بویریا میں داخل ہو گئیں۔ سپہ سالار سبوطائی کی افواج کے دوسرے کالم ہنگری کی سرزمین کو تاراج کر رہے تھے اور ایک کالم جرمنی کے صوبہ سلیشیا میں شہروں کو برباد کر رہا تھا۔

سبوطائی کا یہ معرکہ اس قدر تیز تھا کہ اس کی فوجوں نے کیف کا شہر ۶ دسمبر ۱۲۴۰ء کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سر کیا۔ چار مہینے کے اندر اندر مغلوں نے دریائے ڈینیر اور دریائے وسچولا کی درمیانی سرزمین تاراج کر ڈالی۔ دو ماہ میں انھوں نے کوہستان کارپیتھین سے دریائے ڈینیوب تک کا علاقہ سر کر لیا۔ تین دن کے معرکے میں مغلوں نے وسطی یورپ کی جنگجو قوموں یعنی پولوں، ہنگریوں اور جرمنوں کے متحدہ لشکر کو جس کی تعداد مغلوں سے بہت زیادہ تھی پامال کر کے رکھ دیا۔

سبوطائی بہادر کے مغل لشکروں نے ۱۲۳۶ء میں یورپ کی سرزمین کو خاقان اعظم خان کے زیرنگیں لانے کی مہم شروع کی تھی اور ۱۲۴۲ء تک مغل لشکروں نے روس، رومانیا، ہنگری، پولینڈ اور مشرقی جرمنی کے ملک فتح کر لیے تھے۔ یہ لشکر دریائے والگا سے ایک ہزار میل مغرب کی جانب یورپ کی سرزمین میں گھس چکے تھے۔ سبوطائی جرمنی اور اٹلی کی سرزمینوں پر چڑھائی کرنے کی تیاری کر رہا تھا کہ اسے قراقرم سے طلبی کا پروانہ ملا جو سونے کے ورق پر لکھا گیا تھا۔ اس پروانے میں خاقان اعظم اقتائی خان کی وفات کی اطلاع دی گئی تھی اور شاہی خاندان کے جملہ افراد اور دیگر مغل سرداروں کو قراقورم کے جرگے میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ سبوطائی کے لیے اس حکم کی تعمیل ہر حال میں ضروری تھی کیوں کہ چنگیز خان کی کتاب شریعت ''یاسا'' (الیساق) میں جو سونے کے اوراق پر لکھی گئی تھی جرگے کی شمولیت فرض لازم قرار دی گئی تھی۔ تاریخ عالم کے اس صفحہ پر یہ سوال جلی حروف میں لکھا ہوا نظر آ رہا ہے کہ اگر اقتائی خان کی موت کے باعث سبوطائی واپس جانے پر مجبور نہ ہو گیا ہوتا تو کیا مغربی یورپ کے ملک جرمنی، فرانس، اٹلی، ہسپانیہ اور انگلستان مغلوں کی یلغار کا تختہ مشق بننے سے بچے رہتے؟

اقتائی خان کے بعد اس کا بیٹا کویوک خاقان چنا گیا جس نے اپنی طلائی مہر پر حسب ذیل الفاظ کندہ کرائے :-

''آسمانوں میں خدا کی فرماں روائی۔ زمین پر کویوک مظہر شان خدا
خاتم شاہان جہاں کی حکومت۔''

کویوک خاقان کے دربار میں پاپائے روم کا ایک ایلچی فرائیر جان نامی دنیائے مسیحیت کے اس مذہبی پیشوا کا پیغام پہنچانے کے لیے قراقورم پہنچا۔ اس ایلچی کو مغل سلطنت کے مغربی سرحد داروں کے خان باطو نے قراقورم تک پہنچانے کا انتظام کیا تھا۔ پوپ کا پیغام یہ تھا کہ مغل خان کو چاہیے کہ وہ عیسائی مذہب اختیار کرے اور نوع انسانی کا قتل عام کرنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مشغلہ سے ہاتھ کھینچ لے۔ خاقان تک پوپ کا پیغام پہنچا دیا گیا لیکن ایلچی کو دربار میں حاضر ہونے کی اجازت نہ ملی۔ بغداد کی خلافت اسلامیہ کے ایلچی کو بھی خاقان کے دربار میں بازیابی حاصل نہ ہوسکی۔ خاقان کی طرف سے پاپائے روم کو جو جواب بھیجا گیا اس سے مغلوں کے حوصلوں کا حال منکشف ہوتا ہے۔ جواب یہ تھا:-

''دائم الوجود آسمان کی طاقت کے مامور خان اقوام عظیم کا فرمان ذیل کی سطور ہمارے حکم سے لکھوائی گی ہیں اور ہم اس مراسلے کو پاپائے اعظم کی طرف بھجوا رہے ہیں تاکہ وہ اسے اچھی طرح سمجھے اور اسے ذہن نشین کرے۔

''تم نے اپنی مملکت کے بادشاہوں سے مشورہ کرنے کے بعد ہمارے دربار میں اطاعت کی پیش کش بھیجی ہے جو ہم نے تمھارے ایلچی سے وصول کی۔

''اگر تم اپنے قول کے مطابق عمل کرنے کے خواہاں ہو تو تم جو پاپائے اعظم ہو دوسرے بادشاہوں کو ساتھ لے کر ہمارے دربار میں حاضر ہو جاؤ ہم تمھیں الیساق (چنگیزی کتاب شریعت) کے احکام سے آگاہ کریں گے۔

''باقی جو تم نے یہ لکھا ہے کہ ہم عیسائیت کا مذہب قبول کر لیں کیوں کہ ہمارے لیے اس میں بھلائی ہے تو یہ بات تم خود ہی کہتے ہو اور ہم سے چاہتے ہو لیکن ہم تمھارے اس مطالبہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

تم نے ہمیں یہ بھی لکھا ہے کہ ''آپ نے مجاروں اور دوسرے عیسائیوں کے ملکوں پر کیوں حملے کیے جن پر میں حیران ہوں آپ مجھے بتائیں کہ ان کا قصور کیا تھا'' ہم تمھارے ان الفاظ کو نہیں سمجھ سکے۔ چنگیز خان اور اقتائی خان نے آسمان کے احکام ان لوگوں پر ظاہر کر دیے تھے لیکن ان لوگوں نے آسمان کے احکام ماننے سے انکار کر دیا۔ جن لوگوں کا ذکر تم کر رہے ہو وہ بڑے گستاخ اور بے ادب تھے۔ انھوں نے ہمارے سفیروں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد ان ملکوں کے لوگ دائم الوجود آسمان کی مشیت کے مطابق قتل کر کے فنا کے گھاٹ پار اتار دیے گئے اگر آسمان کی مشیت یہ نہ ہوتی تو وہ کس طرح مفتوح بنائے جا سکتے تھے۔

تم نے یہ جو لکھا ہے کہ ''میں مسیح ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں اور دوسرے لوگوں کی حفاظت کرتا ہوں'' ہم پوچھتے ہیں کہ تم کس طرح جان سکتے ہو کہ خدا کس بات سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوش ہوتا ہے تمھیں اس قسم کا دعوے کرنے کا حق کہاں سے ملا ہے۔
دائم الوجود آسمان کی مشیت نے مشرق سے لے کر مغرب تک کی کل زمینیں ہمیں دے دی ہیں۔ آسمان کے حکم کے خلاف کون عمل کر سکتا ہے۔ اب تمھیں پوری دیانت داری سے یہ اعلان کر دینا چاہیے کہ ''ہم آج سے آپ کی رعایا ہیں اور اپنے اقتدار کی زمام آپ کے ہاتھ میں دیتے ہیں تمھیں بذات خود اپنی مملکت کے تمام بادشاہوں کو ساتھ لے کر ہمارے دربار میں حاضر ہونا چاہیے۔ کوئی شخص ہمارے حضور میں اطاعت کا خراج پیش کرنے سے باقی نہ رہ جائے۔ جب تک یہ نہیں کرتے ہمیں تمھاری اطاعت کا یقین نہیں آسکتا۔''

اگر تم نے آسمان کے احکام کا احترام نہ کیا اور ہمارے اس فرمان کے خلاف عمل کیا تو ہم سمجھیں گے کہ تم ہمارے دشمن ہو۔

''ہم تمھیں ان امور سے آگاہ کر دینا چاہتے ہیں اگر تم نہ سمجھے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ تم پر کیا گزرے گی۔ صرف آسمان ہی جان سکتا ہے کہ تم پر کیا گزرے گی؟''

یہ مراسلہ ایک فرنگی نے لاطینی زبان میں لکھا تاکہ پاپائے اعظم اسے پڑھ سکے اس کے ساتھ ایک نقل فارسی زبان میں بھی پوپ کو بھیجی گئی۔

کویوک اپنا لشکر جرار لے کر مغرب کی طرف روانہ ہوا اس کا پروگرام یہ تھا کہ پہلے اپنے عم زاد بھائی باطو کو اس کی گستاخی کی سزا دے کیوں کہ باطو اس جرگے میں شامل نہ ہوا تھا جس میں کویوک کو خاقان منتخب کیا تھا۔ ابھی کویوک کوہستان الطائی کے دروں سے گزر کر ترکستان کے میدانی علاقے میں پہنچا ہی تھا کہ صحت کی خرابی کی وجہ سے بیمار پڑ کر فوت ہوگیا۔

مغل سرداروں کے جرگے نے جو قراقورم کے بجائے باطو خان کے ڈیرے میں منعقد ہوا طولوئی پسر چنگیز کے بیٹے منگو کو خاقان منتخب کر لیا لیکن قراقورم میں کویوک کی بیوہ گیمیش حکومت کرتی رہی۔ دو سال گزر گئے اور منگو تخت نشین نہ ہو سکا۔ آخر باطو خان نے مشورہ دیا کہ منگو کے تخت نشین ہونے کا اعلان کر دیا جائے اور جو مخالفت کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ منگو کی ماں سابور کوک تبتی بی بی نے جو بہت ہوشیار عورت تھی اور خاقانی کے منصب کو اپنی اولاد کا حق سمجھتی تھی جرگہ بلایا۔ اسے جرگے میں باطو کی طرف سے اس کا بھائی برکہ شامل ہوا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منگو کے خاقان ہونے کا اعلان کر دیا گیا اور کویوک کی بیوہ گیمیش کا گلا گھونٹ کر مار دی گئی۔ اقتائی خان کے کنبے کے بہت سے افراد اسی طریق سے ہلاک کر دیے گئے یہ واقعات ۱۲۵۱ء میں رونما ہوئے۔

جنوبی چین، بغداد اور شام و فلسطین کی فتح:

۱۲۵۳ء میں منگو خاقان نے اپنے بھائیوں کبلائی اور ہلاکو کو جنوبی چین اور مغربی ایشیا کے اسلامی ملکوں کو تاراج کرنے کا حکم دیا۔ کبلائی جنوبی چین کے سونگ خاندان کی حکومت کا خاتمہ کرنے کے کام پر مقرر ہوا اور ہلاکو کو خلافت بغداد اور کوہستان ایران و لبنان کی حسن بن صباحی اسماعیلی سلطنت کا خاتمہ کر کے مصر پر چڑھائی کرنے کا حکم ملا۔

ہلاکو نے پہلے الموت کو فتح کر کے حسن بن صباح کے جانشینوں کا خاتمہ کیا جو چھ پشتوں سے اسلامی ممالک میں پر اسرار قتلوں سے دہشت پھیلا رہے تھے۔ ان کی مصنوعی جنت تباہ کی اور ان کے کتب خانے کو جو جادو کے اسرار پر مشتمل تھا آگ لگا دی۔ اس کے بعد اس نے بغداد کے خلیفہ اسلام مستعصم باللہ کو یادداشت بھیجی جس میں لکھا تھا کہ:

> ''آپ کو بہ خوبی علم ہے کہ مغل لشکروں کے ہاتھوں چنگیز خان کے وقت سے لے کر اب تک مختلف قوموں پر کیا گزر چکی ہے۔ بغداد کے دروازے سلجوقیوں اور خوارزمیوں پر کبھی بند نہیں ہوئے۔ اس لیے آپ ہمیں بھی بغداد میں داخل ہونے سے منع نہیں کر سکتے۔ ہم بہت طاقت ور ہیں۔ دیکھنا کہیں ہمارا مقابلہ نہ کر بیٹھنا۔''

مستعصم باللہ نے اپنی رہی سہی طاقت کو لے کر مغلوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔ مغل فوج بغداد میں داخل ہوئی۔ خلیفہ اسلام کے لشکر مزاحمت نہ کر سکے۔ مغلوں نے شہر کو تاراج کیا۔ خلیفہ کے محلات کو لوٹا اور خلیفہ کو قید کر لیا۔ روایت ہے کہ ہلاکو خان نے مستعصم باللہ کو کھانے پر بلایا لیکن کھانے کے لیے کوئی چیز دینے کے بجائے خلیفہ اسلام کے سامنے سونے اور چاندی کے بنے ہوئے نفیس برتن خالی رکھ دیے جو ہلاکو کی فوج نے خلیفہ کے محلات سے لوٹے تھے اور کہا:

> ''جناب عالی! آپ نے جو کچھ جمع کر رکھا تھا اسے نوش جان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایے۔"

خلیفہ اسلام نے کہا کہ میں سونا کس طرح کھا سکتا ہوں۔ اس پر ہلاکو نے کہا کہ پھر آپ نے اتنی حفاظت سے کیوں رکھا ہوا تھا۔ خلیفہ اسلام خاموش رہا۔ ہلاکو نے محل کے کمرے میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور لوہے کے صندوقوں کی طرف جو سونے اور جواہرات سے بھرے ہوئے تھے اشارہ کرکے کہا کہ "آپ نے اس لوہے سے تیروں کے سوفار کیوں نہ بنوائے؟ یہ زر و جواہر اپنے سپاہیوں اور مجاہدوں میں کیوں تقسیم نہ کیے؟ اور آپ نے کیوں پہاڑوں کے دامن میں پہنچ کر مجھے روکنے اور میرا مقابلہ کرنے کی کوشش نہ کی؟"

خلیفہ اسلام نے جواب دیا "مشیت الٰہی یہی تھی۔" ہلاکو بولا "تو خیر ہم آپ سے جو سلوک کریں گے وہ بھی مشیت الٰہی ہوگی۔"

ہلاکو نے خلیفہ اسلام کو نمدے میں لپیٹ کر گھوڑوں کے سموں سے روندوایا۔ خلیفہ اسلام کو یہ سزا اس لیے دی گئی کہ اس کے سفیر نے ہلاکو سے کہا تھا کہ مسلمان اس وقت اپنے ہتھیار رکھیں گے جب مغلوں کے گھوڑوں کے سم اتر چکے ہوں گے۔

ہلاکو خان نے بغداد کے قتل عام میں نوے ہزار مسلمانوں کو ہلاک کیا اور شہر کو آگ لگا دی۔ یہ حادثہ سنہ ۱۲۵۸ء میں واقع ہوا۔

بغداد کی خلافت اسلامی کے رہے سہے اقتدار کا خاتمہ کرنے کے بعد ہلاکو خان کی فوجیں شام و فلسطین کی سرزمین کی طرف بڑھیں اور ان کے ساتھ آرمینیا کے مسیحی بادشاہ ہتھین کی فوجیں بھی آن ملیں۔ نیز یورپ کے وہ صلیبی جنگجو بھی آن ملے جنھوں نے شام و فلسطین کے ساحل پر جا بجا قلعے تعمیر کر رکھے تھے۔ ہلاکو کے لشکروں نے پہلے حلب کو اور پھر دمشق کو سر کیا۔ ۱۲۶۰ء میں وہ یروشلم پر چڑھائی کرنے کی تیاری کر رہا تھا کہ اسے منگو خان کے فوت ہونے کی اطلاع مل گئی۔ چنگیزی رواج کے مطابق اسے قراقورم آنے کی دعوت دی گئی تھی۔ وہ اس مغربی مہم کو ادھورا چھوڑ کر واپس جانے کا خواہاں نہ تھا، لہٰذا اس نے معذرت نامہ بھیج دیا۔

ادھر مغربی ایشیا میں مغلوں کی فوجیں یروشلم کے قریب پہنچ چکی تھیں ادھر مشرق بعید میں یروشلم سے چار ہزار میل کے فاصلے پر کبلائی کے لشکر چین کی سرزمین میں یلغاریں کر رہے تھے۔ کبلائی کی تربیت چینی استادوں نے کی تھی اس لیے اس چینیوں سے اور چینیوں کے تمدن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کچھ الفت سی ہو گئی تھی۔ کبلائی خان نے سونگوں کی سلطنت پر حملہ کرنے کے بجائے جنوب کی راہ لی اور تبت کی مشرقی سرحد کے قریب سے گزرتے ہوئے چین کے جنوب مغربی صوبہ نیان کو سر کیا۔ اس گرم علاقے کی آب و ہوا مغل لشکر کو راس نہ آئی ایک لاکھ کے لشکر میں سے صرف بیس ہزار آدمی مہم کے بعد زندہ واپس آ سکے لیکن نیان کا صوبہ مغل سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔

منگو خاقان نے دیکھا کہ چین کی مہم اس کی توقع کے مطابق جلد سر نہیں ہوئی اس لیے اس نے پہلے ایک مغل سردار ''علم دار'' کو چینی مہم کی فوجوں کا سالار مقرر کیا پھر خود ایک لشکر لے کر جنوبی چین کی سونگ سلطنت پر چڑھائی کر دی۔ منگو خاقان ۱۲۶۰ء میں ہوچیو کا محاصرہ کیے پڑا تھا کہ پیچش کے مرض کا شکار ہو کر مر گیا۔

یورپی روس اور بحیرہ خزر کی شمالی سرزمین میں باطو خان حکمران تھا جو چنگیز خان کے سوتیلے بیٹے کا جانشین تھا۔ باطو خان نے روس کے نوابوں کو اپنا باج گزار بنا رکھا تھا اور اس نے کئی مہمیں قفقاز کے باغی جاگیرداروں کی سرکوبی کے لیے بھیجی تھیں۔ باطو خان ۱۲۵۶ء میں فوت ہو گیا۔ اس کا ایک بھائی برکہ خان جو قفقاز کی مہموں کا سالار تھا مسلمان ہو چکا تھا۔ باطو خان نے اسے شمالی علاقے کا حاکم بنا کر بھیج دیا تھا تاکہ وہ مسلمانوں کے اثر سے دور رہے۔ باطو خان کی وفات پر پہلے اس کا بیٹا سرتاک اور پھر اس کو پوتا خان مقرر ہوئے لیکن دونوں چند ماہ کے اندر اندر مر گئے۔ لہٰذا باطو کا بھائی برکہ خان بنا۔ برکہ چوں کہ مسلمان تھا اس لیے اس نے ہلاکو کو خلافت اسلامیہ کا مرکز تاراج کرنے پر ملامت کی چھٹی بھیجی اور لکھا کہ تم نے خاندان کے جملہ افراد سے مشورہ کیے بغیر اس مقدس دربار کو تباہ کر دیا ہے۔ یورپ کے ان مغل خوانین کا دربار ''اردوئے زرین'' کہلاتا تھا اور سارے یورپ میں اس کی طاقت کی دھاک خوب بیٹھی ہوئی تھی۔

بئر جالوت کی جنگ :

ہلاکو خان منگو خاقان کی وفات کی خبر سننے سے پہلے سلطان مصر کو ان الفاظ میں جنگ کا پیغام بھیج چکا تھا :-

''یہ الفاظ اس کی طرف سے ہیں جو ساری زمین کا فرماں روا ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے شہروں اور قلعوں کی فصیلیں گرا دو اور مطیع ہو جاؤ اگر ایسا کرو گے تو تمھیں امان دی جائے گی اگر اس کے برخلاف چلو گے تو تم پر وہ گزرے گی جو گزرے گی ہم کچھ نہیں جانتے صرف آسمان کو اس کا علم ہے"۔

سلطان کے حکم سے مغل ایلچیوں کو قتل کر دیا گیا اور ان کی لاشوں کے ٹکڑے شہر کے چوکوں میں لٹکا دیے گئے۔

اس واقعہ سے قاہرہ میں ہل چل مچ گئی اور سلطان نے مغلوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک لاکھ کا لشکر جمع کر کے اس کی تنظیم شروع کر دی۔ سلطان کے لشکر کا سردار بیبرس نامی ایک قبچاقی ترک تھا جو اوائل عمر میں مغلوں کا غلام رہ چکا تھا۔ اسے مغلوں کے طریق جنگ کا بہت کچھ علم تھا۔ بیبرس اپنے لشکر کو ابھی منظم ہی کر رہا تھا کہ اسے ہلاکو خان کے فلسطین سے پیچھے لوٹ جانے کی اطلاع مل گئی اور اس نے فلسطین کے مغل لشکر پر جارحانہ حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مغلوں کے عروج کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ کسی لشکر کے سردار نے مغلوں پر چڑھائی کرنے میں سبقت سے کام لیا ہو۔ ہلاکو خان کا ڈیرہ اس وقت تبریز میں تھا جہاں گھاس کی افراط تھی۔

سلطان مصر کا لشکر بیبرس کی سرکردگی میں منزلیں مارتا ہوا فسلطین پہنچ گیا۔ اس لشکر میں دنیائے اسلام کے وہ خانہ خراب پناہ گزین بھی شامل تھے جو مغلوں کی یلغاروں سے بھاگ کر مصر جا پہنچے تھے۔

۱۲۶۱ء میں بئر جالوت کے مقام پر مغل سردار قطبوغہ اور امیر بیبرس کے لشکروں کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ مغل لشکر کو شکست فاش ہوئی۔ وہ بھیڑوں کے گلے کی طرح بھاگ نکلے۔ اسلامی لشکر کے بہتوں کا صفایا کر دیا۔ قطبوغہ نے بھاگنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ "خان کو کوئی اور شخص یہ خبر پہنچا دے گا کہ میری موت کیسے واقع ہوئی۔ ایسی فوج کے تلف ہو جانے سے ہلاکو خان کو کیا نقصان ہو سکتا ہے۔ کیا مغل عورتوں نے بچے پالنے چھوڑ دیے ہیں یا ان کی گھوڑیاں بچھڑے نہیں دیتیں۔"

قطبوغہ کو قتل کر دیا گیا۔ اس کا سر کاٹ کر نیزے پر لٹکایا گیا۔ مغل امیران جنگ قاہرہ بھیج دیے گئے جہاں انھیں بازاروں میں پھرایا گیا تاکہ لوگ مغلوں کی شکست کا زندہ ثبوت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھ سکیں۔

اس فتح کے بعد مسلمانوں نے امیر بیبرس کو اپنا سلطان بنا لیا اور ہر جگہ سلطان بیبرس الظاہر کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

سلطان بیبرس جانتا تھا کہ ہلاکو خان اس شکست کا انتقام لینے کے لیے بڑی تندی سے حملہ کرے گا۔ اس لیے سلطان نے شام کے شمالی اضلاع کی آبادیاں جنوب کی طرف منتقل کر دیں۔ دریائے فرات تک کی گھاس جلوا دی تاکہ مغلوں کے گھوڑوں کو خوراک نہ مل سکے۔ شمال میں اس نے ہوائی ڈاک کی چوکیاں بنا دیں اور ایسے کبوتر پالے جو منزل بہ منزل نامہ و پیغام کا کام دیتے تھے۔ سلطان بیبرس الظاہر نے ہلاکو خان سے عہدہ برآہ ہونے کے لیے جو سب سے بڑا کام کیا وہ یہ تھا کہ اس نے خان روس و قبچاق برکہ کی خدمت میں بہت سے نادر تحائف بھیجے جن میں قرآن مجید کا ایک ایسا نسخہ بھی تھا جس پر اسلام کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ کی مہر لگی ہوئی تھی اور ایک جانماز بھی تھی۔ ان تحائف کے ساتھ بیبرس نے برکہ خان کو ایک خط بھی لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ ہلاکو خان اسلام کی طاقت کو نیست و نابود کر دینے کے درپے ہے اور یہ خادم الاسلام خلافت اسلامیہ کا احیا چاہتا ہے۔ آپ بھی اس موقع پر دین اسلام کی خدمت بجا لائیں۔ سلطان بیبرس نے یہ بھی لکھا کہ میں نے حکم دے دیا ہے کہ قاہرہ کی بڑی جامعہ میں آپ کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔

سلطان بیبرس کے اس اقدام کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہلاکو خان فلسطین و مصر پر چڑھائی کی پوری تیاری کر لینے کے باوجود رک گیا۔ اُس نے پہلے کوہ قاف کے آہنی درے کی راہ سے اپنے چچیرے بھائی برکہ خان کے خلاف چڑھائی کی۔ دشت قبچاق میں ہلاکو کو ایل خان (چھوٹا خان) کے لشکر اور برکہ خان کے اردوے زریں کی لڑائی ہوئی جس میں ہلاکو خان نے شکست کھائی۔ اس واقعہ کے بعد سرائے قبچاق کے خان اور ایران کے ایل خان کے درمیان مسلسل جنگ شروع ہو گئی۔ ہلاکو خان کو گرجستان اور ارمنستان کے عیسائیوں کی امداد حاصل تھی اور برکہ خان کو بخارا اور چین کے مسلمانوں کی کمک مل گئی اور اس طرح ہلاکو خان کی مملکت کی ساری شمالی سرحد مخدوش ہو گئی اور وہ جنوب کی طرف توجہ مبذول کرنے سے قاصر رہ گیا۔ ۱۲۶۴ء میں ہلاکو خان بیمار ہو کر فوت ہو گیا اور اس سال کے اندر اندر اس کی عیسائی بیوی دوقوز خاتون بھی چل بسی۔ ان دونوں کی وفات سے دنیائے مسیحیت کو بہت رنج ہوا کیوں کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہلاکو عیسائیوں کا دوست تھا اور اس نے مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں سے اتحاد قائم کر رکھا تھا۔ منگو خاقان اور ہلاکو خان دونوں کی خواہش یہ تھی کہ یورپ کے عیسائی بادشاہ مسلمانوں کے خلاف پھر ایک صلیبی جنگ شروع کر دیں۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے شاہان یورپ کے درباروں میں ایشیائی عیسائیوں کی وساطت سے پیغامات بھی بھیجے لیکن فرنگستان کے عیسائیوں کے دانت پیہم صلیبی جنگوں کے تلخ تجربے اُٹھا کر کھٹے ہو چکے تھے اس لیے دونوں کو یورپ سے کوئی موثر امداد نہ پہنچ سکی۔ شاہ فرانس لوئیس، شاہ انگلستان ایڈورڈ، شاہ آراگون جان اور شاہ انجاؤ چارلس نے ایک متحدہ صلیبی مہم ٹیونس کے ساحل پر اُناری۔ عیسائی لشکر طاعون کی وبا کا شکار ہو کر رہ گیا۔ لوئیس شاہ فرانس وہیں مر گیا صلیبی مجاہدین کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ صرف ایڈورڈ شاہ انگلستان فلسطین کی مقدس سرزمین تک پہنچا جہاں اُسے حسن بن صباح کے سلسلے کے ایک فدائی نے خنجر سے زخمی کر دیا۔ شاہان یورپ کی اس صلیبی مہم کی ناکامی کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ سلطان بیبرس الظاہر[1] والئی مصر نے جنیوا، وینس اور سسلی کے عیسائی تاجروں سے بہت اچھے تجارتی تعلقات پیدا کر لیے تھے۔ یہ تاجر اپنے منافع کی خاطر سلطان مصر کے خلاف صلیبی جنگ لڑنے کے مخالف ہو گئے تھے۔

ایک کی بجائے چار سلطنتیں:

خاقان عالم منگو ۱۲۶۰ء میں فوت ہو گیا تھا۔ اُس وقت قراقورم میں اس کا سب سے چھوٹا بھائی ارک بوغا مغل خاندان کی رسم کے مطابق قراقورم میں چولھے کے وارث کی حیثیت

۱- سلطان بیبرس عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا۔ بیبرس پہلے مصر کے آخری ایوبی سلطان کے لشکر کا امیر تھا۔ جو بھیس بدل کر ہر جگہ پہنچتا اور بذات خود حالات سے آگاہی حاصل کرتا تھا۔ لوگ اس شخص سے بہت خوف زدہ تھے کیوں کہ انھیں ہر قہوہ خانے، ہر باغ اور ہر مکان میں بیبرس کے بہ تبدیلی لباس موجود ہونے کا ڈر رہتا تھا۔ امیر عسکری ہونے کی حیثیت میں اس نے مغلوں کے جنرل کو شام میں شکست دی اور اس کے بعد خود بھیس بدل کر اس سرزمین کے ایک شہر میں پہنچا جس پر ہلاکو خان کا قبضہ تھا۔ بیبرس نے ایک نان بائی کے تنور سے کھانا کھایا اور اپنی انگشتری روٹی میں چھپا دی۔ مقصد یہ تھا کہ انگشتری ملنے کا چرچا عام ہو جائے اور ہلاکو خان نیز عوام کو معلوم ہو کہ بیبرس خود ان کے حالات معلوم کرنے کے لیے آیا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے متمکن تھا۔ منگو کا دوسرا بھائی کبلائی شمالی چین (ملک خطا) پر حکمرانی کر رہا تھا۔ وسط ایشیا کی مملکت کا فرماں روا جو کوہستان الطائی سے لے کر افغانستان کے پہاڑوں تک پھیلی ہوئی تھی اور ترکستانات بھی اس میں شامل تھے۔ اُقتائی کا پوتا کیدو تھا جسے منگو نے اُقتائی کے گھرانے کے افراد کا صفایا کرتے وقت چھوڑ دیا تھا۔ اس مملکت میں اُقتائی کے بڑے بھائی چغتائی کی اولاد بھی بعض اقطاع کے جاگیرداروں کی حیثیت سے موجود تھی۔ دشت قبچاق اور یورپی روس میں اُردوئے زریں کا مالک و مختار برکہ حکومت کر رہا تھا جس نے دین اسلام قبول کر لیا تھا۔ ایران اور عراق میں ایل خان ہلاکو کوس حکمرانی بجا رہا تھا۔ ایشیائے کوچک کے سلجوقی ترک سردار اس کے مطیع و باج گزار بن چکے تھے۔ گویا وسیع مغل سلطنت اس طرح چار بڑے حصوں میں منقسم ہو چکی تھی۔ منگو خاقان کی وفات کی خبر سن کر ان میں سے کسی نے بھی مغل خاندان کے رواج اور چنگیز خان کی وصیت کے مطابق قراقورم پہنچ کر جرگہ منعقد کرنے کی پروا نہ کی سب اپنی اپنی مملکتوں میں آزاد و خود مختار ہو کر بیٹھ گئے اور اپنے اپنے سکے چلانے لگے۔

خاقان چین کبلائی خان :

قراقورم میں مغل سردار ارک بوغا کو خاقان بننے کے لیے اُکسا رہے تھے۔ کبلائی خان اپنے لشکر سمیت قراقورم آیا اور ارک بوغا نے معمولی مقابلے کے بعد اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ کبلائی نے اپنے خاقان بننے کا اعلان کر دیا۔ وسط ایشیا کی مملکت کے فرماں روا کیدو نے کبلائی کو خاقان تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ برکہ پہلے ہی الگ ہو چکا تھا۔ صرف کبلائی اور ہلاکو کے درمیان اچھے تعلقات قائم رہے جو محض برائے نام تھے۔

کبلائی ایک تعلیم یافتہ مغل تھا۔ اس نے شمالی چین میں ایک نیا شہر شانگ ٹو آباد کیا۔ باغات لگوائے، مصنوعی پہاڑ اور مصنوعی جھیلیں بنوائیں۔ بڑی شان و شوکت سے حکومت کی۔ رعایا کی خوش حالی کو پیش نظر رکھا۔ دور دراز کے عالموں، صناعوں، کاری گروں، نقاشوں، انجینئروں، مذہبی پیشواؤں اور دوسرے باکمال لوگوں کو اپنے دربار میں جمع کیا اور ان کو نوازا۔ سلطنت کی مالیات کا انتظام کرنے کے لیے کاغذی سکے (نوٹ) جاری کیے کاغذ سازی کی صنعت کو فروغ دیا۔ بارود سازی کی صنعت کو ترقی دی اور آتشیں اسلحہ بنوائے۔ کبلائی خان کا دور جاہ و حشمت اور خوش حالی و ترقی کا دور تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کبلائی خان کے جرنیلوں نے برما (مین) کی سرزمین پر چڑھائی کی جہاں مغل فوج کو فیل سوار لشکروں کا سامنا ہوا۔ مغل فوج کو بہت نقصان اُٹھانا پڑا لیکن برما کے راجے مغل خاقان کے باج گزار بن گئے۔ ایک مہم جزیرہ نمائے ملایا کو سر کرتی ہوئی سماٹرا اور جاوا تک پہنچ گئی۔ کبلائی خان نے ایک مہم جاپان کے جزیروں کو سر کرنے کے لیے بھی بھیجی تھی۔ یہ مہم ناکام رہی اور دوسری مہم کی تیاریاں اندرونی سازشوں کی وجہ سے پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکیں۔

کبلائی خان نے جنوبی چین پر بھی چڑھائی کی جہاں سونگ خاندان کا ایک نابالغ بچہ اپنی بیوہ ماں کی مدارالمہامی میں حکومت کر رہا تھا۔ بیوہ ملکہ نے خاقان سے لڑنے کے بجائے اطاعت کو ترجیح دی اور خود کو نیز اپنے بیٹے کو خاقان کے حوالے کر دیا۔ خاقان کی بیوی نے جو ایک چینی عورت تھی انھیں رہنے کے لیے ایک محل دے دیا اور چھوٹا سا دربار لگانے کی اجازت دلوا دی۔ یہ واقعہ ۱۲۶۷ء میں رونما ہوا۔

کبلائی اس طرح مشرقی اقصیٰ کی وسیع سلطنت کا مالک بن گیا۔ جس میں منگولیا، مانچوریا، کوریا، چین، برما، ہندچینی، ملایا، اور سماٹرا، جاوا شامل تھے۔ وہ تمدنی اعتبار سے خالص چینی بن گیا تھا اور اہل چین نے سونگ بادشاہوں کا لقب ''آسمان کا بیٹا'' اپنے مغل خاقان کو تفویض کر دیا۔ کبلائی خان کو اپنے دادا چنگیز خان کی طرح مذاہب کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ ایک روز وہ قرآن مجید کی ایسی آیات سن رہا تھا۔ جن میں مشرکین و کفار کو قتل کرنے کی ترغیب دی گی ہے۔ کبلائی نے ملا سے پوچھا کہ اگر اہل اسلام کا عقیدہ یہی ہے تو وہ اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ ملا نے جواب دیا کہ از بس کہ بحالات موجود ہم بے بس ہیں اس لیے ان احکام پر عمل نہیں کر سکتے جب وقت آئے گا تو کریں گے۔ کبلائی نے کہا کہ ہم ایسا کر سکتے ہیں چناں چہ اس نے اپنی مملکت میں مسلمانوں کے قتل عام کا حکم دے دیا۔ آخر بخارا کے ایک مسلمان صوفی نے کبلائی سے کہا کہ آپ مشرکین و کفار کے اس گروہ میں شامل نہیں جن کے قتل کا قرآن نے حکم دیا ہے کیوں کہ آپ اپنے ہر فرمان کی ابتدا خدا کے نام سے کرتے ہیں۔ اس پر کبلائی خان کی تسلی ہو گئی اور اس نے مسلمانوں کے قتل عام کا حکم منسوخ کر دیا۔ کبلائی خان کہا کرتا تھا کہ دنیا میں چار بڑے پیغمبر ہو گزرے ہیں جو انسانوں کے احترام کے مستحق ہیں۔ یسوع مسیح، محمدؐ، موسیٰ اور ساکی منی گوتم بدھ میں ان سب کے سامنے نیز اس طاقت عظمیٰ کے سامنے جو آسمانوں پر سے حکومت کر رہی ہے اپنا سر جھکاتا ہوں۔ میں اس قادر مطلق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طاقت سے مدد مانگتا ہوں۔ پھر مجھے کیا پڑی ہے کہ میں عیسائی بن جاؤں؟ کبلائی خان تبت کے بدھ لاماؤں کا بہت معتقد تھا کیوں کہ وہ طرح طرح کے شعبدے دکھانے پر قادر تھے۔ اس کے وزیروں اور سلطنت کے اعلیٰ ملازموں میں چینی، مسلمان، بدھ اور عیسائی اہل کمال شامل تھے۔ کبلائی ۳۵ سال خاقانی کرنے کے بعد ۱۲۹۴ء میں فوت ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا پوتا چنگ کم تخت نشین ہوا۔ چین کی وسیع مملکت پر کبلائی خان کی اولاد جو یوآن خاندان کہلاتی تھی ۱۳۶۸ء تک حکمرانی کرتی رہی۔ اس خاندان کے آخری تاج دار کو کم زور پا کر چینیوں نے بغاوت کا علم بلند کیا۔ خاقان نے مقابلہ کرنے کے بجائے منگولیا کے کاہستانوں کی راہ لی اور راستے میں کبلائی خان کی عظمت کے گیت گاتا ہوا اور اپنے انجام کے نوحے لکھتا ہوا اپنے آباؤ اجداد کی سرزمین کو چلا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیموری ترکوں کی طوفانی یلغار

چودھویں صدی مسیحی کے آغاز میں مشرق اقصیٰ کے ممالک میں کبلائی خان کے جانشین حکومت کر رہے تھے۔ وسط ایشیا اور ترکستان میں چغتائی مغلوں کے قبیلے مشرف بہ اسلام ہو رہے تھے۔ ایران میں ہلاکو کے پوتے سلطان غازان نے دین اسلام قبول کر لیا تھا۔ روس اور جنوب مشرقی یورپ میں اُردوئے زریں کے مغل خودمختار مقامی نوابوں اور جاگیرداروں سے خراج لے رہے تھے۔ ایران کا مغل سلطان غازان کبلائی خان کی طرح بہت امن پسند تھا اس نے ایران کی سرزمین میں جسے اس کے آباو اجداد تاراج کر کے برباد کر چکے تھے۔ نہریں اور کاریزیں بنوائیں، باغات لگوائے۔ زراعت کو فروغ دیا اور مغل بادشاہوں کی باہمی خانہ جنگی کو روکنے کی کوشش کی جو ۱۳۰۰ء سے لے کر ۱۳۵۰ء تک کی عاضی صلح کی شکل میں کام یاب رہی۔ سلطان غازان بہت علم پرور بادشاہ تھا۔ غرض جس تمدن کو تباہ کرنے اور جس مذہب اسلام کا خاتمہ کرنے کے لیے ہلاکو خان کی زندگی بھر کی کوششیں صرف ہوئی تھیں وہ سلطان غازان کے عہد میں اُبھرا اس کے اور اُس کے جانشینوں کے عہد میں داخلی امن، خوش حالی علم اور فنون لطیفہ مثلاً شعر، موسیقی اور مصوری وغیرہ نے بہت فروغ پایا۔ تا آں کہ جب چودھویں صدی مسیحی کے آخری ربع میں وسط ایشیا سے تیموری یلغار کی آندھی اُٹھی اور ایران کی سرزمین میں پہنچی تو شیراز میں حافظ سا شیریں مقال شاعر ''مٹے دو سالہ اور معشوق چار دہ سالہ'' کی شان میں غزل سرائی کر رہا تھا۔

سلطان غضن بہت امن پسند تھا۔ برکہ کے ایک جانشین نوغائی نے جو قپچاق (جنوبی یورپی روس) کا خودمختار بادشاہ بن بیٹھا تھا، سلطان غازان کو اُکسانے کی کوشش کی کہ دونوں مل کر سرائے والگا کے اُردوئے زریں کے خان کا خاتمہ کر دیں لیکن سلطان غازان اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھرے میں نہ آیا۔ اس نے نوغائی سے کہا کہ چنگیز خان کی وصیت مغلوں کو آپس میں لڑنے سے منع کرتی ہے۔ سلطان غازان کی اس امن پسندی کا نتیجہ یہ ہوا کہ چین سے لے کر وسطی اور مغربی ایشیا تک اور یورپ کے تجارتی مرکزوں وینس اور جنوآ تک تجارتی مال کی آمدورفت بلا خوف و خطر شروع ہوگئی۔ اس دور میں ایشیائے کوچک میں سلجوقی اور عثمانی ترکوں کی ریاستیں مغلوں کے اقتدار سے آزاد ہو کر طاقت پکڑ رہی تھیں اور ہندوستان میں سلطان محمود غزنوی اور سلطان محمد غوری کے جانشین حکمرانی کر رہے تھے۔ ان حالات میں سمرقند سے ایک فاتح اعظم امیر تیمور کی شکل میں اُٹھا۔ جس کی یلغاروں نے ایشیا اور یورپ کی وسیع مملکتوں کو پامال کر کے رکھ دیا۔ تیمور ۱۳۸۰ء میں ترکستان کا فرماں روا بنا۔

تیمور ترکی النسل تھا اور ترکوں کے برلاس خاندان کا سردار تھا۔ تیمور نے گھڑ سوار ترکوں کا ایک لشکر جرار منظم کیا اور ترکستان کے چغتائی مغلوں کو اپنا مطیع بنانے کے بعد اس نے دشت قبچاق پر چڑھائی کی جس کے شمالی اقطاع میں اردوئے زریں والے مغل خان حکومت کر رہے تھے۔ مغلوں کا اردوئے زریں شمال کی طرف پسپا ہو گیا تیمور نے ان کا تعاقب کیا۔ ان کے مرکز سرائے کو تاراج کیا اور دریائے والگا کے بالائی حصوں میں پہنچ کر انھیں شکست دی۔ تیموری لشکر روس کی سرزمین کو پامال کرتا ہوا ماسکو کے قریب سے گزرا۔ تیمور نے اس شہر سے تعرض نہ کیا کیوں کہ وہ چنگیز خانی مغلوں کی طرح شہروں کو بلا وجہ تاراج کرنے کے حق میں نہ تھا۔

اردوئے زریں کو شکست دینے کے بعد تیموری لشکر لوٹا اور اب اس نے ایران کی سرزمین پر چڑھائی کی اور اسے پامال کرتا ہوا ایشیائے کوچک کی سرحد تک پہنچ گیا جہاں اس نے عثمانی ترکوں کو شکست دی اور ان سے خراج وصول کیا۔ مصر کے مملوک سلطان نے تیمور کی اطاعت قبول کر لی۔

اس کے بعد تیموری لشکر نے پنجاب پر یلغار کی اور ۱۳۹۸ء میں دہلی پہنچ کر قتل عام کا بازار گرم کیا۔ ہندوستان کی حکومت تغلق بادشاہ سے چھین کر سادات کے حوالے کر دی جو تیمور کے نائب کی حیثیت سے حکومت کرنے پر راضی ہو گئے تھے۔

تیموری یلغاریں بہت بڑی حد تک مغلوں کی یلغاروں سے ملتی جلتی تھیں۔ جو شہر مقابلہ کرتے تھے انھیں نذر آتش کر دیتا تھا۔ جب اسیران جنگ کی تعداد بہت بڑھ جاتی تھی تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھیں قتل کرا دیتا تھا اور دشمنوں کے سر کاٹ کر جابجا کھوپریوں کے ڈھر لگا دیتا تھا۔

تیمور نے جا بہ جا اپنی پسند کے حاکم مقرر کیے جن سے اکثر چنگیز خانی مغلوں کی اولاد سے تھے۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ چنگیز خان اور اس کے جانشینوں کی وسیع سلطنت کا شہنشاہ بن جائے۔ جہاں تک فتوحات کا تعلق ہے، دنیا بھر کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے تیمور کی فتوحات کا حال سن کر ہنری ہشتم شاہ انگلستان نے خاص ایلچی کے ذریعے تیموری دربار میں تحائف بھیجے اور چارلیس ششم شاہ فرانس نے سفارت بھیج کر تجاری تعلقات قائم کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ تیمور کی فوجی تنظیم مغلوں کی عسکری تنظیم سے بہتر تھی۔ اس نے امیرالقدر کا لقب اختیار کر لیا تھا۔ ۱۴۰۴ء میں وہ چین کی سرزمین کو سر کرنے کی مہم پر جا رہا تھا کہ فرشتہ اجل کا پیغام آ گیا۔ تیمور کے جانشین اس وسیع سلطنت کو سنبھالنے کے نااہل ثابت ہوئے یہ سلطنت متعدد ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ ایک مرکز سمرقند میں دوسرا ہرات میں قائم ہوا۔ تیموری یلغار امیر تیمور کے جانشینوں کی کم ہمتی کے باعث ان ملکوں کے لیے تباہی و بربادی کا پیغام ثابت ہوئی جو اس کی زد میں آئے۔ یہ تمام ملک تیمور کی وفات (۱۴۰۴ء) کے بعد بدامنی اور طوائف الملوکی کی صعوبتوں کا گہوارہ بن گئے۔ ترکی کے حالات کو عثمانی سلاطین نے جلد سنبھال لیا لیکن قپچاق، ایران، عراق، شام، عرب، افغانستان، ترکستان اور ہندوستان مدتوں بدامنی کی آماجگاہ بنے رہے اس انتشار کی بدولت جو اس یلغار کا نتیجہ تھا۔ اسلامی ممالک کے باشندے جمود و غفلت کی ایسی نیند سوئے کہ آنے والی صدیوں میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھے۔ تیموری کی پانچویں پشت میں پھر ایک طالع آزما فاتح پیدا ہوا جس نے زندگی کا بہت سا ابتدائی حصہ ترکستان کی خانہ جنگوں میں کئی قسم کے نشیب و فراز دیکھتے ہوئے بسر کیا اور بالآخر کابل میں بادشاہی کی بنیاد ڈال کر ہندوستان پر چڑھائی کی اور دہلی کے تخت پر ترکی النسل خاندان کے بادشاہوں کی حکومت قائم کی۔ یہ ظہیر الدین محمد بابر تھا جس نے ۱۵۲۶ء میں دہلی کے پٹھان بادشاہ ابراہیم لودھی کو شکست دے کر اپنے خاندان کی سلطنت قائم کی جو ہندوستان کی تاریخ میں خاندان مغلیہ کے نام سے موسوم ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کے ترک اور افغان سلاطین

۱۰۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک ہندوستان کی سرزمین ان ترک اور افغان قبائل کی ترکتازوں کا تختہ مشق بنی رہی جو فاتحین کی حیثیت سے اس سرزمین میں داخل ہوئے اور حکمران بن کر اس ملک میں آباد ہو گئے۔

سلطان محمود غزنوی کی یلغاروں کے بعد دریائے ستلج کی وادی تک پنجاب کی سرزمین سلطنت غزنین کا صوبہ بنی رہی۔ ملتان اور سندھ کے صوبے بھی شاہان غزنی کے زیر اقتدار تھے۔ وسطی، مشرقی اور جنوبی ہند میں ہندو راجپوتوں اور دوسرے ہندو راجاؤں کی بیسیوں چھوٹی بڑی ریاستیں قائم تھیں۔ اس ہندو دنیا کا پیش تر حصہ برہمنی مت کا پیرو تھا۔ ہندوستان کے راجے عام طور پر امن کی زندگی بسر کرنے کے عادی تھے لیکن آپس میں رقابت رکھنے کا جذبہ بہت عام تھا جو بسا اوقات باہمی لڑائیوں کی صورت اختیار کر لیتا تھا۔ صدیوں سے اشوک اور چندر گیت کے سوا ہندوستان میں کوئی ایسی بارسوخ اور طاقت ور ہستی پیدا نہ ہوئی تھی جو اس ملک کی بکھری ہوئی طاقتوں کو متحد اور منظم کر لیتی۔ برہمن، پانڈے، راجے، سپاہی پیشہ لوگ اور سودخور ساہوکار عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ زراعت پیشہ حرفہ کار اور ادنیٰ کام کرنے والے لوگوں کی معاشرتی حالت بہت تباہ تھی۔ اُتم جاتی اور نیچ جاتی کے امتیازات بہت ترقی یافتہ صورت اختیار کر گئے تھے۔ ان کیفیات میں ہندوستان پر ترک مسلمانوں نے حملے کیے ۱۰۰۰ء سے پنجاب اور سندھ غزنین کے ترک سلاطین کے زیر اقتدار چلے آ رہے تھے۔ ۱۱۹۳ء میں سلطان محمد غوری نے دہلی اور اجمیر کے راجا پرتھوی راج کو شکست دے کر اس کی مملکت پر قبضہ جما لیا۔ محمد غوری کے سپہ سالار بختیار خلجی یا اختیار خلجی نے بنگالے تک کی سر زمین سر کر لی۔ ۱۱۹۵ء سے ۱۲۰۶ء تک شمالی ہند کی سرزمین غزنین اور غور کی ترکی اسلامی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطنت کا ایک حصہ شمار ہوتی رہی لیکن ۱۲۰۶ء میں سلطان شہاب الدین محمد غوری کی وفات پر اس کا نائب قطب الدین ایبک دہلی کو مرکز بنا کر ہندوستان کی مملکت کا خود مختار فرماں روا بن گیا۔ قطب الدین ایبک نے ہندوستان فتح کرنے کی یادگار کے طور پر دہلی میں ایک بہت اونچا مینار بنوایا جو قطب صاحب کی لاٹ کہلاتا ہے۔ اس مینار کے قریب ایک بہت بڑے برباد شدہ مندر کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ان آثار پر ایک بہت بڑی مسجد کے سامنے کی دیوار کھڑی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قطب الدین نے اس جگہ کے عالی شان مندر کو ڈھا کر ایک بہت بڑی مسجد تعمیر کرانے کا ارادہ کیا تھا لیکن جب ہندوستان کے ہندوؤں نے ہتھیار ڈال کر اطاعت قبول کر لی تو قطب الدین اور اس کے جانشینوں نے اپنی ہندو رعایا کے مذہبی جذبات کی پاس داری کرتے ہوئے مسجد کی تعمیر کا کام رکوا دیا۔ قطب مینار کے سائے میں مندر اور مسجد دونوں کے ناتمام آثار ہندوؤں اور مسلمانوں کی پہلی جنگی حالت اور بعد کی صلح کی کیفیت کا اعلان کر رہے ہیں۔

یہ سلطان قطب الدین کا جانشین سلطان التمش تھا جس کے عہد (۱۲۱۰ء سے ۱۲۳۶ء) میں چنگیز خان کے لشکروں نے وسطی ایشیا، ترکستانات اور ایران و افغانستان کے ملکوں کو تاراج کیا اور سلطان التمش کے لشکر نے دریائے اٹک کے پار چنگیز خان کے ایک سردار کو شکست دے کر ہندوستان کو مغلوں کی تاخت سے بچا لیا۔

۱۲۸۸ء تک اس خاندان کے کئی بادشاہ یکے بعد دیگران حکمران ہوئے چوں کہ وہ سب کے سب پہلے غلام یعنی زر خرید نوکر ہوا کرتے تھے اور ترقی کر کے سرداری اور بادشاہی کے رتبے تک پہنچتے تھے اس لیے ہندوستان کا یہ پہلا حکمران خاندان خاندان غلامان کہلاتا ہے۔ اس خاندان کے عہد میں مملکت کی وسعت کا دائرہ مشرق میں بنگال تک اور جنوب مشرق میں گجرات کاٹھیاواڑ تک جا پہنچا۔ وسطی ہند کے بہت سے راجے دہلی کے باج گزار بن گئے۔

غلاموں کے بعد اقتدار کی زمام خلجی قوم کے ترکوں کے ہاتھ میں منتقل ہو گئی اس خاندان کے ایک بادشاہ سلطان علاؤالدین راس کماری اور رامیشورم تک ہندوستان کا سارا ملک فتح کر لیا۔ جن ہندو راجوں نے لڑے بغیر اطاعت قبول کر لی ان کی ریاستیں برقرار رہیں۔ مغلوں نے سلطان علاؤالدین کے عہد میں بھی (۱۲۹۰ء سے ۱۳۱۶ء تک) ہندوستان میں گھسنے کی متعدد کوششیں کیں لیکن سلطان کے لشکر نے ان کو شکست دی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلجی خاندان کا دور فرماں روائی ۱۳۲۱ء تک رہا اس کے بعد تغلق خاندان کے ترک سلاطین حکمران بنے۔ اس خاندان کے ایک بادشاہ محمد تغلق نے کوہستان ہمالیہ کے دشوار گزار دروں کی راہ سے چین کی مغل سلطنت پر چڑھائی کرنے کے لیے مہم بھیجی جو ناکام رہی۔ محمد تغلق نے دہلی کے بجائے دولت آباد دکن کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ کرنسی (نوٹ) کے طور پر تانبے کا سکہ جاری کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی بہت سی سکیمیں ناکام رہیں۔ محمد تغلق بہت علم دوست بادشاہ تھا لیکن اپنے وسیع اور دور رس منصوبوں کے ناکام رہ جانے کے باعث رعایا کی خوش حالی کے لیے کچھ نہ کرسکا۔ اس کے جانشین فیروز تغلق نے بہت دانائی سے حکومت کی۔ نہریں بنوائیں، زراعت کو ترقی دی، اس کے عہد میں تجارت پھلی پھولی اور رعایا خوش حال ہو گئی۔ فیروز نے سڑکیں بھی بنوائیں اور راستوں کی حفاظت کا انتظام درست کیا۔

۱۳۹۸ء میں تیمور کی یلغار نے آخری تغلق بادشاہ کو تخت سے بے دخل کر دیا اور تغلقوں کی جگہ سادات حکمران بن گئے۔ ان کی حیثیت تیمور کے گورنروں کی سی تھی لیکن جب تیمور کے بعد کوئی پرسان حال نہ رہا تو یہ خود مختار بن بیٹھے۔

سادات خاندان سے لودھی خیل کے پٹھانوں نے زمام اقتدار چھین لی۔ بہلول اور سکندر کے بعد اس خاندان کا تیسرا بادشاہ ابراہیم لودھی تھا جس کے درباریوں اور سرداروں نے کابل کے بادشاہ بابر کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ چناں چہ ۱۵۲۶ء میں بابر کی بارہ ہزار فوج جس کے ساتھ توپ خانہ بھی تھا ابراہیم لودھی کے ایک لاکھ کے لشکر کو جس میں ہاتھی بھی تھے شکست دی۔ اس شکست کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ابراہیم کی فوج کے بہت سے سرداروں اپنے بادشاہ کے مخالف تھے اور بابر سے ساز باز کر چکے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ بابر نے توپیں بھی استعمال کی تھیں جس سے اہل ہند ناواقف محض تھے۔

ان ترک اور پٹھان سلاطین کے دور حکومت میں ہندوستان کے لوگ پہلے کی بہ نسبت زیادہ امن، آرام اور خوش حالی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ ان سلاطین میں سے اکثر پکے مسلمان تھے اور اپنی ہندو تمدن معاشرت اور رواج سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا۔ بعض ترکوں نے ہندو راجوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات بھی قائم کیے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں مذہبی اختلاف کی بنا پر نفرت کے احساسات کا کوئی تاریخی ثبوت موجود نہیں۔ جن میں بسا اوقات ہندو کا اور مسلمان مسلمان کا مخالف ہوا کرتا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرقِ ادنیٰ میں عثمانی ترکوں کا عروج

تیرھویں صدی مسیحی کے آغاز میں جب تاتار اعظم سے چنگیز خانی مغلوں کی یلغاروں کا طوفان اٹھا تو ایشیائے کوچک میں سلجوقی ترکوں کی نوابیاں اور جاگیرداریاں قائم تھیں اور یورپ کے عیسائیوں کی صلیبی مہموں کے باعث اس سرزمین کے بعض قطعات میں یونانی عیسائیوں اور مسیحی صلیبیوں نے بھی قلعے بنا رکھے تھے۔ غرض کرہ ارضی کے اس خطے میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا کہ مشرق سے ترکوں کے نئے قبیلے مغلوں کی یلغار کے دباؤ سے متاثر ہو کر مغرب کی طرف حرکت کرنے لگے۔ ان میں سے ایک قبیلے میں سلجوقی امیر کی اجازت سے چھوٹی سی جاگیر قائم کی اور ارطغرل کے کے بیٹے عثمان نے (۱۲۹۹ء سے ۱۳۲۶ء تک) گردونواح کے سلجوقی امیروں اور یونانی جاگیرداروں کو مغلوب کر کے اپنی ریاست کو اتنی وسعت اور طاقت دی کہ اس کے اقتدار کے سامنے دوسری ریاستوں کا اثر و رسوخ ماند پڑنے لگا۔ چودھویں صدی مسیحی کے اواخر میں جب وسط ایشیا سے تیموری ترکوں کی یلغار کا طوفان اٹھا تو عثمانی ترکوں کے پاؤں ایشیائے کوچک میں اچھی طرح جمے ہوئے تھے۔ اس کے سلطان بایزید اوّل (۱۳۸۹ء سے ۱۴۰۳ء تک) نے امیر تیمور سے شکست کھائی اور گرفتار ہونے کے بعد خراج اطاعت دینا منظور کرلیا اور اپنی مملکت کو اس عالم گیر تباہی سے بچا لیا جو روس، ایران، شمالی ہند اور ترکستان کو تیموری یلغار کے ہاتھوں پیش آئی۔ عثمانی ترکوں نے ۱۳۵۸ء میں در دانیال کو عبور کر کے جزیرہ نمائے بلقان میں اپنے شاہانہ اقتدار کے پاؤں پھیلانے کی کوششیں شروع کردی تھیں اور ۱۴۵۰ء تک عثمانی ترک جنوبی تھریس، مقدونیا، الیریا (یونان) ایپریس (یونان) سرویا اور یوگوسلافیہ پر قابض ہو چکے تھے۔ جزیرہ نمائے بلقان کو زیر تسلط لانے کے باوجود عثمانی سلاطین نے ابتدا میں قسطنطنیہ کی بازنطینی قیصریت سے تعرض کرنا مناسب خیال نہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کیا بلکہ قیصری دربار کی پالیسی بھی بلغاریہ کے لامذہب اور ایشیائے کوچک اور بلقان کے مسلمان ترکوں کے متعلق یہی تھی کہ ان سے اچھے تعلقات قائم کرکے اپنی رہی سہی سیادت کو ان کے حملوں سے محفوظ رکھا جائے۔ قیصری اقتدار صرف قسطنطنیہ اور اس کی نواحی ولایت ہی تک محدود تھا۔ تاہم ترکوں کی نوخیز ریاستیں اور یورپ کی پرانی مملکتیں اس کی دیرینہ عظمت کے باعث اسے احترام اور لحاظ کی نگاہوں سے دیکھتی تھیں۔ اس وجہ سے قسطنطنیہ کو ایک آزاد بندرگاہ، ایک تجارتی منڈی، ایک مالی مرکز اور مال و زر کے تبادلے کا ایک بازار ہونے کی اہمیت حاصل ہوگئی تھی جس سے نہ صرف عثمانی ترک بلکہ یورپ کی دوسری اقوام بھی فائدہ حاصل کرتی تھیں۔ قسطنطنیہ کی قیصری ریاست ترکوں کی سلطنت کے اندر سونے کی ایک جھیل تھی۔ جس سے ترک بہت اقتصادی فوائد حاصل کرتے تھے لیکن ۱۴۵۳ء میں ترک سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کرکے بازنطینی قیصرت کا خاتمہ کردیا۔ قسطنطنیہ کو سر کرنے کی مہم میں ترکوں نے اپنے آبی جہاز خشکی کے راستے اسی میل تک اٹھا کر سمندر میں ڈالے تاکہ قیصر کے جنگی جہازوں سے لڑے بھڑے بغیر وہ سمندر کی راہ سے قسطنطنیہ پر حملہ کرسکیں۔ سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کے عیسائیوں سے بہت اچھا سلوک کیا۔ ان کے جان و مال کو ہر قسم کی امان دی۔ یورپ کے مورخ لکھتے ہیں کہ عیسائیوں سے اچھا سلوک کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ترک ان اقتصادی فوائد سے تمتع حاصل کرنا چاہتے تھے جو قسطنطنیہ کی مرکزیت کے باعث وہاں میسر تھے۔ ترک سلاطین نے قسطنطنیہ پر قبضہ جمانے کے بعد بازنطینی قیصری دربار کے رسم و رواج کو اختیار کرلیا۔ دفتری اقتدار کو تقویت اور ترقی دی۔ جاسوسی کا نظام قائم کیا۔ رشوت کو فروغ دیا اور حرم میں خواجہ سراؤں کو بیگمات اور محلات کے محافظ بنایا۔ یہ سب برائیاں بازنطینی قیصروں کے دربار میں اچھی طرح جاگزیں ہو چکی تھیں جنھیں ترک سلاطین نے مسلمان ہونے کے باوجود بطیب خاطر قبول کرلیا۔ سلطان محمد فاتح ۱۴۸۱ء میں فوت ہوا۔ اس کے جانشین سلطان بایزید ثانی نے یورپ کی اس سرزمین کو فتح کرکے سلطنت کو وسعت دینے کی پالیسی جاری رکھی۔ اس سلطان کے عہد میں ترکوں نے یونان، بلغاریہ اور رومانیہ کو پوری طرح مسخر کرکے پولینڈ کی سرزمین پر چڑھائی کی ترکوں کے لشکر پولینڈ کی سرزمین میں لڑ رہے تھے۔ سلطان بایزید ثانی نے ۱۵۱۲ء میں وفات پائی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصر کے مملوک بادشاہ اور عباسی خلفا

مصر پر سلطان صلاح الدین ایوبی کے جانشینوں نے ۱۱۹۳ء سے لے کر ۱۲۵۰ء تک حکمرانی کی۔ مصر کے ایوبی سلاطین نے قبچاق (بحیرہ کیسپین کے شمالی کی سرزمین) کے ترکوں اور تاتاریوں کی ایک فوج منظم کر رکھی تھی، جن کو وہ تنخواہ دیتے تھے۔ اس فوج کے سپاہی اور سالار مملوک کہلاتے تھے۔ اس فوج کے امیروں اور سالاروں کو مصر کی حکومتی امور میں اس قدر اثر و رسوخ حاصل ہوگیا کہ ایوبی سلاطین کا اقتدار محض برائے نام رہ گیا اور ۱۲۵۰ء میں ایوبی خاندان کے ایک سلطان اشرف موسیٰ کی وفات پر مملوکوں نے اپنے میں سے ایک امیر معزالدین نامی کو سلطان مقرر کر لیا۔ اس طرح مصر میں مملوکوں کے خاندان کی حکومت شروع ہوگئی۔ مملوک پہلے سلطان کی وفات پر اپنے میں سے کسی امیر یا سالار کو سلطانی کی مسند پر بیٹھا دیتے تھے۔ ۱۳۵۰ء سے ۱۳۹۰ء تک مصر کا حکومتی اقتدار بحری مملوک کے ہاتھ میں رہا جن کی چھاؤنی دریائے نیل کے کنارے تھی۔ ازاں بعد زمام حکومت برجی مملوکوں کے ہاتھ میں منتقل ہوگئی جو مصر پر ۱۵۱۷ء تک حکمرانی کرتے رہے۔ مصر کے مملوک سلاطین عام طور پر قبچاقی ترک ہوا کرتے تھے۔ اس لیے ان کی حکومت جبر و طاقت کی حکومت تھی۔ مملوک کے چوبیس امرا میں سے بارہ عسکری تنظیم کو سنبھالے رکھتے تھے اور بارہ ملکی انتظام کرتے تھے۔ جس ملک پر ازمنہ قدیم میں خدائی اقتدار کا دعویٰ کرنے والے فرعون حکومت کر چکے تھے وہاں مسلمانوں کے مملوکوں یعنی زرخرید غلاموں نے اپنے اقتدار کا ڈنکا بجایا۔ سلطان بیبرس الظاہر بھی انھی مملوک امرا میں سے ایک تھا جس نے ۱۲۶۱ء میں ہلاکو خان کو جرنیل قطبوغا کو فلسطین میں شکست دی۔ عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کو ہلاکو خان نے بغداد کو تاراج کرتے وقت ۱۲۵۸ء میں گھوڑوں سے روندوا کر ہلاک کر دیا تھا لیکن عباسیوں کے شاہی خاندان کے بعض افراد بھاگ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر مصر پہنچ گئے۔ سلطان بیبرس نے ان میں سے ایک کو جس کا نام مستنصر باللہ تھا قاہرہ میں پناہ دی۔ مستنصر نے بغداد کو ازسرنو فتح کرنے کی کوشش کی لیکن لڑائی میں مارا گیا۔ مصر کے مملوک سلاطین نے عباسی خلفا کو اپنے ہاں رکھا لیکن ان کی حیثیت محض برائے نام سی تھی۔ قاہرہ میں عباسی خاندان کے خلیفے ۱۵۱۷ء تک خلیفہ اسلام ہونے کے لقب اور خطاب کو سنبھال کر بیٹھے رہے۔ مصر میں انھی کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ بغداد کی عظمت تباہ ہو جانے کے بعد قاہرہ مسلمانوں کا مرکز بنا۔ جہاں پر مملوک سلاطین نے مسلمانوں کی شاندار روایات کو زندہ اور قائم رکھنے کی کوشش کی۔ ۱۵۱۷ء میں قسطنطنیہ کے عثمانی ترکوں کے سلطان سلیم اوّل نے مصر پر چڑھائی کر کے آخری مملوک سلطان توماں بے اشرف کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا اور آخری عباسی خلیفہ المتوکل باللہ کو قسطنطنیہ لے جا کر اس سے قبالہ خلافت کو اپنے نام منتقل کرانے کی تحریری سند حاصل کر لی۔

شمالی افریقہ اور ہسپانیہ:

تیرھویں صدی مسیحی کے آغاز میں شمالی افریقہ کے ملکوں میں جا بہ جا مقامی امرا اور سلاطین کی حکومتیں قائم ہو چکی تھیں جو بغداد اور قرطبہ کے مراکز خلافت کے اقتدار کے زوال کے باعث اپنی جگہ پر خود مختاری سے حکومت کرتے تھے۔ اس صدی کے آغاز میں موحدین کی سلطنت کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا اور اس کی جگہ ٹیونس، الجیریا اور مراکش میں نئے مقامی خاندانوں نے حکومتی اقتدار کی باگ ڈور سنبھال لی۔ ۱۲۰۰ء سے لے کر ۱۵۰۰ء تک کے دور میں شمالی افریقہ کے مسلمان اس طوائف الملوکی کے عالم کا شکار بن گئے اور آب نائے جبل الطارق کے اس پار ہسپانیہ میں عیسائی بادشاہ مسلمانوں کے اقتدار کا خاتمہ کرنے کے لیے مصمّم جدوجہد سے کام لیتے رہے۔ ہسپانیہ کے مسلمانوں کو اس دور میں قاہرہ، بغداد اور قسطنطنیہ کے اسلامی مرکزوں سے تو کسی قسم کی امداد مل نہیں سکتی تھی کیوں کہ یہ ممالک خود طرح طرح کے داخلی انقلابات کا شکار ہو رہے تھے لیکن تعجب کا مقام یہ ہے کہ شمالی افریقہ کے مسلمانوں نے بھی ہسپانیہ کے زوال پذیر اسلامی اقتدار کو سنبھالنے کے لیے کوئی خاص توجہ مبذول نہ کی۔ ۱۲۳۲ء تک شمالی افریقہ کے موحدین اندلس کی اسلامی سلطنت کو عیسائیوں کے حملوں سے بچانے کے لیے سینہ سپر رہے۔ پاپائے روم انوسینٹ سویم نے تیرھویں صدی مسیحی کے آغاز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں فرنگستان کے عیسائیوں کو ہسپانیہ کے مسلمانوں کے خلاف صلیبی لڑائی لڑنے کا فتویٰ صادر کردیا۔ پادریوں نے بادشاہوں امیروں اور عوام کو بہت اشتعال دلایا اور اراگون، نیومیرے اور کیسٹینہ وغیرہ کے ہسپانوی عیسائی بادشاہوں نے متحد ہوکر ہسپانیہ کے موحدین کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ اس صلیبی جنگ میں پرتگال، فرانس اور دوسرے یورپی ملکوں کے رضاکاروں نے بھی حصہ لیا اور پاپائے اعظم کے حکم سے اہل فرنگ نے اس مہم کے دوران میں روزے رکھے اور صلیبی مجاہدوں کی کام یابی کے لیے دعائیں کیں۔ جولائی ۱۲۱۲ء میں موحدوں اور صلیبی تثلیث پرستوں کے درمیان لڑائی شروع ہوئی۔ جس میں چند دن کے معرکوں کے بعد موحدوں نے شکست کھائی۔ موحدوں کے امیر محمد کو شکست کا اتنا رنج ہوا کہ وہ اس غم سے مر گیا۔ اس شکست کے بعد ٹیونس کے مسلمان امرا نے موحدوں کو خراج دینا بند کر دیا اور خود مختار بن بیٹھے۔ موحدین بیس سال مزید ہسپانیہ میں عیسائی باشاہوں سے لڑتے رہے جن کو موحدین کے خلاف بعض مسلمان امرا کی مدد بھی حاصل تھی۔ ۱۲۳۲ء میں ہسپانیہ کی سرزمین میں موحدین کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا اور ۱۲۶۹ء تک شمالی افریقہ کے مسلمانوں نے بھی جابجا خود مختار ریاستیں قائم کر کے اس فرقہ کے حکومتی اقتدار کا جنازہ نکال دیا۔ ہسپانیہ میں موحدین کے زوال کے بعد صرف غرناطہ کے مسلمان رہا سہا بادشاہی اقتدار قائم رکھ سکے۔ غرناطہ کی بادشاہی ۱۲۳۸ء سے ۱۴۹۲ء تک قائم رہی۔ غرناطہ کے بادشاہوں نے ''الحمرا'' کا مشہور اور عالی شان قیصر تعمیر کرایا۔ جس کی تعمیر ۱۲۴۸ء سے شروع ہوکر ۱۳۵۴ء تک جاری رہی۔ یہ قصر ایک سو بیگھہ زمین پر بنایا گیا جس کے دس فربفلک مینار اس کی شان و شوکت کو دوبالا کر رہے تھے۔ یہ قصر فن تعمیر میں عربوں کے کمال کا ایک نمایاں ثبوت تھا۔ اس قصر کے کھنڈر آج بھی موجود ہیں۔ جسے عیسائیوں نے محض از راہ تعصب تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی۔ اس قصر کی اندرونی مسجد مسیحی اقتدار کے عود کرنے کے وقت سے گرجا گھر کا کام دے رہی ہے۔

۱۴۵۰ء میں ہسپانیہ کے تخت شاہی پر ملکہ ازبیلا رونق افروز ہوئی۔ یہ ملکہ اور اس کا شوہر شاہ فرڈیننڈ پندرہ ہزار کا لشکر جرار لے کر غرناطہ پر حملہ آور ہوا۔ شدید لڑائی کے بعد شاہ فرڈیننڈ کی اطاعت مابین صلح ہوگئی۔ جس کی رو سے مسلمان بادشاہ نے شاہ فرڈیننڈ کی اطاعت قبول کر لی اور عیسائیوں کی طرف سے یقین دلایا گیا کہ وہ مسلمانوں کے جان و مال، مذہب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شریعت سے کسی قسم کا تعرض نہیں کریں گے نیز انھیں ہتھیار پہننے کی اجازت ہوگی۔ اس معاہدہ کو طے ہوئے ابھی ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ ملکہ ازبیلا اور شاہ فرڈیننڈ ایک لشکر جرار لے کر غرناطہ میں گھس آئے۔ ہسپانیہ میں مسلمانوں کے اقتدار کی آخری علامت بھی محو کر دی گئی اور مسلمانوں کے سامنے یہ شرط پیش کی گئی کہ اگر وہ دین عیسائیت قبول کر لیں گے تو انھیں ملک کے اندر رہنے کی اجازت مل جائے گی ورنہ انھیں اپنا مال و متاع اور جائیداد چھوڑ کر ہسپانیہ کی سرزمین سے نکل جانا پڑے گا۔ غرناطہ کا آخری مسلمان بادشاہ ابوعبداللہ ہسپانیہ سے رخصت ہونے لگا تھا تو اس نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر سے غرناطہ کی طرف آخری نگاہ ڈالی اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے ابوعبداللہ کی ملکہ عایشہ نے کہا جس سلطنت کی تو مردوں کی طرح حفاظت نہ کر سکا اس کے چھن جانے پر عورتوں کی طرح کیوں رو رہا ہے؟ یورپ کے مورخ لکھتے ہیں کہ سترہ سال کی مدت میں ہسپانیہ کی سرزمین سے تیس لاکھ مسلمان دیس بدر کیے گئے۔ جن کے آباؤ اجداد نے ہسپانیہ کی سرزمین کو سرسبز و شاداب کر کے رشک بنا دیا تھا اور اس ملک کے عیسائیوں کو سات سو سال کی خوش حالی اور فارغ البالی کی زندگی عطا کی تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ جنھوں نے علوم و فنون کو نہ صرف ایجاد کیا بلکہ بہت بڑی حد تک معراج ترقی کی طرف لے جا کر نوع انسانی کے شرف کی سطح بلند کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرق بعید کے ملک

۱۳۶۸ء تک چین میں چنگیز خان کی اولاد خاقان چین کی حیثیت سے حکمرانی کرتی رہی۔ چنگیز خانی مغلوں کے بادشاہ اور امرا کبلائی خان کے عہد سے خالص چینی معاشرت اور چینی تمدن اختیار کر چکے تھے اور چینی مورخ مغلوں کے حکمران خاندان کو یوآن خاندان کا نام دیتے تھے۔ ۱۳۶۸ء میں چینیوں نے کبلائی خان کے آخری جانشین کے خلاف بغاوت کا بلند کیا۔ یہ بادشاہ اپنے پڑ دادا کبلائی خان کی عظمت کے گیت گاتا ہوا منگولیا کی طرف چلا گیا اس کے بعد چین کے حکومتی اقتدار کی زمام منگ خاندان کے باشاہوں نے سنبھالی جو خالص چینی نژاد تھے۔ یہ خاندان ۱۶۴۳ء تک چین کے تخت شاہی پر متمکن رہا۔ اس خاندان کے بادشاہ شستہ علمی ذوق رکھنے والے حکمران تھے۔ جاپان، ہند چینی، سیام اور برما میں مقامی راجے حکمران بن گئے جنھوں نے چین کی مغل سلطنت کے زوال کے بعد آزاد اور خود مختار ریاستیں قائم لیں۔ ۱۲۹۳ء میں خان اعظم کبلائی خان کے لشکر نے جاوا پر چڑھائی کی تھی جسے جاوا کے ایک ہندو راجے نے پریشان کر کے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد ہندو راجا جس کی راجدھانی کا نام مجاپاھت تھا سارے جاوا کا حکمران بن گیا۔ ۱۳۴۳ء تک مجاپاھت کے حکمرانوں نے سماٹرا کا جزیرہ، ملایا میں سنگا پور اور پیہانگ کی ریاستیں، بالی اور بورنیو کے جزیرے سر کر لیے اور ۱۳۶۴ء تک مجاپاھت کے بادشاہ سارے جزیرہ نمائے ملایا اور قابض ہو گئے اور ان کا حلقہ اقتدار مشرق میں نیوگنی کے مغربی حصوں اور آسٹریلیا کے شمال مغربی ساحل تک پھیل گیا۔ اس طرح شرق الہند میں مجاپاھت کی سلطنت بہت وسعت اور طاقت حاصل کر گئی لیکن ۱۳۸۹ء کے بعد اس سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ سماٹرا کے ایک کتبے سے راجا آدتیہ ورمان کی شان و شوکت کا حال ظاہر ہوتا ہے۔ یہ راجا تنترا مت کی پُراسرار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسموں کا بہت دل دادہ تھا۔ ۱۳۷۵ء میں اسے کشیٹ راجا بنایا گیا اور اس تقریب پر نہ صرف غیر معمولی فواحش کی رنگ رلیاں منائی گئیں بلکہ راجا نے شمشان بھومی میں انسانوں کی نعشوں کے ڈھیر پر تخت جمایا اور انسانوں کو قربان کر کے ان کا خون پیا اور گوشت بھون کو کھایا۔ کتبے میں اس جشن کا حال ایک قصیدے کی شکل میں درج ہے۔ ۱۴۷۸ء میں جاوا کی ایک ماتحت ریاست کے ہندو راجے مجاپاھت خاندان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ سماٹرا اور جاوا کے ساحلوں پر مدت سے عرب مسلمانوں کی بستیاں اور نو آبادیاں قائم ہو رہی تھیں۔ عربوں کی تبلیغی سرگرمیوں نے بہت سے جاویوں کو مسلمان بنا لیا اور اس طرح طاقت حاصل کر کے متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر لیں جو مجاپاھت کے ہندو راجاؤں کی باج گزار تھیں لیکن ۱۵۱۳ء میں مغربی جاوا کے ایک سلطان پتی انوس نامی نے پرتگیزوں کے بحری بیڑے کو شکست دے کر بہت شہرت و طاقت حاصل کر لی۔ اس سلطان نے ۱۵۲۲ء میں جاوا کی آخری ہندو ریاست کا خاتمہ کر دیا۔ عرب مبلغوں نے جن میں شیخ مولانا کا نام بہت مشہور ہے جاوا اور سماٹرا، ملایا، بورنیو اور فلپائن میں دین اسلام کو بہت پھیلایا۔ سولھویں صدی مسیحی کے آغاز میں شرق الہند کے ملکوں میں عرب مسلمان اور مقامی مسلمان ان ہندوؤں کے جانشین اور وارث بن چکے تھے جو نہ معلوم کتنی صدیوں سے ان ملکوں میں آباد اور ان پر قابض چلے آ رہے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقوامِ فرنگ کا اضطراب اور بیداری

مزید صلیبی مہمیں :

ہم گزشتہ دور کے حالات میں بیان کر آئے ہیں کہ فرنگستان (یورپ) کی عیسائی قومیں بارھویں صدی مسیحی میں مسلمانوں کے خلاف مذہبی تعصب کے جذبے سے بہت متاثر رہیں جو وقتاً فوقتاً ایک عام ہیجان کی صورت اختیار کر کے صلیبی مہموں، یلغاروں اور جنگوں پر منتج ہوتا رہا۔ ۱۲۰۰ء کے قریب یعنی ۱۱۸۹ء میں شاہان یورپ کی تیسری بڑی صلیبی مہم وقوع پذیر ہوئی جس میں بار بروسا شاہ فرانس اور رچرڈ شیر دل شاہ انگلستان بھی شامل تھے۔ اہل صلیب اس مہم میں یروشیلم کا مقدس شہر فتح کرنے سے قاصر رہ گئے اور انھیں سلطان صلاح الدین ایوبی امیر مصر کی جنگی، سیاسی اور اخلاقی صلاحیتوں اور خوبیوں کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہی بن آئی۔ تاہم اہل فرنگ کا یہ مذہبی اضطراب کم نہ ہوا چناں چہ تیرھویں صدی مسیحی کے آغاز میں انھوں نے ایک چوتھی صلیبی مہم کی طرح ڈالی جو ۱۲۰۲ء میں وینس کے تجارتی شہر سے شروع ہوئی۔ صلیبیوں کا لشکر ۱۲۰۳ء میں قسطنطنیہ پہنچا جہاں بازنطینی قیصر حکمران تھے۔ قسطنطنیہ کے عیسائی قیصر صلیبیوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے اس لیے اس لشکر نے جو مسلمانوں کے خلاف مذہبی لڑائی لڑنے کے لیے آیا تھا قسطنطنیہ پر حملہ کر دیا اور بازنطینی قیصر کو معزول کر کے ایک لاطینی قیصر کو اس کی جگہ متمکن بنا دیا۔ ۱۲۰۴ء سے ۱۲۱۱ء تک قسطنطنیہ میں صلیبیوں کا بنایا ہوا یہ لاطینی قیصر حکمرانی کرتا رہا اس کے بعد پھر پرانے خاندان کا ایک وارث قیصر بنا۔

یورپ کے پادریوں نے جب دیکھا کہ ان کی دعاؤں، برکتوں، کرامتوں اور پیش گوئیوں کے باوجود ایک بھی صلیبی مہم کام یابی اور کامرانی کے درجے تک نہیں پہنچ سکی تو انھوں نے یورپ کے طول و عرض میں یہ انوکھا پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلیبی مجاہدین سال خوردہ ہونے کے باعث گناہوں سے آلودہ ہوتے ہیں اس لیے مسلمانوں کے خلاف اگر بارہ سال سے کم عمر کے معصوم بچوں کا لشکر بھیجا جائے تو فتح یقینی ہے۔ اس دور کے عوام کے مذہبی اعتقادات کا عالم یہ تھا کہ ۱۲۱۲ء میں معصوم بچوں کا لشکر جس کی تعداد بارہ پندرہ ہزار سے کم نہ تھی۔ یورپ سے چلا جس کے ایک حصے کو جو جہازوں پر لاد کر سرزمین شام کی طرف روانہ کیا گیا تھا بردہ فروشوں نے بیچ کھایا۔ دوسرا لشکر اٹلی کی سرزمین میں سفر کرتا ہوا مر کھپ گیا۔ ۱۲۲۱ء میں جوان عیسائیوں کے ایک صلیبی لشکر نے سرزمین مصر پر چڑھائی کی جسے شکست کھا کر تتر بتر ہونا پڑا۔ یہ اہل فرنگ کی پانچویں صلیبی مہم ۱۲۳۰ء میں واقع ہوئی لیکن یہ لشکر کشی کے بجائے ایک قسم کی سیاسی گفت وشنید تھی۔ جرمن ایمپرر فریڈرک دوم نے قسم کھائی تھی کہ وہ مسلمانوں کے خلاف مہم لے کر جائے گا۔ معصوم بچوں کے لشکر کی تباہی کے بعد پاپائے اعظم نے فریڈرک کو اپنا حلف یاد دلانے کے لیے کئی پیغام بھیجے لیکن جرمن بادشاہ لیت ولعل سے کام لیتا رہا۔ آخر ۱۲۳۰ء میں وہ لشکر لے کر مصر گیا جہاں جا کر اس نے لڑنے کے بجائے شاہ مصر سے ملاقات اور گفتگو کی۔ اس گفت وشنید کے نتیجے میں دونوں کے درمیان ایک پرائیوٹ معاہدہ طے ہوگیا جس کی رو سے شاہ مصر نے یروشلیم کا مقدس شہر فریڈرک کے حوالے کردیا۔ پاپائے اعظم شاہ جرمن کے اس رویے کو شبہ کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اس لیے اس نے فریڈرک کا مقاطعہ کردیا۔ فریڈرک نے یروشلیم پہنچ کر جب تاج شاہی زیب سر کرنا چاہا تو سر پر تاج رکھنے کی رسم ادا کرنے کے لیے کوئی پادری موجود نہ تھا، فریڈرک نے خود اپنے ہاتھوں تاج اپنے سر پر رکھا اور اکیلا واپس آگیا۔ اٹلی پہنچ کر اس نے پاپائے اعظم کی خوب خبر لی اور اسے مقاطعہ کا فتویٰ منسوخ کرنے پر مجبور کردیا۔

اس واقعہ کے بعد پاپائے اعظم کے ایما سے یورپ اور فلسطین کے عیسائیوں نے مسلمانوں کے خلاف پھر سازشیں شروع کردیں۔ اس لیے ۱۲۴۴ء میں سلطان مصر نے یروشلم پر پھر قبضہ جما لیا جسے چودہ سال پہلے وہ مصالحانہ گفت وشنید سے فریڈرک شاہ جرمن کے حوالے کر چکا تھا۔

۱۲۵۰ء میں فرانس کے بادشاہ لوئیس نہم نے ساتویں صلیبی مہم اختیار کی اور مصر پر حملہ کر دیا۔ سلطان مصر معزالدین ایبک عرف توران شاہ نے اسے قید کرلیا۔ عیسائیوں نے زر فدیہ دے کر شاہ فرانس کو سلطان مصر کی قید سے رہائی دلائی۔ لوئیس نہم نے چند سال بعد ٹیونس پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چڑھائی کی جہاں وہ تپ میں مبتلا ہوکر فوت ہوگیا، جس کے باعث اہل فرنگ آٹھویں کی صلیبی مہم بھی ناکام رہی۔ ۱۲۶۷ء میں فرانس کے بادشاہ لوئیس اور برطانیہ کے پرنس آف ویلز ایڈورڈ نے متحد ہوکر فلسطین و شام پر چڑھائی کی لیکن سلطان بیبرس نے انھیں شکست دے کر ملک سے نکال دیا۔ اس طرح عیسائیوں کی نوویں صلیبی مہم کو بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔[1] اس موقع پر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ عین اسی زمانے میں وسط ایشیا کے مسلمانوں (ترکوں، ایرانیوں اور عربوں) کو منگولوں یعنی چنگیز خانی مغلوں کی بے پناہ یلغار کا مقابلہ بھی درپیش تھا، جس نے ان کی سیاسی طاقت اور ان کے تمدن کو بہت بڑی حد تک تباہ و برباد کرکے ملیامیٹ کر دینے میں کوئی کسر باقی اٹھا نہ رکھی تھی۔ مصر کے مملوک سلطان بیبرس نے نہ صرف ہلاکو خاں کے مغلوں کو شام و فلسطین سے نکالا بلکہ عیسائی صلیبیوں سے بھی متعدد شہر اور قلعے چھین کر انھیں ملک سے بے دخل کر دیا۔

پاپائی اقتدار، اصلاحی تحریکیں اور اقتصادی شورشیں :

تیرھویں صدی مسیحی کے آغاز میں یورپ کے عیسائی باشندے روما کے پاپائے اعظم کو اپنا دینی پیش وا تسلیم کرتے تھے اور یورپ کے دنیوی اقتدار کے سامنے فرنگستان کے بادشاہ، نواب اور جاگیردار سب پانی بھرتے تھے۔ دسویں اور گیارھویں صدی میں پاپاؤں نے صلیبی جنگوں کے نام پر اپنا اقتدار بڑھانے کی کوشش کی لیکن صلیبی جنگوں کی پے در پے ناکامیوں کے باعث یورپ کے عوام پادری گردی سے بیزار ہونے لگے۔ بادشاہوں کے دل میں یورپ کی سیادت سے منحرف ہونے کے خیالات ترقی کرنے لگے۔ خود پادریوں میں آزاد خیال مصلح پیدا ہونے لگے۔ ان وجوہ کی بنا پر ۱۲۰۰ء سے ۱۵۰۰ء تک کے اس دور میں فرنگستان کی سرزمین میں دینی اور دنیوی حیثیت کی کئی تحریکیں انھیں جن کا مقصد ایک طرف پادریوں کے اقتدار سے نجات حاصل کرنا اور دوسری جانب نوابوں اور جاگیرداروں کی لوٹ کھسوٹ کے خلاف

۱- یورپ کے عیسائیوں کو یروشلیم اور فلسطین کی مقدس سرزمین پر قبضہ جمانے میں ۱۸-۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں جاکر کامیابی حاصل ہوئی جب کہ اتحادیوں (برطانیہ اور فرانس) کی فوجوں میں ہندوستان اور افریقہ کے مسلمان بھی شامل تھے اور فلسطین، عراق اور حجاز کے عرب مسلمان عثمانی ترکوں کے اقتدار سے بیزار ہوکر عیسائیوں کی امداد کر رہے تھے۔ (مولف)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احتجاج کرنا تھا۔ چرچ آف روم یعنی پاپائے اعظم کے کلیسائی نظام کی تنگ دلی، تنگ نظری، جاہ طلبی، اقتدار خواہی اور زر پرستی نے قسطنطنیہ کے بزنطینی کلیسائی نظام کو پہلے ہی سے بے زار کر رکھا تھا۔ تیرھویں صدی مسیحی مین جرمنی اور انگلستان کے بعض پادریوں نے پاپائی اقتدار کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا اور انسانی ضمیر کی آزادی کے حق کا پروپیگنڈا کرنے لگے۔ دینوی اقتدار رکھنے والے بادشاہوں، امیروں اور نوابوں نے جو پاپائے اعظم کی سیادت سے نالاں تھے ایسی مذہبی تحریکوں کی حمایت شروع کردی جن کا مقصد پوپ کے خدائی اختیارات کو کم کرنا تھا۔ جرمنی کا فریڈرک دوم (۱۲۱۲ء سے ۱۲۵۰ء تک) پہلا باغی بادشاہ تھا جسے پاپائے اعظم کے دربار سے کئی دفعہ مقاطعہ کی سزا دی گئی لیکن اس نے پوپ کے احکام کو ہمیشہ بے اعتنائی کی نگاہ سے دیکھا۔ آخر ۱۲۳۰ء میں اس بادشاہ نے یورپ کو مجبور کر دیا کہ اس کے خلاف مقاطعہ کے فتویٰ کو منسوخ کر دے۔ ۱۳۰۳ء میں یورپ بونیفیس کو شاہ فرانس کے ایجنٹوں نے گرفتار کرکے قیدی بنا لیا۔ اس حادثہ عظمیٰ پر سارا مسیحی یورپ خاموش رہا اور فرانس کی رائے عامہ نے اپنے بادشاہ کے اس اقدام کی کھلم کھلا حمایت کی۔ فرانس والوں نے ایک فرانسیسی پادری کو پوپ بنا کر کھڑا کردیا، جس نے فرانس کے ایک شہر اویگان میں اپنا مذہبی اکھاڑا قائم کیا۔ ۱۳۷۸ء میں روما میں بھی ایک اور پوپ گدی نشین ہوا اور اس طرح دو پوپ بن گئے۔ ایک کا مرکز اویگان (فرانس) تھا جس کا فتویٰ فرانس، ہسپانیہ، سکاٹ لینڈ، پرتگال اور جرمنی کی متعدد ریاستوں میں چلتا تھا۔ دوسرے کا مرکز روما (اٹلی) میں تھا جسے انگلستان، ہنگری، پولینڈ اور شمالی یورپ کے باشندے اپنا دینی پیش وا تسلیم کرتے تھے۔ ۱۴۱۷ء میں کانسٹینس میں پادریوں کا ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ایک متحدہ پوپ منتخب کیا گیا لیکن ۱۴۳۷ء میں پھر دو پوپ بن گئے، جنھیں یورپ کے مختلف ملکوں کے بادشاہوں یا ایک ہی ملک کے مختلف لیکن باہم دگر حریف نوابوں کی حمایت حاصل تھی۔ پاپائی اقتدار سے نجات حاصل کرنے کی خواہش کے نتائج مختلف صورتوں میں رونما ہوتے رہے۔ عوام میں عیسائیت کو عقل پر پرکھنے کی تحریک جاگزیں ہونے لگی۔ عام لوگ پوپ یا اس کے مقرر کیے ہوئے پادریوں سے فتویٰ لینے کے بجائے خود بائیبل کا مطالعہ کرنے لگے اور عوام کی یہ خواہش ترقی کرنے لگی کہ مذہب اپنے اصلی رنگ میں جلوہ گر ہوکر انھیں مذہبی اور دنیوی جابروں اور ظالموں کے ظلم دے نجات دلائے۔ انگلستان کے شہر اوکسفورڈ کے ایک پادری وائیکاف نامی نے پاپائے اعظم کے جابرانہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقتدار کے خلاف وعظ کہنے کی مہم شروع کردی اور اس عقیدہ کی تلقین کی کہ انسان کا ضمیر آزاد ہے اس لیے ہر انسان کو پوپ کے احکام کے بجائے اپنے ضمیر کی آواز پر کان دھرنے چاہئیں۔ وائیکاف نے اپنی زندگی میں (۱۳۲۰ء سے ۱۳۸۴ء تک) انگلستان اور جرمنی کے بہت سے پادری، امرا اور عوام اپنے ہم خیال بنا لیے۔ ۱۳۹۶ء میں ایک جرمن پادری جان ہیس نامہ نے بوہیمیا (جرمنی) میں وائیکاف کی حمایت میں تقریریں شروع کردیں۔ ۱۴۱۲ء میں پوپ کے دربار سے جان ہیس کے خلاف دانا پانی بند کا فتویٰ صادر ہوا اور جان ہیس سے باز پرس کی گئی۔ اسے اپنے خیالات تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا۔ جان ہیس کے انکار پر پوپ کے کلیسائی نظام نے ۱۴۱۶ء میں اس اور اس کے ایک ساتھی اور دوست جیروم کو جو پریگ کا باشندہ تھا زندہ جلائے جانے کی سزا دی۔ پاپائی غضب کی آگ اس پر بھی مطمئن نہ ہوئی بلکہ ۱۴۱۸ء میں وائیکاف کی ہڈیاں قبر سے نکال کر نذر آتش کردی گئیں۔ ۱۴۱۹ء میں بوہیمیا میں جان ہیس کے پیروؤں نے پاپائی اقتدار کے خلاف بغاوت کا علم بلند کردیا۔ پوپ نے ان سب کو مرتد قرار دے کر دین داروں کو ان کے خلاف بھڑکایا اور فتویٰ دے دیا کہ ان کے خلاف لڑنا اور انھیں تباہ و برباد کرنا مقدس مذہبی فریضہ ہے۔ پوپ کے ماننے والے عیسائیوں کے ایک لشکر نے جان ہیس کے پیروؤں پر چڑھائی کی لیکن آزاد خیال عیسائیوں کے خلاف راسخ العقیدہ عیسائیوں کی یہ پہلی صلیبی جنگ ناکام رہی۔ ۱۴۲۱ء میں دوسری کوشش کی گئی۔ اسے بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اسی طرح دو اور مہمیں ناکام رہیں۔ ۱۴۳۱ء میں پوپ نے نوے ہزار پیادہ اور چالیس ہزار سواروں کا ایک لشکر جرار مرتدین کو سزا دینے کے لیے بھیجا لیکن یہ لشکر ۱۴ اگست کو محض اہل بوہیمیا کی آمد کا شور سن کر بھاگ نکلا۔ ۱۴۳۴ء میں خود جان ہیمس کے پیروؤں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ آپس میں لڑ پڑے۔ انتہا پسند فرقہ کو جو دنیوی حیثیت سے مساوات جاری کرنے کا حامی تھا شکست ہوئی۔ دوسرا فرقہ جس کی حمایت امرا کر رہے تھے، قائم رہا۔ جرمنی کی طرح یورپ کے دوسرے ملکوں میں بھی عوام میں امرا کے ظلم سے نجات حاصل کرنے کی تحریکیں پیدا ہوئیں۔ مثلاً ۱۳۶۰ء سے ۱۳۸۱ء تک کینٹ (انگلستان) کا ایک پادری جسے امرا نے دیوانہ مشہور کر رکھا تھا معاشرتی مساوات کی تلقین کرتا رہا۔ ۱۳۸۱ء میں انگلستان میں کسانوں نے امرا کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا۔ لندن کے میئر نے رچرڈ دوم شاہ انگلستان کی آنکھوں کے سامنے کسانوں کے سرغنہ کو قتل کر دیا اور کسانوں کی تحریک فیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگئی۔ اسی طرح ۱۳۵۸ء میں فرانس میں کسانوں کی شورش برپا ہوئی جسے امرا نے اپنی فوجی طاقت سے دبا دیا۔ جرمنی میں ۱۴۸۰ء سے ۱۵۰۰ء تک کسانوں کی شورشیں رونما ہوتی رہیں جو اپنا مقصد حاصل کرنے میں کام یاب نہ ہوسکیں۔ فرنگستان کے عوام کی یہ تحریکیں اور شورشیں ظاہر کرتی ہیں کہ اس دور میں یورپ کے باشندے پادری گردی اور امرا کے ظلم و جبر سے بہت تنگ آئے ہوئے تھے اور انھیں ان ظالموں سے نجات حاصل کرنے کی کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی تھی۔

علمی تفتیش اور فنی تحصیل کا ذوق :

۱۲۰۰ء تک فرنگستان کے باشندے علم وفن کی تحصیل و ترقی کے اعتبار سے یکسر کورے اور جانگلو تھے۔ حالاں کہ اس وقت تک اندلسیہ (ہسپانیہ) اور عراق و مصر کے عرب اور ان کے زیر اقتدار بسنے والی اسلامی دنیا علمی لحاظ سے بہت نمایاں ترقی کرچکی تھی عرب اور عجم کے مسلمان علمی تحقیق و تفتیش کا ذوق رکھنے کے باعث اپنے ہاں کے تمدن کو بہت بلند سطح پر پہنچا چکے تھے کہ انھیں پہلے یورپ کے وحشیوں کی صلیبی مہموں سے سابقہ آن پڑا اور ۱۲۰۰ء کے بعد تیرھویں صدی مسیحی میں تاتاری مغلوں کی یلغاروں نے ان کے تمدن کو خاک میں ملا دیا۔ اندلسیہ کا اسلامی تمدن یورپ کے جاہل عیسائیوں کے حملوں کی نذر ہوگیا اور بغداد کا اسلامی تمدن مغلوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوا۔ یہ دونوں مرکز ہر قسم کے علم وفن کی ترقی کے گہوارے تھے، جہاں انسان کے فکر و ذہن کو جلا ملتی تھی۔ یورپ کے لوگ عربوں اور مسلمانوں کی علمی ترقیات کو کفارہ کا جادو قرار دیتے تھے اور اسے سیکھنے اور حاصل کرنے سے مذہباً کنارہ کش رہتے تھے۔ پادری گردی نے ان میں یہ خیال عام کر دیا تھا کہ مسلمان دجال کے پیرو ہیں، اس لیے راسخ العقیدہ عیسائیوں کو ان کی ہر چیز سے نفرت کرنی چاہئے۔ عیسائیت کے معتقدات نے جو ان میں رائج ہوکر جڑ پکڑ چکے تھے انھیں بہت ضعیف الاعتقاد اور توہم پرست بنا کر رکھا تھا۔ اس وقت تک اہل یورپ اسکندر اعظم کی مہم، رومنوں کے عروج، یونانی مفکروں اور حکیموں کی ابتدائی علمی دریافتوں اور مصر کے بطلیموسیوں کی علمی تحقیقاتوں کے حال سے ناواقف محض بن چکے تھے۔ ان میں دنیا اور اس کے احوال کے متعلق وہ عجیب وغریب داستانیں زبان زد خاص و عام تھیں جو پادری لوگ ان کے سامنے بیان کرتے تھے۔ ان کے عام معتقدات یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے کہ زمین چپٹی اور مسطح ہے جس کی خشکی کو چاروں طرف سے سمندر کے پانیوں نے گھیر رکھا ہے سورج اور ستارے اس کے گرد گردش کرتے ہیں۔ زمین نچلی تہ میں بالشتئے رہتے ہیں۔ دور مشرق میں کتوں کا سا سر رکھنے والے انسان بستے ہیں۔ باغ عدن جہاں آدم اور حوا نے بائیبل کے بیان کے مطابق شعور کا پھل کھایا آسمانوں میں ہے اور وہی سرزمین جہاں وہ آسمان سے گرا کر زمین پر پھینکتے گئے شمالی مغربی ایشیا کے کسی پہاڑ میں واقع ہے۔ پادریوں، راہبوں، ولیوں، اور متبرک انسانوں کو خدائی طاقتیں حاصل ہیں، اس لیے وہ جب چاہیں کرامتیں ظاہر کرسکتے ہیں۔ پاپائے اعظم میں خدا اور مسیح کی روح حلول کرسکتی ہے۔ غرض اس قسم کے اعتقادات رکھنے والے لوگ تھے جنھوں نے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں میں مسلمانوں میں اندھا دھند مذہبی جوش کے ساتھ حصہ لیا لیکن صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے ساتھ متصادم ہونے کے باعث، نیز ہسپانیہ کی اسلامی خلافت کی روایات کی بدولت یورپ کے بعض اشخاص کے دماغوں میں علمی روشنی کی شعاعیں داخل ہونے لگیں اور انھوں نے فنون کو اپنانے کی کوشش کی جن کے بل پر مسلمان انھیں ہر جنگ میں شکست دیتے تھے اور انھیں مطیع بنا کر رکھتے تھے۔ تاہم تیرھویں صدی مسیحی کے آخر تک جب وینس کا ایک فرنگی مارکو پولو خاقان چین کبلائی خان کے متمدن دربار میں بیس سال ملازمت کرنے کے بعد اپنے وطن پہنچتا ہے تو اس کے اہل وطن اس کے بیان کردہ حالات کو تعجب کے کانوں سے سنتے ہیں اور اسے جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ مارکو پولو ۱۲۹۵ء میں بیس سال کے بعد وینس پہنچا۔ جنیوا والوں کی لڑائی ہوگئی جس میں وہ اپنے شہر کی طرف سے شامل ہوا اور جینوا والوں کے ہاتھ گرفتار ہوگیا۔ زمانہ اسیری میں اس نے اپنے سفر کے حالات ایک فرانسیسی ادیب کو سنائے جو اس کی طرح قیدی تھا۔ اس فرانسیسی ادیب نے مارکو پولو کی داستان حیات قلم بند کرلی اور رہائی پانے پر سیاحت نامے کی شکل میں شایع کردی۔ اس سیاحت نامے میں چین، تاتار، خطا، ملایا، ہند اور ایران کے چشم دید حالات درج تھے، جنھیں یورپ کے لوگ باور کرنے کے لیے آمادہ نہ تھے۔ ان کے خیال کے مطابق خاقان چین کے دربار کی شان، چین کے علی تمدن، موتیوں، الماسوں اور زر و سیم کی افراط، ہندوستان اور ایران کے عجائبات وغیرہ کی داستانیں ناممکن محض تھیں۔ اس لیے انھوں نے مارکو پولو کو جھوٹوں کا پیر ہونے کا خطاب دیا۔ یورپ کے لوگ کہتے تھے کہ یہ کیسا سیاح ہے جس نے نہ تو شجر زندگی دیکھا نہ بحر ظلمات کے پار جاکر آب حیات کے چشمے کا سراغ لگایا نہ یاجوج

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و ماجوج کی دیوار دیکھی نہ مشہور عوام جان ایشیائی کا حال بتایا جو ان کے تصورات کے مطابق سنہری ریت پر بنے ہوئے عظیم الشان محلات میں رہتا تھا۔ نیز اس نے کوہستان الموت کے پیر تسمہ پا (باطنیوں کے شیخ الجبل) کو انسانوں جیسا ظاہر کیا، حالاں کہ وہ ان کے خیال کے مطابق حیرت انگیز کمالات رکھنے والا جادوگر تھا۔ مارکو پولو نے دنیا کے صحیح صحیح حالات بیان کیے لیکن انھیں باور نہ کیا گیا۔ نزع کے عالم میں پادری نے مارکو پولو سے جھوٹ بولنے پر توبہ کے لیے کہا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے حقیقت حال بیان کی ہے بلکہ جو کچھ میں نے دیکھا وہ سب بیان نہیں کر سکا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اوریسی سسلی میں بیٹھ کر دنیائے معلوم کا صحیح نقشہ تیار کر چکا تھا اور مشرق کے وحشی مغل عالم گیر اقتدار حاصل کر کے اتنے متمدن ہو گئے تھے کہ انھیں یورپ والوں کے حالات بخوبی معلوم تھے۔ مارکو پولو اور اس کے بھائی نے وسطی یورپ کی راہ سے مغلوں کے ساتھ تجارتی راہ و رسم پیدا کرنے کی کوشش کی تاکہ چین کے نوادر اس راہ سے منگوا کر یورپ میں فروخت کر سکیں مارکو پولو کی وفات کے بعد اس کا سفر نامہ اہل یورپ میں بہت مقبول ہوا۔ ان کی آنکھیں کھلنے لگیں۔ مغلوں کی یلغاروں کے باعث ان پر مارکو پولو کے بیان کی سچائی کھلنے لگی اور یورپ کے تاجر گولکنڈے (جنوبی ہند) کے ہیروں اور شرق الہند کے گرم مصالحوں کے خواب دیکھنے لگے۔ مارکو پولو نے ایسے جزیروں کا حال بھی بیان کیا تھا جن کے محلات پر سونے کی خولیں چڑھی ہوئی ہیں اور جہاں موتی بہ افراط ملتے ہیں۔ ان بیانات کو صحیح سمجھنے کے باعث اہل فرنگ میں سیاحت اور طالع آزمائی کا عام شوق پیدا ہوا۔ تاہم چودھویں صدی مسیحی کے وسط تک مشرق کے متعلق اہل یورپ کی بے خبری کا عالم یہ تھا کہ جب ہلاکو خان کے پوتے ارغون خان نے ایک ایشیائی پادری ربن سوما نامی کو جو نسلاً یوغور ترک تھا شاہان یورپ کے دربار میں اس غرض کے لیے بھیجا کہ انھیں مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر آمادہ کرے تو پاپائے اعظم کے دربار میں بارہ پادریوں کی ایک کونسل کے سامنے اس کے ساتھ حسب ذیل گفتگو ہوئی:

سوال: تم کیوں آئے ہو؟

جواب: مغلوں اور مشرق کے کیتھولک (راسخ العقیدہ) عیسائیوں نے مجھے پاپائے مقدس کے دربار میں چٹھیاں دے کر بھیجا ہے۔

سوال: تم جہاں سے آئے ہو وہ زمین کا کون سا خطہ ہے۔ تم کیوں آئے ہو۔ یہ کیتھولک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیسائی کہاں رہتے ہیں؟

جواب : بغداد میں۔

سوال : تم وہاں کیا ہو؟

جواب : میں وہاں کی خانقاہ کا بڑا راہب (ڈیکن) ہوں۔

سوال : مسیح کے شاگردوں میں سے تم کو کس نے دین کی تعلیم دی جس کا تم دعویٰ کرتے ہو؟

جواب : مرٹاس، مرادی اور مرماری نے ہمیں یہ دین سکھایا۔ ہم آج تک اسی پر قائم ہیں۔

سوال : ہمیں تعجب ہے کہ تم ایک عیسائی اور ایک خانقاہ کے ڈیکن ہوکر مغلوں کے بادشاہ کا پیغام لائے ہو۔

جواب : یہ بادشاہ شام وفلسطین کی سرزمین فتح کرنا چاہتا ہے اور آپ کی امداد کا خواہاں ہے تاکہ یروشلم کو مسلمانوں سے نجات دلائی جائے۔ اس لیے اس نے مجھے جو عیسائی ہوں آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ میرا اعتبار کرسکیں۔

اس گفتگو ہی سے پتہ چل سکتا ہے مشرق کے حالات کے متعلق یورپ کے بڑے دربار کی معلومات کس پایہ کی تھیں۔ ربن سوما سال بھر روما میں بیٹھا انتظار کرتا رہا لیکن پاپائے اعظم کی طرف سے اسے کوئی جواب نہ مل سکا۔ شاید صلیبی جنگوں کی ناکامی کی تلخ یاد نے پاپایان روم کو مایوس کر رکھا تھا۔

جہالت اور توہم پرستی کے اس دور دورہ میں مارکو پولو کے سفر نامے نے اہل یورپ کے دماغوں میں وسعت پیدا کی۔ ہسپانیہ میں بچے کھچے عرب خاندانوں کی بدولت جنھیں اسلامی خلافت کے زوال کے بعد وہاں کے عیسائی بادشاہوں نے دین مسیحی اختیار کرنے پر مجبور کردیا تھا، کچھ علمی روایات اور فنی تحصیلات باقی رہیں جن کی افادیت نے بعض لوگوں کو علم وفن کی تحصیل پر راغب کردیا۔ ان حالات میں یورپ والوں نے اہل مشرق سے کاغذ بنانے اور کاغذ بنانے کا فن سیکھا۔ جسے بغداد کے عربوں نے ان چینی قیدیوں سے حاصل کیا تھا جو ۷۵۱ء کی جنگ سمرقند میں گرفتار ہوکر آئے تھے۔ تیرھویں صدی مسیحی میں اٹلی کے بعض کارخانے اچھا کاغذ بنانے لگے تھے اور چودھویں صدی مسیحی میں یہ صنعت جرمنی میں فروغ پانے لگی۔ اس کے ساتھ ہی یورپ میں بلاک کی چھپائی کا کام بھی شروع ہوگیا جو چین میں صدیوں پہلے سے رائج تھا ۱۴۴۶ء میں ہالینڈ کے شہر ہارلیم میں کوسٹر کا مطبع قائم ہوا۔ ۱۴۶۵ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اٹلی میں متعدد چھاپے خانے کام کرنے لگے اور ۱۴۷۷ء میں ویسٹ منسٹر انگلستان میں کاکسٹن کا مطبع کھل گیا ان مطبعوں کی وجہ سے کتابیں بہ افراط چھپنے لگیں۔ اہل یورپ کے تاریک دماغوں میں علم کی روشنی پھیلتی گئی۔ وہ دنیا کے حالات سے باخبر ہونے لگے۔ اس کے علاوہ جس چیز نے اہل فرنگ کی طالع آزمائی کے شوق کو ترقی دی وہ اضطراب یعنی کمپاس کے استعمال سے واقفیت حاصل کرنا تھی۔ اصطرلاب عرب جہاز رانوں کی ایجاد تھی جس کا استعمال یورپ کے ملاحوں نے اندلسیہ کے عربوں سے سیکھا۔ اس ایجاد کی بدولت ہسپانیہ اور پرتگال کے ملاح اور بحری تاجر بڑی بڑی مہمیں اختیار کرنے لگے جن پر پہلے صرف عرب ملاحوں (اور تاجروں کی اجارہ داری قائم تھی۔ علم کے آفتاب کی کرنیں دورِ نہضت (۶۰۰ء سے ۱۲۰۰ء) ہی میں عربوں کی وساطت سے یورپ میں پہنچنے لگی تھیں جن کی طرف سے فرنگستان کے عیسائی مذہبی تعصب کی بنا پر آنکھیں بند کر لیتے تھے لیکن ان کرنوں کے اثرات آہستہ آہستہ ظاہر ہونے لگے اور یورپ میں جابہ جا پادریوں کی مخالفت کے علی الرغم ایسی درس گاہیں کھل گئیں جن میں بعض لوگ عیسائی دین داروں کو ''کافروں'' یعنی مسلمانوں کے علوم و فنون کی تعلیم دیتے تھے۔ ان درس گاہوں میں یونان کے پرانے حکما کا فلسفہ ازسرنو عربوں کی وساطت سے رائج ہوا جسے اہم یورپ کلیتہً فراموش کر چکے تھے۔ ۱۱۲۵ء کے قریب ایک فرنگی فلاسفر اوگر بیکن نے ارسطو کے فلسفہ پر ایک تنقیدی رسالہ لکھا جس کی طرف اہل فرنگ نے صدیوں توجہ مبذول نہ کی۔ علم الکیمیا عرب سائنس دانوں کی ایجاد تھا جس کی طرف یورپ کے بعض دماغ متوجہ ہوئے۔ پوپوں، پادریوں، بادشاہوں اور نوابوں کو نئے نئے زہر بنوانے کے لیے ایسے لوگوں کی تلاش رہتی تھی جو کیمیاوی مرکبات تیار کر سکیں۔ چناں چہ اہل یورپ نے کیمیا کا علم خاص جستجو سے عربوں سے حاصل کیا۔ تیرھویں اور چودھویں صدی مسیحی میں یورپ کے اندر ایسے کیمیا گروں کی بہتات نظر آنے لگی سونا چاندی بنانے اور اکسیر تلاش کرنے کی جدوجہد میں سرگرداں رہتے تھے۔ اس دور میں یورپ کے بعض اشخاص نے علم ہیئت اور جوتش کی تحصیل کی طرف بھی توجہ مبذول کی جو عربوں، ہندوؤں اور چینیوں میں صدیوں پہلے سے رائج ہو کر بہت فروغ حاصل کر چکے تھے۔ پندرھویں صدی مسیحی میں یعنی ۱۴۰۰ء کے بعد پیرس (فرانس)، اوکسفورڈ (انگلستان)، بولونا (ہسپانیہ) اور بعض دوسرے مقامات پر اچھے خاصے دارالعلوم قائم ہو گئے اور ایسے عالم پیدا ہونے لگے جنھوں نے مختلف علوم میں تحقیقات کی اور نئے نظریے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم کیے۔ پندرھویں صدی مسیحی ایسی صدی ہے جس میں اہل یورپ نے علم وفن کے اعتبار سے دنیائے متمدن کے برابر پہنچنے کی کوششیں جاری رکھیں۔ اس صدی سے اہل فرنگ کی بیداری اور تمدنی ترقی کا آغاز ہوا جس کا حال اگلی فصلوں میں بیان کیا جائے گا۔

یورپ کی سیاسی اور تمدنی حالت :

۱۲۰۰ء سے ۱۵۰۰ء تک کے دور میں یورپ کی سیاسی کیفیت یہ تھی کہ جرمنی، فرانس، ہسپانیہ، پرتگال، پولینڈ اور انگلستان میں شاہی حکومتیں قائم تھیں۔ ان بادشاہوں کی طاقت و قوت کا انحصار ان نوابوں اور جاگیرداروں پر تھا جو زمین کے بڑے بڑے ٹکڑوں پر قابض تھے اور ان ٹکڑوں میں اپنے اپنے قلعے رکھتے تھے۔ بعض خطوں میں چھوٹی چھوٹی شہری ریاستیں بھی قائم ہوئیں جو اپنا انتظام پنچایتی طریق سے کرتی تھیں۔ بعض ریاستیں کسی ڈیوک یا پرنس کے زیر اثر ہوتی تھیں اور بعض ایسی بھی تھیں جو بادشاہوں اور نوابوں کو دور ہی سے سلام کرنے پر اکتفا کر لیتی تھیں۔ چھوٹے بڑے نواب اپنی اپنی جاگیروں میں اختیارات مطلقہ کے مالک ہوا کرتے تھے اور رعایا کو دبانے اور بادشاہ کی امداد کرنے کے لیے مسلح اشخاص کی جمعیتیں پالتے تھے۔ تمام بادشاہ اور جاگیردار پاپائے اعظم کے دربار کے تابع فرمان سمجھے جاتے تھے اور اس سے خائف رہتے تھے۔ جرمنی کا بادشاہ فریڈرک دوم (۱۲۱۲ء سے ۱۲۵۰ء تک) پہلا دنیوی حکمران تھا جس نے پاپائی اقتدار سے بے اعتنائی کا برتاؤ کیا۔ ازاں بعد دوسرے بادشاہ بھی پوپ کو دھتا بتانے لگے۔ تا آں کہ ۱۳۰۳ء میں فرانس کے ایک بادشاہ نے پاپائے اعظم کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا اور اس کی جگہ ایک فرانسیسی پادری کو پوپ بنا کر اپنے ملک میں نیا پاپائی دربار قائم کر دیا۔ اس دور کا ایک اہم سیاسی واقعہ انگلستان کے بادشاہ جان کا وہ فرمان اعظم (میگنا چارٹا) ہے جو اس ملک کے امیروں اور نوابوں نے ۱۲۱۵ء میں اپنے جاگیردارانہ حقوق کے دائمی تحفظ کے متعلق بہ جبر حاصل کیا۔ یہی فرمان اعظم بعد میں چل کر پارلیمنٹری طرز حکومت اور انگلستان کے دستور و آئین کا سنگ بنیاد ثابت ہوا۔ اس کی بدولت انگلستان میں بادشاہوں کے اختیارات محدود اور امرا کے حقوق محفوظ ہو گئے۔ اس فرمان کی رو سے انگلستان کی پارلیمنٹ میں بادشاہ، امرا اور چرچ کے نمائندوں کے علاوہ ملک کے مختلف حلقوں کے دو دو نمائندے بھی شامل ہونے لگے۔ ان نمائندوں کو جائیداد رکھنے والے اشخاص منتخب کر کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھیجتے تھے۔ مدعا یہ تھا کہ وہ ٹیکس لگانے کے معاملہ میں بادشاہ کو مشورہ دیا کریں۔ اس طرح ۱۲۶۵ء میں برطانی پارلیمنٹ کے ایوان عام کی داغ بیل ڈالی گئی۔

روس کی عیسائی سلطنت کا ظہور :

اس دور کا ایک اور اہم سیاسی واقعہ زار روس کی نئی سلطنت کا ظہور ہے جس پر پہلے اردوئے زریں والے مغل خان حکومت کرتے تھے۔ اس وسیع میدانی علاقہ کے جسے اب یورپی روس کہا جاتا ہے نواب اور جاگیردار اردوئے زریں والے خان اعظم کو خراج ادا کیا کرتے تھے۔ قازان، کیف، ماسکو وغیرہ میں نارمن قوم کے جاگیردار متمکن تھے اور یورپی روس کے جنوبی اقطاع میں قازق یا کاسک نسل کے خانہ بدوش عیسائی قبیلے جاگزیں تھے جو پرانے سیتھینوں، سلافیوں اور مغلوں وغیرہ کی نسل سے تھے۔ اردوئے زریں کے خوانین، مسلمان تھے جو روس کے نوابوں اور جاگیرداروں سے محض خراج لینے پر اکتفا کرتے تھے۔ ۱۲۶۹ء میں امیر تیمور کی طوفانی یلغار نے قپچاق کے اردوئے زریں والے خان کے اقتدار کو بہت نقصان پہنچایا اور ان کی طاقت بہت کچھ کم ہوگئی۔ روس کے جاگیرداروں پر خان کا رعب کم ہوگیا۔ تاہم پندرھویں صدی مسیحی کے وسط تک یہی حالت قائم رہی۔ اردوئے زریں کے خان عیسائیوں کے ساتھ بہت رواداری سے پیش آتے تھے انھوں نے گرجاؤں اور خانقاہوں کو خراج سے مستثنیٰ قرار دے رکھا تھا۔ خوانین کی اس رواداری کے باعث روس میں پرانے یونانی کلیسائی نظام کو بہت تقویت حاصل ہوئی اور اس طرح ایک جداگانہ روسی کلیسائی نظام کی بنیادیں استوار ہونے لگیں۔ ۱۴۶۲ء میں ماسکو کا بڑا ڈیوک (نواب آئی ون) سویم نامی ایک جری اور باہمت شخص مقرر ہوا۔ اس ڈیوک نے ۱۴۷۲ء میں قسطنطنیہ کے بازنطینی شاہی خاندان کی ایک شہزادی سے شادی کی، جس کے اقتدار کا ستارہ ۱۴۵۳ء میں سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں غروب ہو چکا تھا۔ اس شادی کے باعث آئی ون سویم اپنے آپ کو بازنطینی قیصریت کا وارث سمجھنے لگا اور اس نے بازنطینی قیصروں کا نشان اپنا لیا۔ اس ڈیوک نے اردوئے زریں کے خان کو کم زور پاکر ۱۴۸۰ء میں خراج دینے سے انکار کردیا۔ خود روس کا خود مختار فرماں روا بن بیٹھا اور اپنے لیے زار یعنی قیصر کا لقب اختیار کر لیا۔ ۱۵۰۰ء میں آئی ون سویم زار روس نے نووو گراڈ کی شمالی نارمن جمہوری ریاست کو فتح کر کے اپنی سلطنت اسود سے لے کر بحیرہ،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالٹک تک وسعت دی۔

اس دور کے اواخر میں یورپ کی تمدنی کیفیات میں بھی کچھ بہتری کے آثار پیدا ہونے لگے۔ شہر اور قصبے آباد ہوئے۔ تجارت پھلنے پھولنے لگی۔ قانون اور رواج قائم ہوا۔ گاتھک طرز کی خوبصورت عمارتیں تعمیر ہونے لگیں۔ امرا کا طبقہ حکمرانی اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتا تھا عوام کی اقتصادی حالت اچھی نہ تھی اس لیے ان میں طالع آزمائی کا شوق بہت ترقی پذیر رہا۔ مختلف ملکوں میں نوابوں اور جاگیرداروں کے خلاف کسانوں کی شورشیں رونما ہوئیں جن کو عسکری قوت سے دبا دیا گیا۔

اہل فرنگ کی بحری مہمیں :

پندرھویں صدی مسیحی کے آغاز میں مشرق ادنیٰ اور بلقان کے ملکوں پر عثمانی ترک اپنے تسلط و اقتدار کے قدم جما رہے تھے۔ تاہم قسطنطنیہ کا شہر قدیم بازنطینی قیصروں کی راجدھانی ہونے کے باعث مشرق و مغرب کی تجارت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ جہاں یورپ اور ایشیا کے تاجر اپنے اپنے مالوں کا تبادلہ کرتے تھے۔ ۱۴۰۳ء میں سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کو فتح کر کے قیصریت کا خاتمہ کر دیا۔ ہر چند ترک حکمران اپنے عیسائی مفتوحین کے ساتھ بہت حسن سلوک سے پیش آئے لیکن بازنطینی قیصریت کے ختم ہو جانے کے باعث مسیحی یورپ میں ان کے خلاف نفرت و عناد کا جذبہ بہت ترقی کر گیا اور یورپ کے تاجروں نے قسطنطنیہ کی تجارتی منڈی کا مقاطعہ کر دیا۔ مشرق ادنےٰ میں مسلمان ترکوں کے عروج و اقتدار کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنیوا، ہسپانیہ اور پرتگال کی بحری تجارت کے بڑے بڑے مرکزوں نے نئی نئی منڈیوں کی تلاش شروع کر دی۔ بحیرہ روم میں ترکی بیڑے کے طاقتور ہونے کے باعث متذکرہ صدر تجارتی مرکزوں کے تاجروں اور ملاحوں نے مشرق کے بجائے مغرب کی طرف تجارتی سفر شروع کر دیے اور قدیم زمانے کے فینیقی تاجروں کی طرح ان کے جہاز افریقہ کے مغربی ساحل اور یورپ کی مغربی اور شمالی ساحلوں کو کھنگالنے لگے۔ بحر اوقیانوس اور بحر شمالی میں انھیں بادبانی جہاز استعمال کرنے کی ضرورت پیش آ گئی۔ اصطراب یعنی کمپاس کا استعمال وہ بغداد اور اندلسیہ کے عربوں سے سیکھ چکے تھے۔ دورِ نہضت (۱۶۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک) میں عربوں کے زیر اقتدار رہنے اور ان سے راہ و رسم رکھنے کے باعث ہسپانیہ اور اٹلی کے لوگوں میں علمی تحقیقات کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذوق بھی پیدا ہو چکا تھا۔ عربوں کی بہت سی علمی دریافتیں اور ایجادیں اندلسیہ کی اسلامی خلافت کے زوال کے بعد اہل فرنگ کے ہاتھ لگ چکی تھیں۔ یورپ کی اقتصادی اور معاشرتی مشکلات نے اہل فرنگ میں طالع آزمائی کا اضطراری جوش پیدا کر دیا تھا۔ ان وجوہ کی بنا پر جنیوا، ہسپانیہ اور پرتگال کے تاجر ملاحوں نے بڑی بڑی بحری مہمیں اختیار کیں۔ ناروے کے ہنسا تاجر بھی بادبانی جہاز لے کر آئیس لینڈ تک جانے لگے اور آئیس لینڈ کے نارمن باشندے گرین لینڈ تک آمدورفت رکھتے تھے۔ بعض طالع آزما اس سے بھی آگے جا کر ون لینڈ (شمالی امریکہ) تک پہنچے اور یہ رپورٹ لائے کہ وہاں کا موسم خوش گوار ہے۔ اسی طرح پرتگیزی ملاحوں نے ۱۴۵۴ء میں افریقہ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ راس الورد تک بحری سفر کیا۔ کناری، مدیرا اور ازورس کے جزیزے دریافت کیے جو افریقہ کے مغربی ساحل سے بادبانی جہازوں کی چند روزہ مسافت پر واقع تھے۔ ۱۴۸۶ء میں ایک پرتگیزی ملاح دیاز نامی نے اپنے بادشاہ کے دربار میں رپورٹ پیش کی کہ وہ افریقہ کے جنوبی سرے کو دیکھ کر آیا ہے۔ اٹلی ہسپانیہ اور پرتگال کے بحری تاجر ہندوستان اور چین کے ساتھ قدیم تجارتی راستہ کے مسدود ہو جانے کو بہت بری طرح محسوس کرتے تھے۔ اس لیے ان کی محفلوں میں ہندوستان تک پہنچنے کے نئے راستوں کی دریافت کے متعلق بہت چرچا رہتا تھا۔ ایک ہسپانوی ملاح کولمبس نامی نے شاہ ہسپانیہ کے دربار میں اس مضمون کی عرضی پیش کی کہ اگر اسے آٹھ نو بادبانی جہاز مل جائیں تو وہ مغرب کی طرف سفر کر کے ہندوستان تک پہنچنے کی مہم اختیار کرنے کے لیے آمادہ ہے۔ کولمبس کہتا تھا کہ جب زمین گیند کی طرح گول ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مغرب کی طرف سفر کر کے ہندوستان تک پہنچنا ممکن نہ ہو۔ شاہ ہسپانیہ کے دربار نے کولمبس کی امداد کی حامی بھر لی اور کولمبس ۱۴۹۲ء میں دو یا تین بادبانی جہاز لے کر بحر ظلمات (اوقیانوس) کے نامعلوم سمندروں میں مغرب کی طرف چل کھڑا ہوا۔ دو ماہ کے سفر میں انھیں پانی کے سوا اور کوئی شے نظر نہ آئی کولمبس کے ساتھی ملاح گھبرا گئے لیکن سفر کو جاری رکھنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ چند دن کے مزید سفر کے بعد انھیں فضا میں کچھ پرندے اُڑتے ہوئے دکھائی دیے اور ان کی ڈھارس بندی۔ پھر تیشے سے چھلا ہوا بانس سمندر کے پانی میں تیرتا ہوا نظر آیا جس سے انھیں یقین ہو گیا کہ وہ کسی ایسی سرزمین کے قریب پہنچ گئے ہیں جہاں انسان بستے ہیں۔ ۱۱/ اکتوبر ۱۴۹۲ء کو دو ماہ نو دن کے سفر کے بعد انھیں رات کے وقت روشنی نظر آئی اور ۱۲/ اکتوبر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی صبح کو خشکی دکھائی دی۔ کولمبس کے جہاز اس خشکی پر لنگر انداز ہوگئے۔ یہ نئی دنیا یعنی براعظم امریکہ کے مشرقی سمندروں کا ایک جزیرہ تھا۔ جسے کولمبس نے ہندوستان کے مغربی سمندروں کا ٹاپو خیال کیا۔ اس جزیرے کے قریب اور بھی بہت سے جزائر تھے۔ کولمبس نے ان سب کا نام جزائر غرب الہند قرار دیا۔ کولمبس اس کام یاب سفر کے بعد خوش بہ خوش واپس لوٹا۔ اہل ہسپانیہ کو خبر دی کہ بحر ظلمات (اوقیانوس) کے اس پار نئی دنیا موجود ہے۔ اس کام یابی نے ہسپانیہ والوں کے حوصلے بہت بڑھا دیے۔ چناں چہ ۱۴۹۳ء میں کولمبس ۱۷ جہازوں اور پندرہ سو آدمیوں کی دوسری بڑی مہم لے کر نئی دنیا کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد ہسپانیہ کے لوگ بادبانی جہاز بنا بنا کر نئی دنیا پر ٹوٹ پڑے۔ نئے نئے ملک اور نئے نئے جزیرے دریافت کرنے کا شوق ترقی کرتا گیا اور فرنگستان سے امریکہ کی طرف نقل مکانی کرنے کی تحریک عام ہوگئی۔

ہسپانیہ والوں کی طالع آزمائی سے متاثر ہو کر ۱۴۹۷ء میں ایک پرتگیزی ملاح واسکوڈے گاما افریقہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ چکر کاٹتا ہوا راس امید سے گھوم کر زنجبار پہنچا اور زنجبار سے ایک عرب ملاح کو بدرقہ بنا کر مشرق کی طرف چلا تو سیدھا کالی کٹ پہنچ گیا جو جنوبی ہند کے مغربی ساحل کی ایک مشہور بندرگاہ ہے۔ واسکوڈے گاما نے کالی کٹ میں ملیباز کے راجا زمیورن کے دربار میں پیش ہو کر تجارتی آمدورفت کی اجازت حاصل کی۔ اس طرح ہندوستان کے دروازے اہل فرنگ پر کھل گئے جسے وہ سونا، ریشم، گنا اور انواع و اقسام کی دوسری نادر پیداواریں اُگلنے والی زمین سنا کرتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور جمود کی تین صدیاں

۱۲۰۰ء سے لے کر ۱۵۰۰ء تک کے سہ صد سالہ دور میں اگرچہ مشرق و مغرب میں مختلف اقوام کی حرکت و جنبش کے بڑے بڑے واقعات پیش آئے اور نوع انسانی کی آبادیاں کئی قسم کے سیاسی اور معاشرتی تغیرات کا شکار ہوتی رہیں لیکن اس دور میں اقوام عالم کے کسی طبقہ نے علمی حیثیت سے نہ تو کوئی نیا اور نمایاں انکشاف کیا اور نہ تمدنی اعتبار سے کوئی غیر معمولی تبدیلی وقوع پذیر ہوئی دور نہضت کی علمی ترقیات اور فنی تحصیلات نے انسان کی معیشت کے معیار اور اس کے تمدن کی سطح کو جس حد تک بلند کر دیا تھا، اس در میں اس سے آگے کسی قوم نے بہت کم ترقی کی۔ صرف اتنا ہوا کہ دورِ نہضت کی علمی اور فنی تحصیلات دور و دراز کے ملکوں میں عام ہوتی گئیں اور پندرھویں صدی مسیحی میں یورپ کے باشندے بھی علم و تمدن کی اس سطح پر پہنچ گئے جس پر اہل مشرق ان سے صدیوں پہلے پہنچ چکے تھے۔ عربوں کے تمدن کا ایک بڑا مرکز ہسپانیہ میں تھا تیرھویں صدی مسیحی کے آخر میں یورپ کے جاہل عیسائیوں کے ہاتھوں کاملاً تاراج ہو گیا اور دوسرے بڑے مرکز کو جو مشرق ادنےٰ کے ملکوں میں تھا بارھویں صدی مسیحی میں اہل متمدن اور ترقی یافتہ مسلمان یورپ کے وحشیوں کی یلغاروں کو روکنے میں بہت کچھ کام یاب ہوتے رہے لیکن تیرھویں صدی مسیحی کے آغاز میں تاتار اعظم سے چنگیز خانی مغلوں کی جہاں سوز یلغار کا جو طوفان اُٹھا، اسے کسی ایسی جگہ پر روکنے میں کام یاب نہ ہو سکے جو ان کے شش صد سالہ تمدن کی عمارت کو بچانے کے لیے دیوار اعظم کا کام دیتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چنگیزی مغلوں نے جو تاتار کے وحشی تھے۔ ترکستان، ایران، عراق، ایشیائے کوچک اور شام تک مسلمانوں کی متمدن آبادیوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ مسلمانوں کے قتل عام کے باعث لاکھوں ایسے اشخاص اس دنیا سے رخصت ہو گئے جن کے سینے قسما قسم کے علوم کے خزینے اور جن کے دماغ رنگا رنگ کے فنون کے چراغ تھے۔ چنگیزی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغلوں کی وحشیانہ یلغار سے صرف مصر اور ہندوستان کے متمدن ملک بچ سکے۔ جن میں سے علمی تفتیش و کاوش کے لیے چنداں موزوں نہیں تھے۔ تاہم ہندوستان کے ترک غلاموں، تغلقوں، خلجیوں اور لودھی پٹھانوں نے علوم و فنون کی پرورش اور سرپرستی میں اپنی طرف سے سعی و کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور ہندوستان میں تعمیر خطاطی، نقش و نگار، باغبانی اور بوستانی کو بہت ترقی دی۔ ایران و عراق کے بچے کھچے اہل کمال مصر و ہند پہنچے جن کی بدولت بغداد کے تمدن کی ترقی یافتہ صنعت و حرفت کی یادگاریں دنیا میں باقی رہ گئیں۔ ہندوستان میں پتھر کی عظیم الشان عمارتوں کی تعمیر کا کام پہلے دور ہی سے شروع ہو چکا تھا۔ اس دور میں بھی بڑی بڑی سنگی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ ۱۲۰۶ء سے ۱۲۴۰ء تک کے عرصہ میں دہلی کا قطب مینار بنا جس کی بلندی دو سو اُٹھاون فٹ ہے۔ یہ مینار اور اس عہد کی بنی ہوئی بعض دوسری عمارتیں، مقبرے، مسجدیں، مندر اور قلعے وغیرہ آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔ تیرھویں صدی مسیحی میں مغلوں کی یلغار کے باعث ایران اور عراق میں پرانے تمدنی آثار مٹ گئے اور نئی عمارتیں بہت کم تعمیر ہوئیں۔ مصر کے مملوکوں اور عثمانی ترکوں نے اپنی مملکت میں بعض شان دار مسجدیں اور مقبرے تعمیر کرائے۔ یورپ میں بھی تعمیر کا فن اس دور میں بہت ترقی کر گیا اور بڑے بڑے محلات ایوان سنگی قلعے اور گرجے بنتے گئے۔

چودھویں صدی مسیحی میں چین اور ایران کے مغل حکمران بھی متمدن ہو گئے۔ چین کے خاقان اعظم کبلائی خان کا دربار مشرق و مغرب کے ارباب کمال کا مرجع بن گیا تھا جس کے باعث چینی تمدن کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ چین خوش قسمتی سے اس تباہی اور بربادی سے بچ گیا تھا جو مغلوں کے ہاتھوں ایران و عراق کو پیش آئی کیوں کہ مغلوں کی بڑی پارلیمنٹ میں چین کے شہروں کو تباہ کرنے کی تجویز منظور ہوتے ہوتے رہ گئی تھی۔

اس دور میں دنیا بھر کا معاشرتی نظام جاگیردارانہ رہا۔ امرا اور خوانین بڑی بڑی جاگیروں کے مالک ہوتے تھے جو کسانوں سے لگان وصول کرتے تھے۔ یہ امرا خوانین اور نواب اپنی اپنی مسلح جمعیتیں رکھتے تھے اور قومی جنگ کے وقت اپنے لشکر لے کر شامل ہوتے تھے اور اپنے بادشاہ کی امداد کرتے تھے۔ اہل حرفت نقدی یا جنس کی صورت میں اپنی محنتوں کا حصہ وصول کرتے تھے۔ ارباب کمال نوابوں، خانوں، امیروں اور بادشاہوں کے دربار میں رہتے اور گراں قدر وظیفے پاتے تھے۔ تجارت بہت پہلے سے عالم گیر حیثیت اختیار کر چکی تھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسے اس عہد میں تاتاری مغلوں کی وسیع سلطنت کے باعث بہت فروغ حاصل ہوا۔ چین کے شہروں سے لے کر وسطی یورپ تک تجارتی شاہراہ قائم ہو گئی جس پر قافلے چلتے تھے۔ چین، ہندوستان، ایران، عراق اور یورپ میں بادشاہوں نے تجارتی ترقی اور آمد و رفت کی سہولت کے لیے لمبی لمبی سڑکیں تعمیر کرائیں۔ زراعت کی ترقی کے لیے نہریں کھدوائیں۔ دریاؤں پر پل تعمیر کرائے۔ غرض رفاہِ عامہ کے کاموں کی طرف اس دور کے حکمران خاصی توجہ مبذول کرنے لگے تھے۔ ایران، ہندوستان اور چین کے شعرا اور ادبا کی سرگرمیوں نے کافی عروج حاصل کیا۔ فارسی اور چینی زبانوں کے لٹریچر میں بہت قابل قدر اضافہ ہوا۔ اس دور میں اہل مشرق کے رؤسا، امرا، شرفا اور سلاطین کی توجہ زیادہ تر باغبانی، خطاطی، نقش و نگار، بوستانی عمارات کی تعمیر، شکار، سیاست، شعر خوانی کے مشاغل کی طرف مبذول رہی۔ موسیقی اور رقص کے فنون نے بھی بہت ترقی کی۔

اس دور میں مذہب اسلام کی اشاعت بہت زوروں پر رہی۔ حالاں کہ مسلمانوں پر صلیبی جنگوں اور مغلوں کی یلغاروں ایسی جہاں سوز آفتیں نازل ہوتی رہیں۔ دور نہضت میں عربوں کے بعد ایرانیوں، ترکوں اور شمالی افریقہ کے باشندوں نے دین اسلام اختیار کیا تھا۔ اس دور میں وہی مغل اور تاتاری حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ جنھوں نے اپنے عروج کے آغاز میں نہ صرف مسلمانوں کے تمدن کو برباد کر دیا تھا بلکہ ترکستان، ایران اور عراق و شام میں مسلمانوں کا قتل عام کر کے اسلامی آبادیوں کو خون کا غسل دیا تھا۔ اس دور میں مذہب اسلام کی اشاعت تاتار، چین اور مشرق بعید کے ملکوں تک جاگزیں ہو گئی۔ قبچاق اور جنوب مشرقی روس کے اردوئے زریں کے سردار برکہ خان، ہلاکو خان کے پڑپوتے غازان اور امیر تیمور نے مغلوں کو مسلمان بنانے میں بہت جدوجہد کی۔ غرض عرب و عجم کے جو مسلمان جنگ کے میدان میں مغلوں کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہ گئے تھے۔ انھوں نے ڈیڑھ دو سو سال کے عرصہ میں مغلوں کی روحوں کو فتح کر کے انھیں دین اسلام کا خادم بنا لیا۔ مذہب اسلام کی اس اشاعت کے لیے اس دور کے عالموں اور صوفیوں کی سرگرمیاں ذمہ دار ہیں جو مغلوں کے ہاتھوں میں شکست کھانے کے بعد مسلمانوں میں بہت ترقی پذیر ہوئیں۔ اسلامی تصوف کا مقصد و مدعا انسان کے وجدان کی ایسی تربیت کرنا قرار پایا جس سے انسان اپنے دنیوی فرائض کو کما حقہ ادا کرتے ہوئے خدا سے لو لگائے رکھے اور اسرار قدرت کا عرفان حاصل کرتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلا جائے۔ اس لیے مسلمان صوفی بدھ مت کے بھکشوؤں، ہندو جوگیوں اور سادھوؤں اور عیسائی راہبوں کی طرح دنیا اور اس کے علایق کو ترک نہیں کرتے تھے اور نہ ایسا کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ اسلام کے علاوہ اس دور میں عیسائیت، بدھ مت اور ہندو دھرم کے پیرو بھی یورپ، چین اور ہندوستان میں لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں موجود تھے۔ البتہ زرتشتیوں، مانی کے پیروؤں اور یہودیوں کی تعداد بہت کم ہوگئی۔ اس دور میں ہر جگہ کے لوگ مذہبیت کی طرف بہت زیادہ مائل تھے۔ یورپ اور اسلامی ممالک کی بہت سی سیاسی تحریکیں مذہبی جذبات و خیالات کی بنا پر چلائی گئیں۔ جن میں اہل فرنگ کی صلیبی جنگیں اور مسلمانوں میں شمالی افریقہ کے مرابطیوں، موحدوں، مصر کے فاطمیوں، ایران کے باطنیوں وغیرہ کی تحریکیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ فرنگستان کے عیسائیوں میں پاپائے اعظم کو روحانی اور مذہبی پیشوا ہونے کی جو حیثیت حاصل تھی وہی آہستہ آہستہ مسلمانوں میں خلیفۃ المومنین کی بن گئی۔ اس دور میں دونوں کے دنیوی اور سیاسی اقتدار میں بہت کچھ کمی واقعہ ہوگئی کیوں کہ بادشاہوں، نوابوں اور امیروں کے طبایع مطلق العنانی اور خود مختاری کی طرف زیادہ مائل تھے۔

اس دور کی آخری نصف صدی کے قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اہل مشرق اپنے سیاسی زوال کے باعث غفلت و جمود کی نیند کا شکار ہوتے نظر آنے لگے اور فرنگستان کی آبادیوں میں اضطراب اور بیداری کی لہر بہت نمایاں حیثیت اختیار کرتی نظر آنے لگی۔ ایشیا کے مسلمان جو دور نہضت میں اپنی علمی اور فنی ترقیوں کا شاندار ریکارڈ قائم کر چکے تھے، اس دور میں چنگیز خانی مغلوں اور تیموری ترکوں کی یلغاروں کے باعث درماندہ اور پامال ہو کر رہ گئے۔ آئے دن کے سیاسی تغیرات، بدامنی اور طوائف الملوکی کے باعث علمی تحقیق و تفتیش کی سرگرمیوں کا بازار سرد پڑ گیا۔ ہسپانیہ اور شمالی افریقہ کے مسلمانوں پر یورپ کے عیسائیوں کے ہاتھوں وہی مصیبتیں نازل ہوئیں جو ایشیا کے مسلمانوں پر مغلوں کے ہاتھوں نازل ہوئی تھیں۔ اس لیے ان کی ترقی خواہانہ سرگرمیاں بھی ماند پڑ گئیں بلکہ فراموشکاری کی نذر ہوگئیں۔ چین اور ہندوستان کی اصل آبادیاں اس دور میں اجنبی اقوام کی محکوم بنی رہیں۔ اہل چین مغلوں کے اقتدار کے سائے اور اہل ہند، ترکوں اور افغانوں کی حکمرانی کے جوئے کے نیچے چین کی نیند سو گئے۔ اہل مشرق کی اس حالت کے برعکس اس دور جمود کی آخری نصف صدی میں اہل فرنگ میں بیداری اور ترقی کے لیے اضطراب اور جدوجہد کی لہر پیدا ہوئی۔ اہل فرنگ جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت انسان کے شعور کی دولت حاصل کرنے کے وقت سے لے کر پندرھویں صدی مسیحی تک ہر اعتبار سے پسماندہ، وحشی اور جاہل چلے آرہے تھے، اس صدی کے آخر میں علوم وفنون حاصل کرنے کے گرویدہ بن گئے۔ ۱۴۸۰ء میں ماسکو کے جاگیردار آئی ون سویم نے اردوئے زریں کے خان کو خراج دینے سے انکار کرکے زاران روس کی سلطنت کی بنیاد رکھ دی۔ اس کے بعد ۱۴۹۲ء میں ہسپانیہ کی ملکہ ازبیلا نے عرب مسلمانوں کو ہسپانیہ کی سرزمین سے نکال دیا۔ اسی سال کولمبس جہاز ران جو شاہ ہسپانیہ کی مدد سے ہندوستان کی راہ تلاش کرنے کے لیے نکلا تھا نئی دنیا (امریکہ) دریافت کرنے میں کام یاب ہوگیا اور ۱۴۹۷ء میں ایک پرتگیزی ملاح واسکوڈے گاما براعظم افریقہ کے گرد چکر کاٹ کر جنوبی ہند تک پہنچنے کا بحری راستہ دریافت کرلیا۔ یہ واقعات اہل فرنگ کے آئندہ عروج کا پیش خیمہ ثابت ہوئے جس کا حال آنے والے ابواب میں درج کیا جائے گا۔

اس دور میں جنگ کے ہتھیار اور دوسرے اوزار قریب قریب وہی رہے جو پچھلے دور سے چلے آرہے تھے۔ مختلف اقسام کی تلواریں، خنجر، نیزے، بھالے، تبر، کھانڈے، تیر، کلھاڑیاں جنگ کے میدان میں استعمال ہوتی تھیں۔ یہ اسلحہ لوہے سے بنائے جاتے تھے۔ خام لوہے سے اعلیٰ قسم کا فولاد اور اسپات بنانے کا ہنر دور نہضت ہی میں اپنی معراج کمال کو پہنچایا جا چکا تھا۔ انسانی ضروریات و استعمال کے دوسرے اوزار بھی لوہے سے بنائے جاتے تھے۔ بعض مورخین کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے تیسری صلیبی جنگ ۱۱۸۶ء سے ۱۱۹۴ء تک) میں بارود سے بنے ہوئے پٹاخے اور گولے استعمال کیے تھے ازاں بعد چنگیز خانی مغلوں نے چینی کاری گروں کی مدد سے بارود کو جنگی ضروریات کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا لیکن یہ استعمال دور جمود کے آخر تک اتنا عام نہیں ہوا تھا کہ جنگ کے نتائج پر اثر انداز ہوسکتا۔ اس دور میں لڑائی کے طریقوں میں بہت کچھ تبدیلیاں آگئیں۔ زمانہ شجاعت کی مبارزتی لڑائیوں کا رواج کم ہوتا چلا گیا اور عسکری تنظیم، افواج کی صف بندی اور حملوں کے ڈھنگ میں بہت کچھ اصلاحات رونما ہونے لگیں۔ از بس کہ اس دور میں نوع انسانی نے کسی لحاظ سے بھی کوئی خاص اور نمایاں ترقی نہ کی اس لیے ہم نے اس دور کا نام دور جمود تجویز کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارھواں باب

بارود کا زمانہ (۱) دورِ استعمار

(۱۵۰۰ء سے ۱۸۰۰ء تک)

فرنگی اقوام کا خروج۔ قدیم امریکی تمدن۔ وسطی امریکہ۔ میکسیکو اور پیرو کے پرانے آثار۔ پتھر کے ہتھیاروں اور بارودی تفنگوں کا مقابلہ۔ اہل فرنگ کی استعماری سرگرمیاں۔ چین، جاپان اور شرق الہند۔ شرق الہند اور بحرالکاہل کا قدیم تمدن۔ ہندوستان میں تیموری ترک۔ (مغلیہ خاندان) ایران اور افغانستان میں نئی بادشاہیوں کا ظہور۔ مشرق ادنیٰ میں عثمانی ترکوں کی خلافت۔ یورپ میں شان دار بادشاہیاں اور پیہم لڑائیاں۔ امریکہ کی جنگ آزادی۔ فرانس کا انقلاب۔ علمی اور فنی ترقیاں۔ معاشرتی تبدیلیاں۔ فکری تحریکیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرنگیوں کا خروج

فرنگستان (یورپ) کے باشندوں جو صدیوں سے نیم وحشیانہ مذہبی اور غیر متمدن زندگی بسر کرتے چلے آرہے تھے۔ گیارھویں صدی مسیحی کے اواخر اور بارھویں صدی مسیحی کے آغاز میں اس طالع آزمایانہ اضطراب کی علامات ظاہر ہونے لگی تھیں جو قوموں کو دوسرے ملکوں کی فتح و تسخیر کے لیے ابھارتا اور تاریخی انقلابات کا موجب بنتا رہا ہے۔ اس دور میں اقوام فرنگ نے اقتصادی مشکلات سے متاثر اور مذہبی جوش کے جذبے سے سرشار ہوکر مشرق ادنیٰ کے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں کی ایک طویل اور مسلسل معرکہ آرائی شروع کردی۔ جس کا حال ہم اپنی جگہ پر بیان کر آئے ہیں۔ ۱۰۵۰ء سے لے کر ۱۲۵۰ء تک دو سال کے عرصے میں اہل فرنگ نے مشرق ادنیٰ کی راہ سے ایشیا پر چڑھائی کرنے کے لیے بار بار اور لگاتار کوششیں کیں لیکن طاقت ور اسلامی تمدن کی دیوار میں شگاف ڈال کر آگے بڑھنے کے لیے راستہ نکالنے کے مقصد میں انھیں ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس کے یورپ کے لوگ دو صدیوں کے لیے تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ ان دو صدیوں میں اہل فرنگ کی عملی قوتیں زیادہ تر اپنے داخلی امور اور اندرونی تحریکات میں صرف ہوتی رہیں جو مذہبی اصلاح، معاشرتی اضطراب اور اقتصادی مشکلات کے باعث پیدا ہونے والے حالات کا نتیجہ تھیں۔ یہ دور اہل فرنگ کی فکری اور عملی قوتوں کی ابتدائی بیداری کا زمانہ ہے جس میں وہ پاپائی عیسائیت کے قائم کیے ہوئے صدیوں کے جمود کو توڑ کر علم و فن حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہونے لگے۔ پندرھویں صدی مسیحی کے نصف آخر میں جب روس میں اردوئے زریں کے خوانین کی طاقت فرسودہ ہونے لگی اور ہسپانیہ میں عرب مسلمانوں کی قوتیں زوال پذیر ہوئیں تو یورپ کے مشرق میں زار روس کی سلطنت اور مغرب میں شاہ ہسپانیہ کی بادشاہت قائم ہوگئی۔ ان دو نئی طاقتوں کا قیام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل فرنگ کے سیاسی اقتدار کے لیے بہت تقویت کا موجب ثابت ہوا جسے ہم دور زیر تبصرہ میں کرہ ارضی کے دور و دراز گوشوں تک ہاتھ پھیلاتا ہوا دیکھیں گے۔ اہل فرنگ کے سیاسی عروج کو جس چیز نے غیر معمولی طریق سے ترقی دی وہ نئی دنیا یعنی براعظم امریکہ کی دریافت تھی جسے کولمبس جہاز ران نے بحر ظلمات میں ٹامک ٹوئیے مارتے ہوئے محض حسن اتفاق سے پا لیا تھا۔ کولمبس جس خشکی کو محض ایک ٹاپو سمجھتا تھا وہ امریکہ ایسے طویل و عریض دو براعظموں کی بیرونی چوکی ثابت ہوا۔ کولمبس کو بحر ظلمات کے تیرہ و تار پانیوں میں اتفاق سے پتھر کی جو چٹان مل گئی وہ اہل فرنگ کو سونے کے پہاڑ کی طرف رہ نمائی کرنے کا سنگ میل ثابت ہوئی۔ یہ حسن اتفاق اہل فرنگ کو آیندہ صدیوں میں مشرق و مغرب کا عالم گیر حکمران بنانے پر منتج ہوا۔ فرنگیوں کے عروج کی داستان لکھنے سے پہلے ضروری ہے کہ قدیم امریکیوں کے حالات و کوائف بیان کر دیے جائیں کیوں کہ اس گم شدہ دنیا کا حال گزشتہ ابواب میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں ہوا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدیم امریکیوں کا تمدن اور ان کی تاریخ

(پچیس ہزار سال قبل مسیح سے ۱۵۰۰ء تک)

امریکہ کی سرزمین میں انسان کی موجودگی کا سراغ ان بھاری بھرکم جانوروں کے پتھرائے ہوئے پنجروں کے ساتھ ملتا ہے جو بھولے بسرے زمانوں میں اس خطے میں زندگی بسر کر رہے تھے لیکن جن کی نسلیں طبعی حالات کے باعث معدوم ہو گئیں۔ امریکہ کی نباتی اور حیوانی موجودات پرانی دنیا کی نباتات اور حیوانات سے بہت مختلف تھی۔ یہ تفاوت اس فرق سے کسی قدر زیادہ نمایاں اور ممتاز تھا جو پرانی دنیا افریقہ، وسط ایشیا اور یوریشیا کے شمالی میدان اعظم کی نباتی پیداوار میں ترقی پذیر ہوا۔ قدیم امریکیوں کی روایات ظاہر کرتی ہیں کہ ان کی نسل سے پہلے امریکہ میں بڑے تنومند تندخو اور بدرجہ غایت خوں خوار لوگ آباد تھے، جنھوں نے امریکہ کے جنگلوں سے قوی ہیکل اور کوہ پیکر درندوں اور جانوروں کا قصہ پاک کیا۔ بہر حال آثار و قرائن ظاہر کر رہے ہیں کہ قدیم امریکیوں کے آباء و اجداد جن کو فرنگیوں نے ''سرخ ہندیوں'' کا نام دے رکھا ہے خاک نائے بیرنگ کی راہ سے جو آج کل آب نائے بیرنگ ہے سائے بیریا سے ایلاسکا میں اس دور میں داخل ہوئے ہوں گے جب حقیقی انسان [illegible] بھٹک رہی تھیں۔ یہ عمل غالباً ہزاروں سال جاری رہا۔ تاآں کہ طبعی تبدیلیوں نے خاک نائے بیرنگ کو آب نائے بنا دیا اور امریکہ کی سرزمین ایشیا سے الگ ہو گئی۔ امریکہ کے انسان جو شکاری زندگی کے دور میں وہاں پہنچے تھے ان تمدنی تبدیلیوں سے بے خبر اور الگ پڑے زندگی گزارتے رہے جو پرانی دنیا میں انسان کی طرز بود و ماند کو ایک قالب سے دوسرے قالب میں ڈھالنے لگی تھیں۔ بعد کے ادوار میں جب پرانی دنیا کا انسان کشتی کے ذریعے پانیوں کو عبور کرنے لگا تو بعض

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طالع آزما جمعیتیں وقتاً فوقتاً امریکہ کے ساحلوں تک بھی پہنچتی رہیں۔ جن کے اثرات و نقوش امریکہ کی سرزمین اور سرخ ہندیوں کے تمدن کے چہرے پر اب بھی پہچانے جا سکتے ہیں۔ گویا ہسپانوی کولمبس سے پہلے پرانی دنیا کے کئی ''کولمبس'' اس سرزمین تک پہنچے۔ جن کے نام زمانے کی فراموش کاری کی نذر ہو چکے ہیں۔

پتھر کے ہتھیار برتنے والے ابتدائی سنگی دور کے شکاری انسانوں کے علاوہ جن کی ٹولیاں شاید آج بھی امریکہ کے دور اُفتادہ گوشوں میں موجود ہوں امریکہ کی سرزمین میں سمندروں، دریاؤں اور جھیلوں کے کناروں پر ایسے لوگوں کی بستیوں کے آثار بھی ملتے ہیں جو مچھلیوں اور دریائی جانوروں کے شکار پر بسراوقات کرتے تھے۔

شمالی امریکہ کے میدانی علاقوں میں جو بڑے بڑے دریاؤں سے سیراب ہوتے ہیں، جدید سنگی دور کے آبادکاروں کے آثار ملتے ہیں جو مٹی کے ٹیلے بناتے تھے۔ یہ ٹیلے مختلف مقاصد کے لیے بنائے جاتے تھے۔ ان ٹیلوں کے بچے کھچے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بعض ٹیلوں پر سرداروں کے جھونپڑے اور گھر بنائے جاتے تھے۔ بعض بستیوں کی حفاظتی فصیل کا کام دیتے ہیں۔ بعض پر مندر تعمیر کیے جاتے تھے۔ بعض پر قربانیاں دی جاتی تھیں اور بعض کے نیچے مردے دفن کیے جاتے تھے۔ بعض ایسے ٹیلے بھی ہیں جو مختلف جانوروں کی شکل پر بنائے گئے ہیں۔ یہ ٹیلے غالباً قبیلوی نشان ظاہر کرتے ہیں کیوں کہ امریکی اقوام میں ہر قبیلہ اپنے کو کسی خاص جانور سے مختص قرار دیتا ہے اور اس جانور کو اپنا قومی نشان سمجھتا ہے۔ یہ آباد کار مساحت اور پیمائش کے ابتدائی اصولوں سے واقف تھے۔ زاویہ قایمہ بنا سکتے تھے۔ مٹی کے برتن آگ میں پکاتے تھے لیکن کمھار کا چاک استعمال کرنے کا فن نہیں جانتے تھے۔ مٹی کے برتن جو ہاتھ سے بنائے جاتے تھے۔ دست کاری کے بہت اعلیٰ اور نادر نمونے تھے۔ برتن بالخصوص گھڑے، پیالے اور حقے مختلف جانوروں کی شکلوں کے بنائے جاتے تھے۔ یہ لوگ اپنے مردوں کو احتیاط سے دفن کرتے تھے۔ ان کے لیے برتنوں میں کھانے پینے کی چیزیں ڈال کر ساتھ دفن کر دیتے تھے۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو اپنے مردوں کو جلاتے تھے اور ان کی راکھ اور ہڈیاں برتنوں میں ڈال کر دفن کر دیتے تھے۔ منکوں، گھونگوں، پتھر اور لکڑی کے دانوں وغیرہ کو جن پر تانبے کا خول چڑھایا جاتا تھا، زیورات کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ یہ لوگ غالباً زراعت کار تھے اور مکئی، آلو، کپاس اور دالوں وغیرہ کی کاشت کرتے تھے۔ ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آثار سے ان لوگوں کے صرف اسی قدر حالات معلوم ہو سکے ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اب سے دو ہزار سال پہلے یعنی ولادت مسیح کے قریب یہ تمدن شمالی امریکہ میں عام تھا اور نہ معلوم کتنی صدیوں سے چلا آرہا تھا۔ ازاں بعد آہستہ آہستہ معلوم ہوتا چلا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس تمدن کے علوم بردار کسی دوسری نسل کے لوگ تھے جن کو وحشی قبائل نے تاراج کر دیا اور ان کی جگہ خود لے کے زراعت کار بن گئے۔ دیہات بسا کر زندگی بسر کرنے لگے۔ ۱۵۰۰ء کے بعد سولھویں صدی مسیحی میں جب فرنگی اس ملک میں داخل ہوئے تو قدیم امریکی یعنی سرخ ہندی ایسے دیہات میں رہتے تھے جو شہد کی مکھیوں کے چھتے کے مانند بنائے جاتے تھے۔

شمالی امریکہ کے پہاڑی علاقوں اور کوہستان کی وادیوں میں ایسے گھروں کے آثار بھی ملتے ہیں جو بہت اونچی اونچی چٹانوں پر بنائے جاتے تھے۔ یہ گھر پتھروں سے تعمیر کیے جاتے تھے اور ان کی بستیوں کے آثار میں بعض ایسی عمارتیں بھی ملتی ہیں جو چاروں طرف سے بند ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ عمارتیں ان لوگوں کے آتش کدے تھے۔ دشوار گزار پہاڑوں میں اونچی اونچی چٹانوں پر گھر بنا کر بسنے والے یہ لوگ آتش پرست ہوں گے۔ یہ لوگ ٹیلوں والوں کی بہ نسبت مٹی کے برتن بہتر بناتے تھے۔ چٹانوں پر نقش و نگار کرتے تھے۔ غالباً تصویری تحریر کے فن سے آگاہ تھے۔ یہ لوگ وحشی قبائل کے حملوں سے تنگ آکر یا قحط اور موسمی تبدیلیوں سے مجبور ہو کر اپنے سنگین حصار چھوڑ گئے۔

یہ آثاری شہادتیں جو مختلف قسم کی بود و باش رکھنے والے لوگوں کی موجودگی کا پتہ دے رہی ہیں تاریخی حالات بتانے سے قاصر ہیں۔ تاہم اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس سرزمین میں بھی مختلف درجوں کا تمدن رکھنے والی قومیں پھلی پھولی جنھیں عام طور پر وحشی اقوام کے حملوں سے واسطہ پڑتا رہتا تھا۔ تمدن اور تاراجی کی قوتیں یہاں بھی اسی طرح برسرپیکار رہیں جس طرح کہ وہ پرانی دنیا کی تاریخ کا ذخیرہ جمع کرنے میں مصروف تھیں۔

وسطی امریکہ میں مایا قوم کا تمدن:

میکسیکو اور وسطی امریکہ کے ملکوں میں جو کیلیفورنیا اور خاک نائے پانامہ کے درمیان واقعہ ہیں۔ پتھر کی بنی ہوئی شان دار عمارتوں اور قدیم آبادیوں کے کھنڈر اور آثار بڑی کثرت سے پائے جاتے ہیں جو اس خطے کے کافی ترقی یافتہ تمدن کا پتہ دے رہے ہیں۔ اس امر کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوی ثبوت ملتا ہے کہ ان خطوں میں ترقی یافتہ معاشرتی تنظیم کی داغ بیل صدیوں پہلے پڑ چکی تھی۔ اسی تمدن کے علم برداروں کی اولاد سے فرنگیوں نے ملک اور راج چھینا۔ اس لیے ان اقطاع کے تاریخی حالات کا سراغ لگانا ایک حد تک ممکن ہے۔

وسطی امریکہ کے لوگوں کی قدیم روایات ظاہر کرتی ہیں کہ پہلے ان اقطاع میں غاروں میں رہنے والے یا جھونپڑے بنا کر بسر کرنے والے وحشی لوگ آباد تھے جو شکار پر گزارہ کیا کرتے تھے یا جنگل کی جڑی بوٹی کھاتے تھے۔ کسی قدیم زمانے میں جس کا اندازہ مایا قوم کے لوگوں کی روایات کے پیش نظر بعض مورخین ایک ہزار ق۔م کے لگ بھگ لگاتے ہیں، دیوتاؤں کا ایک ایلچی، جس کا نام ووتن تھا سمندر پار کے کسی ملک سے آیا۔ اس نے وسطی امریکہ کے لوگوں کو بزور بازو مطیع کر کے تہذیب سکھائی اور تمدن کی راہ کھائی۔ ووتن کی تعلیم یہ تھی کہ دیوتاؤں کو راضی کرنے کے لیے جانوروں کی قربانی دو، پھول چڑھاؤ اور عود و لوبان سلگاؤ۔ اس کی تعلیم میں انسانی قربانی کا نام تک نہ تھا جو ان قوموں کے درمیان بعد میں بڑے زور شور سے رائج ہوگئی۔ ووتن کے جانشین اطز امنا پیغمبر نے لوگوں کو چیزوں کے نام رکھنے سکھائے۔ مکئی بونے اور کھیتی باڑی کے فن کی تعلیم دی اور تحریر کا فن سکھایا۔

میکسیکو کے جنوب میں وسطی امریکہ کی جو سرزمینیں ہیں ان میں یہی مایا قوم آباد تھی۔ اس کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ یہ لوگ بچہ کی پیدائش کے بعد بچے کے سر کو لکڑی کی تختیوں سے باندھ دیا کرتے تھے تاکہ ماتھے کا ابھار دب کر سر کو اوپر کی طرف لمبوترا سا بنا دے اور ناک اس طرح نظر آئے لگے گویا کسی پرندے کی چونچ ہے۔ عام لوگوں کی جو اس خطے کے قدیم ترین باشندے تھے صورت یہ تھی لیکن عمارتوں کے نقوش اور تصاویر سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کے حکمران جو مایا تمدن کے حقیقی معمار تھے، دراز قد، وجیہہ صورت اور باتمکین لوگ تھے جو اپنے ماتھوں کو چپٹا نہیں کرتے تھے اور سروں کی شکل کو مصنوعی طریق سے نہیں بگاڑتے تھے۔ مایا تمدن کی عمارتیں پتھر کی ہیں جن میں حقیقی محراب کہیں نظر نہیں آتی۔ ان عمارتوں کی دیواروں پر تصویریں کندہ ہیں یا ابھری بنائی گئی ہیں۔ تحریری نقوش بھی موجود ہیں۔ سنگ تراشی کا فن کافی ترقی یافتہ نظر آتا ہے۔ ان کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ مایا لوگ ہنرمند تھے جو کاغذ بنانے کا فن بھی جانتے تھے اور پتھروں پر نیز کاغذوں پر تصویری تحریر لکھتے تھے۔ مایا قوم سورج، چاند اور ستاروں کی گردش کا حساب رکھنے میں بہت ماہر تھی۔ ان کا کیلنڈر بیس دن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مہینے، اٹھارہ مہینوں کے سال اور باون سالوں کے ایک قرن پر مشتمل تھا۔ شمسی سال کے ۳۶۵ دن پورے کرنے کے لیے وہ پانچ دن کا ایک زائد مہینہ لگا لیتے تھے۔ ان دنوں کو منحوس سمجھا جاتا تھا جو حساب موجودہ دور کے مروج فرنگی کیلنڈر میں ہر چوتھے سال فروری کا ایک دن بڑھا کر ٹھیک کیا جاتا ہے وہ مایا کیلنڈر میں ہر باون سال کے قرن کے بعد تیرہ دن بڑھا کر درست کیا جاتا تھا۔ مایا قوم کا سن جس کی تاریخیں وہ پتھروں پر ثبت کر کے عمارتوں میں نصب کر دیتے تھے چار ساڑھے چار ہزار سال پہلے کے کسی واقعہ سے شمار کیا جا رہا تھا۔ مایا قوم کے لوگوں نے تاریخی پتھر نصب کرنے کا رواج فرنگیوں کے جانے سے چند صدیاں پہلے ترک کر دیا تھا اس لیے مایا سن کو میلادی سن سے صحیح طور پر تطبیق کرنا بہت مشکل ہے۔ مایا والوں کی ۹ بکتون کی تاریخ جس کے لگ بھگ کی تاریخیں عام طور پر وسطی امریکہ کے شہروں میں منقش ہیں ان کے کیلنڈر کا ۲۶۰۰ واں سال ہے اسے مختلف حساب دانوں نے ۹۴ ق-م ۱۷۶ء، ۴۳۶ء یا ۷۰۰ء کا ہم عصر قرار دیا ہے۔ موخرالذکر سن عیسوی زیادہ قرین صحت سمجھا گیا ہے۔

مایا قوم کی عمارتیں جن پر اندازے کے حساب کے مطابق ۷۰۰ء سے لے کر ۱۲۰۰ء تک کے دور کی مختلف تاریخیں کندہ ہیں، یہ ظاہر کر رہی ہیں کہ وسطی امریکہ میں مایا قوم کی متعدد شہری ریاستیں صدیوں سے قائم چلی آ رہی تھیں جو بعض اوقات متحدہ سلطنت کے نظام میں مدغم ہو جاتی تھیں یا کانفڈریسی بنا لیتی تھیں۔ ان سوسائٹی میں درجہ بدرجہ حکمران، امراء اور رؤسا مذہبی رسمیں (جن میں انسانوں کی قربانیاں بھی شامل تھیں) ادا کرنے والے لوگ، ستارہ شناس اور منجم، ریکارڈ رکھنے والے، کاتب اور محرر، معمار، نقشہ نویس، سنگ تراش، مصور، نقاش، مزدور، غلام اور کھیتی باڑی کرنے والے زراعت پیشہ کسان شامل تھے۔ مایا لوگ ہر قسم کے دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔ ان کے لیے مندر بناتے، قربان گاہیں تعمیر کرتے اور جانوروں کے علاوہ جن میں پلے ہوئے کتے بھی ہوتے تھے۔ انسانوں کو بھی قربان کرتے۔ قربانی کے لیے عام طور پر جنگی قیدی یا زرخرید غلام چنے جاتے تھے لیکن خاص خاص موقعوں پر رعایا کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو بھی اس مقصد کے لیے حاصل کر لیتے تھے۔ بعض لوگ منتیں مان کر اپنے بچوں یا جوانوں کو قربانی کے لیے پیش کر دیتے تھے۔ قربانی کا طریق یہ تھا کہ جلاد پجاری قربانی کے جانور یا انسان کو قربان گاہ پر لٹاتا اور چقماق کی بنی ہوئی تیز دھار والی چھری سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا سینہ چاک کر کے دھڑکتے ہوئے دل کو نکال لیتا تھا اور اس کے خون کو دیوتا (مورتی) کے منہ پر ملتا تھا۔ اس کے بعد قربانی کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا تھا جس میں سے اچھے اچھے اعضا رئیسوں اور پجاریوں کے حصے میں آتے تھے۔

مایا قوم کے حکمران جو وسطی امریکہ میں بڑی بڑی سنگین عمارتیں بنانے اور مستقل طور پر حکومت کرنے کے ذمہ دار ہیں غالباً ہند چینی اور کمبودیا سے آنے والے طالع آزماؤں کی اولاد تھے جو چھٹی یا ساتویں صدی مسیحی میں سونے، موتیوں اور قیمتی پتھروں کی تلاش میں وہاں پہنچے۔ ان طالع آزماؤں نے یہاں بستیاں بسائیں۔ قدیم باشندوں کو رام کیا پھر ان کی اولاد ان میں گھل مل گئی۔ بڑی بڑی عمارتیں بنانے کے جس تمدن کو وہ اپنے اصلی ملک میں پھلتا پھولتا دیکھ آئے تھے اسے یہاں نصب کرنے کی کوشش کی۔ اصلی ملک کے ساتھ مدتوں تجارتی تعلقات اور آمد و رفت کا سلسلہ قائم رہا اس لیے مختلف فنون کے کاری گر وہاں پہنچتے رہے۔

وسطی امریکہ کی عمارتوں میں ہندوستان اور ہند چینی کے فن تعمیر کی جھلک نظر آرہی ہے۔ مندروں کی دیواروں پر جن دیوتاؤں کی تصویریں بنائی گئی ہیں ان میں ہندوؤں کے گنیش، اندر، ہنومان اور کالی کی بدلی ہوئی صورتیں صاف پہچانی جا سکتی ہیں۔ بعض مندروں میں ایسے پتھر بھی نصب ہیں جن پر شولنگ کا دھوکا ہوتا ہے۔ آرائشی منبت کاری میں ہاتھیوں کے سروں اور مہاوتوں کی تصویریں صاف بتا رہی ہیں کہ ان کو بنانے والے ایشیائی تھے۔ امریکہ کے قدیم اور اصلی باشندوں کو ہاتھی کی صورت و شکل کا تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا کیوں کہ نئی دنیا سے ہاتھی بھولے بسرے زبانوں میں ناپید ہو گیا تھا۔[1]

۱۲۰۰ء تک وسطی امریکہ کی مایا ریاستیں بیرونی مداخلت کے بغیر زندگی بسر کرتی رہیں۔

۱۔ ہندوستان کے ہندوؤں کے دیوتاؤں، گنیش، ہنومان، اندر، کالی، اور شولنگ کا وسطی امریکہ میں پہنچنا تعجب انگیز امر نہیں، کیوں کہ چوتھی صدی سے لے کر گیارہویں اور بارہویں صدی مسیحی تک کے دور میں برہمنی ہندو مذہب نئے نئے دیوتاؤں کے تصور لے کر نہ صرف ہندوستان میں بلکہ باہر کے ملکوں میں بھی بڑا فروغ حاصل کر رہا تھا۔ ہندوستان میں بدھ مت کے زوال کے بعد برہمنی مت کے ازسرنو زور پکڑنے کے ساتھ ہی وہاں ہر قسم کے آرٹ کی سرگرمیاں بھی بہت ترقی پذیر تھیں۔ وسط ہند میں گپتا خاندان کی حکومت مندروں کی تعمیر کے آرٹ کو ترقی دینے کا موجب بنی جس کے اثرات

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارھویں صدی میں میکسیکو کے حکمرانوں نے جو طولطیک کہلاتے تھے اور مایا کے حکمرانوں کی طرح متمدن اور منظّم تھے شمال مشرقی مایا سلطنت کی ریاستیں فتح کر لیں اور مایا پان کے نام سے ایک نیا شہر آباد کر کے ایک کانفیڈریسی قائم کر لی۔ دو سو سال امن سے گزر گئے۔ پندرھویں صدی مسیحی کے آغاز میں ان ریاستوں میں خانہ جنگی شروع ہوگئی اور بعض مقامی ریاستوں نے متحد ہوکر طولطیک حکمرانوں کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ ۱۴۵۱ء میں (یہ تاریخ صحیح سمجھی جاتی ہے) متحدہ لشکر نے مایا پان کو تاراج کیا اور طولطیک حکمرانوں کا خاتمہ کر دیا۔ شاہی خاندان کا صرف ایک فرد بھاگ کر جان بچانے میں کام یاب ہوا۔ اس کام یابی کے بعد اتحادیوں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ آپس میں لڑ پڑے۔ یہ خانہ جنگی طوائف الملوکی پر منتج ہوئی۔ ۱۴۶۵ء میں مایا مملکت کے شہروں میں باد و باراں کا ایک شدید طوفان آیا جس نے بہت سی بستیاں تباہ و برباد کر دیں اس کے بعد وبائیں پھوٹ پڑیں اور ریاستوں کے حکمران ایک دفعہ پھر خانہ جنگی میں مبتلا ہو کر رہ گئے۔ مایا مملکت اسی بدامنی کا شکار ہو رہی تھی کہ پندرھویں صدی مسیحی کے اواخر میں انھوں نے سن لیا کہ بحر ظلمات کے تیرہ و تار پانیوں سے ایک اجنبی قوم کے لوگ نمودار ہوئے ہیں جنھوں نے ''غرب الہند'' کے جزیروں پر قبضہ کر لیا

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحے کا)

سیلون، برما، سیام، کمبودیا بلکہ چین اور جاپان تک پھیل گئے۔ شرق الہند کے جزیروں سماٹرا اور جاوا کی راہ سے جہاں اس دور میں جنوبی ہند سے گئے ہوئے ہندو راجاؤں کے خاندان حکمرانی کرتے تھے ہندوؤں کے آرٹ کا اثر فلپائن اور بحر الکاہل کے دور افتادہ جزیروں تک پھیلتا چلا گیا جہاں اس کے آثار اور ثبوت آج تک ملتے ہیں۔ ہر جگہ ہندوؤں کی روایات نے مقامی روایات سے مل کر نئی نئی شکلیں اختیار کر لیں اور مقامی دیوتاؤں کی مورتیاں ہندو دیوتاؤں کے قالب میں ڈھلنے لگیں۔ کمبودیا میں انگ کورتھوم اور انگ کورواٹ کے مشہور مندر موجود ہیں جو ویشنو کے نام پر بنائے گئے تھے۔ ان کی تعمیر کی تاریخ کا حساب ۸۲۵ء لگایا گیا ہے۔ وسطی امریکہ اور میکسیکو کے مندر اسی ہندو تمدن اور ہندو آرٹ کی شاخ ہیں۔ بحر الکاہل کے دور افتادہ جزیروں اور وسطی امریکہ میں ہندو آرٹ کے نمونوں کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ اس زمانے میں پرانی اور نئی دنیا کے درمیان بحری آمد و رفت جاری تھی اور ملاح تاجر اپنی بادبانی اور دوسری کشتیوں پر مہینوں بلکہ سالوں کا سفر طے کر کے بحر الکاہل کے پانیوں کو کھنگالتے رہتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ اجنبی فرنگستان کے ہسپانوی تھے جو کولمبس کی رہنمائی میں وہاں پہنچے تھے۔ انھی ہسپانیوں نے سولھویں صدی مسیحی کے آغاز میں وسطی امریکہ کی مایا ریاستوں کو تاراج کیا۔

میکسیکو کا تمدن اور اس کے تاریخی انقلابات :

وسطی امریکہ کی طرح میکسیکو میں بھی ترقی یافتہ تمدن کے آثار ملتے ہیں جو مایا قوم کے تمدن کے کسی طرح کم نہ تھا اور اکثر خدوخال میں اس کے مشابہ اور متوازی چل رہا تھا۔ میکسیکو کے تاریخی آثار سے پتہ چلتا ہے کہ ساتویں صدی مسیحی میں اس سرزمین میں طولطیک نامی قوم کے لوگ حکمران بن بیٹھے۔ یہ لوگ دراز قد، سڈول بدن، زرد رنگ، سیاہ چشم، سیاہ بال موٹے لب، لمبی ناک رکھنے والی قوم تھے جن کے جسم پر بال کم اگتے تھے اور جن کی داڑھیاں چگی ہوتی تھیں۔ یہ لوگ بہادر، سنگ دل اور منتقم ہوتے تھے جن کی مذہبی رسمیں مایا قوم کے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ خونیں ہوا کرتی تھیں۔ انسانی قربانیاں دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھانے کے رواج ان میں بہت عام تھا۔ یہ لوگ سوت کاتنے، کپڑا بننے اور رنگنے، قیمتی پتھروں کو تراشنے، پتھروں کی عالی شان عمارتیں بنانے، چونے گچ کو استعمال کرنے، قصبے اور شہر بنا کر رہنے، پتھروں پر کھدائی کرنے، تصویری تحریری لکھنے کے فنون میں بہت ماہر تھے۔ سونے، چاندی، قلعی اور سکے کو کوٹ کر استعمال کرتے تھے۔ قیمتی پتھروں کے زیور بناتے تھے۔ مٹی کے برتن اور بت پکاتے تھے۔ اپنے سرداروں کو جلاتے تھے لیکن عام مردوں کو کھانے پینے اور استعمال کی چیزوں کے ساتھ دفن کر دیتے تھے۔ ان میں ستی کا رواج بھی تھا۔ بیویاں اپنے شوہروں کی موت پر خودکشی کر لیتی تھیں یا اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کر دیتی تھیں۔ ان کی روایات ظاہر کرتی ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد شمال کی کسی ''سایوں والی سرزمین'' سے آئے تھے، جو پہلے نیم وحشیوں کی زندگی بسر کرتے تھے۔ پھر ان میں سفید رنگت کے سیاہ پوش لوگ جو لمبی داڑھیاں رکھتے تھے کہیں سے آکر وارد ہوئے، جنھوں نے انھیں نیا مذہب سکھایا۔ ان مبلغوں کے سردار کا نام قویطزا کوتل تھا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد انھوں نے قویطزا کوتل کو دیوتا بنا لیا اور اس کی مورتیاں بنا کر پوجنے لگے۔ قویطزا کوتل کی بعض مورتیوں پر بدھ کی مورتیوں کا دھوکا ہوتا ہے جن سیاہ پوش لوگوں کا روایت میں ذکر کیا گیا ہے وہ غالباً بدھ مت کے مبلغ ہوں گے جو چین یا مشرق بعید کی کسی سرزمین سے آئے تھے۔ طولطیک کے بعد میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قویطزا کوتل کو سب سے بڑے دیوتا ''طونا کا طیطل'' یعنی اژدھا آفتاب خالق موجودات کا اوتار سمجھتے تھے جس کے سامنے وہ انسانوں اور کنواری لڑکیوں کو بے دریغ قربان کیا کرتے تھے۔ مایا قوم کے پجاریوں کی طرح میکسیکو کے پجاری بھی سینہ چیر کر دل نکالتے تھے اور اس دھڑکتے ہوئے دل کے خون کو دیوتاؤں کی مورتیوں پر چھڑکتے۔ پجاری قربان شدہ مرد یا عورت کی کھال کو کئی دن پہنے رکھنا اپنے لیے موجب خیر و برکت خیال کرتے تھے۔ یہ رسم مایا قوم کے پجاریوں میں بھی رائج تھی۔ ساکی منی سدھاتا گوتم بدھ کی تعلیم اور اس کی شخصیت کے ساتھ دنیا کی مختلف قوموں نے مختلف ادوار میں جو جو سلوک کیے ان سب سے زیادہ ستم ظریفانہ سلوک میکسیکو میں بدھ کے امریکی اوتار قویطزا کوتل کے ساتھ ہوا جس کی مورتی کے سامنے بچوں، عورتوں لڑکیوں اور مردوں کو پوری بے دردی کے ساتھ بے دریغ قربان کر دیا جاتا تھا۔

گیارھویں صدی مسیحی کے اواخر یا بارھویں صدی کے آغاز میں شمال کی ایک وحشی قوم نے جو چچی میک کہلاتی تھی۔ میکسیکو پر حملہ کر کے طولطیکیوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ جو جنوب کی طرف پسپا ہو کر مایا مملکت کی سرزمین جزیرہ نمائے یوکاتن پر قابض ہو گئے۔ چچی میک نئی دنیا کے ہن تھے اور شاید ایشیا کے ہنوں کے ساتھ کوئی قدیمی خونی رشتہ بھی رکھتے ہوں۔ یہ ہر قسم کا گوشت کھانے والے وحشی لوگ تھے جو عام طور پر ننگے رہتے تھے۔ ان کے ہتھیار تیر کمان، گوپھیے، لاٹھیاں چھریاں اور ٹکوے تھے جن پر پتھر کے تیز دھار والے پھل لگے ہوتے تھے۔ ہر شخص کی کمر میں ہڈی کی ایک تختی آویزاں رہتی تھی جس پر وہ اپنے قتل کیے ہوئے لوگوں کا ریکارڈ ثبت کرتا جاتا تھا۔ یہ لوگ سورج، بجلی اور رعد کے دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔

میکسیکو پر ان کے حملے کی تاریخ کا اندازہ ۹۶۲ء سے ۱۱۷۰ء تک کے درمیانی عرصہ میں کیا جاتا ہے۔ ان کے لیڈر کا نام ایکسولوئل تھا جس نے میکسیکو کا بادشاہ بن کر شاہ جہان کا لقب اختیار کیا۔ میکسیکو پر چچی میکوں کی حکومت ۱۴۳۱ء تک قائم رہی۔ ان کے عہد کی تاریخ شورشوں، بغاوتوں، خانہ جنگیوں اور انقلابوں کی ایک مسلسل کہانی ہے۔ آخر ۱۴۳۱ء میں میکسیکو کے تین بڑے قبیلوں کے سرداروں نے متحد ہو کر ان کے اقتدار کا خاتمہ کیا۔ ان تین قبیلوں میں ایک قبیلہ ازطیک کہلاتا تھا جو میکسیکو کا حکمران بن گیا۔ ازطیکوں نے میکسیکو پر بڑے جبر و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استبداد سے حکومت کی۔ قبائل سے خراج اجناس کی شکل میں وصول کیا جاتا تھا۔ ازطیکوں کے ریکارڈ ظاہر کرتے ہیں کہ فلاں قبیلہ نے خوش نما پروں کے چار ہزار گچھے، کوکو کی دو سو بوریاں، جنگلی بلیوں کی چالیس کھالیں، ۱۶۰ پرندے، سونے کی چالیس چادریں، سونے کی ریت سے بھرے ہوئے اتنے برتن، یاقوت کے ہار، عقیق کے منکے، سونے کے چھلے اور گوندوں کی ٹکیاں خراج کے طور پر بھیجیں۔ غریبوں سے جو قیمتی اشیا نہیں دے سکتے۔ سانپ اور بچھو خراج کے طور پر لیے جاتے تھے۔ ازطیکوں کا ایک بادشاہ نیزا ہوا پلی تھا جس نے ۱۴۷۲ء سے ۱۵۱۵ء تک بڑی شان و شوکت سے حکومت کی۔ اسی بادشاہ کے عہد میں ہسپانوی امریکہ کے ساحل پر اترے۔ ان کے ساحل پر اترنے کی تاریخ ایک پرانی پیش گوئی کی تاریخ کے مطابق نکلی جس پر بادشاہ بہت یقین رکھتا تھا۔ پیشگوئی یہ تھی کہ قویطزا کوتل اپنی اصلی صورت میں جلوہ گر ہونے والا ہے۔ بادشاہ ہسپانویوں کے نزول سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے سب کام کاج چھوڑ دیا اور اسی حال میں مر گیا۔

ازطیکی کئی قسم کے دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے اور ان کو خوش کرنے کے لیے بچوں، عورتوں، کنواری لڑکیوں اور جوان لڑکیوں کی قربانیاں دیتے تھے۔ ان کے عقائد میں یہ باتیں بھی شامل تھیں کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوتا اور نئی زندگی بسر کرتا ہے۔ پہلی زندگی کو بھول جاتا ہے۔ بعض دفعہ عوام کیڑے مکوڑے بن جاتے ہیں۔ سردار پرندوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جنگی آدمی چار سال کے لیے سورج میں چلے جاتے ہیں۔ عام لوگ دوسرے ستاروں میں رہتے ہیں۔ پھر نیا جنم لے لیتے ہیں۔ سرداروں کو نفیس کپڑے کا کفن دیا جاتا تھا۔ کتا مار کر ساتھ دفن کر دیا جاتا تھا۔ غلام اور کنیزیں قتل کر کے ساتھ دفن کر دی جاتی تھیں۔ ازطیکوں کی یہ رسمیں منگولوں سے ملتی جلتی ہیں۔ ان کے عقائد بھی منگولیا اور سائے بیریا میں بسنے والی قوموں کے قدیم عقائد سے مختلف نہیں۔ یہ تشابہ اس امر کا ثبوت ہے کہ ملکوں سے حرکت کر کے امریکہ گئے تھے۔ میکسیکو کی یہ قومیں نہونسل سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں بھی قدیم ترکوں اور مغلوں اور ہنوں کی طرح جادوگر، ٹونے ٹوٹکے کرنے والے شمن، ستارہ شناس، شاعر، فلاسفر اور خطیب تھے۔

میکسیکو اور وسطی امریکہ کے لوگوں کی معاشرت قریب قریب یکساں قسم کی بن چکی تھی۔ حکمران ملیشیا یعنی قومی جنگجوؤں کی جماعتوں کے بل پر حکومت کرتے تھے۔ ان کے ہتھیاروں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں چقماق پتھر کے پھل والا ایک ہلکا بھالا ہوتا تھا جسے وہ ایک قسم کی کمان کی مدد سے دشمن پر پھینکتے تھے۔ اس کے علاوہ سونٹا، لاٹھی، برچھی، چھری اور ایک قسم کا تیر جس کے ساتھ رسی بندھی ہوتی تھی ان کے اسلحہ میں شامل تھے۔ یہ لوگ آسٹریلیا کے حبشیوں کی طرح بومرینگ بھی ستعمال کرتے تھے۔ یہ لکڑی کا ایک تیز دھار والا اوزار تھا جو دشمن کو زخمی کر کے پھینکنے والے کے پاس آجاتا تھا۔ ان کے جنگجو روئی کی توشکوں سے بنائی ہوئی زرہ بکتر پہنتے تھے اور کھال کی ڈھال استعمال کرتے تھے۔ دونوں ملکوں میں تصویری تحریریں رائج تھیں۔ کاغذ بنانے کا فن جانتے تھے۔ یہ بات بھی ظاہر کرتی ہے کہ چین اور میکسیکو کے درمیان آمد و رفت مسدود نہ تھی۔ ہسپانوی پادریوں نے مذہبی جوش میں آکر ان کے سارے لٹریچر کو جلوا دیا۔ صرف تین ریکارڈ بچ سکے جو یورپ کے عجائب گھروں میں پڑے ہیں لیکن انھیں پڑھنے اور سمجھنے والا کوئی نہیں۔

میکسیکو کے ازطیکوں اور وسطی امریکہ کے مایاؤں میں جرائم کی سزائیں بہت سخت دی جاتی تھیں۔ قتل کی سزا قتل یا عمر بھر کی غلامی تھی۔ زنا، اغلام اور دوسری جنس کے کپڑے پہننے اور مندر سے اشیا چرانے کی سزا موت تھی۔ زانیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آپس میں بانٹ لیے جاتے تھے۔ دیگر ہلکے جرائم کی سزائیں شدید ہوا کرتی تھیں۔

پیرو کے انکاویوں کا تمدن :

جنوبی امریکہ کے براعظم میں کوہستان انڈیز کی دو شاخوں کے درمیان سطح بحر سے تین ہزار فٹ کی بلندی پر ایک مرتفع واقع ہے جس کا رقبہ فرانس کے برابر ہے۔ اس سطح مرتفع پر ۱۳۳۰ فٹ کی بلندی پر ایک قدیم شہر پطسوئی اور شمال کی طرف فاصلے پر بارہ ہزار فٹ کی بلندی پر کزکو شہر کے کھنڈر ملتے ہیں جن کے درمیان شیریں پانی کی ایک جھیل ٹیٹی کاکا واقع ہے۔ دریائے امیزان کے معاونوں کی وادیاں اس سطح مرتفع کو کاٹتی ہوئی جاتی ہیں۔ زمین بنجر ہے۔ درخت اور جھاڑیاں بہت کم نظر آتی ہیں۔ اناج پیدا نہیں ہوتا۔ جانور کم ہیں۔ مغرب میں ساحلی صحرا واقع ہے لیکن اس سرزمین میں اعلیٰ تمدن کے آثار موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ تین ہزار میل طول اور چار سو میل عرض رکھنے والی یہ سطح مرتفع کسی زمانے میں ایک ترقی یافتہ تمدن رکھنے والی قوم کا گہوارہ تھی جس کا نام انکا تھا۔ انکاویوں کی سلطنت میں پیرو، بولیویا،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایکویڈوں کی موجودہ ریاستیں تمام و کمال نیز شمالی چلی کا کچھ حصہ اور اراجن ٹائین کا کچھ حصہ شامل تھا۔ اس میں عالی شان عمارتوں، سڑکوں، نہروں، قصبوں اور شہروں کا جال بچھا ہوا تھا۔ جن کے آثار اب بھی ملتے ہیں۔ انکاویوں کی عمارتیں بھاری بھرکم اور شان دار ہوتی تھیں۔ بہت عمدہ ڈیزائنوں پر تعمیر کی جاتی تھیں۔ ان کے علاوہ انکاوی اپنے قبرستانوں پر بھی ٹیلے بناتے تھے اور قلعے اور مندر تعمیر کرتے تھے۔ جھیل ٹیٹی کاکا کے درمیان دو جزیروں پر ان کے مقدس ترین مندر ہوتے تھے جن میں سے ایک سورج کا دیوتا کا مندر کہلاتا تھا اور دوسرا چاند دیوتا کا مندر تھا۔ فن تعمیر کی ٹیکنیک یہ تھی کہ انکاوی پتھر کی بڑی بڑی سلوں کو تراش کر چونے گچ کے بغیر اس طرح جوڑتے تھے کہ جوڑ کا نشان بہ مشکل تلاش کیا جاسکتا تھا۔ سطح بحر سے بارہ ہزار فٹ کی بلندی پر ایسی عظیم الشان عمارتوں کی تعمیر ایک حیرت انگیز معمہ ہے اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ انکاوی ان پتھروں کو کس طرح اٹھا کر لائے ہوں گے اور اس سرزمین میں جہاں دور و نزدیک اناج پیدا ہونے کے کوئی آثار نہیں ملتے کس طرح زندگی بسر کرتے ہوں گے۔ قدیم امریکیوں میں ان عظیم الشان عمارتوں کے متعلق جن تک چڑھ کر جانا بھی بڑی ہمت کا کام ہے یہ روایت عام ہے کہ انھیں دیوتاؤں اور جنوں نے تعمیر کیا تھا جو انکاویوں نے جادو کے زور پر قید کر رکھے تھے۔

انکاوی قوم کے لوگ جیسا کہ ان کے آثار سے ظاہر ہوتا ہے سورج، چاند، بجلی، ستاروں، دھرتی، سمندر، برفانی پہاڑوں اور پتھروں کے دیوتاؤں کو مانتے تھے اور ان کی پرستش کرتے تھے۔ پھول، عود، لوبان، جانور، سانپ وغیرہ چڑھاوے کے طور پر دیوتاؤں کی نظر کرتے تھے۔ اہم تقریبات پر لاما کی قربانی دی جاتی تھی، جو جنوبی امریکہ میں ایک ہی مفید پالتو جانور ہے۔ کبھی کبھی بچہ یا کنواری لڑکی بھی قربان کی جاتی تھی۔ یہ لوگ تحریر کے فن سے ناآشنا تھے اور پیغام رسانی کے لیے تاگوں کو استعمال کرتے تھے جن پر گرہیں دی جاتی تھیں۔ ان کا کیلنڈر بھی مایا قوم کے کیلنڈر کی طرح اب سے چار ہزار سال پہلے کے کسی واقعہ سے شروع ہوتا ہے اور ان کی روایات بھی تین چار ہزار سال پہلے کے واقعات کا پتہ دیتی تھیں۔ انکاویوں کی ممتاز ترین خصوصیت یہ تھی کہ ان کے پاس سونا بہت تھا۔ ان کے مندروں اور محلوں میں ہر طرف سونا ہی سونا نظر آتا تھا۔ سونے کا سامان، سونے کے برتن، سونے کی مورتیاں اور سونے کی دوسری چیزیں ان میں بہت عام تھیں۔ انکاویوں کے آخری بادشاہ نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسے ہسپانویوں نے ۱۵۳۲ء میں گرفتار کیا اپنی جان بچانے کے لیے اہل ہسپانیہ کے سامنے یہ پیش کش کی کہ وہ اپنے محل کے ایک کمرے کو جو بائیس فٹ لمبا اور سترہ فٹ چوڑا تھا سونے کے زیوروں اور برتنوں سے اتنا اونچا بھر دے گا کہ لمبے سے لمبے ہسپانوی کا ہاتھ اس اونچائی تک بہ مشکل پہنچ سکے۔ یہ پیش کش قبول کر لی گئی اور سونا وصول کرنے کے بعد اس بے چارے کے ساتھ صرف اتنی رعایت کی گئی کہ اسے جلانے کے بجائے گلا گھونٹ کر مارنے کی سزا دی گئی۔ (۱)

انکاویوں کی پرانی روایات ظاہر کرتی ہیں کہ ایک شخص مانکوکا پاک اور اس کی بیوی نے جو اس کی بہن بھی تھی وحشی لوگوں کو تہذیب کا درس دیا۔ انھوں نے بت توڑ ڈالے اور زمین و آسمان پیدا کرنے والے خدا کی عبادت کرنے لگے جس کے مظہر سورج، چاند، ستارے ہیں۔ انکاویوں کی یہ روایت مایا قوم کی روایت سے ملتی جلتی ہے جو اپنے ہاں تہذیب پھیلانے کا سہرا اطزامنا نامی ایک پیغمبر اور اس کی بیوی اور بہن ایک سچل کے سر باندھتے ہیں۔ انکاویوں کی روایت کے مطابق ان کے کل بادشاہ ایک سو ایک ہوئے ہیں لیکن مورخین کا خیال ہے کہ مانکوکا پاک عہد ۱۰۲۱ء سے ۱۰۶۴ء تک تھا۔ ۱۵۳۲ء میں ایک ہسپانوی سالار پیزارو نامی نے انکاویوں کی سلطنت پر چڑھائی کی اور ان کے بادشاہ کو مار کر شاہی خاندان اور سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

جنوبی امریکہ کی دیگر قدیم اقوام:

پیرو کے انکاویوں کی طرح مغربی ساحل پر چیچو نام کی ایک طاقت ور اور متمدن قوم آباد تھی اور شمال میں کولمبیا جیچا نام کی ایک اور متمدن قوم بستی تھی۔ ان اقوام کی روایات بھی ظاہر

۱۔ فرنگی سیاح مارکو پولو نے جو چین کے مغل شہنشاہ کبلائی خان (۱۲۶۰ء سے ۱۲۹۴ء تک) کے دربار میں سولہ سال رہنے کے بعد اپنے وطن کو لوٹا تھا اپنے سفر نامے میں لکھا ہے کہ چین میں ایسے جزیروں کے موجود ہونے کا چرچا عام تھا جن کے محلوں اور مندروں پر سونے کی خولیں چڑھی ہوئی ہیں۔ بعض مورخ یہ سمجھتے ہیں کہ مارکو پولو نے جن جزیروں کا ذکر کیا وہ جاپان کے جزیرے تھے لیکن ہمارا خیال ہے کہ تیرھویں صدی مسیحی یعنی کبلائی خان کے عہد میں بھی چینی سیاح انکاویوں کی سلطنت اور ان کے تمدن سے متعلق کافی معلومات رکھتے تھے اور آمد و رفت قطعی طور پر مسدود نہ تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتی ہیں کہ باہر سے آنے والے کسی شخص نے ان کے آباؤ اجداد کو تہذیب کا درس دیا تھا۔ یہ قومیں بھی انکاویوں کی طرح بہت مالدار تھیں لیکن جب ہسپانویوں نے حملہ کیا تو جیچاویوں نے اپنی بہت سی دولت اور طلائی ساز وسامان جھیل میں پھینک دیا۔[1] یہ لوگ شہد، مکئی اور آلو کھاتے تھے۔ برانز دھات، تانبا، قلعی، سکے اور سونے چاندی کا استعمال جانتے تھے۔

جنوبی امریکہ کے بنجر اور بے آب وگیاہ ملکوں میں ایسا اعلیٰ تمدن رکھنے والی قومیں آباد تھیں لیکن برازیل کے جنگلوں اور دریاؤں کی وادیوں میں جہاں کھانے پینے کی اشیاء کی کمی نہ تھی، جنگلوں میں بھی وحشی اور مردم خور لوگ رہتے تھے۔ ارجن ٹائین کے جنگلوں میں بھی وحشی چٹانوں پر تصویریں بناتے تھے اور زمین دوز سرنگیں بنانے میں بڑے ماہر تھے۔

۱۔ امریکہ کے مخفی خزانے تلاش کرنے والی ایک ہسپانوی ٹولی نے ۱۵۶۴ء میں جھیل سے سونے کا ایک گھڑیال، دو بندر اور تیرہ مینڈک نکالے تھے۔ دوسرا سامان ہاتھ نہ لگ سکا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پتھر کے ہتھیاروں اور بارودی تفنگوں کا مقابلہ

قدیم امریکیوں کے جو حالات اوپر کی فصول میں بیان کیے گئے ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ ۱۵۰۰ء میں جب یورپ کے فرنگی ان کی سرزمین میں داخل ہونے لگے تو قدیم امریکی جن کو غلطی سے سرخ ہندی بھی کہا جاتا ہے ابھی تمدن اور معاشرت کے انھی مرحلوں میں سے گزر رہے تھے جنھیں پرانی دنیا کے لوگ دجلہ، فرات اور نیل کی وادیوں میں ولادت مسیح سے دس ہزار سال پہلے عبور کر چکے تھے۔ قدیم امریکی سولھویں صدی مسیحی کے آغاز میں جب کہ فرنگی ان کے لیے فنا کا پیغام لے کر پہنچے پتھر کے ہتھیار اور اوزار استعمال کرتے تھے۔ جن کے بنانے کی ٹیکنیک ''پتھر کے زمانہ جدید'' کی ٹیکنیک سے کسی لحاظ میں بھی ترقی یافتہ نہ تھی۔ دھاتوں میں انھیں صرف سونے، چاندی، تانبے، قلعی اور سیسے کا حال معلوم تھا جنھیں ڈھالنے کے فن سے وہ آشنا نہیں ہوئے تھے بلکہ دجلہ و فرات کی وادیوں میں دس ہزار سال ق-م سے پانچ ہزار سال ق-م تک کے دور میں زندگی گزارنے والے لوگوں کی طرح انھیں کوٹ کر آرائش و زیبائش کا سامان بناتے تھے۔ لوہے کے وجود سے ناآشنائے محض تھے اور برانز دھات بھی وہی استعمال کرتے تھے جو کانوں سے انھیں مل جاتی تھی۔ قدیم امریکیوں کی اکثر قومیں تیر اور کمان کے استعمال سے بھی ناواقف تھیں اور ان کے ہتھیار وہی تھے جنھیں دس، بیس ہزار سال پہلے کے انسانوں نے ایجاد کیا تھا۔ قدیم امریکیوں کا یہ تمدن اپنی طرز بود و ماند اور اپنے فن تعمیر کے موٹے موٹے خدوخال کے لحاظ سے دس ہزار سال پہلے کے مصری اور عراقی تمدن کی شاخ نظر آرہا ہے جو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہوتا ہوا صدیوں بلکہ ہزاروں سالوں کے بعد امریکیوں کے ان لوگوں تک پہنچا جو تقریباً پچیس ہزار سال ق-م کے دور میں شکار کھیلتے ہوئے اس سرزمین میں داخل ہوئے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمدن کی دوڑ میں قدیم امریکیوں کی پس ماندگی کی ایک زبردست وجہ یہ تھی کہ امریکہ کی سرزمین نہ صرف تمدن کے مرکزوں اور سرچشموں سے بہت دور واقع تھی بلکہ پرانی دنیا اور اس نئی دنیا کے درمیان بہت بڑا سمندر حائل تھا جس نے تمدن کی لہروں کا وہاں پہنچنا غیر ممکن نہیں تو محال ضرور بنا رکھا تھا۔ صدیوں بعد پرانی دنیا کے طالع آزماؤں کی مختصر سی جمعیتیں سونے چاندی اور قیمتی پتھروں وغیرہ کی تلاش میں اس سرزمین میں پہنچتی تھیں اور پرانی دنیا کے طریقوں کو وہاں رائج کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔ ایسی ہی لہروں کی بدولت قدیم امریکی مکئی اور دوسری سبزیوں وغیرہ کی کاشت کے فن سے آشنا ہوئے جو اس سرزمین میں خود رو اگتی ہوں گی اور انھی کی بدولت عمارتیں تعمیر ہوئیں جن کے کھنڈر میکسیکو، وسطی امریکہ کی ریاستوں، کولمبیا اور پیرو میں اب بھی نظر آرہے ہیں۔ یہ طالع آزما سونے وغیرہ کی تلاش میں آتے تھے۔ پیرو میں دس بارہ ہزار فٹ کی بلندی پر بنجر زمین میں شہروں، محلوں اور مندروں کا آباد ہونا اس امر کا قوی ثبوت ہے کہ ان آبادیوں کا محرک سونے کی کانوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی جن کی وہاں افراط ہوگی۔

قدیم امریکیوں کے پاس نہ تو دودھ دینے والے پالتو جانور تھے نہ انھیں اس سرزمین کے حالات سے بار برداری کے جانور ملے۔ ان کے پاس نہ گھوڑا [illegible] نہ ہاتھی، نہ بیل، نہ گدھا، نہ یاک، نہ گائے، نہ بھینس، نہ بھیڑ نہ بکری پیرو کے لوگوں کے پاس لے دے کر ایک لاما تھا جس کی پشم سے وہ کپڑے بناتے تھے اور جس کے گوشت کو وہ کھا سکتے تھے۔ وسطی امریکہ اور میکسیکو کے لوگ کھانے کے لیے کتوں کو دنبوں کی طرح پالتے تھے اور ان کا گوشت کھاتے تھے۔ اناجوں میں صرف مکئی کا پودا انھیں قابل کاشت ملا جس کی ایک سو اسی قسمیں انھوں نے دریافت کیں اور پالیں۔ اس کے علاوہ نئی دنیا کی مخصوص چیزیں جو پرانی دنیا میں کہیں نہیں تھیں آلو، ٹماٹر، تمباکو اور کوکو تھیں۔ یہ سبزیاں اور بوٹیاں خالص امریکی ہیں جو وہاں سے لاکر پرانی دنیا میں آباد کی گئیں۔ انسان کو کونین اور کونین دینے کا فخر بھی اسی نئی دنیا ہی کو حاصل ہے۔

غرض ۱۵۰۰ء میں اس درجہ کی زندگی گزارنے والے لوگ امریکہ کے براعظموں میں آباد تھے۔ ان کو ایسے لوگوں سے مقابلہ آن پڑا جو گھوڑے لے کر آئے تھے۔ بندوقیں استعمال کرتے تھے جن کی سیسے کی گولیاں بارود کے زور سے چلتی تھیں۔ جن کی تلواریں، خنجر، چاقو،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیزے اور بھالے لوہے اور فولاد کے تھے جن کے دماغ اور افکار قدیم امریکیوں کے دماغوں اور فکروں سے بہت زیادہ ترقی یافتہ تھے۔ لہذا وہ انھیں کئی قسم کے فریب دے سکتے تھے۔ باہر سے آنے والے فرنگی ایسی تہذیب اور تمدنی ترقی کے حاصل تھے جو پرانی دنیا میں دس بارہ ہزار سال کے تدریجی سفر کے مراحل طے کر چکی تھی اور مختلف قوموں کے باہمی تصادم اور سعئی مسابقت کے باعث کہیں سے کہیں پہنچ چکی تھی۔ ان نو واردوں کا مقصد بھی پہلے کے بعض واردوں کی طرح سونا حاصل کرنے، پرانے باشندوں کو لوٹنے، انھیں قابو کرنے غلام بنانے اور پرانی دنیا کی منڈیوں میں لے جا کر بیچنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے انھوں نے اس نئی دنیا کو سر کرنے کی مہمیں اختیار کیں۔ جابہ جا اپنی بستیاں اور نو آبادیاں قائم کیں۔ سلطنتیں اور حکومتیں بنائیں۔ انھوں نے بارود کے بل پر سیسے کی گولیاں چھڑک کر ہندیان احمر کو اس طرح فنا کر دیا جس طرح فینائل چھڑک کر جراثیم تباہ کیے جاتے ہیں یا فلٹ چھڑک کر پسوؤں اور مکھیوں کو فنا کیا جاتا ہے۔ فرنگیوں کے مذہبی جوش رکھنے والے پادری اس سلوک کے ساتھ ساتھ بچے ہندیان احمر کو دین مسیحی کی نعمت سے مالامال کرنے کے بھی متمنی تھے تاکہ ان کی دنیا چھین کر ان کی ''عاقبت'' سنواریں۔ دو ڈھائی سو سال تک قدیم امریکی اہل فرنگ کی اجتماعی کھسوٹ اور تذلیل و تعذیب کا تختہ مشق بنے رہے تا آں کہ نئی دنیا پر فرنگیوں کا قبضہ ہو گیا۔ امریکہ کی سرزمین ان کی آبادیوں سے معمور ہو گئی اور قدیم امریکی جو سخت جانی کے باعث فنا کے اس عمل کا شکار ہونے سے بچ رہے جنگلوں میں وحشیوں کی سی زندگی بسر کرنے یا آبادیوں میں چنڈال اور غلام بن کر رہنے پر مجبور ہو گئے۔ انھیں یہ بھی یاد نہ رہا کہ اضلاع متحدہ امریکہ میں مٹی کے ٹیلے بنانے والے اور کوہستان رائی کی وادیوں میں چٹانوں پر گھر بسانے والے میکسیکو، وسطی امریکہ اور پیرو میں عالی شان عمارتیں تعمیر کرنے والے لوگ کون تھے۔ ان کا ماضی کیا تھا اور تو اور فرنگیوں کے پادریوں نے ان کی ساری کتابیں بھی حکماً جلوا دیں جو اگر موجود رہتیں تو قدیم امریکیوں کے گذشتہ حالات کا صحیح اندازہ کرنے میں ممد و معاون بن سکتیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل فرنگ کی استعماری سرگرمیاں

ہسپانیہ والوں کی فتوحات :

کولمبس ۱۲ اکتوبر ۱۴۹۲ء کو ایک جہاز اور دو بار بردار کشتیاں لے کر مجمع الجزائر بہاماس کے جزیرہ سان سالویڈور کے ساحل پر پہلی مرتبہ اترا۔ ان جزیروں کے باشندے فطرت آزاد کے فرزند تھے۔ شکاری، پیراک، فیاض، خوش باش اور مہمان نواز، کریبی قوم کے لوگوں نے جو جنوبی امریکہ کے نیم متمدن باشندے تھے ان جزیروں میں ریاستیں قائم کر رکھی تھیں۔ کولمبس واپس چلا گیا اور دوسرے سال نو جہاز اور تین سو سے زیادہ ہسپانوی افراد لے کر پھر آیا۔ ہسپانویوں نے ان جزیروں پر قبضہ جما کر حکومت قائم کر لی اور شاہ ہسپانیہ کا ایک نائب یہاں رہنے لگا۔ ۱۵۱۱ء میں ایک ہسپانوی جہاز بحری رو اور ہوا کی لپیٹ میں آ کر وسطی امریکہ کے ساحل کے قریب ایک چٹان سے جا ٹکرایا۔ کپتان اور بیس آدمی ایک کشتی کے سہارے بچے جو یوکاتن کے ساحل پر جا لگی۔ مایا قوم کے لوگوں نے انھیں گرفتار کر لیا اور اندرون ملک میں لے گئے۔ ان میں سے صرف دو اشخاص جانبر ہو سکے جن میں سے ایک کئی سال کے بعد واپس آ گیا اور دوسرا اصلی باشندوں میں گھل مل کر بود و باش کرنے لگا۔ ۱۵۱۷ء میں کوبا سے ایک اور تفتیشی مہم روانہ ہوئی جس نے یوکاتن کے ساحل کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف کشتیاں چلائیں۔ انھیں ایک شہر نظر آیا۔ جسے انھوں قاہرہ اعظم کا نام دیا۔ ہسپانوی ساحل پر اترے۔ مایا قوم کے قدیم امریکیوں سے جنگ ہوئی۔ ہسپانویوں کے پاس بندوقیں تھیں لیکن قدیم امریکی فتحیاب ہوئے اور ہسپانوی کچھ نقصان اٹھا کر اپنے جہازوں کی طرف لوٹ آئے اور لنگر اٹھا کر واپس چلے گئے۔ ۱۵۱۸ء میں ایک ہسپانوی سردار گریجالوا نامی کو حکم ہوا کہ اس ''جزیرے'' میں جو نیا دریافت ہوا ہے مہم لے کر آؤ۔ ''سونا جمع کرو اور اگر ممکن ہو تو نو آبادی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم کرو'' اس مہم نے جو یوکاتن کے ایک شہر کو تاراج کیا اور واپس آ گئی۔

۱۵۱۹ء میں ایک ہسپانوی سردار ہرنیڈو ڈی کورٹیز کو حکم ملا کہ میکسیکو کے سرخ ہندیوں کو فتح کر کے سچے دین مسیحی میں لاؤ اور شاہ ہسپانیہ کا مطیع بناؤ۔ ڈی کورٹیز نے جسے میکسیکو کی متمول اور زر دار مملکت کا حال یوکاتن کے لوگوں سے معلوم ہو چکا تھا، پانچ سو پیادوں، پندرہ گھوڑوں اور چھ توپوں کے ساتھ میکسیکو پر چڑھائی کی۔ ویرا کروز میں کیمپ لگایا۔ میکسیکو کے بادشاہ مانٹی زوما کو تحائف بھیجے۔ مانٹی زوما نے خوش آمدید کہا۔ ہسپانوی راجدھانی کی طرف بڑھے۔ ایک قدیم امریکی قوم چھ ہزار کا لشکر لے کر ان کے ساتھ شامل ہو گئی۔ بادشاہ نے شان و شوکت کی نمائش کے ساتھ استقبال کیا۔ اس نمائش نے ہسپانویوں کی زبردستی کی ہوس کو اور بھی تیز کر دیا۔ کورٹیز نے بادشاہ کو نظر بند کر لیا۔ ہسپانوی شہر میکسیکو میں متمکن ہو گئے۔ چند ماہ کے بعد ملکی باشندے ہسپانویوں کی لوٹ کھسوٹ اور ان کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر لڑے اور ہسپانوی شکست کھا کر بھاگ گئے لیکن کورٹیز پھر تازہ دم ہو کر لوٹا۔ فتح حاصل کی۔ بادشاہ کو جو مانٹی زوما کا جانشین تھا شدید اذیتیں دے کر مارا۔ لوگوں کو لوٹنے اور عیسائی بنانے کی مہم زور شور سے شروع کی گئی۔ بت توڑے گئے۔ جلائے گئے۔ مندر مسمار کر دیے گئے۔ پجاری مار دیے گئے۔ عیسائی پادری بلائے گئے۔ کورٹیز نے پانچ سال میں میکسیکو کا سارا ملک سر کر لیا اور ہسپانوی فاتحین نے ملک کا سونا چاندی لوٹنے کے بعد وہاں جاگیریں قائم کیں۔ لوگوں کو مشقت کرنے والے غلام بنالیا۔ شاہ ہسپانیہ کا ویسرائے میکسیکو میں رہنے لگا۔ جسے ہسپانوی جاگیرداروں کی ایک کونسل ملکی اور فوجی انتظامات میں مدد دینے لگی۔ یہ صورت تین سو سال تک قائم رہی۔ کورٹیز کی رپورٹیں جو اس نے شاہ ہسپانیہ کی خدمت میں بھیجیں میکسیکو کے اعلیٰ تمدن کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ کورٹیز میکسیکو کے شہروں کا مقابلہ ہسپانیہ کے شہروں سے کر کے لکھتا ہے کہ شہروں کی رونق زیادہ ہے۔

۱۵۳۱ء میں ایک اور ہسپانوی پیزا رو نامی نے پاناما کی تفتیش اور پیرو کے حالات کا تجسس لگانے کے بعد پیرو پر چڑھائی کی۔ پیرو کا بادشاہ اتا ہوا لپا بھی شان و تجمل کی نمائش کے ساتھ استقبال کو آیا۔ ہسپانوی پادری نے اس کے سامنے وعظ کہا اور اسے بائیبل دی۔ بادشاہ نے کتاب کان سے لگائی اور کہا کہ مجھے تو یہ کچھ نہیں بتاتی اور کتاب پرے پھینک دی۔ پادری نے شور مچایا کہ کافر نے کتاب مقدس کی بے حرمتی کر دی۔ ہسپانوی انکاویوں پر ٹوٹ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑے۔ بادشاہ کو قید کر لیا گیا اور اس کے خزانے کا سارا سونا لے کر اس کے ساتھ صرف اتنی رعایت کی گئی کہ اسے زندہ نہ جلایا جائے بلکہ گلا گھونٹ کر مارا جائے۔ اہل ہسپانیہ نے پیرو کی انکاوی سلطنت پر جو پیرو، بولیویا، ایکویڈور، پیراگوئے، یوروا گوئے کی موجودہ ریاستوں کے علاوہ چلی اور ارجن ٹائین کے شمالی اضلاع پر مشتمل تھی قبضہ جما لیا۔ اصلی باشندوں کو بدترین قسم کے غلام بنا کر انھیں طرح طرح کی مشقتوں پر لگا دیا اور خود حکمرانی کرنے لگے۔ یہ کیفیت تین سو سال تک قائم رہی۔

۱۵۲۷ء میں ایک ہسپانوی سردار مانٹیجو نے وسطی امریکہ کی مایا سلطنت پر چڑھائی کی۔ سونا بہ افراط نہ ملنے کے باعث ہسپانویوں نے اصلی باشندوں پر بہت ظلم ڈھائے۔ مارا پیٹا اور ذلیل کیا۔ ۱۵۳۲ء میں یہ مہم واپس لوٹی اور ۱۵۳۷ء میں چھوٹے مانٹیجو نے پھر چڑھائی کی۔ ۱۵۴۰ء میں پھر حملہ کیا گیا اور مایا قوم کے لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ ۱۵۴۱ء میں یوکاتن کی ایک ریاست اکسمل کا شاہی خاندان عیسائی بن کر اہل ہسپانیہ میں مل گیا جس کی مدد سے ۱۵۴۲ء تک سارا وسطی امریکہ ان کے قبضے میں آ گیا۔ یہاں بھی تین سو سال ہسپانوی حکومت کرتے رہے۔

ہسپانوی سونا چاندی کے لٹیرے تھے اور مفتوحین کو غلام بنا کر یورپ کے بازاروں میں فروخت کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ دین مسیحیت رائج کرنے کا بہت جوش دکھاتے تھے اور شیاطین و کفار کو فنا کرنے کے جذبے سے متاثر تھے۔ اہل ہسپانیہ کے آتشیں اسلحہ اور ان کے گھوڑوں سے قدیم امریکی اتنے خائف ہوئے کہ وہ اہل فرنگ کو دیوتا سمجھنے لگے۔ میکسیکو کے ایک شہر میں ڈی کورٹیز نے اپنا گھوڑا چھوڑ دیا تھا وہ وہاں مر گیا۔ لوگوں نے اس کا بت بنا کر اس کی پوجا شروع کر دی۔ اصلی باشندوں کی تذلیل کا یہ عالم تھا کہ ایک گھوڑے کے معاوضے میں سو امریکی غلام مل جاتے تھے اور قدیم امریکی رئیس کی لڑکی پنیر کے ایک ٹکڑے کے عوض خریدی جا سکتی تھی۔

پرتگیزوں کی مہمیں:

اہل ہسپانیہ کی دیکھا دیکھی پرتگال کے باشندے بھی ہندوستان کی طرف نئے راستے کی تلاش اور نئے نئے ملکوں اور جزیروں کی دریافت کے جذبے سے متاثر ہو کر باہر نکلے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴۹۷ء میں واسکو ڈے گاما براعظم افریقہ کے ساحل کا چکر کاٹ کر زنجبار کے عرب ملاحوں کی مدد سے کالی کٹ پہنچنے میں کام یاب ہو گیا تھا۔ ۱۵۱۵ء تک پرتگیز ملاح جاوا اور ملکا تک پہنچے اور ۱۵۱۹ء میں ایک پرتگیز جہاز ران جنوبی سرے کی آب نائے سے گزر کر بحر الکاہل میں پہنچا اور وہاں سے مغرب کی طرف سفر کرتا ہوا فلپائن تک پہنچ گیا۔ فلپائن میں میجیلان نے ایک اونچے ساحلی پہاڑ پر بہت بڑی صلیب نصب کی۔ تین مقامی سرداروں کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ طوطوں کی طرح شاہ پرتگال کی اطاعت کا کلمہ رٹیں۔ ان کے قبائل کے آٹھ سو اشخاص کو بپتسمہ دیا۔ کافروں سے جنگ کی۔ جس میں میجیلان اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے۔ صرف ایک جہاز مغرب کی طرف سفر کرتا ہوا راس امید کی راہ سے واپس پرتگال پہنچا۔ ہپ پہلا جہاز تھا جو کرہ ارض کا چکر لگانے میں کام یاب ہوا۔ پرتگیزی ملاحوں نے برازیل کا ساحل ۱۵۰۱ء ہی میں دریافت کر لیا تھا لیکن نصف صدی کے تامل کے بعد انھوں نے ۱۵۴۹ء میں رائیو ڈی جنیرو کے قریب سان سالویڈور کی نو آبادی بسائی۔ اس نو آبادی کے متعلق انھوں نے تین سو سال تک راز داری سے کام لیا اور برازیل کی سرزمین سے تجارتی اور استعماری فائدے حاصل کرتے رہے۔

پرتگیزوں نے مشرق میں اپنے تجارتی اور استعماری اثر و رسوخ کو بڑھانے پر زیادہ توجہ مبذول کی۔ البوکرک نے ہندوستان کے مغربی ساحل پر گوا، دمن، اور دیو میں اور جاوا، سماٹرا اور آب نائے ملکا میں متعدد تجارتی بستیاں بسائیں۔ بحیرہ عرب اور بحر ہند میں عربوں کی تجارت کو تباہ کر کے ان کی جگہ خود لے لی۔ ترکوں نے ملیبار کے ساحل پر اترنے کی کوشش کی جسے پرتگیزوں نے ناکام بنا دیا۔ پرتگیزوں کی ایک تجارتی منڈی خلیج فارس کے دھانے پر جزیرہ ہرمز میں تھی جہاں ہر سال چند ماہ کے لیے زبردست میلا لگتا تھا اور پرتگیزوں کے علاوہ عرب، ایرانی ہندوستانی اور جاوی تاجر اپنا اپنا مال لے کر آتے تھے۔ ۱۵۶۰ء تک پرتگیزوں کی تجارتی شاہراہ ایشیا کے جنوبی ساحل کے ساتھ ساتھ ہوتی ہوئی آب نائے ملایا سے گزر کر مشرق ساحل کے ساتھ ساتھ چین کی بندرگاہ مکاؤ تک جا پہنچی تھی۔ جہاں سے وہ جاپان کے ساتھ بھی تجارت کرتے تھے اس شاہراہ پر ان کی متعدد تجارتی بستیاں قائم ہو گئی تھیں۔ ہسپانوی اور پرتگیز جہاں موقع پاتے تھے قدیم باشندوں کے مندر مسمار کر کے ان کی جگہ صلیبیں نصب کرتے تھے اور لوگوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ ۱۵۸۰ء میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہسپانیہ اور پرتگال ایک ہو گئے، یعنی دونوں ملکوں نے ایک ہی بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی۔ اس لیے ولندیزوں اور ہسپانویوں کی کش مکش میں جو اس زمانے میں شدت سے شروع ہو چکی تھی پرتگیزوں کو بھی نقصان پہنچا جس کا حال آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

سولھویں صدی مسیحی کے بیش تر حصے میں ملکوں کی دریافت اور ان کے استعمار کی اجارہ داری ہسپانویوں اور پرتگیزوں کے ہاتھ میں رہی کیوں کہ روما کے پاپائے اعظم نے انھی دو قوموں کو دنیا کے ملک فتح کرنے اور ان میں دین مسیحی پھیلانے کی اجازت دی تھی اور طول بلد کے ایک خط کے ذریعے زمین ہسپانویوں اور پرتگیزوں میں تقسیم کر دی تھی۔ فرنگستان کی دوسری قومیں ان دونوں قوموں کے بڑھتے ہوئے تمول کو دیکھ کر حسد اور رشک کی آگ سے جلنے لگیں۔ ان کے طالع آزما لوگ یہ حال دیکھ کر نچلے نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ چناں چہ ۱۵۰۴ء میں فرانسیسی ماہی گیر کاڈ مچھلی کے شکار کے لیے شمالی امریکہ کے جزیرہ نیوفاؤنڈ لینڈ تک پہنچے۔ انگریز اس سے پہلے آئس لینڈ کے نواحی سمندروں میں کاڈ مچھلی کا شکار کیا کرتے تھے۔ اب وہ بھی ادھر آنے لگے۔ ۱۵۲۱ء میں ہسپانویوں نے شمالی امریکہ کے جزیرہ نما فلوریڈا کے ساحل پر بستی بسانے کی کوشش کی لیکن ملک کے قبائلی باشندوں نے انھیں مار بھگایا۔ ایک ہسپانوی گورا اور ایک افریقی حبشی غلام ان کے ہاتھ لگے جنھیں وہ تماشے کے طور پر اندرون ملک میں لیے پھرے۔ اس کے بعد ہسپانویوں نے فلوریڈا میں نو آبادی قائم کرنے کی متعدد کوششیں کیں لیکن اپنے ملک کی مذہبی خانہ جنگیوں سے تنگ آ کر فلوریڈا میں نو آبادی قائم کی جسے ۱۵۶۵ء میں ہسپانویوں نے اس دعوے کی بنا پر تباہ کر دیا کہ فرانسیسیوں کو نو آبادی بسانے کا کوئی حق پوپ کی طرف سے نہیں ملا۔ ۱۵۶۸ء میں ایک فرانسیسی کپتان نے فلوریڈا کی ہسپانوی بستی پر حملہ کر کے قتل عام کیا۔

۱۵۶۷ء میں ہالینڈ کے ولندیزوں نے ہسپانوی اقتدار کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا اور آزادی حاصل کر لی۔ ہالینڈ اور ہسپانیہ کے درمیان چالیس سال تک جنگی حالت قائم رہی۔ اس دوران میں ولندیزوں نے اپنی بحری طاقت مضبوط کر کے دنیا کے سفر مہمیں شروع کر دیں۔ انگلستان اس جنگ میں ہالینڈ کا حلیف تھا۔ ۱۵۸۸ء میں زبردست ہسپانوی بیڑے آرمیڈا نے انگلستان پر چڑھائی کی۔ جسے انگریزوں نے شکست دے کر تباہ کر دیا۔ ان واقعات نے انگریزوں کے دل بڑھا دیے اور وہ بھی استعمار عالم کی توقعات میں ہسپانویوں کے حریف بن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر نکلنے لگے۔ انگریز ملاحوں نے ماہی گیری کے ساتھ بحری ڈاکوؤں کا بھیس اختیار کر لیا۔ ان کی ٹولیاں پرائیوٹ طور پر باہر سفر پر نکلتیں اور ادھر ادھر لوٹ مار کر کے واپس آجاتی تھیں۔ اس کے علاوہ بعض انگریز کپتان حبشی غلاموں کی تجارت بھی کرتے تھے جنھیں وہ افریقہ سے پکڑ کر ہسپانویوں کی امریکی نوآبادیوں میں لے جاتے اور فروخت کر دیتے تھے۔ اس زمانے میں اس پیشے کو بہت معزز سمجھا جاتا تھا۔ چناں چہ ایسے ہی ایک تاجر سر جان ہاکنس کو انگلستان کے شاہی دربار نے نائٹ بنایا۔ ۱۵۸۷ء میں انگریزوں نے شمالی امریکہ کی ریاست ورجینیا کے ساحل پر بستی بسائی جو جلدی اجڑ گئی۔ ۱۵۷۷ء سے ۱۵۸۰ء تک ایک انگریز بحری کپتان ڈریک نے جو بحری ڈاکو تھا، نے زمین کا چکر لگایا۔ ڈریک کی طرح اور بھی بحری جہاز ران طالع آزمائی کی مہموں پر سفر کے لیے نکلے۔ جنھوں نے اپنے طور پر بہت سی نئی زمینیں دریافت کیں اور نوآبادیاں بنانے کے لیے راہیں صاف کیں۔

ولندیز۔ انگریز اور فرانسیسی :

سترھویں صدی مسیحی کے آغاز میں انگریز، ولندیز اور فرانسیسی بحری تجارت اور استعمار کو ترقی دینے کے عزائم لے کر نکلنے لگے۔ ۱۵۹۵ء میں ولندیزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی بنائی اور مشرق میں تجارتی راہیں کھولنے اور نوآبادیاں قائم کرنے کی طرف سے جو ہدایات ملیں ان کا لب لباب یہ تھا کہ جا بہ جا اپنے مال کے نمونے دکھاؤ۔ وہاں کے تاجروں سے ان کی ضروریات کا حال دریافت کرو۔ ہر جگہ کے اصلی باشندوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آؤ اور دوستانہ گفتگو کرو۔ ان کے ساتھ تجارتی تعلقات ولندیزی اجارہ داری کی بنا پر قائم کرو اور معاہدے طے کر لو۔ بندرگاہوں، دریاؤں اور ملکی پیداوار کے حالات نوٹ کرو۔ دوسری یورپ اقوام کو روکنے کے لیے تم ایسے ملکوں اور جزیروں پر قبضہ جماؤ جو وحشیوں سے آباد نہیں اور وہاں کتبے، الواح اور مینار بنا کر ڈچ نوآبادی بسانے کا اعلان کر دو۔

پرتگیزوں اور ہسپانویوں کو ولندیزوں کے ساتھ لڑنے کی تو جرات نہ ہوئی لیکن انھوں نے ہر جگہ ان کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ ولندیزی کپتان نے ایک پرتگیزی جہاز کو غرقابی سے بچا کر شاہ ہسپانیہ سے خوشنودی اور شکریے کا پروانہ حاصل کر لیا تھا۔ جسے وہ ہر جگہ دکھاتا اور پروپیگنڈے کا اثر زائل کرتا رہا۔ ولندیزوں نے چند ہی سال کے عرصہ میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے ملکا پر پھر جاوا، سماٹرا اور سیلون پر قبضہ کیا۔ بعد ازاں فارموسا میں نوآبادی قائم کی۔ انھوں نے جنوبی افریقہ کی راس امید کے ملک میں بھی نو آبادیاں قائم کیں۔ ولندیزی کپتان تسمان نے تسمانیہ کا جزیرہ نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کا ساحل بھی دریافت کیا لیکن وہاں نو آبادی نہ بنائی۔ ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک سولیس ملازم نے کمپنی کو تاکیداً لکھا بھی لیکن کمپنی نے توجہ نہ کی۔

۱۶۰۰ء میں انگریزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی بنائی۔ اس کمپنی کے جہاز رانوں کو جو ہدایات دی گئیں وہ ڈچ کمپنی کی ہدایات کی نقل تھیں۔ ان میں لکھا گیا تھا کہ جہاں ممکن ہو تجارت کی بنیادیں قائم کرو۔ بندرگاہوں، دریاؤں اور پیداوار کا حال نوٹ کرو تاکہ کسی وقت نوآبادی بنانے کی ضرورت پیش آئے تو کام آسکے۔ اصلی باشندوں کے ساتھ محبت سے بات چیت کرو اور ان پر اپنے بادشاہ اور اپنی قوم کی طاقت اور جاہ و وحشت کا سکہ بٹھاؤ۔ بحری راستوں، تجارتی سہولتوں اور آبادکاری کے امکانات کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرو۔

برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۶۱۳ء میں پہلے پہل سوت اور بنتام (کاٹھیاواڑ) میں تجارتی کوٹھیاں اور کھولیں اور فیکٹریاں قائم کیں لیکن یہ بستیاں ان سے پرتگیزوں اور ولندیزوں نے چھین لیں۔ انگریز سورت اور بنتام سے نکل کر مدراس چلے گئے جہاں انھوں نے ۱۶۴۱ء میں اپنا تجارتی مرکز قائم کیا۔ پھر انھوں نے ۱۶۵۱ء میں کلکتہ میں تجارتی کوٹھی اور نوآبادی بنانے کی اجازت شہنشاہ اورنگ زیب کے صوبے دار سے حاصل کی۔ بمبئی کی بندرگاہ انگریزوں سے ایک شہزادی کے جہیز کے طور پر مل گئی جس کی شادی شاہ انگلستان سے ہوئی۔ تھی (۱۶۶۸ء) کوئی ڈیڑھ سو سال تک برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرگرمیاں ہندوستان میں محض تجارت کو فروغ دینے تک منحصر رہیں۔ جس کے دوران میں یہ لوگ ہندوستان کے اندرونی حالات کا مطالعہ کرتے رہے۔ اس کے بعد انھوں ے استعمار یعنی ملک پر قبضہ جمانے کی مہم شروع کردی۔

انگریزوں کی دیکھا دیکھی فرانسیسیوں نے بھی ہندوستان میں پانڈی چری میں ۱۶۷۳ء میں اور کلکتہ کے قریب چندرنگر میں تجارتی کوٹھیاں قائم کیں۔ بحر ہند کے جزیرے بور بون اور ماریشس اس وقت تک فرانسیسیوں کے پاؤں جمنے نہ دیے۔ ڈنمارک کے ڈینوں نے بھی ۱۶۱۲ء میں ٹرنکوبار دکن میں تنجور کے راجہ سے اجازت لے کر تجارتی بستی بسانے کی کوشش کی لیکن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولندیزوں نے ان کا بازار گرم نہ ہونے دیا۔ ڈینوں نے تھوڑے عرصہ میں تبلیغی سرگرمیوں پر بہت توجہ مبذول کی اور بہت سے داروڑی باشندوں کو عیسائی بنا لیا۔

انگریز اور فرانسیسی سترھویں صدی مسیحی کے آغاز میں مشرقی ملکوں میں تجارت کو فروغ دینے کی پالیسی پر کاربند تھے لیکن نئی دنیا میں انھوں نے نو آبادیاں قائم کرنے کی مہمیں اختیار کر لیں۔ ۱۶۰۶ء میں جمیز اوّل شاہ انگلستان نے دو کمپنیوں کو شمالی امریکہ میں نو آبادیاں بنانے کی اجازت دی۔ایک نے نیویارک کے قریب جہاں ولندیزوں کی نو آبادی قائم ہو چکی تھی انگریزوں کو بسانا شروع کیا۔ دوسری کمپنی نے ساحل کے جنوبی حصے میں جمیز ٹاؤن کی بستی آباد کر کے نیو ورجینیا کی ریاست کی بنیاد ڈال دی۔ ان دنوں انگلستان میں بے روزگاری عام تھی اور پادری گرجاؤں میں وعظ کہتے تھے کہ ورجینیا معاش کا دروازہ ہے جو خدا نے انگریزوں پر کھول دیا ہے۔ کینیڈا میں فرانسیسی اپنی نو آبادیاں قائم کرنے لگے۔ ۱۶۰۸ء میں انھوں نے کوئبک کا شہر آباد کیا اور ۱۶۸۶ء تک وہ کینیڈا پر قابض اور اضلاع متحدہ امریکہ کی ریاست لوئیزنایا میں آباد ہو کر دریائے مس سس پی کی وادی میں پاؤں پھیلانے لگے تھے۔ یہ نو آبادیاں قائم کرنے کے لیے انگریزوں اور فرانسیسیوں کو امریکہ کے اصلی باشندوں کے ساتھ کبھی صلح اور کبھی جنگ کرنی پڑتی تھی۔ ہر جنگ میں یہ لوگ اپنے آتشیں اسلحہ کی بدولت سرخ ہندیوں میں بڑی تباہی پھیلاتے تھے اور ان کا قتل عام روا رکھتے تھے۔ ۱۶۶۴ء میں انگریزوں نے نیو نیدر لینڈ کی ڈچ نو آبادی ولندیزوں سے چھین کر اس کا نام نیو یارک رکھ دیا۔ ۱۶۸۹ء تک کینیڈا اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ملک میں فرانسیسی مقبوضات اپنی معراج کمال کو پہنچ چکے تھے اور انھوں نے دریائے مس سس پی کی وادی میں قلعوں کی ایک زنجیر تعمیر کر لی تھی جو انگریزوں کی نو آبادیوں کے پھیلاؤ کو روک رہی تھی۔ اس وجہ سے فرانسیسیوں اور انگریزوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی جس میں انگریز ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی سر زمین سے فرانسیسیوں کو بے دخل کرنے میں کام یاب ہو گئے۔ اس کش مکش کے بعد ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا ملک انگریزی استعمار کے پھیلاؤ کے لیے کھل گیا۔ برطانیہ اور یورپ کے بعض دوسرے حصوں کے لوگ اس ملک میں آ کر آباد ہوتے گئے اور اصلی باشندوں کو مغلوب کر کے انھیں مغرب کی طرف ہٹنے یا غلامی قبول کرنے پر مجبور کرنے لگے۔

سولھویں صدی ہسپانویوں اور پرتگیزوں کے تجارتی اور استعماری عروج کا دور تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سترھویں صدی میں دوسری فرنگی قومیں بھی ان کی حریف بن گئیں جن میں انگریز، ولندیز اور فرانسیسی بہت پیش پیش تھے۔ رقابت کے باعث ان قوموں کے درمیان زبردست کش مکش شروع ہو گئی۔ ولندیزوں، پرتگیزوں، انگریزوں اور فرانسیسیوں نے جہاں جہاں ان کا داؤ چلا ایک دوسرے کو بے دخل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔اس کش مکش کی داستان بہت طویل ہے جس کے اہم واقعات اپنے اپنے موقع پر بیان کیے جائیں گے۔ شمالی امریکہ میں نو آبادیاں قائم کرنے کے لیے انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان قریباً سو سال تک پے در پے متعدد جنگیں ہوئیں۔ ۱۶۲۲ء میں پرتگیزیوں نے عباس اعظم شاہ ایران کو ناراض کر لیا۔ عباس نے انگریزوں کی مدد سے جزیرہ ہرمز کی تجارتی منڈی تباہ کر دی اور پرتگیزوں کو بے دخل کر کے وہاں قبضہ جما لیا۔ ولندیزوں نے اسی صدی میں انگریزوں کو جاوا اور سماٹرا سے بے دخل کیا اور پرتگیزوں سے متعدد بستیاں چھینیں۔ ۱۷۵۲ء تک شمالی امریکہ کی اس سرزمین میں جو اب ریاست ہائے متحدہ امریکہ کہلاتی ہے۔ مشرق ساحل کے ساتھ ساتھ انگریزوں کی تیرہ نو آبادیاں قائم ہو چکی تھیں جنھوں نے وسیع ریاستوں کی شکل اختیار کر لی تھی۔ کینیڈا میں فرانسیسی آبادکار براجمان تھے۔ امریکہ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان زمینوں پر قبضہ جمانے کے لیے کش مکش پچھلی صدی ہی سے جاری تھی۔

۱۷۵۴ء سے ۱۷۶۳ء تک یورپ کے بادشاہوں کے درمیان ہفت سالہ جنگ جاری رہی جس سے ان ملکوں کی بیرونی (امریکی اور ایشیائی) نو آبادیاں بھی متاثر ہوئیں اور جنگ کے دوران میں ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہوتی رہیں۔ ۱۷۶۳ء میں پیرس کا معاہدہ طے ہوا جس کی رو سے فرانسیسیوں نے کینیڈا اور شمالی امریکہ کے دوسرے مقبوضات انگریزوں کو دے دیے۔ انھیں پانڈی چری کاریکل اور چندر نگر کے سوا اپنے ہندوستانی مقبوضات سے بھی ہاتھ دھونا پڑا جن پر انگریز قابض ہو گئے۔ انگریزوں نے اس جنگ میں ہسپانیہ سے فلپائن کے جزیرے چھین لیے تھے جو اس معاہدہ کے وقت امریکہ میں فلوریڈا کا ملک لے کر ہسپانیہ والوں کو واپس کر دیے۔ اس طرح انگریز میکسیکو کو چھوڑ کو شمالی امریکہ کے سارے براعظم کے مالک بن گئے اور ہندوستان میں انھیں کے رعب کا طوطی بولنے لگا۔ شمالی امریکہ کی برطانوی نو آبادیاں ۱۷۷۵ء تک انگلستان کی حکومت کی تابع فرمان رہیں لیکن اس سال امریکہ کے گوروں اور انگلستان کی حکومت کے درمیان جلیے کی تجارت کے مسئلے پر جو حکومت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انگلستان محاصل اور فائدہ حاصل کرنے کے لیے اہل امریکہ پر زبردستی ٹھونسنا چاہتی تھی لڑائی شروع ہوگئی۔ ۱۷۷۶ء میں امریکی گوروں کی کانگرس نے اپنی آزادی کا اعلان کردیا۔ دو سال بعد فرانس کی حکومت نے امریکہ کی آزادی تسلیم کر لی لیکن انگریزوں سے بدستور جنگ جاری رہی۔ ۱۷۸۳ء میں برطانیہ نے بھی امریکہ والوں کی آزادی کا اعتراف کر لیا اور برطانوی فوجیں نیو یارک اور شمالی امریکہ کے ان اقطاع سے جو بعد میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ بنے نکل گئیں۔ اس طرح امریکہ کی وسیع مملکت برطانوی حکومت اور انگلستان کے انگریزوں کے ہاتھ سے نکل گئی لیکن زمانے کی رفتار انگریزوں کے لیے سازگار تھی۔ اس وقت تک وہ ہندوستان کے اندر اپنے استعماری قدم مضبوط کر چکے تھے۔ وہ اپنے اثر و نفوذ کو آگے بڑھا رہے تھے۔ نیز امریکہ والوں کی جنگ آزادی شروع ہونے سے پہلے ۱۷۷۲ء میں آسٹریلیا کے براعظم کو آباد کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ جسے ولندیزوں نے ڈیڑھ سو سال پہلے دریافت کر کے چھوڑ دیا تھا۔ امریکہ کی جنگ آزادی کا مزید حال آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

ہندوستان میں انگریزی استعمار:

۱۷۴۵ء میں جب انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان امریکہ میں لڑائیاں ہو رہی تھیں پانڈی چری کی فرانسیسی نو آبادی کے گورنر لیبورڈو نے مدراس پر قبضہ جما لیا جہاں انگریزوں کی تجارتی کوٹھی تھی۔ ۱۷۴۵ء میں فرانس اور برطانیہ کے درمیان صلح ہوگئی اور صلح نامے کی رو سے فرانسیسیوں نے شمالی امریکہ کا ایک شہر لوئیس برگ انگریزوں سے لے کر مدراس انھیں واپس کردیا۔ اس صلح نامے کے باوجود ہندوستان میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان کش مکش جاری رہی۔ ایک فرانسیسی گورنر ڈوپلے نے ہندوستان میں فرانس کے مقبوضات وسیع کرنے کی مہم شروع کی اور دکن کے فرمانروا نظام سے لڑائی چھیڑ کر ارکاٹ کا صوبہ چھین لیا اور ترچناپلی کا محاصرہ کر لیا۔ نظام کی سرکار انگریزوں کی حلیف تھی اس لیے ایک انگریز کارک نامی نے جو مدراس میں کام کرتا تھا، کچھ انگریزوں اور چند سو دیسی تلنگوں کی فوج لے کر ارکاٹ پر چڑھائی کردی اور فرانسیسیوں پر فتح حاصل کی۔ دکن میں یہ کش مکش جاری تھی کہ فورٹ ولیم کلکتہ کے انگریزوں نے بنگال کے صوبے دار نواب شجاع الدولہ سے بگاڑ پیدا کر لیا۔ نواب مذکور نے فورٹ ولیم کو سر کیا۔ کلایو ارکاٹ سے فوج لے کر کلکتے کی طرف آیا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فورٹ ولیم کے قلعے کو نواب کے لشکر سے چھڑانے کے بعد مرشد آباد کی طرف بڑھا جو نواب شجاع الدولہ کا صدر مقام تھا۔ ۱۷۵۷ء میں پلاسی کے میدان میں نواب شجاع الدولہ کی ہندوستانی فوج اور کلایو کے گوروں اور کالوں کی فوج کے درمیان گھمسان کا رن پڑا۔ بنگال کے ایک اور نواب میر جعفر نے جو نواب شجاع الدولہ کی مدد کو لشکر لے کر آیا تھا، غداری کی اور انگریزوں سے ساز باز کر کے ان سے مل گیا۔ نواب شجاع الدولہ کو شکست ہوئی اور انگریزوں کے استعماری قدم پہلی دفعہ ہندوستان کی سرزمین میں جم گئے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم ہندوستان میں برطانوی سلطنت قائم کرنے کے لیے منصوبے باندھنے لگے۔ ہندوستان کی سرزمین اس زمانے میں دہلی کے تیموری بادشاہوں کی طاقت کے زوال کے باعث طوائف الملوکی کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ نواب، صوبیدار، راجے اور مہاراجے محض اپنے اپنے ذاتی اقتدار کو سنبھالنے اور بڑھانے کی فکر میں مگن تھے۔ عام لوگ محکومیت کی زندگی بسر کرنے کے عادی ہو چکے تھے۔ ان میں کسی قسم کا مذہبی، قومی یا وطنی جذبہ کارفرما نہ تھا۔ جس کی تحریک سے وہ فرنگیوں کو اجنبی غاصب سمجھتے اور ان کے مقابلے کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ اس کے علاوہ تیموری خاندان کے بادشاہوں کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ اس کے علاوہ تیموری خاندان کے بادشاہوں کے درباری شوکت و تجمل کے سائے میں ہندوستان میں جس قسم کے سوشل نظام نے نشوونما پائی اس نے بالائی طبقہ کے لوگوں کو سہل انگار، عیش و عشرت کا دلدادہ اور بہت بڑی حد تک بزدل بنا دیا تھا۔ تیموری ترکوں اور پٹھانوں کے سپاہیانہ اوصاف کا معیار بہت پست ہو گیا تھا۔ ہندوستان کی جنگی قومیں مثلاً راجپوت اور مرہٹے وغیرہ بھی اپنی جنگجویانہ صفات کو بہت بڑی حد تک کھو بیٹھے تھے۔ عامۃ الناس تیموری بادشاہوں کے جاگیردارانہ نظام کے تلے دب کر غلامانہ طور پر اطاعت گزار ہو چکے تھے۔ بلا شبہ آتشیں اسلحہ یعنی توپ اور بندوق کو ہندوستان میں لانے والے یہی تیموری ترک تھے لیکن ان کے بادشاہوں نے ان اسلحہ کو رائج کرنے اور انھیں ترقی دینے میں بہت کم توجہ مبذول کی۔ سب سے بڑی بات جو ہندوستان کے اندر استعمار فرنگ کو سازگار آئی یہ تھی کہ اورنگ زیب اعظم (۱۶۷۸ء سے ۱۷۰۷ء تک) کے جانشین ہندوستان کی وسیع سلطنت کو سنبھالنے کے معاملہ میں بہت نا اہل ثابت ہوئے اور ملک آہستہ آہستہ طوائف الملوکی اور جمعیت گردی کی آماجگاہ بن گیا۔ ہندوستان کا یہ مادی اور معنوی زوال ان فرنگی تاجروں کی آنکھوں کے سامنے ظہور پذیر ہوا جو نئے حوصلے، نئی امنگیں اور جوان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوت عمل لے کر اس ملک میں سوداگری کر رہے تھے۔ انھوں نے اہل ہند کی ہر کم زوری سے فائدہ اٹھایا۔ ان کے نوابوں، راجوں، خانوں اور سرداروں کو خانہ جنگیوں میں دخیل ہو کر اپنی اہمیت بڑھانے لگے۔ وہی اجنبی جو ایک سو سال سے یہاں کے نوابوں اور صوبے داروں کی پناہ میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ شدہ شدہ ایسی طاقت بن گئے جن کی پناہ خود ہندوستان کے لوگ چاہنے لگے۔ انگریزوں کے جنگی وقائع نگار لکھتے کہ انھیں ہندوستان کے وسیع براعظم میں کسی جگہ بھی مضبوط جنگی طاقت سے مقابلہ نہیں پڑا تا آں کہ اٹک پار کے افغانوں نے ان کے دانت کھٹے کیے اور ان کی استعماری فتوحات کے سیلاب کو وسط ایشیا کے ملکوں کی طرف آگے بڑھنے سے روک دیا۔

پلاسی کی لڑائی کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازموں نے اپنے اثر رسوخ کو بنگال سے آگے بہار اور صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ تک بڑھانے کی کوششیں شروع کر دیں اور ۱۷۶۴ء میں بکسر کی لڑائی کے بعد جو اودھ کے نواب سے لڑی گئی، شاہ عالم ثانی شہنشاہ دہلی سے ان اقطاع کے دیوانی معاملات کا بندوبست کرنے کی سند حاصل کر لی۔ اس طرح انگریز شمالی ہند میں شہنشاہ دہلی کے نام پر حکومت کرنے لگے۔ اسی زمانے میں دکن کی سرزمین نے حیدر علی کی شکل میں ایک بہادر محبّ وطن پیدا کیا جو اپنی شجاعت اور دیگر اوصاف کے بل پر سپاہی سے ترقی کر کے میسور کی ریاست کا بادشاہ بن گیا۔ حیدر علی نے اجنبی انگریزوں کے زور افزوں اقتدار کا خطرہ محسوس کیا اور ۱۷۸۰ء میں ان سے جنگ چھیڑ کر مدراس پر قبضہ جما لیا لیکن انگریزوں نے خود ہندوستان کے لوگوں اور نوابوں کی مدد سے حیدر علی کو شکست دی اور مدراس کا شہر چھڑا لیا۔ حیدر علی کے جانشین ٹیپو سلطان نے بھی زندگی بھر ہندوستان کو انگریزوں کے استعماری قدموں سے پاک کرنے کے لیے جدوجہد جاری رکھی۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر سلطان مذکور نے دکن اور ہندوستان کے نوابوں اور راجاؤں سے لے کر سلطان ترکی اور حکومت فرانس تک کو اپنا حلیف بنانے کی کوششیں کیں لیکن ہندوستان کے فرماں روا صرف اپنی جان کی خیر منانے کی پالیسی پر عمل پیرا تھے۔ ترکی سے کسی قسم کی امداد پہنچ نہیں سکتی تھی اور فرانسیسیوں سے کسی موثر امداد پہنچ نہیں سکتی تھی کیوں کہ وہ انگلستان کے ساتھ ہفت سالہ لڑائی لڑنے کے بعد ۱۷۶۳ء کے معاہدہ پیرس کی رو سے نہ صرف اپنے ہندوستانی مقبوضات سے دست کش ہو چکے تھے بلکہ شمالی امریکہ میں کینیڈا اور اپنے دیگر مقبوضات بھی انگریزوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالے کر چکے تھے۔ اسی معاہدہ کی رو سے انگریزوں نے کوبا اور فلپائن، ہسپانیہ کو واپس دے کر ان سے فلوریڈا (امریکی) کا علاقہ لے لیا۔ ان اسباب کے علاوہ خود سلطان کے وزیر صادق نامی نے غداری کی اور انگریزوں سے مل کر وزیگاپٹم کے قلعے کے دروازے ان پر کھول دیے۔ سلطان شمشیر بکف لڑتا ہوا دروازے میں شہید ہو گیا۔

اس طرح دکن کی سرزمین انگریزوں کے قبضہ و اقتدار میں آ گئی۔ حیدر آباد نظام پہلے ہی سے انگریزوں کا حلیف چلا آ رہا تھا جس نے مرہٹوں کے ڈر سے جو مہاراشٹر اور شمالی ہند میں طاقت حاصل کر چکے تھے ساتھ سمندر سے پار آنے والی اس اجنبی قوم سے یارانہ گانٹھنا ضروری سمجھا۔

بنگال اور دکن میں اپنی مخالف قوتوں کو تباہ کرنے اور اپنے حلقہ اثر کو دہلی کے دروازوں تک وسعت دینے اور اکثر مقامی راجاؤں اور نوابوں کو اپنے زیر حمایت لانے کے بعد انگریزوں نے وسطی ہند کی مرہٹہ ریاستوں کا زور توڑنے کی طرف توجہ مبذول کی اور انھیں یہ لطایف الحیل اپنے حلقہ اثر میں شامل کر لیا۔ مرہٹوں کی جنگی طاقت ۱۷۶۰ء میں پانی پت کی چوتھی لڑائی میں احمد شاہ ابدالی کے پٹھان لشکر سے ٹکرا کر بُری طرح زخمی ہو چکی تھی۔ اس افتاد کے بعد مرہٹے متحد نہ رہ سکے اور وسط ہند میں ان کی متعدد ریاستیں قائم ہو گئیں جنھیں سر کرنا اور زیر اثر لانا انگریزوں کے لیے چنداں مشکل ثابت نہ ہوا۔ غرض ۱۸۰۰ء تک یہ حالت ہو گئی کہ وسطی، مشرقی اور جنوبی ہند کے اقطاع انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے مقبوضات بن گئے۔ دہلی میں تیموری شہنشاہوں کی اولاد برائے نام ہندوستان کی حکمران بنی بیٹھی تھی۔ دہلی کے گرد و نواح میں جاٹ گردی کا دور دورہ تھا۔ پنجاب پر سکھ قابض تھے۔ سندھ کی سرزمین پر امیران سندھ فرمان فرمائی کرتے تھے۔ پنجاب اور سندھ میں اس طرح متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو رہی تھیں لیکن یہ دونوں ملک احمد ابدالی کی فتوحات کے صدقے میں کابل سردار اور سندھ کے امیر اس وقت کابل کے بادشاہ کی اطاعت کا دم بھرتے تھے۔

انگریزوں نے ہندوستان کی سرزمین پر جس طرح قبضہ جمایا اس کی کیفیت ذیل کے نقشے میں واضح کی گئی ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ	علاقہ جس پر انگریزوں نے قبضہ جمایا	جس طریق سے حاصل کیا
۱۷۵۷ء	چوبیس پرگنہ (بنگال) اور نواحی دیہات	نواب بنگال سراج الدولہ سے لڑ کر حاصل کیا۔
۱۷۵۸ء	مسولی پٹم (دکن)	نظام دکن سے انعام کے طور پر لیا۔
۱۷۶۰ء	بردوان اور چاٹگام	نواب بنگال سے رشوت دے کر حاصل کیے۔
۱۷۶۵ء	بنگال، بہار اور اڑیسہ	شہنشاہ دہلی شاہ عالم ثانی کی رائیگاں بخشی۔
۱۷۶۵ء	مدارس کی جاگیر	نواب ارکاٹ سے انعام کے طور پر۔
۱۷۶۶ء	شمالی سرکار کے اضلاع	نظام دکن سے انعام کے طور پر۔
۱۷۷۵ء	بنارس کی زمیں داری	وزیر اودھ کو ڈرا کر حاصل کی۔
۱۷۷۶ء	سالسٹہ کا جزیرہ	مرہٹوں سے خریدا۔
۱۷۷۸ء	ناگور کا شہر اور قلعہ	تنجور کے راجا سے ہتھیا لیا۔
۱۷۷۸ء	گنتور سرکار کے اضلاع	نظام دکن سے خدمات کا معاوضہ۔
۱۷۹۲ء	ملیبار اور نواحی علاقے	ٹیپو سلطان سے لڑ کر حاصل کیے۔
۱۷۹۹ء	کنارا کوٹمبٹو وغیرہ	ٹیپو سلطان سے لڑ کر حاصل کیے۔
۱۷۹۹ء	تنجور	راجا تنجور پر دباؤ ڈال کر۔
۱۸۰۰ء	میسور کی ولایات	نظام دکن سے انعام کے طور پر۔
۱۸۰۱ء	کرناٹک	نواب کرناٹک سے دباؤ ڈال کر۔
۱۸۰۱ء	گورکھ پور بریلی	وزیر اودھ سے دباؤ ڈال کر۔
۱۸۰۲ء	بندہیل کھنڈ	مرہٹہ پیش وا سے لڑ کر۔
۱۸۰۳ء	کٹک اور بلاسور	راجا برار پر دباؤ ڈال کر۔
۱۸۰۳ء	دہلی کی ولایت	گوالیار کے مرہٹہ راجا سندھیا سے لڑ کر۔
۱۸۰۵ء	گجرات کاٹھیاوار کے بعض حصے	مرہٹہ راجا گائیکواڑ سے لڑ کر۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۸۱۸ء	کاندیش وغیرہ	مرہٹہ راجا ہلکر سے لڑ کر۔
۱۸۱۸ء	اجمیر	مرہٹہ راجا سندھیا پر دباؤ ڈال کر۔
۱۸۱۸ء	پونا اور مہاراشٹر	مرہٹہ پیش وا سے لڑ کر۔
۱۸۱۸ء	نربدا پر کے بعض اضلاع	راجا برار پر دباؤ ڈال کر۔
۱۸۲۶ء	آسام ارکان اور تناسرم	آوا کے راجا سے لڑ کر۔
۱۸۳۴ء	کورگ	راجا کورگ پر دباؤ ڈال کر۔
۱۸۴۳ء	سندھ	امیران سندھ سے لڑ کر۔
۱۸۴۸ء	پنجاب	سکھوں سے لڑائی کر کے۔
وقتاً فوقتاً دیسی ریاستیں		خود بہ خود انگریزوں کے زیر حمایت آتی گئیں۔

سائے بیریا میں روسیوں کا نفوذ:

اہل فرنگ کے خروج و استعمار کی داستان کے سلسلے میں جنوبی روس کے قازاق و قبچاق قبائل کی وہ نقل و حرکت بھی قابل ذکر ہے جو ان تین صدیوں کے دوران میں وقوع پذیر ہوئی۔ یہ خانہ بدوش قبیلے جن کے آباؤ اجداد شمالی میدان اعظم سے کوچ کر کے روس کے جنوبی حصوں میں آباد ہوئے تھے۔ اس زمانے میں مشرق کی طرف حرکت کرنے لگے اور ان تین صدیوں میں آہستہ آہستہ پھیلتے ہوئے اور ایک دوسرے کو آگے سے آگے دھکیلتے ہوئے سائے بیریا کے مشرقی حصوں تک پہنچ گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تاتار اعظم کی وسیع سرزمینیں جو ادوار گزشتہ میں لاکھوں کی جمعیتیں امریکہ، ایشیا اور یورپ کے ملکوں کی طرف بھیجتی رہیں اس زمانے میں بہت کم آباد ہو چکی تھیں۔ ترکوں اور مغلوں کی نقل مکانی کے بعد جو گزشتہ دور میں وقوع پذیر ہوئی اس سرزمین کی ویرانی کی وجہ شاید موسمی تبدیلی ہو یا وباؤں نے اس سرزمین کو بے آباد کر دیا ہو بہر حال اس ویرانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ الٹی گنگا بہنے لگی اور جنوبی روس کے قبچاقی اور قازاقی قبیلے کسی قسم کی مزاحمت کے بغیر سائے بیریا کے برفانی جنگلوں میں پھیل گئے۔ ان قبیلوں کو اپنے خط حرکت کے جنوب کی طرف یعنی ترکستان میں کڑی دکھائی دی۔ ترکستانات کے لوگوں کی دست برد سے بچنے کے لیے انھوں نے مغرب سے مشرق تک قلعوں کی ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زنجیر بنالی۔ اس طرح زاران روس کا حکومتی اقتدار ان قبائل کی نقل و حرکت کے ساتھ ساتھ کسی قسم کی مزاحمت و کوشش کے بغیر آب نائے بیرنگ اور بحیرہ جاپان تک پھیل گیا۔ بلکہ روسیوں نے آب نائے بیرنگ کو عبور کر کے شمالی امریکہ کے شمالی مغربی ملک ایلاسکا پر بھی قبضہ جما لیا۔ زاران روس کی استعماری کوششوں کو اپنی وسیع مملکت کے جنوب میں ترکوں اور چینیوں سے سابقہ پڑا۔ چین کی سلطنت اس دور میں مانچوریا، منگولیا، تبت، ترکستان کے بعض حصوں، سیام، انام اور برما پر حاوی ہو چکی تھی۔ ترکستانات میں ترک سلطانوں اور امیروں ک ریاستیں قائم تھیں اور بحیرہ خزر اور بحیرہ اسود کے نواحی ملکوں میں ایران اور ترکی کی سلطنتیں روسی استعمار کے پھیلاؤ کی راہ روکے کھڑی تھیں۔

سائے بیریا میں روسی استعمار کے پھیلاؤ کی کہانی بہت سادہ اور سہل سی ہے۔ سولھویں صدی مسیحی کے آغاز میں نووو گراڈ کے ایک تجارتی گھرانے نے زار روس سے مشرق ملکوں کے ساتھ تجارتی اجارہ داری قائم کرنے کی اجازت حاصل کی جن کی وسعت کا اس وقت روس میں یا یورپ میں کسی صحیح طور پر علم نہ تھا۔ ان تاجروں کو زیادہ ترسیل جانور کے سمور کی تلاش تھی جس کے لیے ان کے ایجنٹ پر امن طریق سے آگے سے آگے نکلتے گئے۔ ۱۵۸۰ء کے قریب ان تاجروں کو اپنی تجارتی لوٹ کھسوٹ کو ترقی دینے کے لیے فوجی امداد کی ضرورت محسوس ہوئی چناں چہ انھوں نے زار کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ قازاق یا کاسک قوم کے لوگوں کو مشرقی ملکوں میں آباد ہونے کی ترغیب دے۔ ان قازقوں نے سائے بیریا کے شمال مشرق کی طرف پھیل کر اپنی بستیاں بسانی شروع کر دیں اور جنوبی سرحدوں پر قلعوں کی ایک زنجیر تعمیر کرتے گئے تاکہ ترکوں اور ترکمانوں کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں۔ ان قازقوں نے روسی تاجروں کی مدد سے ۱۶۰۹ء دریائے نیسی کے کنارے پہلے ایک شہر آباد کیا۔ پھر ۱۶۱۹ء میں دوسرے شہر کی بنیاد رکھ دی۔ ۱۶۴۲ء میں باکٹسک شہر آباد کیا گیا جو بعد میں سائے بیریا کی روسی مملکت کا صدر مقام بنا۔ یہاں سے روسی استعمار نے شمال مشرق میں کیچکا اور آب نائے بیرنگ کی طرف ہاتھ پھیلائے۔ مشرق میں بحرالکاہل کی طرف اور جنوب میں مانچوریا اور کوریا کی طرف بڑھنا شروع کیا اس وقت تک سمور کے ساتھ سونے کی تلاش بھی شروع ہو چکی تھی اور مزید برآں دریائے پاؤ کیکھا کی تلاش بھی تھی جو شمال مشرق کے دور دراز خطوں میں بتایا جاتا تھا اور جس کے متعلق عام روایت یہ تھی کہ اس کا پانی زندگی بخش اور شباب آور ہے۔ ۱۶۰۰ء میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک روسی مفتش ڈینجیو یا آب نائے بیرنگ تک پہنچ گیا۔ ۱۷۲۴ء میں ایک اور روسی بحری کپتان بیرنگ اور اس کے نائب نے مزید تفتیش کر کے اس امر کی تصدیق کی کہ امریکہ کے شمال مغربی اور سائے بیریا کے شمال مشرقی گوشوں کو ایک آب نائے جدا کرتی ہے جس کا نام اس بحری کپتان کے نام پر بیرنگ رکھ دیا گیا۔ ۱۶۸۵ء میں ایک روسی سفارت نے شہنشاہ چین کے نمائندوں سے مل کر جنوب میں دریائے امور کو روسی اور چینی مملکت کے درمیان حد مقرر کیا۔ ۱۷۲۳ء تک روسی مفتشین ایلاسکا کو کھنگال چکے تھے اور ان کے جہاز شمالی امریکہ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ کیلیفورنیا کے جزیرہ نما تک آنے جانے لگے تھے۔ زاراں روس نے سائے بیریا میں تجارتی بستیوں کے ساتھ مجرموں، بالخصوص سیاسی مجرموں کی بستیاں بسانے کی پالیسی بھی اختیار کی۔ ان مجرموں کو اپنی عورتیں اپنے ساتھ لانے کی اجازت ہوتی تھی۔ نیز ان کی سرزمین کچھ غیر آبادسی تھی تاہم جن لوگوں سے روسیوں کو سابقہ پڑا انھوں نے ان کے پھیلاؤ کی مزاحمت نہیں کی۔ البتہ وہ مہلک امراض کا شکار ہو کر ختم ہونے لگے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چین، جاپان اور شرق الہند

چین میں سولھویں صدی مسیحی کے آغاز میں منگ خاندان کے بادشاہ حکومت کر رہے تھے۔ اس خاندان کے بادشاہ بہت شستہ ذوق رکھنے والے حکمران تھے۔ جنھوں نے اپنے ہاں کے فنون لطیفہ کی سر پرستی کی اور اسے ترقی دی۔ یہ خاندان خالص چینی نژاد تھا۔ جس کے عہد میں چینی اپنے قدیم تمدن اور اپنی پرانی تہذیب کی روایات کے مطابق اطمینان اور قناعت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس خاندان کے آخری بادشاہ کا نام ہووئی تسونگ تھا جس نے اپنے جبر سے رعایا کو ناراض کر لیا۔ مملکت کے اندر جا بہ جا شورشیں نمودار ہونے لگیں اور بدامنی ترقی کرنے لگی۔ ان حالات میں ایک شخص لے نامی نے بہت سی جمعیت فراہم کر لی اور عوام کو یہ وعدہ دے کر کہ ان کے ٹیکسوں کا بوجھ ہلکا کر دیا جائے گا ان کی حمایت حاصل کر لی۔ اس باغی سردار نے شہنشاہ چین کی فوجوں کو شکست دی بلکہ اکثر مقامات پر شاہی فوجیں اس کے ساتھ جا ملیں یا مقابلہ کیے بغیر زیر ہوگئیں۔ لے نے دارالحکومت پیکن پر چڑھائی کی۔ وہاں کی شاہی فوج باغیوں سے جا ملی اور بادشاہ کے گھر کے خدام بھی فرار ہوگئے۔ یہ حال دیکھ کر ہووئی تسونگ نے پہلے اپنی بیگمات اور بچوں کو قتل کیا، بعد ازاں اپنے گلے میں پھانسی کا پھندہ ڈال کر خودکشی کر لی۔ ہووئی تسونگ اس مضمون کی وصیت لکھ گیا کہ امید ہے کہ غاصب شاہی خاندان کی تباہی سے مطمئن ہو جائے گا لیکن میری وصیت یہ ہے کہ وہ رعایا پر ظلم و تشدد روا نہ رکھے۔

ایک شاہی جرنیل نے جو چین کی شمالی سرحد پر متعین تھا جب یہ حالات سنے تو اس نے لے سے اپنے آقا کا بدلہ لینے کے لیے اپنی فوجوں کو اکٹھا کیا اور مانچو کے بادشاہ سے امداد کا طالب ہوا۔ مانچو کا بادشاہ بڑی رضا و رغبت سے اس امداد پر آمادہ ہوگیا کیوں کہ وہ کہا کرتا تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ خدا نے مجھے چین کا بادشاہ بننے کے لیے مامور کیا ہے۔ شاہ مانچو اور چینی جرنیل کی فوجوں نے لے کو شکست دی جو شہنشاہ چین بن بیٹھا تھا لیکن لے کی تباہی کے بعد مانچو کا بادشاہ چین کا شہنشاہ بن بیٹھا۔ چینیوں نے اسے قبول نہ کیا۔ اس لیے تاتاریوں اور چینیوں کے درمیان لڑائیاں ہونے لگیں جن کے باعث ملک بہت تباہ حال ہو کر روانہ بن گیا اور آخر ۱۶۴۴ء میں تاتاریوں نے چین پر بزورِ شمشیر اپنے اقتدار کا سکہ جما لیا۔ مانچو خاندان کے پہلے بادشاہ کی قوتیں اندرونی امن کے قیام اور اقتدار کے استحکام پر صرف ہوتی رہیں۔ اس زمانے میں کاک سنگا نامی ایک طالع آزما نے چین کے مشرقی ساحل کے کافی حصے میں ریاست قائم کر لی اور جزیرہ فارموسا سے ولندیزوں کو بے دخل کر کے وہاں کا خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ کاک سنگا کا جانشین شہنشاہ چین کا مطیع اور باج گزار بن گیا۔

مانچو خاندان کا دوسرا بادشاہ بہت علم دوست اور روشن خیال تھا جس نے رعایا کو خوش حال بنانے کے لیے بہت جدوجہد کی۔ تباہ شدہ زمینوں کو آباد کرایا، انتظامات درست کیے، سرحدی لٹیروں کا قلع قمع کیا اور علم و ادب کو نئے سانچوں میں ڈھالنے کی تحریک اٹھائی جو قدامت پسند چینیوں میں پنپ نہ سکی۔ کانگ ہو نے اپنے عہد میں کبلائی خان اعظم کے عہد کی یاد تازہ کر دی۔ اس بادشاہ کے عہد میں جو ہندوستان کے اورنگ زیب اعظم کا ہم عصر تھا۔ عیسائی مشنری چین میں پہنچے جنھیں اپنا دین پھیلانے کی اجازت دی گئی لیکن یہ لوگ پاپائے اعظم کو کل دنیا کا فرمانروا ظاہر کرتے تھے۔ اس لیے کانگ ہو کے جانشین نے انھیں اپنے ملک سے باہر نکال دیا۔ اسی خاندان کے ایک بادشاہ کیئن لنگ کے دربار میں جو ۱۷۳۵ء میں متمکن ہوا ہالینڈ، انگلستان اور روس کی سفارتیں پہنچیں۔ جنھوں نے چین کے اندر نفوذ کی راہ حاصل کرنے کی اجازت چاہی لیکن چین کے لوگ ان اجنبیوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے یہ سفارتیں اپنا کوئی مقصد بھی حاصل نہ کر سکیں۔ کیئن لنگ کی توجہ زیادہ تر مغربی سرحد یعنی چینی ترکستان کے کالمک ترکوں کی سرکوبی کرنے پر صرف ہوتی رہی۔ جنھیں اس نے ۱۷۵۷ء میں بڑی بے دردی سے قتل و غارت کیا اور چینی ترکستان میں اس مضمون کا ایک کتبہ نصب کر دیا کہ ''آسمان جس درخت کو لگانا چاہے اسے انسان اکھاڑ بھی دے تو وہ جڑ سے پھر ہرا ہو جاتا ہے لیکن آسمان جس درخت کو اکھاڑے اسے انسان دوبارہ اُگا نہیں سکتا۔'' کیئن لنگ ۱۷۹۵ء میں اٹھاسی سال کی عمر میں ساٹھ سال حکومت کرنے کے بعد اپنے پانچویں بیٹے کے حق میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دست بردار ہو گیا۔ انیسویں صدی مسیحی کے آغاز میں جب انگریزوں نے چین سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اس کا جانشین حکمران تھا۔

جاپان کے جزیروں کے باشندے صدیوں بلکہ ہزاروں سالوں سے ایشیا کے انقلابوں سے الگ تھلگ زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان جزیروں کے قدیم باشندے اینو قوم کے لوگ ہیں جو خدوخال سے آریہ نسل (نارڈک) نظر آتے ہیں لیکن ان کے بدن پر گھنے اور لمبے لمبے بال ہیں جو ان کو آریاؤں سے ممیز کرتے ہیں۔ دوسرے جاپانی جو صدیوں سے ان جزیروں کے حاکم چلے آرہے ہیں منگول نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور اکثر خصائص میں امریکہ کے قدیم باشندوں سے ملتے جلتے ہیں۔ جاپان کے آثار اور جاپانیوں کی روایات سے پتہ ملتا ہے کہ ۲۰۰ء سے پہلے جاپانی وحشی قبائل کی سی نیم شکاری اور نیم تمدنی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ۲۰۰ء سے ۴۰۰ء تک کے زمانے میں یہ منظم ہوئے اور چینیوں کی آمدورفت کے باعث تہذیب سیکھنے لگے۔ اسی دور میں جاپانیوں کی ایک ملکہ جنگو نے کوریا پر حملہ کیا اور اس وقت سے جاپانی کوریا میں دخیل ہونے لگے۔ مانچو اور خطا کے تاتاریوں، منگولیا کے مغلوں اور چین کے شہنشاہوں کو اپنے اپنے اقتدار کے وقت ان جاپانیوں سے واسطہ پڑتا رہا جو کوریا میں آباد ہو چکے تھے۔ جاپانی شروع ہی سے شنتومت کے پیرو چلے آرہے ہیں اور اپنے ہاں کے شاہی خاندان کو سورج کی اولاد تصور کر کے اس کی پرستش کرتے ہیں۔ اس قسم کے عقائد تمدن انسانی کے منبع یعنی دجلہ و فرات کی سرزمین میں دو ہزار سال ق-م کے زمانے میں اور اس سے پہلے رائج تھے جو مختلف ادوار میں نیل اور گنگا کی وادیوں میں بھی ظہور پذیر ہوتے رہے۔ جاپان اور جاپانی ۱۵۰۰ء کے بعد تاریخ عالم کی روشنی میں داخل ہوتے ہیں۔ جب ۱۵۴۲ء میں پرتگیز طالع آزما وہاں پہنچے اور انھوں نے دوسرے ملکوں اور جزیروں کی طرح جاپان سے تجارتی اور استعماری تعلقات قائم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ ۱۵۴۹ء میں استعمار فرنگ کے ہراول دستے یعنی پادری لوگ بھی وہاں پہنچ گئے جنھوں نے وہاں دین مسیحی کی تبلیغ شروع کر دی اور بہت سے جاپانیوں کو عیسائی بنا لیا۔ جاپانیوں نے ایک سو سال تک فرنگیوں کی تجارتی اور تبلیغی سرگرمیوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا لیکن جب ہسپانیہ والوں نے فلپائن کے جزائر پر قبضہ جما لیا تو جاپانیوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ اپنے ملک میں فرنگیوں کی سرگرمیوں کو شبہے اور خطرے کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ چناں چہ ۱۲۳۸ء میں جاپانیوں نے اجنبیوں پر دروازے بند کی پالیسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کر لی جسے چین کے شہنشاہ بھی اپنے ہاں کے لیے اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اس کے بعد دو سو سال تک جاپانی فرنگیوں کی بے جا مداخلت کا تختہ مشق بننے سے بچے رہے اور حسب معمول انقلابات عالم سے الگ تھلگ رہنے کی پرانی پالیسی پر عمل پیرا رہے۔

فلپائن، میلینیشیا اور ہندیشیا کے جزیروں میں عرب مسلمانوں کی ریاستیں قائم ہو چکی تھیں۔ عربوں نے ان جزیروں کی پرانی آبادیوں کی اکثریت کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے بل پر دین اسلام کے دائرے میں داخل کر لیا تھا اور وہ مزے سے پرامن زندگی بسر کر رہے تھے کہ اقوام فرنگ نے ان اقطاع میں استعماری یلغاریں شروع کر دیں اور ۱۵۰۰ء سے ۱۶۰۰ء تک کا زمانہ ان جزیروں میں عربوں کے عروج کا دور شمار ہوتا ہے اور ۱۶۰۰ء سے ۱۸۰۰ء تک کے زمانے میں ولندیزوں، ہسپانیوں، انگریزوں اور فرانسیسیوں نے ان جزیروں میں اور ان سے آگے بڑھ کر پولینیشیا (بحر الکاہل) کے جزیروں میں نوآبادیاں قائم کرنے کی مہمیں زور شور سے جاری رکھیں۔

شرق الہند اور بحر الکاہل کے قدیم باشندوں کا تمدن :

جزائر جاپان کے باشندے چین کی قدیم تہذیب سے راہ و رسم رکھنے کے باعث اور فلپائن کے باشندے کمبودیا، انام اور شرق الہند کی راہ سے ہندوستان کے ہندو تمدن کی لہریں پہنچتے رہنے کے باعث نیز بعد میں عربوں اور چینیوں کے زیر اثر آنے کے باعث، بالی، جاوا اور سماٹرا کے باشندے صدیوں ہندوستان کے زیر اثر رہنے اور بعد میں عربوں کے زیر اثر آنے کے باعث تمدن کی اس سطح پر پہنچ گئے تھے جس تک اس دور میں باقی دنیا پہنچ چکی تھی۔ ان کی پس ماندگی اگر کوئی تھی تو وہ آتشیں اسلحہ کے حصول اور ان کی ساخت سے ناواقفیت تھی۔ باقی امور میں وہ کسی لحاظ سے ایشیا یا یورپ کی اقوام سے پیچھے نہ تھے لیکن ان سے پرے جزیرہ نیوگنی اور بحر الکاہل کے دوسرے جزیروں فیجی، سلیمان، پولونیشیا کے بہت سے مجامع الجزائر کے باشندے بہت پس ماندہ تھے۔ نیوگنی کے پاپوآئی تیر کمان کا حصول جانتے تھے اور کشتیاں بنانے اور انھیں استعمال کرنے کے فنون میں خوب ماہر تھے۔ ان میں بدن پر گہرے داغ اور نقوش بنانے، انھیں رنگوں سے بھرنے اور ناک میں چھلا پہننے کا فیشن بہت عام تھا۔ ہر گھر میں کسی پرانے بزرگ کا بدصورت اور بدنما بت موجود رہتا تھا جسے وہ پوجتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتماعی تقریبوں میں ان کے پجاری نقاب اوڑھ کر ناچتے تھے۔ لکڑی اور پتھر پر کھدائی کا کام بھی خاصا ترقی یافتہ تھا اور مٹی کے برتن بنانے اور پکانے کا فن عام اور عمدہ تھا۔ پالونیشیا یعنی بحرالکاہل کے جزیروں کے باشندے، شکار، ماہی گیری، کشتی سازی اور کشتی رانی کے فنون میں بہت ماہر تھے۔ گاؤں اور قبائلی علاقے بنا کر رہتے تھے۔ زراعت کاری کے لیے کھیت اور باغ رکھتے تھے جن کے اردگرد دیواریں تعمیر کی جاتی تھیں۔ یہ لوگ دوسروں کو غلام بنانے یا ان کا گوشت پکا کر کھانے یا انھیں دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھانے کے لیے ایک دوسرے سے لڑتے بھڑتے تھے۔ ان میں بعض جزیروں کے لوگ دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ترقی یافتہ حالت میں تھے۔ جزائر ہوائی اور نیوزی لینڈ میں پانچ ہزار میل کا بعد ہے اور ان جزیروں کے باشندے ایک دوسرے سے چار سو سال سے لے کر گیارہ سو سال کی مدت سے الگ ہو چکے ہیں لیکن اس زمانی اور مکانی بعد و فراق کے باوجود اب بھی ایک دوسرے کی زبان سمجھ سکتے ہیں۔ بعض خصوصیتیں ان جزیروں کے باشندوں میں عام اور مشترک ہیں مثلاً یہ کہ سب درزی کی طرح بیٹھتے ہیں۔ اشارہ کرتے وقت ہتھیلی نیچے کی طرف رکھتے ہیں۔ سر کے اشارے سے ہاں کہنا ہو تو سر کو اُوپر کی طرف حرکت دیتے ہیں۔ اظہار محبت کے لیے گالوں پر ناک رگڑتے ہیں بلکہ پیار سے سونگھتے ہیں۔

آسٹریلیا کے قدیم باشندے ان سے مختلف ہیں۔ اٹھارھویں صدی مسیحی کے آخری ربع میں جب انگریز مجرم اور آبادکار وہاں پہنچنے لگے تو اصلی باشندے پتھر کے زمانہ کے لوگوں کی سی ابتدائی زندگی بسر کر رہے تھے۔ دکن کے قدیم باشندوں اور لنکا کے وداہوں کی طرح ان کے سر کے بال گنگھریالے، ڈاڑھیاں گھنی، رنگ سیاہ بھورا، کھال پتلی، ناک کی جڑ اندر کو دھنسی ہوئی، نتھنے چوڑے، ماتھے پیچھے کو ہٹے ہوئے اور کھوپری پست اور تنگ تھی۔ یہ لوگ محض شکار پر بسر اوقات کرتے تھے اور آنے والے کل کی فکر نہیں کرتے تھے۔ مرد شکار کھیلتے اور عورتیں جنگل کی جڑی بوٹیاں اکٹھی کرتیں۔ کچی یا اُبلی ہوئی غذا کھاتے تھے اور درختوں کی چھال یا گھاس پھوس سے بنائے ہوئے جھونپڑوں میں رہتے تھے۔ ایک قسم کا جنگلی کتا ان کا پالتو جانور تھا۔ ان کے اوزار لکڑی اور پتھر کے تھے۔ نیزہ پھینکنے کی کمان اور بومرینگ کا استعمال بھی جانتے تھے۔ درخت کے تنے کو چھید کر کشتیاں بناتے تھے۔ تیر کمان، برتن اور کپڑے سے ناواقف محض تھے۔ کھال کے کپڑے یا ننگے رہتے تھے۔ رسیوں کا تھیلا بنانا ان کی بڑی سے بڑی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صنعت تھی۔ یہ لوگ بھوتوں، پریتوں، روحوں کو مانتے اور پتھروں اور بعض دوسری چیزوں کو پوجتے تھے۔ جنھیں وہ بہت چھپا کر رکھتے تھے۔ ان پر خون چھڑکنا ان کی خاص رسم تھی۔ سال میں مہینہ بھر مذہبی رسمیں ادا کرتے تھے اور خوب ناچتے تھے۔ مردوں کو ان پر خون چھڑک کر دفن کرتے تھے اور بسا اوقات اس کے ہتھیار بھی اس کے ساتھ ہی دفن کر دیتے تھے۔ ان کے ہاں ایک خاص رسم بچے کے بالغ ہونے پر ادا کی جاتی تھی۔ قبیلے کے بزرگ بالغ ہونے والے جوان مرد یا عورت کو کئی کئی دن خاموش رکھتے اس سے فاقے کراتے۔ اسے رنگتے، باندھتے، کاٹتے اور اس کے بدن سے خون نکالتے اور جسم پر داغ دیتے تھے پھر اس کے کان میں راز کی بات کہہ دیتے اور وہ اس وقت سے بڑوں میں شمار ہونے لگتا۔ ان کے ہاں ذاتی اور قبیلوی جائیداد کا تصور موجود تھا۔ زمین کنبوں میں تقسیم ہوتی تھی۔ بعض دفعہ عورتیں قبیلے کی مشترکہ ملکیت سمجھی جاتی تھیں اور بعض دفعہ جائیداد منقولہ کی طرح قرض دی جاتیں، بدلی جاتیں یا ورثے میں ملتی تھیں۔ قبیلے کا قانون توڑنے والے کو جرم کے مطابق موت کی یا دوسری سزائیں دی جاتی تھیں۔ یہ لوگ پیغام بھیجنے کے لیے چھڑیاں استعمال کرتے تھے۔ مرض اور موت کو جادو کا اثر سمجھتے تھے اور جادوگروں سے جنھیں وہ روحیں یا بھوت سمجھتے تھے لڑنے کے لیے ان کی ٹولیاں جنگلوں میں جایا کرتی تھیں۔ یہ لوگ جنگ و جدال سے متنفر تھے اور آپس میں امن و آشتی کی زندگی بسر کرتے تھے۔(۱)

افریقہ میں استعمارِ فرنگ :

فرنگی استعمار کے اس دور میں براعظم افریقہ کی پر اسرار سرزمین بھی اہل فرنگ کی استعماری سرگرمیوں کی آماجگاہ بنی۔ اہل فرنگ کی تمام تجارتی اور استعماری مہمیں افریقہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ بحری سفر کرتی ہوئی مشرق کی طرف آتی تھیں۔ اس لیے انھوں نے افریقہ کے جن مقامات کو موزوں خیال کیا وہاں جہازوں کے ٹھہرنے کے مستقر بنا لیے۔

۱- آسٹریلیا کے قدیم باشندے آہستہ آہستہ محو ہوتے چلے جا رہے ہیں اور پالونیشیا اور میلینیشیا کے باشندوں کی اکثریت آج تک اسی پرانی ڈگر پر زندگی بسر کر رہی ہے۔ استعمار فرنگ نے انھیں کسی قسم کا نفع نہیں پہنچایا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سولھویں صدی مسیحی میں نیوگنی کے ساحل کی متعدد بندرگاہوں پر پرتگیزوں، ولندیزوں، انگریزوں اور فرانسیسیوں نے اپنی بستیاں قائم کر لی تھیں۔ جہاں سے ان قوموں کے بحری ڈاکو حبشیوں کو جبراً پکڑ کر لے جاتے تھے اور امریکہ کے فرنگی آبادکاروں کے ہاتھ غلام بنا کر بیچ ڈالتے تھے۔ اس صدی کے اواخر میں ولندیزوں نے راس امید کے علاقے میں ایک نو آبادی قائم کی اور پرتگیزوں نے موزنبیق کے ساحل پر ایک بحری مستقر بنایا۔ پرتگیزوں نے اندرون ملک پر قبضہ جمانے کے لیے ایک عسکری مہم بھیجی جسے حبشیوں نے شکست فاش دے کر تباہ و برباد کر دیا لیکن راس امید کی ولندیزی بستیاں آہستہ آہستہ پھیلتی گئیں کیوں کہ انھیں ایسے حبشیوں سے پالا پڑا تھا جو آسٹریلیا اور تسمانیا کے اصلی باشندوں کی طرح بہت پس ماندہ تھے اور شکار پر یا جنگل کی جڑی بوٹیوں کو کھا کر بسر اوقات کرتے تھے۔ راس اُمید سے اُوپر کے ملک میں ایک اور حبشی قوم ہاٹن ڈاٹ نامی آباد تھی جو قبائلی دور کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ یہ قوم راس امید کے جنگلی انسانوں سے زیادہ ترقی یافتہ تھے۔ جانور پالتے تھے اور ان کے دودھ اور گوشت پر بسر اوقات کرتے تھے۔ ہاٹن ڈاٹ جنگلی انسانوں کی بہ نسبت زیادہ قد آور، تنومند اور ترقی یافتہ تھے۔ پتھر کے ہتھیاروں کے بجائے دھات اور لوہے کے ہتھیار استعمال کرتے تھے۔ ان میں اور جنگلی انسانوں میں لڑائیوں کا بازار گرم رہتا تھا۔ جنوبی افریقہ کے فرنگی آبادکار جن میں اب پرتگیزوں اور ولندیزوں کے علاوہ انگریز اور فرانسیسی بھی شامل ہو گئے تھے ناسازگار آب و ہوا، طوفانوں، بیماریوں، بخار اور چیچک اور حبشی باشندوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے استعماری پاؤں پھیلاتے گئے۔ ۱۶۵۵ء میں انھوں نے اصلی باشندوں کو شراب نوشی کا سبق سکھایا اور ۱۶۷۸ء میں ولندیزی آبادکاروں نے حبشی غلام اور ملایا اور جاوا کے مزدور لاکر بسانے شروع کر دیے تاکہ ان سے اپنی زمینوں، کھیتوں اور کانوں وغیرہ میں کام لے سکیں۔ فرنگی آبادکاروں نے شمال کی طرف پھیلنا اور زمینوں پر قبضہ جمانا شروع کیا تو ہاٹن ٹاٹ قوم کے قبیلوں کو محسوس ہونے لگا کہ یہ گورے ان سے ان کی چراگاہیں زبردستی چھین رہے ہیں۔ چناں چہ ''مرتا کیا نہ کرتا'' کے مصداق انھوں نے فرنگیوں سے لڑنا شروع کر دیا۔ ۱۷۷۹ء سے ۱۸۰۰ء تک راس امید کے فرنگی آبادکاروں اور کافر قبیلہ کے حبشیوں کے درمیان تین بڑی لڑائیاں وقوع پذیر ہوئیں۔ جن میں اہل فرنگ نے اپنے بہتر اسلحہ اور اچھی تنظیم کے بل پر فتوحات حاصل کیں اور ان بے چاروں کو غلامی کی زندگی قبول کرنے پر فتوحات حاصل کیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان بے چاروں کو غلامی کی زندگی قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ اٹھارھویں صدی مسیحی کے اختتام تک کیپ کالونی (راس امید کی نو آبادی) تمام و کمال گوروں کے قبضے میں آ چکی تھی اور وہ اندروں ملک میں کافریریا کے علاقے کو سر کرنے کے اپنی مقبوضہ سرزمین بنا چکے تھے۔

مخفی نہ رہے کہ ۱۷۹۵ء میں راس امید کی نو آبادی ولندیزوں سے انگریزوں نے حاصل کر لی۔ ۱۸۰۳ء میں یہ علاقہ پھر یورپی جنگوں کے اُتار چڑھاؤ میں ولندیزوں کو مل گیا ۱۸۰۶ء میں انگریزوں نے اس پر دوبارہ قبضہ جما لیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں تیموری ترک

۱۵۲۶ء میں کابل کے بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر نے پانی پت کے میدان میں دہلی کے پٹھان بادشاہ ابراہیم لودہی کو شکست دے کر شمالی ہند کی مملکت اپنے زیرنگیں کر لی اور ہندوستان میں تیموری ترکوں کے حاکمانہ اقتدار کی بنا رکھ دی جنھیں ہندوستان کی تاریخ میں غلطی سے خاندان مغلیہ کا نام دیا گیا ہے۔ بابر، امیر تیمور کی پانچویں پشت میں فرغانہ ترکستان کی ولادت کا وارث تھا۔ اس کی عمر کے تیرھویں سال میں اس کا باپ عمر شیخ مرزا فوت ہوگیا اور اسے اپنا حق حاصل کرنے کے لیے اپنے چچاؤں اور ماموؤں سے لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ ان لڑائیوں میں بابر کو بہت صعوبتیں جھیلنی پڑیں اور اپنے وطن میں قدم جمانا اس کے لیے امر محال ہوگیا۔ تاہم یہ واقعات و مصائب اس کی جسمانی جنگی اور روحانی تربیت کا موجب ثابت ہوئے۔ اپنے ملک میں دال گلتی نہ دیکھ کر بابر اپنے ساتھیوں کو لے کر کابل آگیا جہاں اس کے باپ کے وقت سے شاہان فرغانہ کا ایک نائب حکومت کر رہا تھا۔ اس نائب نے بابر کا استقبال کیا اور بابر ۱۵۲۰ء کے قریب کابل کو مرکز بنا کر افغانستان کا بادشاہ بن بیٹھا۔ بابر کی شخصیت طالع آزمایانہ اور سپاہیانہ اوصاف کی حامل تھی۔ وہ موقع ملنے پر اچھی طرح داد عیش بھی دیتا تھا لیکن ضرورت کے وقت کڑی سے کڑی مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتا تھا۔ بابر نے ۱۵۲۷ء میں راجپوتانے کے ایک بہادر اور طاقت ور راجا رانا سانگا کو بڑی مشکل سے شکست دی اور آگرہ کو پایہ تخت بنا کر ہندوستان پر حکمرانی کرنے لگا۔ ۱۵۳۰ء میں بابر فوت ہوگیا اور اس نئی سلطنت کو سنبھالنے کا بوجھ اس کے بیٹے ہمایوں کے نازک کندھوں پر آن پڑا۔

ہمایوں ابھی سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ بنگال میں ایک فوجی سردار شیر خان نے مخالفت کا علم بلند کر دیا۔ ہمایوں نے اس کے خلاف لشکر کشی کی لیکن شکست کھا کر سندھ کی راہ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایران کی طرف بھاگ گیا۔ شیر خان نے دہلی کے تخت پر متمکن ہوکر سوری پٹھانوں کے شاہی خاندان کی بنیاد رکھ دی۔ شیر شاہ سوری بہت بیدار مغز اور منتظم حکمران تھا۔ اس نے کلکتے سے لے کر پشاور تک سڑک تعمیر کرائی۔ مال گزاری کے پرانے سسٹم کی اصلاح کی اور اس کی جگہ بہتر نظام رائج و نافذ کیا۔ اس کی عمر نے وفا نہ کی۔ صرف پانچ سال بادشاہی کرنے کے بعد وہ چل بسا۔ اس کے جانشین چنداں قابل بادشاہ ثابت نہ ہوئے۔ چناں چہ سولہ سال ایران میں بسر کرنے کے بعد ہمایوں واپس لوٹا اور پنجاب پر قبضہ جمانے کے بعد ۱۵۵۶ء میں فوت ہوگیا۔

ہمایوں کا جانشین اکبر اعظم تھا۔ جس نے اٹھارہ سال کی عمر میں بادشاہت کی ذمہ داری کا بار اپنے کندھوں پر اُٹھایا اور براعظم ہند میں ایک وسیع سلطنت پائیدار بنیادوں پر قائم کر دی۔ اکبر کا دل ہندوستان کے پٹھان سرداروں اور شمالی مغربی سرحد کے افغان قبیلوں کی طرف سے صاف نہ تھا اس لیے اس نے راجپوتوں کو اپنانے اور ہندوؤں کی امداد اور تعاون پر سہارا کرنے کی حکمت عملی اختیار کی۔ اس پالیسی کی بدولت خاندان مغلیہ کی حکومت خالص ہندوستانی بن گئی۔ اس کی بنیادیں بہت مستحکم ہوگئیں۔ اکبر نے طرز حکومت میں بہت سی اصلاحات رائج کیں اور شیر شاہ سوری کے نظام مال گزاری کو اختیار کرکے اسے بہتر طریق پر رائج کیا۔ حکومت کے انتظامات میں اسے ترکوں اور ہندوؤں کے بہترین دماغوں کی خدمات حاصل تھیں اور اس کی فوج میں ترک اور راجپوت یکساں جوش وعقیدت کے ساتھ بھرتی ہوتے تھے۔ اکبر اعظم کے دربار میں الزبتھ ملکہ انگلستان کے ایلچی اور یورپ کے مسیحی مشنری بھی آئے اور مغل اعظم کے دربار کی شان وشوکت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ اکبر کے جانشینوں جہانگیر (۱۶۰۵ء سے ۱۶۲۸ء تک)، شاہجہان (۱۶۲۸ء سے ۱۶۵۸ء تک) اور اورنگ زیب (۱۶۵۸ء سے ۱۷۰۷ء تک) نے ہندوستان میں بڑے دھڑلے سے حکومت کی اور امن وآئین کی بحالی کے ساتھ رعایا کی خوش حالی پر خصوصی توجہات مبذول کرتے رہے۔ شاہ جہاں نے دکن کی اطراف میں اپنی سلطنت کو توسیع دی جہاں مسلمان امرا نے متعدد ریاستیں قائم کر رکھی تھیں۔ اورنگ زیب نے دکن کی ان تمام ریاستوں کو فتح کرکے متحدہ ہندوستان بنانے کے لیے زندگی صرف کر دی۔ اورنگ زیب سارے ہندوستان کے علاوہ افغانستان اور ترکستان کے کچھ حصے کا شہنشاہ بن گیا تھا لیکن سلطنتی امور میں اس کی سخت گیریاں رعایا کے بعض طبقوں میں بے چینی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا کرنے کا موجب بن گئیں۔ اورنگ زیب امور مملکت اور انتظام سلطنت میں ہندوؤں کے اثر و رسوخ کو جو اس کے باپ داد اور پڑدادا کے عہدوں کے وقت سے بہت بڑھ رہا تھا خطرے کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اس نے اس اثر کو کم کرنے کی کوششیں کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو جا بہ جا اس کے خلاف سازشیں کرنے لگے اور اندر ہی اندر ایسی جمعیتیں بنانے لگے جن کا مقصد بدامنی پھیلا کر شہنشاہی اقتدار کو ضعف پہنچانا تھا۔ اس کے علاوہ اورنگ زیب نے مسلمانوں کی سوسائٹی کو دین اسلام کی طرف سے بے پروائی برتنے سے روکنے کی کوششیں کی جو اکبر، جہانگیر اور شاہ جاں کے عہد میں نہ صرف دینی شعائر کا احترام کرنے اور احکام اسلام پر عمل کرنے سے غافل ہو رہے تھے بلکہ آزاد خیالی کے باعث یہ عقیدہ بھی ہونے لگے تھے۔ اس مذہبی احتساب کے باعث مسلمان امرا بھی اورنگ زیب سے بہت تنگ آ رہے تھے لیکن اس کی زندگی میں کسی کو علم بغاوت بلند کرنے یا فتنہ آرائی کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ البتہ اورنگ زیب کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں کی کم زوری کے باعث دبے ہوئے اضطرابات اُبھرنے لگے اور تیموری ترکوں کے شہنشاہی اقتدار کے رفیع الشان قصر کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کا موجب بن گئے۔

شاہان مغلیہ نے اپنے عروج کے زمانے میں ہندوستان کو نہ صرف امن و امان اور خوش حالی کی زندگی مہیا کی بلکہ نخل بندی، باغبانی، شمروری کے فنون کو اپنے زیر سرپرستی بہت ترقی دی۔ ان کی نگرانی میں فنون لطیفہ کو بھی بہت فروغ حاصل ہوا۔ انھوں نے لباس، طرز معاشت، بود و باش، آداب محفل وغیرہ میں خاص وضع کی تہذیب رائج کی جو بلاشبہ ہندوؤں کے اقتدار کے زمانے کی بہ نسبت بہت ترقی یافتہ تھی۔ ان بادشاہوں کے عہد میں فارسی اور برج بھاشا کی ادبی سرگرمیاں بھی بہت ترقی پذیر ہوئیں۔ ان دونوں زبانوں کے باکمال ادیب، شاعر اور مورخ ظاہر ہوئے جن کو بادشاہوں اور امرا کی طرف سے وظائف ملتے تھے۔ فن تعمیر کو ان بادشاہوں کے عہد میں وہ فروغ حاصل ہوا جس کی نظیر دنیا کے اور کسی ملک میں نہیں ملتی۔ شاہان مغلیہ کی بنائی ہوئی شان دار عمارتیں آج بھی خوب صورتی، یکسانی اور آرٹ کی لطافت کے لحاظ سے اپنی بے نظیری کا ڈنکا بجا رہی ہیں۔ ان میں سے ایک عمارت تاج محل تھی دنیا کے سات عجائبات میں ایک سمجھی جاتی ہے اور خوب صورتی اور آرٹ کی خوبیوں کے لحاظ سے اوّل نمبر پر ہے۔ ان بادشاہوں کے عہد میں ہندوستان کی صنعت و حرفت نے بھی بہت ترقی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اور پارچہ بانی کا کام باوجود یہ ماننا پڑے گا کہ شاہان مغلیہ کا عہد علمی تفتیش اور فنی ترقی کی ان سرگرمیوں سے خالی تھا جو ''دور نہضت'' میں قرطبہ اور بغداد کے اموری اور عباسی خلفا کے زمانے میں مسلمانوں کا طغرائے امتیاز تھیں اور جو سولھویں صدی مسیحی سے اہل فرنگ کی توجہات کا مرکز بن گئیں۔

اورنگ زیب کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد جلد ہی ہندوستان میں بدامنی اور سلطنت کے انتشار کی علامات ظاہر ہونے لگیں۔ شہنشاہان دہلی کا دربار نوابوں اور امیروں کی مجلسیں اور متوسط طبقہ کے لوگوں کی سوسائٹی راگ و رنگ اور عیش و عشرت کی دلدادہ نظر آنے لگی۔ صوبے دار مرکزی حکومت کی اندرونی خرابیوں اور کم زوریوں کے باعث آزاد و خود مختار ہوکر رعایا پر جبر کرنے لگے۔ وسط ہند میں مرہٹوں اور پنجاب میں سکھوں نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیے۔ بغاوتیں اور شورشیں رونما ہونے لگیں۔ سلطنت کے انتظام کا شیرازہ درہم برہم ہوتا نظر آنے لگا۔ امرا کی رقابتیں، جوابی سازشوں اور جنگوں پر منتج ہونے لگیں۔ دہلی کے شہنشاہ اتنے کم زور ہوگئے کہ وہ اپنی پوزیشن برقرار رکھنے کے لیے کبھی ایک امیر کی اور کبھی دوسرے گروہ کی طاقت پر انحصار کرنے لگے۔ اس قسم کے حالات میں شمالی مغرب کی طرف سے نادر شاہ افشار ایرانی کی فتوحات کا سیلاب اُٹھا۔ جسے دہلی دربار کے حاکم افغانستان کی سرزمین میں نہ روک سکے۔ نادر شاہ نے پشاور سے شہنشاہ دہلی کو ایک خط بھیجا۔ جسے محمد شاہ رنگیلے نے ''دفتر بے معنی'' قرار دے کر ''مئے ناب'' کے پیالے میں غرق کر دیا۔ اس توہین آمیز سلوک کے باعث نادر شاہ نے ہندوستان پر چڑھائی کی۔ شہنشاہ نے دہلی سے چالیس میل کے فاصلے پر کرنال تک آنے کی زحمت گوارا فرما کر مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ نادر شہنشاہ دہلی سے معمولی نذرانہ لے کر یہیں سے واپس جانے پر آمادہ تھا کہ مغلیہ دربار کے ایک امیر نے اسے دہلی سے جاکر دودمان تیموریہ کی ثروت و دولت کا جائزہ لینے کی ترغیب دی۔ نادر شہنشاہ کا مہمان بن کر دہلی گیا۔ دہلی کے بانکوں نے بھنگڑ خانے کی ایک گپ کو صحیح سمجھ کر کہ محمد شاہ نے قلعے میں نادر کو ایک قلماقنی کے ہاتھ سے مروا دیا ہے ایرانی فوج کے سپاہیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ نادر کو اطلاع ملی تو وہ افواہ کی علمی تردید کے لیے ہاتھی پر سوار ہوکر چاندنی چوک میں نکلا۔ اس پر پتھر پھینکے گئے۔ اس پر نادر نے اپنی فوج کو دلی والوں کے قتل عام کا حکم دے دیا۔ ظہر کے بعد تک تلوار چلتی رہی۔ آخر شہنشاہ کے سفید ریش وزیر نظام الملک نے نادر کی حضور میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاضر ہوکر جو ایک مسجد کی سیڑھیوں پر تلوار کھینچے بیٹھا تھا امان طلب کی اور قتل عام کا کھیل موقوف ہوا[1] یہ واقعہ ۱۷۳۹ء میں پیش آیا۔

نادر دہلی سے شاہ جہان کا بنایا ہوا طلائی تخت طاؤس جو قیمتی پتھروں سے مرصع تھا اور جس کے بنانے پر دو کروڑ صرف ہوا تھا نیز بیس کروڑ روپے کا دوسرا سازوسامان اور زر و مال لے کر ایران کو لوٹ گیا۔ اس مال غنیمت میں تین سو ہاتھی اور دس ہزار گھوڑے بھی شامل تھے۔ خاندان تیموری کی پشتوں کی جمع کی ہوئی دولت اس طرح دہلی سے تہران پہنچ گئی اور دہلی کے شہنشاہ غریب ہوگئے۔ خالی خزانے کو بابرکت بنانے کے لیے محمد شاہ کے جانشین صوبائی اقتدار جاگیریں اور اپنے فرمان فروخت کرنے لگے۔ اس کیفیت سے دکن کے نظام الملک نے مرہٹوں اور صوبے دار شاہی خزانے کے لیے جو قیمت ادا کرتے تھے اس سے چند در چند رعایا کی جیبوں سے نکالنے کی کوشش کرتے جس کے باعث عام لوگ تباہ حال ہونے لگے اور بدامنی کو ترقی ہوئی۔ شاہ عالم ثانی کا انگریزوں کے ہاتھ مشرقی صوبوں کے دیوانی اختیارات بیچنا بھی اسی قبیل سے تھا اور شاہان دہلی کی یہی ہوس زر اندوزی وسط ہند میں مرہٹوں کو رعایا سے چوتھ وصول کرنے کا حق تفویض کرنے کا موجب بنی۔ جس کے باعث مرہٹے بہت زور پکڑ گئے اور اٹھارھویں صدی مسیحی کے وسط تک سارے وسطی ہند پر قابض ہوکر پنجاب کی سرزمین پر دھاوے بولنے لگے اور لاہور سر کر لیا۔ شہنشاہ دہلی کی حیثیت مرہٹوں کی طاقت کے سامنے محض کٹ پتلی کی رہ گئی۔ ان حالات میں روہیل کھنڈ کے روہیلے پٹھانوں نے افغانستان کے بادشاہ احمد ابدالی سے جو اس سے قبل پنجاب پر متعدد یلغاریں کر کے سکھوں کی شورش کا قلع قمع کر چکا تھا التجا کی کہ وہ آئے اور ہندوستان کے مسلمانوں کو مرہٹوں کے ظلم وستم سے نجات دلائے۔

۱۷۵۹ء میں احمد ابدالی بھاری توپ خانہ اور چھتیس ہزار سوار اور پیادہ سپاہ لے کر دہلی کی طرف بڑھا۔ مرہٹوں کے لشکر نے جس کی تعداد تین لاکھ سے اوپر تھی اور جس میں بھاری

۱۔ دربار دہلی کے ادبی ذوق کی شستگی کا عالم یہ تھا کہ ایسے خوف ناک حالات میں بھی نظام الملک نے امان طلب کرتے ہوئے حسب ذیل شعر پڑھا جو ادبی لطافت کے لحاظ سے بہت بلند ہے:

کسے نمانده کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی مگر کہ زندہ کنی خلق راو باز کشی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توپ خانے کے علاوہ نو ہزار پیادہ اور دو ہزار گھڑ سوار قواعد دان فوج بھی تھی جس کی تربیت فرانسیسی افسروں نے کی تھی۔ پانی پت کے میدان میں ڈیرے جما کر پٹھانوں سے مقابلے کی ٹھانی۔ ۷ جنوری ۱۷۶۰ء کی شدید معرکہ آرائی میں مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی اور ان کی ساری جنگی طاقت اس لڑائی میں تباہ ہوگئی۔ احمد ابدالی نے ہندوستان کے مسلمانوں اور شہنشاہ دہلی کو مرہٹوں کے اقتدار سے نجات دلا کر ان کے لیے سنبھلنے کا موقع مہیا کر دیا۔ ہندوستان کے بعض امراء نے احمد ابدالی سے کہا بھی کہ وہ بابر کی طرح ہندوستان کی سلطنت کو سنبھالے لیکن اس نے جواب دیا کہ مدد کو آنا اور تخت پر قبضہ جمانا شرافت سے بعید ہے۔ احمد شاہ بابا کو کیا خبر تھی کہ اس نے ہندوستان کے جن مسلمانوں کو مرہٹوں کے پنجہ اقتدار سے نجات دلائی ہے وہ بہت جلد اپنی کم زوریوں کے باعث فرنگیوں کے استعمار کا شکار ہو جائیں گے۔

سوال یہ ہے کہ اگر احمد ابدالی مرہٹوں کی نوخیز و نوجوان طاقت کی اس طرح سرکوبی نہ کرتا اور مرہٹے ہندوستان کے حکمران بن جاتے تو کیا وہ فرنگی استعمار کے سیلاب کو روک سکتے؟ یا اگر احمد ابدالی شاہان مغلیہ کے زوال پذیر اقتدار کا خاتمہ کر کے ہندوستان میں تازہ دم افغانوں کی حکومت قائم کر لیتا تو کیا افغان مملکت ہند کے بکھرے ہوئے شیرازے کو جمع کر کے فرنگیوں کے اقدام کو بنگال اور مدراس کے ساحلوں پر ہی روکنے میں کام یاب ہو جاتے جس طرح وہ قریباً ایک سو سال کے بعد اپنے ملک کی سرزمین سے ان کا منہ موڑنے میں کام یاب ہوئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایران اور افغانستان میں نئی بادشاہیوں کا ظہور

سولھویں صدی مسیحی کے آغاز میں تباہی و بربادی کے ان کھنڈروں سے جو ایک سو سال پہلے کی تیموری یلغار نے وسط ایشیا کے ملکوں میں بنائے تھے ایران میں ایرانیوں کی قومی بادشاہی نے جنم لیا۔ ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم کی پشت سے اردبیل میں ایک مقدس بزرگ رہتے تھے جن کا نام سیف الدین تھا۔ ان کا بیٹا صدر الدین بھی زہد و اتقا کے باعث بہت مشہور ہوا۔ ان بزرگ نے امیر تیمور کا عہد پایا تھا۔ پانچ پشتوں تک یہ خاندان محض دینی پیشوائی کے منصب پر فائز رہا لیکن صدر الدین کی پانچویں پشت میں سلطان حیدر نے اپنے مریدوں کی مدد سے دنیوی اقتدار بھی حاصل کر لیا۔ اسماعیل پسر حیدر نے آذربائیجان اور عراق میں فتح کر کے جہاں تیموریوں کی برائے نام سیادت کے نیچے مقامی امرا حکومت کر رہے تھے۔ آزاد ایران میں صفوی خاندان کے اقتدار کی بنیاد رکھ دی۔ یہ واقعہ ۱۵۱۰ء میں پیش آیا۔ اسماعیل نے شیبانی خان ازبک شاہ خراسان و ترکستان کو بھی شکست دی اور مملکت ایران کی حدود وسیع کر لیں۔ ۱۵۱۴ء میں اسماعیل کو آذربیجان میں ترکی کے سلطان سلیم کے لشکروں سے لڑنا پڑا۔ ترکوں نے اس جنگ میں ایرانیوں سے دیار بکر اور دجلہ پار کے علاقے چھین لیے۔ اسماعیل کے بعد طہماسپ تخت ایران پر بیٹھا جس نے ۱۵۲۵ء سے ۱۵۷۶ء تک فرماں روائی کی۔ ایران کا یہی بادشاہ تھا جس کے پاس بابر کے بیٹے ہمایوں نے شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر پناہ لی تھی اور پندرہ سال مہمان بن کر گزارے تھے۔ طہماسپ کے دربار میں انگلستان کی ملکہ الزبتھ کا ایلچی آیا تھا۔ شاہ طہماسپ کے عہد میں ترکوں اور ازبکوں سے ایرانیوں کی جنگیں ہوتی رہیں۔ ترکوں نے ایرانیوں سے آذربائیجان اور عراق کی ولایتیں چھین لیں۔ ۱۵۸۶ء میں ایران کے تخت پر عباس اعظم رونق افروز ہوا، جس نے ترکوں سے لڑ کر گرجستان،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آذربائیجان، کردستان اور بغداد کے علاقے چھین لیے اور ازبکوں سے لڑ کر خراسان کی ولایت پر قبضہ جمایا۔ اس بادشاہ کے دربار میں جو ہندوستان کے مغل بادشاہ جہانگیر کا ہم عصر تھا۔ ہسپانیہ، انگلستان، ہالینڈ، پرتگال اور ہندوستان کے سفیر موجود رہتے تھے۔ اسی کے عہد میں ایرانیوں نے انگریزوں سے مل کر خلیج فارس کے دھانے کے جزیرہ ہرمز کی تجارتی منڈی پرتگیزوں کے ہاتھ سے چھینی۔ عباس اعظم نے ۱۶۲۸ء تک حکومت کی۔ اٹھارویں صدی مسیحی کے آغاز میں اسی خاندان کا ایک بادشاہ شاہ حسین نامی ایران پر حکومت کر رہا تھا۔ حسین بہت کم زور حکمران تھا۔ اس کے عہد میں قندھار کے افغان بادشاہ محمود غل زئی نے ایران کو اصفہان تک تاراج کیا۔ ترکون نے طفلس، تبریز اور ہمدان پر قبضہ جما لیا۔ روسیوں نے شیروان اور گیلان کے صوبے چھین لیے۔ ۱۷۲۲ء میں افغان بادشاہ محمود غل زئی شاہ حسین کو معزول کر کے خود ایران کا بادشاہ بن بیٹھا۔ ۱۷۲۷ء میں محمود کا بھائی شاہ اشرف اس کا جانشین بنا جس نے ترکوں کو شکست دی، تاہم صلح کر کے سلطان کو امیر المومنین اور خلیفہ المسلمین تسلیم کیا۔ قندھار میں ایک اور افغان حکمران حکومت کرنے لگا تھا۔ ان دونوں افغان بادشاہوں کی رقابت اور خانہ جنگی نے ایران اور جنوبی افغانستان میں بدامنی کی کیفیت پیدا کر دی۔ اس بدامنی کی حالت میں مازندران سے شاہ حسین کا بیٹا طہماسپ ثانی ایک طاقت ور قبیلوی سردار نادر قلی خان کی مدد سے اٹھا۔ جس نے ایران میں افغانوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ نادر قلی نے خراسان پر حملہ کر کے نیشاپور فتح کر لیا۔ طہماسپ نے نصف ملک نادر کو دے دیا اور خود مغرب میں ترکوں سے جنگ چھیڑ دی۔ یہ مہم ناکام رہی اس لیے ایرانی اس سے بیزار ہو گئے۔ انھوں نے نادر سے بادشاہ بننے کا کہا لیکن نادر نے طہماسپ کے بیٹے عباس دوم کو برائے نام بادشاہ بنا دیا اور ۱۷۳۶ء میں اس کی وفات پر ایرانی امراء کی رضا مندی سے خود شہنشاہ بن گیا۔ نادر نے ایران میں سنی مذہب کو تقویت دی۔ ترکوں سے آرمینیا اور گرجستان کی ولائتیں چھینیں۔ عربوں سے بحرین لیا اور ۱۷۳۷ء میں مشرقی مہم اختیار کی۔ قندھار فتح کرنے کے بعد پٹھانوں کو اپنے ساتھ ملا کر اس نے ہندوستان پر چڑھائی کر دی کیوں کہ کابل کے مغل حاکم اس کے ساتھ بے پرواہی اور گستاخی سے پیش آتے تھے اور پھر خود شہنشاہ دہلی نے خط کو شراب کے پیالے میں ڈبو کر اس کی توہین کی تھی۔ نادر درہ خیبر کی راہ سے لاہور اور لاہور سے کرنال ہوتا ہوا دہلی پہنچا جہاں اس سے ۱۷۳۹ء میں ۹ بجے صبح سے دو بجے ظہر تک اہل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہلی کو قتل عام کا مزا چکھایا اور دو ماہ دہلی میں قیام کرنے کے بعد کڑوڑوں روپے کا زر و مال اور ساز و سامان لے کر واپس لوٹ گیا۔ ۱۷۴۷ء میں نادر کو جو اس وقت خراسان میں تھا کسی نے قتل کر دیا۔ نادر کی وفات کے بعد اس کے بیٹے ایران کو سنبھال نہ سکے اور زند خاندان کے بادشاہ برسراقتدار آئے۔ ۱۷۹۵ء میں آغا محمد خان نے قاچاری خاندان کی بنیاد رکھ دی۔

نادر کی دفات کے بعد افغانستان کے افغانوں نے اپنی سیاسی تقدیر کو ایرانیوں کے ساتھ منسلک رکھنے کے خلاف فیصلہ کیا اور ان کے ایک بڑے قومی جرگے نے قندھار کے قریب شیر سرخ کی مقدس زیارت میں جمع ہوکر احمد شاہ ابدالی کو بادشاہ بنا لیا (۱۷۴۷ء)۔ احمد شاہ نے قندھار کی بجائے کابل کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ افغانوں کی ایک طاقت ور قوم بارک زئی کے سردار اس جرگے کے فیصلے کے مطابق وزیر مقرر ہوئے۔ اس طرح افغانوں کی قومی حکومت پہلی دفعہ اپنے ملک میں پختہ بنیادوں پر قائم ہوئی۔ اس سے پہلے افغان وسط ایشیا کے ترک بادشاہوں، ایرانیوں اور ہندوستان کے حکمرانوں کے زیر اثر رہتے تھے اور ان کی فوجی طاقت اور عسکری طاقت کے بل پر اس سے قبل ہندوستان میں متعدد بار بادشاہی اقتدار حاصل کیا۔ خلجی خاندان کو جو دہلی کے تخت پر ۱۲۸۸ء سے ۱۳۲۱ء تک متمکن رہا، بعض مورخ ترکی النسل قرار دیتے ہیں اور بعض اس نام کو غل زئی کا مغرب خیال کرتے ہیں جس کے ایک بادشاہ علاؤ الدین نے راس کماری اور جزیرہ رامیشور تک سارا ہندوستان فتح کیا تھا۔ اس کے بعد ۱۴۵۰ء میں لودھی قبیلہ کے پٹھانوں نے ہندوستان میں شاہی اقتدار حاصل کیا جن کو ۱۵۲۶ء میں تیموری ترک بابر نے معزول کر دیا۔ ۱۵۴۰ء میں ہندوستان کے ایک افغان سردار شیر شاہ سوری نے بابر کے بیٹے ہمایوں کو ہندوستان سے باہر نکال دیا۔ سوری خاندان سولہ سال تخت دہلی پر متمکن رہا۔ اس کے علاوہ افغانوں نے گجرات، کاٹھیاواڑ، وسط ہند، بنگال روہیل کھنڈ اور پنجاب میں متعدد ریاستیں اور جاگیریں قائم کیں جن میں سے بعض آج تک موجود ہیں۔ ازاں بعد میں ویس غل زئی نے قندھار کو ایرانی حاکم سے چھین کر افغانوں کو آزاد مملکت کی بنیاد رکھ دی۔ میر ویس کے جانشین محمود غل زئی نے ایران کو تاراج کیا۔ نادر ایرانی کے عہد حکومت کے بعد افغانوں نے متحد ہوکر احمد شاہ ابدالی کو اپنا فرماں روا بنا لیا۔ احمد ابدالی نے پنجاب کے مسلمانوں کی استدعا پر جن پر دربار دہلی کی کم زوریوں کے باعث سکھوں نے عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا، دو تین دفعہ پنجاب پر لشکر کشی کی اور سکھوں کی سرکوبی کر کے انھیں اپنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطیع بنایا۔ ۱۷۵۹ء میں احمد ابدالی روہیل کھنڈ اور ہندوستان کے مسلمانوں کے استدعا پر مرہٹوں کی سرکوبی کے لیے آیا اور پانی پت کی چوتھی لڑائی میں مرہٹوں کی طاقت توڑی لیکن دہلی کا تخت قبول نہ کیا۔ احمد ابدالی نے افغان سلطنت کو ہرات اور افغانی ترکستان سے لے کر سرہند تک اور کشمیر سے لے کر سندھ اور بلوچستان تک وسعت دی جسے اس کے جانشین خانگی جھگڑوں اور رقابتوں کے باعث سنبھالنے سے قاصر رہ گئے۔ احمد ابدالی ۱۷۷۳ء تک جیا اس کے بعد اس کا بیٹا تیمور شاہ اور پوتا زمان شاہ تخت کابل پر متمکن ہوئے۔ صوبوں کا انتظام شاہی خاندان کے دوسرے افراد نے سنبھالا جو بعض اوقات آزاد حکمرانوں کی طرح عمل کرنے لگتے تھے اور ایک دوسرے کو زک پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔ زمان شاہ کے بعد شاہ شجاع انیسویں صدی مسیحی کے آغاز میں بادشاہ بنا جس کے متعلق ہم اگلے باب میں بہت کچھ بیان کریں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرق ادنیٰ میں عثمانی ترکوں کی خلافت

۱۵۱۲ء میں ترکی کے تخت پر سلطان سلیم اول متمکن ہوا۔ جس نے مصر کے مملوک بادشاہوں سے شام، فلسطین اور مصر کے ملک چھین کر ان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا اور آخری عباسی خلیفہ سے جو مصر کے مملوک سلاطین کے زیر سایہ خلافت اسلامی کی مسند کو برائے نام لیے بیٹھا تھا باقاعدہ سند لکھوا کر خلافت اسلامیہ کا منصب سنبھال لیا اور امیر المومنین خلیفۃ المسلمین کا لقب اختیار کر لیا۔ اس وقت سے ترک سلاطین اپنے کو حرمین الشریفین یعنی مکہ کے حرم کعبہ اور مدینہ کی مسجد نبوی اور روضہ اقدس کے خادم متصور کرنے لگے اور اس منصب کو اپنے لیے موجب فخر سمجھتے تھے۔ سلطان سلیم اول نے ایران سے جنگ کر کے دیاربکر اور مغربی عراق کے علاقے سر کیے۔ سلطان سلیم کے بعد سلیمان عظیم الشان خلیفہ بنا جس نے ۱۵۲۰ء سے ۱۵۶۶ء تک حکومت کی۔ اس سلطان اور خلیفہ کے عہد میں ترکوں کے بحری بیڑے نے خیرالدین بر بروسہ امیر البحر کی سرکردگی میں جزیرہ روڈس پانچ ماہ کے شدید محاصرے اور بے نظیر جنگ کے بعد سر کیا اور بحیرہ ایجیئن اور بحیرہ روم کے بہت سے دوسرے جزیروں پر قبضہ جمایا۔ ترکی بیڑے نے بحیرہ روم میں تفوق حاصل کیا۔ سلطان سلیمان عظیم الشان نے ہنگری کے بادشاہ سے جنگ کر کے ۱۵۲۸ء میں بوڈاپسٹ فتح کیا اور آسٹرویوں کو سزا دینے کے لیے آگے بڑھ کر وائنا کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان وائنا کو فتح نہ کر سکا اس لیے ترکی فوج واپس لوٹ آئی۔ امیر البحر خیرالدین بر بروسا نے ٹیونس اور الجزائر فتح کیے۔ اس وقت سلطان کی فوجیں بغداد کو سر کرنے کے لیے ایرانیوں سے لڑ رہی تھیں۔ اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر وسطی یورپ کی مقدس رومی سلطنت کے بادشاہ چارلس پنجم نے ٹیونس پر قبضہ جما لیا۔ سلطان عیسائی بادشاہ کی اس گستاخی پر اتنا برہم ہوا کہ اس نے اٹلی پر حملہ کرنے کی ٹھان لی۔ وینس کی جمہوریت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے جہازوں نے بحیرہ ایڈیاٹک میں سلطان کے ان جہازوں پر حملہ کر دیا جو اٹلی کی ''مقدس سلطنت'' پر چڑھائی کے لیے آرہے تھے۔ اس لیے ترکوں کی جنگ وینس والوں سے چھڑ گئی۔ سلطان کے خلاف وینس کی جمہوریت، روما کے پاپائی دربار اور مقدس رومی سلطنت (جرمنی اور اٹلی) کی طاقتیں متحد ہوگئیں اور بحیرہ روم میں زبردست معرکے رونما ہونے لگے۔ ترکی بیڑے کے سامنے اتحادیوں کو متوقع کام یابی حاصل نہ ہوسکی۔ سلطان کی فوجیں اندریں اثنا مشرق میں ایرانیوں سے بھی برسرپیکار تھیں۔ جن سے ترکوں نے بغداد، ارض روم، گرجستان اور ارمنستان کی ولایتیں چھینیں۔ ترکی بیڑے نے ۱۵۶۵ء میں جزیرہ مالٹا پر حملہ کیا جہاں روڈس کے سورمے آکر آباد ہوگئے تھے۔ مالٹا کو سر کرنے میں ترکی بیڑے کو کام یابی نہ ہوئی۔ ترکی فوجوں نے اسی سلطان کے عہد میں عرب کی ساری سرزمین پر قبضہ جمایا اور ترکی بیڑے نے بحیرہ قلزم اور بحیرہ عرب کی راہ سے گزر کر ہندوستان کے مغربی ساحل پر پرتگیزوں کی نو آبادیوں پر حملے کیے جو کام یاب نہ ہو سکے۔ سلطان کی فوجیں ۱۵۶۶ء میں مشرق میں ایرانیوں سے اور مغرب میں ہنگری کی سرزمین میں فرنگیوں سے لڑ رہی تھیں کہ موت کا پیغام آگیا اور اس کی جگہ سلطان سلیم دوم بادشاہ بنا۔

سلطان سلیم نے جرمنوں اور ایرانیوں سے صلح کر لی لیکن وینس، پاپائی روم اور اٹلی کے اتحاد ثلاثہ سے لڑائی جاری رکھی۔ ۱۵۷۱ء میں ترکوں کے بحری بیڑے نے وینس والوں سے قبرص کا جزیرہ چھینا لیکن اسی سال لیپانٹو کی بحری جنگ میں اتحادیوں کے بیڑے نے ترکی بیڑے پر زبردست فتح حاصل کر کے اسے تباہ کر دیا۔ سلطان سلیم نے اس کے باوجود اتحادیوں کو نیچا دکھایا لیکن وقت گزرنے پر سلطان غفلت کا شکار ہوگیا اور اس کے جانشین بھی چنداں بہتر ثابت نہ ہوئے۔ اُدھر یورپ کی طاقتیں ترکوں کو نیچا دکھانے کے لیے زبردست تیاریاں کرتی رہیں۔ ۱۶۸۳ء میں وینس، پولینڈ، آسٹریا، روس، ٹسکنی، مالٹا اور پاپائی روم نے متحد ہوکر ترکوں سے جنگ شروع کر دی جس میں ترک قدم قدم پیچھے ہٹنے پر مجبور ہونے لگے۔ ان کی فوجوں میں بغاوتیں رونما ہوئیں۔ متعدد سلاطین مارے گئے یا معزول کر دیے گئے۔ ۱۶۹۵ء میں روس اور وینس کے ساتھ پھر جنگ چھڑ گئی۔ پھر ۱۷۰۳ء میں روس کے ساتھ لڑائی ہوئی۔ ۱۷۱۶ء میں آسٹریا سے جنگ پیش آئی جس میں ترکوں کو بلگریڈ کے شہر اور دو صوبوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ ۱۷۲۲ء میں زار روس نے ترکوں سے چھیڑ خانی کی اور بحیرہ خزر اور بحیرہ اسود کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمال کا علاقہ ترکوں سے چھین لیا۔ ۱۷۷۳ء سے ۱۷۸۹ء تک سلطان عبدالحمید اول کے عہد میں مصر و شام میں بغاوتیں پھوٹیں جنھیں سلطان نے عسکری طاقت سے فرو کیا اور لیدیہ کے مقام پر آسٹریا کے لشکر کو شکست دی۔

روس نے ترکوں سے بحیرہ اسود میں جہاز رانی کا حق منوا لیا۔ ۱۷۹۲ء میں زار روس نے جزیرہ نمائے کریمیا پر قبضہ جما لیا اور روس اور ترکی کے درمیان دریائے ڈینیر حد مقرر ہوئی۔ ۱۷۹۸ء میں فرانس کے جرنیل نپولین بونا پارٹ نے مصر پر چڑھائی کی جسے انگریز امیر البحر نیلسن نے نیل کے دھانے کی جنگ میں شکست دی لیکن اس واقعہ کے طفیل انگریز مصر کے معاملات میں دخیل ہوگئے۔ ترکان عثمانی کے عروج کے وقت ۱۷۷۱ء میں جب سلطان سلیم ثانی خلیفہ تھے ترکی سلطنت کا دامن ترکی، آرمینیا، گرجستان، کردستان، عراق، عرب، شام، فلسطین، مصر، طرابلس، قبرس، روڈس ملقانی ممالک یعنی یونان، سرویہ، بلغاریہ، رومانیہ، روس کے جنوبی اضلاع ہنگری پر پھیل چکا تھا۔ جس میں سے ۱۸۰۰ء تک روس دریائے ڈینپر تک کے جنوبی اضلاع اور آسٹریا بلگریڈ کا شہر اور بوسنیا اور ہرزیگونیا کے دو صوبے ترکوں سے واپس لینے میں کام یاب ہو چکے تھے۔ تاہم ۱۸۰۰ء میں ترکی سلطنت بہت شان دار اور مضبوط تھی جس کی ہیبت سے یورپ کے بادشاہ اور عوام لرزہ براندام رہتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یورپ میں شان دار بادشاہیاں اور پیہم لڑائیاں

سولھویں صدی مسیحی کے آغاز میں یورپ کے ملکوں میں شاہی حکومتیں قائم تھیں جن میں سب سے زیادہ طاقت ور ''مقدس رومی سلطنت'' تھی جس میں جرمنی، اٹلی، ہسپانیہ، سسلی، ساڑڈینیا، ہالینڈ اور بلجیم کے ملک شامل تھے۔ اس سلطنت کا ایک قابل ذکر حکمران چارلی خامس (۱۵۳۶ء سے ۱۵۵۷ء) تھا جو دین درانہ رجحانات رکھنے والا شخص تھا۔ اس کے عہد میں جرمنی میں ایک مذہبی مصلح مارٹن لوتھر ظاہر ہوا جس نے پاپائی اقتدار اور پاپاہیت کے مخصوص مذہبی عقائد اور پاپائی نظام کے طرز عمل پر زبردست اعتراضات وارد کیے اور متعدد رسالے لکھ کر شایع کیے۔ یورپ کے لوگوں کے افکار روشن اور دماغ آزاد ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ ملکوں اور ریاستوں کے حکمران پاپائے اعظم کے اقتدار سے تنگ آ چکے تھے اس لیے مارٹن لوتھر کی تحریک بہت مقبول ہوئی جرمنی کے متعدد نواب اس کی حمایت میاں اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے سلسلے میں داخل ہوگئے۔ مارٹن لوتھر نے پروٹسٹنٹ فرقہ کی بنا ڈالی جس کے پیرو یورپ کی سرزمین میں بہت جلد ترقی کر گئے۔ اس فرقہ کے ظہور کے باعث یورپ کے ملکوں میں جابہ جا یورپ کے پیروؤں اور مارٹن لوتھر کے پیروؤں کے درمیان لڑائیں ہونے لگیں۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کو نوابوں کی باہمی رقابت نے بھی بہت ترقی دی اور بعض بادشاہوں نے محض خامس کو فرانس کے خلاف بھی متعدد جنگیں لڑنی پڑیں۔ یہ بادشاہ ترکوں کو باقاعدہ خراج بھیجا کرتا تھا۔ آخری عمر میں اس نے سلطنت کے امور میں دل چسپی لینا چھوڑ دیا اور جنازہ اور دعائے فاتحہ میں بہت شوق سے شامل ہوتا تھا۔ اس ہولی رومن امپائر کے علاوہ ڈنمارک، سویڈن، روس، پولینڈ، فرانس پرتگال، انگلستان، اور سکاٹ لینڈ میں بھی بادشاہیاں قائم تھیں اور روم کا پاپائی دربار ان سب پر حاکمانہ اقتدار رکھنے کا مدعی تھا لیکن مقدس رومی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطنت کے حکمران ۱۵۰۸ء ہی سے پوپ کے ہاتھ سے تاج پوشی کرانے کی رسم سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ فرانس کے بادشاہ نے ایک دفعہ شکست کھانے کے بعد شہنشاہ چارلی کے خلاف پوپ کے زیر سرکردگی مقدس لیگ تیار کی جس میں وینس کی جمہوریت میلان کا ڈیوک اور انگلستان کا بادشاہ شامل ہوئے۔ اس بات سے چڑھ کر شہنشاہ کے ملازموں نے درما پر چڑھائی کر دی۔ شہر کو تاراج کیا اور پوپ کو قید کر لیا۔ شاہ فرانس نے اٹلی میں نیپلز تک یلغار کی اور شہنشاہ چارلی کے خلاف کافی کام یابی حاصل کر لی لیکن پوپ رہائی پانے کے بعد شہنشاہ سے مل گیا۔ وینس والے الگ ہو گئے۔ ایک طالع آزما نے جنوآ میں جمہوریت قائم کر لی اور شاہ فرانس کو مجبور ہو کر شہنشاہ سے صلح کرنی پڑی۔ شاہ فرانس نے ۱۵۳۵ء میں پھر لڑائی چھیڑ دی لیکن پوپ نے ترکوں کو بڑھتا دیکھ کر دونوں کے درمیان صلح کرا دی۔ چند سال بعد ان کے درمیان پھر لڑائی چھڑ گئی جس میں ترک شاہ فرانس کے حلیف تھے اور انگلستان کا بادشاہ شہنشاہ چارلی کی حمایت کر رہا تھا۔ ۱۵۴۷ء تک مختلف مقامات پر لڑائیاں ہوتی رہیں لیکن بے نتیجہ۔

۱۵۳۴ء میں انگلستان کے بادشاہ ہنری ہشتم نے پوپ سے ناراض ہو کر انگلستان کے چرچ (کلیسائی نظام) کو پاپائی اقتدار سے آزاد کر لیا۔ ۱۵۳۶ء میں ڈنمارک کے بادشاہ نے بھی سرکاری طور پر پروٹسٹنٹ مذہب اختیار کرنے کا اعلان کر دیا۔ ۱۵۴۰ء میں ہسپانیہ کے ایک شخص ایگے نیٹیئس لا یولا نے پوپ کی منظوری اور امداد سے یسوع مسیح کے پادریوں اور سورماؤں کا ایک لشکر تیار کیا جس نے رومن کیتھولک عقیدہ کی تبلیغ کے سلسلے میں زبردست سرگرمیاں دکھائیں۔ اس سلسلے کے ممبر دور دور ملکوں میں عیسائیت اور پوپ کے آسمانی اقتدار کا پیغام لے کر پہنچے اور اپنی تبلیغ کے ساتھ فرنگیوں کے استعمار کی راہ صاف کرنے کا کام بھی کرتے رہے۔ سولھویں صدی مسیحی کا سارا زمانہ فرنگستان کے رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹوں کی کش مکش کا دور ہے جو بسا اوقات خونریزیوں اور مسلسل جنگوں اور خانہ جنگیوں پر منتج ہوتا رہا۔ جرمنی میں پروٹسٹنٹ فرقہ کے لوگوں نے ۱۵۲۱ء سے لے کر ۱۵۳۵ء تک متواتر اور پیہم شورشیں برپا کیں۔ ازاں بعد فرانس میں پروٹسٹنٹوں کی جمعیت جو ہیوگو ناٹ کہلاتے تھے طاقت ور ہو گئی جس نے فرانس کو مدتوں بلکہ ساری صدی پے در پے خانہ جنگیوں کی مصیبت میں مبتلا رکھا۔ مذہبی عقائد کے اس اختلاف کو سیاسی عوامل بھی بھڑکاتے رہتے تھے۔ سیاسی حیثیت سے لوگ جرمنی، اٹلی اور ہسپانیہ کی ہولی رومن امپائر کے پنجے سے نجات حاصل کرنے کے متمنی تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵۷۲ء میں ہالینڈ اور بلجیم کی سرزمین سے آزادی کی ایسی ہی تحریک اٹھی۔ ولندیزوں نے ہسپانوی شہنشاہ کے اقتدار کے خلاف بغاوت کا علم بلند کردیا اور لڑائیاں ہونے لگیں۔ ان آزادی خواہوں کو انگلستان کی بادشاہت اور جرمنی کے پروٹسنٹ نوابوں کی اخلاقی اور مادی حاصل تھی۔ یہ کش مکش ۱۶۰۹ء تک جاری رہی اور آخر ہسپانیہ کو ہالینڈ کی آزادی تسلیم کرتے ہی بن آئی۔ اسی کش مکش کے سلسلے میں ہسپانیہ کے بادشاہ نے ۱۵۸۸ء میں انگلستان کو فتح کرنے کے لیے زبردست بحری بیڑا آرمیڈ روانہ کیا، جس کا بہت سا حصہ سمندری طوفان کی نذر ہوگیا اور باقی ماندہ کو انگریزوں نے تباہ کردیا۔ اس نقصان نے ہسپانیہ کی طاقت بہت کم زور کردی۔ فرنگستان نے امور میں اس کا عمل و دخل بہت کم زور ہوگیا۔ اسی زمانے میں فرانس کے اندر مذہبی کش مکش نے زور پکڑا اور رومن کیتھولک مذہب کے پیروؤں اور پروٹسنٹوں کے درمیان خانہ جنگی جاری رہی جن میں رومن کیتھولک فرقہ کا پلہ بھاری رہا۔ ۱۵۸۰ء میں ہسپانیہ اور پرتگال کے ملک متحد ہو گئے اور ۱۶۴۰ء تک متحد رہے۔ ۱۶۱۸ء میں جرمنی کے اندر مختلف ریاستوں اور نوابیوں کے درمیان جنگ شروع ہوگئی جس نے وسطی یورپ کے لوگوں کو متواتر تیس سال کے لیے جنگ و جدال کی کیفیت میں مبتلا رکھا۔ ۱۶۴۸ء میں یہ جنگ بڑی مشکل سے ختم ہوئی اور گفت و شنید کے بعد ویسٹا فیلیا کا مشہور معاہدہ طے ہوا۔ اس معاہدہ کی رو سے پرشیا کی ریاست نے مضبوط تر ہوکر مستقل بادشاہی کی حیثیت اختیار کرلی اور جرمنی میں اور بھی نیم آزاد ریاستیں قائم ہوگئیں۔ مقدس رومی سلطنت کا جو کچھ بچا وہ آسٹریا کی شاہنشاہی شمار ہونے لگا۔ اس زمانے میں انگلستان کے بادشاہ اور پارلیمنٹ کے درمیان اپنے اپنے حقوق کے متعلق جھگڑا شروع ہو رہا تھا۔ پارلیمنٹ نے ''حقوق کا مراقعہ'' کے عنوان سے ایک دستاویز تیار کی جس میں لکھا تھا کہ بادشاہ کو اپنی شاہانہ مرضی سے عوام پر ٹیکس لگانے، مالی مطالبات کرنے، لوگوں کو قید میں ڈالنے اور ان کے گھروں پر سپاہی متمکن کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ وہ صرف پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قانون اور آئین کے مطابق ایسا کر سکتا ہے۔ بادشاہ نے پارلیمنٹ موقوف کر دی اور گیارہ سال کے بعد پارلیمنٹ کا ایک غیر آئینی اجلاس منعقد ہوا۔ بادشاہ اور عوام کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ لندن کا شہر ایک طرف اور اوکسفورڈ دوسری طرف تھا۔ عوام کی فوج کا جرنیل اولیور کرامویل تھا۔ جس نے شاہی فوجوں پر فتح پائی۔ بادشاہ کا مقدمہ دارالعوام کی قائم کی ہوئی عدالت کے سامنے پیش ہوا اور اسے موت کی سزا دی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئی۔ کرامویل کی زیرنگرانی پہلے جمہوری پھر ڈکٹیٹری حکومت قائم کی گئی۔ اس عہد میں انگلستان نے ولندیزوں کے مقابلے میں بحری فتوحات حاصل کیں اور آئرلینڈ اور سکاٹ لینڈ کو جو شاہ پسند تھے سر کیا۔ ۱۶۵۸ء میں کرامویل مر گیا اور برطانیہ میں آئینی بادشاہت قائم ہوگئی۔ جملہ اختیارات پارلیمنٹ کے ہاتھ آگئے جس پر ملک کے لارڈوں یعنی امرا کا اثر غالب تھا کیوں کہ وہ دولت صرف کر کے ووٹ خرید سکتے تھے۔

ویسٹا فیلیا کے عہد نامے کے بعد جرمنی اور آسٹریا کا شہنشاہ تو آرام سے بیٹھ گیا لیکن فرانس اور ہسپانیہ کے درمیان لڑائی جاری رہی۔ فرانس کے اندر پروٹسٹنٹ فرقہ اور رومی کلیسا کے پیروؤں کے درمیان خونیں کش مکش بھی موجود تھی تاہم فرانس بیرونی جنگوں اور مہموں پر کمربستہ رہا اور اس کے وزیر نے انگلستان کے ڈکٹیٹر کرامویل کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ فرانس اور انگلستان کی فوجوں نے ۱۶۵۶ء میں فلینڈز (بلجیم) کے شہروں پر چڑھائی کی۔ ڈنکرک کی بندرگاہ انگریزوں کے قبضے میں آئی اور دیگر اہم شہر فرانس نے ہتھیا لیے۔ فلینڈز کے صوبے اس وقت تک ہسپانیہ کی ملکیت شمار ہوتے تھے۔ ۱۶۶۰ء میں شاہ فرانس لوئی چہاردہم اور شاہ ہسپانیہ فلپ دوم کے درمیان صلح ہوگئی اور یہ بات طے ہوئی کہ ہسپانیہ کا بادشاہ اپنی صغرسن بیٹی کی شادی شاہ فرانس سے کر دے گا اور اس کا جانشین فرانس کے شاہی خاندان کا کوئی فرد قرار پائے گا۔

۱۶۵۵ء میں چارلیس دہم شاہ سویڈن نے پولینڈ پر حملہ کیا اور ملک کے بہت بڑے حصے کو تاراج کر ڈالا۔ اس پر زار روس، شاہ ڈنمارک اور شہنشاہ جرمنی و آسٹریا نے چارلیس دہم کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ ان کے حملے کے علی الرغم شاہ سویڈن نے ڈنمارک کے ملک کو پامال کیا لیکن ۱۶۶۰ء میں جب کہ وہ اسی مہم پر تھا فوت ہوگیا۔ اس کی جگہ مدارالمہام مقرر ہوا جنھوں نے سب کے ساتھ صلح کر لی اور معاہدہ اولیوبا طے پایا۔ ۱۶۶۵ء میں چارلیس دوم شاہ انگلستان نے خواہ مخواہ ہالینڈ سے جنگ چھیڑ دی اور برطانوی بحری بیڑے نے ولندیزوں کے بیڑے پر فتح حاصل کی لیکن اسی سال لندن میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی جس سے ہزاروں اشخاص مر گئے۔ بعدازاں لندن شہر کو آگ لگ گئی اور نصف سے زیادہ عمارتیں جل کر راکھ کا ڈھیر ہوگئیں۔ ۱۶۶۷ء میں ولندیزی بیڑے نے بدلا لیا اور دریائے ٹیمز کے دہانے پر نیز رودبار میں انگریزوں کے بہت سے جہاز غرق کر دیے۔ انگریز صلح پر مجبور ہو گئے اور عہد نامہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بریڈا طے ہوا۔ اس کے بعد ہسپانیہ کے بادشاہ فلپ کی وفات پر فرانس کے بادشاہ لوئی چہار دہم نے فلینڈز پر چڑھائی کر دی اور بہانہ یہ بنایا کہ یہ سرزمین میری ملکہ کو جو فلپ کی بیٹی ہے ورثہ میں ملنی چاہیے۔ شاہ فرانس کے اس اقدام پر ہالینڈ، انگلستان اور سویڈن لڑائی کے لیے آمادہ ہوگئے لیکن شاہ فرانس نے ہسپانیہ کے نئے بادشاہ چارلی سے صلح کر لی۔

لوئیس یا لوئی چہاردہم بہت دھڑلے اور شان و شوکت کا بادشاہ تھا۔ یہ ۱۶۴۳ء میں جب کہ ابھی دودھ پیتا بچہ تھا تخت نشین ہوگیا تھا اور اس کے جوان ہونے تک اس کے وزیر سلطنت کے امور کو سنبھالتے رہے۔ لوئی چہاردہم سے یورپ کے سارے بادشاہ خائف رہتے تھے اور اس سے حسد کرتے تھے۔ وہ ہر وقت اپنی سلطنت اور دائرہ اثر کو وسیع کرنے کی ادھیڑ بن میں لگا رہتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ہالینڈ کی سرزمین پر قبضہ جمانے کے لیے ضروری ہے کہ انگلستان کو غیر جانب دار رہنے پر مائل کیا جائے چناں چہ اس نے انگلستان کے بادشاہ چارلی دوم کو وظیفہ دے کر خرید لیا اور اس سے یہ وعدہ بھی لے لیا کہ وہ انگلستان میں رومن کیتھولک مذہب کو پھیلانے کی کوشش کرے گا۔ شاہ کو خریدنے کے بعد اس نے ہالینڈ پر چڑھائی کر دی۔ ولندیز بہادری سے لڑے اور انھوں نے تخت یا تختہ کے جذبے سے جنگ لڑی۔ آخر آسٹرو جرمن مملکت کا شہنشاہ لیو پولڈ ان کی مدد کے لیے اٹھا۔ شہنشاہ اور ہالینڈ کے لشکروں نے جہازوں کی مدد سے کولون کی بندرگاہ پر قبضہ کر لیا۔ انگلستان کے بادشاہ نے جو فرانس کا حلیف تھا ہالینڈ کے ساتھ الگ صلح کر لی۔ برطانوی پارلیمنٹ نے اپنے بادشاہ سے اپیل کی کہ ہالینڈ کی مدد کی جائے لیکن بادشاہ رشوت لے چکا تھا۔ اس لیے اس نے محض اپنی بیٹی ولندیزوں کے امیر شہزادہ اورینج کے ساتھ بیاہ دی۔ ۱۶۷۸ء میں ہالینڈ اور فرانس کے درمیان معاہدہ نمیکن طے ہوا جس میں ہالینڈ کو ہار ماننی پڑی اور فرانس کی طاقت بہت مضبوط ہوگئی جو دوسروں کی نگاہوں میں پہلے سے زیادہ خار بن کر کھٹکنے لگی۔ آسٹرو جرمن شہنشاہ دانت پیس کر رہ گیا کیوں کہ اس کی بیٹی جاگیر آسٹریا خطرے میں تھی۔ ہنگری کے سرداروں نے بغاوت کرکے ترکوں کو بلا لیا تھا اور سلطان محمد رابع کے وزیر اعلیٰ قرا مصطفیٰ کی فوجیں وائنا کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ ترکوں نے وائنا کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے استحکامات ترکوں کے توپ خانے کی گولہ باری کے سامنے منہدم ہو چکے تھے۔ محصور بن تھک ہار کر اطاعت قبول کرنے والے تھے کہ انھیں دور پہاڑی پر پولینڈ کی فوجوں کے جھنڈے نظر آنے لگے جس کا بادشاہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوبیسکی بھاری لشکر لے کر ان کی مدد کو آیا تھا۔ قرا مصطفیٰ نے اپنے لشکر کا ایک حصہ پولوں کے مقابلے پر بھیج دیا اور ایک حصہ کو لے کر شہر پر حملہ کیا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں ترک ہار گئے اور اپنا سارا ساز وسامان اور مقتولین کی بھاری تعداد میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ عیسائی مورخ لکھتے ہیں کہ اس جنگ میں پیغمبر اسلام کا اصلی علم بھی عیسائیوں کے ہاتھ آ گیا تھا جو انھوں نے پاپائے اعظم کو تحفے کے طور پر بھیج دیا۔ یہ واقع ۱۶۸۳ء میں پیش آیا۔ اس جنگ کے آغاز کے وقت لوئی شاہ فرانس نے لکسمبرگ کا محاصرہ کر رکھا تھا لیکن ترکوں کے اقدام کی خبر سن کر اس نے یہ کہہ کر محاصرہ اٹھا لیا کہ جب مسیحیت کی سرزمین خطرے میں ہے تو مجھے جنگ موقوف کر دینی چاہیے لیکن جوں ہی اس نے شہنشاہ کی فتح کا حال سنا پھر لڑائی چھیڑ دی اور لکسمبرگ سر کر لیا۔ اس کے علاوہ جنیوا کی جمہوریت کو پامال کیا اور الجیریا (الجزائر) والوں کو شکست دی۔

پروٹسٹنٹوں نے فرانس میں مذہبی آزادی کا حق حاصل کر لیا تھا لیکن لوئی نے کسی خاص جذبے یا خیال کے ماتحت ان کے خلاف زبردست مہم شروع کر دی۔ ان کے بچوں کو جبراً رومن کیتھولک بنانے کے احکام جاری کر دیے اور فوجیوں کو پروٹسٹنٹوں میں تبلیغ کرنے کے لیے ان کے گھروں پر متمکن کر دیا۔ غرض ہر طریق سے انھیں دبایا اور ستایا گیا ان کی بہت بڑی تعداد دوسرے ملکوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئی۔ جہاں جا کر لوئی کے جبر و جور کی داستانیں بہت مشہور کیں۔ یورپ کے ملکوں میں شاہ فرانس کے خلاف نفرت کا جذبہ بہت ترقی کر گیا نتیجہ یہ ہوا کہ ہسپانیہ، ہالینڈ، سویڈن، جرمنی، ڈنمارک اور سیوائے کے ملکوں نے فرانس کے خلاف اتحاد کر لیا جس میں انگلستان بھی اپنے ہاں کے ایک حکومتی انقلاب کے بعد شامل ہوگیا۔ انگلستان کے بادشاہ جیمز نے رومن کیتھولک دین کی حمایت شروع کر دی تھی جس پر اس کے خلاف عوام نے مظاہرے کیے۔ وہ ڈر کر فرانس کو بھاگ گیا اور لوئی نے اسے تخت انگلستان پر متمکن کرنے کے لیے مدد دی۔ جیمز نے آئرلینڈ میں جا کر انگلستان پر حملہ کرنے کی تیاریاں کیں لیکن نئے بادشاہ ولیم نے اسے شکست دی۔ وہ پھر بھاگ کر فرانس چلا گیا۔ لوئی نے انگلستان پر چڑھائی کی تیاریاں مکمل کر لیں لیکن ہالینڈ اور انگلستان کے بیڑوں نے رود بار میں فرانسیسی بیڑے کو شکست دی ۱۶۸۸ء میں لوئی نے متذکرہ صدر اتحادیوں کے خلاف عام جنگ شروع کر دی۔ متعدد فتوحات حاصل کیں لیکن ہاتھ کچھ نہ آیا۔ آخر ۱۶۹۷ء میں شاہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سویڈن نے صلح کرائی اور ریسویک کا معاہدہ طے ہوکر جنگ بند ہوگئی۔ آسٹرو جرمن شہنشاہ صلح کرنے میں شامل تھا لیکن اسے ترکوں سے لڑنا تھا اس لیے فرانس سے صلح کرلی۔ ہنگری کے ملک میں ترکوں سے لڑائی ہوئی زار روس بھی اس لڑائی میں ترکوں کے خلاف تھا۔ ترکی لشکر نے شکست کھائی اور ترکی کو نئے معاہدے میں اپنے چند صوبے آسٹریا کی نذر کرنے پڑے اور ازوف کی بندرگاہ زار روس نے ہتھیا لی۔

۱۷۰۱ء میں ہسپانیہ کا بادشاہ چارلی ا ولد فوت ہوگیا۔ اس کی جانشینی کا مسئلہ اس کی زندگی ہی میں یورپ کے شاہی خاندان کے درمیان وجہ مخاصمت بن رہا تھا اور وراثت کے دعوے دار تین تھے۔ فرانس کا شاہی خاندان، آسٹریا کا شاہی خاندان اور بوبریا کے نوابوں کا خاندان۔ بڑے جھگڑوں کے بعد ہسپانیہ کے بادشاہ نے بوبریا کے نواب کو اپنا جانشین مقرر کرنے کی وصیت کی لیکن وصی اس سے پہلے مرگیا۔ دوسری وصیت شاہ فرانس نے شاہ ہسپانیہ سے لڑکر اپنے لیے حاصل کی اس لیے اس کی وفات پر آسٹریا اور جرمنی کے شہنشاہ لیوپولڈ اور شاہ فرانس کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ ہسپانیہ کے امرا شاہ فرانس کی حمایت پر تھے۔ شہنشاہ نے اٹلی میں لڑائی شروع کر دی اور شاہ فرانس چارلی چہار دہم کے خلاف شاہ انگلستان، شہنشاہ آسٹریا جرمنی اور ہالینڈ نے اتحاد قائم کر لیا جسے ''اتحاد عظیم'' کا نام دیا گیا۔ مقصد یہ تھ کہ فرانس کے بادشاہ کو ہسپانیہ کا مالک بننے سے روکا جائے اور شہنشاہ کے حق کو قائم کیا جائے نیز انگلستان اور ہالینڈ کے مقبوضات اور تجارتی حقوق کی حفاظت کی جائے۔ انگلستان کے مدبروں کا ایک گروہ اس جھگڑے میں پڑنے سے کتراتا تھا لیکن ۱۷۰۲ء میں انگلستان کا بادشاہ ولیم فوت ہوگیا۔ اس کی بیٹی اپنی ملکہ بنی۔ انگلستان کا فراری بادشاہ جیمز بھی جو فرانس میں پناہ گزین تھا مر چکا تھا۔ لوئی چاردہم نے اعلان کر دیا کہ انگلستان کے تخت پر اس کا بیٹا بیٹھے گا۔ اس اعلان کے باعث انگریز اس جنگ میں اپنی پوری طاقت لے کر کود پڑے۔ اٹلی، بلجیم اور جرمنی کی سرزمین میں فرانس کے جرنیلوں کے ساتھ لڑائیاں ہونے لگیں۔ اگلے سال پرتگال بھی اتحاد عظیم مقرر کر دیا۔ یہ چارلی پرتگال کی راہ سے فوج لے کر ہسپانیہ پر حملہ آور ہوا جس کی امداد کے لیے انگریزی فوجیں بھی پہنچ گئیں۔ ادھر فرانس کے بادشاہ نے اپنے پوتے کو فوج دے کر ہسپانیہ والوں کی مدد کے لیے بھیج دیا۔ اس طرح بلجیم، جرمنی، اٹلی اور ہسپانیہ کے ملکوں میں جنگ کے متعدد محاذ قائم ہوگئے۔ اتحادیوں کی فوجیں ہر جگہ شاہ فرانس کے خلاف لڑنے لگیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی محاذ پر ایک فریق کا پلہ بھاری ہو جاتا تو دوسرے محاذ پر دوسرا فریق غالب آجاتا۔ ۱۷۰۵ء میں لیوپولڈ مر گیا۔ اس کا بیٹا جوزف اس کی جگہ شہنشاہ بنا۔ لڑائی جاری رہی۔ اٹلی اور جرمنی میں اتحادیوں کو کسی قدر کام یابی حاصل ہوئی لیکن ہسپانیہ میں انھیں زبردست شکست کا سامنا ہوا۔ ۱۷۱۰ء میں جوزف لاولد مر گیا اور اس بات کا امکان پیدا ہوگیا کہ اس کا بھائی جو ہسپانیہ کا بادشاہ بننے کے لیے جدوجہد کر رہا تھا آسٹریا، جرمنی اور ہسپانیہ کا شہنشاہ بن جائے۔ انگریز لڑائی سے تھک چکے تھے اس لیے انھوں نے لوئی شاہ فرانس سے خفیہ بات چیت کر کے ۱۷۱۲ء میں لڑائی بند کر دی۔ ڈچ اور آسٹروی لڑتے رہے۔ ۱۷۱۳ء میں اُٹ رسچٹ کے مقام پر فرانس، انگلستان، پرشیا، سیوائے اور ہالینڈ کے نمائندوں نے صلح ناموں پر دستخط ثبت کیے۔ آسٹریا کے شہنشاہ نے سال بھر کے توقف کے بعد فرانس سے صلح کر لی۔ ہسپانیہ کی بادشاہی لوئی چہاردہم شاہ فرانس کے پوتے طلب کے ہاتھ میں آئی۔ جس نے وعدہ کر لیا کہ وہ لوئی کی وفات پر فرانس کا بادشاہ بننے کی کوشش نہیں کرے گا۔

جب وسطی اور مغربی یورپ میں جنگ و جدال کے بعد معرکے گرم ہو رہے تھے۔ مشرقی یورپ کے بادشاہوں سے بھی نچلا نہ بیٹھا گیا۔ اٹھارھویں صدی مسیحی کے آغاز میں روس کا فرماں روا پیٹر اعظم تھا جسے اپنے قوم کی اصلاح کرنے اور اپنے ملک کو ترقی دینے کا بہت شوق تھا۔ اس بادشاہ نے جدید ترقیات اور مصنوعات کا حال معلوم کرنے کے لیے ہالینڈ اور انگلستان کے ملکوں کا سفر ایک عام آدمی کے بھیس میں کیا اور ترکوں سے لڑ کر اپنی سلطنت کو بحیرہ خزر اور بحیرہ اسود کے شمالی اقطاع میں وسعت دی۔ ۱۶۵۷ء میں ترکوں سے ازوف کی بندرگاہ اسی پیٹر نے حاصل کی تھی۔ سویڈن کا بادشاہ چارلیس دواز دہم اس پیٹر کا زبردست حریف تھا۔ جس کا عہد حکومت ۱۶۹۷ء سے ۱۷۱۸ء تک رہا۔ پیٹر بحیرہ بالٹک کے ساحلی علاقوں کو سر کر کے اپنی مملکت میں شامل کر رہا تھا اور دریائے والگا، ڈان اور ڈینا کو نہروں سے ملا کر بحیرہ اسود، بحیرہ خزر اور بحیرہ بالٹک کے درمیان جہازوں کی آمدورفت کو ترقی دے رہا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ روس کی مملکت کو ایشیا اور یورپ کی تجارت کی گزرگاہ بنا دے اور بحیرہ بالٹک کے کنارے ایک شہر بسا کر اسے اپنا صدر مقام بنائے۔ سویڈن کے بادشاہ نے اسے بحیرہ بالٹک کی طرف بڑھنے سے روکنے کے لیے روس پر چڑھائی کر دی۔ ناروا کے مقام پر پیٹر کی روسی فوج کو شکست دی۔ اس کے بعد یہ فاتح بادشاہ چارلیس دواز دہم سویڈن کا لشکر لے کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پولینڈ اور سیکسنی پر حملہ آور ہوا، جن کی فوجیں ریگا کے نواح میں جمع ہو رہی تھیں۔ پولوں اور سیکسنوں کو شکست دینے کے بعد سویڈ چارلی ماسکو پر چڑھائی کرنے کی تیاری کرنے لگا۔ روسیوں نے راستوں اور سڑکوں کو خراب کر کے اور باغوں اور کھیتوں کو اُجاڑ کر سویڈوں کے لشکر کی راہ میں مشکلات پیدا کر دیں۔ اندریں اثنا چارلی کو یوکرین کے ایک قازق سردار کی دعوت ملی جو زار کے اقتدار سے نالاں تھا۔ چارلی نے یوکرین پر چڑھائی کی لیکن چارلی کے پہنچنے سے پہلے پہلے پیٹر اس قازق سردار کی جمعیت کا قلع قمع کر چکا تھا۔ سویڈن نے آگے بڑھ کر پلٹووا کے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ زار پیٹر ایک لشکر جرار لے کر محصور بن کی امداد کو آیا۔ سخت لڑائی ہوئی جس میں سویڈن کا لشکر تباہ و برباد ہوگیا۔ اس کے سارے ساز و سامان پر روسیوں نے قبضہ کر لیا۔ چارلی جان بچا کر بسربیا کی طرف بھاگ گیا جو ان دنوں ترکی مملکت کا ایک صوبہ تھا اور ترکوں کے ہاں پناہ لی۔ چارلی نے ترکی میں بیٹھ کر اس امر کی کوشش کی کہ ترکوں کو روس کے خلاف اُبھارے اور ترکوں کی مدد سے اپنے دشمن پیٹر کا خاتمہ کر دے لیکن ترکی خلیفہ اور سلطان کا دربار اس وقت تک طرح طرح کی سازشوں، رشوتوں اور جوڑ توڑ کا مرکز بن چکا تھا۔ اس لیے چارلی کی کوششیں بار آور نہ ہوئیں۔ چارلی نے سلطان کے کانوں تک یہ بات پہنچائی کہ اس کا وزیراعظم زار روس سے رشوت لے چکا ہے۔ سلطان نے وزیراعظم کو معزول کر دیا۔ ایک اور وزیر بھی معزول ہوا۔ تیسرے وزیر نے روس پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کر لیا اور روسی سفیر کو قید خانے میں ڈال دیا۔ رومانیا کے صوبہ ماندیویا کے عیسائی نواب نے جو ترکوں کا باج گزار تھا پیٹر کو ان تیاریوں کی اطلاع دی اور اسے بلا بھیجا۔ پیٹر ایک جرار لشکر لے کر مالدیویا میں داخل ہوا لیکن روسیوں کو معلوم ہوگیا کہ رومانیہ کے عیسائی باشندے ترکوں کی حکومت کو پسند کرتے ہیں کیوں کہ انھوں نے نہ صرف روسی لشکر کا مقاطعہ کیا بلکہ انھیں بہت دق کرنے لگے۔ اتنے میں سلطانی لشکر بھی پہنچ گیا اور لڑائی ہونے لگی۔ دو تین جھڑپوں میں پیٹر کو اپنی کم زوری کا احساس ہوگیا۔ روسی تھک ہار کر بھاگنے والے تھے کہ پیٹر کی بیوی زارینہ کیتھرائن نے ترکی لشکر کے سالار اعظم سے جو باب عالی کا وزیراعظم بھی تھا ملاقات کر کے صلح پر آمادہ کر لیا۔ ترکوں کی شرائط صلح کڑی تھیں لیکن پیٹر نے جان بچانے کے لیے انھیں قبول کرنا غنیمت خیال کیا اور لشکر اپنے اپنے ملکوں کو واپس چلے گئے۔ ۱۷۱۵ء میں چارلی دواز دہم آسٹریا اور پولینڈ کی راہ سے بھیس بدل کر اپنے ملک سویڈن چلا گیا اور جاتے ہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روس کے خلاف لڑائی چھیڑ دی لیکن اس دفعہ شکست کھائی۔ اس شکست کے باوجود چارلی نے ناروے پر چڑھائی کر دی جہاں وہ ایک مقام پر لڑ رہا تھا کہ اس کی فوج کے ایک افسر نے اسے گولی کا نشانہ بنا کر اس کا کام تمام کر دیا۔ سویڈ اس کی پیہم جنگجوئی سے تنگ آ گئے تھے۔ اس کے بعد اس کی مملکت کا جو مدارالمہام مقرر ہوا اس نے ۱۷۲۰ء میں پولینڈ، سیکسنی اور ڈنمارک سے صلح کر لی۔ پیٹر کہا کرتا تھا کہ چارلی اسکندر رومی بننا چاہتا ہے لیکن میں دارا ثابت نہ ہوں گا۔ پیٹر ابھی سویڈن سے لڑ رہا تھا کہ انگلستان کا ایک بحری بیڑا ان کی امداد کے لیے بحیرہ بالٹک میں داخل ہوا جس سے ڈر کر پیٹر نے ۱۷۲۱ء میں سویڈون سے صلح کر لی۔

۱۷۳۹ء میں انگلستان اور ہسپانیہ کے درمیان مستعراتی جنگ چھڑ گئی کیوں کہ برطانوی تاجر ہسپانوی مستعمرات میں بلا اجازت مال لے جا کر فروخت کرتے تھے اور ہسپانیہ کے حاکم جہازوں کی تلاشی لینے پر مصر تھے۔ برطانیہ کے جنگی جہازوں نے امریکہ کی ہسپانوی نو آبادیوں میں متعدد مقامات پر حملے کیے لیکن ہر جگہ انھیں شدید نقصان کا سامنا ہوا اس لیے انگریزوں نے جلد ہی ہسپانیہ کے خلاف مستعراتی جنگ بند کر دی۔

۱۷۴۰ء میں آسٹریا کا شہنشاہ چارلی لاولد مر گیا۔ اس کی جانشینی کے سوال نے بین الاقوامی تنازع کی حیثیت اختیار کر لی۔ فرانس، ہسپانیہ اور پولینڈ کے بادشاہ رشتہ داری کی بنا پر اس کے وارث بننا چاہتے تھے لیکن پرشیا کے بادشاہ فریڈرک نے محض طاقت کے بل پر شمال مشرقی جرمنی کے صوبہ سلیشیا کو دبا لیا۔ بویریا کا نواب بوہیمیا کی ریاست کا مدعی اور سارڈینیا کا بادشاہ میلان کی جاگیر کا طالب تھا۔ اس کے علاوہ بویریا کو نواب شہنشاہی کے منصب کا امیدوار بھی تھا۔ چارلی کی بیٹی ماریا تھریسا ہنگری کی ملکہ قرار پائی اور اس نے دیکھا کہ چاروں طرف دشمن ہی دشمن ہیں لیکن اس نے ہمت نہ ہاری۔ فرانس نے بویریا کے نواب کی حمایت پر جرمنی پر فوج کشی کی اور فرانس کی فوجیں وائنا کی طرف بڑھنے لگیں۔ ماریا تھریسا نے اپنی جاگیر ہنگری میں جا کر وہاں کے امرا سے اپیل کی جو بہت موثر ثابت ہوئی۔ ہنگری کے امرا لڑائی پر آمادہ ہو گئے اور انھوں نے لشکر تیار کر کے فرانسیسیوں کے مقابلہ کی ٹھان لی۔

انگلستان کے بعض مدبر یورپ کے معاملات میں دخل دینے کی پالیسی کے خلاف تھے لیکن یورپ میں جنگ کا طبل بجتا دیکھ کر انگریز بھی نچلے نہ بیٹھ سکے۔ انھوں نے فرانس کے مقابلے میں ماریا تھریسا کی امداد کے لیے نیدرلینڈ میں فوجیں بھیج دیں۔ ماریا تھریسا اور جرمنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے کئی نوابوں اور ڈینوں کو وظیفے بھیج دینے لگے۔ ہالینڈ پہلے متذبذب تھا وہ بھی جلد انگلستان اور آسٹریا کی مدد کو آمادہ ہوگیا۔ پرشیا کا بادشاہ فریڈرک اعظم پہلے فرانس کا ساتھی تھا۔ پھر اس نے سلیشیا کے صوبے پر اپنا حق منوا کر ماریا تھریسا سے صلح کر لی۔ تین سال کے بعد اس نے پھر آسٹریا کے خلاف لڑائی چھیڑ دی اور بوہیمیا پر حملہ کر دیا لیکن شکست کھائی۔ اس جنگ میں فرانس کا دوسرا حلیف ہسپانیہ تھا جس نے آخر وقت تک ساتھ دیا کیوں کہ دونوں کے بادشاہ ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

جنگ کے محاذ جرمنی، نیدرلینڈ اور اٹلی کے ملکوں میں قائم ہوئے۔ لڑائیوں میں کہیں ایک فریق کو فتح حاصل ہوتی تھی کہیں دوسرا فریق غالب آجاتا تھا۔ بحیرہ روم اور رودبار انگلستان میں بحری بیڑوں کی جنگیں وقوع پذیر ہوئیں۔ جرمنی میں آسٹرویوں نے فرانسیسی فوجوں کو دریائے رائین تک پیچھے ہٹا دیا۔ اٹلی میں پہلے فرانسیسیوں کو پھر آسٹرویوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ نیدرلینڈ میں فرانسیسی جرنیل نے انگریزوں، ولندیزوں اور آسٹرویوں کا متحدہ لشکر تباہ کر دیا۔ اس واقعہ سے متاثر ہوکر انگلستان کے سابق فراری بادشاہ جیمز ثانی کا پوتا انگلستان کے تخت کا مدعی بن کر سکاٹ لینڈ جا اُترا۔ وہاں اس نے قبائلی لشکر جمع کر کے انگلستان پر چڑھائی کر دی۔ متعدد جنگیں ہوئیں۔ مدعی لندن فتح کر سکتا تھا لیکن ڈربی میں رک گیا۔ انگریزوں نے اس کے دونوں طرف فوجیں پھیلا دیں۔ وہ سکاچوں کا لشکر لے کر واپس سکاٹ لینڈ چلا گیا۔ انگریزوں نے تعاقب کیا اور ایک جنگ میں اسے شکست دے کر بھگا دیا۔ انگریزی لشکر نے سکاٹ لینڈ کے باشندوں کا قتل عام کیا ان کے گھر برباد کر دیے۔ دیہات کو آگ لگا دی۔ مدعی ناچار فرانس چلا گیا۔

بویریا کے نواب کی وفات کے بعد اس کے بیٹے نے ماریا تھریسا سے صلح کر لی اور ماریا کے شوہر ڈیوک آف ٹسکنی کو آسٹریا کا شہنشاہ تسلیم کر کے اپنا حق چھوڑ دیا۔ اس انتخاب نے جرمنی کی ریاستوں پر اچھا اثر کیا۔ پرشیا کے بادشاہ سے آسٹریا کی پھر صلح ہوگئی۔ اس وقت تک سارے ملک لڑائی سے تھک چکے تھے اس لیے ۱۷۴۸ء میں ایکس لاچیپل کا معاہدہ طے ہوا اور لڑائی بند ہوگئی اس معاہدے کی رو سے طرفین نے ایک دوسرے کے فتح کیے ہوئے علاقے چھوڑ دیے۔ اسیران جنگ زر فدیہ لیے بغیر واپس دے دیے گئے۔ انگلستان کے بادشاہ نے دوسرے بادشاہوں سے اپنی وراثت کا حق منوا لیا اور برائے شاہی خاندان کے مدعی اپنے حال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر چھوڑ دیے گئے۔ ہسپانیہ اور برطانیہ میں امریکی نو آبادیوں کی تجارت اور جہازوں کی تلاشی کے سوال اس معاہدہ میں طے نہ کیے جا سکے حالاں کہ اس لڑائی کی ابتدا انھی مسائل پر ہوئی تھی۔ ایکس لاچیپل کے معاہدہ میں بہت سے مستعمراتی امور ایسے باقی رہ گئے تھے جن کے متعلق برطانیہ اور فرانس کے درمیان بھی کوئی فیصلہ نہ ہوسکا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی سال گزر جانے پر امریکہ اور ہندوستان کے انگریز اور فرانسیسی آباد کاروں اور تاجر حاکموں کے درمیان کش مکش شروع ہوگئی جو ۱۷۵۸ء میں دونوں ملکوں کے درمیان ہفت سالہ جنگ شروع کرنے کا موجب بن گئی۔ اس صدی کی سابقہ جنگوں کی طرح یہ جنگ بھی یورپ گیر بن گئی کیوں کہ پرشیا کا بادشاہ فریڈرک برطانیہ کا حامی بن گیا اور روس کی ملکہ الزبتھ، آسٹریا کی ملکہ ماریا تھریسا اور شاہ سویڈن نے فرانس کا ساتھ دینے کی ٹھان لی۔ ۱۷۵۹ء میں ہسپانیہ کا بادشاہ فوت ہوگیا جس کے جانشین چارلی سویم نے فرانس کی حمایت کی۔ سات سال یورپ کی سرزمین میں شدید جنگیں جاری رہیں جن کی گونج دور و نزدیک کی فرنگی مستعمرات تک بھی سنائی دی۔ ۱۷۶۲ء میں ملکہ الزبتھ کے فوت ہو جانے پر اس کے بیٹے اور جانشین پیٹر سویم نے فرانس کا ساتھ چھوڑ کر پرشیا کے بادشاہ فریڈرک کی حمایت کا اعلان کر دیا جس نے اسے بہت تقویت پہنچائی۔ سویڈن کے بادشاہ نے بھی زار روس کی پیروی کی۔ ۱۷۶۳ء میں فرانس اور برطانیہ کے درمیان صلح ہوگئی۔ لہٰذا آسٹریا اور جرمنی کو بھی مجبوراً صلح کرنی پڑی۔ پیرس میں نیا معاہدہ طے ہوا جس کی رو سے برطانیہ کا بحری اقتدار مشرق و مغرب کے پانیوں میں مسلم ہوگیا۔ امریکہ اور ہندوستان کے فرانسیسی مقبوضات کا حصہ غالب انگریزوں کو مل گیا۔ یورپ میں پرشیا کی بادشاہی اور آسٹریا کی شاہنشاہی دو اہم طاقتیں بن گئیں۔ فرانس کی اہمیت کم ہوگئی۔ انگلستان نے مشرقی یورپ کے معاملات میں دخل دینے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ صرف ہالینڈ اور پرتگال سے دوستی قائم رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس ہفت سالہ جنگ کے خاتمے کے بعد یورپ کے بین الاقوامی معاملات میں فرانس کی اہمیت کم ہوگئی۔ فرانس کا بادشاہ لوئی پانزدہم عیش و عشرت کا دلدادہ تھا اس کے مزاج پر اس کی آشنا عورتیں بہت اثر رکھتی تھیں جو مملکت کے امور میں دخیل ہوتی رہیں۔ اس بادشاہ کی عشرت پسندی کے باعث بین الاقوامی سیاست میں بھی زنا کاری کو دخل حاصل ہونے لگا اور یورپ کی اخلاقی حالت گرنے لگی۔ لوئی پانزدہم ۱۷۱۴ء سے ۱۸۷۴ء تک فرانس کے تخت پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متمکن رہا۔ بہت سی جنگیں جس نے یورپ میں اور یورپ کے باہر مستعمراتی ملکوں میں فرانس کی طاقت کو نقصان پہنچایا اس کے عہد میں لڑی گئیں۔ ان جنگوں کے باعث تیز بادشاہ کی عیش پسندی اور فضول خرچی کے باعث عوام کی مالی حالت بہت تباہ ہوگئی اور لوگ افلاس کے مارے فاقہ کشی کی نوبت کو پہنچ گئے۔ روس میں اس وقت ملکہ کیتھرائین (۱۷۶۴ء سے ۱۷۹۶ء تک) حکمران تھی جس نے روس کی طاقت کو بڑھانے، مملکت کو وسیع تر کرنے اور داخلی اصلاحات کو ترقی دینے کے لیے بہت کام یاب کوششیں کیں۔ زارینہ کیتھرائن نے ۱۷۶۵ء میں پولینڈ پر فوج کشی کر کے وہاں کے سرداروں کی مجلس کو مجبور کیا کہ وہ سٹافیلاس آگسٹس کو بادشاہ بنائیں جو زارینہ کے زیر اثر تھا۔ پولینڈ کے امرا اور پادری اس بادشاہ کے مخالف ہوگئے کیوں کہ وہ ان کے قائم شدہ حقوق کو جن کے بل پر وہ عوام پر ظلم کرتے تھے زائل کرنے کا خواہاں تھا۔ اس کش مکش کی بنا پر زارینہ کے لشکر نے پھر پولینڈ پر حملہ کیا اور پول سرداروں کو شکست دے کر کراکاؤ کا شہر فتح کر لیا۔ روسی پولوں کا تعاقب کرتے ہوئے ترکی مملکت میں داخل ہوگئے جہاں پول فراری پناہ لینے کے لیے گئے تھے۔ روسی لشکر نے ترکی کے علاقوں کو جو رومانیہ اور ہنگری کے صوبے تھے پامال کیا۔ اس حادثے کے باعث ترکی سلطان مصطفیٰ ثالث نے ۱۷۶۹ء میں روس سے جنگ چھیڑ دی۔ ترکی لشکر نے ابتدائی حملے میں روس کے جنوبی اقطاع تاراج کیے لیکن جنگ کے طول پکڑ جانے پر ترکوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اور روسیوں نے بسربیا کی ولایت (رومانیا کے مشرق میں) ترکوں سے چھین لی۔ پولینڈ کا بادشاہ اس جنگ میں روس کی امداد کرتا رہا حالاں کہ اسے معلوم تھا کہ ترکوں نے پولوں کی آزادی کے لیے روس کے ساتھ جنگ چھیڑی ہے۔ پول سردار زارینہ روس کے حاکمانہ اقتدار سے نالاں تھے۔ اس لیے زارینہ نے ۱۷۷۳ء میں آسٹریا اور برشیا سے ساز باز کر کے پولینڈ پر چڑھائی کر دی۔ تینوں سلطنتوں نے پولینڈ کے اکثر حصے آپس میں بانٹ لیے اور پولینڈ کی حیثیت محض ایک معمولی ریاست کی رہ گئی جو روس کے زیر اثر تھی۔ ۱۷۷۴ء میں شاہ پرشیا کی کوششوں سے روس اور ترکی کے درمیان صلح ہوگئی۔ روس نے ترکی سے یورپی مملکت کے کچھ اضلاع ہتھیا لیے اور بحیرہ اسود میں جہاز رانی کا حق تسلیم کر لیا۔ اس جنگ کے دوران میں روس کے ایجنٹوں نے جنوبی یونان کے لوگوں کو ترکوں کے خلاف بھڑکا کر بغاوت کرا دی اور روس نے ان کی امداد کے لیے آب نائے جبرالٹر کی راہ سے جنگی بیڑا بھی بھیجا لیکن یہ بغاوت بے نتیجہ رہی جسے ترکوں نے دبا دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکہ کی جنگ آزادی:

۱۷۷۵ء میں شمالی امریکہ کے فرنگی آباد کاروں اور برطانیہ کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ اس لڑائی کی وجہ یہ تھی کہ امریکہ کے آبادکار اپنے آبائی وطن کے حاکمانہ اقتدار سے تنگ آ گئے تھے۔ فرنگستان کی شاہی حکومتوں اور استعمار پیشہ ملکوں کے باشندوں کا نظریہ یہ تھا کہ نو آبادیاں اصلی ملک کو فائدہ پہنچانے کے لیے ہیں جن پر ٹیکس لگانے اور جن سے اپنی شرائط پر تجارت کر کے نفع حاصل کرنے کا حق فرنگستان کے لوگوں کو حاصل ہے۔ شمالی امریکہ کی برطانوی نوآبادیوں میں اس نظریہ کے خلاف خیالات نشوونما پانے لگے۔ ان کے سیاسی لیڈر کہتے تھے کہ برطانیہ کے باشندوں کو ان پر ٹیکس لگانے اور تجارتی اجارہ داری کے بل پر انھیں لوٹنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ انگلستان کی پارلیمنٹ نے امریکی نوآبادیوں کے لیے سٹیمپ ایکٹ پاس کیا اور برطانوی حکومت کے گورنر جنرل نے اس ایکٹ کو امریکہ میں نافذ کرنے کی کوشش کی۔ امریکی فرنگیوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ پارلیمنٹ کو یہ قانون منسوخ کرنا پڑا۔ اب برطانوی حکومت نے تجارتی اجارہ داری کے ذریعے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ چائے سے لدے ہوئے جہاز امریکہ بھیجے اور امریکی تاجروں کو مجبور کیا کہ وہ مال خریدیں لیکن وہ چائے کے مقاطعہ کا فیصلہ کر چکے تھے۔ برطانوی حاکموں نے تاجروں کو مجبور کرنے کی ٹھان لی کہ وہ مال وصول کریں اور چنگی خانوں میں جا کر ٹیکس ادا کر دیں۔ جس صبح کو یہ حکم نافذ ہونے والا تھا اس سے پہلی رات بوسٹن کی بندرگاہ میں امریکی لوگ جہازوں پر گئے اور انھوں نے چائے کے بنڈل سمندر میں پھینک دیے۔ اس واقعہ کی بنا پر انگریزی فوجیں آگے بڑھیں تاکہ امریکی آبادکاروں کے ایک مرکز پر جہاں انھوں نے اسلحہ جمع کر رہے تھے قبضہ جمائیں۔ امریکہ کے رضاکار برطانوی فوج کے سامنے صف بندی کر کے کھڑے ہو گئے۔ برطانوی سپاہ نے گولیاں چلا دیں اور لڑائی شروع ہو گئی۔ امریکہ کے فرنگی عوام نے برطانوی فوج پر حملے شروع کر دیے اور جنگ کا باقاعدہ اعلان ہو گیا۔ ۱۷۷۶ء میں امریکی آبادکاروں کی کانگرس نے اپنی آزادی کا اعلان مشتہر کر دیا اور انگریزوں سے لڑائی جاری رہی۔ ۱۷۷۸ء میں فرانس نے امریکہ کی آزادی تسلیم کر لی۔ ۱۷۸۴ء میں برطانیہ اور امریکہ کے درمیان صلح کا ابتدائی عہد نامہ طے ہوا اور برطانیہ اور امریکہ کی آزادی تسلیم کر لی۔ اس طرح ایک نئی مملکت ظہور میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ گئی جسے آئندہ دنیا کی سیاست میں بہت اہم حصہ لینا تھا۔

امریکہ کی نو آبادیاں اس وقت تیرہ مستقل ریاستوں اور چند نوخیز ریاستوں پر مشتمل تھیں۔ ان کے سامنے اپنے آئندہ نظام کا سوال پیدا ہوا۔ امریکہ کے مدبروں اور لیڈروں نے ۱۷۸۹ء میں فیڈرل حکومت کا دستور سیاسی مرتب کیا اور تمام ریاستوں کے اتفاق سے وفاقی طرز کی حکومت قائم کر لی۔ ۱۷۹۶ء میں امریکی کانگرس نے ''حقوق نامہ'' تیار کیا جس کے بنیادی اصول یہ تھے کہ مملکت کے تمام شہریوں کو بدرجہ مساوی سیاسی اور معاشرتی حقوق حاصل ہیں۔ حکام محض ٹرسٹی (امین) ہیں جن کا کام امن و آئین کو قائم رکھنا ہے۔ فرد اور سٹیٹ (نظام اجتماعی) کا تعلق محض ایک قسم کا معاہدہ ہے جس پر فریقین کو دیانت داری سے عمل کرنا چاہیے۔ اس طرح امریکہ میں ایک طاقت ور آزاد جمہوری حکومت قائم ہو گئی۔ جس کا خواب صدیوں پہلے یونان کے فلاسفروں نے دیکھا اور جسے رومنوں اور یونانیوں نے ابتدائی صورتوں میں قائم کرنے کی کوششیں کیں۔ جن اصولوں پر یہ جمہوریت قائم کی گئی انھیں اسلام کے پہلے دو خلیفوں نے عملاً نافذ و رائج کر کے دکھایا لیکن بعد کے مسلمان انھیں جاری رکھنے اور ان کی حفاظت کے لیے آئین و قانون بنانے سے قاصر رہ گئے۔

فرانس کا انقلاب :

فرانس کی مملکت ایک سو سال سے پیہم جنگوں میں مبتلا چلی آ رہی تھی۔ اس کے بادشاہ اور امرا بہت عیش پرست تھے اور عوام کی حالت سے بے پرواہ ہو کر شان و شوکت کی زندگی بسر کرنے کے عادی کے تھے۔ امرا اور پادری طبقہ کے لوگ ٹیکس سے مستثنیٰ چلے آ رہے تھے۔ اس لیے جنگوں کے خرچ، بادشاہوں اور امرا کی عیش پرستیوں کے مصارف کا سارا بار عوام کے کندھوں پر پڑتا تھا۔ ان کے لیے زندگی دوبھر ہو رہی تھی۔ انسانی ضمیر کی آزادی کا سوال اس مذہبی کش مکش کے باعث پیدا ہوا جو رومن کیتھولک فرقہ کے برسر اقتدار طبقوں اور پروٹسٹنٹ فرقہ کے پیروؤں کے درمیان اٹھارھویں صدی مسیحی کے آغاز ہی سے شروع ہو چکی تھی۔ داخلی اور خارجی ہنگاموں نے جو فرانس کے لوگوں کو پیہم پیش آتے رہے ان کے پڑھے لکھے طبقہ کے افراد کی ذہنی اور فکری قوتوں کو بہت جلا دی۔ اس صدی کے دوران میں فرانس میں بڑے سیاسی مفکر، معاشرتی مفکر، اقتصادی مفکر، علم النفسیات کا مطالعہ کرنے والے فلاسفر، ادیب اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاعر پیدا ہوئے۔ جن کی تعلیمات مباحث اور نشر و اشاعت نے عوام کے افکار کو روشن کیا۔ مشہور فرانسیسی مصنف روسیو اسی صدی میں زندگی بسر کر رہا تھا جو فطرت انسانی کی پکار سننے اور اس پر عمل کرنے کا حامی تھا۔ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ مذہب کی پابندیاں ترقی کی راہ میں حائل رہیں۔ فکر آزاد سے انسان صحیح نتائج پر پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا انسان کو اپنے آزاد فکر کی روشنی میں قانون بنانے چاہییں اور معاشرتی معاہدے مرتب کرنے چاہییں۔ ۱۷۶۰ء میں پیرس کی علمی سوسائٹی نے جو انسائیکلوپیڈیا (جامع العلوم) مرتب کرایا۔ اس کے مصنفین امراء کے ظلم، بے انصافی، غلاموں کی تجارت، ٹیکسوں میں امتیاز، عدالت کی خرابیوں، جنگوں کی فضول خرچیوں اور مذہب عیسائیت کے سخت خلاف تھے۔ اس صدی میں فرانس میں صنعت و حرفت کو ترقی دینے کے حامی بھی پیدا ہوئے جو صنعتی ترقی کو بنا پر اپنے سوشل خوابوں کو عملی جامہ پہنانا چاہتے تھے۔ اقتصادیات کے منقشوں نے نہ صرف سوشلزم (اجتماعیت) کے خیالات کو اشاعت دی بلکہ ان میں بعض کمیونزم (اشتراکیت) کی حد تک بھی سوچنے لگے تھے۔ اس قسم کی مادی اور ذہنی کیفیتوں کے درمیان فرانس کی سرزمین میں جمہوری انقلاب کا ہنگامہ برپا ہوا جس کے حالات مختصر الفاظ میں حسب ذیل ہیں:

شاہی خزانہ دیوالیہ ہو چکا تھا۔ عوام اور بادشاہ دونوں مالی مشکلات میں گرفتار تھے۔ اس کیفیت پر غور کرنے اور مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کی تجاویز سوچنے کے لیے ۱۷۸۰ء میں ایک بڑا قومی اجتماع ورسائے میں منعقد ہوا، جس میں امرا کلیسا اور عوام کے نمائندے شامل ہوئے۔ عوام کے نمائندوں کا مطالبہ یہ تھا کہ مالی مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے جو ٹیکس بھی لگایا جائے وہ ان کی رائے سے طے ہو۔ بادشاہ نے اس اجتماع کو عسکری طاقت کے بل پر منتشر کرنا چاہا لیکن سپاہیوں نے اجتماع پر حملہ کرنے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ بہ ظاہر نرم ہو گیا اور اس نے بات چیت کو جاری رکھنے کی اجازت دے دی لیکن باہر سے غیر ملکی فوج منگوا کر اس قومی اجتماع کو منتشر کر دیا۔ بادشاہ کی اس حرکت کا ردعمل عام بغاوت کی شکل میں رونما ہوا۔ لوگوں کے ہجوم نے ہر جگہ امرا کے محلوں کو آگ لگانے کی مہم شروع کر دی۔ شہروں میں مقامی جماعتیں قائم ہوئیں جنھوں نے عارضی حکومتیں قائم کر لیں۔ ہر جگہ نیشنل گارڈ یعنی قومی رضا کاروں کے دستے تیار کیے گئے۔ نیشنل اسمبلی نے نیا آئین بنانے کا کام شروع کر دیا اور ایک حقوق نامہ مشتہر کیا گیا جس میں امرا کی مراعات منسوخ کر دی گئیں۔ جو طبقے ٹیکس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مستثنیٰ تھے ان پر ٹیکس لگانے کے عزم کا اعلان کیا گیا۔ پرانے جاگیردارنہ نظام کی قائم کی ہوئی عدالتوں کو اڑا دیا گیا اور عوام کے حقوق صراحت کے ساتھ بیان کر دیے گئے۔ اب ہر طرف سازشیں ہونے لگیں۔ بادشاہ کے بھائی نے عوام کو مشتعل کرنے کی کوششیں کیں۔ پیرس میں خورد و نوش کے سامان کا قحط رونما ہوا۔ لوگوں نے قحط لانے کا الزام حکومت پر لگایا۔ اندریں اثنا شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ ورسائے میں جہاں شاہان فرانس کے عالی شان محلات تھے غلے کا کافی ذخیرہ جمع ہے۔ عام لوگ ورسائے کی طرف ٹوٹ پڑے۔ شاہی محل کے سامنے زبردست مظاہرہ کیا۔ بادشاہ نے انھیں خوراک دے دی۔ غلے سے لدی ہوئی گاڑیاں پیرس کو چل پڑیں۔ بادشاہ بھی پیرس آ گیا۔ یہ واقعہ ۱۷۸۹ء میں پیش آیا۔ عوام کی اسمبلی کے دباؤ کے ماتحت بادشاہ نے عدالتوں میں عوام کے چنے ہوئے جج مقرر کیے۔ کلیسائی نظام (چرچ) کی جائدادیں ضبط کر لی گئیں۔ پادریوں کی تنخواہوں میں تخفیف کی گئی کلیسا کا قومی نظام قائم کیا گیا۔ یہ صورت حال بادشاہ کو پسند نہ تھی۔ وہ اور اس کی ملکہ آدھی رات کو پیرس سے بھاگے تاکہ مشرقی اضلاع کی فوج کو لے کر جس کی وفاداری پر انھیں بھروسا تھا پیرس پر حملہ کریں۔ راستے میں دیہاتیوں نے انھیں پہچان لیا اور پیرس کی طرف واپس بھیج دیا۔ اندریں اثنا پرشیا کے بادشاہ اور آسٹریا کے شہنشاہ نے اس مضمون کا اعلان جاری کیا کہ شاہان یورپ فرانس میں شاہی اقتدار کی بحالی کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ ان ملکوں میں بھاگے ہوئے فرانسیسی افسر لشکر بھرتی کرنے لگے تاکہ فرانس پر حملہ کیا جائے۔ فرانسیسیوں نے بادشاہ کو مجبور کر کے آسٹریا کے خلاف جنگ کا اعلان کرا دیا۔ شاہ پسند سمجھتے تھے اس طرح جنگ چھڑ جائے گی تو شاہی اقتدار کو از سر نو مستحکم کرنے کا موقع مل جائے گا۔ جمہوریت پسندوں کا خیال تھا کہ بادشاہ کا اعلان جنگ اس ہمدردی کو زائل کر دے گا، جو شاہان یورپ کے دلوں میں فرانس کے شاہی خاندان کے ساتھ پیدا ہو گئی ہے۔ پرشیا کے بادشاہ نے آسٹریا کی امداد کی اور اتحادی فوجوں نے ڈیوک آف برنزوک کے زیر سرکردگی فرانس پر چڑھائی کر دی۔ ڈیوک نے اعلان کیا کہ بادشاہ کے اقتدار کو بحال کیا جائے گا اور باغیوں کو شدید سزائیں دی جائیں گی۔

یہ حال دیکھ کر جیکو بین پارٹی نے جو عوام کی ایک منظم جماعت تھی بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ عوام نے شاہی محل پر حملہ کیا سوئیس گارڈ نے مزاحمت کی۔ بادشاہ نے اسمبلی میں پناہ لی۔ اسمبلی بادشاہ کے متعلق کچھ فیصلہ نہ کر سکی۔ فرانس کی حکومت پیرس کی مجلس عوام نے سنبھال لی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر اسمبلی نے بادشاہ کو معزول کر کے زندان میں ڈال دیا اور نیا آئین بنانے کے لیے نیشنل کنونیشن (قومی اجتماع) کے انعقاد کی تیاریاں ہونے لگیں۔ سرحد پر اتحادی فوجیں چڑھی چلی آرہی تھیں اس لیے مجلس عوام کی حکومت نے شاہ پسندوں کو گرفتار کر لیا۔ سرسری مقدمے چلا کر انھیں قتل کر دیا گیا۔ مقتولوں کے سر نیزوں پر لٹکا کر مظاہرے کیے گئے۔ ۲۰ ستمبر ۱۷۹۱ء کو والمی میں فرانسیسی اور اتحادی توپ خانوں کی لڑائی ہوئی جس میں فرانس کا پلہ بھاری رہا اور فرانس نے فتح پائی۔ ۲۱ ستمبر ۱۷۹۲ء کو نیشنل کنونیشن کا اجلاس منعقد ہوا۔ فرانس میں جمہوری حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔ عوام کی عدالت کے سامنے بادشاہ کا مقدمہ پیش ہوا جسے ۱۷۹۳ء کے آغاز میں موت کی سزا دی گئی۔ بادشہ کا سر گلوٹین (۱) کے ذریعے قلم کر دیا گیا۔

اس انقلاب نے فرانس کی سرزمین اور اس کے باشندوں میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی۔ جمہوری فرانس کی فوجیں اپنی سرحدین عبور کر کے دوسرے ملکوں میں داخل ہو گئیں وہ سارے یورپ میں انقلاب برپا کر کے جمہوریت قائم کرنے کے خواہاں تھے۔ اس خیال نے ان کی قوت عمل کو بہت تیز کر دیا تھا۔ ملک کے اندر انقلاب کے علم برداروں نے ملک کو دشمنان انقلاب سے پاک کرنے کا عمل شروع کر دیا۔ مخالفین کو موت کی سزائیں دی گئیں۔ گلوٹین کا استعمال زوروں پر رہا۔ بغاوتیں فرو کی گئیں۔ بارہ اشخاص کی ایک ہنگامی کمیٹی بنائی گئی جس نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ اس کمیٹی کا صدر اور لیڈر رابیس پیئرے نامی ایک شخص تھا۔ انقلابیوں نے بہت سی اصلاحات نافذ کیں۔ امرا کی دولت اور جائیداد ضبط کر لی۔ ہر شخص کو گھر اور معاش دینے کا انتظام کیا گیا۔ مزدوروں کو ان کا حق دلانے کے لیے قانون بنائے گئے۔ منافع بازی کے انسداد کے لیے ذرایع سوچے گئے۔ بہت سی اقتصادی اور معاشرتی اصلاحیں معرض عمل میں لائی گئیں۔ طلاق کی آسانیاں مہیا کی گئیں۔ حلالی اور حرامی بچوں کے درمیان قانونی امتیاز مٹا دیا گیا۔ کیلنڈر کی اصلاح کر کے دس دن کا ہفتہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی۔ نئے مہینے بنائے گئے۔ وزنوں اور پیمانوں میں اعشاری طریق رائج کیا گیا۔ انقلابی خدا کی ہستی کو فرانس کی سرزمین سے رخصت کر کے اس کی جگہ عقل و استدلال کی دیوی

۱۔ گلوٹین ایک سیدھی سادی مشین تھی۔ جس میں سزا یافتہ شخص کا سر شکنجے میں پھنسا دیا جاتا تھا اُوپر سے کلھاڑے کا پھل گرتا تھا اور سر قلم کر دیتا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پرستش رائج کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ رابس پیئرے ان کا مخالف بن گیا۔ اس نے ایسے منکروں کو ایک ضیافت میں اکٹھے کر کے قتل کرا دیا۔ ۱۷۹۴ء میں رابس پیئرے نے ہستی اعلیٰ پر ایمان کا اعلان کرنے کے لیے ضیافت رچائی جس میں وہ پھولوں اور گندم کی خوشوں کا گلدستہ لے کر شامل ہوا۔ اس ضیافت میں دھریت اور برائی کے مجسمے جلائے گئے۔ ان کی جگہ عقل کی مورتی کو قائم کیا گیا۔ اس ضیافت کے بعد رابس پیئرے ایک مہینے کے لیے گوشہ نشین ہو بیٹھا۔ واپسی پہر ایک نیشنل کنونشن کے اجلاس میں ایک تقریر کی، جس میں بروں کے قتل مزید کی تلقین کی گئی تھی۔ کنونشن نے تقریر سنی لیکن جب قرارداد پیش ہونے لگی تو مخالفت کی۔ رابس پیئرے نے واپس جا کر اپنے حامیوں کے جلسہ میں تقریر پڑھی۔ اگلے دن کنونشن کے اجلاس میں اسے بلونے کی اجازت نہ دی گئی اس پر اس کا گلا خشک ہو گیا۔ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ ہوٹل ڈی ولا کے جیکو بین نے اسے چھڑا لیا۔ اگلے دن صبح کے وقت کنونشن کے سپاہی آئے اور ہوٹل کے سامنے جیکو بین پہرہ داروں سے بات چیت کرنے لگے۔ جیکو بین دور چلے گئے۔ راس پیئرے نے دیکھا کہ کنونشن کے سپاہی اسے گرفتار کر لیں گے اس لیے اس نے اور اس کے تین ساتھیوں نے ہوٹل کی دوسری منزل سے چھلانگیں ماریں۔ زخمی ہوئے اور پکڑے گئے۔ سب کو گلوٹین کے حوالے کر دیا گیا۔ رابس پیئرے کے حکم اور ایما سے کل چار ہزار اشخاص گلوٹین کی نذر ہوئے تھے۔ جن میں داتن اور مرات ایسے عوام کے نڈر اور بے باک لیڈر بھی تھے۔

فرانس کے انقلابیوں کو ملک کے اندر جیکو بین پارٹی اور شاہ پسندوں سے نبٹنے کا معاملہ بھی درپیش تھا اس کے باوجود فرانس کی فوجیں اپنے جمہوری نظام کی حفاظت کے لیے سارے یورپ سے لڑ رہی تھیں۔ شاہ فرانس کے قتل پر انگلستان نے فرانس کے سفیر کو نکال دیا اور لڑائی کی تیاری کر لی۔ فرانس نے انتظار کیے بغیر آسٹریا اور ہالینڈ پر حملہ کر دیا۔ نیز ہسپانیہ اور اٹلی میں لڑائی چھیڑ دی۔ جمہوریت فرانس کے خلاف انگلستان، پرشیا اور آسٹریا کی شاہی طاقتوں نے اتحاد کر لیا جن میں ہالینڈ اور ہسپانیہ بھی شامل ہو گئے۔ روس کی ملکہ کیتھرائین نے بھی فرانس کے انقلابیوں کے خلاف نفرین آمیز اعلانات جاری کیے لیکن عملاً کوئی اقدام نہ کیا۔ ہالینڈ، جرمنی، ہسپانیہ اور اٹلی میں جنگ کے پانسے پلٹتے رہے لیکن ہر جگہ فرانسیسیوں کا پلا بھاری نظر آتا تھا۔ زارینہ کیتھرائین نے یورپ کی اس جنگ کو غنیمت جان کر پرشیا کے بادشاہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آسٹریا کے شہنشاہ کو اپنے ساتھ ملایا اور پولینڈ پر چڑھائی کر کے اس کی ہستی کا خاتمہ کر دیا۔ ۱۷۹۵ء میں پرشیا، آسٹریا اور روس نے پولینڈ کی سرزمین آپس میں تقسیم کر لی۔ پولینڈ کی غنیمت میں حصہ لینے کے بعد پرشیا نے فرانس سے صلح کر لی۔ اندریں اثنا فرانس میں خانہ جنگی ہوگئی۔ جیکوبین نے پیرس کے عوام کو بھڑکا کر بدامنی پھیلا دی جسے ایک فرانسیسی فوجی افسر نپولین بونا پارٹ نے فرو کیا جو طولون کی بندرگاہ سے انگریزوں کو نکال کر نام پیدا کر چکا تھا۔ اس ہنگامے کے بعد آئینی اصلاحات رائج کی گئیں اور پانچ اشخاص کی ایک ڈائرکٹریٹ انتظام مملکت کے لیے قائم کی گئی۔ فرانسیسیوں نے ہسپانیہ کو شکست دی۔ ہالینڈ پر قبضہ جمایا۔ اٹلی سے آسٹرویوں کو اور کارسیکا سے انگریزوں کو نکالا۔ ۱۷۹۷ء میں ہسپانیہ فرانس سے مل گیا اور ہالینڈ میں جمہوری حکومت قائم ہوگئی۔ اس کے بعد انگلستان اور آسٹریا سے جنگ جاری رہی لیکن تھوڑا عرصہ بعد آسٹریا نے بھی صلح کر لی اور انگریز اکیلے رہ گئے۔ ۱۷۹۸ء میں نپولین بونا پارٹ نے ایک لشکر لے کر مصر پر چڑھائی کی۔ مصر کا مملوک سلطان البابا کے مقام پر لڑا لیکن شکست کھائی۔ مصر پر فرانسیسی قبضہ کر ہی چکے تھے کہ انگریز امیر البحر نیلسن نے انھیں دریائے نیل کی جنگ میں شکست دی۔ نپولین نے شام کے شہر عکہ پر حملہ کیا اور سلطان ترکی سے جنگ چھیڑ دی جہاں ترکوں نے اس کے دانت کھٹے کیے۔ نپولین ۱۷۹۹ء میں ناکام ہوکر واپس فرانس چلا گیا۔ جہاں آئینی ترمیم کے ضمن میں وہ فرانس کے تین قونصلوں میں سے قونصل نمبر اول مقرر ہوا۔ جن کے ہاتھ میں ملکی اور فوجی نظام کی باگ ڈور دی گئی۔

انگلستان کے مدبروں نے ۱۸۰۰ء میں اپنی کوششوں سے آسٹریا کے شہنشاہ کو پھر فرانس کے خلاف لڑنے کے لیے آمادہ کر لیا اور روس کی فوجیں بھی جنگی بیڑے کے ذریعے ہالینڈ اور اٹلی میں پہنچ گئیں۔ روسی جرنیل سوفورف نے سوئٹزرلینڈ میں جا کر فرانسیسیوں سے لڑائی کی لیکن جرمنی میں آسٹریا کی فوجوں کو کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ نپولین بونا پارٹ نے کوہستان ایلپس کو عبور کر کے آسٹریا پر چڑھائی کر دی اور آسٹروی لشکر کو متعدد شکستیں دیں۔ انگریزوں نے اس دوران مالٹا پر قبضہ جما لیا تھا جسے وہ سرداران مالٹا کو واپس دینے پر آمادہ نہ تھے۔ اس بات سے ناراض ہوکر زار روس نے فرانس اور برطانیہ کی جنگ میں غیر جانب دار ہونے کا فیصلہ کر لیا اور سویڈن اور ڈنمارک کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ انگریز بھی اس وقت تک تھک گئے تھے چناں چہ ان کے ہاں مسٹر پٹ کی وزارت تبدیل ہوگئی اور نئی وزارت نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرانس کے خلاف لڑائی بند کر دی۔ ۱۸۰۱ء میں امینس کا معاہدہ طے ہوا جس میں انگریزوں نے جرمنی اور نیدرلینڈ میں فرانس کے حاصل کردہ علاقوں پر فرانسیسیوں کا تسلط تسلیم کر لیا۔ ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ اور اٹلی پر بھی فرانسیسیوں کا اقتدار تسلیم کر لیا گیا۔ مالٹا کا جزیرہ انگریزوں نے اس کے سرداروں کو واپس دے دیا اور آئیونیئن جزائر کی آزاد جمہوریت تسلیم کر لی۔ سیولون اور ٹرینڈاڈ کے سوا جو انگریزوں نے ہالینڈ اور ہسپانیہ سے چھینے تھے دوسرے تمام چھینے ہوئے مستعمراتی علاقے واپس دے دیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمارِ فرنگ کی تین صدیاں

بارود کا استعمال :

۱۵۰۰ء کے بعد نوع انسانی کی ترقی یافتہ قومیں آپس کی لڑائیوں میں بارود کے زور سے چلنے والے ہتھیار یعنی توڑے دار توپیں اور بندوقیں استعمال کرتی نظر آرہی ہیں۔ اس لیے ہم نے زیر تبصرہ دور (۱۵۰۰ء سے ۱۸۰۰ء تک) کو بارود کے زمانے کا ابتدائی دور قرار دیا ہے۔ سولھویں صدی مسیحی کے ابتدائی ربع کے قریب ہسپانوی لوگ امریکہ میں قدیم باشندوں کے خلاف جو پتھر کے زمانے کے ہتھیار استعمال کرتے تھے اور تیر و کمان کا استعمال بھی نہیں جانتے تھے بندوقیں استعمال کرتے نظر آتے ہیں اور کابل کا بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر پہلی دفعہ توپ خانے لے کر ہندوستان کی سرزمین میں وارد ہوتا ہے۔ اس دور میں توپیں اور بندوقیں بنانے کی صنعت نے مختلف ملکوں میں تدریجی ترقی کی اور ایسی بارودی سرنگیں بھی استعمال ہونے لگیں جن کو آگ لگا کر قلعوں کے دروازے گرائے جاتے تھے یا فصیلوں میں شگاف پیدا کیے جاتے تھے۔ بارودی اسلحہ کا رواج چین، ترکستان، ہندوستان، ترکی اور یورپ میں کم و بیش ترقی پذیر ہوا۔ سولھویں اور سترھویں صدی مسیحی میں وسط ایشیا کے ملک توپیں ڈھالنے کے فن میں پیش پیش رہے لیکن اٹھارویں صدی سے اہل فرنگ نے اس صنعت کو فروغ دینا شروع کر دیا۔ تاہم اٹھارھویں صدی میں بھی لاہور اور کابل کے کارخانے جس قسم کی بھاری بھر کم توپیں ڈھالتے تھے اس کی نظیر اس دور میں کسی دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آئی۔ ایسی ہی ایک توپ جسے احمد ابدالی نے ۱۷۶۰ء میں پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کے خلاف استعمال کیا تھا۔ لاہور کے عجائب گھر کے سامنے چوک میں پڑی ہے۔ اٹھارھویں صدی میں ترکی، روس، فرانس، آسٹریا، انگلستان، پرشیا اور یورپ کے دوسرے ملک لڑائیوں میں بھاری توپ خانے استعمال کرنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگے تھے۔ ہندوستان کے مغل بادشاہوں اور چین کے حکمرانوں نے اسلحہ سازی کی اس صنعت کو ترقی دینے کے لیے کوئی خاص کوشش نہ کی لیکن یورپ کے ملک پیہم لڑائیوں کے باعث اسلحہ سازی اور جنگ کے دوسرے فنون وعلوم کو ترقی دیتے رہے۔ اہل فرنگ اٹھارھویں صدی مسیحی میں اپنے بھاری بھرکم جہازوں پر بھی توپیں نصب کرنے لگے تھے جو ان کی استعماری مہموں اور آپس میں کی لڑائیوں میں بہت کارآمد ثابت ہوئیں۔ لڑائی کے دوسرے ہتھیار عام طور پر وہی تھے جو گزشتہ دور میں استعمال ہوتے تھے۔ مثلاً شمشیر، تلوار، نیزہ، بھالا، خنجر، تیر، چھریاں، ٹکوے وغیرہ۔ سترھویں صدی میں اہل فرنگ سنگینیں بھی بنانے لگے تھے جو بندوق کی نالی پر چڑھا کر استعمال کری جاتی تھیں۔ سنگین کا استعمال پہلے پہل ترکوں نے شروع کیا جن کی دیکھا دیکھی یورپ میں عام ہوگیا۔ امریکہ، افریقہ، شرق الہند، آسٹریلیا اور پولینشیا وغیرہ کے باشندے بہت پرانے زمانے کے ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ جنگ مبارزت یعنی بہادروں کی انفرادی لڑائیوں کا طریق پچھلے دور ہی میں ختم ہو چکا تھا۔ اس لیے گرز اور کمند وغیرہ ناپید ہوگئے تھے۔ زرہ اور خود کا استعمال بھی کم ہو چلا تھا۔ منظم لشکروں اور باقاعدہ فوجوں کی لڑائیاں عام ہوگئیں اور جنگی چالوں کی اہمیت بڑھ گئی۔ لہٰذا تجربہ کار اور قابل فوجی افسروں اور جرنیلوں پر لڑائی کی کامیابی کا انحصار بہت کچھ ہونے لگا۔ اس دور میں فرانس، روس، انگلستان، ترکی اور افغانستان نے ایسے ایسے اچھے جنگی دماغ اور ماہر جرنیل پیدا کیے جن کا نام فن حرب کی تاریخ میں جلی حروف میں ثبت ہوا۔

عملی اور فنی ترقیات :

سہ صد سالہ دور جمود (۱۲۰۰ء سے ۱۵۰۰ء تک) کے بعد اس دور میں انسان کا فکر پھر عالمی انکشافات اور فنی ترقیات کی طرف مائل ہوا۔ عمارت سازی کے فن نے مشرق و مغرب میں بہت ترقی کی اور دنیائے متمدن ایشیا اور یورپ میں جا بہ جا عالی شان عمارتیں، محلات، قصور، قلعے، مقبرے، معابد، بارہ دریاں، مینار اور برج تعمیر ہونے لگے۔ فن تعمیر میں گزشتہ ادوار کا آرٹ شان و شوکت کے اظہار کی طرف زیادہ مائل تھا۔ اس دور میں شان و شوکت کے ساتھ خوب صورتی اور خوش نمائی بھی شامل کی گئی۔ ہندوستان کی عمارتیں جو شہنشاہ شاہجہان کے عہد میں تعمیر ہوئیں آرٹ میں بہت سی ایسی خوبیوں کے اجتماع کی ایسی نظیریں ہیں جن کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثال دنیا کے اور کسی حصے میں نظر نہیں آتی۔ اس دور میں آرایش و تزئین کے سامان نے بھی کافی ترقی کی۔ بادشاہوں اور امرا کے محلات میں جو عمدہ عمدہ ڈیزائنوں اور نقشوں پر بنائے جاتے تھے۔ نفیس پردے، قیمتی قالین، ریشمی کپڑے، مجسمے، مینا کاری، دھات کے برتنوں پر نقش آرائی وغیرہ ایسی باتیں تھیں جو مشرق و مغرب میں بہت عام ہو چکی تھیں۔ اس دور میں دور نہضت ۶۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک) کی طرح صنعتی ترقی کو بھی بہت فروغ حاصل ہوا۔ یورپ میں کتابوں اور اخباروں کی چھپائی اور جلد سازی کے فن نے بہت ترقی کی۔ کتابوں کی طباعت اور اخبارات کے اجرا کے معاملہ میں مغرب (فرنگستان) مشرق (ایشیا) سے تین سو سال آگے نکل گیا اور سچی بات یہ ہے کہ اہل فرنگ میں عوام کی بیداری کی جو لہریں اٹھیں اور جن کے باعث وہ علمی اور فنی ترقیات میں، نیز سیاسی تفوق میں اہل مشرق پر بازی لے گئے۔ ان کی ایک زبردست وجہ یہ بھی ہے کہ اہل فرنگ چھاپے خانے چلا کر علم کو عام کرنے لگے تھے اور اخبارات کی وساطت سے ان سے افکار روشن اور اذہان تیز ہونے لگے تھے۔ اس دور میں مشرق و مغرب میں عمدہ عمدہ غذائیں، شرابیں اور ماکولات و مشروبات تیار کرنے کے فنون نے بھی بہت ترقی کی امرا اور بادشاہوں کے دسترخوان بہت پر تکلف، قیمتی اور رنگا رنگ کی نعمتوں سے بھرپور ہوتے تھے لیکن عوام کے بعض طبقوں کو پیٹ بھر کر سوکھی روٹی بھی مشکل سے میسر آتی تھی۔ پارچہ بافی کے فن نے ہندوستان، ایران اور مشرق ادنیٰ کے ملکوں میں بہت ترقی کی۔ مشرق نے اس دور میں بڑے بڑے باکمال اہل حرفہ پیدا کیے۔ فنون لطیفہ میں موسیقی اور مصوری کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ مجسمہ سازی اور بت گری کا آرٹ رو بہ زوال ہونے لگا۔ ادب و شعر میں مشرقی ملکوں بالخصوص چین، ہندوستان اور ایران نے بہت شغف کا اظہار کیا لیکن علمی تفتیش اور نشر علوم کا کام یورپ کے ملکوں میں ترقی پانے لگا۔ جہاں علمی انجمنیں قائم ہوئیں۔ علمی مباحث پیدا ہوئے۔ دارالعلوم بنے اور مختلف علمی موضوعات مثلاً تاریخ، جغرافیہ، سفر نامہ، داستان، تجارت، طب، فلسفہ، نفسیات، اقتصاد، اجتماعیات وغیرہ پر کتابیں لکھی گئیں۔ اٹھارھویں صدی مسیحی میں یورپ کے ملکوں کی بہ نسبت بہت بلند ہو چکا تھا علوم جدیدہ کی تحقیقات و تفتیش کا ذوق اہل فرنگ میں بہت ترقی کر گیا اور اس امر کے باوجود پاپائی مسیحیت کا محکمہ احتساب ہر علمی انکشاف کو الحاد و دہریت کا نام دے کر ارباب علم پر زندگی کے قافیے تنگ کرتا رہا۔ فرنگستان کے علمائے تحقیق کا علمی ذوق ترقی پذیر ہوتا چلا گیا۔ گلیلیو اٹلی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا باشندہ تھا جو ۱۵۶۴ء میں پیدا ہوا اور ۱۶۴۲ء میں مرا۔ اس نے اس نظریہ کی تلقین شروع کردی کہ زمین بعض دوسرے اجرام فلکی سے چھوٹی ہے اور اپنے محور کے گرد نیز سورج کے گرد گھومتی ہے۔ محکمہ احتساب نے اسے سزا دی۔ وہ اپنے علمی نظریہ کو شایع کرنے سے تائب ہونے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے توبہ کرتے وقت کہا کہ ''میں توبہ کرتا ہوں لیکن زمین تو سورج کے گرد گھومتی ہے''۔ کشش ثقل کے قانون کی تحقیقات کرنے والا انگریز عالم نیوٹن بھی اسی دور میں گزرا جس نے ۱۶۴۲ء سے لے کر ۱۷۲۷ء تک زندگی بسر کی۔ ۱۷۶۵ء میں ایک انگریز لوہار نے بھاپ سے چلنے والا انجن بنایا۔ جسے پہلے پہل کوئلے کی کانوں سے پانی نکالنے کے لیے استعمال کیا گیا۔ ۱۷۸۵ء تک یہ انجن کلبس چلانے کے لیے استعمال ہونے لگا اور انگلستان کے کارخانوں میں پارچہ بافی کی کھڈیاں اور کرگھے بھاپ کے انجن کی طاقت سے چلنے لگے۔ ۱۸۰۰ء تک کشتیوں اور جہازوں پر بھاپ کے انجن لگانے کے تجربے کام یاب ہو چکے تھے لیکن دخانی جہازوں کا رواج انیسویں صدی مسیحی کی ابتدا میں جا کر عام ہوا۔ اٹھارھویں صدی مسیحی میں یورپ میں لوہا پگھلانے والی بھٹیوں کے استعداد کار میں ترقی کی گئی اور ۱۷۶۸ء میں لوہے کی چادریں بننے لگیں۔ ۱۷۸۳ء میں لوہے کی سلاخیں بنانے کی صنعت بھی رائج ہو گئی۔ یہ دریافتیں جہاز سازی کی صنعت میں بہت کارآمد ثابت ہوئیں۔

سولھویں صدی مسیحی میں اہل فرنگ نے اپنے کیلنڈر یعنی سالوں، مہینوں اور دنوں کے شمار اور حساب کے طریق کی اصلاح کی۔ اخبارات بھی اسی صدی میں جاری ہونے لگے اور دوربینیں یورپ میں استعمال ہونے لگیں جن کے عرب مسلمان صدیوں پہلے دریافت کر چکے تھے۔ سترھویں صدی مسیحی میں تھامامیٹر (مقیاس الہوا) ایجاد ہوئے ائیر پمپ بنایا گیا۔ اٹھارھویں صدی مسیحی میں اہل فرنگ نے شیشہ پلیٹ اور بروسلین بنانے میں کام یابی حاصل کی۔ غبارے اڑنے لگے۔ ستارہ شناسوں نے ایک نیا سیارہ ہرشل دریافت کیا۔

اہل یورپ کی ذہنی اور فکری قوتیں اس دور میں بہت اچھی طرح بیدار ہو چکی تھیں مذہبی حیثیت سے پاپائی عیسائیت کے خلاف اصلاح کی جو تحریکیں اٹھیں اور مذہبی مسائل کی جو بحثیں چل نکلیں انھوں نے فرنگستان کے عوام میں ہر مسئلہ کے متعلق اپنے طور پر سوچنے اور کسی نتیجہ پر پہنچنے کی صلاحیتیں پیدا کردیں۔ یورپ کے ملکوں میں چوں کہ چھاپے خانے قائم ہو چکے تھے اس لیے مفکرین و مصلحین کے خیالات کی اشاعت زور تر ہونے لگی۔ اخبارات کی اشاعت اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاک کے بہتر انتظامات کے باعث یورپ کے لوگ ایک دوسرے کے حالات، خیالات اور ایک دوسرے کی سرگرمیوں سے زیادہ باخبر رہنے لگے۔ فرانس کی سرزمین میں آزادی فکر کی تحریکیں بہت زور سے اٹھیں اور اس سرزمین نے والیٹر ایسے سیاسی مفکر اور روسیو ایسے فطرت شناس ادیب پیدا کیے۔ والیٹر اپنے زمانے ہی میں اتنی شہرت حاصل کر چکا تھا کہ روس کی ملکہ کیتھرئین اور پرشیا کا بادشاہ فریڈرک اعظم اس سے خط و کتابت کرتے رہے۔ روسیو کے فکر کی آزادی اور انتہا پسندی کا عالم یہ تھا کہ اس کی تصنیفات ہر قسم کے مذہبی، اخلاقی اور رواجی قانونوں اور پابندیوں کے خلاف مسلسل جہاد کی دعوت دیتی تھیں۔ ۱۷۶۰ء میں فرانس کے اہل علم نے پہلا انسائیکلوپیڈیا (جامع العلوم) تیار کیا۔ اہل فرنگ کی فکری صلاحیتوں کو پاپائی اقتدار کے استبداد نے جس شدت سے دبا رکھا تھا اسی شدت سے اس کے خلاف بغاوت رونما ہوئی اور انقلاب فرانس کے وقت فرانس میں ایسے لوگ پیدا ہو چکے تھے جو اپنے ملک سے خدا کے نام کو رخصت کر دینے کی تلقین کرنے لگے تھے۔ یورپ کے بادشاہوں نے ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی علمی تحقیقات کی سو سائیٹیاں قائم کیں۔ دارالعلوم بنائے۔ علوم جدید (سائنس) کی تحقیقات و ترقی کے لیے ادارے اور تجربہ گاہیں قائم کیں۔ صنعتی ترقی کے لیے نئی نئی ایجادوں کی حوصلہ افزائی کی۔ اہل فرنگ نے اس دور میں اس نکتہ کو پالیا کہ دنیوی اور مادی ترقی کے لیے علم کا حصول اور اس کی ترقی ضروری ہے۔ اس مقابلے میں ایشیا کی قومیں اس دور میں علمی تفتیش اور فنی ترقی کے لحاظ سے غفلت و جمود کا شکار رہیں کیوں کہ ان کا معاشرتی نظام گزشتہ دور ہی میں مغلوں کی یلغاروں کے باعث تباہ و برباد ہو چکا تھا اور اس کے بعد مشرق میں واقعات وحادثات کی افتاد نے کوئی ایسا اتفاق مہیا نہ کیا جو ان کی فکری صلاحیتوں کے لیے مہمیز کا کام دیتا۔ ایسا حسن اتفاق اہل فرنگ کو سولھویں صدی مسیحی کے آغاز ہی سے نئی دنیا کی دریافت کی صورت میں پیش آچکا تھا جس نے ان کی ہر گونہ عملی سرگرمیوں میں ایک نئی جان پھونک دی۔

سیاسی اور اجتماعی کوائف:

۱۵۰۰ء سے ۱۸۰۰ء تک کا وقت دنیا بھر میں شان دار بادشاہوں کے قیام و استحکام کا دور ہے۔ مشرق و مغرب میں شان و تجمل اور شوکت و سطوت رکھنے والے بادشاہ اور شہنشاہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ظہور پذیر ہوئے۔ ہندوستان میں اورنگ زیب کی وفات (۱۷۰۷ء) تک شہنشاہی نظام حکومت اچھی طرح قائم رہا۔ اس کے بعد ملک جلد ہی طوائف الملوکی کی آماجگاہ بن گیا۔ ایران میں بھی طہماسپ اور عباس اعظم ایسے شان دار بادشاہوں کا دور آیا لیکن شاہی نظام یہاں بھی زوال پذیر ہوگیا۔ ترکی کے سلاطین اٹھارھویں صدی مسیحی کے آخر تک یورپ کے لیے ہیبت و طاقت کا پیکر بنے رہے لیکن اس صدی کے دوران میں ان کے ہاں بھی شاہی نظام کی ہلاکت آفریں بیماریوں کی علامات ظاہر ہونے لگیں۔ یورپ کے بادشاہی نظام حکمرانی بھی ان عیوب سے پاک نہ تھے جو مشرق میں زوال لانے کا موجب بنے لیکن یورپ میں ارباب علم و فکر کی مساعی کے طفیل جمہوری تحریکیں پیدا ہوئیں جنھوں نے یورپ کو انحطاط و زوال کا شکار ہونے سے بچا دیا۔ انگلستان میں بادشاہوں اور پارلیمنٹ کے درمیان حقوق کے تعین کے لیے جو کش مکش جاری رہی اس نے انگریزوں کو تباہی کا شکار ہونے سے بچا لیا۔ فرانس میں جمہوری انقلاب رونما ہوا جس نے اہل فرانس کو بیدار و عامل بنا دیا۔ آسٹریا، ہسپانیہ، پیرس اور بعض دیگر ملکوں کے شاہی نظام زمانے کی رفتار کا مقابلہ کرتے رہے لیکن یہ ملک اس نظام حکومت کے ماتحت پوری طرح ابھرنے سے قاصر رہتے چلے گئے۔

سیاسی حیثیت سے اس دور کی بڑی اور سب سے نمایاں خصوصیت اہل فرنگ کے استعمار کا پھیلاؤ ہے جس کی داستان ہم اس باب کے آغاز ہی میں بیان کر آئے ہیں۔ استعماری دور نے یورپ کی قوموں میں رقابت کا جو جذبہ پیدا کیا اس نے ان کی عملی سرگرمیوں کو بہت ترقی دی۔ امریکہ، جزائر عالم اور ہندوستان میں اہل فرنگ کی استعماری کام یابیاں نہ صرف انھیں متمول اور طاقت ور بنانے کا موجب بنیں بلکہ ان کے درمیان نسلی تفوق کا احساس پیدا کرنے اور اسے ترقی دینے کی علت بن گئیں۔ انھوں نے دیکھا کہ یورپ سے باہر کی دنیا کا بیش تر حصہ پس ماندہ در ماندہ اور ضعیف ہے۔ ایشیا والے غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔ اس لیے ان کے دلوں اور دماغوں میں یہ خیال جاگزیں ہونے لگا کہ گوری قومیں دنیا پر حکومت کرنے اور کالی بھوری رنگت کے انسانوں کو غلام بنانے کے لیے پیدا ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ اہل فرنگ میں قومی وحدت کا احساس بھی ترقی پذیر تھا۔ انگریز، ولندیز، پرتگیز، ہسپانوی، روسی، فرانسیسی، پول، جرمن، سویڈ وغیرہ اپنے کو الگ الگ قومیں سمجھتے تھے اور اس حیثیت سے ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی سعیٔ مسابقت میں لگے ہوئے تھے۔ تاہم گوری نسل کے باشندے اور فرنگی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کے احساس میں وہ سب مشترک تھے۔ مشرق کی بادشاہیوں میں بالخصوص ان ملکوں میں جو مسلمانوں کے زیر اقتدار تھے اس قسم کا کوئی جذبہ یا خیال موجود نہ تھا۔ مسلمان ہونے کے لحاظ سے ایک جامعہ یا ایک قوم ہونے کا احساس بھی مفقود ہو چکا تھا۔ ترکی عثمانی ترکوں اور ہندوستان کے تیموری ترکوں کے درمیان نہ مذہب کی بنا پر اور نہ نسلی اور قومی یک جہتی کی بنا پر ہمدردی اور رفاقت کے احساس پیدا ہو سکے۔ ترکوں اور ایرانیوں کے درمیان ملک گیری کے لیے جو لڑائیاں رونما ہوتی رہیں انھوں نے شیعہ اور سنی کا سوال پیدا کر کے مسلمانوں کے باہمی تشت و انتشار کو ترقی دی۔ ترکی سلاطین خلافت اسلامیہ کے علم بردار تھے لیکن انھوں نے مسلمانان عالم کے ساتھ اس منصب کی بنا پر بھی کسی قسم کے خوش گوار تعلقات استوار کرنے کی کوشش نہ کی۔ دنیائے اسلام کے شہنشاہوں، باشاہوں، سلطانوں، نوابوں اور جاگیرداروں کو اس دور میں اگر کسی بات کی فکر تھی تو وہ محض اپنے شخصی اقتدار کے تحفظ کی فکر تھی۔ اسلام کا رشتہ ان میں یک جہتی پیدا کرنے سے قاصر رہا کیوں کہ شخصی اقتدار خواہی نے ہر جگہ کے مسلمانوں کو اس مذہبی جذبے سے بیگانہ اور بے نیاز کر دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب ترکوں کو فرنگیوں سے لڑنا پڑا تو ایران و ہندوستان کے مسلمان ٹس سے مس نہ ہوئے اور جب ہندوستانیوں اور ایرانیوں پر اہل فرنگ کی طرف سے کوئی افتاد پڑی تو ترک متاثر نہ ہوئے۔ اس کے برعکس فرنگستان کے عیسائی بادشاہ آپس میں لڑتے رہتے تھے لیکن جب ترکوں یا دوسری مشرقی قوموں سے کسی کا مقابلہ ہو جاتا تو اسے سارے فرنگستان کی اخلاقی اور مادی امداد حاصل ہوتی تھی۔ اٹھارھویں صدی مسیحی میں صاف نظر آنے لگا تھا کہ اہل فرنگ دنیا کے بہت بڑے حصے کو اپنی استعماری سرگرمیوں کی جولاں گاہ بنا چکے ہیں اور باقی دنیا کو فتح کرنے کے ارادے رکھتے ہیں لیکن مشرقی اقوام کے درمیان متحد ہو کر اہل فرنگ کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئی تحریک پیدا نہ ہوئی۔ اس صدی کے آخری حصے تک ہندوستان گر چکا تھا۔ ترکی، افغانستان، چین اور جاپان اپنی اپنی جگہ اپنی اپنی حفاظت کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے لیکن ان کی عزلت پسندی اور انفرادیت کا عالم یہ تھا کہ کسی قوم کے مدبروں یا مفکروں کو اس ''سفید خطرہ عظیم'' کا متحدہ مقابلہ کرنے کا خیال سجھائی نہ دیا۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ اس خطرے کے پیش نظر ان ملکوں میں قومی وحدت کے خیالات پیدا ہونے لگے۔ اس لیے یہ ملک فرنگی استعمار کے مقابلے میں مزاحمت جاری رکھنے کے قابل بن گئے اور انھیں اس بدبختی کا منہ دیکھنا پڑا جس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکار بے حسی، غفلت، شخصی مفاد کی پرستش، قومی تشتت و انتشار اور باہمی حسد و نفاق کی بنا پر ہندوستان کے لوگ آسانی سے ہو چکے تھے۔

یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ فرنگی قومیں اس سہ صد سالہ دور میں آپس میں مسلسل اور پیہم لڑتی رہیں لیکن ان کی قوت عمل کی فراوانی کا عالم یہ تھا کہ ان لڑائیوں کے باوجود انھوں نے دنیا کے دور و دراز گوشوں تک اپنے استعمار کا جال بچھا دیا۔ اس غیر معمولی کام یابی نے اہل فرنگ کے حوصلے بہت بلند کر دیے۔ باہمی رقابتوں اور آپس میں کی لڑائیوں کے باوجود ان میں گوری رنگت اور عیسائی مذہب رکھنے کے باعث ایک قسم کی یک جہتی کا احساس قائم رہا اور وہ سمجھنے لگے کہ گورا رنگ رکھنے والی مسیحی قومیں دنیا کی کالی اور بھوری رکھنے والے انسانوں سے برتر ہیں اور ان پر حکمرانی کرنے اور انھیں غلام بنانے کا حق رکھتی ہیں۔ کالی اور بھوری رنگت والی اقوام میں جن کو انھوں نے غارت گرانہ بے دردی سے اپنا غلام اور محکوم بنایا کہتری کا احساس ترقی کرنے لگا اور وہ اپنے گورے آقاؤں کو غیر معمولی قوتوں کے مالک سمجھنے لگے۔ امریکہ، افریقہ اور جزائر کے بدرجہ غایت پسماندہ انسانوں کا تو کہنا ہی کیا ہندوستان ایسے پراچین تہذیب رکھنے والے اور جدید اسلامی تمدن سے متاثر ہونے والے لوگ بھی فرنگیوں کو دیکھ کر کہتری کے احساس کا شکار ہو گئے۔ ۱۷۵۵ء میں جب کلایو کچھ انگریزوں اور کچھ ہندوستانی تلنگوں کی ایک فوج لے کر ارکاٹ کی مہم کے لیے روانہ ہوا تو دیسی سپاہیوں نے راستے میں اپنی خوشی سے یہ کہا کہ ہم راشن کے چاولوں کی بیچ پر گزارہ کر لیں گے خشکہ انگریزوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اٹھارھویں صدی مسیحی کے نصف آخر میں فرنگیوں کو اپنے سیاسی تفوق اور اپنی طاقت کا اتنا یقین ہو چکا تھا کہ اس دور کا ایک انگریز مورخ گین اپنی ایک تصنیف ''تاریخ عالم'' میں جو پہلی دفعہ ۱۷۸۰ء میں چھپی لکھتا ہے:

> اب یورپ کے تمدن کو کسی وحشی قوم کے حملے کا خطرہ نہیں۔ فوجی طاقت اور جنگی سامان اس تمدن کی وسطی ایشیا کے تاتاری پہلے کی طرح یورپ کی سرزمین کو تاخت و تاراج بھی کر دیں تو اہل یورپ کے ہزاروں جہاز ان کے تمدن کو امریکہ کی سرزمین میں منتقل کر دیں گے۔

اٹھارھویں صدی مسیحی کے آخری قرن میں عامۃ الناس کی ایسی دو تحریکیں اٹھیں جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انیسویں صدی میں بہت سے تاریخی حادثات اور انقلابات کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں۔ پہلی تحریک اہل امریکہ کی جنگِ آزادی تھی، جس نے فرنگیوں کی مستعمرات میں مقامی حیثیت سے آزاد ہونے کے خیالات کو ترقی دی۔ دوسری تحریک انقلاب فرانس کی تھی جس نے دنیا میں جمہور کے حقوق کا سوال کھڑا کر دیا اور آنے والے جمہوری نظام حکومت کی بنیاد رکھی۔ ان دونوں تحریکوں نے یورپ کی شاہی حکومتوں پر بہت زور کے اثر ڈالے جو دور رس نتائج کا موجب بنے۔ اٹھارھویں صدی مسیحی کے اختتام پر نوع انسانی کی جمعیتیں جن اہم مسائل سے دوچار تھیں ان میں سب سے بڑا مسئلہ اہل فرنگ کی استعمار کوشی کا تھا۔ فرنگستان کی قومیں دنیا بھر کو غلام بنانے پر کمر بستہ تھیں اور محکوم قومیں غلاموں کی سی زندگی بسر کر کے فرنگی اقوام کے لیے مال و دولت اور ہر گونہ آسائش و عشرت کے سامان بہم پہنچا رہی تھیں۔ دنیا اور دنیوی فوائد کو آپس میں تقسیم کرنے اور اس بانٹ میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کے باعث فرنگستان کی قومیں آپس میں برسر پیکار رہتی تھیں۔ امن کے وقفے مختصر اور جنگ کی مدتیں طویل ہوا کرتی تھیں۔ اٹھارھویں صدی کے اختتام پر بھی اقوام فرنگ ایک دوسرے سے لڑ رہی تھیں۔ تیسرا سوال قوموں کی مقامی آزادی کا مسئلہ تھا جس پر دنیا کی متعدد قومیں امریکہ کی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے سوچ بچار کر رہی تھیں اور چوتھا اہم سوال جمہوری حقوق کا تھا جسے فرانس کے انقلاب نے اقوام عالم کے مختلف طبقوں کے سامنے لاکر کھڑا کر دیا تھا۔ یہ تمام مسائل زیادہ فرنگی قوموں یا ان کی مستعمراتی شاخوں سے متعلق تھے کیوں کہ اہم مشرق ابھی غفلت کی نیند سو رہے تھے۔ انھیں فرنگی استعمار کے بڑھتے ہوئے لمبے لمبے قدموں کو دیکھ کر بھی ابھی یہ سوچنے کی فرصت نہیں تھی کہ اس سفید خطرے کے مقابلے کے لیے انھیں کیا تدابیر اختیار کرنی چاہییں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیرھواں باب

بارود کا زمانہ (۲) دورِ ایجادات

(۱۸۰۰ء سے ۱۹۴۵ء تک)

''نپولین اعظم کا عروج و زوال، مستعمرات فرنگ میں آزادی کی تحریکیں، افریقہ میں گوری نو آبادیاں، فرنگی اقتدار و استعمار کی توسیع، ابتدائی سنگی دور کے انسان کا خاتمہ، شمالی لینڈ کا ملا، سوڈان کا مہدی، ایک حبشی قوم، وسط ایشیا میں روس کا نفوذ، افغانستان پر انگریزوں کی یلغاریں، اہل ہند کی جنگ آزادی، چین اور جاپان پر فرنگیوں کے حملے، ایران، ترکی اور مصر سے چھیڑ چھاڑ، دول عظمیٰ کا ظہور اور ارتقا، عوام کی حق طلبی آزادی اور جمہوریت کی تحریکیں، کارل مارکس اور نظریہ اشتراکیت، ڈارون اور نیٹشے، علمی ترقیات اور ایجادات، انیسویں صدی کے آخر کا مشرق و مغرب، بیسویں صدی مسیحی کی دو عالم گیر جنگیں، اشتراکیت اور فسطائیت کی تحریکیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

انیسویں صدی مسیحی

نپولین اعظم کا عروج و زوال

انقلاب فرانس کے بعد فرانس اور یورپ کی شاہی حکومتوں کے درمیان پیہم جنگوں کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ ۱۸۰۲ء میں ایمیئز کے صلح نامہ پر جا کر اختتام پذیر ہوا جس کا حال ہم گزشتہ باب میں لکھ آئے ہیں۔ فرانس کے قونصل نمبر ایک نپولین بونا پارٹ نے جسے ملک کے دستور حکومت میں آئینی ڈکٹیٹر کی حیثیت حاصل تھی جنگوں سے فراغت پا کر داخلی انتظامات کی طرف توجہ مبذول کی۔ کلیسا کے نظام کو از سر نو برقرار کیا۔ فراریوں کو ملک میں واپس آنے کی اجازت دی۔ اٹلی، لیگوان اور سوئٹزرلینڈ کی جمہوریتوں کے نظم ونسق کی اصلاح کی طرف توجہ مبذول کی جو فرانس کے زیر اقتدار آ چکی تھیں۔ جزائر غرب الہند کے ایک جزیرہ ہیٹی کے اصلی باشندوں کی بغاوت فرو کرنے کے لیے فوجیں بھیجیں لیکن کام یابی نہ ہوئی اور ہیٹی میں آزاد جمہوریت قائم ہوگئی۔ برطانوی حکومت نے معاہدہ تو کرلیا تھا لیکن انگریزوں کا دل فرانسیسیوں کی طرف سے صاف نہ ہوا تھا۔ انگریزوں نے معاہدہ کی شرط کے خلاف مالٹا پر اپنا قبضہ جمائے رکھا اور ۱۸۰۳ء میں فرانس کے جہازوں کی گرفتاری کا حکم صادر کر کے فرانس کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ نپولین نے وہ تمام انگریز جو فرانس کی سرزمین میں سیر و سیاحت یا تجارت کی غرض سے آئے ہوئے تھے گرفتار کر لیے۔ ہالینڈ فرانس کا ساتھی بن گیا۔ نپولین نے انگریزوں کے ساتھ صلح کی کوشش کی لیکن انگریز یورپ کی سرزمین میں فرانس کے سیادتی اقتدار کے باعث حسد سے جل رہے تھے اس لیے انھوں نے بات چیت کرنے سے انکار کر دیا۔ انگریزوں نے سب سے پہلے ہسپانیہ کے جہازوں کا ایک بیڑا جو امریکی مستعمرات سے مال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خزانہ لے کر آرہا تھا جنگ کا اعلان کیے بغیر راستے میں اچک لیا کیوں کہ ہسپانیہ کی بادشاہی بھی فرانس کے زیر اثر تھی۔ زار روس بھی فرانس کے اقتدار کو دیکھ کر حسد کی آگ میں جل رہا تھا۔ اس لیے وہ بھی اس نئی جنگ میں برطانیہ کا حلیف بن گیا۔ نپولین نے اٹلی کی جمہوریت کے حکمرانوں کی درخواست پر اٹلی کا بادشاہ بننا منظور کرلیا تھا اور اٹلی کے پرانے بادشاہوں کا تاج زیب سر کرلیا اس کے علاوہ اس نے لیگوان (مشرقی اٹلی) کی جمہوریت کو بھی اٹلی کے ساتھ ملحق کرلیا۔ یہ بات آسٹریا کے شہنشاہ کو ناگوار گزری اس لیے وہ بھی برطانیہ اور روس کے ساتھ شامل ہوگیا اور اس نے بویریا کی ریاست پر چڑھائی کردی جس کے نواب نے اس جنگ میں غیر جانب دار رہنے کا اعلان کیا تھا۔ نپولین نے آسٹریا کے اس فعل کو زیادتی قرار دیتے ہوئے اعلان کیا کہ میں یورپ کے ملکوں کو زیادتی کرنے والوں سے بچاؤں گا ۱۸۰۴ء میں نپولین نے شہنشاہی کا لقب اختیار کرکے اتحادیوں کے ساتھ جنگ چھیڑ دی۔ ۱۸۰۵ء میں ہسپانیہ کی ایک راس ٹریفالگر کے قریب برطانوی بیڑے نے فرانس اور ہسپانیہ کی متحدہ بحری طاقت پر فتح حاصل کی۔ نپولین نے لشکر جرار لے کر شمالی جرمنی اور پرشیا کی راہ سے کوچ کرتے ہوئے آسٹریا کے عقب پر حملہ کیا اور آلم کے مقام پر آسٹروی جرنیل سے ہتھیار رکھوا لیے۔ اتنے میں روس کی فوجیں بھی آسٹریا کی امداد کو آگئیں اور دسمبر ۱۸۰۵ء میں آسٹرلٹز کے مقام پر فرانسیسی لشکر اور روس و آسٹریا کی متحدہ فوجوں کے درمیان لڑائی ہوئی جس میں نپولین نے زبردست فتح حاصل کی اور آسٹریا کے شہنشاہ نے فاتح کی شرائط قبول کرکے صلح کرلی۔ نیپلز کے بادشاہ نے فرانسیسیوں کو یورپ کی جنگوں میں مصروف دیکھ کر فرانسیسی اقتدار کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا تھا اور اپنی امداد کے لیے روسی اور انگریزی فوجیں منگوا لی تھیں۔ جوں ہی نپولین کو اس حرکت کا علم ہوا اس نے شاہ نیپلز کی سرکوبی کے لیے لشکر بھیجا، روسی اور انگریز غائب ہوگئے اور فرانسیسیوں نے نیپلز پر قبضہ جما کر بادشاہ کو معزول کر دیا جو بھاگ گیا تھا۔ نپولین اپنے بھائی جوزف کو نیپلز کا بادشاہ بنا دیا۔ اسی دوران میں نپولین نے اپنے دوسرے بھائی لوئی کو ہالینڈ کا بادشاہ مقرر کردیا تھا جس کے زیر نگیں شمالی جرمنی کے چند صوبے بھی تھے۔ پرشیا کے بادشاہ نے جو آسٹریا کی مملکت کا ایک صوبہ لے کر اب تک خاموش بیٹھا تھا، اتحادیوں کے بھرے میں آکر نپولین سے جنگ چھیڑ دی۔ پرشیا والوں کو لڑائی میں شکست ہوئی۔ نپولین نے برلن پر قبضہ کرلیا اور پولینڈ پر چڑھائی کر دی۔ پول سمجھتے تھے کہ نپولین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

انھیں آزاد کرانے کے لیے آیا ہے لیکن اس نے ان کے جذبہ کی قدر نہ کی اور اس سرزمین پر قبضہ جما لیا۔ اس کے بعد نپولین اپنا لشکر لے کر آگے بڑھا اور بلٹبک کے مقام پر روسیوں کو شکست دی۔ نپولین اور اس کے جرنیلوں نے روسوں کے مقابلے میں متعدد لڑائیوں میں کام یابیاں حاصل کیں۔ زار روس الیگزینڈر اس وقت ترکوں سے بھی لڑ رہا تھا اور خاصی کام یابیاں حاصل کر رہا تھا۔ اس لیے روس نے فرانس کے ساتھ عارضی صلح کر لی۔ زار روس اور شہنشاہ نپولین نے آپس میں مل کر تبادلہ خیالات کیا اور نپولین نے زار کو اس کی مشرقی مہموں میں امداد کا وعدہ دے کر اس کے ساتھ صلح کر لی اور ٹلسٹ کا عہد نامہ مرتب ہوا۔ یہ حال دیکھ کر ترکوں نے بھی روس کے ساتھ دب کر صلح کر لی۔ ایک نامکمل سا عہد نامہ طے ہوا جس میں آئندہ جنگ کی گنجائشیں رکھ لی گئی تھیں۔

۱۸۰۷ء میں نپولین نے برلن سے اس مضمون کا فرمان جاری کیا کہ یورپ کے ملک انگریزوں سے تجارتی مقاطعہ کر دیں۔ پرتگال نے اس حکم پر عمل نہ کیا۔ فرانسیسیوں نے پرتگال پر چڑھائی کر دی اور پرتگال کا بادشاہ ۱۸۰۸ء میں انگریزوں کے ایما سے اپنا ملک چھوڑ کر برازیل کی پرتگیزی نو آبادی میں چلا گیا۔ روس اور آسٹریا نپولین سے صلح کر چکے تھے۔ شاہ پرشیا کی حالت ناگفتہ بہ ہو چکی تھی۔ صرف انگریز لڑ رہے تھے۔ انھوں نے ڈنمارک کے بحری بیڑے پر قبضہ جمانے کے لیے ڈنمارک پر حملہ کر دیا۔ انھیں ڈر تھا کہ اگر یہ بیڑا نپولین کے ہاتھ لگ گیا تو وہ اس کی مدد سے انگلستان پر حملہ کر دے گا۔ انگریزوں نے ڈینوں سے بہت سے جہاز چھین لیے۔ کوپن ہیگن پر چار دن گولہ باری کی۔ بادشاہ نے عاجز آ کر صلح کر لی لیکن باشندے انگریزوں سے لڑتے رہے۔

اندریں اثنا ہسپانیہ میں تخت کے دو دعویدار پیدا ہو گئے۔ نپولین نے ان کا جھگڑا مٹانے کے لیے اپنے بھائی جوزف کو نیپلز سے بلا کر ہسپانیہ کا بادشاہ بنا دیا اور نیپلز کی بادشاہی اپنے ایک رفیق جرنیل مرات کو تفویض کر دی۔ اس پر تخت ہسپانیہ کے ایک مدعی فرڈیننڈ ثالث نے فرانسیسیوں سے جنگ چھیڑ دی۔ ملک میں اس کے حامی کثرت سے تھے اس لیے فرانسیسی فوجوں کو متعدد مقامات پر شکستیں ہوئیں۔ یہ دیکھ کر پرتگیزوں نے بھی نپولین کے خلاف جنگ چھیڑ دی جن کی مدد کو انگریزی فوجیں بھی آ گئیں۔ نپولین ایک لشکر جرار لے کر خود ہسپانیہ پہنچا اور صورت حال کو سنبھالنے لگا۔ نپولین ادھر مصروف تھا کہ آسٹریا کے شہنشاہ نے جو ۱۸۰۶ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مقدس رومی سلطنت کا شہنشاہ ہونے کا لقب ترک کر بیٹھا تھا، جرمنی کے شہر میونخ پر قبضہ کرلیا اور فرانسیسیوں کے ساتھ لڑائی چھیڑ دی۔ نپولین فوراً ادھر آیا۔ اس نے آسٹروی فوج کو جرمنی میں شکست دے کر وائنا تک پیش قدمی کی اور وائنا پر قبضہ جما لیا۔ چند اور لڑائیاں ہوئیں آخر ویگرام کی لڑائی میں آسٹریا کے شہنشاہ نے شکست فاش کھائی اور نپولین سے صلح کر کے اپنی بیٹی اس کے ساتھ بیاہ دی۔ نپولین نے آسٹریا کے شاہی خاندان سے رشتہ جوڑنے کے لیے اپنی محبوب بیوی جوزیفاین کو طلاق دے دی جو اس کی ابتدائی زندگی کی ساتھی تھی۔

۱۸۰۹ء میں انگریزوں نے ہالینڈ کے ساحلی مقام والچرن پر حملہ کیا اور منہ کی کھائی۔ اب انھوں نے نپولین کے فرمان کے مقابلے میں یہ اعلان کردیا کہ جو غیر جانب دار ملک فرانس کے ساتھ تجارت کریں گے ان کے جہاز پکڑ لیے جائیں گے۔ ایک انگریز کپتان نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ایک جہاز کو روکا۔ اس پر امریکہ والے برافروختہ ہوگئے اور ۱۸۱۰ء میں انھوں نے انگریزوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ اس وقت ہسپانیہ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان میدان کار زار گرم تھا جس میں کبھی ایک فریق کا پلہ بھاری ہو جاتا تھا کبھی دوسرے کا۔

آسٹریا اور فرانس کے درمیان صلح ہو جانے اور دونوں کے شہنشاہوں کے مابین قرابت داری قائم ہو جانے کو روس کا زار الیگزینڈر برداشت نہ کر سکا۔ اس لیے اس نے پھر فرانس کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا۔ سویڈن بھی روس کے ساتھ شامل ہوگیا۔ حالاں کہ دونوں کے درمیان دو سال پہلے شدید جنگ ہوچکی تھی اس پر نپولین کو روس پر چڑھائی کرنی پڑی۔ روسی شکست کھا کر پیچھے ہٹتے گئے اور راستوں کو تباہ کرتے گئے۔ ۱۸۱۳ء میں نپولین فاتح کی حیثیت میں ماسکو میں داخل ہوا۔ حکومت کے صدر مقام کریملین میں قیام کیا لیکن روسیوں نے خود ہی ماسکو شہر کو آگ لگا دی۔ رسد اور سامان کے تمام ذخیرے جل گئے۔ نپولین کو فکر لگی کہ لشکر کو خوراک کہاں سے ملے گی۔ اس لیے فرانسیسی وہاں سے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ راستے میں روس کے کڑکڑاتے ہوئے جاڑے نے ان کی خبر لی اور روسیوں نے تعاقب کیا۔ بہت سی فوج تباہ ہوئی۔ نپولین سرعت سے پیرس پہنچا کیوں کہ وہاں اس کے خلاف سازشوں کا بازار گرم ہو رہا تھا۔ اس شکست کے باعث روس، سویڈن، انگلستان، پرشیا، آسٹریا اور بویریا کے حکمران سب نپولین کے خلاف متحد ہوگئے۔ لیپزگ میں لڑائی ہوئی جس میں فرانسیسی فوج نے شکست

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھائی۔ پرشیا کی بادشاہی از سر نو زور پکڑ گئی۔ جرمنی کی ریاستیں بھی اطمینان کا سانس لینے لگیں۔ ہالینڈ والوں نے اپنے پرانے حکمران خاندان کے وارث کو انگلستان سے بلا کر بادشاہ بنا لیا۔ ۱۸۱۴ء میں اتحادیوں کے لشکر نے فرانس پر چڑھائی کردی۔ ہسپانیہ میں انگریز جرنیل لارڈ ولنگٹن فرانسیسیوں کو متعدد شکستیں دے کر جنوب مغربی فرانس میں داخل ہو چکا تھا۔ ان شکستوں کا اثر اہل فرانس پر یہ ہوا کہ سب سے پہلے بورڈیو کے باشندوں نے سفید جھنڈا بلند کر کے پرانے شاہی خاندان کے وارث لوئی ہژدہم کی بادشاہی کا اعلان کردیا۔ پیرس میں جس پر اتحادی قابض ہو چکے تھے۔ سینیٹ نے نپولین کو معزول کر کے لوئی کو تخت پر بحال کردیا اور نپولین کو جزیرہ البا میں بھیج دیا تاکہ وہاں عزت کی زندگی بسر کرے۔

اس جنگ کے دوران میں انگریزوں نے جنوبی امریکہ کی ریاست بوئینس ایرز پر جو ہسپانیہ کے زیر اثر تھی دو تین حملے کیے جو کام یاب نہ ہو سکے لیکن انھیں راس امید (جنوبی افریقہ) کی ولندیزی نو آبادی سیلون اور جاوا پر مکمل قبضہ جمانے میں کام یابی حاصل ہوئی۔ اس جنگ میں انگریز قوم نے جس استقلال اور استقامت کا ثبوت دیا صرف وہی نوٹ کرنے کے قابل نہیں بلکہ ان کی ڈپلومیسی بھی مطالعہ کو دعوت فکر دے رہی ہے جس کے بل پر وہ یورپ کے بادشاہوں کو بار بار فرانس کے خلاف اکسانے اور لڑانے میں کام یاب ہوتے رہے۔

اتحادیوں نے ابتدائی معاہدہ پیرس میں مرتب کیا اور پختہ معاہدہ کے لیے وائنا میں کانفرنس منعقد ہوئی۔ یہ کانفرنس ابھی جاری تھی کہ مارچ ۱۸۱۵ء میں نپولین ایلبا سے جہاز پر سوار ہو کر فرانس کی سرزمین میں داخل ہوا۔ فوج اور فوجی افسر اس کے ساتھ مل گئے۔ اتحادیوں نے نپولین کا مقابلہ کرنے کے لیے ڈیڑھ لاکھ نفوس کی متحدہ فوج تیار کی اور طے کرلیا کہ کوئی طاقت نپولین سے کسی قسم کا سروکار نہ رکھے گی اور اس کی بادشاہت کو تسلیم نہیں کرے گی۔ نپولین لشکر لے کر بلجیم کی سرزمین میں داخل ہوا جہاں انگریزوں اور پرشیا والوں کی فوجیں ڈیرے ڈالے پڑی تھیں۔ انگریز جرنیل لارڈ ولنگٹن ایک مقام کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ آیا اور واٹرلو میں چھاؤنی ڈال لی۔ نپولین نے انگریزی فوج پر حملہ کردیا۔ پہلے دائیں بازو پر چڑھائی کی لیکن کام یابی نہ ہوئی پھر بائیں بازو پر حملہ کیا تاکہ اسے شکست دے کر پرشیا والوں کی کمک کی راہ روک دے لیکن یہاں بھی کام یابی نہ ہوئی۔ پھر اس نے قلب پر حملہ کیا۔ انگریزی فوج

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاؤں اکھڑنے لگے اتنے میں انگریزوں کو پرشیا والوں کی کمک پہنچ گئی اور فرانسیسی جرنیل جسے نپولین نے خاص وقت پر کمک لے کر پہنچنے کا حکم دے رکھا تھا بارش ہو جانے کے باعث وقت پر نہ پہنچ سکا۔ نپولین نے شکست کھائی۔ فرانسیسیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ وہ بھاگے، نپولین بھی پیرس پہنچا لیکن وہاں ہوا بگڑ چکی تھی۔ اپنے لوگوں کی آنکھیں بدلی ہوئی دیکھ کر ایک انگریزی جنگی جہاز پر پناہ گزین ہوا۔ انگریزوں نے اسے بحر اوقیانوس کے ایک دور افتادہ جزیرے سینٹ ہلینا میں نظر بند کر دیا جو افریقہ کے مغربی ساحل سے کافی مسافت پر واقع ہے۔ انگلستان اور پرشیا کی فوجیں کسی قسم کی مزاحمت کے بغیر پیرس جا پہنچیں اور فرانسیسیوں کو مجبور کر دیا کہ وہ لوئی کو اپنا بادشاہ بنائیں۔

اس طرح شاہان یورپ نے جمہوری اور انقلابی تحریک کے سرچشمہ فرانس کے خلاف ۱۷۹۱ء سے لے کر ۱۸۱۵ء تک مسلسل جنگیں لڑ کر فرانس کی طاقت کو زیر کیا اور اسی سال روس، پرشیا، آسٹریا، انگلستان اور فرانس کے درمیان اس مضمون کا ایک مقدس اتحاد قائم ہوگیا کہ وہ یورپ میں خدائی احکام کے مطابق امن قائم رکھنے کے لیے متحدہ کوششیں جاری رکھیں گے۔ مطلب یہ تھا کہ بادشاہوں اور نوابوں کی مراعات کو جنھیں وہ خدائی مشیت کے مطابق سمجھتے تھے قائم رکھا جائے گا اور جمہوریت اور لبرل ازم (حقوق عامہ) کی تحریکات کو دبایا جائے گا۔ شاہان یورپ کی اس کام یابی کا نتیجہ یہ ہوا کہ نیپلز کی بادشاہی نپولین کے مقرر کردہ بادشاہ مرات سے چھین کر پھر پرانے بادشاہ کے حوالے کر دی گئی۔ وینس کی جمہوریت کا خاتمہ کر کے ریاست آسٹریا کو دے دی گئی۔ جنیوا کی جمہوری ریاست سارڈینیا کے بادشاہ کے حوالے کر دی گئی۔ پولینڈ روس کو مل گیا۔ سیکسنی کا ملک شاہ پرشیا کے ہاتھ آیا۔ یورپ کی سرزمین ایک دفعہ پھر شاہی اقتدار کی مضبوط گرفت میں آ گئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یورپ میں واقعات کی رفتار

شاہان یورپ کے مقدس اتحاد کے بعد کچھ عرصہ یورپ میں بین الاقوامی اہمیت کا کوئی جھگڑا رونما نہ ہوا البتہ بعض ملکوں میں وراثتی جھگڑوں کی بنا پر یا حقوق عامہ کی تحریکات کے باعث مقامی حیثیت کے واقعات رونما ہونے لگے جو اہل فرنگ کی بین الاقوامی دل چسپی کا موضوع بنتے رہے۔ ۱۸۲۱ء میں ہسپانیہ میں استحقاق حقوق عامہ کی تحریک اٹھی جس کے حامیوں نے اپنے بادشاہ سے ایک جمہوری آئین منوالیا۔ اس کے اجرا پر جھگڑے پیدا ہونے لگے۔ شاہان یورپ نے وارنا کے مقام پر جمع ہو کر اس مضمون کی قرارداد منظور کی کہ ہسپانیہ میں بادشاہ کا اقتدار مطلق قائم کیا جائے۔ ۱۸۲۳ء میں شاہ فرانس کی فوجیں ہسپانیہ میں داخل ہوئیں۔ آئین پسندوں نے مقابلہ نہ کیا۔ یہ فوجیں ہسپانیہ کی آئینی حکومت کا خاتمہ اور شاہی اقتدار کو بحال کر کے واپس چلی گئیں۔ انگلستان نے ۱۸۲۵ء میں ہسپانیہ میں فرانس کے اثر و رسوخ کو یوں قائم ہوتے دیکھ کر جنوبی امریکہ کی ان ریاستوں کی آزادی تسلیم کر لی جو ہسپانیہ کی پرانی مستعمرات تھیں لیکن انیسویں صدی مسیحی کے آغاز میں ہسپانیہ کے امپیریل اقتدار کے خلاف بغاوت کر چکی تھیں۔

۱۸۲۷ء میں انگلستان، روس اور فرانس کی حکومتیں یونان کو آزاد کرانے کا مقصد سامنے رکھ کر ترکی پر دباؤ ڈالنے کے لیے متحد ہوگئیں۔ اتحادیوں کے بیڑے نے ناوارینو کے مقام پر ترکی بیڑے کو شکست دی۔ فرانس نے اپنی فوجیں یونان کی سرزمین پر اتار دیں۔ ۱۸۲۸ء میں روس نے ترکی پر حملہ کر دیا اور آرمینیا کی ولایت کا حصہ غالب چھین لیا۔ ۱۸۲۹ء میں روس نے ترکی کی یورپی سلطنت کے شمالی اضلاع تاراج کر کے ادرنہ (ایڈریا نوپل) پر قبضہ جما لیا۔ قسطنطنیہ کا شہر خطرے میں پڑ گیا لہٰذا سلطان نے روس کی شرطوں پر اس کے ساتھ صلح کر لی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یونان آزاد کردیا گیا۔ ترکی مملکت کے بعض اضلاع روس نے ہتھیا لیے۔ ترکی کو جنگ کا تاوان ادا کرنا پڑا۔ شاہان یورپ نے آپس میں مشورہ کرکے بویریا کے ایک شہزادے آتھو کو یونان کے تخت پر بٹھا دیا۔

اسی اثنا میں فرانس میں شاہی اقتدار کے خلاف عوام کی تحریکیں پھر سر اٹھانے لگیں۔ عوام کی توجہ کو دوسری جانب مبذول کرنے کے لیے فرانس کی حکومت نے ۱۸۲۹ء میں الجیریئس کے شہر پر قبضہ جما لیا اور افریقہ کی سرزمین میں اپنے مقبوضات قائم کرنے کی بنیاد رکھ دی لیکن عوام کی تحریک جاری رہی اور ایوان نمایندگان کے انتخاب میں جمہوری حقوق کے حامیوں کی اکثریت منتخب ہو کر آ گئی۔ اس پر ۱۸۳۰ء میں بادشاہ کی طرف سے تین فرمان صادر کیے گئے۔ ایک فرمان ایوان نمایندگان کو معطل کرنے کے متعلق تھا جس میں جمہوریت پسند ارکان کی اکثریت منتخب ہو کر آئی تھی۔ دوسرا فرمان قانون انتخاب کی تبدیلی کے متعلق تھا اور تیسرے فرمان کی رو سے اخبارات کی آزادی سلب کرلی گئی تھی۔ اخبارات نے اس فرمان کی پرواہ نہ کی بلکہ ان کے جابرانہ احکام کے خلاف بہت سخت لکھا۔ شاہی پولیس نے اخبارات کے دفتروں اور چھاپہ خانوں پر چھاپے مارے۔ اس پر عوام نے بلوے کیے۔ شہریوں اور شاہی فوجیوں کے درمیان لڑائی ہونے لگی۔ شاہی گارڈ شاہی اقتدار قائم کرنے کے لیے پوری کوشش کرتی رہی لیکن عام رجمنٹوں کے سپاہیوں نے عوام پر گولی چلانے سے انکار کردیا۔ ایک رجمنٹ شہریوں سے مل گئی۔ شاہی فوج شہر چھوڑنے پر مجبور ہو گئی۔ عوام کے نمایندوں نے پیرس میں عارضی حکومت قائم کرلی اور بادشاہ کو معزول کرکے شاہی خاندان کے ایک فرد لوئی فلپ اول کو بادشاہ بنا لیا۔

عوام کی حق طلبی کی تحریکیں انگلستان میں بھی وقتاً فوقتاً رونما ہوتی رہیں جنھیں انگلستان کے حکمرانوں نے عوام کے تھوڑے تھوڑے مطالبات منظور کرتے ہوئے تدریجی اصلاحات دے کر شدید صورتیں اختیار کرنے سے روکا۔

۱۸۳۰ء میں بلجیم میں ہالینڈ کے اقتدار کے خلاف شورش اٹھی۔ برسلز میں بلوے ہوئے اور بلجیکوں نے عارضی حکومت قائم کرلی۔ آسٹریا، روس، فرانس، پرشیا اور انگلستان کی حکومتوں نے بلجیکوں کا مطالبہ منظور کرکے اسے ہالینڈ سے علاحدہ کرنے پر اتفاق کرلیا لیکن ہالینڈ نہ مانا۔ اس پر فرانس کی فوجیں بلجیم کی سرزمین میں داخل ہوئیں اور ڈچ حاکموں کو وہاں سے نکال کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واپس چلی گئیں۔ اس طرح بلجیم کی سرزمین آزاد ہوگئی جسے ایک بادشاہ دے دیا گیا۔

آزادی کی ان تحریکوں سے پولینڈ کے پامال باشندے بھی متاثر ہوئے اور انھوں نے روس کی شہنشاہی اقتدار کے خلاف بغاوت کا علم بلند کردیا۔ پول دو سال لڑتے رہے لیکن زار روس کے خوف سے یورپ کی کسی طاقت کو پولوں کی حمایت کرنے کی جرات نہ ہوئی اور کسی نے ان کی مدد نہ کی تھی حالاں کہ یوناں کو ترکی سے اور بلجیم کو ہالینڈ سے آزاد کرانے کے لیے سب شیر ہوگئے تھے۔

۱۸۳۳ء میں ہسپانیہ کے بادشاہ فرڈیننڈ کی وفات پر تخت سلطنت کے دو مدعیوں کے درمیان لڑائی ٹھن گئی۔ ہسپانیہ کی یہ خانہ جنگی بیس سال تک جاری رہی۔ اسی سال پاپائے روم کی ریاست میں عوام کی حق طلبی کی تحریک اٹھی اور شورشیں برپا ہوئیں۔ پوپ نے آزادی کے خواہوں کو مرتد ہونے کا فتویٰ صادر کردیا اور حکم دیا کہ دیندار عیسائی ان کا مقاطعہ کر دیں لیکن پوپ کا یہ فتویٰ سارے یورپ کے عوام کے لیے سرمایہ تضحیک بن گیا۔ پاپائی ریاست میں آزادی خواہوں کی تحریک برابر جاری رہی۔

فرانس کی سرزمین پچھلی صدی کے انقلاب ہی کے وقت سے آزادی عوام کے خیالات کا مرکز چلی آرہی تھی۔ ۱۸۴۸ء میں اس تحریک نے پھر زور پکڑا۔ پیرس کے مدیران جرائد نے اس سلسلے میں پیدا ہونے والے مسائل پر تبادلہ خیالات کرنے کے لیے ایک جلسہ ضیافت کا اہتمام کیا جسے شاہی حکام نے جبراً روک دیا۔ اخبارات کے ایڈیٹروں نے اپنے دفتروں میں آکر اشتعال انگیز مضامین لکھے۔ اگلی صبح کے اخبارات شاہیت کے خلاف مقالات سے بھرپور تھے جنھوں نے پیرس کے گلی کوچوں میں ہنگامے برپا کردیے۔ شاہی فوجوں نے ان ہنگاموں کو دبانے کی کوشش کی لیکن عوام کے نمایندوں نے بادشاہ کو معزول کرکے جمہوری حکومت کے قیام کا اعلان کردیا اور نپولین اعظم [illegible] لوئی کو جمہوریت کا صدر بنا لیا۔ اس انقلاب کے بعد روما کی پاپائی ریاست میں [illegible] برپا ہوئی اور پوپ کو بھاگنا پڑا۔ فرانس کی جمہور [illegible] نے پوپ کو پھر [illegible] پر بحال کر دیا حالاں کہ جمہوری فرانس سے اس [illegible] توقع نہیں کی جا [illegible] اس سال نیپلز، سسلی، ٹسکنی [illegible] شاہی ریاستوں اور [illegible] صوبوں ہنگری [illegible] یا، بوہیمیا اور جرمنی کی ریاستوں میں آزادی عوام کی [illegible] شیں برپا ہوئیں [illegible] شاہی اقتدار کی طاقت کے سامنے دب کر رہ گئیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرانسیسی جمہوریت کی گاڑی اس دفعہ بھی زیادہ دیر تک نہ چل سکی۔ ۱۸۵۲ء میں لوئی نپولین شہنشاہ بن گیا تاکہ فرانس کو شاہان یورپ کے مقدس اتحاد کی نظر بد سے محفوظ رکھا جا سکے۔

۱۸۵۳ء میں نکولس اول زار روس نے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ فرانس اور برطانیہ نے خیال کیا کہ روس کا یہ اقدام ان کے شہنشاہی مقاصد کی راہ میں جارح ہوگا۔ اس لیے انھوں نے ترکی کو مدد دینے کی ٹھان لی اور درہ دانیال اور آبنائے باسفورس کی راہ سے جزیرہ نمائے کریمیا میں فوجیں اتار دیں جو دو سال وہاں لڑتی رہیں۔ روس کو اس میدان میں متعدد شکستوں کا سامنا ہوا لیکن ترکی سے وہ قفقاز میں بعض علاقے چھین چکا تھا جو معاہدہ صلح میں اس کے پاس رہے۔

اس لڑائی کے خاتمے پر اٹلی میں بدامنی پھیل گئی۔ ایک اطالوی لیڈر گریبالڈی نے سسلی، نیپلز اور جنوبی اٹلی کے اضلاع میں آسٹریا کے شہنشاہ کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر کے ان اقطاع کو آزاد کرالیا یہ حال دیکھ کر سارڈینیا کے بادشاہ وکٹر ایما نوئیل نے بھی آسٹریا سے جنگ چھیڑ دی اور شہنشاہ فرانس نپولین کی مدد سے آسٹریا پر فتح حاصل کر کے شمالی اٹلی کے اضلاع کو آزاد کرالیا۔ ۱۸۶۱ء میں لورین کے مقام پر پہلی اطالوی پارلیمنٹ کا اجتماع ہوا جس میں وکٹر ایما نوئیل کو اٹلی کے سارے ملک کا بادشاہ تسلیم کرلیا گیا۔ اس طرح اٹلی کی مملکت معرض وجود میں آئی۔ ۱۸۶۲ء میں یونان کے لوگوں نے پرنس آتھو کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ آتھو بھاگ گیا۔ شاہان یورپ نے ڈنمارک کے ایک شہزادہ جارج نامی کو یونان کا بادشاہ بنا لیا۔

۱۸۶۴ء میں پرشیا کے بادشاہ نے جس کا وزیر بسمارک ایسا بیدار مغز مدبر تھا دو اضلاع کے لیے ڈنمارک سے جنگ چھیڑ دی۔ اس جنگ میں اٹلی پرشیا کا اتحادی بن گیا لیکن فرانس نے آسٹریا کی مدد نہ کی کیوں کہ فرانس کا شہنشاہ نپولین سوئم میکسیکو میں اپنا شہنشاہی اقتدار قائم کرنے کی فکر میں تھا۔ ۱۸۶۶ء تک لڑائی جاری رہی جس میں آسٹریا نے شکست کھائی۔ پرشیا اور اٹلی نے آسٹروی سلطنت کے کچھ مزید علاقے چھین کر اپنی طاقت کو اور بھی مستحکم کرلیا۔ جرمنی کی متعدد ریاستیں جو آسٹریا کے شہنشاہ کے زیر اقتدار تھیں پرشیا سے مل گئیں۔ بعض ریاستوں نے پرشیا کی بنائی ہوئی فیڈریشن میں شامل ہونا منظور نہ کیا اور آزاد ہوگئیں۔

۱۸۶۷ء میں فرانس کے شہنشاہ نے لکسمبرگ کی ریاست کو فرانس کے ساتھ ملحق کرنے کا مطالبہ پیش کیا اور ۱۸۷۰ء میں لکسمبرگ پر چڑھائی کر دی۔ اس پر پرشیا نے فرانس کے ساتھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ چھیڑ دی۔ جرمنی کی آزاد ریاستوں نے جو اس وقت تک فیڈریشن سے باہر تھیں اس جنگ میں پرشیا کا ساتھ دیا۔ روس اور اٹلی نے فرانس کا ساتھ نہ دیا۔ اہل برطانیہ کی ہمدردیاں پرشیا کے شامل حال تھیں۔ فرانس نے شکست کھائی۔ ۱۸۷۱ء میں پرشیا کے لشکروں نے پیرس پر قبضہ کرلیا۔ ورسائے کے مقام پر صلح نامہ مرتب ہوا جس کی رو سے پرشیا کا بادشاہ ساری جرمنی کا شہنشاہ تسلیم کرلیا گیا۔ جرمنی نے فرانس سے آلساس اور لوربن کے اضلاع بھی چھین لیے۔ اسی طرح یورپ میں جرمن سلطنت کی نئی طاقت ظہور میں آگئی۔ ۱۸۷۷ء میں روس نے ترکی سے پھر جنگ چھیڑ دی اور ۱۸۷۸ء میں دول یورپ کی مداخلت سے معاہدہ برلن طے ہوا جس کی رو سے سرویا، بلغاریہ اور رومانیہ کی ریاستیں آزاد کر دی گئیں۔ ان سب کو عیسائی بادشاہ دے دیے گئے۔ بوسنیا، ہرزے گونیا کے صوبے آسٹریا کو مل گئے۔ اسی معاہدے کی رو سے دول یورپ کے درمیان توزان کی حکمت عملی طے ہوئی۔

اس سلسلے میں انیسویں صدی مسیحی کا آخری واقعہ ترکی اور یونان کی جنگ ہے جو ۱۸۹۷ء میں ظہور پذیر ہوا۔ ترکوں نے تھسلی کے علاقے کو سر کر لیا لیکن دول یورپ کی مداخلت پر ترکی کو یہ علاقہ چھوڑنا پڑا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستعمراتِ فرنگ میں آزادی کی تحریکیں

امریکہ کی فرنگی مستعمرات :

میکسیکو کی سرزمین سولھویں صدی مسیحی سے شاہان ہسپانیہ کے زیرنگیں چلی آرہی تھی۔ ۱۷۷۵ء سے ۱۷۸۲ء تک شمالی امریکہ کی برطانوی آبادیوں نے برطانیہ کی حکومت کے ساتھ جنگ کرکے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی جو آزاد اور خود مختار مملکت قائم کی اس نے شمالی اور جنوبی امریکہ کی ہسپانوی نو آبادیوں کو بھی متاثر کیا۔ ۱۷۹۳ء کے انقلاب فرانس نے نہ صرف یورپ کے ملکوں میں بلکہ امریکہ اور دوسرے براعظموں کی فرنگی مستعمرات میں بھی لوگوں کے اذہان و افکار کو جمہوری اور حقوق عامہ کی تحریکات کی طرف راغب کردیا اور ہر جگہ آزادی اور جمہوریت کے خیالات نشوونما پانے لگے۔ ۱۸۰۸ء میں یورپ کے سیاسی انقلابات کی صدائے بازگشت میکسیکو کی وادیوں میں گونجی اس سال فرانس کے شہنشاہ نپولین بوناپارٹ نے جو انقلابی تحریکات کی پیداوار تھا ہسپانیہ کو فتح کرکے وہاں اپنے بھائی جوزف بونا پارٹ کو بادشاہ مقرر کردیا۔ میکسیکو کے ہسپانوی واسرائے نے پرانے بادشاہ کی حمایت کی ٹھانی اور ایک اعلان جاری کیا جس میں پہلی مرتبہ میکسیکو کے ہسپانوی فاتحین کے ساتھ وہاں کے قدیمی باشندوں کا بھی نام لیا گیا تھا اور یہ کہا گیا کہ میکسیکو کے لوگ پرانے بادشاہ ہی کو خراج اطاعت ادا کریں گے۔ میکسیکو کے آزادی خواہوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر ملکی انتظام کے لیے ایک جنتا یعنی عوام کی منتخب کی ہوئی مجلس بنانے کی کوشش کی۔ وائسرائے اور اس کی انتظامی کونسل نے اس تحریک کو دبانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے۔ عوام نے وائسرائے کو گرفتار کرلیا۔ شاہی فوج اور عوام کے درمیان لڑائی ہونے لگی۔ ایک دیسی پادری ہیڈاگلو اس تحریک آزادی کا لیڈر تھا جس نے ملک بھر میں شورش برپا کردی اور میکسیکو شہر پر چڑھائی کی۔ وائسرائے کے حامیوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے عوام کے لشکر کے سامنے مریم کی مورتی کی نمائش کی۔ عوام مذہبی جذبے کے ماتحت پسپا ہوگئے۔ شاہی فوجیں از سرنو کام یابی حاصل کرنے لگیں۔ یہ واقعات ۱۸۱۰ء اور ۱۸۱۱ء میں رونما ہوئے لیکن شاہ پسندوں اور آزادی خواہوں کے درمیان برابر جنگیں ہوتی رہیں۔ ۱۸۲۱ء میں شاہ پسندوں کو شکست ہوئی اور میکسیکو آزاد ہوگیا۔ ۱۸۴۴ء تک شاہی فوج نے آخری قلعہ بھی میکسیکو کے ملک کی ایک شمالی ریاست ٹیکساس ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے جا ملی۔ اس طرح میکسیکو کی نئی جمہوری مملکت معرض وجود میں آئی۔

۱۸۶۱ء میں برطانیہ، فرانس اور ہسپانیہ نے ایک متحدہ لشکر تیار کر کے میکسیکو والوں کی سرزنش کے لیے بھیجا۔ ان ملکوں کی حکومتوں کو شکایت تھی کہ میکسیکو میں ان کے ملکیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں ہوتا۔ برطانیہ اور ہسپانیہ تو جلد پیچھے ہٹ گئے لیکن فرانسیسی فوج نے فتح حاصل کر کے ایک آسٹروی شہزادے میکسی میلیئن نامی کو میکسیکو کا بادشاہ بنا دیا لیکن یہ انتظام زیادہ دیر تک نہ چل سکا۔ ۱۸۶۵ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی نوخیز حکومت نے فرانس کو دھمکی دی۔ فرانس نے کسی بہانے سے اپنی فوجیں واپس بلا لیں لیکن آسٹروی بادشاہ وہیں رہا جسے میکسیکو کے باشندوں نے پکڑ کر قتل کر دیا اور از سرنو جمہوری حکومت قائم کر لی۔

۱۸۱۰ء میں جنوبی امریکہ کی ریاست چلی کے باشندوں نے اپنے ہاں نمایندہ مجلس قائم کر لی۔ ۱۸۲۳ء سے ۱۸۲۶ء تک کی مدت میں چلی، ارجنٹائن، بولیویا اور پیرو کی ریاستیں بھی آزاد ہوگئیں۔ شاہ پسندوں نے ہسپانیہ کا شاہی اقتدار قائم رکھنے کے لیے جنوبی امریکہ میں بھی ہاتھ پاؤں مارے لیکن جنرل بولیور نے انھیں شکست دی۔ جنوبی امریکہ کے آباد کاروں نے جنرل بولیور کو اس کی خدمات کے صلہ کے طور پر دس لاکھ ڈالر کی تھیلی پیش کی لیکن اس نے یہ کہہ کر لوٹا دی کہ یہ رقم حبشی غلاموں کو آزاد کرانے پر لگا دی جائے۔ اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت تک رائے عامہ کس حد تک غلامی کی رسم بد کے خلاف ہو چکی تھی جس پر امریکہ کی فرنگی آباد کار تین صدیوں سے بہت ہی ظالمانہ طریق سے عمل کر رہے تھے۔

برازیل کا ملک سولھویں صدی مسیحی کے آغاز سے پرتگیزوں کے قبضے میں چلا آرہا تھا جہاں انھوں نے نو آبادیاں قائم کر لی تھیں لیکن حکمرانی کا اقتدار شاہ پرتگال ہی کے ہاتھ میں تھا جو اپنے وائسرائے یا نائب بھیج کر انتظام کرتا تھا۔ ۱۷۶۹ء میں برازیل میں آزادی کے جراثیم نشوونما پانے لگے اور پرتگیز آباد کاروں نے اس مقصد کے لیے ایک انجمن بنائی۔ شاہ پرتگال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ایجنٹوں کو اطلاع ملی تو انھوں نے اس انجمن کے ارکان کو گرفتار کر کے کڑی سزائیں دیں۔ سرغنوں کو موت کی سزا دی گئی۔ ان کے اعضا کاٹے گئے۔ ان کے کٹے ہوئے سروں کی نمائش کی گئی۔ ان کے گھر مسمار کر دیے گئے اور ان کی اولاد کو حرامی قرار دے کر شہریت کے حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ یہ اٹھارھویں صدی مسیحی کی فرنگی تہذیب کا پرتگیزی معیار تھا۔ ۱۸۰۸ء میں نپولین اعظم کی یلغاروں کے باعث پرتگال کا بادشاہ بھاگ کر برازیل چلا گیا اور وہاں بیٹھ کر حکومت کرنے لگا۔ رائے عامہ کے دباؤ کے ماتحت اس بادشاہ نے ۱۸۲۱ء میں دستوری حکومت منظور کر لی اور ایک آئینی مجلس قائم ہوگئی لیکن پرتگال کے لوگ اس سرزمین میں اپنی حاکمانہ اجارہ داری قائم رکھنے کے خواہاں تھے۔ برازیلی پرتگیزوں نے بادشاہ کی واپسی پر شہزادے کو اپنا الگ بادشاہ منتخب کر لیا اور آزاد آئینی حکومت قائم کر لی لیکن ۱۸۸۹ء میں برازیل والوں نے اپنے آخری بادشاہ کو یورپ کی طرف بھیج دیا اور جمہوری حکومت کی طرح ڈال لی۔

پیراگوئے میں جہاں فرانس اور ہسپانیہ کے یسوعی سلسلے کے ارکان حکومت کر رہے تھے آزادی کی تحریک نے اپنا ایک ڈکٹیٹر پیدا کر لیا جس نے ہسپانوی اقتدار کو دھتا بتا دی۔

شمالی امریکہ کا جزیرہ نما فلوریڈا ہسپانیہ کے قبضے میں تھا۔ ۱۸۱۸ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے اس پر قبضہ جما لیا۔ ۱۸۲۱ء کے معاہدے میں ہسپانیہ نے یہ علاقہ متحدہ امریکہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا استحکام:

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی آزاد جمہوری مملکت جس نے ۱۷۸۳ء میں برطانیہ کے سیادتی اقتدار سے آزادی حاصل کی تھی اور برطانیہ کے درمیان ۱۸۱۰ء میں پھر لڑائی چھڑ گئی۔ اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ برطانیہ کے ایک بحری جنگی جہاز نے ایک امریکی جہاز کو روکنے اور اس کے مال کی تلاشی لینے کی کوشش کی جو فرانس کے لیے تجارتی مال لے جا رہا تھا۔ ان دنوں برطانیہ اور فرانس کے شہنشاہ نپولین اعظم کے درمیان جنگ ہو رہی تھی اور برطانیہ کی شاہی کونسل نے اس مضمون کی قرارداد طے کی تھی کہ برطانیہ غیر جانب دار ملکوں کے جہازوں کو فرانس کے ساتھ تجارت کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کرے گا۔ ۱۸۱۰ء سے ۱۸۱۵ء یعنی نپولین اعظم کی آخری شکست تک برطانیہ اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے درمیان لڑائیاں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی رہیں۔ خشکی پر ان دونوں طاقتوں کا مقابلہ کینیڈا کے جنوب مشرقی اضلاع میں تھا اور بحری لڑائیاں سمندروں میں متعدد مقامات پر رونما ہوئیں۔ برطانیہ کی بحری طاقت کی دھاک بہت پہلے سے دنیا بھر میں بیٹھی ہوئی تھی لیکن امریکی جہازوں نے برطانیہ کے بہت سے جنگی جہاز غرق کر دیے۔ ان کامیابیوں کے باعث ریاست ہائے متحدہ امریکہ ایک طاقت ور مملکت شمار ہونے لگا۔ چناں چہ ۱۸۲۳ء میں جمہوریت امریکہ کے صدر منرو نے اس مضمون کا اعلان جاری کر کے دول یورپ کو تنبیہ کر دی کہ اب سے اہل فرنگ امریکہ میں نو آبادیاں قائم کرنے کا کھیل ختم کر دیں اور امریکہ کے دونوں براعظموں کے معاملات میں دخل دینے سے ہاتھ کھینچ لیں۔

۱۸۶۱ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی شمالی اور جنوبی ریاستوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہوگئی اس خانہ جنگی کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ جنوبی ریاستوں کے آباد کار اپنی جاگیروں میں دو سو سال سے زر خرید گورے اور حبشی غلاموں سے کام لے رہے تھے۔ شمالی ریاستوں کے باشندے اپنی زمینوں میں خود کام کرتے تھے کیوں کہ ان کی جاگیریں اتنی وسیع نہ تھیں۔ اس کیفیت کے باعث شمالی ریاستوں اور جنوبی ریاستوں کے باشندوں کے درمیان غلام رکھنے اور غلاموں سے کام لینے کے مسئلہ پر رائے کا شدید اختلاف رونما ہونے لگا۔ یورپ میں بھی غلاموں کی تجارت کے خلاف اصلاحی تحریکیں رونما ہو رہی تھیں اور بعض ملک اس تجارت کو حکماً ممنوع قرار دے چکے تھے۔ یہ خیالات امریکہ میں بھی پھیلے لیکن جنوبی باشندے اپنی قدیمی حق سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس لیے اس مسئلہ پر شمالی اور جنوبی ریاستوں کے درمیان زبردست رسہ کشی ہونے لگی۔ ۱۸۵۰ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی کانگرس نے فراری غلاموں کا قانون پاس کیا۔ قانون یہ تھا کہ جو غلام بھاگ کر شمالی ریاستوں میں چلا جائے اسے حکومت پکڑ کر مالک کے پاس پہنچائے گی لیکن اس کے ساتھ ہی شخصی آزادی کا ایک قانون بھی منظور کیا گیا جس کی رو سے آزاد ریاستوں میں غلامی ناجائز قرار دے دی گئی۔ شمالی ریاستوں میں چوں کہ غلاموں کو آزاد کرنے کا جذبہ بہت تیز تھا اس لیے وہاں کئی ایسی خفیہ انجمنیں بن گئیں جو بھاگے ہوئے غلاموں کو پناہ دیتی تھیں اور چھپا کر کینیڈا پہنچا دیتی تھیں۔ اسی اثنا میں ڈریڈ سکاٹ غلام کا ایک مقدمہ دائر ہوا۔ یہ غلام اپنے آقا کے ساتھ آزاد ریاستوں میں کچھ عرصہ رہا جہاں غلام کا کوئی قانونی وجود ہی تسلیم نہیں کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاسکتا تھا۔ وہاں سے وہ اپنے آقا کے ساتھ مسوری کی ریاست میں واپس چلا گیا۔ آقا نے جو ڈاکٹر تھا کسی قصور کی بنا پر اپنے غلام کو مارا پیٹا۔ اس پر ڈریڈ سکاٹ نے اپنے آقا کے خلاف دعویٰ دائر کردیا کہ آزاد ریاستوں میں رہنے کے باعث اس کی غلامانہ حیثیت زائل ہوچکی تھی اس لیے آقا کو اسے زدوکوب کرنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ ججوں نے فیصلہ دیا کہ ڈریڈ سکاٹ بلاشبہ آزاد ریاستوں میں رہا لیکن اسے امریکہ کا شہری نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس کی حیثیت محض ایک مملوکہ شے کی تھی مثلاً گھوڑا، کتا، گھڑی بنک کے نوٹ وغیرہ جسے اس کا آقا جہاں چاہے لے جاسکتا تھا۔ اس فیصلہ نے شمالی ریاستوں میں غلاموں کی آزادی کی تحریک کو اور بھی تیز کردیا۔ ۱۸۶۰ء میں جمہوریہ امریکہ کا صدر ابراہام لنکن منتخب ہوا جس نے غلاموں کی تجارت روکنے اور انھیں آزاد کرانے پر عملی توجہات مبذول کیں۔ اس پر سب سے پہلے جنوبی کارولینیا کی ریاست نے فیڈریشن سے علاحدہ ہونے کا فیصلہ کرکے اعلان کردیا اور بعد میں اور جنوبی ریاستیں بھی فیڈریشن سے الگ ہوگئیں۔ ان اعلانات کے باعث شمالی ریاستوں اور جنوبی ریاستوں کے درمیان لڑائی چھڑ گئی لیکن ایک دو ایسی ریاستیں بھی وفاق کے ساتھ منسلک رہیں جن میں غلام رکھنے کی قانونی اجازت تھی۔ خانہ جنگی کے دوران میں ان ریاستوں کے کئی غلام بھاگ کر آزاد ریاستوں میں چلے گئے۔ ان کے مالکوں نے قانون ملکی کی رو سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ ایک امریکی جرنیل بٹلر نے یہ بہانہ بنا کر غلام واپس دینے سے انکار کردیا کہ غلام جنگی ضروریات کی اشیا مثلاً بندوق، بارود، اسلحہ، گولے، کارتوس وغیرہ کی تحت میں آتے ہیں جن پر دوران جنگ میں عسکری نظام کو قبضہ جمانے کا قانونی حق حاصل ہے۔ ایسی اشیا کو قانونی اصطلاح میں Contrabond کا نام دیا گیا تھا اس لیے غلام اسی نام سے موسوم ہونے لگے اور انھوں نے ایسے گیت بنائے جن میں اپنے کنٹرا بانڈ (مخصوصیات عسکری) ہونے کا فخریہ اظہار کیا گیا تھا۔ ۱۸۴۴ء پریڈیڈنٹ ایڈم نے یہ اعلان کیا تھا کہ جنگ کے دوران میں پریڈیڈنٹ کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ غلامی کے رواج کو حکماً منسوخ کردے۔ اس پرانے اعلان کو سامنے رکھ کر ابراہم لنکن نے ۱۸۶۲ء میں یہ اعلان کردیا کہ جو ریاستیں اگلے سال کے نو روز تک فیڈرل حکومت کے تابع فرمان نہ ہوں گی ان کے غلام آزاد سمجھے جائیں گے اور وفادار ریاستوں میں یہ آزادی نئے قانون بنا کر دی جائے گی۔ شمالی اور جنوبی ریاستوں کے درمیان ۱۸۶۵ء تک جنگ جاری رہی۔ جنوبی ریاستوں نے شکست فاش کھائی لیکن اس سال اک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایکٹر نے ابراہام لنکن کو ظالم و جابر قرار دے کر قتل کر دیا۔

۱۸۷۶ء میں مغرب کی طرف پاؤں پھیلانے کے باعث ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی گوری جمہوری مملکت اور قدیم امریکیوں کے درمیان شدید لڑائی ہوئی جس میں قدیم امریکیوں نے حسب معمول شکست کھائی۔ ۱۸۹۰ء میں اتحاد امریکائی کی کانفرنس (پان امریکن کانفرنس) منعقد ہوئی جس میں شمالی اور جنوبی امریکہ کی آزاد جمہوری ریاستوں نے باہم پر امن رہنے اور ایک دوسرے کی اخلاقی امداد کرنے کی پالیسی پر اتفاق کا اظہار کیا۔ ۱۸۹۸ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور ہسپانیہ کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ امریکی جنگی جہازوں نے فلپائن کے جزائر پر حملہ کر دیا جہاں ہسپانوی ۱۵۶۴ء سے حکومت کر رہے تھے۔ ہسپانیہ نے اس جنگ میں شکست کھائی اور ۱۸۹۹ء کے صلح نامے کی رو سے غرب الہند کے جزیرہ کوبا کو آزاد کر دیا۔ پورٹو ریکو اور دیگر امریکی مقبوضات نیز بحرالکاہل کے لیڈروں نے جزائر سے دست برداری کا پٹہ لکھ دیا اور فلپائن کے جزیرے قیمت لے کر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ہاتھ بیچ دیے۔ ریاست ہائے متحدہ کی فوجوں نے ہوائی، گوام اور بحرالکاہل کے بعض دوسرے جزیروں پر بھی قبضہ جما لیا۔ اسی سال فلپائن کے باشندوں نے اپنی آزادی کے حصول کے لیے تحریک اٹھائی جسے امریکی فوجوں نے بزور دبا دیا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی یہ نئی گوری مملکت اس طرح ایک صدی کی مدت میں دول عالم کی صف میں اوّل درجے کی طاقت شمار ہونے لگی۔ دوسری امریکی قومیں اور ریاستیں اسے اپنا رہنما اور محافظ سمجھنے لگیں۔

جنوبی افریقہ کی گوری نو آبادی:

جنوبی افریقہ یعنی راس امید کے علاقے کی گوری نو آبادی حکومت جس میں ولندیز اور انگریز آباد ہو چکے تھے۔ ۱۸۰۳ء کے معاہدہ ایمنز کی رو سے جو فرانس اور برطانیہ کے درمیان یورپ میں طے ہوا پھر ولندیزوں کو مل گئی جو فرانس کے اتحادی تھے لیکن ۱۸۰۶ء میں جب نپولین شہنشاہ فرانس سے جنگ چھڑی تو انگریزی فوجوں نے اس پر از سر نو قبضہ کر لیا۔ شمال کی طرف قدم بڑھانے کی پالیسی کے باعث ۱۸۱۲ء میں کافر قبیلہ کے حبشیوں سے انگریزی فوجوں کی چوتھی لڑائی ہوئی اور ۱۸۱۸ء میں پانچویں جنگ ہوئی اس طرح گورے آباد کار حبشیوں کو زیر کرتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتے گئے۔ ۱۸۲۲ء میں نٹال کے علاقے میں زولو قوم کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حبشیوں کو زیر کرنے کی مہم شروع ہوئی۔ ۱۸۳۵ء میں کافر حبشیوں سے چھٹی جنگ لڑی گئی۔ ۱۸۴۲ء میں برطانوی فوجوں نے نٹال کی سرزمین سر کی جہاں سونے اور ہیرے کی کانیں تھیں۔ دیگر مفتوحہ رقبوں میں حبشیوں کی اپنی ریاستوں کا اعتراف کرکے ان سے معاہدے طے کیے۔ ۱۸۴۶ء میں کافر حبشیوں سے ساتویں اور ۱۸۵۱ء میں آٹھویں لڑائی لڑی گئی اور برطانوی حکومت کے زیر انتظام کافریریا کا صوبہ قائم کرلیا گیا۔ ۱۸۵۱ء میں اندرون ملک میں شمال کی طرف آگے بڑھ کر بسوٹو قوم کے حبشیوں سے جنگ شروع کردی۔ ۱۸۵۴ء میں برطانیہ نے آرینج فری سٹیٹ کی آزادی تسلیم کی جہاں ولندیز اور فرانسیسی آباد تھے۔ ۱۸۵۸ء میں بسوٹو قوم سے دوسری لڑائی لڑی گئی اور اسی کے ساتھ ہی آرینج فری سٹیٹ سے بھی انگریزوں کی جنگ ہوگئی۔ ۱۸۶۵ء میں انگریزوں نے بسوٹو قوم کے حبشیوں سے تیسری لڑائی لڑ کر بسوٹو لینڈ کو اپنے مقبوضات میں شامل کرلیا۔ ۱۸۸۰ء میں بسوٹو قوم نے پھر جنگ کی ٹھانی اور اس سال کافر قوم نے بھی آٹھویں مرتبہ اپنی آزادی کو بچانے کی کوشش کی۔ ۱۸۸۷ء میں اورینج کے شمال کا علاقہ سر کرکے بچوانا لینڈ کا صوبہ بنا دیا گیا اور زولو لینڈ اور بعض دوسرے علاقوں کو سر کرلیا گیا۔

اس وقت تک جنوبی افریقہ کی بعض گوری نو آبادیاں برطانوی قلم رو میں شامل تھیں۔ بعض حبشی علاقے بھی قلم رو کے مفتوحہ صوبے شمار ہوتے تھے۔ کیپ کالونی یعنی راس امید کی بستی نٹال، کافریریا، بچوانا لینڈ وغیرہ براہ راست برطانوی قلم رو میں شامل تھے۔ جنوبی افریقہ کی ریاست اور اورینج فری سٹیٹ میں جمہوری حکومتیں قائم تھیں۔ ۱۸۷۷ء میں برطانوی حکومت نے ان جمہوری ریاستوں کو بھی قلم رو میں شامل کرلیا لیکن ۱۸۸۱ء میں ان کی آزادی تسلیم کرلی۔ ۱۸۹۹ء میں برطانیہ اور جنوبی افریقہ کی جمہوریتوں کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی جو ۱۹۰۲ء تک جاری رہی۔ اس لڑائی کو بوئروں کی جنگ کا نام دیا گیا ہے۔ بوئر ولندیزی آباد کاروں کی نسل سے تھے۔ لڑائی کے اختتام پر آزاد جمہوریتیں ختم ہوگئیں اور سب علاقوں کو مستعمرات کا درجہ دے دیا گیا۔ ان مستعمرات نے ۱۹۱۰ء میں آپس میں اتحاد کرکے جنوبی افریقہ کی یونین حکومت (متحدہ حکومت) قائم کرلی جسے برطانوی مستعمراتی حکومت کا درجہ حاصل ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسٹریلیا، تسمانیا اور نیوزی لینڈ :

آسٹریلیا اور تسمانیا کو ایک ولندیزی (ڈچ) کپتان تسمان نامی نے سترھویں صدی مسیحی میں دریافت کرلیا تھا۔ اس وقت ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک سوئس ملازم نے کمپنی کو توجہ بھی دلائی کہ اس براعظم میں نو آبادیاں قائم کرنی چاہئیں لیکن ولندیز ان دنوں تجارتی استعمال کی طرف زیادہ مائل تھے اس لیے ان زمینوں کو فراموش کردیا گیا۔ اٹھارھویں صدی مسیحی کے اواخر میں انگریزوں کے بحری کپتانوں نے آسٹریلیا کے ساحلوں کو کھنگالا اور اس براعظم کی وسعت کا اندازہ لگایا۔ انیسویں صدی مسیحی کے آغاز میں آسٹریلیا اور تسمانیا میں انگریزوں کی نو آبادیاں قائم ہوچکی تھیں۔ ان میں ایسے مجرموں کی بستیاں بھی تھیں جن کو انگلستان میں دیس بدر ہونے کی سزائیں دی جاتی تھیں اور ایسے آباد کار بھی تھے جو زمینوں کو بسانے اور زراعت کو فروغ دینے کی خاطر وہاں جاتے تھے۔ آسٹریلیا اور تسمانیا کے قدیمی باشندوں کا حال ہم گزشتہ باب ہی میں درج کرچکے ہیں۔ گورے آباد کاروں نے ان قدیمی باشندوں کو جو مرنجاں مرنج لوگ تھے اس طرح روند ڈالا جس طرح شدت سرما کے باعث کیچڑ میں جما ہوا پانی پاؤں تلے کچلا جاتا ہے۔ ۱۸۵۲ء تک آسٹریلیا میں انگریز آباد کاروں کی کئی نو آبادیاں قائم ہوچکی تھیں جنھوں نے ملک تقسیم کرلیا تھا۔ یہ لوگ کھیتی باڑی کے علاوہ بھیڑ، بکری، گائے، بیل بھی پالتے تھے اور سونے کی کانیں ملنے پر وہاں کان کنی کا کام بھی شروع ہوچکا تھا۔ ۱۸۵۲ء میں ان سب ریاستوں کو ملا کر فیڈریشن بنا دی گئی اور سب میں نمایندہ حکومت کا طریق رائج کردیا گیا۔ فیڈرل حکومت کو برطانوی مستعمرہ کا درجہ دیا گیا۔ جہاں شاہ انگلستان کا گورنر جنرل رہنے لگا لیکن مقامی انتظام خود وہاں کی نمایندہ مجلس کے ہاتھ میں آگیا۔

۱۸۴۰ء میں انگریز نیوزی لینڈ تک بھی جا پہنچے لیکن وہاں کے اصلی باشندے آسٹریلیا اور تسمانیا کے باشندوں کی بہ نسبت ترقی یافتہ اور لڑاکے تھے انھوں نے انگریز آباد کاروں کی مزاحمت کی۔ ۱۸۵۷ء میں قدیمی باشندوں نے اپنا ایک بادشاہ بنا لیا جس کے ساتھ انگریز لڑتے بھڑتے رہے۔ ۱۸۸۳ء تک نیوزی لینڈ کا شمالی جزیرہ استعماری اقتدار کی زنجیروں میں جکڑ لیا گیا اور جنوبی جزیرے پر انگریز آباد کاروں نے قبضہ جما لیا۔ بعد میں دونوں جزیرے ملا کر ایک نمایندہ حکومت قائم کردی گئی اور نیوزی لینڈ کی سرزمین ایک برطانوی مستعمرہ شمار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے لگی۔

آسٹریلیا کے جنوب میں دو تین سو میل کے فاصلے پر ایک جزیرہ تسمانیا ہے اس جزیرے کے اصلی باشندے انسانی زندگی کے قدیم ترین ابتدائی سنگی دور کی یادگار تھے۔ سیاہ رنگت اور اون جیسے بال رکھتے تھے۔ پتھر کے ان گھڑت سے اوزار شکار کے لیے استعمال کرتے تھے۔ جنھیں وہ ہاتھ سے پھینکتے تھے یعنی کمان یا گوپھیے تک کا استعمال نہیں جانتے تھے۔ کھال اتارے بغیر کچا گوشت چٹ کر جاتے تھے۔ لکڑی یا پتھر کو کھود کر نقش و نگار بنانے، پیسنے اور پتھر کو گھسانے کے فن بھی نہیں جانتے تھے۔ ان لوگوں کو جو حقیقی انسان کی نسل کے آدم زاد تھے انگریز آباد کاروں نے جنگل کے جانور سمجھا، کتوں کے ساتھ ان کا شکار کھیلا۔ زہریلا گوشت ان کے آگے ڈال کر انھیں فنا کے گھاٹ اتارا۔ ۱۸۲۶ء میں ان لوگوں کو ملیا میٹ کرنے کے لیے شکاری ٹولیاں منظم کی گئیں۔ گورنر نے انھیں حکم دیا کہ آباد علاقوں سے نکل جاؤ لیکن آباد کاروں نے جنگلوں میں بھی ان کا پیچھا کیا۔ یہ جنگ نہیں تھی کیوں کہ تسمانوی کسی حال میں بھی تین افراد کی جماعت پر حملہ نہیں کرتے تھے۔ آخری مہم میں انگریز آباد کاروں نے سارے جزیرے کو چھان کر دو سو اصلی باشندوں کو جن میں عورتیں بھی شامل تھیں پکڑا۔ انھیں پاس کے ایک چھوٹے اور بے آباد جزیرے فلینڈر میں جا پھینکا۔ جہاں انگریز حکمرانوں کے لطف و کرم کی بارش نے ان کا قصہ تمام کردیا۔ ۱۸۷۶ء میں آخری تسمانوی انیسویں صدی کے ترقی یافتہ انسان کی تہذیب کا ماتم کرتا ہوا اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف سدھار گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرنگیوں کے اقتدار و استعمار کی توسیع

افریقہ کے براعظم پر یورش:

جنوبی افریقہ میں فرنگستان کی گوری اقوام کی آبادکاری کا حال ہم پچھلی فصل میں بیان کر آئے ہیں۔ ۱۸۱۶ء میں سب سے پہلے انگریزوں نے شمالی افریقہ کے ایک ملک الجیریا سے چھیڑ خانی کی اور برطانوی بحری بیڑے نے الجیریا پر حملہ کرکے وہاں کے سلطان سے اس مضمون کا وعدہ لیا کہ وہ اپنے ملک میں عیسائی غلاموں کی خرید و فروخت ممنوع قرار دے گا۔ اس مہم سے انگریزوں کا ابتدائی مقصد محض اپنے وقار کا استحکام تھا۔ ۱۸۳۰ء میں فرانس کی شاہی فوجوں نے اپنے ہاں کی رائے عامہ کی توجہ آزادی طلبی کی تحریک سے معطوف کرانے کے لیے الجیریا پر حملہ کیا اور صدر مقام پر قبضہ جما لیا۔ فرانس کی حکومت کو اندیشہ تھا کہ اس کی حریف طاقتیں اس کے اس اقدام کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گی۔ اس لیے اس نے اعلان کردیا کہ فرانس کا یہ قبضہ محض عارضی ہے۔ فرانس اپنی فوجوں کو جلد ہی واپس بلا لے گا لیکن یہ محض دکھاوے کے دانت تھے۔ چند سال کے بعد فرانسیسیوں نے اندرون ملک میں اپنے قدم بڑھانے شروع کردیے۔ الجیریا کے عرب اور بربری باشندوں نے اپنے لیڈر امیر عبدالقادر کے جھنڈے تلے جمع ہوکر فرانسیسیوں سے لڑائی شروع کردی۔ ۱۸۴۷ء میں عبدالقادر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگیا۔ اسے قید کرکے فرانس لایا گیا۔ چند سال بعد جب فرانس کے قدم الجیریا میں اچھی طرح جم گئے فرانس کے شہنشاہ لوئی نپولین نے اسے رہا کردیا۔ ۱۸۵۰ء تک افریقہ کا تاریک اور پر اسرار براعظم دول یورپ کی استعماری امنگوں کی جولا نگاہ بن گیا۔ یورپ کی حکومتوں نے اس سرزمین کے مختلف حصوں میں مفتش سیاح اور جاسوس بھیجنے شروع کردیے۔ ان کے پیچھے فوجیں، تاجر، حاکم، آبادکار، عالم اور سیاح جانے لگے۔ اس کیفیت کے باعث

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دول یورپ نے براعظم افریقہ کی زمین آپس میں تقسیم کرلی تاکہ اقتدار و استعمار کو توسیع دینے کی یہ مہمیں انھیں آپس میں لڑانے کا سبب نہ بن سکیں۔ اس تقسیم کے بعد سب نے اپنے اپنے طے شدہ حلقہ اثر میں اقتدار کے گھوڑے دوڑانے شروع کردیے۔ صحرائے اعظم اور نائیجریا کا ملک فرانس کے حصے میں آئے۔ جرمنوں نے ۱۸۸۴ء میں جرمن مغربی افریقہ اور چند سال بعد جرمن مشرقی افریقہ (ٹانگا نیکا) میں اپنا اقتدار قائم کرلیا۔ موزنبیق پہلے سے پرتگیزوں کے حصے میں آچکا تھا۔ برطانیہ نے جنوبی افریقہ سے شمال کی طرف آگے بڑھ کر روڈیشیا کی سرزمین پر قبضہ جما لیا۔ جرمن مشرقی افریقہ کے شمال میں یوگنڈا کے ملک میں برطانوی مشرقی افریقہ کی بنیاد رکھ دی۔ جرمن مغربی افریقہ کے شمال میں دریائے کانگو کی وادی بلجیم کے حصے میں آئی جس کے باشندوں کے پاس اس وقت تک کوئی نو آبادی نہ تھی۔ اسی طرح بعض دیگر مقامات پر دول یورپ نے اپنی چھوٹی بڑی نو آبادیاں قائم کرلیں۔ اہل فرنگ کو ہر جگہ تمدن کے اعتبار سے بہت پس ماندہ حبشی قوموں سے واسطہ پڑا۔ ان بیچاروں کی کیا بساط تھی کہ توپ و تفنگ رکھنے والے فرنگیوں کا مقابلہ کرتے۔ انھیں زرخیز زمینوں اور کانوں سے محروم کردیا گیا اور اس حال تک پہنچا دیا گیا کہ وہ ادنیٰ غلاموں کی طرح اپنے گورے آقاؤں کے لیے محنت و مشقت کی زندگی بسر کریں۔ ۱۸۸۰ء تک صرف مراکش، مصر، سوڈان، سمالی لینڈ اور ابے سینیا (حبشہ) کے آزاد ملک باقی رہ گئے جو دول فرنگ نے خفیہ طور پر آپس میں تقسیم کر رکھے تھے۔ مصر کے خدیو ۱۸۴۰ء سے سلطان ترکی کی سیادت سے عملاً آزاد ہو چکے تھے لیکن مصر اور طرابلس کے ملک ابھی تک ترکی مملکت ہی شمار ہوتے تھے۔ ۱۸۸۳ء میں برطانیہ نے انگریزوں کے مصر کی سرزمین سلطان ترکی سے ٹھیکے پر لے لی اور مصر کے خدیو سے یارانہ گانٹھ کر اس ملک میں اپنا اثر و رسوخ قائم کرنے لگے جس میں انھیں بہت نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ صدی کے آخر تک وہ مصر پر عملی حیثیت سے مکمل قبضہ جما چکے تھے۔ سلطان ترکی کی سیادت اور خدیو مصر کی حکومت دونوں برائے نام رہ گئیں۔

سوڈان کا مہدی:

مصر کے خدیو اسماعیل نے ۱۸۸۰ء تک اپنی مملکت کے اندر انگریزوں کو بہت بڑی حد تک دخیل کرلیا تھا۔ مملکت مصر کے عام مسلمان فرنگیوں کے اس دخل و نفوذ سے بہت متاثر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے لگے۔ ۱۸۸۱ء میں سوڈان کے ایک شیخ محمد احمد نامی نے مہدی منتظر ہونے کا دعویٰ کیا اور خدیو مصر اور انگریزوں کے ملے جلے اقتدار کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان کر دیا۔ سوڈان کا یہ مہدی دنجلہ کا باشندہ تھا۔ اس کی سرگرمیوں کو روکنے کے لیے سوڈان کے گورنر جنرل نے خرطوم سے فوج کی دو کمپنیاں شیخ کی گرفتاری کے لیے بھیجی۔ شیخ کے مریدوں نے جو درویش کہلاتے تھے ان کمپنیوں سے جنگ کی اور ان کی تکا بوٹی اڑا دی۔ درویشوں کی سرکوبی کے لیے مزید فوج بھیجی گئی۔ اس کا حشر بھی وہی ہوا جو پہلی دو کمپنیوں کا ہو چکا تھا۔ خدیو کے کارندوں نے تیسرا لشکر بھیجا۔ اسے بھی درویشوں کے ہاتھوں شکست اور تباہی کا سامنا ہوا۔ ۱۸۸۲ء میں مہدی سوڈانی کے درویشوں نے شمال کی طرف پیش قدمی کر کے العید کا محاصرہ کر لیا اور پانچ ماہ کے بعد اس شہر پر قبضہ جما لیا۔ ۱۸۸۳ء میں خدیو مصر نے ایک انگریزی فوجی افسر ہکس پاشا کی سرکردگی میں ایک بھاری فوج بھیجی جو درویشوں کے مقابلے میں چند منٹ بھی نہ ٹھہر سکی۔ اس کے بعد مصری اور انگریزی فوجوں نے سوڈان کے درویشوں کے ساتھ مسلسل جنگ شروع کر دی۔ ۱۸۸۵ء تک متعدد بار مختلف حصوں میں فوج کشی کی گئی لیکن یہ سب مہمیں ناکام رہیں۔ دریائے نیل کی تیسری آبشار تک سوڈان کے ملک پر درویش قابض ہو گئے۔ مصری اور انگریزی فوجیں حافہ کی سرحد پر دفاعی مورچے قائم کرنے پر مجبور ہو گئیں۔ ۱۸۸۲ء، ۱۸۸۹ء اور ۱۸۹۱ء میں مصری اور انگریزی فوجوں نے سوڈان کے درویشوں کے ساتھ طاقت آزمائی کی لیکن یہ تمام مہمیں بھی ناکام رہ گئیں۔ ۱۸۹۰ء میں خدیو مصر نے ایک انگریز فوج افسر کچنر کو مصری افواج کا سردار اور سپہ سالار بنایا۔ جس نے سوڈان کی مہم کو سر کرنے کے لیے تیاریاں شروع کیں۔ کچنر ۱۸۹۷ء تک جنگ کی پوری تیاری کر چکا تھا۔ اس نے برطانیہ کلاں سے تازہ دم انگریزی فوجیں منگوائیں۔ مصری فوج کو از سر نو منظم کیا۔ سوڈان کی سرحد تک ریلوے لائن بچھائی اور دریائے نیل میں جنگی جہازوں کا بیڑا لے آیا۔ فوجوں کی آمد و رفت اور سامان کے حمل و نقل کے یہ انتظامات مکمل کر لینے کے بعد کچنر نے ۱۸۹۸ء میں سوڈان پر چڑھائی کی۔ کچنر کی انگریزی فوجیں تازہ جنگی ایجاد میکسم مشین گن سے بھی مسلح تھیں۔ درویشوں کے ایک لشکر نے اپنی سرحد پر کچنر کی فوجوں کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ جنگی جہازوں نے دریائے نیل کی راہ سے آگے بڑھ کر درویشوں کے قلعوں پر توپوں سے گولہ باری کی اور کچنر کی فوج دریا کے ساتھ ساتھ ڈیرے ڈالتی ہوئی درویشوں کے صدر مقام اومد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رمان کے قریب پہنچ گئی۔ سوڈان کا مہدی فوت ہو چکا تھا۔ اس کی جگہ اس کا خلیفہ درویشوں کا امیر اور شیخ تھا۔ درویشوں نے اپنے خلیفہ کی سرکردگی میں اومدرمان کے قریب مصری اور انگریزی فوجوں کے ساتھ گھمسان کی لڑائی لڑی۔ میدان مصریوں اور انگریزوں کے ہاتھ رہا۔ درویشوں نے شکست کھائی۔ خلیفہ روپوش ہوگیا۔ کچنر نے اومدرمان اور خرطوم پر قبضہ کرلیا اور مہدی سوڈانی کے مقبرہ کو نہ صرف مسمار کرا دیا بلکہ اس درویش کی ہڈیاں قبر کھود کر نکلوائیں اور دریا میں پھنکوا دیں جس کے پیرو اٹھارہ بیس سال سے سوڈان میں انگریزی استعمال کے نفوذ کی راہ روکے کھڑے تھے۔

ایری ٹیریا اور سمالی لینڈ :

سرزمین افریقہ کی تقسیم خفیہ مفاہمت میں جو ۱۸۵۰ء کے بعد بدول یورپ کے درمیان ہوئی، بحریہ قلزم کے مغربی ساحل پر ایری ٹیریا کا علاقہ اور سمالی لینڈ کا ایک ٹکڑا اٹلی کے حصے میں آئے تھے۔ چناں چہ اٹلی والوں نے اپنے استعماری مشن ۱۸۵۹ء سے ان ملکوں میں بھیجنے شروع کر دیے جنھوں نے تدریجی نفوذ حاصل کر کے ان اقطاع میں اپنا اثر و اقتدار قائم کرلیا۔ اٹلی والوں کی ہوس استعمار نے اس پر اکتفا نہ کرتے ہوئے ۱۸۹۵ء میں حبشہ کے ملک پر چڑھائی کردی۔ ایری ٹیریا سے حبشہ کے شمالی حصے پر ساڑھے چودہ ہزار کا لشکر جرار لے کر فوج کشی کی۔ اوڈووا کے مقام پر گھمسان کی لڑائی ہوئی اور اہل حبشہ نے اٹلی والوں کو شکست دی۔ چار ہزار اطالوی مقتول ہوئے اور دو ہزار قیدی بنا لیے گئے۔ باقی ایری ٹیریا کی طرف پسپا ہوگئے۔ اٹلی والوں کو چالیس سال تک پھر حبشہ کی طرف رخ کرنے کا حوصلہ نہ ہوسکا۔ حبشہ میں ڈھائی ہزار سال کا ایک پرانا شاہی خاندان حکومت کر رہا تھا۔ اس شاہی خاندان نے تیسری صدی مسیحی میں دین عیسائیت قبول کرلیا تھا۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے ابتدائی پیروؤں نے مکہ کے بت پرستوں کے مظالم سے تنگ آکر اسی ملک کے بادشاہ کے ہاں پناہ لی تھی جو نجاشی کہلاتا تھا۔ حبشہ کا حکمران خاندان اپنے کو حضرت سلیمانؑ اور حبشہ کی ملکہ بلقیس کی اولاد ظاہر کرتا ہے۔

سمالی لینڈ کے حصوں بخروں میں برطانیہ، فرانس اور حبشہ بھی شریک تھے۔ ان ملکوں کے استعمار پیشہ لوگوں نے بھی اپنے اپنے حلقہ اثر میں تدبیر کے گھوڑے دوڑانے شروع کر دیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ۱۸۷۴ء میں مصر کے خدیو اسماعیل پاشا نے ترکی کے سلطان سے مساواہ کی بندرگاہ خرید لی اور سامی لینڈ کے شمالی ساحل پر بھی اپنا اقتدار قائم کرلیا۔ انگریزوں نے خدیو کے اس حق سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا کیوں کہ وہ مصر کی ساری مملکت کو اپنے زیر اثر لانے کی تدبیریں سوچ رہے تھے۔ ۱۸۸۴ء میں سوڈان میں درویشوں کا اقتدار قائم ہو جانے کے باعث مصری حکومت نے سامی لینڈ کا یہ حصہ چھوڑ دیا اور ایک انگریز افسر عدن سے پولیس کی جمعیت لے کر بربرہ پہنچ گیا۔ بربرہ میں بیٹھ کر انگریزوں نے سامی لینڈ کے قبائل میں اپنے اثر و نفوذ کا جال پھیلانا شروع کردیا۔ ۱۸۹۵ء میں ایک سامی شیخ حاجی محمد بن عبداللہ حسن جو مکہ کے ایک شیخ طریقت سے خرقہ خلافت لے کر آیا تھا سامیوں کو اپنے سلسلے میں بیعت کرنے لگا۔ ۱۸۹۹ء میں بربرہ کے برطانوی قونصل نے شیخ حاجی محمد کو خط لکھا کہ تمھارا ایک درویش بربرہ کے ایک انگریز کی بندوق چرا کر لے گیا ہے وہ واپس کردیجیے۔ شیخ نے جواب لکھا کہ ہم نے تمھاری کوئی بندوق نہیں چرائی۔ ہمارا تمھارا کوئی واسطہ نہیں اپنا کام کرو اور ہمارے ساتھ تعرض نہ کرو۔ بربرہ کے برطانوی حکام نے اس پر شیخ کو باغی قرار دے دیا اور محمد سامی نے برطانوی اقتدار کے خلاف جہاد کا علم بلند کردیا۔ سامی لینڈ کا یہ شیخ متواتر بیس اکیس سال اپنے درویشوں کی جمعیت لے کر انگریزوں سے لڑتا رہا۔ جس کا حال اگلے باب میں بیان کیا جائے گا۔

وسط ایشیا میں روس کا نفوذ:

سائبیریا میں روسیوں کے دخل و نفوذ کا حال ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اٹھارھویں صدی مسیحی میں روسیوں کی حکمت عملی یہ تھی کہ سائبیریا کے وسیع میدانوں میں مشرق کی طرف پھیلتے جائیں لیکن وسط ایشیا کے جنگ جو قبیلوں سے جو ترکوں اور مغلوں کی نسل سے تھے کسی قسم کا تعرض نہ کریں لیکن اٹھارویں صدی مسیحی کے آغاز میں خیوا کے خان نے جس کی مملکت بحیرہ خزر کے مشرقی ساحل تک پھیلی ہوئی تھی بخارا کے خان سے تنگ آکر پیٹر اعظم زار روس کو چٹھیاں لکھیں اور امداد کی درخواست کی۔ پیٹر اعظم نے ۱۷۱۵ میں ایک سپاہ بھیجی لیکن خیوا کا پرانا خان مرچکا تھا اس کے بیٹے نے اس فوج کی آمد کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا اور اس پر حملہ کرکے اس کا خاتمہ کردیا۔ ۱۷۳۴ء میں کرغیز کے مغربی اردو نے مشرقی اردو کے حملوں سے تنگ آکر زار روس سے پناہ طلب کی اور روسی سپاہ کو اوسک اور اورن برگ میں چھاؤنیاں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈالنے کا بہانہ مل گیا۔ ۱۸۰۳ء میں بحیرہ خزر کے ایک شمال مشرقی جزیرہ نما مانجی شلیک کے قبائل نے جو خان خیوا کی رعایا تھے زار روس کی اطاعت قبول کرلی۔ ۱۸۲۲ء تک کرغیز کے قبائل کا سارا علاقہ روسی مملکت میں شامل کرلیا گیا۔ ۱۸۳۱ء میں زار روس نے خیوا کے خان کے خلاف ایک فوجی مہم بھیجی جس کا بہت سا حصہ سردی سے تباہ ہوگیا لیکن خیوا کے خان نے ۱۸۴۲ء میں روسیوں سے صلح کرلی۔ اس وقت زار روس کی حکومت وسط ایشیا میں روسی استعمار کو توسیع دینے کی مہم پورے زور سے شروع کرچکی تھی بلکہ روسیوں اور انگریزوں کے درمیان وسط ایشیا کے ملکوں پر ایک دوسرے سے پہلے قبضہ جمانے کے لیے باقاعدہ دوڑ شروع ہوگئی تھی۔ انگریز پنجاب کو بیچ میں چھوڑ کر افغانستان پر چڑھ دوڑے تھے۔ انھوں نے کابل پر قبضہ کرکے ہرات تک اپنی چوکیاں قائم کرلی تھیں۔ ۱۸۵۳ء میں روسیوں نے سیر دریا (سیحوں) کے دہانے پر جو جھیل ارال میں گرتا ہے ایک قلعہ سر کیا اور قوقند کی ولایت میں نفوذ حاصل کرنے کی راہ کھول لی۔ ۱۸۶۵ء تک انھوں نے قوقند کو فتح کرکے اس کے صدر مقام تاشقند پر قبضہ جما لیا۔ اس کے بعد بخارا کے امیر مظفر الدین سے جنگیں شروع ہوئیں جس کی امداد پر قوقند اور خیوا کے خان بھی آمادہ ہوگئے تھے۔ ۱۸۶۶ء میں خجند کے مقام پر گھمسان کا رن پڑا جس میں روسی فوج فتح یاب ہوئی۔ روسیوں نے وادی زر افشاں پر قبضہ کرلیا جس میں سمرقند کا مشہور شہر واقع ہے۔ اس طرح روسی ترکستان کی نئی مملکت ظہور میں آگئی۔ ۱۸۶۸ء میں روسیوں نے بخارا کے امیر مظفر الدین کو ایک اور شکست دی۔ ۱۸۷۰ء سے ۱۸۷۳ء تک خیوا کے خان سے جنگ کی۔ خان خیوا نے روسیوں کی اطاعت قبول کرلی۔ ۱۸۷۵ء میں روسیوں نے قوقند کے خان خدا یار سے لڑ کر اس کے ملک کو روسی ترکستان میں شامل کرلیا۔ ایک روحانی بزرگ حضرت ایشان محمد علی خلیفہ نے مہدی منتظر ہونے کا دعویٰ کیا اور روسیوں کے اقتدار کا جوا اتارنے کے لیے جہاد کا اعلان کردیا۔ بہت خوں ریزی ہوئی لیکن حضرت ایشان کی تحریک جلد ہی دبا دی گئی۔

۱۸۷۷ء میں روسیوں نے ترکمانوں کے ملک پر چڑھائی کی جو ایران کی شمالی سرحد کے ساتھ ساتھ بحیرہ خزر سے خیوا کے خان کی مملکت تک پھیلا ہوا ہے۔ ترکمان آزاد قبائل کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کا کام ترکستان کی بنجر سرزمین میں رہنے اور ایران اور خیوا کے آباد علاقوں پر ڈاکے ڈالنے کے سوا اور کچھ نہ تھا لیکن یہ لوگ بڑے بہادر، بڑے شریف اور بڑے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہمان نواز تھے۔ ترکمانوں کے خلاف روسیوں کی یہ پہلی مہم ناکام رہی کیوں کہ اسی سال روس اور ترکی کے درمیان جنگ چھڑ گئی تھی۔ ۱۸۸۰ء میں روسیوں نے ریلوے لائن بچھا کر ترکمانوں کے خلاف تازہ مہم شروع کی۔ روسی جرنیل اب کے مٹی کے تیل والے توپ کے گولے لے کر آئے تھے تاکہ ان کی مدد سے ترکمانوں کے خیموں اور جھونپڑوں کو آسانی سے آگ لگائی جاسکے۔ ترکمانوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن دو سال کے عرصے میں وہ زار روس کی اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہوگئے۔ ۱۸۸۴ء تک روسی سیاست کے نفوذ کی بدولت مرو تک کے علاقے کے ترکمان سرداروں نے اطاعت قبول کرلی۔ روسی اثر کو بڑھانے میں ایک ترکمان سردار نور ویردی خان کی بیوی گل جمال نے بہت حصہ لیا۔ جس کا شوہر مرتے دم تک روسیوں کا مقابلہ کرتا رہا تھا۔ ۱۸۸۵ء میں پنجدہ پر روسیوں اور افغانوں کے درمیان جنگ ہوئی جس میں انگریزی فوج نے جو افغانوں کی مدد کے لیے آئی تھی حصہ نہ لیا۔ اس جنگ کے بعد روسی برطانوی کمیشن نے افغانستان اور روس کے درمیان حد بندی کرادی اور پنجدہ کا علاقہ روسیوں کے حوالے کردیا گیا۔ ۱۸۹۵ء میں روس اور برطانیہ کے کمیشنوں میں پامیر کی سطح مرتفع پر اکٹھے ہوکر ہندوستان کی برطانوی قلم رو اور وسط ایشیا کی روسی مملکت کے درمیان حد بندی کرلی۔

افغانستان پر انگریزوں کی یلغاریں:

انیسویں صدی مسیحی کے آغاز تک کابل کے ابدالی سلطنت کے استحکام میں افغان سرداروں کی باہمی رقابتوں اور جنگوں کے باعث ضعف کے آثار نمودار ہونے لگے۔ یہ سلطنت پچھلی صدی کے وسط سے افغانستان، افغانی ترکستان، کشمیر، پنجاب، سندھ اور بلوچستان پر مشتمل تھی جن کا انتظام شاہ افغانستان کے مامور کیے ہوئے حاکم کرتے تھے۔ یہ حاکم عام طور پر شاہی خاندان کے افراد ہوتے تھے جو بسا اوقات خود مختار اور مطلق العنان بادشاہوں کی طرح حکومتی اقتدار قائم کرنے کی طرف مائل ہو جاتے تھے۔ ان کے نیچے ہر جگہ مقامی سردار اور امرا اپنی اپنی جاگیروں کا انتظام کرتے تھے۔ وسط ایشیا کی یہ بہادر، غیور اور جنگ جو قوم افغان اپنے زمانے کی علمی اور فنی ترقیوں سے بے خبر تھی۔ ان جھگڑوں کے باعث جو تخت کابل کے دعوے داروں میں وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہے، پنجاب کی سرزمین پر ان کی انتظامی گرفت نرم پڑگئی اور پنجاب کی ایک نوخیز بہادر اور جنگ جو قوم سکھ کے قبائلی سرداروں نے طاقت پکڑنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شروع کر دی جنھیں احمد شاہ ابدالی کی یلغاروں نے کچھ عرصہ کے لیے امن پسند رہنے کا سبق سکھایا تھا۔ یہ سکھ سردار برائے نام کابل کے بادشاہ کی اطاعت کا دم بھرتے تھے۔ ان سے جاگیریں حاصل کر کے پنجاب کے اقطاع پر اپنا اقتدار قائم کر رہے تھے۔ ۱۸۰۲ء میں سکھ گردی کے ایک دور اندیش اور باتدبیر لیڈر رنجیت سنگھ کو مہاراجہ بنا کر پنجاب کی سرزمین میں ایک آزاد مملکت قائم کر لی۔ جنوبی پنجاب میں دریائے ستلج تک کی سکھ جاگیرداریاں انگریزوں کے زیر اثر آ چکی تھیں۔ سندھ، بلوچستان، پنجاب اور کشمیر کو چھوڑ کر باقی سارے ہندوستان پر انگریزی اقتدار عملاً مسلط ہو چکا تھا۔ اگرچہ انگریزوں نے دہلی کے مغل شہنشاہ سے تعرض نہ کیا تھا جس کی سلطنت دہلی اور اس کے نواحی دیہات تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ مغل شہنشاہ کی حیثیت ان راجوں اور نوابوں سے بھی کمتر تھی جو انگریزی اقتدار کا جوا قبول کر کے وسیع ریاستوں پر حکمرانی کر رہے تھے۔

افغانوں کے قبائلی سرداروں کے جس جرگے نے ۱۷۴۷ء میں بمقام قندھار جمع ہو کر احمد شاہ ابدالی کو افغانستان کا بادشاہ منتخب کیا تھا اسی جرگے نے یہ فیصلہ بھی کر دیا تھا کہ درانی قوم کے دوسرے طاقت ور قبیلہ بارک زئی کے سردار افغانی حکومت میں وزیر بنا کریں گے۔ انیسویں صدی مسیحی کے آغاز تک ابدالی کے وارثوں کے درمیان تخت کے لیے جو جھگڑے وقتاً فوقتاً کھڑے ہوتے رہے اور جیسی جیسی سازشوں کا بازار گرم رہا اس کے باعث بارک زئی خاندان احمد شاہ ابدالی کے پوتے زمان شاہ کا معتوب بن گیا۔ جس نے اس قبیلہ کے بہت سے سرداروں کو قتل کرا دیا۔ کچھ سردار ترکستان اور ہندوستان کی طرف بھاگ گئے لیکن اس واقعہ کے باعث افغانستان کا ملک خانہ جنگی اور بدامنی کی آماجگاہ بن گیا۔ ۱۸۲۶ء میں بارک زئی قبیلہ کے سرداروں نے زور پکڑ کر زمان شاہ کے پوتے شاہ شجاع کو افغانستان سے نکال دیا اور اس کی جگہ اپنی قوم کے ایک سردار دوست محمد خان کو امیر بنا لیا۔ شاہ شجاع کابل سے بھاگ کر لاہور میں رنجیت سنگھ کے پاس آیا۔ وہاں سے اسے ہندوستان کے نئے حکمرانوں یعنی انگریزوں نے اپنے پاس بلا لیا۔ مقصد یہ تھا کہ ضرورت پڑے تو انگریزی اقتدار کو وسط ایشیا کے ملکوں میں بڑھانے کے لیے اس مہرے کو استعمال کیا جا سکے۔

اسی زمانے میں زاران روس کی حکومت اپنے اقتدار کو وسط ایشیا کے ملکوں میں توسیع دینے کی پالیسی پر بڑی سرگرمی سے عمل پیرا تھی۔ ترکستانات میں روس کی فارورڈ (آگے بڑھنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی) پالیسی بہت کام یاب ہو رہی تھی۔ انگریز توسیع اقتدار کی اس دوڑ میں روس پر بازی لے جانے کے خواہش مند تھے۔ ہندوستان کی وسیع مملکت میں ان کی فارورڈ پالیسی بہت اچھے آثار پیدا کر چکی تھی۔ اس پالیسی کے پیش نظر ہندوستان کے انگریز حکمرانوں نے امیر دوست محمد خان کے دربار میں ایک سفارت بھیجی۔ اس سفارت کو اپنے استعماری مقاصد کی داغ بیل ڈالنے میں ناکامی ہوئی۔ شطرنج کا مہرہ انگریزوں کے ہاتھ میں تھا۔ اس لیے ۱۸۳۹ء میں انھوں نے سندھ اور بلوچستان کی راہ سے افغانستان پر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کرلیا مقصد یہ ظاہر کیا گیا کہ انگریز تخت کابل کے جائز وارث شاہ شجاع کو اس کا حق دلانے کے آرزو مند ہیں۔

افغان اس مہم کے لیے تیار نہ تھے۔ یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی تھی کہ انگریز اس قسم کا کوئی اقدام کریں گے۔ سندھ کے مقامی امیروں نے جو تخت کابل کے زیر اثر تھے انگریزی فوجوں کو آگے بڑھنے سے روکنے کی کوشش کی۔ کوئٹہ، قندھار، قلات اور غزنی کی افغانی سپاہ بھی جو محض داخلی امن کے قیام کے لیے ان مقامات میں رہتی تھی خوب لڑی۔ عام افغان یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ انگریزی فوجیں کابل پہنچ گئیں۔ امیر دوست محمد خان ترکستان کی طرف پیچھے ہٹ گیا۔ انگریزوں نے شاہ شجاع کو افغانستان کا بادشاہ بنا دیا اور ان کی فوجوں نے امن قائم رکھنے اور شاہ شطرنج کی حفاظت کرنے کے بہانے سے نہ صرف کابل کے نزدیک بالا حصار میں چھاؤنی ڈال لی بلکہ اپنی فوجوں کو قندھار، غزنی، جلال آباد، چاریکار، کوہ دامن، بلخ اور ہرات تک پھیلا دیا اور شاہ شجاع کے پردے میں افغانوں پر حکومت کرنے کا تجربہ کرنے لگے۔ عام افغان یہ سمجھتے تھے کہ انگریز شاہ شجاع کو بادشاہ بنا کر واپس چلے جائیں گے لیکن انھوں نے ملک کے اندر چاروں طرف اپنے پاؤں جمانے شروع کر دیے۔ افغانوں کی آنکھیں کھلنے لگیں ان کی قومی حس بیدار ہوئی اور ۱۸۴۱ء میں انھوں نے بالا حصار کی انگریزی چھاؤنی کے علی الرغم کابل میں قیام کر کے شاہ شجاع کو قتل کر دیا۔ امیر دوست محمد خان اس اثنا میں اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر چکا تھا جسے وہ کلکتے لے گئے تھے۔ امیر کے بڑے بیٹے محمد اکبر خان نے کابل پر قبضہ کر کے انگریزی سفیر اور انگریزی فوج کے کمانڈر کو بالا حصار سے بلایا اور ان سے کہہ دیا کہ جلد سے جلد ملک خالی کر دو اور میرے باپ دوست محمد خان کو واپس دے دو۔ انگریز سفیر اور انگریز کمانڈر نے محمد اکبر خان سے ملک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تخلیہ کے متعلق شرطیں طے کیں جو یہ تھیں کہ چند انگریز افسر بہ طور یرغمال کابل میں رکھے جائیں گے۔ انگریزی فوجیں افغانستان سے نکل جائیں گی۔ افغان ان سے ہتھیار لے لیں گے اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہیں کریں گے۔ کابل کی انگریزی فوج جگدلک تک پہنچنے سے پہلے جلال آباد کا انگریز کمانڈر جنرل سیل اپنی فوجوں کو لے کر وہاں سے رخصت ہو جائے گا۔ کابل چھاؤنی کے انگریزی کمانڈر نے ان شرائط کی اطلاع جنرل سیل کو بھیج دی لیکن جنرل سیل نے بہ طور خود یا ہندوستان کے اعلیٰ حکام کی ہدایت پر جلال آباد میں ٹھہرنے اور کابل سے آنے والی فوجوں کا انتظار کرنے کا فیصلہ کرلیا جب اکبر خان کو یہ اطلاع پہنچی کہ جلال آباد کا انگریز کمانڈر طے شدہ شرائط سے منحرف ہوگیا ہے اور اس امر کا اندیشہ ہے کہ دونوں فوجیں مل کر کابل پر چڑھائی کریں گی تو اس نے جگدلک کے دورے میں کابل سے آنے والی انگریزی فوجوں کو گھیر لیا۔ افغانوں نے اس جم غفیر کا قتل عام کردیا جس کی تعداد سولہ سترہ ہزار سے زائد نہ تھی۔ صرف برائیڈن نامی ایک انگریز ڈاکٹر کو زندہ چھوڑ دیا گیا تاکہ وہ جلال آباد پہنچ کر جنرل سیل کو آگاہ کردے کہ افغان وعدہ شکنوں کو اس طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ اس واقعہ نے ہندوستان کے انگریز حکام کو بہت افروختہ کر دیا۔ چناں چہ ۱۸۴۲ء میں انگریزی فوجوں نے درہ خیبر اور درہ بولان کی راہ سے افغانستان پر چڑھائی کی۔ یہ انتقامی مہم تھی اس لیے انگریزوں نے بلا دھڑک بستیوں کو جلایا اور کابل پہنچ کر کابل کو نذر آتش کردیا۔ افغانوں نے اس یلغار کو روکنے کی کوئی خاص کوشش نہ کی۔ وہ اپنی قومی عادت کے مطابق ضرب کاری لگانے کے لیے مناسب موقع کے انتظار میں رہے۔ انگریزی فوجیں کابل کو نذر آتش کرنے کے بعد جس راہ سے گئی تھیں اسی راہ سے واپس آگئیں کیوں کہ اس وقت تک انگریز اچھی طرح جان چکے تھے کہ افغانوں کے ملک میں فوجی طاقت کے بل بوتے پر حاکم بن کر ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں۔ کابل میں انگریزی فوجوں کے قیام کے دوران میں افغانوں اور انگریزوں میں جو معاہدہ طے ہوا اس کی موٹی موٹی شرطیں یہ تھیں کہ انگریز امیر دوست محمد خان کو چھوڑ دیں گے اور افغان ان انگریزوں کو رہا کردیں گے جو یرغمال کے طور پر انھوں نے روک رکھے تھے۔ ان میں ایک انگریز خاتون لیڈی سیل بھی تھی جس کی خدمات کی تعریف میں ایک انگریز مورخ آج تک رطب اللسان ہیں یہ لیڈی سیل ہی کے اثر و رسوخ کا نتیجہ تھا کہ متذکرہ صدر صلح نامہ طے ہوا اور انگریزی فوجیں کابل کو نذر آتش کرکے سلامتی کے ساتھ واپس ہندوستان پہنچ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئیں۔

ہندوستان کے انگریز حکمرانوں نے افغانستان پر دوسری فوجی مہم ۱۸۷۶ء میں بھیجی جب کہ وہاں امیر دوست محمد خان کا بیٹا امیر شیر علی خان فرماں روا تھا۔ اس مہم کی وجہ یہ تھی کہ امیر شیر علی خان ترکستانات کے روسی حکمرانوں کے ساتھ سیاسی روابط قائم کرنے کی طرف مائل تھا اور یہ بات انگریزوں کو گوارا نہ تھی جو اس وقت تک برما سے لے کر درۂ خیبر تک اور کشمیر سے لے کر راس کماری تک سارے ہندوستان پر قابض ہو چکے تھے۔ حملے کا فوری بہانہ یہ تھا کہ افغانوں نے کابل میں انگریزی سفیر کو قتل کر دیا تھا۔ امیر شیر علی خان اسی سال فوت ہو گیا اور اس کے بیٹوں امیر محمد یعقوب خان اور سردار محمد ایوب خان سپہ سالار افواج کو انگریزوں سے نبٹنا پڑا۔ سردار محمد ایوب خان نے قندھار کے قریب میوند کے مقام پر انگریزی فوج کو شکست دی جو کوئٹہ اور چمن کی راہ سے آگے بڑھی تھی لیکن درہ خیبر کی راہ سے حملہ کرنے والی انگریزی فوجیں گنڈمک کے مقام تک بڑھ گئیں جہاں امیر محمد یعقوب خان نے اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ سردار محمد ایوب خان ایران چلا گیا اور چند سال کے بعد اس نے بھی انگریزوں کی مہمان نوازی قبول کر لی اور دونوں بھائی ہندوستان میں رہنے لگے۔ ادھر افغانستان میں امیر شیر علی خان کے بڑے بھائی افضل خان کا بیٹا عبدالرحمٰن خان جو سولہ سال سے بخارا میں مقیم تھا شمال کی طرف سے افغانستان کے افق پر نمودار ہوا اور تخت کابل کو خالی پا کر ۱۸۸۰ء میں وہاں کا امیر بن گیا۔ امیر عبدالرحمٰن نے ہندوستان کی انگریزی حکومت سے دوستانہ روابط قائم کیے۔ اس امیر کے ساتھ انگریزوں نے افغانستان کی حد بندی کا معاملہ طے کیا۔ خط ڈیورینڈ ہندوستان اور افغانستان کی نئی حد مقرر ہوا جس کے مطابق شمال مغربی سرحدی صوبہ کے آزاد قبائل کی سرزمین اور بلوچستان کا ملک انگریزی مملکت کا جزو شمار ہونے لگا۔ انیسویں صدی مسیحی کے آخر تک امیر عبدالرحمٰن خان افغانوں پر سخت ہاتھ سے حکومت کر رہا تھا اور برطانیہ کے سرکاری کاغذات میں اسے ہز ہائی نس یعنی نواب زیر حمایت لکھا جاتا تھا۔ امیر عبدالرحمٰن انگریزوں سے وظیفہ لیتا تھا اور اس شرط کا پابند تھا کہ وہ برطانوی حکومت کی اجازت کے بغیر کسی دوسری سلطنت سے سیاسی روابط قائم نہیں کرے گا۔ گویا ۱۸۸۰ء سے انگریزوں کی ہندوستانی قلم رو کا نفوذ شمال مغرب میں دریائے جیحوں کے جنوبی کنارے تک پہنچ چکا تھا۔ ۱۹۰۱ء میں امیر عبدالرحمٰن خان کے جانشین امیر حبیب اللہ خان نے اگرچہ ہز میجسٹی کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہی لقب اختیار کرلیا لیکن افغانستان کی خارجہ پالیسی بدستور بکی رہی۔

ہندوستان پر انگریزی اقتدار:

انیسویں صدی مسیحی کے آغاز میں ہندوستان کا بیش تر حصہ براہ راست برطانیہ کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضے میں آچکا تھا اور بعض اقطاع کے نواب اور راجے برضا و رغبت انگریزی اقتدار کی سیادت قبول کرچکے تھے۔ بنگال، بہار، اڑیسہ، شمالی سرکار، گنتور، تنجور اور ملیبار کے صوبے انگریزی عمل داری میں شامل ہوچکے تھے۔ ۱۸۰۰ء میں انگریزوں نے میسور کے اضلاع نظام دکن سے انعام کے طور پر حاصل کرلیے۔ ۱۸۰۱ء میں نواب کرناٹک پر دباؤ ڈال کر اس کی جاگیر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ نیز اودھ کے وزیر پر دباؤ ڈال کر گورکھ پور اور بریلی کے اضلاع ہتھیا لیے۔ ۱۸۰۲ء میں مرہٹوں کے پیش وا سے جنگ کرکے بندھیل کھنڈ کی سرزمین پر قبضہ جمایا۔ کٹک اور بلاسور برار کے راجہ سے حاصل کیے۔ ۱۸۰۳ء میں گوالیار کے مرہٹہ راجا سندھیا سے لڑ کر دہلی کی ولایت کو اپنی پناہ میں لے لیا اور اس طرح دہلی کا مغل شہنشاہ جو پہلے مہاراجہ سندھیا کے زیر حمایت زندگی بسر کر رہا تھا انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کی پناہ میں آگیا۔ ۱۸۰۵ء میں گائیکواڑ کے مرہٹہ راجا سے جنگ کی اور اس سے گجرات کاٹھیا واڑ کے بعض حصے ہتھیا لیے۔ ۱۸۱۸ء میں مرہٹہ راجا ہلکر سے لڑ کر کاندیش وغیرہ کا علاقہ حاصل کیا۔ اجمیر مہاراجہ سندھیا سے اور پونا اور مہاراشٹر کے علاقے مرہٹہ پیش وا سے لے لیے۔ اسی سال دریائے نربدا پر کے بعض اضلاع برار کے راجے سے حاصل کیے۔ ۱۸۳۶ء میں انگریزوں کی توسیع اقتدار کی مہم نے بھرت پور کا قلعہ وہاں کے جاٹ راجہ سے جیتا جسے اہل ہند ناقابل تسخیر خیال کرتے تھے اور مشرق میں آوا کے مہاراجہ سے لڑائی چھیڑ کر آسام، اراکان اور تناسرم کے ملک حاصل کیے۔ ۱۸۳۴ء کورگ کی ریاست انگریزی قلم رو میں شامل کرلی گئی۔ ۱۸۳۹ء میں افغانستان کی تسخیر کے لیے مہم بھیجی جس کا حال ہم پچھلی فصل میں بیان کر آئے ہیں۔ ۱۸۴۳ء میں انگریزوں نے امیران سندھ سے اس بات کا انتقام لیا کہ انھوں نے کابل کی مہم کے راہ میں روڑے اٹکائے تھے۔ ان کے خلاف تعزیری مہم بھیجی گئی جس نے امیران سندھ کے اقتدار کا خاتمہ کرکے سندھ کو ہندوستان کی برطانوی مملکت میں شامل کردیا۔ افغان اپنے حلیفوں یعنی سندھ کے امیروں کو کسی قسم کی امداد دینے سے قاصر رہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے۔

۱۸۴۶ء میں انگریزوں کی فارورڈ پالیسی نے پنجاب کی سرزمین کو تا کا جہاں مہاراجہ رنجیت سنگھ ایسے دانشمند حکمران کی وفات کے بعد بدنظمی پھیل رہی تھی اور سکھ سردار اور فوجی افسر طرح طرح کی سازشوں کا شکار ہو رہے تھے۔ ۱۸۴۶ء میں ضلع لدھیانہ اور ضلع فیروز پور کے مقامات علی وال، مدکی، پھیرو اور سبراؤں میں انگریزی اور خالصہ لشکر کے درمیان لڑائیاں ہوئیں جن میں سکھوں نے شکستیں کھائیں۔ انگریزی فوجیں آگے بڑھ کر لاہور پر قابض ہوگئیں۔ ۱۸۴۹ء میں سکھوں نے جیلیانوالا ضلع گجرات میں پنجاب کی سرزمین انگریزوں کے ہاتھ سے چھڑانے کے لیے آخری جنگ کی اور اس میں بھی شکست کھائی۔ سکھوں کے اقتدار کا ستارہ غروب ہوگیا۔ ان کے جنگ جو سردار مارے گئے۔ باقیوں نے انگریزوں کی اطاعت قبول کرلی۔ سکھ جلد ہی اپنے راج کے نقصان کو بھول کر انگریزی فوج میں بھرتی ہونے لگے اور انگریزوں کی ہندوستانی افواج کا اہم عنصر شمار ہونے لگے۔ سرکار انگریزی کے لیے ان کی جنگی خدمات کا ریکارڈ بہت شاندار ہے۔ یہی حال پنجاب کے مسلمانوں کا ہوا جنھوں نے سکھ گردی سے تنگ آچکنے کے باعث انگریزوں کے اقتدار کو خوش آمدید کہا۔ پنجابی مسلمان بھی سکھوں کی طرح انگریزوں کی ہندوستانی افواج کا بہت اہم عنصر تھے اور بڑے شوق سے بھرتی ہوتے رہے۔ اہل پنجاب کی یہ خاصیت یعنی فاتحین کی جنگی خدمات وفاداری سے بجا لانے کی خصوصیت تاریخی ریکارڈ میں پہلے بھی کئی مرتبہ ثبت ہوچکی ہے۔ پرانے ریکارڈ ظاہر کرتے ہیں کہ چوتھی صدی قبل مسیح میں جب ایران کے شہنشاہ زرکسیز نے یونان پر چڑھائی کی تھی تو اس کے لشکر میں پنجابیوں کی پلٹنیں بھی شامل تھیں۔ ازاں بعد سکندر اعظم نے بھی انھیں اپنے لشکر میں بھرتی کیا اور سلطان محمود غزنوی کے عہد کے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰۰۱ء کے پہلے حملے کے چند سال بعد جب محمود کو ترکستان کی طرف لشکر بھیجنا پڑا تو اس میں پنجابی سپاہ بھی شامل تھی۔

اہل ہند کی جنگ آزادی:

۱۸۵۶ء میں انگریز حکمرانوں نے اودھ کی مملکت کو برطانوی مقبوضات میں شامل کرلیا جو ایک سو سال سے حیدر آباد دکن کی طرح ایک خود مختار ریاست چلی آرہی تھی۔ ۱۸۵۷ء کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آغاز میں انگریزوں نے ہندوستان سے ایک فوجی مہم بحری راستے سے ایران کی سرزمین کو سر کرنے کے لیے بھیجی جس نے بوشہر پر قبضہ کرلیا۔ ادھر برطانیہ کی ہندوستانی فوجوں میں بد دلی پھیل رہی تھی اور سرکشی کا مواد پک رہا تھا جو گرمی کے موسم میں پھوٹ پڑا۔ سب سے پہلے میرٹھ کی چھاؤنی سے ہندوستانی سپاہیوں نے سر اٹھایا اور انگریز فوجوں سے لڑ کر انھیں قلعے میں محصور ہونے پر مجبور کردیا۔ اس کے بعد یہ سپاہی دہلی کی طرف چل کھڑے ہوئے جہاں انھوں نے ابو ظفر محمد بہادر شاہ کو سلامی دی۔ بریلی، فتح گڑھ، الہ آباد، لکھنؤ اور وسط ہند کی دوسری چھاؤنیوں میں بھی ہندوستانی فوجیں بگڑ گئیں۔ انگریزوں کی گوری فوجیں جا بہ جا محصور ہوگئیں۔ انگریز حکام کو ایران کی مہم واپس بلانی پڑی۔ اس کے علاوہ انھوں نے چین سے اپنا جنگی بیڑا بھی منگوا لیا۔ دہلی، صوبہ جات آگرہ و اودھ اور وسط ہند کی چھاؤنیاں اس تحریک سے زیادہ متاثر ہوئیں لیکن ہندوستان کے نواب، راجے، امرا اور بڑے بڑے زمیندار سرکار برطانیہ کی خیر خواہی کا دم بھرتے رہے۔ دیگر مقامات کی چھاؤنیوں میں دیسی سپاہیوں سے ہتھیار لے لیے گئے۔ انگریز فوجی افسروں نے اس موقع پر ہمت سے کام لیا۔ عام آبادیوں میں بعض لوگ کافی تعداد میں حکومت برطانیہ کے ہمدرد بنے رہے کیوں کہ انھیں ہندوستانی فوجوں کی کام یابی کا یقین نہ تھا اور ان میں بہتوں کے مفاد انگریز حکمرانوں کی غلامانہ خدمت گزاری سے وابستہ ہو چکے تھے۔ پنجاب کی سرزمین جسے انگریزوں نے دس سال پہلے سر کیا تھا، سرکار کی وفادار رہی۔ سکھوں اور پنجابی مسلمانوں نے انگریزی اقتدار کو بحال کرنے کے لیے اپنی خدمات پیش کردیں۔ انگریز جرنیلوں نے ملک کو از سر نو فتح کرنے کی مہمیں شروع کیں اور چند مہینوں میں سپاہیوں کی شورش کو دبا لیا۔ انگریزوں نے دہلی پر چڑھائی کی اور دہلی کو سر کر کے مغل شہنشاہ کو گرفتار کرلیا۔ بادشاہ کے دو بیٹوں کو قتل کردیا گیا اور خود بادشاہ کے لیے برما کے شہر رنگون کی نظر بندی تجویز ہوئی جس پر انگریز ۱۸۲۶ء میں قبضہ جما چکے تھے۔ آزادی کی اس ناکام سی کوشش میں جس میں نصف سے زیادہ آبادی نے کوئی دل چسپی نہ لی بلکہ سرکار انگریزی کو خفیہ اور اعلانیہ ہر قسم کی امداد دی۔ ہندوستان نے رانی جھانسی، تانتیا بی اور شہزادہ مغل بہادر ایسے سرفروش لیڈر پیدا کیے۔ اس شورش کو بزور شمشیر فرو کرنے کے بعد انگریز حکام نے ملک کو ایسے لوگوں کے وجود سے پاک کرنے کی زبردست مہم شروع کردی جو اجنبیوں کی غلامی کو کراہت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہزاروں اشخاص قتل کر دیے گئے۔ ہزاروں قید ہوئے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے شمار لوگوں کی جائیدادیں ضبط کرلی گئیں اور شریف خاندانوں کو مفلوک الحال بنا دیا گیا۔ اجنبی اقتدار کے خلاف اہل ہند کا یہ ایک اضطراری سا احتجاجی مظاہرہ تھا۔ جسے اس وقت کے حساس عنصر نے جان و مال کی قربانی دے کر تاریخ کے صفحات پر ثبت کرادیا۔ اس کے بعد ہندوستان غلام ہوگیا اور صرف ایسے لوگ باقی رہ گئے جو غلامی کی زندگی گزارنے پر بہ طیب خاطر رضامند تھے۔ ۱۸۵۸ء میں تاج برطانیہ نے جو ان دنوں ملکہ وکٹوریا کے سر پر تھا مملکت ہند کا انتظام ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ سے براہ راست اپنے ہاتھ میں منتقل کرلیا اور اس مضمون کا اعلان کردیا گیا کہ ملکہ معظمہ کی ہندوستانی رعایا کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور سرکار انگریزی ان کی فلاح و بہبود کے لیے کوشاں رہے گی۔

شرق الہند اور مشرق اقصیٰ میں نفوذ :

انیسویں صدی مسیحی میں انگریز قوم اپنے اقتدار و استعمار کو توسیع دینے کے لیے دوسری اقوام کی بہ نسبت بہت زیادہ سرگرم عمل رہی۔ جنوبی افریقہ، مشرقی افریقہ، مصر، سوڈان، سمالی لینڈ، ہندوستان، برما، افغانستان اور ایران کی سرزمینوں میں اس قوم کی اقتدار خواہانہ سرگرمیوں کا حال ہم پچھلی فصلوں میں بیان کر آئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ آسٹریلیا، تسمانیا اور نیوزی لینڈ کی مستعمرات کے استحکام کے لیے اس قوم کے افراد نے اس صدی میں کیا کچھ کر دکھایا۔ اتنے ملکوں میں مصروف عمل ہونے کے باوجود انگریزوں کی اقتدار خواہانہ دست برد سے شرق الہند اور مشرق اقصیٰ کے ملک بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ چناں چہ ۱۸۱۹ء میں انھوں نے جزیرہ نمائے ملایا کی جنوبی ریاست جیہور کے سلطان سے سنگاپور کا جزیرہ ٹھیکہ پر لیا اور وہاں نو آبادی قائم کرلی۔ ۱۸۲۳ء میں قادح کے سلطان سے جزیرہ پینانگ حاصل کرلیا۔ اس طرح جزیرہ نمائے ملایا پر اپنے اقتدار کا جال بچھانے کی طرح ڈال دی۔ آہستہ آہستہ ملایا کی ریاستوں کے سلاطین اور امرا سے زمینیں حاصل کرکے اس ملک پر قبضہ جما لیا اور ان سلاطین کو اپنے زیر حمایت زندگی بسر کرنے پر مجبور کردیا۔ استعمار کوشی میں انگریز قوم کے حوصلے اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ ایک انگریز طالع آزما نے ۱۸۳۸ء میں اپنی حکومت کی مدد کے بغیر بورنیو کے عرب سلطان سے سراواک میں نو آبادی قائم کرنے کی اجازت لے لی اور زمینوں کو اس عمدگی سے آباد کیا اور سیر حاصل بنایا کہ سلطان نے اسے سراواک کا راجا بنا دیا۔ اس انگریز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اولاد آج تک سراواک کی جاگیردار چلی آ رہی ہے۔

اس کے علاوہ انگریزوں نے چین کی مملکت کے ساتھ بھی چھیڑ خانی کا فرض سرانجام دینے کو فراموش نہ کیا۔ ۱۸۰۸ء میں انگریزی بیڑے نے مکاؤ کی بندرگاہ پر حملہ کر کے جزیرے پر قبضہ جما لیا۔ ۱۸۲۰ء تک چین کی شہنشاہی حکومت سے افیون فروشی پر اصرار کر کے لڑائی چھیڑ لی اور انگریزوں کی بحری اور بری فوجیں چین کی دفاعی طاقت کا امتحان لینے لگیں۔ متعدد لڑائیوں کے بعد جن میں عارضی طور پر صلح بھی ہوتی رہی انگریزوں نے ایک جنگ میں شہنشاہ چین پر نمایاں غلبہ حاصل کر لیا اور اس کے نتیجے میں ہانگ کانگ کا جزیرہ ہتھیا لیا۔ چین کے شہنشاہ کو جنگ کے تاوان کے علاوہ افیون کا تاوان بھی ادا کرنا پڑا اور انگریزوں کو چین کے اندر افیون اور دیگر اشیا کی تجارت کرنے کی اجازت مل گئی۔ ۱۸۵۶ء میں انگریزوں نے چین کے ساتھ پھر جنگ چھیڑ دی لیکن ان کے جنگی بیڑے کو ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کی طرف لنگر اٹھانے پڑے کیوں کہ وہاں دیسی فوجوں نے بغاوت کا علم بلند کر دیا تھا۔ ۱۸۶۰ء میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کی ایک متحدہ مہم نے پیکن پر حملہ کر کے شہنشاہ چین کے محلات کو مسمار کر دیا اور معاہدہ میں مزید مراعات حاصل کر لیں۔ اس قسم کی چھیڑ چھاڑ چین کی قدیم ترین مملکت کے ساتھ برابر جاری رہی اور انگریز اور دوسری فرنگی قومیں چین کے اندر قدم جمانے کے لیے برابر مراعات حاصل کرتی گئیں۔ انھوں نے چین کی بندرگاہوں میں اور اندرون ملک کے شہروں میں اپنی تجارتی نو آبادیاں قائم کیں اور گورے باشندوں کے لیے امتیازی قانونی مراعات منوائیں۔ تجارت کے ٹھیکے حاصل کیے۔ غرض چین کو کم زور کرنے کے لیے تمام وہ حیلے برتے جن کا تجربہ انھیں تین سو سال کی کام یاب استعماری کوششوں کے دوران میں حاصل ہو چکا تھا۔

جاپان کے لوگ ۱۶۳۸ء سے ''اجنبیوں پر دروازے بند'' پالیسی اختیار کیے ہوئے تھے لیکن یہ بات فرنگی اقوام کے مفاد کے خلاف تھی۔ ۱۸۳۸ء میں ٹوکیو کی کھاڑی پیڈو میں امریکہ کا ایک جنگی جہاز اجازت حاصل کیے بغیر داخل ہوا۔ جاپانیوں نے اسے توپ کے فائر کر کے بھگا دیا۔ ۱۸۴۹ء میں امریکی جہاز نے پھر جاپان کی بندرگاہ میں داخل ہونے کی کوشش کی اسے بھی واپس کر دیا گیا۔ ۱۸۵۳ء میں امریکہ کے ایک بحری کپتان کمانڈر پیری کے چار جنگی جہاز جاپان کی ایک بندرگاہ میں داخل ہوئے وہ بھی اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ اگلے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سال کمانڈر پیری دس جنگی جہاز لے کر آیا۔ امریکہ کی بحری فوج کیوٹو میں جبراً داخل ہوئی۔ جاپانی اس ماجرا کو دیکھ کر بہت متعجب ہوئے۔ امریکیوں نے جاپانیوں سے بعض تجارتی مراعات حاصل کرلیں۔ اس کے بعد روس، ہالینڈ اور برطانیہ کے لوگوں نے بھی طالع آزمائی کی اور ۱۸۶۱ء میں انگریزوں نے جاپان کے ساتھ جنگ چھیڑ دی۔ برطانوی جنگی جہاز نے جاپان کے ایک شہر پر گولے برسائے۔ ۱۸۶۴ء میں برطانیہ، فرانس، ڈچ اور امریکہ کے متحدہ بیڑے نے جاپانی شہروں پر بمباری کی۔ جاپانی ایسی مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار نہ تھے اس لیے ۱۸۶۵ء میں اقوام فرنگ سے یہ معاہدہ کرنے پر مجبور ہوگئے کہ ان کے تاجروں کو جاپان کی بندرگاہوں میں تجارت کرنے کی اجازت ہوگی لیکن اس واقعہ نے تیز فہم جاپانی قوم کی آنکھیں کھول دیں۔ وہ اسی دن سے اپنی قومی تعمیر و ترقی کے کام میں سرگرمی سے مصروف عمل ہوگئے۔ علم و ہنر میں اقوام فرنگ کے برابر ہونے کے لیے جدوجہد شروع کردی اور اپنے داخلی نظم و نسق کو درست کرکے اپنی طاقت کو مضبوط کرنے لگے۔ ۱۸۹۵ء تک جاپانی ہر لحاظ سے ایک متمدن اور ترقی یافتہ قوم تھے۔ اقوام مشرق میں صرف یہی ایک قوم تھی جو فرنگیوں کی اقتدار خواہانہ ضرب کے ایک ہی جھٹکے سے بیدار ہو کر اپنی حفاظت اور مدافعت کے ضروری سامان مہیا کرنے لگی۔ باقی قوموں نے اس معاملہ میں حیرت انگیز غفلت اور کاہلی کا ثبوت دیا حالاں کہ ان پر فرنگی استعمار کا عمل جراحی مدتوں پہلے جاری ہو چکا تھا۔ ۱۸۹۴ء میں جاپانیوں نے چین پر حملہ کرکے یہ ظاہر کردیا کہ استعمار کوشی اور اقتدار خواہی کے میدان میں ایک ایشیائی قوم بھی اقوام فرنگ کی حریف پیدا ہوگئی ہے۔ ۱۸۹۸ء میں جرمنی نے چین کی بندرگاہ شان ٹونگ پر قبضہ کیا اور روس نے لیاؤ ٹرنگ کے علاقے پر قبضہ کرکے اپنی ریلوے لائن پورٹ آرتھر تک بڑھالی۔ ۱۹۰۰ء میں روس نے مانچوریا پر اور برطانیہ نے دی ہائی وی کے ضلع پر قبضہ جما لیا۔ چینی شہنشاہیت اس حد تک کم زور ہو چکی تھی کہ وہ اپنے جسم کی اس قطع و برید کو روکنے کے لیے کسی قسم کی حرکت نہ کرسکی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایران، ترکی اور مصر

ایران :

مملکت ایران کا شہنشاہی اقتدار ۱۷۹۵ء سے قاچاری خاندان کے ہاتھ میں منتقل ہو چکا تھا۔ اس خاندان کے اکثر بادشاہ اس دور کے دوسرے ایشیائی حکمرانوں کی طرح محض شخصی اقتدار کو قائم و بحال رکھنے پر قانع رہے۔ انھوں نے اپنے ہاں کے نظم و نسق کو بہتر بنانے اور عام رعایا کی تعلیم و تربیت پر بہت کم توجہ مبذول کی۔ ۱۸۲۶ء میں روس نے ایران کے ساتھ جنگ چھیڑ دی جو ۱۸۲۸ء تک جاری رہی۔ روسیوں نے ایرانیوں سے قفقاز کے متعدد اضلاع مثلاً گرجستان، داغستان، غازان اور شیروان چھین لیے۔ روسی ایران کی سرزمین میں اور بھی آگے بڑھ آتے لیکن برطانوی حکومت نے روس کے اس اقدام کو اپنے استعماری مفاد کے لیے باعث خطر جانا اور بیچ میں پڑ کر صلح کرا دی۔ اس وقت سے ایران کی سرزمین روس اور برطانیہ کی استعماری پالیسیوں کے درمیان استخوان مخاصمت بنی ہوئی ہے۔

ناصر الدین قاچار جس نے ۱۸۴۸ء سے لے کر ۱۸۹۶ء تک حکومت کی اس خاندان کا مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ اس بادشاہ نے یورپ کے ملکوں کی سیاحت کی۔ اس کے عہد میں محمد علی باب نے پیغمبری کا دعویٰ کر کے ایک نئی مذہبی تحریک شروع کی جو ملاؤں اور شیعہ مجتہدوں کے سخت خلاف تھی۔ محمد علی باب اپنے نئے مذہب کی تبلیغ صرف پانچ سال کرنے پایا تھا کہ ۱۸۵۰ء میں ایران کی حکومت نے مجتہدین کے فتوے سے متاثر ہو کر اسے قتل کرا دیا۔ محمد علی باب کے پیروؤں میں اضافے کا سبب ایک شعلہ مقال عورت قرۃ العین طاہرہ کی سرگرمیاں بھی تھیں جو زبردست خطیبہ اور شاعرہ تھی۔ [illegible] کسی نے بادشاہ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ اس حملے کو باب کے پیروؤں کی جرأت سمجھ لیا۔ اس لیے حکومت ایران نے بابیوں کو سخت سزائیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیں۔ ۱۸۶۴ء میں تمام بابی ایران کی سرزمین سے نکال دیے گئے اور باب کے جانشین عبدالبہا نے مکہ میں بیٹھ کر ایک نئے مذہبی سلسلے کی طرح ڈالی۔ بعض انگریز اور امریکی بھی اس نئے مذہب کے پیرو بن گئے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ محمد علی باب کی مذہبی رنگ کی تحریک کو روس کی خفیہ امداد حاصل تھی جو اس تحریک کے فروغ کی آڑ میں ایران کے اندر اپنا نفوذ بڑھانے کا خواہاں تھا۔

۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ہندوستان سے ایران کو سر کرنے کے لیے ایک مہم بھیجی لیکن اس سال ہندوستان میں دیسی فوجوں نے اپنے ملک کی چھنی ہوئی آزادی حاصل کرنے کے لیے انگریزی اقتدار کے خلاف بغاوت کردی اس لیے انگریز اپنی فوجیں واپس لے جانے پر مجبور ہوگئے اور ۱۸۵۸ء میں ناصر الدین کے ساتھ معاہدہ طے کرلیا اور انگریزوں کو اپنے ملک میں بہت سی تجارتی اور دوسری مراعات دے دیں۔ ایران کی سرزمین میں اس وقت تک پڑھے لکھے اشخاص کی ایک جمعیت پیدا ہو چکی تھی جو فرنگی اقوام کی استعماری چالوں کو بہ خوبی سمجھتی تھی۔ انھوں نے ان مراعات کے خلاف احتجاجی مظاہرے کیے۔ ان مظاہروں کو برپا کرنے میں دنیائے اسلام کے ایک عالم دین مفکر سیّد جمال الدین افغانی کا بہت ہاتھ تھا۔ ۱۸۹۰ء کے قریب ایران کے جدید خیال اشخاص نے اپنے ملک میں دستوری حکومت قائم کرنے کے لیے خفیہ انجمنیں قائم کرنی شروع کر دیں اور ناصر الدین شاہ ۱۸۹۶ء میں کسی نوجوان ایرانی کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

ترکی:

۱۸۲۱ء میں یونان کے باشندوں نے شاہان یورپ کی شہ پا کر سلطان ترکی کے خلاف بغاوت کا علم بلند کردیا۔ سلطان نے مصر کے خدیو محمد علی پاشا سے جو ترکی کے زیر حمایت ۱۸۱۱ء ہی سے نیم آزادی ریاست قائم کر بیٹھا تھا امداد طلب کی۔ محمد علی نے اپنے بیٹے ابراہیم پاشا کو بحری بیڑا اور لشکر دے کر روانہ کیا جس نے باغی یونانیوں کی سرکوبی کرکے شورش دبا دی۔ یورپ کے حکمرانوں نے جب یہ دیکھا کہ یونانی اپنا مقصد حاصل کرنے سے قاصر رہ گئے اور ترکی سلطنت کے حصے بخرے کرنے کی جو سکیم وہ سوچ رہے تھے اس کی پہلی شق ہی ناکام رہ گئی ہے تو ۱۸۲۷ء میں روس، فرانس اور انگلستان نے سلطان پر دباؤ ڈالنے کے لیے آپس میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتحاد کرلیا۔ سلطان سے یونان کے متعلق بات چیت کرنے کے لیے سفرا بھیجے گئے اور ''دلیل'' کو قوی بنانے کے لیے فرانس اور انگلستان کا بحری بیڑا بھی بحیرہ ایجیئین کے پانیوں میں پہنچ گیا۔ اس بیڑے نے ناوارنیو کے مقام پر ترکی اور مصر کے بیڑے کو شکست دی۔ فرانسیسیوں نے یونان کے ساحل پر اپنی خشکی کی فوجیں بھی اتار دیں۔ ۱۸۲۸ء میں زار روس نے شمال کی طرف سے ترکی پر حملہ کردیا۔ وارنا کے والی نے روسیوں سے رشوت لے کر قلعہ ان کے حوالے کردیا لیکن شوملہ کے محاصرے میں ترک سپاہ ڈٹ گئی اور روسیوں کو مجبور ہو کر محاصرہ اٹھانا پڑا۔ قفقاز میں روسیوں نے ترکوں پر نمایاں کام یابی حاصل کرلی اور آرمینیا کی ولایت کا بہت سا علاقہ سر کرکے ایک ایسے قلعے پر قبضہ جما لیا جو جنگی اہمیت کے لحاظ سے بہت اچھے موقع پر تھا۔ ۱۸۲۹ء میں روسی فوج نے رومانیہ اور بلغاریہ کی ترکی ولایات میں سے گزر کر ادرنہ (ایڈریا نوپل) پر قبضہ جما لیا اور قسطنطنیہ کا شہر خطرے میں پڑ گیا۔ سلطان نے دب کر روس سے صلح کرلی۔ یونان کی سرزمین آزاد کردی گئی، تاوان جنگ اور بہت سی دوسری مراعات روس کو دینی پڑیں۔ شاہان یورپ نے یونان کا تاج شاہ بویریا کے ایک بیٹے آتھو کے سر پر رکھا۔

۱۸۳۱ء میں مصر کے خدیو محمد علی پاشا نے سلطان ترکی کی سیادت کے خلاف بغاوت کا علم بلند کردیا اور شام پر چڑھائی کی۔ سلطان کی فوجوں نے شکست کھائی۔ محمد علی پاشا نے ایشیائے کوچک کی راہ سے استنبول کی طرف پیش قدمی کی لیکن زار روس نے مداخلت کرکے اسے روک دیا اور اس امداد کے معاوضہ میں سلطان سے بعض مراعات حاصل کرلیں۔ یورپ کی دول عظمیٰ کو شبہ تھا کہ فرانس کی حکومت خفیہ طور پر محمد علی پاشا کو شہ دے رہی ہے اور امداد کر رہی ہے۔ ۱۸۳۹ء میں سلطان کے بحری بیڑے نے سکندریہ کی بندرگاہ پر حملہ کیا اور ایک لشکر نے شام پر چڑھائی کی۔ دونوں جگہ سلطان کی فوجوں کو شکست ہوئی اور خدیو مطالبہ کرنے لگا کہ وہ شام کی سرزمین پر قابض رہے گا۔ یہ حال دیکھ کر انگلستان، پرشیا، آسٹریا اور روس نے سلطان سے معاہدہ طے کرکے محمد علی پاشا کو شام پر قبضہ جمانے سے روکنے کی کوشش کی اور انگریزی فوج نے شام کی سرزمین میں اتر کر خدیو کی فوجوں کو شکست دی۔ خدیو نے شام چھوڑ دیا لیکن ۱۸۴۰ء میں سلطان کی سیادت سے آزاد ہو کر مصر کا خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ تاہم مصر کی خارجہ سیاست کا اختیار سلطان ترکی ہی کے ہاتھ میں رہا۔

یونان اور مصر کے اس طرح آزاد ہو جانے سے دول یورپ پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ترکی کے سلطان کی طاقت جو کسی وقت سارے یورپ کو لرزہ بر اندام رکھتی تھی اب ختم ہو چکی ہے۔ چناں چہ ۱۸۵۳ء میں زار روس نکولس اول نے ترکی کو یورپ کا مرد بیمار قرار دے کر وادی ڈینیوب میں ترکی کے ممالک محروسہ پر حملہ کر دیا۔ ترکی کے متعلق دول یورپ کی سیاست بدل چکی تھی۔ فرانس اور انگلستان یہ سمجھنے لگے تھے کہ ترکی کی سرزمین پر روس کا قبضہ ان کے استعماری اور شہنشاہی منصوبوں کے لیے خطرناک ثابت ہوگا۔ اس لیے فرانس اور انگلستان نے آپس میں مفاہمت کر کے روس سے جنگ چھیڑ دی۔ ایک جنگی بیڑا بحیرہ بالٹک میں بھیجا گیا۔ دوسرے بیڑے نے آبناؤں میں گزر کر جزیرہ نمائے کریمیا میں فوجیں اتاریں۔ دو سال لڑائی ہوتی رہی۔ انگریزوں، فرانسیسیوں اور ترکوں کی افواج نے متعدد مقامات پر قبضہ کر لیا اور بالآخر سباسٹوپول کا بحری مرکز بھی سر ہو گیا۔ روس کو اتحادیوں کی شرطیں ماننی پڑیں۔ اس نے بعض چھینے ہوئے اضلاع ترکی کو واپس کر دیے۔ بحیرہ اسود کو آزاد سمندر مان لیا اور وعدہ کیا کہ وہ اس کے ساحل پر جنگ کے لیے اسلحہ سازی کے مرکز قائم نہیں کرے گا۔ ترکی کے سلطان نے جو خلیفۃ المسلمین بھی تھا انگریزوں کی اس امداد پر شکر گزاری کا اظہار یوں کیا کہ ۱۸۵۷ء میں جب ہندوستان کے حریت پسند مسلمانوں اور ہندوؤں نے مل کر انگریزی اقتدار کے خلاف آزادی کی جنگ شروع کی تو خلیفہ نے اس مضمون کا فتویٰ لکھ کر انگریزوں کو دے دیا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزوں سے نہیں لڑنا چاہیے کیوں کہ وہ خلافت اسلامیہ کے حلیف و ہم درد ثابت ہو چکے ہیں۔

۱۸۷۵ء میں زار روس نے خفیہ ریشہ دوانیوں سے کام لے کر بلغاریہ کے لوگوں کو ترکی سیادت کے خلاف بغاوت پر بھڑکا دیا اور یہاں بھی وہی چال چلی گئی جو پچاس سال پہلے یونان کے بارے میں اختیار کی گئی تھی۔ ترکی فوج کو بلغاریوں کی بغاوت فرو کرنے میں کام یاب ہوتا دیکھ کر زار روس نے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور لڑائی چھیڑ دی۔ ایک سال جنگ ہوتی رہی جس میں روسیوں کا پلہ بھاری رہا۔ سان سٹیفنو کے مقام پر روس اور ترکی کے درمیان عارضی صلح ہوئی جس میں برطانوی حکومت نے ترکی کا ہمدرد بن کر مداخلت کی۔ برطانیہ کی وساطت سے ۱۸۷۷ء میں ترکی اور روس کے درمیان برلن کا معاہدہ طے ہوا جس میں یورپ کی تمام بڑی بڑی طاقتوں نے شرکت کی۔ اس معاہدے کی رو سے رومانیہ، بلغاریہ اور سرویا کی ریاستیں آزاد کر دی گئیں۔ ان سب کے لیے عیسائی بادشاہ مہیا کیے گئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بوسنیا اور ہرزے گونیا کے صوبے آسٹریا نے ہتھیا لیے اور انگریزوں نے ان خدمات کے معاوضہ میں جو انھوں نے متذکرہ صلح کرانے کے لیے سرانجام دی تھیں ترکی سے جزیرہ قبرص حاصل کرلیا۔ اس طرح ترکی سلطنت یورپ کی سرزمین میں قسطنطنیہ اور اس کی نواحی ولایت تھریس ہی تک محدود ہو کر رہ گئی جس پر زوال پذیر اور کم زور ترکوں کو صبر کرنا پڑا۔

۱۸۹۷ء میں یونان نے یورپ کی بعض دول کی شہ پا کر ترکی سے جنگ چھیڑ دی۔ ترکوں نے یونان کے صوبہ تھسلی پر قبضہ کرلیا۔ یہ دیکھ کر کہ ترکوں میں ابھی مقابلہ و مزاحمت کی جان باقی ہے، دول یورپ کود پڑیں جنھوں نے ترکی اور یونان کے درمیان صلح کرا دی۔ ترکوں کو تھسلی کی فتح کی ہوئی زمین کسی قسم کے معاوضہ کے بغیر چھوڑنی پڑی۔

مصر:

مصر کے خدیو عملی حیثیت سے ۱۸۴۰ء ہی میں خود مختار ہو چکے تھے لیکن مصر پر سلطان ترکی کی برائے نام سیادت قائم تھی۔ ۱۸۷۰ء میں خدیو اسماعیل نے سلطان ترکی سے اس مطلب کی اجازت بھی حاصل کرلی کہ مصر کے حکمران سلطان کی اجازت اور منظوری کے بغیر بیرونی طاقتوں سے معاہدات طے کرسکیں گے۔ اس آزادی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر کے خدیو انگریزوں کی سیاست کے ہاتھ میں کھیلنے لگے اور انگریزوں نے مصر کے اندرونی انتظامی معاملات میں مراعات حاصل کرکے اپنے اثر و دخل کو بڑھانا شروع کردیا۔ ۱۸۸۳ء میں برطانوی حکومت نے ترکی کے سلطان سے جو مصر کا شہنشاہ متصور ہوتا تھا مصر کے انتظامی معاملات میں دخیل ہونے کی سند حاصل کرلی اور اس طرح انگریز مصر کے متولی بن گئے۔ معاہدوں کے کاغذات میں ابھی تک مصر پر سلطان ترکی کی سیادت تسلیم کی جا رہی تھی۔ مصر کے برائے نام حکمران خدیو سمجھے جاتے تھے اور ملکی انتظام کی باگ ڈور انگریزوں کے ہاتھ میں منتقل ہوگئی جنھوں نے آہستہ آہستہ مصر کے اندر کئی طرح کی مراعات حاصل کرلیں۔ یہ مراعات تجارتی اجارہ داری، الگ بستیاں بسانے، غیر ملکی اشخاص کے لیے کئی طرح کی امتیازی سہولتیں مہیا کرنے، فوج رکھنے وغیرہ کے متعلق تھیں۔ دول یورپ نے اس قسم کی مراعات مصر کے علاوہ ترکی، ایران، چین اور دیگر ایشیائی ملکوں کے خود مختار اور مطلق العنان فرماں رواؤں سے بھی حاصل کیں جو ان کی استعماری پیش رفت کے لیے ہراول دستوں کا کام دیتی تھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ترکی کی سلطنت کے حصے بخرے کرنے کے لیے دول فرنگ کی استعماری سیاست آئے دن نئے نئے سوال کھڑے کرنے کے درپے رہتی تھی۔ یونان، رومانیہ، بلغاریہ، سرویا اور مصر کو ترکی کی سیادت سے الگ کر لینے کے بعد ۱۸۹۵ء میں ایک نیا مسئلہ تراشا گیا۔ اس سال یورپ کے یہودیوں کی ایک عالم گیر انجمن معرض وجود میں لائی گئی جس نے فلسطین کی سرزمین پر اپنا تین ہزار سال پہلے کا حق جتا کر یہ مطالبہ وضع کیا کہ انھیں فلسطین میں از سرنو آباد ہونے کا موقع ملنا چاہیے۔ اس مسئلہ نے اگلی صدی میں اول درجے کی بین الاقوامی اہمیت حاصل کر لی جس کا حال اپنے موقع پر بیان کیا جائے گا۔ یہاں اس امر کا ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا کہ انیسویں صدی مسیحی کے آخری ربع میں ترکی، مصر، ایران اور چین کی مطلق العنان شاہی مملکتوں میں ایسے افراد پیدا ہونے لگے جنھوں نے یورپ میں جا کر تعلیم حاصل کی وہاں کے حالات کو دیکھا۔ دول فرنگ کی سیاسی اور استعماری سرگرمیوں کا مطالعہ کیا۔ اہل فرنگ کے سیاسی خیالات اور وہاں کی سیاسی تحریکات سے متاثر ہوئے۔ ان لوگوں نے اپنے اپنے ملکوں کے فرسودہ اور زوال پذیر شاہی نظام کی اصلاح کرنے کے لیے جدوجہد شروع کر دی۔ ترکی میں انجمن اتحاد و ترقی کی داغ بیل اسی دور میں ڈالی گئی۔ ایران اور مصری کی قومی تحریکیں بھی انیسویں صدی مسیحی کے اس آخری قرن میں شروع ہوئیں۔ ان تحریکوں کا مقصد جو خفیہ سوسائٹیوں کی صورت میں شروع ہوئیں یورپی ملکوں کی طرح اپنے ہاں مطلق العنان شاہی اقتدار کا خاتمہ کر کے جمہوری اور آئینی نظام حکومت کا قیام تھا اس سلسلے میں عالم اسلامی کے ایک مفکر سیّد جمال الدین افغانی کی سرگرمیاں مصر، ترکی اور ایران میں بہت بار آور ثابت ہوئی جو اسلامی ملکوں میں شاہی اقتدار مطلقہ کے بجائے دستوری اور آئینی قومی حکومتیں قائم کرنے کے علمبردار تھے اور اس کے ساتھ ہی یورپی استعمار کے سیلاب سے بچنے کے لیے مسلمان قوموں اور ملکوں کے سیاسی اتحاد کی تلقین کرتے تھے۔ افغانوں کی آزاد خیالی ان ملکوں کے اس وقت کے ماحول کے لیے اتنی ناسازگار تھی کہ مصر، ایران اور ترکی کے فرماں روا اپنے ہاں ان کی موجودگی کو خطرناک خیال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ یورپ کی حکومتیں بھی اس کوشش میں رہتی تھیں کہ وہ کسی جگہ اپنا اڈا نہ جما سکیں۔ تاہم افغانوں کے بکھیرے ہوئے بیج اگلی صدی کے آغاز میں جا کر ثمر ور پودے بن گئے اور مسلمان ملکوں میں نئی نئی سیاسی تحریکیں پیدا کرنے کا باعث بنے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نئے مسائل، نئے افکار، نئی تحریکیں

دول عظمیٰ کا ظہور اور ارتقا:

انیسویں صدی مسیحی کے دور میں یورپ کی شاہی حکومتیں اپنے حالات کے ارتقاء کے باعث نیا روپ دھارن کر کے دول عظمیٰ یعنی طاقت ور سلطنتوں Powerful Satates کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ سٹیٹ (دولت) کا ظہور ان واقعات کا نتیجہ ہے جو فرنگستان کی قوموں کو اپنی استعماری کام یابیوں کے باعث گزشتہ تین سو سال سے پیش آ رہے تھے۔ بادشاہیوں کا مستقل دولتوں اور بڑی طاقتوں کی صورت اختیار کرنا اس تجارتی اور استعماری رقابت کا نتیجہ ہے جو اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں یورپ کی قوموں کے درمیان بڑی شدت اختیار کر چکی تھی۔ یورپ کی مختلف قوموں میں دنیا کو کھنگالنے، نو آبادیاں قائم کرنے، تجارت کو فروغ دینے، سلطنتیں اور قلم رویں قائم کرنے کی جو ہوس پھیلی پھولی اور اس دوڑ میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی جو رقابت ظہور پذیر ہوئی اس نے ہر قوم کو ایک خاص نوعیت کی خارجی سیاست اختیار کرنے پر مجبور کر دیا اور تمام قومی پالیسیاں اور دوسری سرگرمیاں اسی خارجہ سیاست کے تابع ہو کر رہ گئیں۔ ہر ملک میں خارجی سیاست کے دفتر اہمیت اختیار کر کے قومی زندگی کے محور بن گئے۔ باہمی رقابتوں نے قومی جذبات کو ترقی دی۔ قومیت (نیشنلزم) کا احساس مستحکم ہونے لگا۔ قومیت کا تصور جغرافیائی حد بندی اور نسلی یک جہتی سے شروع ہو کر ان اقتصادی فوائد کی شرکت پر مبنی ہونے لگا جو متذکرہ صدر خارجی استعماری سیاست کا پیچھا کرنے سے حاصل ہوتے تھے۔ اٹھارھویں صدی مسیحی کے آخر تک یورپ کے بادشاہوں اور فرنگی قوموں نے مسلمانوں کے خلاف مذہبی یک جہتی کا جذبہ بہت کار فرما تھا لیکن انیسویں صدی مسیحی کے وسط تک یہ جذبہ قومی سیاست پر مستعمل لگ گیا۔ مفاد کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احساس اس حد تک ترقی کر گیا کہ انگلستان اور فرانس کی حکومتیں روسی استعمار کے خلاف ترکی کی امداد کرنے پر آمادہ ہوگئیں اور دول فرنگ کے خارجی سیاست کے دفتر اس بات کا خاص خیال رکھنے لگے کہ ایک دوسرے کی استعماری طاقت کی توسیع پر کڑی نگاہ رکھیں کہ اگر کوئی سٹیٹ اس صورت میں نیا استعماری شکار یا تجارتی فائدہ حاصل کر سکے جب دوسری بڑی دول کو بھی اس کے مقابلے کا کوئی شکار یا فائدہ مل سکے۔ بادشاہیوں کی جگہ قومی دولتوں (National States) کے قائم و مستحکم ہونے کو جمہوری آزادی کی ان تحریکوں نے بھی بہت مدد دی جو اس صدی کے دوران میں یورپ کے ملکوں میں پھلی پھولیں اور بادشاہوں کے اقتدار مطلقہ کے بجائے قومی اقتدار کی حکومتیں قائم کرنے پر منتج ہوئیں۔ انیسویں صدی مسیحی میں یورپ کے تمام ملک کم و بیش جمہوری تحریکوں اور عوام کے حق کی تحریکوں سے متاثر ہوئے۔ امریکہ کی ریاستیں ساری کی ساری جمہوری حکومتیں بن گئیں۔ یورپ میں فرانس کے لوگوں نے کئی قسم کے نشیب و فراز دیکھنے کے بعد بالآخر جمہوریت قائم کرلی۔ انگلستان میں عوام کے نمایندوں نے تدریجی طور پر زیادہ سے زیادہ اختیار اور حکومتی اقتدار حاصل کرلیا۔ جرمنی کی نوخیز شہنشاہی، آسٹریا اور روس میں بادشاہوں کا اقتدار قائم رہا لیکن ان ملکوں کی سیاست بھی ان کی خارجی سیاست کے دفتروں کے تابع بن کر رہ گئی اور ان کے بادشاہوں نے اپنے ہاں ایسی ضروری اصلاحات رائج کرنے پر جو ان کی سٹیٹ کی طاقت کو بڑھانے میں معاون بن سکتی تھیں کافی توجہ مبذول کی۔ حالات کے اس ارتقاء کے نتیجہ یہ ہوا کہ پچھلی صدی کے یورپ کے شان دار بادشاہیوں کے یہ بچے ۱۸۷۶ء تک روئے زمین پر جغرافیائی چہرہ مہرہ رکھنے والی بڑی طاقتیں یعنی دول عظمیٰ بن گئے جن کی داخلی اور خارجی سرگرمیوں اور صلح و جنگ کے فیصلوں کا زیادہ تر انحصار ان کے خارجی سیاست کے دفتروں کی صوابدید پر قائم ہونے لگا اور یہ دفتر ہر طرح کے حالات کا جائزہ لے کر اپنی سٹیٹ کے لیے مستقل پالیسیاں وضع کرنے لگے جو صدہا سال کے آیندہ کے پروگرام اور مقاصد کے پیش نظر وضع کی جاتی تھیں۔ باہمی لڑائی کے امکانات کو کم کرنے کے لیے ان طاقتوں نے آپس میں ایسے معاہدے طے کیے کہ اگر کسی ملک پر یا اس کے کسی مفاد پر کسی دوسری طاقت کی طرف سے حملہ ہوگا تو بعض دوسری طاقتیں حملہ آور کے مقابلے میں اس کی امداد کریں گی۔ اس انتظام کو توازن دول کا نام دیا گیا اور یوں سمجھا جانے لگا کہ روس، برطانیہ اور فرانس ایک دوسرے کے معاہد اور حلیف ہیں اور جرمنی، آسٹریا اور اٹلی اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مقابلے میں دوسرا گروپ بناتے ہیں۔ توازن دول کی ابتدا جرمنی کے وزیراعظم بسمارک نے ۱۸۷۹ء میں آسٹریا کے ساتھ اتحاد کا خفیہ معاہدہ طے کر کے رکھی۔ ۱۸۸۲ء میں اس اتحاد میں اٹلی بھی شامل ہوگیا۔ اس اتحاد ثلاثہ کا اعلان ۱۸۸۸ء میں کیا گیا۔ ۱۸۹۵ء میں فرانس نے اس اتحاد ثلاثہ سے خوف زدہ ہو کر روس کے ساتھ دفاعی اتحاد کا معاہدہ طے کرلیا۔ انگریز اس اتحاد میں بیسویں صدی مسیحی کے آغاز میں شامل ہوئے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ روس، فرانس اور جرمنی میں سے کس کے استعماری عزائم برطانیہ کے عزائم سے متصادم ہیں۔ ان چھ بڑی طاقتوں کے علاوہ ہالینڈ، بلجیم، ہسپانیہ، پرتگال، سویڈن، ناروے، رومانیہ، بلغاریہ، سرویا اور یونان چھوٹی سٹیٹیں یعنی دول ادنیٰ شمار ہونے لگیں۔ قومیت اور سٹیٹ کے اس نئے تصور نے پرانے احساسات بہت بڑی حد تک بدل ڈالے۔ یورپ کے لوگ جو سولھویں صدی مسیحی تک پاپائے اعظم کے فرمان پر دین مسیحی اور دنیائے مسیحیت کے لیے جان دینے کو حاضر و آمادہ رہتے تھے، انیسویں صدی مسیحی میں مذہبی احساسات سے بہت بڑی حد تک بیگانہ ہوگئے اور اب وہ نیشن اور سٹیٹ بلکہ نیشنل سٹیٹ (قومی دولت یا قومی نظام سلطنت) کی خاطر اپنا اور دوسروں کا خون بہانے پر کمر بستہ نظر آتے تھے۔ دورِ نہضت اور دور جمود (۶۰۰ء سے ۱۵۰۰ء) تک کے عیسائی، مسلمان اور ہندو جس شدت کے ساتھ اپنے اپنے مذہبی جذبات سے متاثر تھے اس سے زیادہ شدت کے ساتھ انیسویں صدی مسیحی کے فرنگی یورپ اور امریکہ میں اپنی اپنی نیشنل سٹیٹ کی دیویوں کے پجاری بن گئے۔ اہل فرنگ کے اس نئے مذہب (نیشنل سٹیٹ کی پرستش) کا مقصد و مدعا صرف یہ تھا کہ دنیا کے ملکوں کو فتح کر کے پس ماندہ انسانوں کو یا تو فنا کے گھاٹ اتار دیا جائے یا انھیں محکوم بنا کر ان سے ہر قسم کے اقتصادی فوائد حاصل کیے جائیں۔ براعظم امریکہ کے ملک اس صدی کے دوران میں دول یورپ یا مادر اقوام کے تسلط سے آزاد ہو کر یورپی ملکوں کی طرح الگ الگ سٹیٹیں یعنی دول بن گئے۔ یورپ اور امریکہ کی چھوٹی بڑی دول ۱۸۷۵ء کے معاہدہ برلن کے بعد آپس میں طاقت کا توازن قائم رکھنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہوئیں اور انھوں نے باقی دنیا کے ملکوں کو اپنے استعماری، تجارتی اور اقتصادی فوائد کے حصول کے لیے آپس میں تقسیم کرلیا۔ ہر دولت اپنے حلقہ اثر میں اپنا دخل بڑھانے اور اسے آخری حد تک پہنچانے کی کوشش کرنے لگی۔ باہمی رقابتوں کے باوجود اہل فرنگ کے دماغوں میں یہ خیالات مستحکم ہوتے چلے گئے کہ فرنگی ہونے کے اعتبار سے، گوری رنگت کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لحاظ سے، سیاسی تفوق کے اعتبار سے اور علمی ترقیوں کے لحاظ سے وہ کرۂ ارضی کے دوسرے باشندوں سے برتر ہیں اور دوسروں کے مقابلے میں وہ ابھی تک مسیحی یعنی دین عیسائیت کے پیرو ہیں۔ جب کبھی اس آخری جذبے سے کام لینے کی ضرورت پیش آئی۔ دول یورپ کے مدبروں نے اسے استعمال کرنے میں تامل سے کام نہ لیا۔ یہ کیفیات آج تک یعنی بیسویں صدی کے وسط تک قائم ہیں اگرچہ دنیا میں اس کے متوازی بعض تحریکیں بھی شروع ہو چکی ہیں جن کا حال ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

اہل فرنگ کی اقتدار جوئی کے مقابلے میں عالم مشرق میں جو تحریکیں پیدا ہوئیں وہ اپنے برے حالات کے بچاؤ کے لیے اضطراری اور مذبوحی حرکات سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں اور یہ جنبشیں بھی محض مقامی حیثیت کی تھیں۔ یعنی جہاں حملہ ہوا وہاں اضطراراً کوئی حرکت پیدا ہوئی جسے اہل فرنگ نے فوجی طاقت یا حیلہ سازی سے دبا دیا۔ افریقہ کے حبشیوں کی پیہم جنگیں سمالی لینڈ کے ملا اور سوڈان کے مہدی کی تحریکیں، افغانوں کی مدافعت، ہندوستان کی جنگ آزادی، ترکی اور ایران کی زوال پذیر مقاومت، چین اور جاپان کی دفاعی حرکت سب اسی صف میں آتی ہیں۔ انیسویں صدی مسیحی کے آخری ربع کے آغاز تک مشرقی اقوام کامل طور پر غفلت کی نیند کا شکار نظر آتی ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی اس سفید خطرۂ عظیم کا صحیح طور پر احساس نہ ہوا جو ان کے سروں پر گدھوں اور عقابوں کی طرح منڈلا رہا تھا۔ صدی کے آخری ربع میں ادھر جاپانی چونک کر صدیوں کی طولانی گہری نیند سے بیدار ہوتے ہیں اور اہل فرنگ کی ترقی اور طاقت کے راز معلوم کرنے کی ٹوہ میں لگ کر اپنے کو ان کے ہم پلہ بنانے کے لیے سرگرمی سے مصروف عمل ہو جاتے ہیں۔ ادھر مصر، ترکی اور ایران میں بھی ایسے لوگ پیدا ہونے لگتے ہیں جو اپنی طاقتوں کے زوال کے اسباب کی جستجو کر کے ان کے ازالہ کی فکر کرنے لگتے ہیں۔ یورپ سے قریب ہونے کے باعث وہ اہل یورپ کے خیالات اور تحریکات سے متاثر ہوتے ہیں اور اپنے ہاں انھی خیالات کو پھیلانے اور اپنی اپنی قوموں کو بیدار کرنے پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ جاپان کے تیز فہم لوگ جلد ہی اپنی راہ عمل وضع کر لیتے ہیں لیکن مصر، ترکی اور ایران میں مطلق العنان بادشاہوں کی اقتدار پرستی اور نفع اندوزی نئے خیالات کی نشر و اشاعت کی راہ میں دیوار بن کر حائل ہو جاتی ہے۔ ایشیا والوں کی آنکھ صدیوں کے خواب غفلت سے اس وقت کھلنے لگتی ہے جب پانی سر سے گزر چکا ہے اور وہ دیکھتے ہیں کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترقی کی دوڑ میں یورپ کے لوگ ان سے کئی سو سال آگے نکل چکے ہیں۔

عوام کی حق طلبی، جمہوریت اور آزادی :

انقلاب فرانس سے پہلے کی معاشرتی کیفیت نہ صرف یورپ میں بلکہ قریب قریب ساری دنیا میں یوں تھی بادشاہ، امراء، جاگیردار اور سرمایہ دار، تاجر اور ساہوکار سوسائٹی میں حکمران طبقہ کی حیثیت حاصل کر چکے تھے۔ عوام الناس ان کے لگے بندھے غلام اور مزدور تھے جو محض نان و نفقہ حاصل کرنے کی خاطر متذکرہ صدر طبقہ کے افراد کی ہر گونہ خدمات بجا لاتے تھے۔ یورپ کے ملکوں میں دین مسیحی کے کلیسائی نظام جنھیں پہلے حکمرانوں کا درجہ حاصل تھا سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں بادشاہوں کا اقتدار برقرار رکھنے کے لیے معاون یا ایجنٹ بن کر رہ گئے تھے۔ ایشیا کے اسلامی ملکوں میں عیسائیت کے کلیسائی نظام کی طرح اگرچہ کوئی مذہبی نظام قائم نہ ہوئے لیکن دین کے عالموں، مفتیوں اور ملاؤں کی حیثیت بادشاہوں اور امیروں کے زرخرید معاونوں کی سی بن کر رہ گئی تھی۔ مذہب کے ان مسیحی اور اسلامی علم برداروں کا کام یہ رہ گیا تھا کہ بادشاہوں اور امیروں کے اقتدار کو مذہب کے آسمانی احکام کے مطابق ظاہر کر کے عوام الناس کو ان کی خاموش تابع داری پر آمادہ رکھیں۔ اس نئے فرض منصبی کے پیش نظر عیسائیت کے پادریوں نے یہ مسئلہ گھڑ لیا تھا کہ بادشاہ خدا کی طرف سے مامور ہوتے ہیں اور اسلام کے ملاؤں نے بھی اپنے بادشاہوں کو ظل اللہ، خلیفتہ اللہ اور نائب خدا قرار دے کر عام لوگوں کو اس بات کا قائل بنا رکھا تھا کہ مذہب اسلام کی رو سے ان کے کوئی حقوق نہیں۔ اٹھارھویں صدی مسیحی کے وسط تک مغرب اور مشرق کے ملکوں میں جہاں تک بادشاہوں اور امیروں کے مقابلے میں عوام کے حقوق کا سوال ہے ماشرتی کیفیات قریب قریب یکساں تھیں۔ سولھویں اور سترھویں صدی میں اہل فرنگ کی استعماری اور تجارتی سرگرمیوں کے باعث یورپ کا تمول بڑھنے لگا لیکن متذکرہ صدر معاشرتی کیفیت کے باعث سرمایہ اونچے طبقہ کے ہاتھ میں جمع ہونے لگا۔ زمینیں پہلے ہی سے جاگیرداروں کے قبضے میں تھیں۔ علمی ترقیات کے باعث وہ زراعت کو فروغ دے کر زیادہ دولت کمانے لگے۔ کسان محض روزینہ کمانے والے مزدور بن کر رہ گئے جو بسا اوقات قوتِ لا یموت کو ترستے تھے۔ تجارتی فروغ کے باعث تجارتی کمپنیاں دنیا میں اور ان سے مزید منافع جو بالائی طبقہ کے مفاد میں تھے کہ آن پڑتے جھگڑے لگے۔

www.KitaboSunnat.com

صنعت و حرفت کے مرکز یعنی بڑے بڑے کارخانوں کے قیام کے باعث کاری گر محض مزدور بن کر رہ گئے۔ ان کے لیے نہایت گندی جھونپڑیاں بنائی جاتی تھیں۔ صنعتی حلقوں میں کارخانہ داروں کا ایک طبقہ پیدا ہوگیا جو تمول کے باعث بالائی طبقہ کا جزو شمار ہونے لگا۔ سرمایہ داری کے باعث ساہوکاری اور سودی لین دین کو فروغ حاصل ہوا۔ ان وجوہ کی بنا پر یورپ میں طبقہ بندی شروع ہوگئی۔ ایک بالائی طبقہ جو انتہائی عیش و آرام اور شان و شوکت میں مفت خوری کی زندگی بسر کرتا تھا دوسرا مزدور طبقہ جو دن بھر محنت و مشقت کر کے بہ مشکل اپنا پیٹ پال سکتا تھا۔ اس کیفیت کی شدت نے فرانس کے انقلاب کو پیدا کیا کیوں کہ ایک طرف عوام تنگ آئے ہوئے تھے۔ دوسری جانب فرانس میں ایسے اہل علم مفکر پیدا ہو رہے تھے جو اس معاشرتی نظام کی بے انصافیوں کے متعلق سوچ سکتے تھے۔ فرانس کے انقلاب نے یورپ کی تمام قوموں کے عوام و خاص کی توجہ کو ان نئے مسئلوں کی جانب مبذول کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالائی طبقہ کے لوگ مزدوروں کی بغاوت کے ڈر کے مارے ان کے حالات کی اصلاح کی طرف مائل ہونے لگے۔ ان کے رہنے کے لیے بہتر جھونپڑے بنانے، ان کے بیماروں کے لیے ہسپتال کھولنے اور ان کی اجرتوں کو بڑھانے کی تحریکیں چلیں اور یہ آواز بلند ہوئی کہ مزدور اور کارکن طبقہ کے ساتھ بالائی طبقہ کے لوگوں کو فیاضانہ برتاؤ کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی عوام کے سیاسی حقوق کی بحثیں چل نکلیں جو فرانس اور امریکہ میں جمہوری حکومتوں کے قیام پر منتج ہوئیں اور جن سے متاثر ہو کر انگلستان اور دوسرے ملکوں کے حکمرانوں نے سیاسی امور میں عوام کے نمایندوں سے مشورہ لینے بلکہ انھیں بعض اختیارات سونپنے کے حق تسلیم کیے۔ انیسویں صدی مسیحی کے دوران میں فرنگی اقوام کے تمام ملکوں میں کم و بیش طور پر یہ اصول مسلم رائج اور نافذ ہوگیا کہ حکومتی اور سیاسی امور میں عوام کی رائے کا شریک ہونا ضرور اور لازمی ہے بلکہ ان امور کا فیصلہ کرنے کا حق جو عوام سے متعلق ہے عوام کے نمایندوں ہی کو ملنا چاہیے۔ غرض اس صدی کے دوران میں فرنگی ملکوں میں عوام کے حقوق تسلیم کر لیے گئے۔ آئینی اور دستوری حکومتیں قائم ہوئیں۔ جمہوریتیں ظہور میں آئیں۔ قانون کی حفاظت ہر شخص کے لیے یکساں طور پر مسلم ہوگئی۔ بالائی طبقہ کے لوگوں کی آسمانی مراعات کا خیال حرف باطل کی طرح محو کردیا گیا اور جہاں تک حق حصول، حق ملکیت، حق آزادی، حق حفاظت قانونی اور اسی قبیل کے دوسرے حقوق کا تعلق تھا ایک قسم کی مجہول سی مساوات کا اصول عام طور پر تسلیم کرلیا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے ساتھ ہی سٹیٹ کے تصور کے استحکام کے باعث اقوام کی آزادی کے تخیل کو پہلے سے ہی زیادہ تقویت حاصل ہوگئی لیکن انیسویں صدی مسیحی میں یورپ کے مدبروں اور مفکروں کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ آزادی و جمہوریت کے یہ حقوق جنھیں وہ گوری اقوام میں رائج کر رہے ہیں مفتوح اور مغلوب ایشیائی، افریقی یا امریکی قوموں کو بھی ملنے چاہئیں۔ مفتوح قوموں کے لیے یورپ کے مدبروں اور مفکروں کی بخشش کا معیار یکسر اور تھا۔

کارل مارکس اور نظریہ اشتراکیت :

انیسویں صدی مسیحی یورپ کے ملکوں میں مشینوں اور کلوں کے ذریعے کام لینے کے ارتقا کا زمانہ ہے جس کی ترقیات کا حال ہم آگے بیان کریں گے۔ بھاپ کی طاقت سے کلیں اور مشینیں چلنے لگیں اور صنعتی سرگرمیاں بہت ترقی پذیر ہوگئیں اور بڑے بڑے کارخانے قائم ہونے لگے۔ اسی صنعتی تمرکز کے باعث اہل یورپ کی سوشل حالت میں سرمایہ دار اور نادار طبقوں کو پہلے سے بھی زیادہ فروغ حاصل ہونے لگا۔ یہ طبقہ بندی انقلابی خیالات، عوام کی حق رسی اور حق طلبی کے افکار اور جمہور خیالات کے نشوونما کا موجب بہت پہلے سے بن چکی تھی اور خود سرمایہ دار طبقہ میں لبرل ازم یعنی نادار طبقہ سے فیاضی اور کشادہ دلی کا سلوک کرنے کے خیالات ترقی پذیر تھے لیکن صنعتی تمرکز کے ارتقا کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ایک طبقہ کے ہاتھ میں دولت جمع ہوتی چلی جائے اور دوسرا طبقہ دماغی، ہنری اور جسمانی محنت و مشقت کر کے زندگی کی ضرورتیں اور آسائشیں حاصل کر سکے۔ سرمایہ دار طبقہ میں اپنے مفاد کے تحفظ کی خاطر دوسرے طبقے سے اچھا سلوک کرنے کی تحریکیں ضرور چلیں لیکن اس اچھے سلوک کو سرمایہ داروں کی خیرات اور فیاضی ظاہر کیا جاتا تھا۔ اس کے مقابلے میں نادار اور محنت کش طبقے میں یہ خیالات ترقی کرنے لگے کہ انھیں اچھی زندگی گزارنے کا حق خیرات کے طور پر نہیں بلکہ حق کے طور پر ملنا چاہیے۔ اس طبقہ کے مفکروں نے پرولتاری طبقہ (محنت کش طبقہ) کے حقوق پر سوچ بچار شروع کیا اور سارے معاشرتی نظام کی صحت کو چیلنج کرنا شروع کر دیا جو صدیوں سے بنا چلا آرہا تھا۔ صنعتی تمرکز کے باعث مزدوروں کی آبادیاں زیادہ تعداد میں یک جا رہنے سہنے لگیں اس لیے ان میں اپنے حقوق کے حصول اور ان کی حفاظت کے لیے تنظیمیں ہونے لگیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جا بہ جا مزدوروں کی انجمنیں قائم ہوئیں۔ سرمایہ داروں اور کارخانہ داروں نے پہلے پہل اس

www.KitaboSunnat.com

تنظیم کی مخالفت کی لیکن آخر انھیں مزدوروں کے منظم ہونے کا حق تسلیم کرنا پڑا اور تجربے نے انھیں بتا دیا کہ مزدوروں کی انجمنوں کی موجودگی بعض جھگڑے طے کرنے کے لیے جو اجرتوں، الاؤنسوں اور مزدوروں کے دوسرے مطالبوں کے متعلق وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے ہیں ان کے لیے بھی مفید ہے۔ مزدوروں نے ۱۸۶۴ء میں اپنی ایک بین الاقوامی انجمن بنائی جس کے سالانہ اجتماع ہونے لگے۔ یہ انجمن مزدوروں کے حق کے متعلق خاص معیار کا نظریہ رکھتی تھی۔ اس کے بعد ۱۸۸۹ء میں مزدوروں کی دوسری بین الاقوامی انجمن بنی جس نے سوشلزم یعنی اجتماعی، اقتصادی نظام قائم کرنے کو اپنا نصب العین قرار دیا اور یہ نظریہ قائم کیا کہ ریلیں، کانیں، بڑی بڑی صنعتیں قومی ملکیت قرار دی جائیں جن کا انتظام عوام کی منتخب کی ہوئی نمایندہ حکومت کے ہاتھ میں ہو۔ غرض صنعتی دنیا میں کئی قسم کے اقتصادی نظریے پیدا ہونے لگے اور بحثیں چل نکلیں۔ جرمنی کے ایک اقتصادیات کے ماہر اور مفکر کارل مارکس نامی نے ان بحثوں میں بہت شہرت حاصل کی۔ اس کی تصنیفات کو مزدور طبقہ کے لوگ بہت غور سے پڑھنے لگے۔ اس نے ایک ضخیم کتاب کیپیٹل (سرمایہ) کے نام سے لکھی جس میں اس نے اشتراکیت کا نظریہ پیش کیا اور یہ لکھا کہ جب تک سرمایہ کسی خاص طبقے کے ہاتھ میں رہے گا اس وقت تک محنت کش اور مزدور طبقہ کے لوگوں کو ان کا صحیح اور جائز حق نہیں مل سکتا۔ لہٰذا صحیح ترین اقتصادی نظام اشتراکیت کے اصول پر مبنی ہونا چاہیے تاکہ سوسائٹی کے تمام افراد محنت کش ہوں اور اپنی محنتوں سے جو اثمار پیدا کریں وہ سب کی مشترکہ ملکیت سمجھے جائیں اور سب میں بدرجہ مساوی تقسیم ہوسکیں۔ یہ اشتراکی نظام قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حکومتی اقتدار محنت کشوں کے ہاتھ میں ہو تاکہ وہ سوسائٹی کا اشتراکی نظام قائم کرسکیں۔ اس نظریہ کو عملی بنانے کا نصب العین لے کر مزدوروں کی تیسری بین الاقوامی انجمن ۱۹۱۹ء میں ظہور میں آئی۔ کارل مارکس کے اقتصادی نظریے آگے چل کر روس میں زبردست انقلاب لانے کا موجب بنے۔ اس لیے فکری تحریکات کے سلسلے میں اس کا ذکر ضروری تھا۔ کارل مارکس اس دنیا میں ۱۸۱۸ء سے لے کر ۱۸۸۳ء تک جیا۔ اس کی تصنیفات نے ۱۸۵۰ء کے بعد شہرت حاصل کی۔

ڈارون اور نیٹشے :

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے لیے بہت

www.KitaboSunnat.com

زیادہ متاثر ہوئے انگریز سائنسدان ڈارون اور جرمن فلاسفر نیٹشے ہیں۔ ڈارون ارتقائے حیات کے نظریہ کا مبلغ تھا جو ۱۸۰۹ء سے لے کر ۱۸۸۲ء تک جیا۔ اس نے ۱۸۵۹ء میں ''طبعی ماحول کے زیر اثر انواع حیات کی ابتدا (Distribution of Species by Natural Selection) کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس پر یورپ کے علمی حلقوں میں بہت سرگرم بحثوں کے دروازے کھل گئے۔ ڈارون کا نظریہ یہ تھا کہ تمام جان دار چیزوں کا آغاز نہایت ادنیٰ قسم کے کیڑوں سے ہوا جہاں سے وہ ترقی کرتی ہوئی اپنے اپنے طبعی ماحول کے مطابق چولے بدلتی ہوئی اپنی موجودہ حالت تک پہنچیں۔ اپنے نظریے کی صحت کے ثبوت نے ڈارون نے جان دار اشیا کی مختلف نوعوں کے پنجروں اور دماغوں کی ساخت کو پیش کیا جن میں بہت سی باتیں ایک دوسرے کے مشابہ نظر آرہی تھیں۔ اس تشابہ کی بنا پر اس نے مختلف نوعوں کے درمیان آرائی اور خونی رشتہ ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ مثلاً یہ لکھا کہ گھوڑا، گدھا، گورخر اور زیبرا ایک ہی دادا کی اولاد نظر آتے ہیں ان کے جسموں، دماغوں اور اعضا کی ساخت میں جو اختلاف رونما ہوا ہے وہ مدتوں الگ الگ ماحول میں زندگی بسر کرنے کا نتیجہ تھا۔ اسی طرح جان داروں کی برادریاں قائم کرنے کی کوشش میں ڈارون نے یہ کہا کہ بندروں کی بعض قسمیں انسان سے قریب تر نظر آتی ہیں۔ لہٰذا بندر اور انسان ایک ہی جد امجد کی اولاد سے تھے جو کسی خاص نوعیت کا جانور ہوگا اور اپنی اس حالت تک ارتقا کی ہزاروں منزلیں طے کرنے کے بعد پہنچا۔ ڈارون نے یہ نظریہ قائم کیا کہ جانوروں اور جانداروں کا نوعی اختلاف مختلف قسم کے طبعی ماحولوں میں قرنہا قرن تک زندگی بسر کرنے کا نتیجہ ہے۔ بعض جانداروں میں ارتقا کا عمل ختم ہو چکا ہے اور انسان میں جاری ہے۔ اس لیے انسان سب سے زیادہ ترقی یافتہ جانور بن گیا۔ اس نظریہ نے بہت سے لوگوں کو قائل کرلیا اور بہت سے لوگ اسے سن کر ہکا بکا رہ گئے۔ اکثر کو یہ سن کر صدمہ ہوا کہ ان کے آباؤ اجداد بندر کی قسم کے جانور تھے۔ اس نظریہ کی اشاعت و مقبولیت کا ایک نمایاں نتیجہ دین عیسائیت سے لوگوں کی بیزاری کی صورت میں برآمد ہوا کیوں کہ دین مسیحی کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ خدا نے پہلے آدم کا پتلا اپنی صورت پر بنایا پھر اس میں اپنی روح پھونکی پھر اس کی پسلی سے حوا پیدا کی۔ حوا نے شیطان کے بہکاوے میں آکر آدم سے گناہ کرایا، جس پر وہ دونوں بہشت سے نکالے گئے۔ آدم کے اس گناہ کی پاداش میں اولادِ آدم ہمیشہ کی مصیبت و محنت زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئی۔ مزید

پاکستان دینی و تاریخی کتب کا سب سے بڑا مفت مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گناہوں کا ارتکاب کرنے لگی۔ آخر خدا یسوع مسیح کی شکل میں نازل ہوا یا خدا نے اپنا اکلوتا بیٹا یسوع مسیح کی شکل میں بھیجا۔ جس نے صلیب پر جان دے کر آدم کے اور اولاد آدم کے گناہوں کا کفارہ ادا کردیا۔ اس طرح وہ انسان جو یسوع مسیح کی الوہیت اور ابن الہیت کے قائل ہیں ان کی آخری نجات کی صورت پیدا ہوگئی۔ ارتقائے حیات کے نظریہ نے اس ساری داستان بالخصوص اس کے گناہ اور کفارے والے حصے کی جڑوں پر کلھاڑا چلا دیا۔ مذہبیت کا طلسم پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا۔ اس نظریہ کی اشاعت کے باعث اس طلسم کو ایک اور کاری ضرب لگ گئی۔ کلیسائی نظام پہلے ہی علمی تحقیقاتوں سے بغض و عداوت رکھنے کے باعث عام لوگوں کی نگاہ میں ذلیل ہو چکا تھا۔ اس نظریہ کی بحث کے باعث یورپ کے علمی جستجو کا ذوق رکھنے والے لوگ پہلے کی بہ نسبت زیادہ آزاد خیال یعنی مذہبی اصلاح میں ملحد ہوگئے۔ فرانس میں اس قسم کے ملحد جو کھلم کھلا دین مسیحی کے عقائد و مسلمات کا استہزا کرتے تھے، بہت دیر پہلے سے پیدا ہو رہے تھے جن میں والٹیئر اور روسیو کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جرمنی کے فلاسفر نیٹشے جو ۱۸۴۴ء سے ۱۹۰۰ء تک جیا، ارتقائے حیات کے نظریہ پر اس نظریہ کا اضافہ کردیا کہ کائنات کی مجودات میں بالعموم اور حیوانات میں بالخصوص بقائے اصلح کا قانون کارفرما ہے۔ سب جانداروں میں اپنی اپنی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے کش مکش بلکہ جنگ جاری ہے۔ ہر حیات اپنے نفس کی بقا کے لیے دیگر حیوانات کو اپنی راہ سے ہٹانے، مارنے اور محو کرنے کے لیے اضطراری طور پر عمل پیرا ہے جو حیاتیں زیادہ قوی ہیں وہ دوسری زندگیوں کا خاتمہ کرکے اپنی بقا کے امکانات کو قوی تر بنا رہی ہیں۔ نیٹشے نے کہا کہ اصلح وہی ہے جو زیادہ قوی ہے اور جو زیادہ قوی ہے اسے ہی زندہ رہنے کا حق حاصل ہے۔ کم زور، ضعیف اور ناتوان حیات کو زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں اور قوی تر زندگیاں انھیں بے رحمی سے کچل دیتی ہیں۔ نیٹشے کے اس نظریہ کی اشاعت نے بھی اہل فرنگ کے علمی حلقوں میں بہت مقبولیت حاصل کی اور ان کے دماغ اس سے بہت متاثر ہوئے۔ اس قسم کے مفکروں اور فلاسفروں کے باعث اہل فرنگ کا زاویہ نگاہ زندگی اور اس کی ضروریات، اخلاق، سلوک اور زندگی کے مقاصد کے متعلق کچھ کا کچھ بن گیا۔ وہ سمجھے لگے کہ انسان بھی جنگل کے جانوروں میں ایک ترقی یافتہ جانور ہے۔ ارتقاء کا عمل انسان کی مختلف جمعیتوں میں سے بعض کو پست حالت میں چھوڑتا جا رہا ہے اور بعض ترقی کی معراج کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ باقی رہنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے ایسی طاقت کا حصول ضروری ہے جو دوسروں کو محو کرنے کے لیے قائل ہو جسے یہ طاقت حاصل ہو جائے اسے کم زوروں کو فنا کرنے، کچلنے اور پامال کرنے کا فطری حق حاصل ہے۔ اخلاقی پابندیاں بے معنی ہیں۔ انسان فطرت آزاد کا فرزند ہے لہٰذا اسے اپنی ضروریات کی تکمیل اور خواہشات کی تسکین کے لیے کھلی آزادی ہونی چاہیے۔ غرض اس قسم کی فکری تحریکات انیسویں صدی مسیحی میں پیدا ہوئیں اور آنے والی نسلیں جن پر بیسویں صدی کی دنیا کی تعمیر کا کام عائد ہونا تھا ان مفکروں اور فلاسفروں کی تعلیمات سے بہرہ ور ہوئیں۔

علمی ترقیاں اور ایجادیں:

یورپ کے ملکوں میں پچھلی صدی ہی سے ہر قسم کی علمی تفتیش و ترقی کے دروازے کھل چکے تھے جا بہ جا دارالعلوم، تجربہ گاہیں، رسد گاہیں، علمی سوسائٹیاں اور بحث و مناظرہ کی مجلسیں قائم ہو چکی تھیں۔ اہل فرنگ نے اس علمی عمارت کی دیواریں دور نہضت کے عربوں کی علمی تحقیقات کی بنیادوں پر استوار کیں لہٰذا اس کا مرکزی نقطہ مثبت قسم کی تحقیقات اور تجربہ قرار پایا۔ جن علوم کی بنیادیں عرب رکھ گئے تھے اہل فرنگ نے انھیں ترقی دی۔ نئے نئے علوم پیدا کیے۔ جستجو کے ذوق نے علم کے نئے نئے دروازے کھول دیے۔ علم النبات، حیاتیات، علم جمادات، ریاضیات، طبیعیات، کیمیا، تاریخ، جغرافیہ، طب اور اس کی شاخوں، فلکیات، حکمت و فلسفہ، عملی سائنس، فنی سائنس، نفسیات اور بیسیوں قسم کے دیگر علوم مثبت تحقیقات کی بنا پر فروغ پانے لگے۔ ادب، شعر، فسانہ نویسی، ڈرامہ تمثیل وغیرہ میں نئے رجحانات کی جھلک نمایاں طور پر نظر آنے لگی جو ان کے ذوق جستجو کو تیز اور قوت عمل کو بیدار کرنے والی تھی۔ علمی بحث کی آزادی علمی ترقی کے لیے زبردست مہمیز ثابت ہوئی۔ علمی تحقیقاتیں فنی اور صنعتی تجربوں کے ساتھ مل کر نئی نئی ایجادات کے اختراع و ابداع پر منتج ہونے لگیں۔ اس دور کی علمی تحقیقاتوں، فنی ترقیوں اور ایجادوں کا حال بیان کرنے کے لیے بہت سی ضخیم کتابوں کی ضرورت ہے۔ نوع انسانی کے حالات کی اس مجمل سی کہانی میں صرف چند موٹی موٹی تبدیلیوں کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ یوں سمجھیے کہ صنعتی ترقی کے سلسلے میں یورپ کے کارخانے ۱۷۲۸ء ہی میں لوہے کی چادریں تیار کرنے لگے تھے۔ ۱۷۸۱ء میں کارخانوں کی بھٹیاں لوہے کی سلاخیں بھی ڈھالنے لگیں۔ جن کے باعث جہاز سازی کے کام میں بہت سہولتیں پیدا ہو گئیں۔ ۱۸۱۴ء تک ایسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظیم بھٹیاں بن گئیں جن میں لوہے کو مائع بنا کر ضروریات کے مطابق سانچوں میں ڈالا جاسکتا تھا۔ یہ لوہے کے کام میں ایک انقلاب عظیم تھا اس کی بدولت بڑے بڑے انجن، بڑی بڑی مشینیں، کلیں، پرزے، جہازوں کے تختے، ریلیں وغیرہ بنانے کا کام آسان ہوگیا اس کے ساتھ ہی دوسری دھاتوں کے استعمال اور طریق استعمال میں بھی انقلاب انگیز ترقیاں رونما ہوئیں اور بعض نئی دھاتیں اور ادھاتیں دریافت کی گئیں جن کی بدولت علم کیمیا کے تجربوں کو بہت ترقی اور وسعت حاصل ہونے لگی۔

پچھلی صدی کی ترقیات کے حالات میں بتایا جا چکا ہے کہ ۱۷۶۵ء میں ایک انگریز لوہار واٹ نے بھاپ کی طاقت سے چلنے والا انجن ایجاد کرلیا تھا۔ پہلے پہل اس انجن کو کوئلے کی کانوں سے پانی نکالنے کے کام پر لگایا گیا۔ ۱۷۸۵ء میں اس انجن کی طاقت سے مشینیں اور کلیں چالو کی گئیں۔ ۱۸۲۵ء میں لوکو موٹف حرکت دینے والا) انجن بنایا گیا۔ سٹاکٹن اور وارنگٹن کے درمیان پہلی ریلوے لائن بچھا کر اس پر ابتدائی قسم کی ٹرین چلائی گئی۔ بھاپ کی طاقت سے چلنے والے انجن، کشتیوں اور جہازوں پر ۱۸۰۲ء ہی سے لگنے لگے تھے۔ ۱۸۶۹ء میں پہلے سٹیمر نے بحر اوقیانوس کو عبور کیا۔ اسی دوران میں بجلی کی نئی طاقت دریافت ہو چکی تھی اور اس پر قابو پانے اور اسے استعمال میں لانے کے طریقے معلوم کیے جا رہے تھے۔ چناں چہ ۱۸۳۵ء میں بجلی کے تار کے ذریعے پیام رسانی کا کام لیا گیا اور ٹیلی گراف معرض ظہور میں آیا۔ ۱۸۵۱ء تک انگلستان اور امریکہ کے درمیان بحری برقی تار بچھا دیا گیا۔ ۱۸۸۰ء سے ۱۸۹۰ء تک بجلی کی طاقت سے نئے نئے کام لینے کی راہیں دریافت ہوئیں۔ اس سے روشنی حاصل کی گئی۔ اس کی طاقت کو کام پر لگایا گیا۔ اسی دور میں بھاپ کی جگہ آتش گیر مواد کی طاقت سے چلنے والے انجن ایجاد ہوئے جس کا فائدہ یہ ہوا کہ چھوٹے اور ہلکے انجن زیادہ طاقت ور بننے لگے۔ اس ایجاد کی بدولت آٹو موبائل اور کھلونے طیارے چلائے گئے۔ ۱۸۹۷ء تک واشنگٹن میں کھلونا طیارہ بن کر تیار ہو چکا تھا اور آٹو موبائلیں یعنی موٹر کاریں عام طور پر چلنے لگی تھیں۔ انیسویں صدی کے اختتام تک ریلیں، بھاپ کی طاقت سے چلنے والے انجن، کلیں، مشینیں، آتش گیر مواد سے چلنے والے انجن، ٹیلی گراف، گیس اور بجلی کی روشنی اور دوسری ایجادیں، یورپ کے ملکوں اور دول یورپ کی بیرونی مستعمرات و مقبوضات میں رائج ہو چکی تھیں۔ ۱۸۳۵ء تک دیا سلائی بھی ایجاد ہو چکی تھی۔ نوع انسانی کی زندگی کے سفر میں یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشینی انقلاب ترقی کا ایک نیا سنگ میل ہے۔ یہ انقلاب ایسا ہی اہم ہے جیسا ابتدائی دور میں شکاری زندگی سے زراعت کاری کی زندگی اختیار کرتے وقت آیا تھا اور جب انسان جانوروں اور چوپاؤں کو مسخر کر کے ان سے اپنا کام لینے لگے تھے۔ یا اس قسم کا اہم حادثہ یا واقعہ وہ تھا جب انسان نے پہلے پہل دھات کو دریافت کر کے اس سے آلات سازی کا کام لینا شروع کیا تھا۔ جنگی ہتھیاروں کے معاملہ میں انسانی ترقی کے ایسے انقلابات وہ تھے جب اس نے پہلے پہل کمان ایجاد کی۔ پھر جب وہ پتھر کے بجائے برانز، پیتل اور لوہے کے ہتھیار بنانے لگا پھر جب اس نے بارود دریافت کی اور توپیں اور بندوقیں بننے لگیں۔

۱۸۷۳ء میں ٹائپ رائٹر اور ۱۸۷۷ء میں ٹیلی فون ایجاد ہوا۔ بجلی کی طاقت سے ریل گاڑیاں اور ٹرام گاڑیاں چلنے لگیں۔ ۱۸۹۳ء سے بجلی کی انگیٹھیاں استعمال ہونے لگیں۔ ۱۸۷۵ء میں دول عالم نے پوسٹل یونین قائم کیا تاکہ ڈاک کا عالم گیر انتظام قائم ہو جائے۔ اس صدی میں ترقی یافتہ فرنگی اقوام کے ملکوں میں جا بہ جا سکول، کالج، دارالعلوم، لائبریریاں، تجربہ گاہیں، رسد گاہیں، عجائب گھر، موسم کے حالات معلوم کرنے کے مراکز وغیرہ قائم ہوئے۔ فوٹو گرافی، نیچرل ہسٹری، ریاضی، مساحت، طبیعات، فلسفہ، کیمیا، ادب، تصویر کشی، نقاشی، رنگ سازی اور رنگینی، موسیقی، تعمیر، تھیٹر، پارک، زراعت وغیرہ کے علوم و فنون نے بہت ترقی کی۔ اسلحہ سازی میں اس صدی کی ترقیاں بھاری بھرکم توپیں، بڑے بڑے جنگی جہاز اور بہتر قسم کی بندوقیں اور سنگینیں بنانے ہی تک محدود رہیں۔

۱۸۹۹ء کا مشرق و مغرب:

انیسویں صدی مسیحی کے اختتام پر یعنی ۱۸۹۹ء میں دنیا کی کیفیت کچھ اس طرح نظر آ رہی تھی کہ فرنگستان کی دول عظمیٰ برطانیہ، فرانس، روس، جرمنی، آسٹریا اور اٹلی طاقت کے توازن کی حکمت عملی کی کاربند ہو کر اپنی اپنی جنگی طاقت میں اضافہ کرنے پر لگی ہوئی تھیں۔ برطانیہ میں محدود اختیارات کی آئینی بادشاہت قائم تھی اور حکومت کا انتظام و اقتدار بہت کامل طور پر پارلیمنٹ کے دو ایوانوں یعنی دارالامرا اور دارالعوام کے ہاتھ میں منتقل ہو چکا تھا۔ مستعمرات اور مقبوضات کی وسعت و اہمیت کے لحاظ سے برطانیہ کی طاقت نمبر اول کی شمار ہونے لگی۔ اہل برطانیہ برطانوی طاقت کی دیوی کو اپنی بحری قوت کی برتری کے باعث سمندر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ملکہ سمجھنے لگے تھے۔ فرانس میں جمہوری حکومت کا نظام قائم ہو چکا تھا لیکن استعمار و اقتدار کے میدان میں وہ بھی اپنے کو برطانیہ کے برابر کا حریف سمجھتا تھا۔ روس میں زار کے اقتدار، مطلقہ شہنشاہی کا اقتدار تھا۔ عوام کی نمایندہ مجلس محض برائے نام تھی۔ جرمنی میں قیصریت، آسٹریا میں شہنشاہیت اور اٹلی میں بادشاہت قائم تھی۔ فرنگستان میں دوسرے درجے کی طاقتیں ہسپانیہ، پرتگال، سویڈن، ناروے، ہالینڈ، بلجیم تھیں۔ جن میں شاہی نظام حکومت قائم تھے لیکن عوام کی نمایندہ مجالس بھی برپا ہو چکی تھیں۔ تیسرے درجے کی ریاستیں سوئٹزر لینڈ، لکسمبرگ، رومانیہ، سرویا، بلغاریہ اور یونان تھیں جن پر سوئٹزرلینڈ کو چھوڑ کر جہاں جمہوریت قائم ہو چکی تھی باقی ریاستوں میں بادشاہ عوام کی نمایندہ مجالس کے مشورے سے حکومت کرتے تھے۔ امریکہ کے دونوں براعظموں میں گوری قوموں کی جمہوری ریاستیں قائم ہو چکی تھیں جن میں اضلاع متحدہ امریکہ دنیا کی اول درجے کی طاقتوں میں شمار ہوتی تھی۔ کینیڈا برطانوی نو آبادی شمار ہوتا تھا اور جنوبی امریکہ کا ایک ملک گائنا برطانیہ، فرانس اور ہالینڈ کے قبضے میں تھا۔ افریقہ کے براعظم کا بیش تر حصہ دول فرنگ میں تقسیم ہو کر ان کے زیر اثر یا زیر اقتدار آ چکا تھا۔ صرف مراقش اور حبشہ (ابے سینیا) میں آزاد بادشاہیاں باقی رہ گئی تھیں۔ طرابلس اور لیبیا ابھی تک ترکی کی سلطنت کا جزو سمجھے جاتے تھے۔ ایشیا میں ہندوستان مکمل طور پر تاج برطانیہ کا بیش قیمت ہیرا بن چکا تھا۔ افغانستان، برطانیہ کے زیر اثر تھا۔ ترکی، ایران اور چین ابھی آزاد سلطنتیں تھیں۔ جن کی زوال پذیریاں اہل فرنگ کو دعوت استعمار دے رہی تھیں۔ جاپان کے لوگوں میں بیداری پیدا ہو چکی تھی اور انھوں نے شبانہ روز محنت کر کے اپنے ملک کو طاقت اور اعتبار کے لحاظ سے دول فرنگ کے ہم پایہ بنا لیا تھا۔ وسط ایشیا میں روس کا نفوذ افغانستان اور ایران کی شمالی سرحدوں تک پہنچ چکا تھا۔

اہل فرنگ کی علمی سرگرمیوں، فکری تحریکوں، ایجادوں اور صنعتی ترقیوں کا حال ہم گزشتہ فصول میں بیان کر آئے ہیں۔ ان ترقیات کے باعث ان کی زندگی کا فلسفہ علم و فن کی برتری کی بنا پر طاقت حاصل کرنا اور اس طاقت کی بنا پر دنیا کی دوسری قوموں کو اپنا سیاسی غلام بنانے تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ گوری قوموں کی برتری کا خیال ان کے دلوں میں پوری طرح سرایت کر چکا تھا۔ وہ سمجھنے لگے تھے کہ گوری قومیں کالی، گندمی اور زرد رنگ کے انسانوں پر حکومت کرنے یا انھیں فنا کرنے کا نیچرل حق رکھتی ہیں۔ اہل فرنگ بہت بڑی حد تک مذہب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بیگانہ اور اخلاقی قیود سے متنفر ہوتے چلے جا رہے تھے۔ پرانے معتقدات کے بجائے جو اخروی نجات کے متعلق قدیم ادوار کے لوگوں میں دین مسیحی کے مروجہ معتقدات نے پیدا کر رکھے تھے۔ اس دور کے فرنگی اپنے فکر و عمل کی قوتیں دنیوی زندگی کی آسائشوں کے حصول کے لیے علم و فن میں ترقی کر کے دوسری قوموں پر غلبہ حاصل کرنے پر مرکوز اور صرف کرنے لگے تھے۔ اب ان سب کا اوڑھنا بچھونا یہی ایک خیال بن چکا تھا۔ مذہبی رسمیں اور بعض پرانے سوشل رواج محض نام و نمود کے لیے ان میں باقی رہ گئے تھے۔ وسطی یورپ کی دول یعنی جرمنی، آسٹریا اور اٹلی استعماری اور تجارتی فوائد حاصل کرنے کی دوڑ میں برطانیہ، فرانس اور روس سے بہت پیچھے رہ چکے تھے۔ ان امور میں ان کی بہ نسبت بعض چھوٹے ملکوں مثلاً ہالینڈ اور بلجیم کی حالت بہتر تھی۔ اس لیے یہ ملک استعمار پیشہ دول کے عروج و اقتدار پر حسد کرتے تھے۔

ایشیا کی تین بڑی سلطنتیں ترکی، ایران اور چین صدیوں کے فرسودہ نظام کی یادگاریں تھیں۔ جن کے باشندے علمی اور فنی ترقیات میں اہل فرنگ سے کئی سو سال پیچھے تھے۔ نظام حکومت شہنشاہی تھا جس کے فرماں روا مطلق العنان ہوتے تھے۔ انھیں سب سے پہلے اپنے تخت و تاج اور اپنے تمول کو قائم و برقرار رکھنے کی فکر لاحق رہتی تھی۔ مشرق کے عوام مذہب، قومیت، آزادی، خود مختاری، جمہوریت میں سے کسی خیال یا جذبے سے متاثر نہ تھے۔ جو ان میں اہل فرنگ کی استعمار جوئی کے خلاف ایک عام لہر پیدا کر سکتا۔ صرف صدی کے آخر میں ان ملکوں میں یورپ کے خیالات سے متاثر ہونے والے اشخاص نے حفاظت و مدافعت کی تحریکیں شروع کیں جنھیں استعماری عزائم رکھنے والی دول فرنگ کی آنکھیں عقابی نگاہوں سے تاک رہی تھیں۔ ان سلطنتوں کی پس ماندگی اور بے حسی کا یہ عالم تھا کہ انیسویں صدی مسیحی کے آخر تک گورے فرنگیوں کے زیر نگیں آنے والے مشرقی ملکوں میں تو ریلیں، تاریں، گیس اور بجلی، مشینیں، کلیں، انجن، موٹریں اور دوسری عصری ایجادیں رائج ہونے لگی تھیں لیکن ان ملکوں کی حکومتیں ان سے بھی فائدہ اٹھانے کی کوئی تدبیر اختیار نہ کر سکیں۔ علم و فن میں بہت نیچے رہ جانے کے باعث ان ملکوں کے لوگ عصری ترقیات سے بہرہ مند ہونے کے لیے فرنگیوں کے دست نگر تھے لیکن فرنگیوں کو اپنے ملک میں دخل دینے کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ وہ ملک پر قابض ہو جاتے تھے۔ اس لیے آخر میں مشرقی قوم محض اس کا پرزہ متحمل ہو گئی۔

موجود تھا تو براہین لیے آخر میں مشرقی قوم محض اس کا پرزہ متحمل ہو گئی۔ آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس صدی کی کیفیات کا ایک عجیب و غریب کرشمہ یہ ہے کہ اس دور کے اہل مشرق بالعموم اور مسلمان آبادیوں کے عوام بالخصوص اس قسم کے خیالات و معتقدات کا شکار بن گئے جن میں دور ظلمت اور دور نہضت اور دور جمود میں (ولادت مسیح سے ۱۵۰۰ء تک) اہل فرنگ مبتلا تھے۔ اس دور کے مسلمان ان علمی تفتیشوں اور فنی ترقیوں کے حال سے جو دور نہضت میں (۶۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک) ان کے آباؤ اجداد نے کیں قطعاً بے خبر اور بیگانہ محض بن چکے تھے۔ ان کے مدرسوں میں قدیم یونانی فلسفے، یونانی منطق، یونانی طب اور یونانی ہیئت کے ادھورے سے سبق دیے جاتے تھے۔ انھوں نے ان یونانی خیالات کو اپنے دینی عقائد کا جزو بنا لیا تھا۔ نئی تحقیق اور علمی ترقی سے یہ لوگ اس طرح نفرت و عداوت کرنے لگے جس طرح متذکرہ صدر ادوار کے فرنگی کیا کرتے تھے۔ علوم و فنون کی وہ کتابیں جو دورِ نہضت کے مسلمانوں نے بغداد اور قرطبہ کے علمی مرکزوں میں لکھیں اس دور کے مسلمانوں نے گلدستہ طاق نسیاں بنا رکھی تھیں بلکہ بری بھلی قیمتیں ملنے پر اہل فرنگ کے ہاتھ فروخت کر ڈالیں جو علم کے پروانے بن چکے تھے۔ ان کی اپنی روایات ہندوؤں اور چینیوں کی طرح ان کے نزدیک محض سننے اور خوش ہونے کے کام آنے لگیں۔ بزرگوں کے کارنامے انھیں آمادۂ عمل کرنے کی بجائے محض استعجاب انگریز احترام کا سرمایہ بن کر رہ گئے۔ دینی احکام کی پہلی صورتیں تاویلوں کے پردوں میں روپوش ہو کر محض رسمیں بن گئیں۔ ان کا تصوف عیسائی راہبوں اور ہندو یوگیوں کے افکار و خیالات سے بہت متاثر ہوا۔ پوپ کے جسم میں یسوع مسیح کی روح سے حلول کرنے کا عقیدہ ان میں فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول کے فلسفہ کی صورت میں جلوہ گر ہوا اور ہندو ویدانت کے اثرات نے ان میں فنا فی اللہ اور ہمہ اوست یا ہمہ از وست کے عقائد کو تقویت دی۔ یورپ کے عیسائی اپنے دور ظلمت اور مسلمانوں کے دور نہضت میں اس قسم کی بحثوں میں مبتلا ہوا کرتے تھے کہ یسوع مسیح نے غدیر کے دن جو روٹی استعمال کی تھی آیا وہ خمیری تھی یا فطیری، دور جمود و زوال کے مسلمانوں کی بحثیں اس قبیل کی رہ گئیں کہ نماز پڑھنے میں ہاتھ اٹھانا، قبروں پر فاتحہ پڑھنا، بزرگوں کو ایصال ثواب کے لیے محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں۔ اُلّو حلال ہے یا حرام اور پاجامہ ٹخنوں سے ایک انگل نیچے تک ہونا چاہیے یا دو انگل اوپر تک رکھا جائے۔ دور جہالت کے عیسائی ہر نئی علمی تحقیق کو بدعت و الحاد قرار دیتے تھے۔ دور جمود و زوال کے مسلمانوں نے محض اس ضد سے کہ علم کی دولت فرنگی نصاریٰ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ میں چلی گئی ہر دریافت کو بدعت و الحاد سمجھنے کا وتیرہ اختیار کرلیا۔ قدیم ہندوؤں اور عیسائیوں نے اپنے دینی پیش واؤں کو خدا کا مظہر، پرماتما یا پرمیشور کا اوتار، خدا کا بیٹا، قرار دیا تھا اور دور جمود و زوال کے مسلمانوں میں بھی اپنے پیغمبر کو اس قسم کا ''بلند'' مرتبہ دینے کے رجحانات پیدا ہوئے۔ غرض دور نہضت کے مسلمانوں اور عیسائیوں کی کیفیت اس دور ایجادات یعنی انیسویں صدی مسیحی میں آکر یک سر برعکس ہوگئی۔ اس دور میں عیسائی جہالت پرست تھے اور مسلمان علم پرور۔ اس دور میں مسلمان جاہلانہ خیالات و معتقدات کے علم بردار بن گئے اور عیسائی شمع علم کے پروانے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیسویں صدی مسیحی

دول عظمیٰ کی رقابتیں

عصر حاضر یعنی بیسویں صدی مسیحی کا آغاز ایسی کیفیت میں ہوا جب فرنگ یا اقوام کی دول عظمیٰ کے درمیان تجارت و اقتصاد اور استعمار کے میدانوں میں رقابت، حسد اور رشک کے جذبات بہت ترقی پذیر ہو چکے تھے۔ ہر بڑی سلطنت شبانہ روز اس تگ و دو میں لگی ہوئی تھی کہ اپنی جنگی طاقت کو بڑھائے۔ اپنی تجارت کو دنیا بھر میں فروغ دینے کے لیے اپنے اثر و نفوذ کے حلقے کو وسیع تر کرے۔ ایجادات کے بل پر اپنی صنعتوں کو ترقی دے۔ اپنا مال بیچنے اور اپنے کارخانوں کے لیے خام اجناس اور ضروری اشیا حاصل کرنے کے لیے افریقہ اور ایشیا کے بچے کھچے ملکوں پر قبضہ جمائے یا ان کو اپنے حلقہ اثر میں لائے۔ اس کیفیت کے باعث اقوام فرنگ کی سیاست کا تمام تر انحصار ان کی خارجی حکمت عملی پر موقوف ہو کر رہ گیا۔ اسی خارجی سیاست کے مقاصد کو پیش نظر رکھ کر یورپ کی دول عظمیٰ اپنی زندگی کے تمام شعبوں کو منظم کر رہی تھیں۔ عسکری نظام اسی خارجی سیاست کے مطابق استوار کیا جاتا تھا۔ جنگی ساز و سامان بھی اسی مقاصد کے پیش نظر تیار کیا جاتا تھا۔ صنعتی کارخانوں، تجارتی کمپنیوں، اقتصادی اداروں حتی کہ معاشرتی سرگرمیوں اور علمی کاوشوں میں بھی یہی سعی مسابقت اور حس رقابت کارفرما تھی۔ دنیا میں صرف ترکی، ایران، چین اور جاپان کی مملکتیں ایسی باقی رہ گئی تھیں جو ابھی تک کسی فرنگی قوم کے دام استعمار کا شکار نہیں بنی تھیں۔ یورپ کی تمام بڑی دول انھی ملکوں کو للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں اور ایک جاپان کو چھوڑ کر باقی تمام ملکوں میں فرنگی اقوام کی تدبیروں کے گھوڑے دوڑائے جا رہے تھے۔ جاپان کے لوگ ہوشیار اور بیدار ہو چکے تھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اپنے کو ہر لحاظ سے فرنگی اقوام کے ہم پلہ بنانے کے لیے والہانہ سرگرمی سے کوشاں تھے۔ برطانیہ، روس اور فرانس تجارت اور استعمار کے میدانوں میں بہت کام یاب پاؤں پھیلا چکے تھے۔ جرمنی، آسٹریا اور اٹلی اس دوڑ میں بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ خاص کر جرمن قوم تو انگریزوں، روسیوں اور فرانسیسیوں کا استعماری عروج دیکھ دیکھ کر انگاروں پر لوٹ رہی تھی۔ اس کے حکمران ۱۸۸۰ء سے جرمنی کی جنگی طاقت کو بڑھانے پر اپنی کامل توجہات صرف کر رہے تھے تاکہ فرانس یا روس میں سے کسی ایک کو اپنے زور بازو کے بل پر نیچا دکھا کر اس کی استعماری پوزیشن چھین لیں۔ جرمنی کے چانسلر بسمارک نے ۱۸۷۹ء میں آسٹریا کی شہنشاہی حکومت سے اس مضمون کا خفیہ معاہدہ طے کیا کہ اگر کوئی اور طاقت جرمنی یا آسٹریا سے جنگ آزما ہوگی تو دونوں ملک مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔ ۱۸۸۲ء میں جرمن مدبروں نے اٹلی کو بھی اس اتحاد میں شامل کرلیا۔ ۱۸۸۸ء میں اس اتحاد کا راز طشت از بام ہوگیا اور روس اور فرانس کو فکر لاحق ہوئی کہ آسٹریا، جرمنی اور اٹلی کا یہ اتحاد ان کی ہستی کے لیے ایک مستقل خطرہ ہے۔ چناں چہ فرانس کے مدبر جرمنی کے مدبروں کی چالوں کے علی الرغم ۱۸۹۵ء میں زار روس کی حکومت کے ساتھ جنگی اتحاد قائم کرنے میں کام یاب ہوگئے۔ ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۲ء تک جنوبی افریقہ میں بوئر قوم کے فرنگیوں اور برطانوی حکومت کے درمیان جو لڑائیاں وقوع پذیر ہوئیں ان میں جرمنی کی حکومت نے بوئروں کے ساتھ پوری ہمدردی کا اظہار کردیا۔ اس واقعہ اور بعض دوسرے اثرات کے ماتحت برطانوی مدبروں نے ۱۹۰۴ء میں فرانس کے ساتھ مفاہمت کرلی جس کا مقصد یہ تھا کہ اگر جرمنی، فرانس یا انگلستان سے جنگ کرے تو دونوں ملک اکٹھے ہو کر اس کا مقابلہ کریں گے۔ ۱۹۰۷ء میں روس اور انگلستان کے درمیان بھی اس قسم کی مفاہمت ہوگئی۔ اس طرح جرمنی، آسٹریا اور اٹلی کے اتحاد ثلاثہ کے مقابلے میں فرانس، روس اور انگلستان کا ائتلاف ثلاثہ بن گیا اور توازن دول ترازو کے تول قائم ہوگیا۔ یورپ کی دول عظمیٰ کے جنگی ماہران معاہدوں کی بنا پر آیندہ جنگ کے نقشے تیار کرنے لگے۔ دونوں دھڑوں کے فوجی جنرل سٹاف وقتاً فوقتاً آپس میں مشورے بھی کرلیتے تھے۔

چند اہم واقعات :

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں دنیا میں جو چند اہم واقعات رونما ہوئے ان میں چین

www.KitaboSunnat.com

میں بکسر قوم کے لوگوں کا خروج سب سے پہلے سامنے آتا ہے۔ پچھلی صدی کے آخر میں فرنگی قومیں ہوس استعمار کی قینچیاں لے کر چین کی مملکت پر کچھ اس طرح ٹوٹ پڑی تھی جس طرح کسی بیل یا گدھے کی لاش پر گدھ اور کوے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے ہیں۔ ۱۸۹۸ء میں جرمنی نے شان ٹونگ پر، روس نے لیاؤ ٹونگ پر اور برطانیہ نے وی ہائی وی پر قبضہ جما لیا تھا۔ روس نے اپنی ریلوے لائن پورٹ آرتھر تک بڑھا لی اور ۱۹۰۰ء میں مانچوریا پر قبضہ جمانے کا عمل شروع کر دیا۔ اس کھلی لوٹ کھسوٹ کو روکنے اور اپنے ملک کو بچانے سے چین کی شہنشاہی حکومت بکسر بے بس ثابت ہوئی لیکن چین کی بکسر قوم کے لوگ جو مسلمان تھے اس صورت حال کو برداشت نہ کر سکے۔ انھوں نے ۱۹۰۰ء میں فرنگیوں کے خلاف جہاد کا علم بلند کر دیا۔ شان ٹونگ کے جزیرہ نما میں فرنگیوں کی حالت نازک ہوگئی۔ جرمنی کے قیصر نے اپنے کمانداروں کو حکم بھیجا کہ وہ چینیوں کے ساتھ ویسا ہی وحشیانہ سلوک کریں جیسا ہن دوسری قوموں کے ساتھ کرتے تھے۔ بکسروں کے جہاد نے چین بھر میں اجنبیوں کے خلاف جوش پھیلا دیا اور پیکن کے غیر ملکی سفارت خانے غیر محفوظ نظر آنے لگے۔ اس کیفیت سے فائدہ اٹھانے کے لیے جاپان نے یورپی طاقتوں کی رضا مندی سے بیکن پر ایک بحری اور بری مہم بھیجی۔ چین کی ملکہ شہر چھوڑ کر بھاگ گئی۔ جاپان نے یورپی ملکوں کی نظروں میں اہمیت حاصل کر لی۔ بکسر قوم کے قیام کے ساتھ چین میں اجنبیوں کے نفوذ کے خلاف جو تحریک اٹھی اس نے مانچوریا میں روسی نفوذ کے خلاف بھی عام شورش کی صورت اختیار کر لی لیکن روسی ان شورشوں کو دبانے میں کام یاب ہو گئے۔

ان واقعات نے چین کے باشندوں پر اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا کہ چین کا شہنشاہ جسے وہ صدیوں سے دیوتا کا اوتار سمجھتے چلے آرہے تھے۔ فرنگیوں کے مقابلے میں چین کے سیادتی حقوق کی حفاظت نہیں کر سکتا اور مطلق العنان بادشاہی نظام حکومت فرسودہ ہو چکا ہے۔ اس وقت تک چین کے اندر جدید تعلیم یافتہ لوگ کافی تعداد میں پیدا ہو چکے تھے جو اہل فرنگ کے افکار اور ان کی سیاسی تحریکات کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ۱۹۰۴ء کی روسی جاپانی جنگ نے جس میں روسی ایسی بڑی طاقت نے جاپان کی نوخیز طاقت سے شکست فاش کھائی چینیوں کی آنکھیں کھول دیں اور انھوں نے بھی اپنے ملک کا فرسودہ نظام توڑ کر نیا نظام قائم کرنے کی ٹھان لی۔ چنانچہ ۱۹۰۹ء میں چین کے اندر آئینی حکومت کا قیام معرض عمل میں آیا اور شہنشاہ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیارات محدود کردیے گئے۔ چین کے اندر پارلیمنٹ بنا کر عوام کی نمایندہ دستوری حکومت قائم کرنے کی کوشش کی گئی لیکن جمہوری پارٹی کو جو ڈاکٹر سن یٹ سین کے زیر سرکردگی کام کر رہی تھی یہ صورت بھی اچھی نہ لگی۔ چناں چہ ۱۹۱۱ء میں چین میں ایک عام انقلاب رونما ہوا۔ جس نے چین کے شہنشاہ کو معزول کر کے ملک سے نکال دیا۔ ۱۹۱۲ء میں چین میں جمہوری حکومت قائم ہوگئی۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ انیسویں صدی مسیحی کے نصف آخر میں روس اور برطانیہ کے درمیان ایشیا کے پس ماندہ اور کم زور ملکوں پر ایک دوسرے سے پہلے قبضہ جمانے یا اپنے اثر کا حق قائم کرنے کی سعئی مسابقت جاری تھی۔ ۱۹۰۱ء میں روس کی فوجوں نے مانچوریا کے ملک پر قبضہ جما لیا تو انگریز کس طرح نچلے بیٹھ سکتے تھے۔ چناں چہ انھوں نے تین سال کی تیاری کے بعد ۱۹۰۴ء میں تبت کی سرزمین پر چڑھائی کردی اس کے صدر مقام لاسا پر قبضہ جما لیا اور اس طرح تبت کو اپنے حلقہ اثر میں لانے کا حق قائم کرلیا۔

روس اور جاپان کی جنگ :

۱۸۹۴ء کی چین اور جاپان کی جنگ کے بعد روس، جرمنی اور فرانس کی مداخلت نے جاپان کو کوریا پر قبضہ جمانے سے محروم کردیا تھا۔ ۱۹۰۰ء کے واقعات چین پر یورپی قوموں کے جارحانہ اقدامات پر منتج ہوئے جن کا تذکرہ ہم اوپر کر آئے ہیں۔ روس نے مانچوریا اور جزیرہ نمائے لیاؤ ٹونگ پر قبضہ جما لیا جس کے جنوبی سرے پر پورٹ آرتھر کی بندرگاہ واقع تھی۔ روس کوریا میں بھی نفوذ حاصل کرنے کا متمنی تھا جس پر جاپان کے دانت بھی تیز ہو رہے تھے۔ جاپان کوریا کے بدلے مانچوریا پر روس کا حق ماننے کو تیار تھا لیکن روس نے یہ بات نہ مانی اس لیے جاپان کے شہنشاہ میکاڈو نے ۶ فروری ۱۹۰۴ء کو روس کے خلاف اعلان جنگ کردیا۔ جاپان کی فوجوں نے کوریا پر آسانی سے قبضہ جما لیا۔ کوریا کی شمالی سرحد پر دریائے یالو کے کنارے روسی لشکر کو شکست فاش دی۔ جاپانی جرنیلوں نے مانچوریا پر چڑھائی کر دی اور جزیرہ نمائے لیاؤ ٹونگ پر بھی فوج کشی کی۔ جاپانی بحری بیڑے نے روسی بحری بیڑے کو متعدد شکستیں دیں۔ پورٹ آرتھر کا قلعہ چھ ماہ کے شدید محاصرہ کے بعد سر کرلیا اور مانچوریا کے محاذ پر روسی جرنیلوں کو شکست پر شکست دے کر جاپانی فوجیں موکدن تک پہنچ گئیں۔ اس جنگ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جاپان نے ثابت کردیا کہ عسکری تنظیم، جنگی صلاحیت، فوجوں کی قیادت اور جنگی چالوں میں جاپان کی تیاری یورپ کے ملکوں کی تیاریوں سے کسی لحاظ سے بھی کم نہیں۔ روس کو بالاخر ہار ماننی پڑی اور امریکہ کی مداخلت سے روس اور جاپان کے درمیان پورٹس ماؤتھ کا معاہدہ طے ہوا جس کی رو سے روس نے لیاؤ ٹونگ کا علاقہ جاپان کو دے دیا۔ کوریا پر جاپان کی سیادت کا مکمل حق تسلیم کرلیا۔ سنگھالین کے جزیرے کا نصف حصہ جاپان کی نذر کردیا۔ اس جنگ میں روس کا دوسرا بحری بیڑا جو بالٹک سے چل کر ساحل افریقہ کے گرد گھومتا ہوا جاپانی سمندروں میں پہنچا تھا جاپانیوں کے ہاتھ سے تباہ و برباد ہوگیا۔ پورٹس ماؤتھ کا معاہدہ ۵ ستمبر ۱۹۰۵ء کو طے ہوا۔

ترکی پر مزید حملے (جنگ طرابلس اور جنگ بلقان):

ترکی کی سلطنت کے اقطاع نصف صدی سے یورپ کی دول عظمیٰ کی للچائی ہوئی نگاہوں کا ہدف بن رہے تھے۔ ۱۸۷۷ء میں روس نے ترکی کے ساتھ جنگ کرکے رومانیا، بلغاریہ اور سرویا کی تین آزاد بلقانی ریاستیں قائم کرالی تھیں۔ بوسنیا اور ہرزے گونیا کے صوبوں پر اسی وقت آسٹریا کی شہنشاہی حکومت نے اپنا حق جتا دیا تھا۔ ۱۹۰۸ء میں آسٹریا نے ان دونوں صوبوں کو اپنی مملکت کے ساتھ ملحق کر لیا۔ سلطان عبدالحمید ترکی کے مطلق العنان بادشاہ تھے جن کے عہد میں ترکی کی یورپی مملکت کے بہت سے قطعات ترکوں کے ہاتھ سے نکل گئے اور یورپ کی فرنگی قوموں نے سلطان کو ڈرا دھمکا کر یا بہ لطائف الحیل ترکی کے اندر بہت سی امتیازی مراعات حاصل کرلی تھیں۔ ترک قوم کا فہمیدہ طبقہ اپنی قومی عظمت کے زوال کا یہ عمل دیکھ رہا تھا۔ اس طبقہ نے انجمن اتحاد و ترقی کے نام سے ایک خفیہ سوسائٹی قائم کی۔ جس کا مقصد اپنے ہاں کی مطلق العنان شاہی حکومت کو ختم کرکے اس کی جگہ عوام کی نمائندہ اور آئینی حکومت قائم کرنے کے لیے فضا کو سازگار بنانا تھا۔ اس انجمن کی سرگرمیوں نے سلطان عبدالحمید کو دستوری حکومت کا حق تسلیم کرنے پر مجبور کردیا لیکن سلطان اپنے شخصی اقتدار کو قائم اور بحال رکھنے کے لیے جوڑ توڑ کرتا رہتا تھا۔ ۱۹۰۸ء میں جب آسٹریا نے بوسنیا اور ہرزے گونیا کے صوبے ہڑپ کرلیے اور سلطان کی حکومت اس کا کوئی سدباب کرنے سے قاصر رہ گئی تو نوجوان ترکوں کی پارلیمنٹ نے سلطان کو معزول کردیا اور اس کی جگہ محمد خامس کو سلطان اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلیفۃ المسلمین بنا کر تخت پر بٹھا دیا۔ یورپ کی دول عظمیٰ نے ترکی کے اس انقلاب کو خطرے کی نگاہ سے دیکھا۔ انھیں فکر پیدا ہوئی کہ جوان خیال ترکوں کی پارٹی اپنی مملکت کا انتظام سنبھال کر ان کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرنے لگے گی۔ اس لیے اٹلی نے یورپ کی دول عظمیٰ کے ایما سے ۱۹۱۱ء میں طرابلس پر چڑھائی کردی۔ ترکوں کے پاس بحری بیڑا نہ تھا جو وہ اپنی سلطنت کے دور افتادہ خطے کی مدافعت کے لیے فوج بھیج سکتے۔ ترکوں نے مصر کی راہ سے فوجیں بھیجنے کی کوشش کی لیکن مصر عملی طور پر انگریزوں کے اقتدار میں جا چکا تھا۔ مصر پر ترکی کی سیادت محض کاغذ کے پرزوں ہی پر تسلیم کی جا رہی تھی اور مصر کے خدیو بھی اپنے ان حلیفوں یعنی انگریزوں کو مہمان بنا کر ان کے سامنے بے بس ہو چکے تھے۔ ترکی فوج میں صرف انور پاشا، مصطفیٰ کمال اور چند دیگر فوجی افسر بھیس بدل کر مصر کی راہ سے طرابلس پہنچنے میں کام یاب ہو سکے۔ طرابلس میں شیخ سنوسی کے مریدوں نے ان ترک افسروں کے زیر قیادت اٹلی کی فوجوں کا مقابلہ کیا لیکن ترکی سے کمک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس لیے اٹلی کی فوجیں طرابلس اور بعض دیگر ساحلی مقاموں پر قبضہ جمانے میں کام یاب ہوگئیں اور ترکی حکومت یورپی دول کے دباؤ کے ماتحت طرابلس کی سیادت کے حق سے دست بردار ہونے پر مجبور ہوگئی۔

ابھی انور پاشا اور مصطفیٰ کمال شیخ سنوسی کی مدد سے طرابلس میں اٹلی کی فوجوں کے ساتھ لڑ ہی رہے تھے کہ سرویا، بلغاریہ اور یونان کی بلقانی ریاستوں نے ۱۹۱۳ء میں دول یورپ کی شہ پا کر ترکی کے ساتھ جنگ چھیڑ دی۔ ترک فوجی افسروں کو طرابلس کا میدان جنگ چھوڑ کر واپس آنا پڑا۔ بلقانی ریاستوں کی فوجوں نے تھریس (یورپی ترکی) کے حصہ غالب پر قبضہ جما لیا اور یہ فوجیں قسطنطنیہ کے دروازے شتابجہ کے مقام تک بڑھ آئیں۔ شتابجہ کے محاذ پر ترکوں نے حملہ آوروں کو شکست دی۔ اس شکست کے بعد یہ تینوں ریاستیں فتح کیے ہوئے علاقے کی تقسیم کے سوال پر آپس میں لڑ پڑیں۔ اس جنگ میں رومانیہ نے بھی حصہ لیا۔ غازی انور نے موقع کو غنیمت جان کر ادرینہ کو از سر نو فتح کرلیا اور چھنے ہوئے رقبے کو پھر سے حاصل کیا۔ یہ حال دیکھ کر دول عظمیٰ نے مداخلت کی اور ترکی اور اس کے حملہ آوروں کے درمیان صلح کرا دی۔ اس صلح نامے کی رو سے البانیہ کی آزاد ریاست قائم کردی گئی جس کے متعلق بلقانی ریاستوں میں جھگڑا اٹھا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرقی ملکوں میں بیداری کی لہر:

چین اور ترکی میں ۱۹۰۹ء میں آئینی اور دستوری حکومتیں قائم ہوئیں لیکن ایران میں ترقی خواہ ایرانیوں نے ۱۹۰۶ء میں اپنے بادشاہ مظفر الدین قاچار سے دستوری حکومت حاصل کرلی تھی اور ایران میں ملکی انتظام کے لیے مجلس (پارلیمنٹ) کا قیام معرض عمل میں آچکا تھا۔ ایران، چین اور ترکی میں پارلیمنٹوں کا قیام اس امر کی دلیل تھا کہ ان ملکوں کے فہمیدہ طبقوں میں جو عصر حاضر کی تعلیم سے بہرہ ور ہو رہے تھے اور اہل فرنگ کے سیاسی افکار سے متاثر تھے ان خطروں کو محسوس کرنے کی صلاحیت پیدا ہو رہی تھی جو ان ملکوں کو اہل فرنگ کی استعماری دست برد کے ہاتھوں درپیش تھے۔ ان کے دماغ سوچنے لگے تھے کہ اس دور میں زندہ رہنے کے لیے ضرور ہے کہ مشرقی اقوام اہل مغرب کے سے طریقے اختیار کریں۔ انھی کے نقش قدم پر چلیں۔ اپنے کو ہر اعتبار سے ان کے ہم پلہ بنائیں تاکہ یورپ کے لٹیروں کی دست برد سے محفوظ رہ سکیں۔ بادشاہوں اور شہنشاہوں کے اقتدار مطلقہ کے خلاف جو تحریکیں انیسویں صدی مسیحی کے آغاز میں یورپ اور امریکہ کے ملکوں میں اٹھی تھیں ان سے ان ملکوں کے تعلیم یافتہ طبقے ایک سو سال بعد بیسویں صدی مسیحی کے آغاز میں جا کر متاثر ہوئے۔ صدہا سال کے پیہم تازیانوں کے بعد مشرق کے لوگ بیدار ہونے لگے۔ ان کی آنکھیں کھلیں اور انھوں نے دیکھا کہ علم و فن، سیاست، اقتصاد، صنعت و حرفت، تجارت اور ایجادات سے فائدہ حاصل کرنے کے معاملے میں وہ یورپ کی گوری قوموں سے صدہا سال پیچھے ہیں۔ اس لیے سفید رنگ کی اقوام انھیں ذلیل سمجھتی ہیں اور ان کی ہستی کو لا وارث مال سمجھ کر ہڑپ کرنے اور ہضم کر جانے کے درپے رہتی ہیں۔ زمانے کے حالات اگرچہ بدرجہ غایت ناسازگار تھے تاہم ایران، ترکی اور چین کے فہمیدہ اور بیدار مغز اشخاص کی مختصر سی جمعیتوں نے اپنے ملکوں کو اہل فرنگ کی استعماری دست برد سے بچانے کے لیے کمر ہمت باندھی۔ ایک طرف انھوں نے اہل فرنگ کی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ شروع کردیا اور دوسری جانب انھیں اپنی قوموں کے رجعت پسندانہ رجحانات سے جو مشرقی اقوام کی گھٹی میں داخل ہو کر ان کے اجتماعی نظام زندگی کو فرسودہ بنا چکے تھے نبٹنا پڑا۔ یہ لوگ اہل فرنگ کے افکار اور خیالات سے متاثر تھے اس لیے انھوں نے انھیں کے نقش قدم پر چلنے کو مشرقی اقوام کے لیے نجات کا ذریعہ جانا اور اپنے کو ہر لحاظ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے ہم پایہ بنانے کی کوششیں شروع کردیں۔ فرنگیوں کے سیاسی حس نے مشرقی اقوام کی اس بیداری کو اپنے استعماری مقاصد کے لیے باعثِ خطر جانا اس لیے انھوں نے ان ملکوں کی ترقی چاہنے والے عناصر کی راہ میں روڑے اٹکانے شروع کردیے تاکہ انھیں فرصت و فراغت کے ساتھ اپنی قومی زندگی کے نظام کو پختہ بنیادوں پر استوار کرنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی عالم گیر جنگ

یورپ کی دول عظمیٰ کے درمیان جنگ کے کھیل کی سٹیج ۱۹۰۷ء ہی میں پوری طرح تیار ہوگئی تھی جب برطانیہ عظمیٰ کے مدبروں نے جرمنی کے ارادوں کو بھانپ کر روس کے ساتھ مفاہمت کرکے جرمنی، آسٹریا اور اٹلی کے اتحاد کے مقابلے میں فرانس، برطانیہ اور روس کے اتحاد کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ ائتلاف ثلاثہ کے مدبر دیر سے محسوس کر رہے تھے کہ جرمن قوم کے سینوں میں رشک و حسد کی جو آگ بھڑک رہی ہے وہ ایک نہ ایک دن فرانس یا روس کے خرمنوں کا جائزہ لے کر رہے گی۔ جنگ کے امکانات کو روکنے کے لیے ۱۸۹۹ء میں ہالینڈ کے شہر ہیگ میں نکولس زار روس کی دعوت اور تحریک پر پہلی بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں یورپ کی ۲۶ قوموں کے نمایندے شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں یورپی اقوام کا باہمی امن قائم رکھنے کے متعلق تجویزیں سوچی گئیں اور اس مسئلہ پر بحث کی گئی کہ باہمی جھگڑوں کا تصفیہ کرنے کے لیے ثالثی کے طریق کو رائج کیا جائے اور دول عظمیٰ کے درمیان اسلحہ سازی کی جو دوڑ شروع ہوچکی ہے اسے اعتدال میں لاکر اس پر قابو پایا جائے۔ اس کے علاوہ ایسے قوانین بنائے جائیں جو جنگ کے دوران میں فریقین کو ایک دوسرے کے ساتھ انسانیت کا سلوک کرنے پر مجبور کرنے والے ہوں۔ اس کانفرنس میں کوئی تجویز بھی پروان نہ چڑھ سکی اور چھبیس قوموں' کے نمایندے تبادلہ خیالات کرنے کے بعد منتشر ہوگئے۔ ۱۹۰۷ء میں جمہوریہ امریکہ کے صدر کی تحریک سے زار روس کی دعوت پر ہالینڈ کی حکومت کے زیر اہتمام ہیگ میں دوسری بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں یورپ اور امریکہ کی چوالیس اقوام کے نمایندے شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں ہیگ کنونشن کے نام سے بین الاقوامی قوانین کا ایک مجموعہ تیار کیا گیا جس پر امن اور جنگ کے زمانے پر عمل کرنے کے لیے سب نے حامی بھرلی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایک بین الاقوامی عدالت قائم کی گئی جسے اس مجموعہ قانون کے مطابق قوموں اور ملکوں کے باہمی جھگڑوں کا تصفیہ کرنے کی خدمت تفویض کی گئی۔ غرض ۱۹۰۷ء میں جب فرانس، برطانیہ اور روس کا جنگی اتحاد پایہ تکمیل کو پہنچا اور جنگ کی تیاریاں مکمل ہوچکیں تو ہیگ کانفرنس میں امن قائم رکھنے اور امن اور جنگ کے زمانے کے لیے بین الاقوامی قوانین بنانے کی کوشش بھی کی گئی۔ ان کوششوں کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ اس صورت حال اور دول عظمیٰ کی اس پوزیشن کو جو صدہا سال کی کش مکشوں کے بعد ۱۸۷۸ء کی برلن کانگرس کے وقت سے بن چکی تھی علیٰ حالہ برقرار رکھا جائے لیکن جرمنی، آسٹریا اور اٹلی اپنی حالت پر مطمئن نہ تھے۔ اس لیے جنگ کے خطرات ٹلنے کے بجائے اور بھی ترقی کرتے نظر آنے لگے۔

جرمنی فرانس سے اس لیے خائف تھا کہ اس نے ۱۸۷۸ء کی جنگ میں فرانس کے دو اضلاع آلساس اور لورین ہتھیا لیے تھے۔ اسے ڈر تھا کہ فرانس ان اضلاع کو واپس لینے کے لیے ایک نہ ایک دن جرمنی سے جنگ کرکے رہے گا۔ جرمنی نے پہلے ۱۹۰۶ء میں مراکش کو ہضم کرنے کے متعلق فرانس کی حکمت عملی پر اعتراض کیا جس پر الجیرس کی بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی اور معاملہ رفع دفع کرادیا گیا۔ جرمنی نے پھر ۱۹۱۱ء میں مراکش کے سوال پر فرانس کی حکمت عملی پر اعتراض کیا اور اگدیر کے مقام پر اپنا جنگی بحری بیڑا بھی بھیج دیا لیکن فرانس اس دفعہ بھی طرح دے گیا اور جنگ کی نوبت نہ آئی۔ جرمنی اور آسٹریا روس کی بڑھتی ہوئی طاقت سے بھی خائف تھے کیوں کہ روس نہ صرف ایشیا میں اپنے استعماری پاؤں پھیلا رہا تھا بلکہ بلقان کی ریاستوں میں بھی نفوذ حاصل کرچکا تھا۔ سرویا کی ریاست روس کو اپنا مربی اور سرپرست خیال کرتی تھی جسے آسٹریا اپنی ہستی کے لیے بہت خطرناک سمجھتا تھا۔ ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے طرابلس پر اور ۱۹۱۲ء میں سرویا، بلغاریہ اور یونان نے ترکی پر حملہ کیا تو یورپ کے دول عظمیٰ حسب معمول سابق ٹس سے مس نہ ہوئیں لیکن جب ترکی سے چھینے ہوئے علاقے کی تقسیم پر ان ریاستوں میں جھگڑا اٹھا تو دول عظمیٰ کے مدبروں نے محسوس کیا کہ یہ جھگڑا دول یورپ کے دو دھڑوں میں باہمی جنگ کی شکل اختیار کرلے گا۔ اس لیے انھوں نے مداخلت کرکے نہ صرف ان کے درمیان فیصلہ کرا دیا بلکہ ان کی باہمی کش مکش نے ترکی کے مرد بیمار کو بھی سانس لینے کی مہلت دے دی۔ جس کی شہ رگ کے قریب بلقانی ریاستوں کے حملے کی شکل میں سلطی فرنگ کی برابر سے سرتیں کا مطلوبہ و منفردہ کتب خانہ تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دول عظمیٰ کے باہمی بغض و عناد کی اس فضا میں ایک ایسا حادثہ رونما ہوا جس نے آخر کار اس جنگ کے شعلے بلند کردیے جس کے لیے دیر سے تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ۲۸ جون ۱۹۱۴ء کو آسٹریا کا شہزادہ ولی عہد فرانسس اپنی مملکت کے جنوب مشرقی صوبے بوسنیا کے صدر مقام سراجیوو گیا جہاں کے سلافی اور کروٹی باشندوں میں آزادی اور خود مختاری کی تحریک چل رہی تھی۔ شہزادہ ولی عہد کے وہاں جانے کا مقصد اسی تحریک کی گتھی کو سلجھانا تھا۔ شہزادہ ابھی اپنا کام شروع نہ کر پایا تھا کہ کسی نے اسے پستول کی گولی کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا۔ آسٹریا کی حکومت پہلے ہی یہ سمجھتی تھی کہ اس صوبے کی باغیانہ تحریک کو نہ صرف سرویا کے لوگوں کی بلکہ سرویا کی حکومت کی خفیہ امداد حاصل ہے۔ آسٹروی پولیس کی تحقیقات نے اس امر کا انکشاف کیا کہ شہزادے کے قتل کی سازش میں سرویا کے بعض سرحدی افسر بھی شامل ہیں۔ اپنی اس تحقیقات کی بنا پر آسٹریا کی حکومت نے ۲۴ جولائی ۱۹۱۴ء کو سرویا کو الٹی میٹم بھیج دیا جس کی شرطیں بہت کڑی اور ذلت آمیز تھیں۔ سرویا کی حکومت نے ان شرطوں کو کامل طور پر منظور نہ کیا۔ سرویا کو یقین تھا کہ اگر آسٹریا نے اس پر حملہ کیا تو روس اس کو بچانے کے لیے آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کردے گا۔ آسٹریا کی فوجوں نے ۲۸ جولائی کو سرویا پر چڑھائی کردی۔ ادھر روس نے اپنی فوجوں کے اجتماع کا حکم جاری کردیا۔ یہ دیکھ کر جرمنی نے روس کو الٹی میٹم بھیجا کہ فوجوں کا اجتماع روک دیا جائے ورنہ جرمنی کو روس کے خلاف برسرپیکار ہونا پڑے گا۔ یکم اگست کو روس نے آسٹریا کے خلاف اور جرمنی نے روس کے خلاف باقاعدہ اعلان جنگ کردیا اور جرمنی کی فوجیں اس کی مغربی سرحد پر بھی فرانس کے خلاف حرکت میں آگئیں۔ جرمنوں کا بیان یہ تھا کہ فرانس کے ہوائی جہازوں نے بلجیم کی غیر جانب دار سرزمین پر سے پرواز کرکے جرمنی کے ایک شہر پر بم برسائے اور فرانسیسیوں کا بیان یہ تھا کہ جرمنوں نے جنگ کا باقاعدہ اعلان کیے بغیر لکسمبرگ، بلجیم اور فرانس پر چڑھائی کردی۔ ۲ اگست کو جرمنی اور فرانس کے درمیان جنگ شروع ہوچکی تھی لیکن ایک دوسرے سے برسر جنگ ہونے کے اعلانات ۳ اگست کو جاری کیے گئے۔ ۴ اگست کو برطانیہ نے اس امر کی بنا پر کہ جرمنوں نے بلجیم کی غیر جانب دار سرزمین پر چڑھائی کردی ہے جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا۔ جرمن مدبروں کا خیال تھا کہ انگریز اس جنگ سے الگ تھلگ رہیں گے۔ جرمنی کے وزیراعظم نے برطانیہ کا الٹی میٹم ملنے کے بعد برطانوی سفیر سے جو بات چیت کی اس میں یہ بھی کہا کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برطانوی حکومت کا یہ اقدام بدرجہ غایت خطرناک ہے صرف ایک پرزۂ کاغذ کے لیے برطانیہ کلاں ایک نسلی رشتہ رکھنے والی قوم کے خلاف جو اس کی دوست بننے کی خواہاں ہے، اعلان جنگ کر رہا ہے لیکن انگریز جانتے تھے کہ جرمنی کا طاقت ور ہونا ان کے شہنشاہی مقاصد کے لیے خطرناک ہے اس لیے انھوں نے واٹرلو کی جنگ کے حلیفوں کا ساتھ دینے کے بجائے فرانس کو بچانا ضروری سمجھا جو پچھلی صدی میں اس کا زبردست حریف تھا اور جرمنی کے مقابلے کے لیے بلجیم کی سرزمین میں فوجی مہم بھیج دی۔

اس جنگ نے جو یورپ کی دول عظمیٰ کے دو دھڑوں کے درمیان شروع ہوئی جلد ہی عالم گیر حیثیت اختیار کرلی۔ اٹلی نے اپنے معاہد حلیفوں یعنی آسٹریا اور جرمنی کا ساتھ دینے سے اس بنا پر انکار کردیا کہ جنگ شروع کرنے کے متعلق اسے بے خبر رکھا گیا تھا۔ یہ جرمنی کے ارباب تدبیر کے اندازوں کی دوسری بڑی غلطی تھی۔ اس خلا کو پورا کرنے کے لیے جرمنی کی سیاسی تدبیر گزاری نے ترکی کو اپنا حلیف بنایا۔ بات یوں ہوئی کہ ترکوں کے دو جنگی جہاز برطانیہ کے کارخانوں میں تعمیر ہوئے تھے۔ جن کے لیے ترکوں کے عوام نے چندہ دیا تھا۔ ان جہازوں کو لینے کے لیے ترکی کے بحری افسر انگلستان پہنچے ہوئے تھے کہ جنگ چھڑ گئی اور برطانوی حکومت نے بلا وجہ یہ جہاز ضبط کرلیے۔ برطانوی حکومت کے اس اقدام سے ترکوں میں غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ادھر جنگ شروع ہونے کے ساتھ ہی جرمنی کے دو جنگی جہاز گوئیبن اور برسلا بحیرہ روم کے پانیوں سے بھاگ کر درداینال کی راہ سے قسطنطنیہ پہنچ گئے اور جرمن حکومت نے یہ دونوں جہاز ترکوں کے ہاتھ فروخت کر دیے۔ ان واقعات سے متاثر ہو کر ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو ترکی نے روس، برطانیہ اور فرانس کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا۔

برطانیہ کی مستعمرات کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ نے برطانیہ کلاں کے اعلان جنگ کے ساتھ ہی جرمنی اور آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کردیا۔ اس معاملے میں بھی جنوبی افریقہ کے متعلق جرمنوں کا اندازہ سراسر غلط ثابت ہوا جو بوئروں کی جنگ کے باعث یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اگر انگریز جنگ میں کود پڑے تو جنوبی افریقہ کے لوگ جن میں ڈچ نسل کے باشندے بھی کافی تعداد میں موجود ہیں برطانیہ کلاں کی امداد نہیں کریں گے۔ برطانیہ کے دیگر مقبوضات ہندوستان، روڈیشیا، بسوٹو لینڈ، اشانتی، نائیجریا، یوگنڈا اور دیگر مقامات و جزائر کے غلام باشندے بھی تاج برطانیہ کو موقوف امداد کے پیغام بھیجتے رہے۔

محکمہ دلائل وتاریخ اہلسنت کے موقف کے مطابق مفت آن لائن مکتبہ مشروط

www.KitaboSunnat.com

خدمات پیش کردیں۔

ترکی کو آسٹریا اور جرمنی کا حلیف بنتا دیکھ کر اٹلی نے ائتلاف ثلاثہ یعنی برطانیہ، فرانس اور روس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کرلیا اور ۲۳ مئی ۱۹۱۵ء کو آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کرکے اپنی فوجوں کو حرکت دے دی۔ جنگ شروع ہونے کے بعد برطانوی سیاست نے جاپان کو بھی جرمنی سے برسرپیکار ہونے پر آمادہ کرلیا۔ چناں چہ جاپان نے اکتوبر ۱۹۱۴ء میں جرمنی کے چینی مقبوضات واقع سنگ ٹاؤ پر حملہ کرکے قبضہ جما لیا۔ ۶ اپریل ۱۹۱۷ء کو امریکہ بھی اتحادیوں کا طرف دار ہو کر جنگ میں شامل ہوگیا۔ کیوں کہ جرمن آبدوزوں نے سمندروں میں بلا امتیاز اور بلا استفسار تمام جہازوں کو غرق کرنے کی مہم شروع کردی تھی اور اس مہم میں امریکہ کے ایک جہاز کو تارپیڈو کا نشانہ بنا لیا تھا۔ جرمن اس قسم کی اندھا دھند مہم شروع کرنے پر اس لیے مجبور ہوئے تھے کہ برطانوی جہاز دوسرے ملکوں کے جھنڈے استعمال کرنے لگے تھے۔ نیز برطانیہ کی امارت بحری نے ایسے جہاز بھی چلا دیے تھے جو بہ ظاہر بے ضرر تجارتی کشتیاں نظر آتے تھے لیکن ان پر توپیں چڑھائی ہوئی تھیں اور وہ جنگی جہازوں کا کام دیتے تھے۔ یہ جرمنوں کے اندازے کی چوتھی بڑی غلطی تھی ان کا خیال تھا کہ امریکہ اس جنگ سے الگ تھلگ رہے گا اور اگر وہ شامل بھی ہوا تو وہ جرمن آبدوزوں کی موجودگی میں قابل ذکر فوج یورپ کے جنگی میدانوں میں نہیں بھیج سکے گا لیکن امریکہ نے جرمنوں کے یہ دونوں اندازے سراسر غلط ثابت کر دیے۔ وہ جنگ میں شامل بھی ہوا اور اس نے چند ماہ کی مدت میں سولہ لاکھ فوج فرانس کی سرزمین میں اتار دی۔ صرف بلغاریہ ۱۹۱۷ء میں جرمنی اور آسٹریا کا ساتھی بنا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومانیہ نے اتحادیوں کے زمرے میں شامل ہونے کا فیصلہ کرلیا۔ اس طرح یہ جنگ عالم گیر حیثیت اختیار کرگئی اور جرمنی کو جس نے صرف روس اور فرانس کے خلاف لڑائی چھیڑی تھی، دنیا کی بہت سی چھوٹی اور بڑی طاقتوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔

جنگی کوائف کا مدوجزر:

جنگ کا اعلان ہونے کے ساتھ ہی جرمن فوجیں بلجیم کی سرزمین میں گھس گئیں اور لکسمبرگ پر قبضہ کرکے فرانس کی سرحد میں داخل ہوگئیں۔ جرمن فوجوں نے ماہ اگست ہی میں بلجیم کے اکثر شہروں پر قبضہ کرکے انٹیورپ کے قلعے کا محاصرہ کرلیا اور فرانسیسی اور برطانوی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لشکروں کو شکست دیتی ہوئی فرانس کی سرزمین میں دور تک گھس گئیں۔ جرمنوں کی جنگی تیاریاں اس زور کی تھیں کہ اس محاذ پر ابتدا میں انھیں اپنی توقعات سے بہت زیادہ سرعت رفتار کے ساتھ کام یابیاں حاصل ہونے لگیں اور جرمن فوجوں کو اپنے طے کردہ پروگرام سے پہلے فرانسیسی اور انگریزی فوجوں کا تعاقب کرتے ہوئے پیرس کی طرف آگے بڑھنا پڑا۔ برطانیہ کی فوجیں نارمنڈی یعنی فرانس کے شمال مغربی علاقے کی طرف بھاگیں اور فرانس کے لشکروں نے جنوبی فرانس کی طرف پسپائی اختیار کی۔ جرمن جرنیل فرانسیسی فوجوں کا تعاقب کرتے ہوئے شمال سے جنوب کی طرف بڑھ رہے تھے۔ پیرس کو انھوں نے تیس چالیس میل دور اپنے دائیں بازو پر چھوڑ دیا۔ جرمن فوجیں دریائے مارن کی وادی میں تھیں کہ پیرس کی فرانسیسی سپاہ نے اپنے قلعوں سے نکل کر جرمنوں کے دائیں پہلو پر حملہ کردیا۔ اس کے علاوہ جرمن جرنیل اس افواہ کا شکار بھی ہوگئے کہ برطانیہ، فرانس اور روس نے ان کے عقب میں بلجیم کی سرزمین پر لاکھوں کی تعداد میں فوج اتار دی ہے۔ جرمن فوجیں دریائے مارن کی وادی میں شکست کھا کر پیچھے ہٹ آئیں اور انھوں نے رود بار انگلستان کے ساحلی مقام کیلے تک شمالاً جنوباً ایک محاذ قائم کرکے خندقیں کھود لیں۔ برطانوی اور فرانسیسی فوجیں بھی ان کے سامنے خندقیں کھود کر ڈیرے ڈالنے پر مجبور ہوگئیں۔ اس طرح فرانس کی سرزمین میں خندقوں کی مورچہ بندی سے ایک مستقل محاذ جنگ قائم ہوگیا اور لڑائی یہ رنگ اختیار کرگئی کہ طرفین کی فوجیں دشمن کی لائن کو توڑ کر اس میں شگاف ڈالنے کے لیے کبھی ایک مقام پر حملے کرتیں کبھی دوسرے مقام کو ہدف بناتیں۔ ۱۹۱۶ء کے اختتام تک فرانس کے محاذ پر اسی انداز کی شدید لڑائیاں ہوتی رہیں جن میں بھاری بھرکم توپ خانوں نے حریف کے مورچوں پر سرعت اور شدت کے ساتھ گولہ باری کرنے کے ایسے ریکارڈ قائم کیے جو نوع انسانی کی تاریخ میں بالکل نرالی قسم کے تھے۔

روس کے محاذ پر آسٹریا کی فوجوں نے اپنی شمالی سرحد کو عبور کرکے روسی پولینڈ پر درانہ وار چڑھائی کردی۔ ان فوجوں نے لیمبرگ کے مقام پر روسیوں کے ہاتھوں شکست فاش کھائی اور لاکھوں کی فوج کا معتدبہ حصہ میدان جنگ میں کھیت رہا۔ باقی فوج آسٹریا کی سرزمین کی طرف پس پا ہوگئی۔ روسی فوج نے جرمنی کے صوبہ پرشیا پر چڑھائی کی لیکن ٹینن برگ کے مقام پر جرمنوں نے روسیوں کو شکست دی اور روسی فوجوں کا تعاقب کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ اگست ۱۹۱۵ء تک جرمن فوجیں پولینڈ پر قابض ہوگئیں اور انھوں نے روس کی چالیس لاکھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سپاہ کو جنگی قیدی بنا لیا۔

آسٹروی فوجوں نے ۱۹۱۶ء کے آغاز تک سرویا کا ملک فتح کرلیا لیکن اس وقت تک اٹلی جنگ میں شامل ہوچکا تھا اس لیے اسے اپنی فوجوں کا کافی حصہ اٹلی کے مقابلے کے لیے جنوبی محاذ پر رکھنا پڑا۔

ترکوں نے اتحادیوں کے خلاف اعلان جنگ کرنے کے ساتھ ہی ایک طرف وادی سینا کو عبور کرکے نہر سویز پر حملہ کیا لیکن اسماعیلیہ کے مقام پر ترکی فوج نے شکست کھائی اور صحرا میں حمل ونقل کا معقول انتظام نہ کرسکنے کے باعث پس پا ہوگئی۔ دوسری جانب ترکوں نے دسمبر ۱۹۲۴ء میں کاکیشیا کی سرزمین پر چڑھائی کی یہاں بھی سریکامیش کی جنگ میں روسیوں کے ہاتھوں شکست کھائی۔ اس طرح ترکوں کی دونوں جارحانہ مہمیں ناکام ہوگئیں۔

۱۸ مارچ ۱۹۱۵ء کو انگریزوں نے اپنے جنگی جہازوں کے بل پر درِ دانیال کو عبور کرنے کی کوشش کی۔ ان کے بہت سے جہاز ترکوں کی پھیلائی ہوئی بحری سرنگوں سے ٹکرا کر اور ساحلی قلعوں کی بمباری کے نتیجے میں غرقاب ہوگئے اور برطانوی بحری بیڑے کو ناکام و نامراد واپس لوٹنا پڑا۔ ۲۵ اپریل کو انگریزوں نے گیلی پولی کے جزیرہ نما کے متعدد نقطوں پر اپنی فوجیں اتار دیں۔ گیلی پولی کے بالمقابل ایشیائے کوچک کے ساحل پر فرانسیسی فوج اتری۔ گیلی پولی کے جنوبی سرے پر ترکوں کی دو کمپنیوں نے ان برطانوی فوجوں کا صفایا کردیا جو ساحل پر اتر کر مورچے بنانے کی فکر میں تھیں لیکن گابا ٹیپ کے نقطے پر برطانیہ کی فوجیں کافی تعداد میں اترنے میں کامیاب ہوگئیں کیوں کہ وہاں ترکوں کی محض دیکھ بھال کی چوکیاں تھیں۔ ان کی دفاعی فوج جزیرہ نما کے وسط میں کرنل مصطفیٰ کمال کی کمان میں ڈیرے ڈالے پڑی تھی۔ مصطفیٰ کمال ایک کمپنی کی پریڈ کا معائنہ کر رہے تھے کہ جندرامہ (پولیس) کے افسر ننگے سر بھاگے ہوئے آئے اور چلانے لگے کہ ''وہ آئے وہ آگئے'' مصطفیٰ کمال نے پوچھا کون آگئے؟ پولیس کے افسروں نے جواب دیا ''انگریز''۔ مصطفیٰ کمال نے دریافت کیا کہ ہمارے پاس توپ کے گولے ہیں؟ جواب ملا کہ ہاں ہیں۔ یہ سن کر مصطفیٰ کمال نے کچھ فوج لے کر گابا ٹیپ کا رخ کیا جو چند میل ہی کے فاصلے پر تھا اور باقی فوج کو اپنے پیچھے آنے کا حکم صادر کرگئے۔ ادھر ساحل پر انگریزوں کی فوجیں جوق در جوق جمع ہو رہی تھیں ادھر ترک سپاہ کو کمک پر کمک پہنچنے لگی۔ برطانوی امیر البحر نے اپنی فوج کو خندقیں کھود کر لڑنے کی ہدایت کی۔ گابا ٹیپ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقطے پر کئی دن گھمسان کی لڑائی جاری رہی آخر ۱۸ دسمبر کو برطانوی فوجیں شمالی نقاط سے اور ۸ جنوری ۱۹۱۶ء کو جنوبی نقاط سے باصد حسرت و یاس واپس لوٹنے پر مجبور ہوگئیں۔ گیلی پولی کے معرکہ میں برطانوی افواج کو جس تباہی کا سامنا ہوا اس کی نظیر برطانیہ کی ساری تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔

برطانوی افواج نے ۲۱ نومبر ۱۹۱۴ء کو ایادان (ایران) کے تیل کے چشموں کی حفاظت کے خیال سے بصرہ کی ولایت پر حملہ کیا اور شکست کھا کر پس پا ہوئی۔ ۱۹۱۵ء کے موسم بہار میں انگریزوں نے عراق کو سر کرنے کی مہم اختیار کی۔ جنرل ٹاؤنشنڈ کی کمان میں برطانوی فوجیں کوت العمارہ تک آگے بڑھ گئیں۔ جہاں ترکوں نے ان کی ساری فوج کو جو ڈیڑھ دو لاکھ کے قریب تھی گھیرے میں لے لیا۔ ۸ دسمبر ۱۹۱۵ء سے یہ محاصرہ شروع ہوا اور ۲۹ اپریل ۱۹۱۶ء کو جنرل ٹاؤنشنڈ نوے ہزار کے لشکر جرار کے ساتھ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگیا۔

۱۲ دسمبر ۱۹۱۶ء کو برطانوی فوجوں نے جنرل ماڈ کی کمان میں عراق میں دوبارہ پیش قدمی شروع کی۔ اس وقت تک برطانوی ڈپلومیسی کی ریشہ دوانیاں عراق کے عربوں کو اپنا حلیف اور ترکوں کا دشمن بنانے میں کام یاب ہوچکی تھیں۔ عربوں کی مدد سے جنرل ماڈ کا اقدام کام یاب رہا اور برطانوی سپاہ نے ۱۱ مارچ ۱۹۱۷ء کو بغداد پر قبضہ جما لیا۔

طرابلس میں شیخ احمد سنوسی اور وادی سنا میں ترکی فوج کی سرگرمیوں نے برطانیہ کی بہت سی افواج کو مصر میں روکے رکھا۔ ان فوجوں کو وادی سینا کی راہ سے فلسطین پر چڑھائی کرنے کی ہمت نہ ہوتی اگر برطانیہ کے محکمہ جاسوسی کے ادارے حجاز، فلسطین، شام اور عراق کے عربوں کو ترکوں کے خلاف بغاوت کا علم بند کرنے پر آمادہ کرنے میں ناکام رہ جاتے۔ برطانیہ کی یہ ریشہ دوانیاں اس کی توقع سے بڑھ کر کام یاب ہوئیں۔ برطانوی مدبروں نے مکہ کے شریف حسین سے ساز باز کرکے اسے بہت بڑی سلطنت قائم کرنے کے سبز باغ دکھائے جس میں حجاز، عرب، عراق، فلسطین، شرق اردن اور شام کے ملک شامل کرنے کا تحریری وعدہ کیا گیا۔ انگریزوں کے اس چکمے میں آکر عربوں نے ترکوں کے خلاف بغاوت کردی جو ترکی سلطنت کا سلطان ہونے کے علاوہ خلیفۃ المسلمین بھی تھا۔ جون ۱۹۱۶ء میں عربوں نے بغاوت کا علم بلند کیا اور مصر کی برطانوی فوجوں کو وادی سینا کی راہ سے فلسطین پر چڑھائی کرنے کا حوصلہ ہوگیا۔ انگریزوں نے عربوں کو محض ٹیکنیکی مشیر، روپے اور برا بھلا سامان دے کر ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے وہ کام لیا جو وہ اپنی فوجی طاقت سے خود سرانجام نہیں دے سکتے تھے۔ برطانوی فوجوں نے دسمبر ۱۹۱۶ء میں العریش پر اور مارچ ۱۹۱۷ء میں فلسطین کے شہر غزہ پر قبضہ جما لیا۔ عربوں کی غداری کے باوجود ترکوں نے اپریل ۱۹۱۷ء میں انگریزوں کو فلسطین میں شکست دی۔ انھیں کمان تبدیل کرنی پڑی اور جنرل ایلن بی کا تقرر عمل میں آیا۔ فلسطین کے عربوں کی بغاوت نے ترکی افواج کے لیے بہت سی مشکلات پیدا کر دیں اور ایلن بی نے ۹ دسمبر ۱۹۱۷ء کو یروشلم کے مقدس شہر پر قبضہ جما لیا جس کے لیے بارھویں صدی مسیحی میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان زبردست اور پیہم لڑائیاں ہوتی رہیں جو تاریخ کے اوراق پر اہل فرنگ کی صلیبی یلغاروں کے عنوان سے ثبت ہو چکی ہیں۔ یروشلم کی تسخیر کو دنیائے عیسائیت میں ہلال پر صلیب کی فتح سے تعبیر کیا گیا۔ برطانیہ کے وزیراعظم لائیڈ جارج نے اس پر اسی مذہبی جذبہ کے ماتحت فخر کا اظہار کیا لیکن مسلمانوں کی دینی حمیت کا عالم کچھ اس حد تک بدل چکا تھا کہ یروشلم کو عیسائیوں کے لیے فتح کرنے میں عرب مسلمانوں نے جوش و خروش سے حصہ لیا اور ہندوستانی مسلمانوں کی فوجیں بھی زرخرید غلاموں کی حیثیت میں اس معرکہ میں شامل تھیں۔ جو مسلمان اپنے پیٹ اور دنیاوی عیش و آرام کی خاطر برطانیہ کی جنگی امداد دل و جان سے کر رہے تھے وہ ترکوں کو کافر اور انگریزوں کو دین اسلام کا سرپرست اور مربی سمجھتے تھے۔ جرمنوں کا خیال یہ تھا کہ ترکی کو اپنا حلیف بنا کر وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی عملی ہمدردیاں حاصل کرنے کے قابل بن جائیں گے لیکن واقعات نے ان کا یہ اندازہ بھی سراسر غلط ثابت کر دیا۔ عربوں اور ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ بیسویں صدی مسیحی کا مسلمان دینی حمیت سے یک سر بیگانہ ہو چکا ہے۔ وہ غلامانہ حیثیت کے معمولی دنیوی فائدے حاصل کرنے کے لیے مکہ، مدینہ، بیت المقدس (یروشلم) اور بغداد ایسے مقدس مقاموں کے محافظوں اور خادموں پر بھی گولیاں چلانے میں دریغ سے کام نہیں لے سکتا۔ گردش روزگار کی ستم ظریفی دیکھیے کہ ہندوستان کے جن مسلمانوں کو ترک خلیفۃ المسلمین نے ۱۸۵۷ء میں اپنی آزادی کے لیے انگریزوں سے جنگ نہ کرنے اور ان کی غلامی پر قانع ہو جانے کا مشورہ دیا تھا، وہی ہندی مسلمان ساٹھ سال بعد انگریزوں نے ترکوں کی سلطنت اور اسلامی خلافت کو تباہ و برباد کرنے کے لیے استعمال کیے۔

اس اثنا میں فرانس کے اندر کیلے سے وردون تک کے لمبے محاذ پر جرمن اور اتحادی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوجیں مورچہ بند ہو کر لڑتی رہیں۔ وردون کے مورچے پر ۲۱ فروری ۱۹۱۶ء سے ۱۵ دسمبر ۱۹۱۶ء تک گھمسان کی لڑائیاں ہوتی رہیں جن میں فرانس کا آخری جوابی حملہ کام یاب رہا۔ اتحادیوں نے افریقہ اور بحر الکاہل کے جرمن مقبوضات کو سر کرنے کی مہمیں بھی اختیار کیں۔ اگست ۱۹۱۴ء میں نیوزی لینڈ کی مہم نے سوآ کا جزیرہ جرمنوں سے چھین لیا۔ ستمبر ۱۹۱۴ء میں آسٹریلیا کی فوجوں نے جرمن نیوگنی کو سر کرلیا اور بعض دوسرے جزیروں پر قبضہ جما لیا۔ اگست ۱۹۱۴ء میں فرانس اور برطانیہ کی فوجوں نے جرمن ٹوگو لینڈ (افریقہ) کا علاقہ سر کیا۔ ۱۹۱۶ء میں فرانسیسی اور برطانوی فوجوں نے کیمرون کی جرمن استوائی نو آبادی کو فتح کیا۔ جنوبی افریقہ کے جنرل بوتھا نے جرمن مغربی افریقہ کو سر کیا اور جنوبی افریقہ کے بوئروں کی شورش کی سرکوبی کی۔ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۷ء تک کی مہم میں برطانیہ کی ہندوستانی افواج نے جرمن مشرقی افریقہ کو فتح کرلیا۔

اس دوران میں جرمنی اور برطانیہ کے بحری بیڑوں کے درمیان بھی طاقت آزمائی کی جھڑپیں جاری رہیں۔ جرمنوں نے اپنے دشمنوں کے تجارتی اور جنگی جہاز ڈبونے کے لیے آبدوزیں چھوڑ رکھی تھیں۔ برطانیہ کی امارت بحری نے ان سے بچنے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے دو طریقے اختیار کیے ایک یہ کہ برطانیہ کے جہاز غیر جانب دار ملکوں کے جھنڈے استعمال کرنے لگے دوسرے یہ کہ ایسے جہاز بنائے گئے جو بظاہر بے ضرر تجارتی جہاز نظر آتے تھے لیکن توپوں اور تارپیڈوؤں سے خفیہ طور پر مسلح ہوتے تھے۔ جرمن جنگی جہازوں اور آبدوزوں کو اس پردہ پوشی کے چند تلخ تجربے ہوئے تو انھوں نے بلا امتیاز جہازوں کو دیکھنے کے ساتھ ہی حملہ کرنے کی مہم اختیار کرلی۔ یہ مہم بہت مہنگی پڑی کیوں کہ یہی مہم امریکہ کو ۱۹۱۷ء میں جنگ میں لانے کا بلاواسطہ سبب بن گئی۔ ۱۹۱۵ء کے آخیر اور ۱۹۱۶ء کے شروع میں بحیرہ شمالی میں برطانیہ کے بحری بیڑے اور جرمنی کے بحری بیڑے کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہیں۔ آخر جٹ لینڈ کی بڑی بحری جنگ ہوئی جس میں برطانوی بیڑے نے جرمن بیڑے کو شدید نقصان پہنچایا اور جرمن بیڑا اپنی آماجگاہ نہر کیل میں پناہ لینے پر مجبور ہوگیا۔

اس لڑائی میں طیارے اور ہوائی جہاز بھی استعمال کیے گئے لیکن ان کی تعداد کم تھی اس لیے وہ زیادہ تر دیکھ بھال کے کام کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ جرمنوں کے زیپلن لندن پر بم برسانے کے لیے بھی آتے رہے لیکن ان سے زیادہ نقصان نہیں ہوا۔ ایک اور ہلاکت بار حربہ جو اس جنگ کے دوران میں فرانسیسی کے خلاف کلب پہلی مرتبہ استعمال ہوئی گیس تھی۔ ۱۹۱۶ء میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے پہل جرمنوں نے پیرس کے مقام پر بھبکوں سے زہریلی گیس کا دھواں چھوڑا جو قدرتی ہوا کے کندھوں پر فرانسیسی سپاہ کے مورچوں کی طرف بڑھنے لگا۔ فرانسیسی مورچے چھوڑ کر بھاگ گئے لیکن جرمن اس شگاف کی راہ سے جو گیسوں کے بادل نے پیدا کیا تھا آگے بڑھنے سے قاصر رہ گئے۔ اس کے بعد برطانیہ اور فرانس نے بھی زہریلی گیسیں بنائیں اور جلد ہی گیس چھوڑنے والے توپ کے گولے ایجاد ہوگئے۔ یہ ہتھیار چنداں مفید ثابت نہ ہوا کیوں کہ گیس سے بچنے والے نقاب ایجاد کر لیے گئے۔

۶ دسمبر ۱۹۱۶ء کو جرمنی کی فوجوں نے بخارسٹ پر قبضہ جما کر رومانیہ کی طاقت کو توڑ دیا اور روس کا جنگی محاذ اس کی مغربی سرحد کے ساتھ ساتھ دو ہزار میل لمبا ہوگیا۔ ۱۹۱۷ء میں آسٹریا اور جرمنی کی پیش قدمی نے روس کے فوجی نظام کی کمر توڑ دی۔ روسی فوجی نظام کا شیرازہ بکھر گیا۔ روسیوں کو محسوس ہونے لگا کہ اب وہ جرمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس احساس کی وجہ سے اکتوبر ۱۹۱۷ء میں بولشویک پارٹی نے زار روس کے اقتدار کے خلاف انقلاب کا علم بلند کر کے سوویٹ حکومت قائم کر لی۔ اس نئی حکومت نے جرمنی سے جنگ موقوف کر دی۔ اتحادیوں کا ایک بڑا رکن گر گیا لیکن اس واقعہ سے پہلے امریکہ جنگ میں شامل ہو چکا تھا اور برطانیہ اور فرانس کو جرمنوں کے ہاتھ سے بچانے کے لیے یورپ میں زبردست فوجی مہم بھیج چکا تھا۔ خندقوں کی مورچہ بندی سے عہدہ برآ ہونے کے لیے برطانیہ کے جنگی محکمے دیر سے ایک نئی ایجاد ''ٹینک'' کے تجربے کر رہے تھے۔ ۱۹۱۶ء تک یہ ایجاد مکمل ہوگئی اور ۱۹ نومبر ۱۹۱۷ء کو انگریزوں نے فرانس کے محاذ پر کیمرائے کے مقام پر ڈھائی تین سو ٹینک پہلی دفعہ استعمال کیے۔ ٹینکوں کے حملے کام یاب ثابت ہوئے جو اس وقت کے بعد جنگ کا پانسا پلٹنے کا موجب بن گئے۔

۱۹۱۸ء میں سولہ لاکھ امریکی فوج میدان جنگ میں پہنچ کر جرمنوں سے نبرد آزما ہو چکی تھی۔ اگست ۱۹۱۸ء میں جرمنوں نے فرانس کے محاذ پر شدید حملہ کیا اور شکست کھائی۔ اس شکست کے باعث جرمنوں کا زور ٹوٹ گیا اور وہ پس پا ہو کر ہنڈن برگ لائن میں مورچہ بند ہوگئے جو جرمنی کی مغربی سرحد کے قریب بنائی گئی تھی۔ ۱۵ ستمبر کو اتحادیوں نے سالونیکا کی بندرگاہ کے راستے بلغاریہ پر چڑھائی کی اور ۲۹ ستمبر تک بلغاریہ کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ اسی مہینے میں برطانیہ اور فرانس کی فوجوں نے فلسطین سے شام پر چڑھائی کی اور میجدو کی جنگ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد جس میں ترکوں کو شکست فاش ہوئی دمشق اور حلب پر قبضہ جما لیا۔ بلغاریہ کے ہتھیار ڈال دینے کے بعد ترکوں کو اس امر کا زبردست خطرہ درپیش تھا کہ اتحادی فوجیں مقدونیا سے تھریس کی راہ سے قسطنطنیہ پر حملہ کردیں گی اس لیے ۳۰ اکتوبر کو ترکی نے بھی ہتھیار ڈال دیے۔ ادھر فرانس کے محاذ پر اتحادی فوجیں ماہ ستمبر ہی میں ہنڈن برگ لائن میں شگاف ڈالنے میں کام یاب ہوگئی تھیں۔ ۳۰ اکتوبر کو آسٹریا کی فوجوں نے اٹلی کے محاذ پر شکست فاش کھائی اور آسٹریا نے بھی ہار مان کر ہتھیار ڈال دیے۔ ۴ نومبر کو آسٹریا کے نمایندوں نے عارضی صلح کی شرائط پر دستخط ثبت کردیے۔ جرمن فوجیں ابھی مقابلہ کر رہی تھیں۔ ان کے بعض جنگی افسر لڑائی جاری رکھنے کے خواہاں تھے لیکن ساتھیوں کے گر جانے کے باعث جرمنی کے اندر اضطراب کی ایک عام لہر دوڑ گئی۔ ۲۶ اکتوبر کو جنرل لوڈنڈورف کو مستعفی ہونے پر مجبور کردیا گیا اور فوجوں کی کمان اس کے ہاتھ سے چھین لی گئی۔ ۴ نومبر کو جرمنی میں حکومتی انقلاب برپا ہوا۔ قیصر ولہلم بھاگ کر ہالینڈ چلا گیا۔ جرمنی کی نئی حکومت نے ہتھیار ڈال دیے اور جرمنی کے نمایندوں نے ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو دن کے گیارہ بجے مارشل فاش کی ریل گاڑی کے ڈبے میں عارضی صلح کی شرطوں پر دستخط کردیے۔ اس طرح یہ چار سالہ عالم گیر جنگ جس کے دوران میں ایک کروڑ کے قریب آدمی ہلاک اور اتنے ہی مجروح ہوئے اختتام کو پہنچی۔ جنگ کے آخری مرحلوں میں جمہوریہ امریکہ کے صدر ولسن نے جرمنوں کے سامنے اس مضمون کی پیش کش کی تھی کہ اگر وہ ہتھیار ڈال دیں گے تو دنیا کے آیندہ امن کی بنیادیں ان کے مرتب کردہ چودہ نقاط پر قائم کی جائیں گی لیکن فرانس اور برطانیہ کے فوجی افسروں نے عارضی صلح کی جن شرطوں پر جرمن نمایندوں سے دستخط لیے وہ صدر ولسن کے چودہ نقاط سے بہت مختلف تھیں۔ صدر ولسن کے چودہ نقاط کا لب لباب یہ تھا:

آیندہ قومیں اور سلطنتیں خفیہ بات چیت کا طریقہ ترک کر دیں۔ سمندر آزاد ہوں۔ ہر قوم کو تجارت کرنے کا آزادانہ حق حاصل ہو۔ اسلحہ میں تخفیف کی جائے۔ مستعمرات نو آبادیوں اور مقبوضات کے مسائل وہاں کی آبادیوں کے فائدے اور حکمران قوم کے حق کو ملحوظ رکھ کر طے کیے جائیں۔ بلجیم اور فرانس کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل بنایا جائے۔ السا س اور لورین کے اضلاع فرانس کو واپس دے دیے جائیں۔ اٹلی کی سرحدیں از سر نو منظم کی جائیں۔ آسٹریا کی محکوم قوموں کو اور ترکی کی محکوم قوموں کو آزادی و خود مختاری کا حق دیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ در دانیال کی شاہراہ بین الاقوامی بنا دی جائے۔ پولینڈ کو آزادی دی جائے۔ بلقانی ملکوں سے فوجیں ہٹا لی جائیں اور بین الاقوامی جھگڑوں کے متعلق تبادلہ خیالات کر کے تصفیہ کرانے کے لیے جمعیۃ الاقوام بنائی جائے۔

صلح کے معاہدے:

فاتح اتحادی ملکوں نے عارضی صلح کی شرطوں ہی میں شکست خوردہ اقوام کی حکومتوں سے یہ بات منوالی تھی کہ اتحادی فوجیں جرمنی، آسٹریا، ترکی اور بلغاریہ کے کلیدی مقامات پر قبضہ جمالیں گی اور ان کی داخلی تمدنی کے ذرائع اور انتظامات پر اپنا کنٹرول قائم کریں گی۔ تاآں کہ صلح کی پکی شرطیں طے ہو جائیں اور دنیا کا امن نئی بنیادوں پر استوار کیا جا سکے۔ ۱۹۱۹ء میں سیورے کے مقام پر ترکی سے، سینٹ جرمین میں آسٹریا سے، نیویلی میں بلغاریہ سے اور ورسائے میں جرمنی سے، نئے صلح ناموں اور معاہدوں پر دستخط کرائے گئے جو شرطیں ان ملکوں کے ساتھ طے کی گئیں وہ انتہا درجہ کی ذلت آمیز تھیں جن کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ ان ملکوں کی قومی ہستی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔ معاہدے طے کرتے وقت صدر ولسن کے چودہ نقاط گل دستہ طاق نسیاں بنا دیے گئے۔ صدر ولسن اور امریکی نمایندے صلح کی کانفرنس میں شامل ہونے کے لیے یورپ آئے تو انھیں برطانیہ کے وزیراعظم مسٹر لائڈ جارج، فرانس کے صدر موسیو کلیمنشو اور اٹلی کے وزیراعظم سائینور آرلینڈو ایسے یورپی مدبروں سے پالا پڑا جو فتح کے نشے میں سرشار تھے اور فتح کے ثمرات حاصل کرنے کے لیے کسی اصول یا کسی مصلحت کو حارج ہوتے دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ صدر ولسن نے اپنے چودہ نقاط کی بات چھیڑی تو ان کے فاتح رفیقوں نے ان کا مذاق اڑایا۔ موسیو کلیمنشو نے ورسائے کی صلح کانفرنس کے ابتدائی اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ''ولسن تو یسوع مسیح کی سی باتیں کر رہا ہے بلکہ وہ قادر مطلق خدا سے بھی بازی لے گیا ہے جس نے موسیٰ کو صرف دس احکام دیے تھے اور ولسن چودہ نقاط لے کر آیا ہے''۔ لائڈ جارج اور کلیمنشو نے ولسن کو کچھ اس طرح مسحور کیا کہ اس کے بعد ولسن صاحب اپنے چودہ اصولوں کو یک قلم بھول گئے اور فاتح اقوام کے نمایندوں نے باہمی مشورت سے جو عام طور پر خفیہ ہوتی تھی۔ معاہدوں کے مسودے تیار کیے اور ہزیمت خوردہ قوموں کے نمایندوں کو بلا کر بزور شمشیر ان سے معاہدوں پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دستخط ثبت کرا لیے۔ صلح کی ان کانفرنسوں میں جو وقت لگا وہ مال غنیمت کی تقسیم پر بحث و تمحیص کرنے میں گزرا۔ ان عہد ناموں کی رو سے جرمنی، آسٹریا، ترکی اور بلغاریہ پر بھاری تاوان ڈالے گئے۔ ان تاوانوں کی وصولی کے لیے ان ملکوں کی آمدنی کے ذرائع اپنے قبضے میں لے لیے گئے۔ آلساس اور لوربن کے اضلاع فرانس کو مل گئے۔ تاوان وصول کرنے کے لیے فرانس نے جرمنی کے روہر کے علاقے اور سار کے معدنی ضلع پر قبضہ جما لیا۔ جرمنی کی مستعمرات اور مقبوضات فرانس، برطانیہ اور جاپان نے آپس میں بانٹ لیں۔ پولینڈ کی آزادانہ مملکت قائم کی گئی اور اسے سمندر تک راہ دینے کے لیے جرمنی کی سرزمین میں سے ایک کوریڈور (برآمدہ) اور ڈینزگ کی بندرگاہ دے دی گئی جس کے باعث پرشیا کا صوبہ جرمنی کی مملکت سے الگ ہوگیا۔ سلطنت آسٹریا کے حصے بخرے کرکے زیکوسلاویکیہ، ہنگری اور یوگوسلاقیہ (سرویا کلاں) کی نئی مملکتیں پیدا کردی گئیں۔ ہنگری کے دو اضلاع چھین کر رومانیہ کے حوالے کردیے گئے۔ اٹلی اور آسٹریا کے درمیان نئی حد بندی کی گئی جس کی رو سے نئے علاقے اٹلی کو مل گئے۔ عربوں کے ساتھ جو معاہدے کیے گئے تھے ان کو بالائے طاق رکھ کر ترکی کی سلطنت کو یوں تقسیم کیا گیا کہ عراق، فلسطین اور شرق اردہ پر برطانیہ کی حکم داری قائم کردی گئی اور شام و لبنان، فرانس کی حکم داری میں دے دیے گئے۔ شریف مکہ حسین کو جس نے ترکوں سے بغاوت کی تھی پہلام انعام یہ دیا گیا کہ اسے حجاز کا بادشاہ تسلیم کرلیا گیا حالاں کہ وہ وسیع عرب سلطنت کا شہنشاہ بننے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اس کے بیٹے امیر فیصل کو عراق کا کٹھ پتلی حکمران بنا دیا گیا۔ برطانیہ کی حکومت نے مصر کو ترکی کے ساتھ جنگ شروع ہونے کے ساتھ ہی اپنے زیر حمایت لے لیا تھا۔ جرمن مشرقی افریقہ اور جرمن مغربی افریقہ کے ملک بھی برطانیہ کے حصے میں آئے اور کیمرون کی جرمن نو آبادی کو فرانس اور برطانیہ نے آپس میں تقسیم کرکے وہاں اپنی حکمداریاں قائم کرلیں۔ ترکی سے تاوان جنگ وصول کرنے کے لیے قسطنطنیہ پر برطانیہ، فرانس اور اٹلی کی فوجوں نے اپنا قبضہ جاری رکھنے کی ٹھان لی۔ روس کو جرمنی کے ہاتھوں شکست کھانے اور بولشویک طرز کی حکومت قائم کرنے کی سزا یہ دی گئی کہ بحیرۂ بالٹک کے مشرقی اور جنوب مشرقی ساحل پر فن لینڈ، لیٹویا اور لیتھونیا کی آزاد ریاستیں قائم کردی گئیں جو جنگ سے پہلے زار روس کی مملکت میں شامل تھیں۔ روس کی بولیشویک حکومت کو جو سرمایہ دارانہ نظام کی مخالف تھی اچھوت قرار دیا گیا اور زار کے عہد کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جرنیلوں کو روس کے اندر جوابی انقلاب یا ارتجاعی انقلاب برپا کرنے کے لیے امداد دی گئی تاکہ دنیا میں اس نئی طرز کے نظام حکمرانی کو جو انسان کی اجتماعی زندگی میں مزدک اور کارل مارکس کے اصولوں اور نظریوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے پیدا ہوا تھا اس کے آغاز ہی میں ختم کردیا جائے۔ یورپ اور امریکہ کے باقی ملکوں کے نظام حکومت اور روس کے نئے نظام حکومت میں بنیادی فرق یہ تھا کہ مقدم الذکر نظاموں میں خواہ وہ شہنشاہی، شاہی یا جمہوری تھے حکومت کا اقتدار سرمایہ دار طبقوں کے ہاتھ میں تھا اور روس کے نئے نظام حکومت میں اقتدار کی زمام مزدوروں، کسانوں اور محنت کش لوگوں کے ہاتھ میں چلی گئی جو سرمایہ داروں کا خاتمہ کرکے ملک کی پیداوار کو عام لوگوں پر مساوی طریق سے صرف کرنے اور سب کی حالت کو یکساں طور پر بہتر بنانے کا بالکل نیا اور انوکھا تجربہ شروع کر رہا تھا۔

سلطنتِ روس کی جگہ سویٹ جمہوریتوں کا متحدہ نظام:

۱۸۔۱۹۱۴ء کی عالم گیر جنگ نے نوع انسانی کی اجتماعی کیفیات میں جو اہم تبدیلیاں پیدا کیں ان میں زار روس کی مملکت اور سلطنت کی جگہ سویٹ طرز کی جمہوریتوں کا قیام اور ان کے ایک متحدہ نظام کا ظہور ایک سراسر نئی اور غالباً اہم ترین تبدیلی تھی۔ ۱۹۱۷ء میں جرمنی کے ہاتھوں روسی لشکروں کی شکست و ریخت کے باعث روس کے اندر مزدوروں اور کسانوں کی جماعتوں نے جو انقلاب برپا کیا وہ بہت سی داخلی کش مکشوں کے بعد زار روس کے اقتدار کے خاتمہ، پرانی طرز کے نظام اجتماعی کی شکست اور بولشویک پارٹی کے اقتدار کے قیام پر منتج ہوا جس کا لیڈر کامریڈ لینن تھا۔ جنگ سے پہلے روس کے داخلی نظام کی کیفیت یہ تھی کہ زار ساری مملکت کا خود مختار فرماں روا تھا۔ اگرچہ دوما کے نام سے ایک قسم کی عوام کی نمایندہ مشاورتی مجلس قائم تھی لیکن اسے نہ تو ملکی انتظام میں کسی قسم کا دخل حاصل تھا نہ قانون بنانے کا اختیار تھا۔ روس کے اندر علنی اور مخفی سیاسی جماعتیں پنپ رہی تھیں جن میں بعض کا مقصد محدود شاہی کے ساتھ نمایندہ آئینی حکومت قائم کرنا، بعض کا فرانس اور امریکہ کے نمونے پر جمہوریت بنانا تھا لیکن ایک جماعت ایسی بھی تھی جو ملک میں مزدوروں اور کسانوں کی حکومت برپا کرنا چاہتی تھی اور کارل مارکس کے نظریوں کے مطابق اشتراکی نظام اجتماعی قائم کرنے کی خواہاں تھی۔ اس جماعت کا عقیدہ یہ تھا کہ انفرادی سرمایہ داری کا خاتمہ کردیا جائے۔ ملک کی تمام پیداوار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریاست کی ملکیت شمار ہو اور ریاست کا حکومتی اقتدار کاری گروں، مزدوروں، کسانوں اور محنت کشوں کے ہاتھ میں آجائے۔ ۱۹۱۶ء میں پیہم شکستوں اور زار کی حکومت کی بدنظمیوں کے باعث ملک میں عام بے چینی پیدا ہوئی۔ جا بہ جا ہڑتالیں ہونے لگیں۔ فوجیوں نے عوام سے ہمدردی کی روش اختیار کی۔ ایسے حالات میں دوما (مجلس مشاور) کے ارکان نے فروری ۱۹۱۷ء میں موسیو کرنسکی کو وزیراعظم بنا کر ایک عارضی حکومت قائم کرلی جس نے چند روز کے بعد زار اور شاہی خاندان کے دوسرے افراد کو گرفتار کرلیا۔ اندریں اثنا ملک بھر کے مزدوروں اور کسانوں نے جا بہ جا سوویٹیں یعنی اپنی اپنی پنچائتیں قائم کرلیں۔ ان کی سیاسی جماعت کا لیڈر لینن تھا جو گرفتاری سے بچنے کے لیے ملک کے باہر زندگی بسر کر رہا تھا۔ زار کی گرفتاری کی خبر سن کر وہ اپنے ملک میں لوٹ آیا۔ کسانوں کی جمعیتیں زمینداروں کو ان کی جاگیروں سے نکال رہی تھیں۔ ملک کے اندر بدنظمی کا دور دورہ تھا۔ جرمن فوجیں بحیرہ بالٹک کے ساحلی صوبوں کو سر کرتی ہوئی پیٹروگراڈ (موجودہ لینن گراڈ) تک کے قریب پہنچ رہی تھیں۔ لینن نے موقع کو غنیمت جان کر پیٹروگراڈ کی مدافعت کے لیے ایک فوجی کمیٹی بنائی جس نے شہر کی سرکاری عمارتوں پر قبضہ کرلیا۔ کرنسکی نے محسوس کیا کہ یہ سب کچھ نئے انقلاب حکومت کا پیش خیمہ ہے۔ وہ پیٹروگراڈ سے بھاگ گیا۔ لینن نے نئی حکومت قائم کرلی جس نے جرمنی کے خلاف جنگ بندی کردی اور مارچ ۱۹۱۸ء میں بریسٹ لیٹوسک کے مقام پر جرمنی کے ساتھ ایک معاہدہ طے کیا جس کی رو سے بالٹک کے ساحلی علاقے میں فن لینڈ، ایسٹونیا، لیٹویا اور لیتھونیا کی آزاد ریاستیں قائم ہوگئیں اور نئے روس نے پولینڈ کی آزادی تسلیم کرلی۔ ادھر ملک کے اندر سرخ روسیوں (بولشویکوں) اور سفید روسیوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ اس خانہ جنگی کی آگ کو جرمنی سے جنگ کا خاتمہ ہو جانے کے بعد اتحادیوں نے ہوا دی اور برطانیہ، فرانس، امریکہ، جاپان، پولینڈ اور زیکوسلاویکیہ کے فوجی سپاہی سفید روسیوں کی امداد کے لیے روس کی سرزمین میں پہنچ گئے۔ پولینڈ نے اپنے ملک کی توسیع کے لیے روس کے ساتھ جنگ چھیڑ دی۔ ۱۹۲۰ء میں روس اور پولینڈ کے درمیان ایک معاہدہ طے ہوا۔ اس وقت تک سفید روسیوں کا زور بھی ٹوٹ چکا تھا۔ اس طرح ایک نئی قسم کا نظام حکومت دنیا میں قائم ہوگیا جس میں حکومت کا اقتدار کسانوں، مزدوروں اور محنت کش لوگوں کے ہاتھ میں تھا جس میں دوسروں کی محنتوں سے فائدہ اٹھا کر عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے والا طبقہ مفقود کردیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا۔ ملک کا تمام سرمایہ اور ملک کی ساری پیداوار سٹیٹ کی یعنی سب لوگوں کی مشترکہ ملکیت قرار پائی اور سٹیٹ سب لوگوں کو روٹی، کپڑا اور دیگر ضروریات زندگی قریب قریب یکساں طور پر مہیا کرنے کی کفیل بن گئی۔ یہاں اس امر کا ذکر کر دینا بے جا نہ ہوگا کہ کچھ اسی قسم کے اجتماعی نظام کی طرح پیغمبر اسلام ﷺ کے پہلے خلیفہ ابوبکرؓ اور دوسرے خلیفہ عمرؓ نے بھی ڈالی تھی لیکن عمرؓ کے اجتماعی نظام اور لینن کے اجتماعی نظام کا بنیادی فرق یہ تھا کہ مقدم الذکر کی بنیادیں دین اسلام کے معتقدات پر قائم کی گئی تھیں اور ایسا کرنے کے لیے عمرؓ کا مقصد خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ عمرؓ انسانوں میں عدل و مساوات اس لیے نافذ کرنا چاہتے تھے کہ وہ سمجھتے تھے کہ قادر مطلق خدا یہی چاہتا ہے کہ اس کے بندوں میں عدل اور مساوات قائم ہو۔ لینن کا اجتماعی نظام خدا کے تصور کا منکر بلکہ اس کا دشمن تھا کیوں کہ لینن کے نزدیک خدا کا تصور سرمایہ داری کا ایجنٹ تھا جسے بورژوا (مفت خور سرمایہ دار) طبقہ کے لوگ پرولتاری (محنت کش) طبقہ کے لوگوں پر ظلم کرنے کے لیے بہانے کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔

جمعیۃ الاقوام (لیگ آف نیشن) کا قیام:

فاتح اقوام کے مدبروں نے شکست خوردہ قوموں سے معاہدے طے کرتے وقت آیندہ کے لیے جنگ کے امکانات کو روکنے اور قوموں کے درمیان اشتراک عمل کے جذبے کو ترقی دینے کے لیے ایک جمعیت اقوام کی طرح بھی ڈالی جس کی بنیاد ایک میثاق پر رکھی گئی۔ اس جمعیت اقوام کے جو قواعد بنائے گئے ان کی رو سے ایک اسمبلی قائم کی گئی جس میں ہر اس قوم کے نمایندوں کو شامل ہونے کا حق دیا گیا جو اس جمعیت کی رکنیت قبول کرے۔ قرار پایا کہ اس اسمبلی کا اجلاس سال میں ایک دفعہ سوئٹزر لینڈ کے مقام جنیوا میں منعقد ہوا کرے جس میں ہر رکن کو بین الاقوامی امن اور فلاح کے لیے تجویزیں پیش کرنے کا حق حاصل ہو۔ اس اسمبلی کے علاوہ ایک کونسل بنائی گئی جس کی مستقل رکنیت کا حق دول عظمیٰ کے نمایندوں کے لیے مخصوص رکھا گیا۔ ان کے علاوہ ہر سال اسمبلی کو نو دیگر ارکان کے انتخاب کا حق دیا گیا جو تبدیل ہوتے رہیں۔ کونسل کا کام یہ تھا کہ وہ دو قوموں کے درمیان پیدا ہونے والے سیاسی جھگڑوں کا فیصلہ کرایا کرے۔ اس کونسل کی حیثیت محض ثالثی جماعت کی تھی کیوں کہ اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس اپنے فیصلے کو منوانے کے لیے کوئی طاقت نہ تھی۔ جمعیۃ الاقوام کا ایک مستقل دفتر بھی جنیوا میں قائم کیا گیا جس میں مختلف شعبوں کے تنخواہ دار کارکن رکھے گئے اور اس جمعیت کی نگرانی میں ایسے جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لیے ایک بین الاقوامی عدالت بھی قائم کی گئی جو دو اقوام نے ایک نئی اصطلاح حکم داری (Mendate) ایجاد کی جس کی رو سے جرمنی کی بعض نوآبادیاں اور مقبوضہ سرزمینوں اور سلطنت ترکی کے بعض سابقہ ملکوں کو برطانیہ، فرانس، آسٹریلیا، جاپان اور جنوبی افریقہ کی تحویل میں دے دیا گیا تاکہ یہ طاقتیں ترقی کی راہ پر ان ملکوں کی رہنمائی کرتی ہوئی انھیں خود مختاری کی پوزیشن تک لے جائیں۔ حکم بردار خطوں کے متعلق نگرانی کا حق جمعیت اقوام نے اپنے لیے محفوظ رکھا۔ ان سیاسی امور کے علاوہ بعض دوسرے کام بھی جمعیت اقوام نے اپنے ذمے لیے جو دنیا بھر میں وباؤں کی روک تھام، مسکرات کی تجدید، مزدوروں کی حالت کی اصلاح، غلامی کی بندش اور ایسے ہی دوسرے اصلاحی مقاصد کے متعلق تھے۔ دنیا کی اکثر قومیں شروع ہی میں اس جمعیت کی رکن بن گئیں لیکن امریکہ اور روس پہلے اس سے الگ تھلگ رہے۔ ان کے علاوہ ابتدا میں شکست خوردہ بھی اس کے ممبر نہیں بنے تھے اور بعض چھوٹے ملکوں نے بھی شمولیت سے پہلے اس کی کارکردگی کا جائزہ لینا ضروری سمجھا۔ ۱۹۳۴ء تک سوویٹ روس اور افغانستان بھی اس جمعیت میں شامل ہوگئے اور شکست خوردہ قومیں یعنی جرمنی، آسٹریا، بلغاریہ اور ترکی بھی آہستہ آہستہ اس جمعیت کی رکن بن گئیں۔ صرف امریکہ اس سے الگ تھلگ رہا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقوامِ فرنگ کی کش مکشیں

عالم گیر جنگ کے خاتمے پر شکست کھانے والے ملکوں کو فاتح اقوام کی منتقمانہ سخت گیریوں کا تختہ مشق بننا پڑا جس کے باعث وہ داخلی بدامنی اور خانہ جنگی کا شکار ہوگئے۔ جرمنی میں قیصریت کے خاتمے پر پہلے ایک قسم کی جمہوری حکومت قائم کرنے کی کوششیں بروئے کار آئیں جس کا نام جرمنوں نے روس کے باشندوں کی دیکھا دیکھی سوویٹ ری پبلک (جمہوریہ شورائیہ) رکھا لیکن جلد ہی یہ بات ظاہر ہوگئی کہ جرمنی کی جمہوریت محض نام کی سوویٹ ہے۔ اقتدار حکومت کی زمام اس میں بھی سرمایہ دار طبقہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ یہ حال دیکھ کر جرمنی کی اشتراکی پارٹی نے ملک بھر میں شورشیں برپا کردیں۔ جرمنی کے اندر کئی جگہ خانہ جنگی کی وارداتیں ہونے لگیں جن میں اشتراکی پارٹی کا زور ٹوٹ گیا۔ جرمنی کے لیڈروں نے انتخابات کے ذریعے ملک بھر کے نمایندوں کی ایک اسمبلی قائم کی تاکہ جمہوریہ جرمنی کا نیا آئین تیار کیا جائے۔ اندریں اثنا فاتح اقوام کے مدبروں نے جرمنی کے ساتھ معاہدہ کی شرطوں کا مسودہ تیار کرلیا تھا۔ جرمنوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ چوں و چرا کیے بغیر اس شرائط نامے پر دستخط کردیں۔ جرمن اپنے فاتحین سے بہتر سلوک کی امید لگائے بیٹھے تھے لیکن جو شرطیں ان کے سامنے پیش کی گئیں وہ بہت کڑی تھیں۔ اس کی تمام نو آبادیاں چھین لی گئیں اور انھیں تاوان جنگ کے طور پر اتنی بھاری رقم ادا کرنے کے لیے کہا گیا جسے جرمن قوم کسی صورت میں بھی ادا نہیں کرسکتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی یہ فیصلہ کیا گیا کہ جرمنی کے اسلحہ پر اتحادیوں کی نگرانی قائم کردی جائے اور انھیں جنگ کا مزید سامان بنانے کی اجازت نہ دی جائے۔ یہ آخری شرط منوانے کے لیے جرمنوں کو بتایا گیا کہ فاتح قومیں بھی آہستہ آہستہ اپنے اسلحہ اور سامان جنگ کو کم کرلیں گی۔ جرمن لیڈر ان کڑی شرطوں کو ماننے کے لیے آمادہ نہ تھے لیکن لڑنے کی سکت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ختم ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ فاتح قوموں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ جب تک جرمنی اور اس کے جنگی حلیف فاتحین کی پیش کی ہوئی شرطوں کو نہیں مانتے اس وقت تک ان کے ملکوں میں سامان خوراک نہ بھیجا جائے۔ جرمنی پر اس وجہ سے قحط کی مصیبت نازل ہوئی۔ ہزاروں جرمن جن میں بوڑھوں اور بچوں کی تعداد زیادہ تھی کیوں کہ جوان جنگ میں کام آچکے تھے اس قحط کا شکار ہو کر رہ گئے۔ جرمنوں کو قہر درویش بر جان درویش اتحادیوں کی شرطیں ماننی پڑیں۔ جرمنی کے نمایندوں نے احتجاج کرکے ورسائے کے معاہدے پر دستخط ثبت کردیے۔ جرمن قوم میں اس معاہدے کے خلاف غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ ایک جرمن لیڈر ہروان کاپ نے اپنے ہاں کی حکومت کے خلاف شورش کا علم بلند کیا لیکن مزدور طبقہ کے لوگ حکومت کے حامی تھے۔ مزدوروں نے ہڑتالیں کردیں اس لیے ہروان کاپ کی تحریک کام یاب نہ ہوسکی۔

۱۹۲۲ء میں جرمنی نے تاوان جنگ کی قسطیں ادا کرنے سے اپنی معذوری کا اظہار کردیا۔ فرانس اور بلجیم کی فوجوں نے جرمنوں سے تاوان وصول کرنے کے لیے جرمنی کے صنعتی علاقے روہر پر قبضہ جما لیا جہاں کوئلے کی کانیں ہیں۔ جرمن مزدوروں نے کانوں پر کام کرنے سے انکار کردیا۔ تمام کانیں پانی سے بھر گئیں۔ جرمنی کے کارخانے بند ہوگئے۔ جرمنی کو شدید ترین مالی مشکلات پیش آنے لگیں۔ اس کے سکے کی قیمت اس حد تک گر گئی کہ اس کی کوئی قدر و قیمت باقی نہ رہی۔ اس صورت حال کو سنبھالنے کے لیے جرمنی کی حکومت نے نیا سکہ چلایا اور جمعیۃ الاقوام نے یہ جاننے کے لیے کہ جرمنی کس قدر تاوان کی قسط ادا کرسکتا ہے ڈاز کمیٹی مقرر کی۔ جس نے ۱۹۲۴ء میں بعض تجویزیں تیار کیں جن کے باعث جرمنی تاوان کی قسط ادا کرنے کے قابل بن گیا۔ ۱۹۲۵ء میں برطانیہ، فرانس، بلجیم اور جرمنی کے درمیان ایک نیا میثاق طے ہوا جو کیلوگ کا میثاق کہلاتا ہے۔ اس معاہدے میں یہ بات قرار پائی کہ اگر جرمنی پر فرانس حملہ کرے گا تو برطانیہ جرمنی کی مدد کرے گا اور اگر فرانس یا بلجیم پر جرمنوں نے حملہ کیا تو برطانیہ، فرانس یا بلجیم کا ساتھ دے گا۔ ۱۹۲۶ء میں جرمنی نے جمعیۃ الاقوام کی رکنیت قبول کرلی۔

فاتح اقوام نے آسٹریا کے ساتھ جو معاہدہ طے کیا اس میں آسٹریا کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے کر دی گئی۔ اس کے کچھ اضلاع سرویا کو دے کر یوگوسلاقیہ کی بادشاہی قائم کر دی گئی کچھ اضلاع رومانیہ کو دے دیے گئے۔ ہنگری کا ملک الگ کردیا گیا اور شمال میں آسٹروی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطنت کا کچھ حصہ کاٹ کر زیکو سلاویکیہ کی نئی ریاست بنا دی گئی۔ آسٹریا کے لوگوں نے جمہوریت قائم کی کیوں کہ انھیں اپنے ہم قوم جرمنوں سے ملنے کی اجازت نہ دی گئی۔ ہنگری کے باشندے پرانے شاہی خاندان کے کسی فرد کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے انھیں ایسا کرنے کی اجازت نہ دی گئی اس لیے انھوں نے تخت شاہی کو خالی رکھ کر اقتدار کی زمام مدار المہام کو تفویض کردی۔ آسٹریا کو جلد ہی جرمنی کی طرح قحط کا سامنا ہوا۔ جمعیۃ الاقوام نے زیکوسلاویکیہ کو آمادہ کیا کہ وہ آسٹریا کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرے۔ ہنگری میں پہلے اشتراکی پارٹی کا اقتدار مطلق (ڈکٹیٹر شپ) قائم ہوا۔ جس کے لیڈر بیلکون نامی نے زیکوسلاویکیہ اور رومانیہ سے جنگ چھیڑ کر وہ اضلاع واپس لینے کی کوشش کی جسے ہنگری کے باشندے اپنے ملک کا حصہ سمجھتے تھے۔ زیگوں نے بیلاکون سے شکست کھائی لیکن رومانیہ نے بڈاپسٹ پر قبضہ کرلیا اور اشتراکی پارٹی کے اقتدار کا خاتمہ کردیا۔ ہنگری کے ساتھ فاتحین نے جو معاہدہ طے کیا اس میں اس کے کئی ایک اضلاع کاٹ کر زیکوسلاویکیہ اور رومانیہ کو دے دیے گئے جس کے باعث ہنگری کے لوگ ہمیشہ محسوس کرتے رہے کہ ان کے ساتھ سخت بے انصافی کی گئی ہے۔ اس وجہ سے ہنگری اور اس کے ہمسایہ ملکوں کے تعلقات ہمیشہ مخدوش رہے اور اکثر جھگڑے پیدا ہوتے رہے۔

بلقان کے ملکوں یونان، بلغاریو، یوگوسلافیہ، البانیہ اور رومانیہ کے درمیان سرحدیں معین نہ ہونے کے باعث جھگڑے پیدا ہوتے رہے جن کا فیصلہ کرنے کے لیے جمعیۃ الاقوام نے کمیشن بھیجے۔ ۱۹۲۱ء میں یونان اور یوگوسلافیہ کی فوجوں نے البانیہ کے بعض سرحدی مقامات پر قبضہ جما لیا۔ چوں کہ حدیں معین نہ تھیں اس لیے وہ کہتے تھے کہ یہ مقامات ہمارے ہیں۔ جمعیۃ الاقوام نے کمیشن مقرر کرکے یونان اور یوگوسلافیہ کو اپنی اپنی فوجیں پیچھے ہٹانے پر آمادہ کیا۔ ۱۹۲۳ء میں جمعیت الاقوام کا ایک کمیشن یونانی علاقے میں کام کر رہا تھا۔ یونانیوں نے اس کمیشن کے رئیس اور اس کے ساتھیوں کو گولیوں سے ہلاک کردیا۔ ان میں سے بعض رکن اطالوی اور بعض البانوی تھے۔ اٹلی کی حکومت نے یونان کے ایک جزیرہ کارفو پر جنگی جہاز بھیج کر بم باری کی۔ جزیرے پر قبضہ جما لیا۔ یونان کی حکومت نے جمعیۃ الاقوام سے شکایت کی۔ دول عظمیٰ کے سفیروں نے جمعیت الاقوام کی مدد سے جھگڑا چکایا اور اٹلی نے کارفو خالی کر دیا۔ یہ واقعہ اتنا اہم تھا کہ اگر اس کا فیصلہ نہ ہوگیا ہوتا تو یورپ کے ملکوں میں ایک نئی جنگ چھڑ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی۔ ۱۹۳۵ء میں یونان اور بلغاریہ کے درمیان جنگ چھڑنے لگی تھی جسے جمعیۃ الاقوام نے روکا۔

جنگ کے بعد فاتح اقوام نے پولینڈ کو ایک آزاد ملک بنا دیا تھا۔ سوویٹ روس کی حکومت نے جو ۱۹۱۷ء کے انقلاب میں قائم ہوئی تھی ۱۹۱۸ء کے آغاز میں جرمنی سے معاہدہ طے کرتے وقت پولینڈ کی سرزمین سے روس کی دست برداری تسلیم کرلی تھی اور بحیرہ بالٹک کے ساحل پر لیتھونیا، لیٹویا، استھونیا اور فن لینڈ کی آزاد ریاستیں مان لی تھیں جو پہلے زار روس کی مملکت کا حصہ تھیں۔ ۱۹۱۹ء میں پولینڈ نے اپنی حد کو مشرق کی طرف اور آگے بڑھانے کے لیے سوویٹ روس سے جنگ چھیڑ دی۔ روسیوں نے پولوں کو شکست دی۔ یہ دیکھ کر فرانس نے اپنے فوجی افسر اور جرنیل بھیج دیے۔ جن کے زیر قیادت پولوں نے روسیوں پر فتح حاصل کی اور روسی علاقے پر قبضہ جما لیا۔ ۱۹۲۱ء میں روس اور پولینڈ کے درمیان صلح ہوئی اور روسیوں نے وہ علاقہ چھوڑ کر پولینڈ سے صلح کرلی۔ پولینڈ نے لیتھونیا سے ولنا کا شہر بھی چھین لیا جسے لیتھونیا والے ہمیشہ محسوس کرتے رہے۔ لیتھونیا نے جرمنی (پرشیا) کے شہر میمل پر قبضہ جما لیا اور فاتح قوموں نے اس قبضے کو تسلیم کرلیا۔ ۱۹۲۰ء میں بحیرہ بالٹک کے ایک جزیرے آلینڈ کے قبضے کے متعلق سویڈن اور فن لینڈ میں بھی جھگڑا ہوا جو آخر بعض شرطوں پر فن لینڈ کو مل گیا۔

روس کی نوزائیدہ سوویٹ جمہوریت کو شروع شروع میں بڑی مشکلات پیش آئیں۔ زار کی مملکت کے متعدد ٹکڑے اس نئی حکومت کے ہاتھ سے نکل گئے جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ رومانیا نے ۱۹۱۸ء میں اپنی مشرقی سرحد سے ملحقہ روسی ضلع بسریبیا پر قبضہ جما لیا۔ جس کے باعث ۱۹۳۴ء تک روس اور رومانیا کے درمیان سیاسی تعلقات منقطع رہے۔ سفید روسی یعنی زار کے عہد کے نظام حکمرانی کو از سر نو قائم کرنے کے حامی بولشویکوں سے لڑ رہے تھے۔ ان سفید روسیوں کے دو جرنیلوں ڈینیگل اور کولچیک کو جنگ کی فاتح اقوام کی امداد حاصل تھی۔ ان قوموں کی باقاعدہ فوجوں کی جمعیتیں سفید روسیوں کا ساتھ دے رہی تھیں۔ یورپ کے علاوہ مشرق بعید میں جاپان، امریکہ اور برطانیہ کی فوجیں سائے بیریا میں گھس گئیں۔ انقلابیوں نے اپنے لیڈر لینن کی سرکردگی میں ان مشکلات کا مقابلہ کیا۔ ابھی شورائی جمہوریتوں کی اس متحدہ مملکت (س۔س۔س۔ر) نے بیرونی مداخلتوں سے نجات حاصل کی ہی تھی کہ ۱۹۲۱ء میں اس مملکت کو زبردست قحط کی مصیبت سے دوچار ہونا پڑا۔ ۱۹۲۴ء میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بولشویکوں کا انقلابی لیڈر لینن فوت ہوگیا۔ خدا کی ہستی سے انکار کرنے والوں کی اس نئی قوم نے اپنے لیڈر کی نعش کو شیشے کے ایک بڑے صندوق میں بند کر کے لٹکا رکھا ہے جس کو یہ لوگ پرانی قوموں کی طرح پوجتے تو نہیں البتہ اس کی زیارت کے لیے دور دور سے چل کر آتے ہیں اور لینن کے مقبرے پر زائرین کا تانتا لگا رہتا ہے۔ شورائی جمہوریتوں کے اس متحدہ نظام کا اقتدار اشتراکی پارٹی کے ہاتھ میں ہے، جس نے لینن کے بعد سٹالین کو اپنا لیڈر چنا۔ اس پارٹی نے اپنے ملک میں اشتراکی اقتصادی نظام قائم کر کے بہت کچھ اصلاح و ترقی کی طرف قدم بڑھائے اور داخلی انتظام کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کے لیے اپنے ہمسایہ ملکوں سے اچھے تعلقات قائم کیے۔ سرمایہ دارانہ اجتماعی نظام رکھنے والے بڑے بڑے ملک یعنی امریکہ، برطانیہ، فرانس، اٹلی اور جاپان کئی سال تک بولشویکوں کے اس نئے انقلابی نظام سے خائف رہے اور انھوں نے سوویٹ روس کے ساتھ سیاسی اور تجارتی تعلقات قائم کرنا مناسب نہ سمجھا۔ سوویٹ روس نے ۱۹۳۳ء میں مانچوریا کی ریلوے لائن جو روس کی ملکیت تھی جاپان کے ہاتھ بیچ کر جاپان سے اچھے تعلقات قائم کر لیے اور روس کے نمایندے جمعیۃ الاقوام کی بعض کانفرنسوں میں شامل ہونے لگے جو عالم گیر مسائل پر غور کرنے کے لیے بلائی جاتی تھیں۔ ۱۹۳۴ء میں روس نے جمعیۃ الاقوام کی رکنیت قبول کر لی اور ۱۹۳۵ء میں اس نے اپنے اکثر سرحدی ہمسایوں یعنی فن لینڈ، لیٹویا، ایستھونیا، لیتھونیا، پولینڈ، زیکوسلاویکیہ، رومانیہ، ترکی، ایران اور افغانستان سے عدم تجاوز کے معاہدے طے کر کے اپنے لیے اطمینان کی صورت پیدا کی۔ اس کے بعد بڑی طاقتیں بھی سوویٹ روس سے تجارتی اور نیم سیاسی تعلقات قائم کرنے لگیں لیکن روس کے اشتراکی سرمایہ دار اجتماعی نظام رکھنے والے ملکوں سے اور یہ ملک روس کے اشتراکیوں کے نئے نئے اصولوں سے خائف رہتے تھے۔ اس لیے ایک دوسرے سے تعلقات قائم کرتے وقت بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔

اٹلی کو مال غنیمت میں آسٹریا کی مملکت کے دو اضلاع ٹائرل اور ٹرینٹینو ملے جو اس کی شمالی سرحد سے ملحق تھے لیکن اس نے اس پر اکتفا نہ کرتے ہوئے ٹریسٹ کے قلعہ پر بھی قبضہ جما لیا اور ۱۹۲۱ء میں اٹلی کے ایک شاعر گیبریئل ڈی انیزو نے عام لوگوں کا ہجوم اکٹھا کر کے فیوم کی بندرگاہ پر قبضہ جما لیا جو یوگوسلافیہ کی مغربی سرحد کے قریب واقع تھی اور جس پر یوگوسلافیہ کی حکومت بھی دانت رکھتی تھی۔ ۱۹۲۳ء میں فیوم کے ضلع کے متعلق اٹلی اور یوگوسلافیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مفاہمت ہوگئی۔ ضلع کا کچھ رقبہ یوگوسلافیہ کو مل گیا اور بندرگاہ اٹلی کے قبضے میں رہی۔ اٹلی اور یونان کے جھگڑے کا ذکر پیش تر کیا جاچکا ہے۔ ۱۹۲۹ء میں اٹلی کی حکومت نے پاپائے اعظم سے مصلحت کرکے ویٹی کن ریاست الگ کردی۔

ہسپانیہ میں مراکش کے ریفی قبائل سے جنگ کے باعث اضطراب پیدا ہوا۔ بادشاہ نے جنرل پریموڈی رائیویرا کو ڈکٹیٹر وزیراعظم بنا دیا۔ سات سال کے بعد ۱۹۲۹ء میں ہسپانیہ کے لوگوں میں ڈکٹیٹر شپ کے خلاف بے چینی پھیلنے لگی۔ نئی وزارت مقرر کی گئی۔ ۱۹۳۱ء کے انتخابات میں جمہوریت پسند ممبروں کی اکثرت منتخب ہوئی۔ بادشاہ تخت سے دست بردار ہوکر باہر چلا گیا اور ملک میں جمہوری حکومت قائم ہوگئی۔ ۱۹۳۳ء کے انتخابات میں قدامت پسند پارٹی زوروں پر آگئی اور ۱۹۳۴ء میں قدامت پسندوں اور اشتراکیوں کے درمیان شدید خانہ جنگی شروع ہوگئی اور تین سال تک جاری رہی۔ ۱۹۳۷ء میں فرانکو نامی ایک جرنیل نے مراکشی سپاہیوں اور اٹلی اور جرمنی کی امداد سے ڈکٹیٹری حکومت قائم کرلی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جدید ترکی کا ظہور

عالم گیر جنگ کے خاتمے پر آسٹریا کی طرح ترکی کی سلطنت کو بھی پارہ پارہ کردیا گیا۔ حجاز میں مکہ کے شریف حسین کو جس نے دوران جنگ میں عربوں کی ترکی سلطان کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرکے اتحادیوں کی مدد کی تھی حجاز کا بادشاہ تسلیم کرلیا گیا۔ عراق، فلسطین اور شرق اردن پر برطانیہ کی اور شام اور لبنان پر فرانس کی حکم داری قائم کردی گئی۔ ترکی کے دارالخلافت قسطنطنیہ پر برطانوی۔ فرانسیسی اور اطالوی فوجوں نے قبضہ جما لیا۔ یورپی ترکی کے صوبہ تھریس کا کچھ حصہ یونان کے قبضے میں دے دیا گیا۔ ۱۹۲۰ء میں فاتح قوموں نے ترکی کے لیے صلح کی پکی شرطوں کا ایک معاہدہ تیار کیا اور سیورے کے مقام پر ترکی کے نمایندوں کو بلا کر اس معاہدے پر دستخط کرا لیے۔ اس معاہدے کی شرطیں بہت کڑی تھیں جن کے باعث ترکوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ گیلی پولی کے معرکہ کے بطل مصطفیٰ کمال نے ایشیائی ترکی میں سیورے کے معاہدے کو نہ ماننے کے لیے عوام کی تحریک شروع کردی۔ فاتح قوموں نے یونان کو شہ دی۔ یونان نے ایشیائی ترکی کی مغربی بندرگاہ سمرنا پر قبضہ کرکے اناطولیا کی ولایت میں آگے بڑھنا شروع کردیا۔ مصطفیٰ کمال نے انقرہ میں بیٹھ کر نئی فوج مرتکب کی اور ۱۹۲۱ء میں انقرہ سے چند میل کے فاصلے پر یونانیوں کو پہلی شکست دی۔ چند ماہ کے وقفے کے بعد مصطفیٰ کمال نے اپنی فوجوں کو از سر نو ترتیب دے کر یونانیوں پر حملہ کردیا اور یونانی فوجوں کو شکست فاش دے کر اپنے ملک سے باہر نکال دیا۔ در دانیال کے قلعہ چناق میں اور قسطنطنیہ میں سیورے کے معاہدے کے مطابق اتحادیوں کی فوجیں بیٹھی تھیں۔ قریب تھا کہ ترکی اور اتحادیوں کے درمیان جنگ چھڑ جائے لیکن فرانس اور اٹلی ترکوں سے لڑنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ برطانیہ کی مخلوط حکومت جس کے لیڈر مسٹر لائڈ جارج تھے لڑنا چاہتی تھی لیکن پارلیمنٹ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس موقع پر جنگ کرنا مناسب نہ جانا اور لائڈ جارج کو راتوں رات مستعفی ہو کر مسٹر بونر لا کے لیے جگہ خالی کرنی پڑی۔ ترک جرنیل عصمت انونو اور برطانوی جرنیل ہیرنگٹن نے بحیرہ مار مورا کے ایک ساحلی گاؤں مدانیہ میں ملاقات کر کے عارضی صلح کی شرطیں طے کیں۔ اتحادی فوجیں اگرچہ قسطنطنیہ میں موجود رہیں لیکن انقرہ کے ترکوں نے قسطنطنیہ اور یورپی ترکی کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سلطان وحید الدین محمد سادس برطانوی جہاز مالٹا پر سوار ہو کر بھاگ گیا۔ ترکوں نے عبدالمجید کو سلطان بنا لیا۔ ۱۹۲۲ء میں سوئٹزر لینڈ کے مقام لوزان میں ترکی اور اتحادی ملکوں کے درمیان صلح کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ نئے معاہدے میں ترکوں نے اپنی قومی آزادی کا پورا پورا حق سب سے تسلیم کرالیا اور سیورے کا معاہدہ اپنی ذلت آمیز شرطوں کے ساتھ پارہ پارہ کر دیا گیا۔ اتحادی فوجیں قسطنطنیہ سے نکل گئیں۔ ۱۹۲۳ء میں ترکی کی مجلس ملی کبیر نے سلطان کو معزول کر کے جمہوری حکومت قائم کر لی اور ۱۹۲۴ء میں خلافت مسلمانوں کی (دینی پیش وائی کا) منصب قبول کرنے سے بھی دست برداری کا اعلان کر دیا۔ مصطفیٰ کمال اس جمہوریت کے صدر اور ڈکٹیٹر قرار پائے۔ جنھوں نے چند ہی سال میں ترکوں کی معاشرت ان کے حکومتی نظام، ان کی عادات و رسوم وغیرہ میں زبردست تبدیلیاں پیدا کر کے پرانے طور طریقوں کو منقلب کر دیا۔ مصطفیٰ کمال کی اصلاحات نے ترکوں کے لباس اور رسم الخط تک کو بدل ڈالا۔ اس طرح جدید ترکی کے ترک معاشرت، لباس، طرز بود و باش، عادات اور سیاسی افکار کے اعتبار سے اقوام فرنگ کے پورے پورے مقلد بن گئے اور اپنے ملک میں انھوں نے اسلامی شریعت کے بجائے سوئٹزر لینڈ کے دیوانی اور فوجداری قوانین نافذ کر لیے۔

جمہوری ترکوں نے خلافت کا منصب بھی اپنی قوم کے ہاتھ میں رکھنا ضروری نہ سمجھا کیوں کہ وہ دیکھ چکے تھے کہ یہ منصب اپنی حیثیت اور اہمیت کھو چکا ہے۔ دوسرے ملکوں کے مسلمانوں کو جو غیر مسلموں کے زیر اثر جا چکے ہیں اس سے کسی قسم کا سروکار نہیں رہا ترکوں نے اپنے جدید جمہوری سیاسی نظام کی بنیادیں دنیوی اصولوں پر رکھیں اور مذہب کو سیاست سے الگ کر دیا۔ پہلے پہلے انھوں نے یورپ کے عیسائی ملکوں کی دیکھا دیکھی دینی امور کا ایک محکمہ قائم کیا تھا لیکن بعد میں اسے بھی توڑ دیا گیا۔ ملاؤں اور پیروں کو امتیازی لباس تک پہننے کی ممانعت کر دی اور ان کی پیری مریدی کے سلسلے توڑ دیے۔ اس معاملے میں انھوں نے نہ تو یورپ کی عیسائی قوموں کی نقالی کی اور نہ روس کے اشتراکیوں کی طرح لا مذہبی اختیار کرنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناسب سمجھا۔ جدید ترکی نے عراق و ترکی کے سرحدی ضلع موصل اور شام و ترکی کے سرحدی شہر اسکندرونہ کے متعلق عراق اور فرانس کے ساتھ مفاہمت کر لی۔ موصل عراق کو مل گیا اور اسکندرونہ ترکی کو جدید ترکی نے در دانیال کی شاہراہ کے متعلق بھی یورپ کے ملکوں کے ساتھ مفاہمت کر کے اپنے حقوق محفوظ کرا لیے اور دوسرے ملکوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لیے معاہدے طے کیے۔ ۱۹۳۲ء میں ترکی جمعیۃ الاقوام کا رکن بن گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکمل آزادی کی تحریکیں

افغانستان :

عالم گیر جنگ کے خاتمے پر دنیا بھر کی محکوم اور زیر حمایت قوموں میں مکمل آزادی (استقلال تام) کا رتبہ حاصل کرنے کے لیے تحریکیں پیدا ہوئیں اس سلسلے میں ہم ترکی کی جدوجہد کا حال اوپر لکھ آئے ہیں۔ ۱۹۱۹ء میں افغانستان کے بادشاہ امیر حبیب اللہ خان کو کسی نے پستول کی گولی کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا۔ امیر حبیب اللہ خان کو جنگ کے دوران میں جرمنوں اور ترکوں نے ہندوستان پر چڑھائی کرنے کے لیے آمادہ کرنے کی بہت کوششیں کی تھیں لیکن امیر حبیب اللہ خان برطانیہ کے زیر اثر تھے۔ انھوں نے ۱۹۰۱ء میں تخت نشین ہوتے وقت برطانوی حکومت سے اپنے کو ہز میجسٹی کہلانے کا حق تو منوا لیا تھا لیکن انھیں برطانیہ کے سوا دنیا کے دوسرے ملکوں سے معاہدے طے کرنے کا حق حاصل نہ تھا۔ افغان اپنے ملک کی اس ہیئیت پر قانع نہ تھے۔ امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے بعد افغانستان کے تخت پر اس کا ایک بیٹا امان اللہ خان بیٹھا جس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے ملک کو مکمل طور پر آزاد کرانے کے لیے ہندوستان کی برطانوی حکومت کے ساتھ جنگ چھیڑ دی۔ تین مہینے کی جنگ کے بعد راولپنڈی کے مقام پر صلح کی عارضی شرطیں طے ہوئیں۔ برطانوی حکومت نے افغانستان کی مکمل آزادی تسلیم کر لی اور افغانستان کو دنیا بھر کی قوموں کے ساتھ سیاسی تعلقات قائم کرنے کا حق مل گیا۔ امان اللہ خان نے ترکی، روس، ایران، فرانس، جرمنی، اٹلی اور بعض دوسرے ملکوں سے سیاسی اور تجارتی معاہدے طے کر کے افغانوں کو آزاد قوموں کی صف میں بیٹھنے کے قابل بنا دیا۔ ۱۹۲۷ء میں امان اللہ خان نے یورپ کے ملکوں کی سیاست اختیار کی۔ مصر، اٹلی، فرانس، جرمنی، برطانیہ، روس، ترکی اور ایران کے حالات کا معائنہ کیا۔ ہر جگہ ان کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوب خاطر و مدارات ہوئی۔ امان اللہ خان اس سفر سے اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے واپس آکر ترکی کے مصطفیٰ کمال کی طرح اپنے ملک کی کیفیات کو راتوں رات تبدیل کرنے کی ٹھان لی اور جوش مفرط کے ساتھ اصلاحات نافذ کرنے لگے۔ امان اللہ خان کی غیر حاضری میں افغانستان کے اندر ان کے شاہی اقتدار کے خلاف کئی طرح کی سازشیں گھر پکڑ گئی تھیں۔ نوجوان طبقہ آئینی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھنے لگا تھا۔ ایک پارٹی جمہوریت کی خواہاں تھی۔ بعض سردار اس قوی اضطراب کو اس خیال سے ترقی دینے لگے تھے کہ شاید اس گڑ بڑ میں ان کو شخصی اقتدار حاصل کرنے کا موقع مل جائے گا۔ امان اللہ خان کے اصلاحی پروگرام سے ملاؤں کا قدامت پسند طبقہ بہت برافروختہ ہوا جو بعض اصلاحات کو دین اسلام کے مسلمات کے خلاف سمجھتا تھا۔ ۱۹۲۹ء میں یہ مختلف نوعیت کے مواد پھٹ پڑے۔ افغانوں نے امان اللہ خان کے خلاف بغاوت کا علم بند کردیا۔ ہر پارٹی یہ سمجھتی تھی کہ اختلال اور بدامنی ان کی امنگوں کو بروئے کار لانے پر منتج ہوگی لیکن ملاؤں اور پیروں نے اپنے اثر سے ایک جاہل لیکن بہادر باغی سپاہی حبیب اللہ خان عرف بچہ سقہ کو کابل کا بادشاہ بنا دیا۔ بچہ سقہ کوہ دامن کا رہنے والا تھا اس لیے سمت شمال کے لوگوں نے اس کی حمایت کی۔ امان اللہ خان نے قندھار کو مرکز بنا کر کابل پر چڑھائی کرنے کی کوشش کی لیکن قبائلی سرداروں اور تعلیم یافتہ نوجوانوں نے اس کا ساتھ دینے سے انکار کردیا اور وہ اپنے ملک سے بھاگ کر ہندوستان کی راہ سے اٹلی چلے گئے۔ اندریں اثنا سردار محمد نادر خان جو ۱۹۱۹ء میں افغانی افواج کے سپہ سالار اور وزیر جنگ تھے اور بعد میں افغانستان کے سفیر بن کر پیرس چلے گئے تھے اور سفارت کے عہدے سے سبک دوش ہو کر وہیں ٹھہر گئے تھے۔ برطانوی حکومت سے ساز باز کرکے ہندوستان کی راہ سے افغانستان کی سرزمین میں پہنچ چکے تھے۔ سردار محمد نادر خان اور ان کے بھائیوں نے افغانستان کے صوبہ سمت جنوبی سے بچہ سقہ کے خلاف مہم جاری کی اور کابل فتح کرلیا۔ کابل کے لوگوں نے انھیں اپنا بادشاہ بنا لیا لیکن سمت شمال کے لوگوں نے انھیں بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ محمد نادر شاہ نے کوہ دامنیوں کی بغاوت کو مضبوط ہاتھوں سے فرو کیا اور افغانوں کے بعض ایسے سرداروں کو جو اپنے کو ان کا حریف سمجھتے تھے قتل کردیا۔ نوجوان طبقے کا خیال تھا کہ محمد نادر شاہ بچہ سقہ کو شکست دینے کے بعد جمہوریت نہیں تو آئینی قومی حکومت ضرور قائم کریں گے لیکن یہ بات ملک کے مختل حالات میں اس وقت ممکن نہ تھی۔ اس لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طبقہ کے افراد بھی بد دل ہوگئے۔ محمد نادر شاہ اور ان کے بھائیوں نے ہر قسم کی شورشوں کو طاقت سے دبا دیا اور ملک کا نظم درست کیا۔ ۱۹۳۲ء میں محمد نادر شاہ نے ایک قسم کی مجلس شورائے ملی بھی قائم کردی اور تخت شاہی کے اعلان اور اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ ان کے متعلق برطانیہ کے زیر حمایت بادشاہ بننے اور افغانستان کی مکمل آزادی کو صدمہ پہنچانے کے متعلق جو شبہات کیے جاتے تھے وہ صحیح نہ تھے لیکن ان کی ذات کے خلاف بعض لوگوں کے دلوں میں شدید بغض بھر چکا تھا جس کا نتیجہ ۱۹۳۳ء میں ان کے قتل کی صورت میں برآمد ہوا۔ قاتل ایک نوجوان طالب علم تھا۔ محمد نادر شاہ قتل ہوگئے لیکن حکومتی انقلاب برپا کرنے کی سازش کام یاب نہ ہوسکی۔ افغانوں نے ان کی جگہ ان کے بیٹے محمد ظاہر شاہ المتوکل علی اللہ کو بادشاہ بنا لیا۔ ۱۹۳۴ء میں افغانستان جمعیت الاقوام کا رکن بن گیا اور محمد ظاہر شاہ کی حکومت نے اپنے ہمسایہ ملکوں اور دنیا کی دوسری بڑی طاقتوں کے ساتھ دوستی کے معاہدے طے کیے۔ افغان قوم اس بادشاہ کے عہد میں معتدل رفتار کے ساتھ اصلاح و ترقی کے پروگرام کو عمل کا جامہ پہنانے لگی۔

ایران :

عالم گیر جنگ کے دوران میں ایران کی سرزمین بدامنی کی آماجگاہ بن رہی تھی۔ ایران کی جمعیتیں خانہ جنگی کی سی کیفیت میں مبتلا تھیں۔ ملک کے اندر برطانوی فوجیں راستوں اور تیل کے چشموں کی حفاظت کر رہی تھیں۔ ۱۹۱۷ء کے انقلاب روس کے بعد سفید روسیوں اور بولشویکوں کے درمیان بعض لڑائیاں ایران کی سرزمین پر لڑی گئیں۔ ۱۹۱۹ء میں برطانیہ نے ایران کی برائے نام حکومت سے ایک معاہدہ طے کیا جس کی رو سے ایران کا ملک برطانیہ کے زیر حمایت نہیں تو زیر اثر ضرور آچکا تھا۔ ۱۹۲۱ء میں ایرانی قوم پرستوں کو رضا شاہ پہلوی ایسے سرگرم فوجی افسر کے وجود میں زبردست لیڈر مل گیا جس نے تہران میں انقلاب حکومت کر کے نئی وزارت قائم کی اور سویٹ روس کے ساتھ معاہدہ طے کرلیا۔ سویٹ روس نے زار کے عہد کی پالیسی ترک کر کے ایران کی مکمل آزادی تسلیم کرلی۔ رضا شاہ کی حکومت نے ۱۹۱۹ء کا وہ معاہدہ منسوخ کردیا جو پہلی حکومت نے برطانیہ کے ساتھ کیا تھا۔ برطانیہ نے بھی ایران کی مکمل آزادی تسلیم کرلی۔ ۱۹۲۶ء میں ایران کی مجلس (پارلیمنٹ) نے اپنے بادشاہ محمد شاہ قاچار کو جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیر سے پیرس میں مقیم تھا معزول کر کے پہلے جمہوریت قائم کی اور بعد میں رضا شاہ پہلوی کو شہنشاہ بنا کر دستوری حکومت بنا لی۔ رضا شاہ پہلوی کے عہد میں ایران میں بھی ترکی کی طرح جدید اصلاحات نافذ ہونے لگیں اور ایرانی کوشش کرنے لگے کہ اپنے کو ہر لحاظ سے یورپ کی فرنگی اقوام کے ہم پایہ بنالیں۔ رضا شاہ پہلوی نے ترکی اور افغانستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کیے۔ ۱۹۳۲ء میں اینگلو پرشین آئیل کمپنی کے تیل کے ٹھیکے پر ایران اور برطانیہ میں جھگڑا رونما ہو۔ جو ۱۹۳۳ء میں جمعیۃ الاقوام کی مدد سے طے ہوا۔ تیل کے چشموں کا اجارہ نامہ نئی شرطوں پر لکھا گیا۔

مصر:

جنگ عظیم میں ترکی کی شمولیت پر برطانوی حکومت نے مصر کو اپنے زیر حمایت لینے کا اعلان کر دیا اور مصر کے خدیو عباس حلمی پاشا کو جو ترکی میں تھا معزول کر کے سلطان فواد کو مصر کا داخلی حکمران بنا دیا۔ جنگ کے خاتمے پر مصر کے اندر آزادی خواہوں کی تحریک شروع ہوگئی۔ مصریوں نے وفد پارٹی کے نام سے ایک انجمن قائم کی جس کے لیڈر سعد زاغلول پاشا تھے۔ انگریز حکمران سعد زاغلول پاشا کو گرفتار کر کے جبرالٹر لے گئے لیکن تحریک بہت زور پکڑ گئی آخر ۲۸ فروری ۱۹۲۴ء کو برطانوی حکومت نے مصر کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ سوڈان کے مستقبل اور مصر کے اندر برطانوی فوجوں کے قیام کے مسئلے طے نہ ہوئے جن کے متعلق کئی سال بعد تک مصر و برطانیہ کی حکومتوں کے درمیان گفت و شنید جاری رہی۔ ۱۹۳۶ء میں مصر و برطانیہ کے درمیان ایک نیا معاہدہ طے ہوگیا۔ سوڈان پر برطانیہ اور مصر والوں کی مشترکہ حکومت قائم ہوگئی۔ کچھ برطانوی فوج کو نہر سویز کی حفاظت کے لیے مصر کی سرزمین میں رہنے کی اجازت مل گئی۔

ریف (مراکش):

مراکش کا ملک جو براعظم افریقہ کے انتہائے شمال میں واقع ہے۔ ہسپانیہ اور فرانس دونوں میں بٹ چکا تھا۔ ۱۹۲۲ء میں اس ملک کے ساحلی علاقے ریف کے قبائل نے ہسپانوی اور فرانسیسی اقتدار کے خلاف آزادی کا جہاد شروع کر دیا۔ اس تحریک کا قائد عبدالکریم نامی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ریفی مجاہد تھا جس نے چار سال ہسپانیہ اور فرانس کے خلاف جنگ جاری رکھی آخر دونوں حکومتوں نے قبائل کی سرکوبی کر کے ان کی تحریک آزادی کو کچل کر رکھ دیا۔ فرانسیسی عبدالکریم کو نظر بند کر کے بحر ہند کے کسی جزیرے میں لے گئے۔

عراق :

جنگ عظیم کے بعد عراق کا ملک برطانیہ کی حکم داری میں دے دیا گیا تھا لیکن عراق کے باشندوں کو یہ بات ناگوار گزری۔ وہ اپنی کامل آزادی کے حصول کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔ عراق کے باشندوں نے کئی دفعہ برطانوی حکم داری کے خلاف شورشیں برپا کیں۔ آخر ۱۹۳۲ء میں جمعیۃ الاقوام نے فیصلہ کیا کہ عراق کو آزاد کر دیا جائے۔ چناں چہ عراق کی آزادی تسلیم کر لی گئی۔ برطانیہ اور عراق کے درمیان معاہدہ طے ہوا جس میں برطانیہ نے بعض مراعات اپنے لیے مخصوص کرالیں۔ عراق کے آزاد ہو جانے پر اشوری قبائل نے جو عیسائی تھے اور ترکی سے نقل وطن کر کے عراق میں آئے تھے بغاوت کر دی۔ جسے عراق کی حکومت نے بہ مشکل فرو کیا۔

حجاز و نجد :

جنگ عظیم کے خاتمے پر برطانوی حکومت نے تمام عرب ملکوں کی ایک وسیع اور آباد مملکت بنانے کا جو وعدہ عربوں سے کیا تھا وہ تو پورا نہ کیا البتہ عربوں کے لیڈر شریف حسین کو حجاز کا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ حسین انگریزوں کی اس وعدہ خلافی پر بہت تلملایا۔ وہ اس وعدہ خلافی پر انگریزوں کے خلاف تحریک اٹھانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ نجد کے سلطان ابن سعد نے اس کے ساتھ جنگ چھیڑ دی۔ اس لڑائی میں ابن سعود اور حسین دونوں کو برطانیہ کی خفیہ امداد حاصل تھی۔ ہندوستان کی برطانوی حکومت ابن سعود کا حوصلہ بڑھا رہی تھی اور مصر کے برطانوی ادارے شریف حسین کو بری بھلی امداد دے رہے تھے۔ سلطان ابن سعود نے ۱۹۲۵ء میں شریف حسین کو شکست دی اور نجد و حجاز کو ملحق کر کے مملکت سعودیہ عربیہ کے نام سے ریاست قائم کر لی۔ ۱۹۳۴ء میں سلطان ابن سعود اور یمن کے امام یحییٰ کے درمیان جنگ ہوئی۔ سلطان نے ایک صلح امام سے یمن لیا اور بعض شرائط متنوعہ و منفرد کر کتب پر مشتمل صلح کر لی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شام و لبنان :

شام و لبنان کے عرب ملک فرانس کی حکم داری میں دے دیے گئے تھے۔ وہاں کے باشندوں نے فرانس کی حکم داری کے خلاف متعدد بار شورشیں برپا کیں جن میں دروز قبائل کی شورش بہت اہم تھی۔ فرانس نے جنگی طاقت کے بل پر ان شورشوں کو دبایا اور ان ملکوں میں اپنے زیر حمایت ونگران نیم آزادی جمہوری ریاستیں قائم کر دیں۔

فلسطین اور شرقِ اردن :

فلسطین اور شرقِ اردن کے ملکوں پر جنگ عظیم کے بعد برطانیہ کی حکم داری قائم ہوئی۔ شرق اردن پر برطانوی حکومت نے شریف حسین شاہ حجاز کے ایک بیٹے امیر عبداللہ کو اپنے زیر حمایت حکمران مقرر کر دیا اور فلسطین کا انتظام براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ فلسطین عربوں کا ملک ہے اور برطانوی حکومت نے جن عرب ملکوں کو جنگ کے بعد ترکوں کے اقتدار سے آزاد کرانے کا تحریری معاہدہ عربوں سے کیا تھا ان میں فلسطین بھی شامل تھا لیکن اس کے ساتھ ہی برطانوی حکومت نے دنیا بھر کے یہودیوں کی انجمن سے یہ خفیہ وعدہ کرلیا تھا کہ جنگ کے بعد یہودیوں کو فلسطین میں آباد کر کے ان کے لیے ایک قومی گھر بنادیا جائے گا۔ برطانوی حکومت نے عربوں سے جو وعدے کیے تھے وہ تو پس پشت ڈال دیے گئے لیکن یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرنے کی مہم زور وشور سے شروع کر دی گئی۔ فلسطین اور دوسرے ملکوں کے عرب برطانیہ کی اس پالیسی پر بہت رنجیدہ ہوئے۔ فلسطین کے عربوں نے برطانوی اقتدار کے خلاف متعدد بار شورشیں برپا کیں۔ جمعیۃ الاقوام کے دروازے کھٹکھٹائے لیکن کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ برطانوی حکومت عربوں کے احتجاج کے علی الرغم فلسطین میں یہودیوں کو آباد کرنے کی پالیسی پر کاربند رہی۔ ۱۹۳۹ء میں جا کر برطانوی حکومت کو پھر ضرورت محسوس ہوئی کہ عربوں کے اضطراب کو بہ لطائف الحیل کم کرے، چناں چہ ۱۹۳۹ء میں برطانوی حکومت نے قرطاس ابیض شایع کر کے آیندہ پانچ سال میں یہودیوں کی معین تعداد کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دینے کا اعلان کیا اور وعدہ کیا کہ دس سال کے بعد فلسطین کو آزاد کر دیا جائے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان :

جنگ کے دوران میں برطانوی حکومت نے اہل ہند سے یہ وعدہ کیا تھا کہ انھیں جنگ کے بعد خود مختاری دی جائے گی۔ جنگ کے خاتمے پر آزادی کے خواہوں کی تحریکوں کو دبانے کے لیے شدید قوانین نافذ کردیے گئے جو ان قوانین کے مصنف رولٹ کے نام پر رولٹ ایکٹ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان قوانین کے خلاف ہندوستان میں احتجاج کی ایک زبردست لہر اٹھی۔ جا بہ جا ہنگامے اور فساد برپا ہونے لگے۔ پنجاب کے متعدد شہروں میں زبردست ہنگامے ہوئے جنھیں حکومت نے فوج کی امداد سے فرو کیا۔ ۱۹۱۹ء میں ہندوستان کے لوگوں کو آئینی اصلاحات کی ایک قسط دی گئی جس کی رو سے صوبوں میں کونسلیں قائم کی گئیں اور ایسے ہندوستانی وزیر مقرر ہوئے جو گورنروں کے سامنے جواب دہ تھے۔ ملک کی اکثریت نے مہاتما گاندھی اور انڈین نیشنل کانگرس کے زیر قیادت ان اصلاحات کو ناکافی قرار دے کر ان کا مقاطعہ کر دیا۔ ۱۹۲۲ء تک ہندو اور مسلمان اتفاق و اتحاد سے ملک کی آزادی کے لیے کوشش کرتے رہے۔ اس کے بعد سیاسی حقوق کی تقسیم کے سوال پر دونوں قوموں کے درمیان مغائرت کی خلیج وسیع ہونے لگی جس نے ۱۹۲۶ء میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان خوف ناک فسادات کی شکل اختیار کرلی۔ ہندوستان کے بہت سے شہروں میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان خون ریزی کی وارداتیں رونما ہوئیں۔ اس کیفیت پر حکومت بڑی مشکل سے قابو پا سکی۔ ۱۹۲۷ء میں برطانوی حکومت نے سر جان سائمن کے زیر سرکردگی ایک رائل کمیشن اہل ہند کی استعداد حکمرانی کی تحقیقات کے لیے بھیجا نیشنل کانگرس نے اس کمیشن کا مقاطعہ کیا اور مہاتما گاندھی نے ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۰ء میں سول نافرمانی یعنی قانون شکنی کی تحریک چلائی۔ سائمن کمیشن کی سفارشات کو اہل ہند نے قبول نہ کیا تو ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۲ء میں لندن میں گول میز کانفرنسیں منعقد کی گئیں جن میں شامل ہونے کے لیے ہندوستان کے سرکردہ لیڈر بلائے گئے۔ اس گفت گو میں سب سے بڑا مسئلہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی تقسیم و تعین کا تھا جس پر یہ لیڈر متفق نہ ہو سکے آخر برطانوی وزیر اعظم مسٹر ریمزے میکڈانلڈ کو ثالث کی حیثیت سے کمیونل ایوارڈ [illegible] ۱۹۳۵ء کے آئین حکومت ہند کی بنا بنایا گیا۔ برطانوی پارلیمنٹ نے ۱۹۳۵ء میں یہ قانون پاس کیا جو ۱۹۳۷ء میں نافذ العمل ہوا اس آئین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی رو سے ہندوستان کے صوبوں میں خود مختار حکومتیں قائم ہوگئیں۔ صوبوں کا داخلی انتظام ایسے وزیروں کے ہاتھ میں سونپ دیا گیا جو نمایندہ اسمبلی کے سامنے جواب دہ ہیں۔ اس آئین کے نفاذ پر مسلمانوں کو ہندو اکثریت کے اقتدار کے خلاف شکایات پیدا ہوئیں اور انھوں نے اس آئین کی مجوزہ فیڈریشن میں شامل نہ ہونے کا تہیہ کرکے ایسے خطوں میں جداگانہ آزاد ریاست قائم کرنے کا فیصلہ کرلیا جن میں ان کی اکثریت ہے۔ اس جداگانہ ریاست کا نام پاکستان تجویز کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کا مطالبہ یہ تھا کہ ہندوستان کو مکمل آزادی ملے تو ان کے لیے ملک کے شمال مغربی اور شمال مشرقی خطوں میں پاکستان کی ایک الگ آزاد مملکت قائم کردی جائے۔ مسلمانوں کی آبادی ہندوستان میں ایک چوتھائی سے کچھ زیادہ ہے اور ان کی اکثریت متذکرہ صدر خطوں میں آباد ہے۔

چین :

۱۹۱۲ء میں چین کا شہنشاہ تخت سے دستبردار ہوگیا تھا اور وہاں جمہوریت بن گئی تھی۔ چین کے باشندے اپنے معاملات کو سنبھالنے کے لیے جدوجہد کر رہے تھے کہ ۱۹۱۵ء میں جاپان نے چین کو جنگ کا الٹی میٹم دے کر چین سے اکیس مطالبات منوا لیے جو ملک چین کے اندر جاپانیوں کے تجارتی اور اقتصادی نفوذ کو ترقی دینے کے متعلق تھے۔ ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ شانتونگ کا صوبہ جس کا ایک حصہ جنگ سے پہلے جرمنی کے قبضے میں تھا اور جس پر جنگ کے آغاز میں جاپان نے قبضہ کرلیا تھا جاپان کے پاس رہے گا۔ چین ۱۹۱۷ء میں اتحادیوں کی طرف سے جنگ میں شامل ہوگیا۔ ۱۹۱۹ء کے معاہدات صلح میں اتحادیوں نے شانتونگ کا صوبہ جاپان کو دلا دیا جس پر چین کے لوگ بہت خفا ہوئے۔ چینی طالب علموں نے جاپان کا تجارتی مقاطعہ کرنے کی تحریک شروع کر دی۔ اندریں اثنا خود چین کے صوبے داروں اور فوجی جرنیلوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ شمالی چین میں ایک فوجی گورنر چنگ سولین نامی نے پیکن کو صدر مقام بنا کر حکومت قائم کرلی اور جنوبی چین میں ڈاکٹر سن یٹ سین نے کینٹن کو راجدھانی بنا کر جمہوریت کا علم بند رکھا۔ ۱۹۲۱ء میں ڈاکٹر سن یٹ سین چینی جمہوریت کے صدر قرار پائے اور جاپان معاوضہ لے کر شانتونگ کا صوبہ چین کو دینے پر رضا مند ہوگیا۔ ۱۹۲۳ء میں روسی مشیر چین میں آگئے اور چین کی قومی انجمن اشتراکی بن گئی۔ ۱۹۲۴ء میں روس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور چین کے درمیان معاہدہ طے ہوگیا۔ اس سال ڈاکٹر سن یٹ سین فوت ہوگئے ان کی جگہ چیانگ کیشک جمہوریت کے صدر بنے۔ اس سال شنگھائی کی بین الاقوامی بستی میں شورش پھوٹ پڑی اور بین الاقوامی پولیس نے مظاہرے کرنے والے چینی طلبہ پر گولی چلادی۔ چینیوں نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر برطانوی مال کا مقاطعہ کردیا کیوں کہ ان کا خیال تھا کہ اس ہنگامے کی تہہ میں انگریزوں کا ہاتھ ہے۔ کینٹن کی حکومت نے چنگ سولین کے خلاف مہم بھیجنے کا فیصلہ کیا تو برطانوی حکمت نے شنگھائی میں اپنے قومی باشندوں کی حفاظت کے لیے فوج بھیج دی۔ چنگ سولین کو شکست ہوئی۔ برطانیہ نے مارشل چیانگ کیشک کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرلیے کیوں کہ مارشل موصوف اشتراکی خیال کے آدمی نہ تھے۔

۱۹۲۸ء میں مانچوریا میں روسی ریلوے لائن پر چین اور روس کے درمیان جھگڑا رونما ہوا۔ جو لڑائی کے بغیر ہی طے ہوگیا۔ ستمبر ۱۹۳۱ء میں مانچوریا کی جاپانی ریلوے لائن کے ایک مقام پر شدید دھماکہ ہوا۔ جاپانیوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ چینیوں کی شرارت ہے چینی چھاؤنی پر حملہ کردیا۔ جاپان کی کچھ فوج ریلوے لائن کی حفاظت کے لیے مانچوریا میں رہا کرتی تھی۔ جاپان کی فوجوں نے مانچوریا کے پایہ تخت موکڈن پر قبضہ جما لیا۔ چین نے جمعیۃ الاقوام سے شکایت کی۔ جمعیۃ الاقوام نے ایک انگریز لارڈ لٹن نامی کے زیر سرکردگی مانچوریا میں تحقیقاتی کمیشن بھیجا۔ یہ کمیشن اپنا کام کر رہا تھا کہ شنگھائی میں چینیوں نے جاپان کے خلاف مظاہرے شروع کر دیے۔ جاپان نے فوج بھیج دی۔ جمعیۃ الاقوام کی مداخلت پر جاپان نے یہ فوج واپس بلا لی۔ لٹن کمیشن نے اپنی رپورٹ میں جاپان پر زیادتی کا الزام لگایا۔ اس پر جاپان کی حکومت ناراض ہوگئی اور اس نے ۱۹۳۳ء میں جمعیۃ الاقوام سے کنارہ کش ہونے کا نوٹس دے دیا۔ جاپان نے مانچوریا میں چین کے سابق شہنشاہ کے بیٹے کو بادشاہ بنا کر وہاں ایک الگ ریاست قائم کر دی۔ ۱۹۳۴ء میں اس بادشاہ کی تاج پوشی کی رسم ادا کی گئی۔

چین کے چند وسطی صوبوں میں اشتراکی پارٹی نے زور پکڑ کر وہاں سوویٹ طرز کا نظام حکومت قائم کرلیا۔ ان صوبوں کے اشتراکیوں اور چین کی مرکزی حکومت کے درمیان بسا اوقات لڑائی جھگڑے رونما ہوئے اور کئی دفعہ ان کے درمیان صلح ہوئی۔

جاپان نے اس کے بعد چین کی مملکت کے شمالی صوبوں پر قبضہ جمانے کی مہم شروع کردی اور جنگ کا باقاعدہ اعلان کیے بغیر چین کی مرکزی حکومت سے لڑائی جاری رکھی۔ شمالی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

چین کے صوبوں میں جاپانیوں نے اپنے زیر حمایت چینیوں کی ایک نیم آزادی حکومت بھی قائم کر دی۔

آئرلینڈ :

آئرلینڈ کا مسئلہ برطانوی حکومت کے لیے دیر سے مشکلات کا باعث چلا آرہا تھا۔ جنگ کے بعد وہاں پھر آزادی کی تحریکوں نے زور پکڑا۔ ایک پارٹی درجہ مستعمرات حاصل کرنے کی متمنی تھی لیکن دوسری پارٹی مسٹر ڈی ولیرا کی سرکردگی میں کامل آزادی لے کر جمہوریت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہی تھی۔ برطانوی حکومت نے ان تحریکوں کو دبانے کے لیے خاص پولیس بھرتی کی جس کے ارکان کو آئرلینڈ کے لوگوں نے قتل کرنا شروع کر دیا۔ ۱۹۴۱ء میں برطانوی حکومت آئرلینڈ کے تین چوتھائی حصے کے لیے آزاد ریاست کا درجہ ماننے کے لیے تیار ہوگئی لیکن شمالی صوبہ السٹر کے باشندوں نے برطانوی حکومت کے ساتھ وابستہ رہنے کا فیصلہ کرلیا اس لیے اس کے نمایندے برطانوی پارلیمنٹ میں جانے لگے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افریقہ میں مزید استعماری مہمیں

برٹش شمالی لینڈ :

افریقہ کے براعظم پر فرنگی اقوام کے استعمار کی قینچیاں تو بڑی مدت سے چل چکی تھیں لیکن افریقہ کے شمال مشرقی گوشے میں حبشہ کا ملک اور سمالی لینڈ کا ایک چھوٹا سا صحرائی خطہ نیز مغربی افریقہ میں لائبیریا کے حبشی غلاموں کی ایک ریاست باقی رہ گئے تھے جن پر ابھی تک کوئی فرنگی قوم براہ راست اپنا اقتدار و استعمار قائم نہ کرسکی تھی۔ سمالی لینڈ کا ملک تقسیم کے وقت فرانس، اٹلی اور برطانیہ کے حصے میں آیا تھا۔ فرانس اور اٹلی تو اپنے اپنے حصوں پر اثر و اقتدار قائم کرنے اور قبضہ جمانے میں کام یاب ہوچکے تھے لیکن برطانوی حصہ کے سمالی لینڈ کے اندرونی قبیلے اپنے ایک ملا اور درویش حاجی محمد بن عبداللہ حسن کی سرکردگی میں بیسویں صدی مسیحی کے آغاز سے برابر مزاحمت کرتے چلے آرہے تھے۔ محمد بن عبداللہ حسن کے درویشوں نے برطانوی حکومت کے عمال کو اتنا دق کر رکھا تھا کہ برطانیہ کے اخباروں اور سیاست دانوں نے مذکور کو ''سمالی لینڈ کا جنونی ملا'' خطاب دے دیا تھا۔ برطانیہ نے ۱۸۸۴ء سے سمالی لینڈ کی بندرگاہوں بربرا اور زیلہ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ ۱۸۹۹ء میں بربرا کے برطانوی قونصل نے اندرون ملک میں نفوذ حاصل کرنے کے لیے ملا کے درویشوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور محمد بن عبداللہ حسن کو خط لکھا کہ تمھارا ایک درویش بربرا کے ایک انگریز کی بندوق چرا کر لے گیا ہے وہ بندوق واپس کر دیں۔ ملا نے جواب لکھوایا کہ ''اے شخص ہم نے کسی کی کوئی چیز نہیں چرائی ہمیں تمھارے ساتھ کوئی سروکار نہیں تم جس کا کام کرتے ہو کیے چلے جاؤ''۔ اس پر برطانوی حکام نے ملا کو باغی قرار دے دیا کیوں کہ تقسیم کی بدولت یہ خطہ برطانیہ کی جاگیر بن چکا تھا۔ برطانوی حکام کو بارہا لکھوکر و ملفوف کتابت مشتمل دھمکیاں آرہی تھیں۔

مطالعہ نمائش برطانوی حکام کے بارہا لکھوکر و ملفوف کتابت مشتمل دھمکیاں آرہی تھیں۔ مکتبہ دین

www.KitaboSunnat.com

پر جبر نہ کرو لیکن برطانوی حکام نے ایک طرف حبشہ کی حکومت کو ملا کے خلاف ابھارا اور دوسری جانب خود ملا کی گرفتاری کے لیے ایک فوجی مہم بھیجی۔ ملا نے بھی انگریزوں کے خلاف جہاد کا علم بند کر دیا۔ انگریزی مہم ناکام رہی۔ پھر دوسری مہم بھیجی گئی۔ ملا کے درویشوں نے اس کا منہ بھی موڑ دیا۔ اس شکست کے بعد برطانوی حکومت نے اٹلی کی حکومت سے اجازت لے کر ایک مہم اطالوی سمالی لینڈ کی راہ سے ملا کے خلاف بھیجی دوسری مہم شمال سے جنوب کی طرف بھیجی گئی اور تیسری مہم کے لیے حبشہ کی حکومت سے استدعا کی گئی کہ وہ جنوب کی طرف سے ملا پر چڑھائی کر دے۔ یہ سہ گانہ مہم ۱۹۰۲ء میں اختیار کی گئی لیکن یہ بھی ناکام رہی۔ ملا نے برطانوی حکام کو پھر چٹھیاں بھیجیں کہ ہمارے ملک میں نہ زراعت ہے، نہ مال، نہ چاندی، نہ سونا البتہ پتھر، لکڑی اور ریت بہت ہے تم کس لیے ہمیں دق کر رہے ہو ہمیں آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرنے دو اور ہمارے دین کے ساتھ تعرض نہ کرو لیکن برطانوی حکام سمالی لینڈ کے اس حصے پر مکمل قبضہ جمانے کے لیے تلے ہوئے تھے اس لیے انھوں نے ۱۹۰۳ء میں چوتھی مہم بھیجی جسے بڑا نقصان اٹھا کر ناکام واپس آنا پڑا۔ ۱۹۰۵ء میں اٹلی، برطانیہ اور ملا کے نمایندوں کے درمیان ایک صلح نامہ طے ہوا برطانوی حکومت محض ساحلی علاقے کے قبضے پر رضا مند ہوگئی اور اس کے درویشوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا۔

سمالی بہادر اور آزاد منش لوگ تھے۔ بھیڑوں، بکریوں اور اونٹوں کے گلے پال کر گزارہ کرتے تھے۔ ان خانہ بدوش چرواہوں کو گھر بھی میسر نہ تھے وہ جھونپڑوں اور خیموں میں رہتے تھے چوں کہ ان کے ہاں زراعت کے قابل اراضی بہت کم تھی اس لیے غلہ باہر سے منگواتے تھے۔ یہ بہت مفلوک الحال لوگ تھے جن کو مطیع بنانے اور جن کے بنجر ملک پر قبضہ کرنے کے لیے برطانیہ کی حکومت جس کی مملکت مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی تھی، تلی ہوئی تھی۔

۱۹۰۹ء تک ملا اور برطانوی حکام کے درمیان تعطل کی سی کیفیت جاری رہی۔ برطانوی حکام صلح نامے کی شرطوں پر عمل کرنے سے قاصر رہے۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ ڈپلومیسی سے ملا کو اپنا مطیع بنا لیا جائے۔ ملا کے سامنے کئی قسم کی رشوتیں پیش کی گئیں۔ سوڈان کے گورنر جنرل سر ریجینلڈ ونگیٹ نے بربرا آ کر ملا سے خط و خطابت کی لیکن ملا فرنگیوں کی اطاعت قبول کرنے کو اپنے دینی مسلمات کے منافی سمجھتا تھا۔ اس لیے ڈپلومیسی ناکام رہی اور انگریزوں نے ملا کے خلاف پھر ایک مہم بھیجی جسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۱۶ء میں انگریزوں نے ساحل کے قریب کے ایک سمالی قبیلہ ورسنگلی کو جو برطانوی حکومت کے زیر اثر تھا ملا کے درویشوں پر حملہ کرنے کے لیے ابھارا۔ درویشوں نے اس قبیلے کے لشکر کو شکست دی اور ان کے علاقے پر قبضہ جما لیا۔ اس قبیلے کے چند افراد کشتی پر سوار ہو کر عدن پہنچے۔ عدن کے حکام نے جنگی جہاز بھیجے جس نے ملا کے لشکر پر بم باری کی اور ساحل پر فوج اتار دی۔ ورسنگلی قبیلہ کے سرداروں نے برطانوی حکومت کی اس امداد پر خوش ہو کر برطانیہ کے سیکرٹری آف سٹیٹ کو شکریہ کا خط لکھا جس میں اسے ''غلاموں کا وزیر'' قرار دیا گیا تھا۔ خط میں لکھا تھا کہ خدا برطانیہ کے جھنڈے کو ہم غلاموں کے سروں پر تا ابد قائم رکھے جس کے سائے تلے ہم خوش ہیں اور قناعت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ زندگی جس پر انھوں نے خوشی اور قناعت کا اظہار کیا سمالی لینڈ کی برطانوی حکومت کے سیکرٹری مسٹر ڈگلس جارڈن او بی ای کے بیان کے مطابق یہ تھی کہ ''جب فوج کے لیے ساحل بحر پر راشن کی بوریاں اتاری جاتی تھیں اور دو میل کے فاصلے پر قلعے کی طرف لے جائی جاتی تھیں تو سینکڑوں مسکین جمع ہو جاتے تھے تاکہ گرا پڑا اناج اٹھا لیں بلکہ بعض مسکین تو سرکاری خچروں اور ٹٹوؤں کی لید کو ٹٹولتے تھے تاکہ اس لید میں دانے ملیں تو اپنے لیے چن لیں''۔

عالم گیر جنگ کے خاتمے پر ۱۹۱۹ء میں برطانوی حکومت نے طیاروں اور جنگ کے جدید ترین ہتھیاروں کی مدد سے سمالی لینڈ کی مہم سر کرنے کا فیصلہ کیا۔ بربرا کے قریب ہوائی مستقر بنانے کے لیے یہ مشہور کیا گیا کہ اس سرزمین میں مٹی کا تیل ہے جسے نکالنے کے لیے کام شروع کیا جائے گا۔ برطانیہ کے جیش پرواز کا عملہ سفید لباس میں وہاں پہنچا اور اپنے کو تیل نکالنے کے ماہر ظاہر کر کے انھوں نے وہاں ایروڈروم بنا لیا۔ وزارت پرواز کی ہدایات یہ تھیں کہ ملا اور اس کے پیروؤں پر نیز درویشوں کے مال مویشی پر بم برسا کر انھیں منتشر کر دیں اس کے بعد خشکی کی فوجیں ان پر چڑھائی کریں۔ ۱۹۲۰ء میں برطانوی طیاروں نے ملا کے کیمپ پر تاخت کی۔ درویشوں کو اس نئی ایجاد کا کچھ علم نہ تھا وہ حیران ہو گئے۔ ملا کا لشکر منتشر ہو گیا۔ اس پر برطانیہ کی فوجوں نے ملا کے ملک پر چڑھائی کر دی۔ ملا کا لشکر جان و مال کا شدید نقصان اٹھاتا ہوا حبشہ کے ملک کی طرف پس پا ہو گیا۔ سمالی لینڈ کے برطانوی گورنر نے ملا کو چٹھی لکھی کہ اب مزاحمت کرنے سے باز آ جاؤ۔ چالیس دن کے اندر اندر اطاعت قبول کر کے امان پاؤ۔ برطانوی حکومت تمھیں سمالی ملک میں ایک زاویہ دے دے گی جہاں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیٹھ کر اللہ اللہ کرو اور اپنا طریقہ چلاؤ۔ ملا نے جواب میں لکھا کہ ''یہ چند سطریں ایک مظلوم انسان محمد بن عبداللہ حسن کی طرف سے ہیں جس پر بلاوجہ ظلم کیا گیا یہ جو تم لکھتے ہو کہ درویش کم زور ہوگئے ہیں میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہتا خدا قوی و قادر مطلق ہے وہ جس کو چاہتا ہے طاقت دیتا ہے جسے چاہتا ہے کم زور کردیتا ہے''۔

اس کے بعد سمالی لینڈ کے برطانوی حکام نے ملا کو انگریزوں کی اطاعت پر آمادہ کرنے کے لیے سمالیوں کا ایک وفد بھیجا جس میں ایسے ملا، شیوخ اور قبائلی رئیس شامل تھے جنھوں نے سرکار انگریزی کی اطاعت قبول کرلی تھی۔ یہ وفد جب شکستہ حال ملا کے پاس پہنچا تو ملا صاحب کو زمین پر چٹائی بچھا کر بیٹھے ہوئے پایا۔ ان کا رخ دوسری طرف تھا۔ وفد کے لوگ ان کی پشت پر تھے۔ ملا نے اپنے ایک درویش کی وساطت سے پوچھا کہ یہ لوگ عیسائی ہیں یا مسلمان؟ یہ کس حیثیت میں مجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں؟ ان کا جواب یہ تھا کہ ہم مسلمانوں کی حیثیت میں بات چیت کرنے آئے ہیں۔ ملا نے اس جواب پر ان کی طرف دیکھا ایک ایک کے متعلق پوچھا کہ کون ہے اور کس کا بیٹا ہے۔ پھر سب سے مخاطب ہو کر کہا کہ ''کفر کی دوستی نے تم سب کے چہرے مسخ کردیے ہیں۔ تمھارے چہروں پر لعنت برس رہی ہے۔ تم میں سے کوئی مسلمان نہیں۔ جتنے مسلمان انگریزوں، اطالویوں اور حبشہ والوں کے تابع فرمان ہیں سب کافر ہیں''۔ اگلے دن ملا صاحب نے ان سب کو بلا کر پوچھا کہ آیا تم مسلمان بننا چاہتے ہو؟ ان سب نے اثبات میں جواب دیا۔ ملا صاحب نے انھیں از سرنو کلمہ پڑھایا۔ قرآن پڑھ کر سنایا اور کفار کی اطاعت نہ کرنے کی تلقین کی۔ ملا نے کہا جتنے رسالدار، جمعدار، حوالدار، نایک، سپاہی اور کام کرنے والے کفار کی ملازمت کرتے ہیں سب کافر ہیں۔ موٹر چلانے والے، تمغے پانے والے، کندھوں پر تاج کا نشان لگانے والے، کوٹ پتلون پہننے والے اور کافروں کی اطاعت کرنے والے سب کافر ہیں۔ تم سب کو لازم ہے کہ کفر کی ان صورتوں سے بچو۔ وفد کے ایک رکن نے پوچھا کہ اگر میری بیویاں بچے اور مال سب کافروں کے پاس ہو تو میں کیا کروں۔ ملا نے جواب دیا کہ ان سب کو چھوڑ دو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے میرے پاس چلے آؤ۔ یہ وفد کئی دن وہاں رہا۔ ملا نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ سواری کو اور راستے میں کھانے کو اونٹ دیے سب کو ایک ایک بیوی عطا کی۔ یہ وفد ۲۶ مئی ۱۹۲۰ء کو ملا کا جواب لے کر گورنر کے پاس واپس پہنچ گیا۔ ملا کا جواب یہ تھا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"تم نے بلاوجہ اور بے سبب میرا مال، میری اولاد، میری بیویاں اور میرے لوگ مجھ سے چھین لیے ہیں وہ سب واپس دے دو میری زمین بھی جس پر تم نے زبردستی قبضہ جمایا ہے واپس کردو۔ وہ عمارتیں اور قلعے بھی واپس دے دو جو تم نے مسمار کیے ہیں۔ میں تمھارے ساتھ صلح کرنے کے لیے خط بھیجنے والا تھا لیکن تم نے کسی سبب کے بغیر اور میرے کسی قصور کے بغیر مجھ پر حملہ کردیا۔ میں مظلوم ہوں۔ تم نے میرے خلاف طیارے استعمال کرکے زیادتی کی ہے۔ تم نے ایک ایسے شخص کے ساتھ جو میرے حال میں ہو بہت بدسلوکی کی ہے۔ تم نے میرے چالیس بچے جو معصوم تھے مار ڈالے ہیں۔ میرا مطالبہ یہ ہے کہ میرا مال واپس دے دو۔ نقصانات کی تلافی کرو۔ بچوں کے قتل کا خون بہا ادا کرو اور آیندہ کے لیے ہمارے دین سے اور ہمارے کام سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو۔ ساتھ ہی یقین دلاؤ کہ آیندہ تم دغا اور فریب سے کام نہ لو گے۔"

ملا کا یہ جواب پا کر برطانوی گورنر ملا کو مطیع بنانے کے خیال سے مایوس ہوگیا۔ برطانوی حکام نے سمالی لینڈ کے قبائلی لوگوں کو جو اب انگریزوں کے تابع ہو چکے تھے ملا پر حملہ کرنے کے لیے اکسایا کیوں کہ حبشہ کی سرزمین میں خود لشکر کشی نہیں کرسکتے تھے۔ قبائلی لشکر نے جولائی ۱۹۲۰ء میں ملا کے کیمپ پر حملہ کیا اور درویشوں کے ساٹھ ہزار اونٹ، سات سو بندوقیں اور ان کا دیگر ساز و سامان لوٹ لیا۔ ملا حاجی محمد بن عبداللہ حسن اپنے چند پیروؤں سمیت پیچھے ہٹ گیا۔ یہ مرد مجاہد ۲۳ نومبر ۱۹۲۰ء کو بعارضہ بخار مبتلا ہو کر اپنی انتہائی بے کسی کے عالم میں برطانیہ ایسی قہرمان طاقت کی ہنسی اڑاتا ہوا فوت ہوگیا۔ برطانوی لشکر نے آخری مہم میں سمالی لینڈ کی سرزمین میں جہاں عمارت کا نام و نشان نہیں پتھر کے بنے ہوئے چند عالی شان سنگین قلعے پائے جن کو جوش انتقام میں مسمار کردیا گیا۔ خیال یہ ہے کہ یہ عمارتیں کسی بہت پرانے عہد کی یادگاریں تھیں جو اگر قائم رہتیں تو تاریخی لحاظ سے بہت ہی اہم ثابت ہوتیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہم نے تاریخ اقوام عالم کے جمل سے بیان میں سمالی لینڈ کے مجاہد ملا کی کہانی کسی قدر

www.KitaboSunnat.com

تفصیل کے ساتھ اس لیے لکھ دی ہے کہ اس داستان میں اقوام فرنگ کی استعماری ہوس رائیاں اور ان کی کارفرمائیاں بہت عریاں صورتوں میں نظر آرہی ہیں۔

حبشہ:

حبشہ کی سلطنت ۱۹۲۳ء میں جمعیۃ الاقوام کی رکن بنی اور حبشہ کے شہنشاہ نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے ملک سے غلامی اور بردہ فروشی کے رواج کو ہٹا دے گا، جسے پورا کرنے کے لیے اس نے بعض موثر عملی قدم بھی اٹھائے۔ ۱۹۳۳ء میں حبشہ اور اطالوی سمالی لینڈ کی سرحد پر اٹلی اور حبشہ کی فوجوں کے درمیان چپقلشیں رونما ہوئیں۔ سرحد کی تعین کے متعلق جھگڑے نے طول کھینچا۔ اٹلی نے اسی سال جمعیۃ الاقوام کی رکنیت سے دستکش ہونے کا نوٹس بھی دے دیا تھا کیوں کہ اٹلی جمعیت کے نظام کار میں بعض اصلاحات کا خواہاں تھا۔ ۱۹۳۵ء میں اٹلی اور حبشہ کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ حبشہ نے جمعیۃ الاقوام سے شکایت کی۔ جمعیت کچھ سدباب نہ کرسکی۔ اٹلی کی فوجوں نے جدید ترین اسلحہ کی مدد سے حبشہ والوں کو شکست دی اور ملک پر قبضہ جما لیا۔ حبشہ کا شہنشاہ ہیل سلاسی انگلستان میں پناہ گزین ہوا۔

لائے بیریا:

مغربی افریقہ میں لائے بیریا کی ایک چھوٹی سی آزاد ریاست قائم ہے جس کا انتظام خود حبشی لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ یہ آزاد ریاست ایسے حبشی غلاموں نے قائم کی تھی جنھیں امریکہ کے لوگوں نے آزاد کردیا تھا۔ یہ آزاد شدہ حبشی غلام انگریزی زبان اختیار کر چکے تھے اور ان کی معاشرت فرنگیانہ ہوچکی تھی۔ ۱۹۲۹ء میں امریکہ اور یورپ کے لوگوں نے محسوس کیا کہ انگریزی بولنے والے حبشی ملک کے قدیم حبشیوں کے ساتھ بہت برا سلوک کر رہے ہیں۔ چناں چہ لائے بیریا کی حکومت کو اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ وہ جمعیۃ الاقوام کے نگران اپنے ہاں رکھے۔ یہ انتظام چل نہ سکا اور ۱۹۳۴ء میں کرو قبیلہ کے حبشیوں نے لائے بیریا میں بغاوت کردی اور لائے بیریا کی حکومت جمعیۃ الاقوام سے امداد لینے پر مجبور ہوگئی۔ جمعیۃ نے ڈاکٹر میکنزی کو مقرر کیا جس نے امن قائم کرکے وہاں کے انتظامات درست کردیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکی ریاستوں کے جھگڑے:

عالم گیر جنگ کے خاتمہ پر اضلاع متحدہ امریکہ اور میکسیکو کے درمیان جھگڑے کی شدید صورتیں رونما ہونے لگیں۔ میکسیکو کے تیل کے چشموں پر اضلاع متحدہ امریکہ کی کمپنیاں اجارہ داری رکھتی تھیں۔ ان کے عملہ کی شکایت پر اضلاع متحدہ کی حکومت نے ان کی حفاظت کے لیے فوج بھیج دی۔ اس پر دونوں ملکوں کے درمیان جنگ تو نہ چھڑی البتہ جھگڑا تین سال تک جاری رہا۔ اس طرح جنوبی امریکہ کی ریاست کولمبیا اور اضلاع متحدہ امریکہ کے درمیان پانامہ کی آزاد ریاست قائم کرنے پر کئی سال جھگڑا چلتا رہا جو ۱۹۲۱ء میں جا کر ختم ہوا۔ اضلاع متحدہ کی حکومت نے کولمبیا کو معاوضے کے طور پر بھاری رقم ادا کردی۔ ۱۹۲۷ء میں اضلاع متحدہ امریکہ نے نکارا گوا کی ریاست میں اپنے قومی باشندوں کی حفاظت کے لیے فوج بھیج دی کیوں کہ وہاں کی دو سیاسی جماعتوں کے جھگڑے خطرناک صورت اختیار کر رہے تھے۔ یہ معاملہ بھی اضلاع متحدہ امریکہ کے صدر نے مصالحت سے طے کرلیا۔ پیرو اور چلی کے درمیان دو ضلعوں کی ملکیت کے بارے میں شدید جھگڑے دیر سے چلے آرہے تھے۔ ۱۹۲۹ء میں اضلاع متحدہ امریکہ کی وساطت سے یہ معاملہ طے کیا گیا۔ چلی نے ایک ضلع پیرو کو دے دیا اور دوسرے ضلع کا معاوضہ نقدی کی صورت میں ادا کردیا۔ ۱۹۲۸ء میں بولیویا اور پیرا گوئے کے درمیان گران چاکو کے جنگلی خطے کی ملکیت کے سوال پر لڑائی شروع ہوگئی۔ جسے جلد ہی روک دیا گیا۔ ۱۹۳۳ء میں پیرا گوئے نے پھر بولیویا کو اعلان جنگ دے دیا۔ یہ جنگ ۱۹۳۵ء تک جاری رہی۔ پیرو اور کولمبیا کے درمیان حد بندی کا جھگڑا دیر سے چلا آرہا تھا۔ ۱۹۳۳ء میں پیرو کے والنٹیئر وں نے ایک سرحدی شہر پر قبضہ کرلیا۔ جمعیۃ الاقوام نے بیچ بچاؤ کر کے دونوں ملکوں کو مصالحت پر آمادہ کیا اور ۱۹۳۴ء میں دونوں ملکوں کے درمیان حد بندی کا معاملہ طے ہوگیا۔

اضلاع متحدہ امریکہ شروع ہی سے جمعیۃ الاقوام سے الگ رہا لیکن میکسیکو اور ایکوے ڈور کے سوا باقی ملک اس کے ممبر بن گئے تھے۔ ارجن ٹائین پہلے اجلاس ہی میں روٹھ گیا تھا جو تیرہ سال بعد ۱۹۳۳ء میں رکن بنا۔ ۱۹۲۶ء میں برازیل جمعیت سے مستعفی ہوگیا۔ میکسیکو ۱۹۳۱ء میں اور ایکوے ڈور ۱۹۳۴ء میں جمعیت الاقوام کے رکن بنے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فسطائی تحریک کا ظہور اور ترقی :

عالم گیر جنگ کے خاتمے پر یورپ کے ملکوں میں جو انقلابات اور بد امنیاں رونما ہوئیں وہ ایک نئی سیاسی تحریک کو جنم دینے کا باعث بن گئیں۔ روس کے اشتراکی انقلاب نے دنیا میں جو نئی مثال قائم کی تھی اس سے یورپ کے ملکوں کے مزدور طبقے بہت متاثر ہونے لگے۔ جرمنی، اٹلی، آسٹریا، ہنگری، ہسپانیہ اور بعض دوسرے ملکوں میں اشتراکی جماعتیں زور پکڑنے لگیں جنھوں نے جا بہ جا طاقت کے بل پر مزدور طبقہ کا اقتدار قائم کرنے کے لیے جدوجہد شروع کردی۔ یورپ کے سرمایہ دار طبقوں نے اس کیفیت کو خطرے کی نگاہ سے دیکھا۔ لہٰذا انھوں نے بھی اس خطرے سے بچنے کے لیے تنظیم شروع کردی۔ سرمایہ داروں نے اپنے سرمائے کے بل پر اشتراکیوں کے خلاف جو جماعت بندیاں شروع کیں وہ ۱۹۲۲ء میں اٹلی کے اندر فسطائی تحریک کو بروئے کار لانے پر منتج ہوئیں۔ اس تحریک کا لیڈر ایک اخبار نویس مسولینی نامی ایک شخص تھا۔ اس وقت تک فسطائی تحریک کے پیرو ملک بھر میں کافی تعداد حاصل کرچکے تھے۔ مسولینی نے سب کو روما کی طرف مارچ کرنے کا حکم دے دیا۔ فسطائیوں کے اس مظاہرے سے متاثر ہوکر اٹلی کا بادشاہ مسولینی کو وزیراعظم بنانے پر مجبور ہوگیا جس نے برسراقتدار آتے ہی جمہوری اصولوں کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اس کے پیروؤں نے جا بہ جا مخالف خیال کے لیڈروں کو قتل کرنا اور تنگ کرنا شروع کردیا۔ جن میں سے اکثر بیرونی ملکوں کو بھاگ گئے۔ مسولینی نے ملکی آئین میں ایسی تبدیلیاں کرالیں جو مخالف پارٹیوں کو یکسر محو کرنے پر منتج ہوئیں۔ یہاں تک کہ اطالوی پارلیمنٹ فسطائی جماعت کے نامزد کردہ اشخاص کی ایک مجلس بن کر رہ گئی اور قانون سازی اور حکومت کا اقتدار تمام تر مسولینی کے ہاتھ میں مرتکز ہوگیا۔ صرف ایک منظم پارٹی کو برسراقتدار لاکر مسولینی نے قومی تنظیم کا ایک نیا طریق رائج کردیا۔ اس اجتماعی نظام میں اختلاف رائے رکھنے والے اشخاص کے زندہ رہنے کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ سکولوں اور درسگاہوں میں صرف انھی خیالات کی تعلیم دی جاتی تھی جو اس پارٹی کے موافق تھے۔ اخبارات بھی برسر اقتدار پارٹی کے خیالات کا پرچار کرنے پر مجبور تھے۔ اس کڑے ضبط ونظم کے ساتھ مسولینی نے اپنے ملک کی طاقت بڑھانے کی جدوجہد کا آغاز کیا۔ یہ فسطائی نظام حصول مقصد کے لیے دلیل اور اصول کی بجائے محض طاقت کو استعمال کرنے کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائل تھا۔ لہٰذا اس نظام کی توجہ زیادہ تر اپنی تنظیمی طاقت کو مستحکم کرنے اور اپنے ملک کی جنگی قوت کو بڑھانے پر صرف ہونے لگی۔ فسطائی نظام اپنے ہاں کے سرمایہ داروں کا تنخواہ دار ایجنٹ تھا لیکن مزدوروں سے کسی قدر اچھا سلوک کرنے کا قائل بھی تھا تاکہ انھیں پوری طرح قابو میں رکھا جاسکے۔ فسطائی جماعت کے اجتماعی تصورات نیشنل سوشلزم یعنی قومی اجتماعیت کہلائے۔ جن کا مقصد یہ تھا کہ قومی برتری قائم کرنے کے لیے سرمایہ داروں اور مزدوروں کو ایک ہی ڈسپلن (ضبط) کا پابند بنا لیا جائے۔

قریب قریب اسی قسم کی جماعتی تنظیم ہٹلر نے جرمنی میں شروع کر رکھی تھی۔ ہٹلر کی پارٹی نازی کہلاتی تھی۔ جرمنی کی جمہوریت حکومت آئے دن داخلی الجھنوں اور خارجی جھگڑوں میں مبتلا رہتی تھی۔ ۱۹۳۳ء میں جمہوریہ جرمنی کے صدر مارشل وان ہنڈن برگ نے جرمنی کے جمہوریت پسند مدبر سٹریسمان کی وفات پر نازی پارٹی کے لیڈر ہٹلر کو حکومت بنانے کی دعوت دی۔ نئے انتخابات ہوئے اور نازی پارٹی کے ممبر باقی پارٹیوں کی بہ نسبت زیادہ تعداد میں منتخب ہوئے لیکن باقی پارٹیوں کی مجموعی تعداد سے نازی پارٹی کی گنتی کم تھی۔ ہٹلر نے حکومت کی زمام اس شرط پر قبول کی کہ چار سال کے لیے اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ کی جائے۔ ہٹلر نے برسر اقتدار آکر اجتماعیوں، اشتراکیوں، یہودیوں اور امن کا پیغام دینے والوں یعنی جنگ کی اصولی مخالفت کرنے والوں کو آگے دھر لیا۔ ان کے ساتھ بہت سختیاں کی گئیں۔ ان کی کثیر تعداد ملک بدر ہونے پر مجبور ہوگئی۔ نازی پارٹی تنازع للبقا کے فلسفے کی قائل تھی جن کا مبلغ جرمنی کا پچھلی صدف کا فلاسفر نیٹشے تھا۔ وہ قوت کے بل پر عروج و ترقی بلکہ غلبہ حاصل کرنے کی قائل تھی۔ اس کے علاوہ اس پارٹی نے جرمنوں میں آریہ نسل کی برتری کا خیال بھی پیدا کر رکھا تھا۔ اس لیے انھوں نے یہودیوں کو ذلیل کرنے کی مہم شروع کردی۔ ۱۹۳۴ء میں ہٹلر نے نازی پارٹی کو خون کا غسل دیا یعنی ایسے لیڈروں کو مقدمہ چلائے اور جرم ثابت کیے بغیر قتل کرا دیا جن کے متعلق یہ شبہ تھا کہ وہ ہٹلر کے اقتدار کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ اس طرح ہٹلر نے اختلاف رائے رکھنے والوں اور مخالفوں کی سرکوبی کر کے اپنا اقتدار مطلق قائم کرلیا اور ساری جرمن قوم کو نازیت کے رنگ میں رنگ دیا۔

ہسپانیہ کی خانہ جنگی ۱۹۳۶ء میں جنرل فرانکو کے زیر قیادت ایسا ہی سیاسی نظام بروئے کار لانے پر منتج ہوئی جس کو برپا کرنے کے لیے اٹلی کے مسولینی اور جرمنی کے ہٹلر نے بہت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدد دی تھی۔ یہ فسطائی نظام روس کے اشتراکی نظام کا ردعمل اور جواب تھا۔ لہٰذا اس نظام کے لوگ اشتراکیت اور جمہوریت کے سخت دشمن بن گئے۔

ڈکٹیٹر شپ یعنی ایک ہی سیاسی جماعت کے اقتدار مطلق کا قیام بعض ایسے ملکوں نے بھی ضروری سمجھا جو جمہوری نظام کے حامی تھے۔ ایسے ملکوں میں پولینڈ، ترکی، چین کے ڈکٹیٹر۔ پلڈسکی، مصطفیٰ کمال اور سن یٹ سین قابل ذکر ہیں۔ روس کا حکومتی نظام بھی ڈکٹیٹری تھا لیکن وہاں اقتدار کی زمام مزدور اور محنت کش طبقہ کے جماعتی نظام کے ہاتھ میں تھی۔ ان کے علاوہ بعض اور ملکوں نے بھی ڈکٹیٹری نظام برپا کر کے اپنے داخلی مسئلوں کو حل کرنے کی کوششیں کیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بین الاقوامی حالات کی رفتار

۱۸۔۱۹۱۴ء کی عالم گیر جنگ کے خاتمے پر فاتح قوموں نے دنیا کا امن قائم رکھنے اور بین الاقوامی جھگڑوں کو مصالحت کے طریق سے نبٹانے کے لیے جمعیۃ الاقوام (لیگ آف نیشنز) قائم کی لیکن دول عظمیٰ کی خارجی سیاست کے اغراض و مقاصد وہی رہے جو جنگ عظیم سے پہلے ہوا کرتے تھے۔ جنگ کے آخری مرحلوں میں اضلاع متحدہ امریکہ کے صدر ولسن نے صلح و امن کو پائیدار بنانے کے لیے چودہ اصول تیار کیے تھے وہ شکست خوردہ قوموں کے ساتھ معاہدے طے کرتے وقت گلدستہ طاق نسیاں بنا دیے گئے۔ جمعیۃ الاقوام شروع ہی میں اپنے ان فرائض کو ادا کرنے سے قاصر نظر آنے لگی جس کے لیے وہ بنائی گئی تھی کیوں کہ اس جمعیت کے لیے سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ اسے طاقت ور فاتح قوموں کو صحیح راہ اختیار کرنے کے لیے کہنے کی جرات نہ ہوسکتی تھی۔ جمعیت کا سارا کاروبار برطانیہ اور فرانس کے مدبروں کے زیر اثر رہتا تھا جو جنگ کے بعد پہلے کی بہ نسبت زیادہ طاقت ور ملک بن گئے تھے۔ شکست خوردہ قوموں کے ساتھ جو ذلت آمیز سلوک کیا گیا اس نے ان بے بس اور مجبور اقوام کے دلوں میں فاتحین کے خلاف بغض و انتقام کی آگ بھر دی۔ اس کے علاوہ اٹلی اور بعض دوسرے ملکوں کو جو جنگ میں برطانیہ اور فرانس کے حلیف تھے مال غنیمت کی تقسیم کے معاملے میں اپنے ساتھ بے انصافی کی شکایات پیدا ہوئیں جنگ کے خاتمے کے بعد دول عظمیٰ کے مدبر جلد ہی محسوس کرنے لگے کہ دنیا کی فضائے امن مختل ہوتی نظر آرہی ہے۔ لہٰذا انھوں نے اپنی اپنی جنگی طاقتوں کو بڑھانے اور بین الاقوامی مسائل میں ایک دوسرے کی گرہ کاٹنے کی روش اختیار کرلی۔ ترکی کی تحریک آزادی زیادہ تر اس لیے پروان چڑھ سکی کہ فاتح اتحادی اقوام یعنی برطانیہ، فرانس اور اٹلی، ترکی کو صفحہ ہستی سے محو کرنے کے سوال پر متفق نہ تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برطانیہ کے فاتح وزیراعظم مسٹر لائڈ جارج کو اس سوال پر محض اس لیے مستعفی ہونا پڑا کہ فرانس اور اٹلی کو اناطولیا کے آزادی خواہ ترکوں سے لڑنے کے لیے آمادہ نہ کیا جاسکا اور برطانیہ کی رائے عامہ نے اکیلے یہ درد سر مول لینا مناسب خیال نہ کیا۔ جرمنی کو بے دست و پا کردینے کے بعد جب فرانس نے جرمنی کے متعلق سخت گیری کی روش اختیار کی تو برطانیہ کی حکمت عملی میں جرمنی کو موت کی مصیبت سے بچانے کا رجحان پیدا ہوا، چناں چہ ۱۹۲۵ء میں فرانس، بلجیم، جرمنی اور برطانیہ کی حکومتوں نے لوکارنو پیکٹ طے کیا جس کی رو سے برطانیہ نے فرانس و بلجیم کو ایک طرف اور جرمنی کو دوسری طرف یقین دلایا کہ اگر ان میں سے ایک فریق نے دوسرے فریق کے ساتھ زیادتی کی تو برطانیہ مظلوم فریق کی حمایت کرے گا۔ ۱۹۲۲ء میں اٹلی اور یونان کے درمیان بدمزگی پیدا ہوئی جس کا تصفیہ نہ ہو جاتا تو یورپ کی دول عظمیٰ کے درمیان از سرنو جنگ چھڑ جانے کا زبردست خطرہ پیدا ہو رہا تھا۔ ہنگری میں فرانس کے جعلی سکوں کا ڈھالا جانا اور اٹلی سے ہنگری میں اسلحہ کی دزدانہ درآمد کے سوالوں پر بھی اٹلی اور فرانس کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ اسی طرح بعض دوسرے مسائل بھی اضطراب انگیزیوں کا موجب بنتے رہے۔ تاآں کہ جنگ کے خطرے کو ترقی پذیر دیکھ کر ۱۹۲۸ء میں دنیا کی اکثر قوموں نے جو جمعیۃ الاقوام کی رکن تھیں یا نہیں تھیں استرداد جنگ کے میثاق پر دستخط ثبت کیے۔ اس کے باوجود حالات کی رفتار تشویش انگیز صورتیں اختیار کرتی چلی گئی۔ پیرس کی صلح کانفرنس میں جاپان نے یہ تحریک پیش کی کہ آیندہ کے لیے نسل و رنگ کے تفوق کا امتیاز دور کردیا جائے لیکن برطانیہ اور اضلاع متحدہ امریکہ اس تجویز پر رضا مند نہ ہوسکے۔ ۱۹۲۱ء میں اضلاع متحدہ امریکہ نے ایک قانون نافذ کیا جس کی رو سے امریکہ کی سرزمین میں ایشیائی اقوام کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا اس قانون کے نفاذ کو جاپان کے لوگوں نے بہت بری طرح محسوس کیا اور اپنے لیے باعث ہتک جانا۔ ۱۹۲۲ء میں دنیا کی پانچ بڑی قوموں یعنی برطانیہ، فرانس، امریکہ، جاپان اور اٹلی کی ایک بحری کانفرنس منعقد ہوئی جس میں جنگی جہازوں کی تعداد معین کرنے اور جہاز سازی کی حد مقرر کرنے کے سوال پیش ہوئے۔ اس کانفرنس میں جو معاہدہ طے کیا گیا اسے بھی جاپان نے اپنے لیے باعث تحقیر سمجھا کیوں کہ اس کی رو سے جاپان کو برطانیہ اور امریکہ سے کم بحری طاقت رکھنے کے لیے مجبور کیا گیا تھا۔ ۱۹۲۷ء میں پھر ایک بحری کانفرنس بلائی گئی جس میں دنیا کی بڑی طاقتوں کے درمیان کوئی مفاہمت نہ ہوسکی۔ ۱۹۲۱ء میں برطانیہ نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنگا پور کو زبردست بحری مستقر بنانے کا فیصلہ کرلیا۔ اس فیصلے کو جاپان نے اپنے لیے خطرے کی نگاہ سے دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی برطانیہ نے جاپان سے کہہ دیا کہ اب وہ جاپان کو اپنا اتحادی خیال نہیں کرتا۔ جاپان کے متعلق برطانیہ اور امریکہ کی یہ روش اس خیال کی بنا پر تھی کہ جاپانی قوم جنگ کے دوران میں اپنا مال بیچ بیچ کر بہت مال دار اور طاقت ور ہوگئی ہے جو ان کے استعماری عزائم کی راہ میں حائل ہو کر رہے گی۔ ان واقعات نے جاپان کے لوگوں کو اپنے زور بازو کی طاقت بڑھانے پر مائل کر دیا۔ ۱۹۳۴ء میں جاپان نے نوٹس دے دیا کہ آئندہ وہ ۱۹۲۲ء کے بحری معاہدے کا پابند نہیں رہے گا۔ اس سے قبل وہ مانچوریا کے سوال پر جمعیۃ الاقوام کو علاحدگی کا نوٹس دے چکا تھا۔

فاتح اقوام کے نمایندوں نے جرمنی کے ساتھ معاہدہ طے کرتے وقت اس امر کا یقین دلایا تھا کہ جمعیۃ الاقوام کے ادارے کی وساطت سے تمام ملکوں کو تخفیف اسلحہ کے لیے آمادہ کیا جائے گا۔ جمعیۃ الاقوام نے ۱۹۳۲ء میں تخفیف اسلحہ کی پہلی کانفرنس منعقد کی جو بے نتیجہ رہی۔ ۱۹۲۳ء اور ۱۹۲۴ء میں اسی مقصد کے لیے اور کانفرنسیں بلائی گئیں لیکن تخفیف اسلحہ کا کوئی اصول طے نہ ہوسکا۔ جرمنی کے مدبر جن کے ملک کو اسلحہ کے لحاظ سے پابند کردیا گیا تھا یہ حالات دیکھ کر بہت مایوس ہونے لگے۔ آخر ۱۹۳۳ء میں جب جرمنی میں نازی پارٹی اپنے ملک کی جنگی طاقتوں کو از سر نو بحال کرنے کا پروگرام لے کر برسر اقتدار آئی تو جرمنی نے اسی سوال کی بناء پر جمعیۃ الاقوام سے الگ ہونے کا نوٹس دے دیا۔ اسی سال اٹلی نے بھی علاحدگی کا نوٹس دے دیا۔ ۱۹۳۴ء کی کانفرنس میں روس کے نمایندہ موسیو لٹوینوف نے تخفیف اسلحہ کی بجائے تعدیم اسلحہ کی تجویز پیش کی جس پر اقوام عالم کے نمایندے سب دنگ رہ گئے اور کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ اس کے بعد تمام قومیں اپنی جنگی طاقت بڑھانے کے مشغلے میں مصروف ہوگئیں اور اپنی اپنی حفاظت کا انتظام کرنے لگیں۔ برلین، روما اور ٹوکیو کے اتحاد کو محور قرار دیا گیا۔ روس نے جسے سرمایہ دارنہ فسطائی نظام والی طاقتوں سے خطرہ تھا، ۱۹۳۷ء میں اپنے تمام سرحدی ملکوں کے ساتھ عدم تجاوز کے معاہدے طے کیے۔ ترکی نے بلقانی ریاستوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات استوار کیے اور عراق، ایران اور افغانستان سے بھی مودت کا رشتہ قائم کرلیا۔ ۱۹۳۵ء میں اٹلی نے فرانس کے ساتھ اختلافی مسائل طے کرکے حبشہ پر چڑھائی کردی اور جمعیۃ الاقوام منہ دیکھتی رہ گئی۔ جنگ کے امکانات کو قریب تر دیکھ کر ۱۹۳۵ء میں لندن میں بحری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ایک اقتصادی کانفرنس منعقد کی گئی لیکن حریص اور لالچی قومیں کرۂ ارضی کی پیداوار کی مناسب تقسیم کے سوال پر کوئی فیصلہ نہ کرسکیں۔ اس کے بعد ہٹلر اور مسولینی، فرانس اور برطانیہ کو آنکھیں دکھانے لگے اور جاپان نے چین میں اپنے نفوذ کو بزور سنگیں بڑھانے کی مہم شروع کردی۔ نازی جرمنی اب ان بے انصافیوں کا بدلہ لینے کے لیے تیار ہورہا تھا جو ورسائے کے معاہدے میں اس کے ساتھ کی گئی تھیں۔ وہ اب کھلم کھلا جرمنی کے چھینے ہوئے یورپی علاقے اور جرمنی کی بیرونی مستعمرات واپس لینے کے عزائم کا اعلان کرنے لگا۔ ۱۹۳۷ء میں نازی جرمنی نے زیکوسلاویکیہ کے مغربی اضلاع کو جو سڈٹین لینڈ کہلاتے تھے اور جن میں جرمن قوم کے لوگ کثرت سے آباد تھے جرمنی کے ساتھ ملحق کرلیا اور چھ ماہ بعد میونخ کانفرنس کی مفاہمت کو بالائے طاق رکھ کر بوہیمیا اور موریویا پر فوج کشی کرکے زیکوسلاویکیہ کا خاتمہ کردیا۔ ۱۹۳۸ء میں ہٹلر نے آسٹریا کے جرمن نسل کے باشندوں سے ساز باز کرکے آسٹریا میں اپنی فوجیں بھیج دیں اور اسے جرمن ریش میں شامل کرلیا جس کو فاتح اقوام نے وہاں کے باشندوں کی خواہش کے علی الرغم الگ ریاست بنا کر جرمنی سے جدا کردیا تھا۔ یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو جرمنی کے مختار مطلق ہٹلر نے ڈینزگ کی بندرگاہ پر چڑھائی کردی جسے جرمن اپنا شہر سمجھتے تھے لیکن جو ورسائے کے معاہدے میں جرمن سرزمین میں سے ایک برآمدہ کاٹ کر پولینڈ کے حوالے کردیا گیا تھا۔ اس اقدام پر جرمنی اور پولینڈ کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ برطانیہ اور فرانس پولینڈ کی حمایت کے لیے جنگ کے میدان میں کود پڑے۔ بلجیم فرانس کا حلیف تھا۔ اس طرح پہلی عالم گیر جنگ کے خاتمہ سے اکیس سال بعد دوسری جنگ شروع ہوگئی۔ جس نے تھوڑے ہی عرصے میں عالم گیر حیثیت اختیار کرلی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری عالم گیر جنگ

یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو جرمنی نے پولینڈ پر چڑھائی کردی۔ ۳ ستمبر کو برطانیہ اور دول عظمیٰ نے پولینڈ کی حمایت میں جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا۔ برطانوی مستعمرات اور برطانوی قلم رو کے مقبوضہ ملکوں کینیڈا، جنوبی افریقہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، ہندوستان اور دیگر نو آبادیوں کی حکومتوں نے جرمنی کے خلاف برسرپیکار ہونے کا اعلان کردیا۔ برطانیہ کی دولت متحدہ میں سے آئرلینڈ کی فری سٹیٹ نے غیر جانب دار رہنے کا فیصلہ کیا۔ جنگ کے آغاز سے کوئی تین ماہ پہلے سے برطانیہ کا ایک وفد ماسکو میں بیٹھ کر سوویٹ روس کی حکومت سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی گفت گو کر رہا تھا۔ یہ گفت گو ابھی کسی نتیجے پر نہ پہنچی تھی کہ جرمنی کا وزیر خارجہ جنگ کے اعلان سے دو تین دن پہلے طیارے پر سوار ہو کر ماسکو گیا جس نے راتوں رات بات چیت کر کے سوویٹ روس سے کوئی مفاہمت کرلی اور روس نے غیر جانب دار رہنے کا اعلان کردیا۔ جنگ کا اعلان ہونے کے ساتھ ہی جرمن فوجیں پولینڈ کے ملک میں تیزی سے آگے بڑھنے لگیں۔ جرمنوں نے پچھلی جنگ کی طرح اب کے بھی جنگ کی خوب تیاری کر رکھی تھی اور فن حرب کو بہت ترقی دے لی تھی۔ جرمن فوجیں پیدل مارچ کرنے کے بجائے مسلح کاروں پر سفر کرتی تھیں۔ میدان جنگ میں ٹینکوں کی قطاریں آگ برساتی ہوئی آگے بڑھتی تھیں۔ اوپر سے جنگی طیارے پر پھیلائے دشمن کی صفوں، مورچوں اور قلعوں پر بم برساتے تھے۔ تباہی کی ان متحرک مشینوں کے پیچھے پیچھے جرمن فوج سیلاب کی طرح آگے بڑھ رہی تھی۔ چند ہی دنوں کے معرکوں میں دنیا پر ظاہر ہوگیا کہ نازی جرمنی کی جنگی مشین قیصری جرمنی کے جنگی نظام سے بدرجہا زیادہ ہلاکت بار اور تیز رفتار ہے۔ اس کے ساتھ ہی سمندروں میں جرمن آبدوزیں سرگرم کار ہوگئیں اور جرمنی کے جنگی جہاز اتحادیوں کے جہازوں پر حملے کرنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگے۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۳۹ء کو برطانیہ کے جنگی جہازوں نے جرمنی کے ایک جنگی جہاز ''گراف سپی'' کو پیرا گوئے کے ساحل کے قریب گھیر لیا۔ جرمن کپتان نے اپنا جہاز خود ہی غرق آب کر دیا۔

۱۹۴۰ء :

۹ اپریل ۱۹۴۰ء کو جرمنوں نے ڈنمارک پر چڑھائی کر کے کوپن ہیگن پر قبضہ جما لیا اور اس کے ساتھ ہی ناروے پر چڑھائی کر دی جہاں انھوں نے طیاروں پر سے چھاتوں کی مدد سے فوجیں اتاریں۔ مئی ۱۹۴۰ء میں جرمنوں نے اسی تیزی کے ساتھ بلجیم، لکسمبرگ اور ہالینڈ پر چڑھائی کی اور ان ملکوں پر صرف دو ہفتوں کے اندر اندر قبضہ جما لیا۔ بلجیم اور ہالینڈ دونوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ اندریں اثنا برطانیہ اور فرانس کی فوجیں بھی بلجیم کی امداد کے لیے کثیر تعداد میں پہنچ چکی تھیں اور پسپا ہو کر بلجیم کی بندرگاہ ڈنکرک میں جمع ہو رہی تھیں۔ جرمنوں نے اس تیزی اور شدت کے ساتھ ڈنکرک پر حملہ کیا کہ اتحادی فوجیں تتر بتر ہو کر ساحل کی طرف بھاگیں۔ ان شکست خوردہ فوجوں کو نکالنے کے لیے برطانیہ کے ۲۴۲ جنگی اور ۶۳۵ دوسرے جہازوں نے [illegible] طیاروں کی بمباری کے نیچے کام شروع کیا اور ڈھائی لاکھ کے قریب [illegible] اور [illegible] لاکھ کے قریب فرانسیسی اور بلجیمی سپاہ کو جرمن آتش بازی کے جہنم سے نکال کر ساحل انگلستان پر پہنچایا۔ برطانیہ کے تیرہ ہزار آدمی ہلاک ہو گئے اور چالیس ہزار جنگی قیدی بنا لیے گئے۔ سات سو ٹینک، دو ہزار چار سو توپیں اور پچاس ہزار گاڑیاں جرمنوں کو مال غنیمت میں ملیں۔ برطانیہ نے ایک جنگی مہم ناروے میں بھی اتاری جو دس جون کو وہاں سے شکست کھا کر واپس لوٹی۔ دس مئی کو برطانیہ کی وزارت جس کے وزیراعظم مسٹر چیمبرلین تھے مستعفی ہو گئی اور اس کی جگہ مسٹر ونسٹن چرچل نے نئی جنگی وزارت قائم کی۔ دس جون ۱۹۴۰ء کو اٹلی بھی جرمنی کا حلیف بن کر جنگ میں شامل ہو گیا۔ اٹلی نے برطانیہ اور فرانس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ جرمن فوجیں پولینڈ کی جنگی طاقت کو کچل کر وارسا پر قبضہ جما چکی تھیں۔ جرمنوں نے پولینڈ کا وہ علاقہ روس کے حوالے کر دیا جو پہلی عالم گیر جنگ سے قبل زار روس کی مملکت میں شامل تھا۔ مغربی محاذ پر جرمن فوجوں نے سیدان کے مقام پر فرانس کی میجینو لائن توڑ دی۔ قلعہ بندیوں کی یہ قطار فرانس نے اپنی حفاظت اور مدافعت کے لیے جرمنی کی سرحد کے ساتھ ساتھ تیار کر رکھی تھی۔ جرمنی کی فوجیں مسلح کاروں اور لاریوں میں سوار بڑی تیزی کے ساتھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرانس پر حملہ آور ہوئیں۔ ۱۴ جون کو جرمن پیرس میں داخل ہوگئے اور ان کی فوجیں رود بار انگلستان کے فرانسیسی ساحل تک پہنچ گئیں ۔ فرانس کی حکومت مستعفی ہوگئی۔ مارشل پیتاں نے نئی حکومت قائم کی جس نے جرمنی کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ جرمن فوجوں نے فرانس کے بیش تر حصے پر قبضہ جما لیا۔ صرف جنوبی فرانس میں وشی کا ضلع فرانسیسی حکومت کے لیے چھوڑ دیا۔ ۲۵ جون کو فرانس نے اٹلی کے ساتھ بھی عارضی صلح کرلی۔ فرانس پر قبضہ جما کر جرمنوں نے برطانیہ پر طیاروں کے ذریعے شدید ہوائی تاختیں شروع کردیں۔ جرمنوں کا خیال تھا کہ انگریز ان ہوائی حملوں سے تنگ آکر ہتھیار ڈال دیں گے لیکن انگریز قوم نے ہمت و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۵۰ء کو جرمنوں نے لندن شہر پر سینکڑوں طیاروں کے ساتھ شدید بم باری کی۔ جرمنوں کے بم بہت بھاری بھرکم مشینیں تھی جو دور تک زمین کے اندر گھس جاتی تھیں اور پھٹ کر گرد و نواح کی عمارتوں کو بہت نقصان پہنچاتی تھیں۔ اس حملہ میں انگریزوں نے جرمنوں کے ۱۸۷ جنگی طیارے گرا لیے اور جرمنوں کی ہوائی طاقت کو شدید نقصان پہنچایا۔

۳ ستمبر ۱۹۴۰ء کو برطانیہ نے امریکہ کے ساتھ مفاہمت کرکے نیو فاؤنڈ لینڈ اور برموڈا کے بحری مستقر معاوضہ لیے بغیر اور جمیکا، سینٹ لوسیا، ٹرینیڈاڈ، انٹیا گووار، برٹش گائنا کے بحری مستقر، پچاس پرانے تباہ کن جنگی جہاز معاوضہ لے کر امریکہ کو ٹھیکے پر دے دیے۔ مطلب یہ تھا کہ امریکہ کو جنگ میں شامل کرکے اس کی امداد حاصل کی جائے۔ امریکہ کی حکومت اس وقت تک ''نقدی دو اور مال لے جاؤ'' کی حکمت عملی پر کاربند تھی۔ اب اس نے ٹھیکے لے کر قرض دینے کی پالیسی اختیار کرلی۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۰ء کو جرمنی اور اٹلی نے جاپان کے ساتھ دو سالہ اتحاد کا میثاق طے کرلیا۔

۱۹۴۱ء :

اٹلی نے جنگ میں شامل ہونے کے ساتھ ہی البانیہ کی راہ سے یونان پر چڑھائی کردی تھی۔ یونانیوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اٹلی کی فوجیں البانیہ کی طرف پسپا ہونے لگیں۔ یہ حال دیکھ کر جرمنوں نے اپریل ۱۹۴۱ء میں یوگوسلاقیہ اور یونان پر اپنی روایتی تیز رفتاری کے ساتھ چڑھائی کردی۔ برطانوی فوجیں یونان کی مدد کو پہنچیں لیکن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واپس آنا پڑا۔ جرمنوں نے ۲۷ اپریل ۱۹۴۱ء کو ایتھنز پر قبضہ جما لیا۔

اندریں اثنا افریقہ کے براعظم میں جنگی واقعات کے رفتار کئی قسم کے پلٹے کھاتی رہی۔ انگریزوں نے برٹش سمالی لینڈ کا ملک اٹلی کے جنگ میں داخل ہونے کے بعد جلد ہی خالی کر دیا تھا کیوں کہ یہ ملک تین اطراف سے اطالوی مملکت میں گھرا ہوا تھا۔ ستمبر ۱۹۴۰ء کے وسط تک برطانیہ کی ہندوستانی افواج مصر میں جا پہنچیں اور برطانوی جرنیل ویول نے ۹ دسمبر ۱۹۴۰ء کو لیبیا کی اطالوی مملکت کے مشرقی صوبہ سائیرینیکا پر چڑھائی کی مہم شروع کی۔ ہندوستانی افواج کی یہ یلغار ساحل بحر کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف بڑھتی اور سدی بارانی، کیسبالہ، سلوم، طبروق، آغدردہ اور الاغیاء کو سر کرتی ہوئی ۵ فروری ۱۹۴۱ء تک بن غازی پر قابض ہوگئی۔ دس فروری کے مہینے میں برطانیہ کی ہندوستانی افواج نے ایری ٹیریا کی اطالوی سرزمین فتح کر لی اور حبشہ پر چڑھائی کر دی۔ ان فوجوں نے ۶ اپریل ۱۹۴۱ء کو حبشہ کے صدر مقام ادیس ابابا پر قبضہ جما لیا۔ ۵ مئی ۱۹۴۱ء حبشہ کا شہنشاہ ہیل سلاسی جسے ۱۹۳۵ء میں اطالویوں نے اپنے ملک سے نکال دیا تھا اپنے پایہ تخت میں واپس پہنچ گیا۔

اپریل ۱۹۴۱ء کے آغاز میں افریقہ میں تازہ جرمن کمک کے وارد ہونے کے باعث برطانیہ کی فوجیں بن غازی سے پسپا ہونے لگیں۔ ۱۳ اپریل تک جرمنی اور اٹلی کی فوجوں نے طبروق کو محاصرہ میں لے کر باردیہ پر قبضہ کر لیا اور ۲۸ اپریل تک وہ سلوم یعنی مصر کی سرحد تک پہنچ گئیں۔ اس کے بعد پھر برطانوی فوجوں نے مغرب کی طرف یلغار شروع کی اور جرمنی اور اٹلی کی فوجوں کو پیچھے دھکیلتی ہوئی ۲۷ نومبر کو طبروق پہنچ گئیں اور ۱۷ دسمبر تک پھر بن غازی پر قابض ہوگئیں۔

۱۰ مئی ۱۹۴۱ء کو جرمنی کے طیاروں نے لندن پر شدید ترین بمباری کی۔ پارلیمنٹ کا ایوان عام، ویسٹ منسٹر کا گرجا اور لندن کا عجائب گھر منہدم ہوگئے اسی روز جرمنی کا نائب مختار مطلق ہرلیس ایک طیارے پر سوار ہو کر سکاٹ لینڈ میں جا اترا۔ ہرلیس برطانیہ کے حکمرانوں سے پرائیوٹ طور پر صلح کی بات چیت کرنے کے لیے گیا تھا۔ جسے برطانوی حکومت نے چیکرس میں نظر بند کر دیا۔ ۲۰ مئی ۱۹۴۱ء کو جرمنوں نے انگلستان میں چھاتا فوج اتارنے کی بجائے کریٹ پر حملہ کیا۔ جرمن فوجیں یونان کی سرزمین سے طیاروں کے ذریعے اڑ کر کریٹ میں چھاتوں کی مدد سے اتریں۔ یکم جون تک برطانیہ کی فوجیں جو چھ ماہ سے وہاں جمع ہو رہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھیں جزیرے سے نکل کر مصر آن پہنچیں ان فوجوں کی تعداد سترہ ہزار تھی۔

۳ اپریل ۱۹۴۱ء کو عراق کے ایک لیڈر رشید عالی الجیلانی نے انقلاب حکومت کر کے نئی وزارت قائم کر لی جو جرمنی کی حامی اور ہمدرد تھی۔ ۱۹ اپریل کو برطانیہ کی فوجیں بصرہ میں داخل ہوئیں جنھوں نے ۳۱ مئی کو بغداد پر قبضہ کر کے عبدالالہ مدار المہام کے اقتدار کو از سر نو قائم کیا۔ رشید عالی بھاگ گیا۔

۲۲ جون ۱۹۴۱ء کو جرمنی نے روس پر حملہ کر دیا اور جرمن فوجیں روس کی سرزمین میں اپنی روایتی تیز رفتاری کے ساتھ بڑھنے لگیں اور نومبر کے آخر تک لیواؤ، ریگا، کیف، اوڈیسہ، کرچ اور روسٹوف پر قبضہ کر کے روس کے متعدد بہ حصے پر قابض ہو گئیں۔ ۵ اکتوبر ۱۹۴۱ء سے ۶ دسمبر ۱۹۴۱ء تک جرمنوں اور روسیوں میں ماسکو کے لیے جنگ ہوتی رہی۔ جرمن اس مورچے کو سر کرنے میں ناکام رہ گئے اور ۲۸ نومبر کو روسیوں نے روسٹوف کا شہر بھی جرمنوں سے واپس لے لیا۔ روسیوں اور جرمنوں کے درمیان لینن گراڈ سے لے کر روسٹوف تک کوئی دو ہزار میل لمبے محاذ پر لڑائیاں ہونے لگیں۔

اگست ۱۹۴۱ء میں برطانوی فوجوں نے جنوبی ایران کے ان اضلاع پر چڑھائی کر دی جن میں اینگلو پرشین آئیل کمپنی کے تیل کے چشمے اور کارخانے ہیں۔ ایرانی فوجوں نے معمولی مقابلہ کیا۔ رضا شاہ پہلوی کو تخت سے دستبردار ہونا پڑا۔ برطانیہ کے اس اقدام سے متاثر ہو کر روسیوں نے کاکیشیا سے نیچے اتر کر آذربائی جان کے ایرانی صوبے پر قبضہ جما لیا۔ ایران کی نئی حکومت سے معاہدہ کیا گیا کہ یہ فوجیں جنگ کے خاتمے کے چھ ماہ بعد ایران کی سرزمین سے نکال لی جائیں گی۔ یہ معاہدہ جنوری ۱۹۴۴ء میں روس، برطانیہ اور ایران کے درمیان طے ہوا۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۱ء کو مسٹر چرچل وزیراعظم انگلستان نے صدر امریکہ روز ویلٹ سے بحر ظلمات (اوقیانوس) میں ایک جنگی جہاز پر ملاقات کر کے اس مضمون کا اعلان نشر کیا کہ اتحادیوں کا سب سے بڑا جنگی مقصد یہ ہے کہ فتح حاصل کرنے کے بعد دنیا کی تمام قوموں کو آزادانہ زندگی بسر کرنے کا حق دلایا جائے۔

۷ دسمبر ۱۹۴۱ء کو جاپان نے اضلاع متحدہ امریکہ کو جنگ کا الٹی میٹم دینے کے ساتھ ہی جزیرہ ہوائی کے امریکی بحری مستقر پرل ہاربر پر حملہ کر دیا اور امریکہ کے کئی جنگی جہاز ڈبو دیے۔ امریکہ کے ساتھ برطانیہ نے بھی جاپان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ تھائی لینڈ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(سیام) نے جاپان کی اطاعت قبول کرلی اور جاپانی فوجیں تھائی لینڈ کی راہ سے ملایا پر حملہ آور ہوئیں۔ اس کے علاوہ جاپانیوں نے شنگھائی پر بھی قبضہ جما لیا۔ برطانیہ کے دو جنگی جہاز پرنس آف ویلز اور ری پلس بنکاک پر حملہ کرنے کی نیت سے سنگاپور سے روانہ ہوئے ہی تھے کہ جاپانی طیاروں نے ان پر حملہ کرکے انھیں ڈبو دیا۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۴۱ء کو جاپان نے فلپائن میں فوجیں اتار کر اضلاع متحدہ امریکہ سے جنگ چھیڑ دی۔ ۲۵ دسمبر کو ہانگ کانگ کی برطانوی فوجوں نے جن کی تعداد چودہ ہزار تھی جاپانیوں کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔

۱۱ دسمبر ۱۹۴۱ء کو اٹلی اور جرمنی نے اضلاع متحدہ امریکہ کو اعلان جنگ دے دیا۔ ۱۳ دسمبر کو ہنگری اور بلغاریہ نے بھی امریکہ کے ساتھ برسر جنگ ہونے کا اعلان کردیا۔ ۲۳ دسمبر کو واشنگٹن میں امریکہ اور برطانیہ کے جنگی ماہروں کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ ۲۶ دسمبر کو مسٹر چرچل صدر روز ویلٹ سے مشورے کرنے کے لیے واشنگٹن پہنچ گئے۔

۱۹۴۲ء:

۲ جنوری ۱۹۴۲ء کو دنیا کی چھبیس قوموں نے جن میں برطانیہ، سوویٹ روس، چین، ہالینڈ اور ہندوستان بھی شامل تھے محوری طاقتوں (جرمن، اٹلی اور جاپان) کے خلاف مشترکہ اعلان نشر کیا۔ ۲ مئی تک جاپانی فوجوں نے فلپائن کے جزائر تمام و کمال سر کر لیے اور بحر الکاہل کے جزیروں نیوگنی اور سالومن میں فوجیں اتار دیں۔ ۱۵ فرور کو سنگاپور پر قبضہ کرکے ملایا کے ملک کی فتح پایہ تکمیل کو پہنچا دی۔ مارچ میں جاپانیوں نے برما پر چڑھائی کی۔ رنگون، پیگو، لاشیو اور مانڈلے کو یکے بعد دیگرے سر کرتے ہوئے برطانوی فوجوں کو ۲۹ اپریل تک برما کی سرزمین سے نکال دیا۔ مارچ میں جاپانیوں نے انڈیمان اور نکوبار کے جزیروں پر قبضہ جمایا اور ۶ اپریل کو پہلی دفعہ جنوبی ہند کے ساحلی مقامات کوکوناڈا اور وزیگاپٹم پر ہوائی تاخت کی اور بم برسائے۔ جاپان نے اسی دن جزائر سالومن کے جزیرہ بوگن ویل میں فوجیں اتار دیں۔ ۴ مئی سے ۸ مئی تک آسٹریلیا کے ساحل کے قریب سدمرجان والے سمندر میں برطانوی اور جاپانی بیڑے کے درمیان شدید جنگ ہوئی جاپانی بیڑا شدید نقصان اٹھا کر پسپا ہوگیا۔

مئی کے آخیر اور جون کے آغاز میں برطانیہ کے ہوائی لشکر نے ہزاروں بم بمار طیاروں کی مدد سے جرمنی کے شہروں پر متعدد ہوائی تاختیں کیں اور ۱۹ اگست کو فرانس کے شمالی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساحلی مقام ڈیپے پر آزمائشی حملہ کیا جو ناکام رہا۔

۱۰ جون کو جرمنوں نے روس کی سرزمین میں موسم بہار کی تازہ مہم شروع کی۔ جرمن فوجیں روس کے متعدد شہر سر کرتی ہوئی ۱۲ ستمبر کو سٹالین گراڈ میں داخل ہوگئیں۔ سٹالین گراڈ کے اندر اور باہر روسیوں اور جرمنوں کے درمیان شدید معرکہ آرائیاں شروع ہوگئیں جو ۲ فروری ۱۹۴۳ء کو جا کر روسی فتح پر منتج ہوئیں۔ ڈیڑھ لاکھ جرمن فوج روسیوں کے نرغے میں آگئی اور جرمن کاکیشیا کی سرزمین اور دریائے ڈان کی وادی سے پسپا ہونے لگے۔

۲۱ جون ۱۹۴۲ء کو جرمن جرنیل رومیل کی فوج نے طبروق پر حملہ کرکے برطانوی افواج کو شکست فاش دی۔ یکم جولائی تک رومیل کی فوجیں العلمین تک پہنچ گئیں جو سکندریہ سے تھوڑی دور مغرب کی جانب برطانوی مدافعت کی آخری چوکی تھی۔ ۲۳ اکتوبر کو برطانوی فوجوں نے العلمین پر جوابی یلغار شروع کی۔ ادھر شمالی افریقہ کے مغربی حصے یعنی مراکش اور الجزائر میں امریکہ نے اپنی فوجیں اتار دیں جو مغرب سے مشرق کو بڑھنے لگیں۔ ۱۳ نومبر کو برطانوی فوجوں نے طبروق پر اور ۲۰ نومبر تک بن غازی پر قبضہ جما لیا اور آگے بڑھنے کی مہم جاری رکھی۔

۱۹۴۳ء:

جرمن فوجیں سترہ مہینے سے لینن گراڈ کا محاصرہ کیے ہوئے تھیں۔ ۱۸ جنوری ۱۹۴۳ء کو یہ محاصرہ ٹوٹا اور جرمن فوجیں پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگئیں۔ ۲ فروری کو سٹالین گراڈ کے مورچے پر بھی جرمنوں کو شکست فاش ہوئی۔ روس کے دو ہزار میل لمبے محاذ پر شدید جنگ جاری رہی۔ ۱۵ جولائی کو روسیوں نے جرمنوں کے خلاف جارحانہ اقدام کی مہم شروع کی اور انھیں محاذ کے کئی حصوں سے پسپا کردیا۔ ۲۵ ستمبر کو روسیوں نے سمولنسک کا شہر اور علاقہ جرمنوں کے ہاتھ سے واپس چھین لیا۔ ۱۵ جولائی کے بعد سے روس کے محاذ پر جنگ کا رنگ بدل گیا۔ جرمن فوجیں قدم قدم پر شدید مزاحمت کرتی تھیں لیکن روسی فوجوں کا دباؤ کامیاب نظر آنے لگا۔

افریقہ کے شمالی ساحل پر برطانوی فوجوں کی یلغار کامیابی کے ساتھ جاری رہی۔ ان فوجوں نے ۱۳ جنوری کو طرابلس پر قبضہ کرلیا۔ اتحادیوں (امریکہ، فرانس اور برطانیہ) کی فوجیں الجزائر، لائبیریا اور ملکرابین سے مشرق کی طرف بڑھ رہی تھیں جب مشاہدین مفت آن لائن کتب خانہ اور

www.KitaboSunnat.com

بیزرطہ پر قبضہ جما لیا اور مشرق سے مغرب کی طرف بڑھنے والی برطانوی افواج بھی ان سے جا ملیں۔ ۱۲ مئی تک ٹیونس کے ملک میں جرمنوں کی مزاحمت ٹوٹ گئی۔ اتحادیوں نے جرمن جرنیل ارنہیم کو گرفتار کرلیا۔ ۱۱ جون کو اتحادی فوجیں پنٹالیریا کے جزیرے پر جا اتریں جو سسلی اور ٹیونس کے درمیان بحیرہ روم میں واقع ہے۔ ۹ جولائی کو امریکہ اور برطانیہ نے سسلی میں فوجیں اتار دیں۔ ادھر سے برطانیہ اور امریکہ نے یورپ کی سرزمین پر جرمنوں کے خلاف دوسرا محاذ جنگ قائم کیا ادھر روسیوں نے ۱۵ جولائی کو روس کے محاذ پر جارحانہ مہم شروع کردی جس کا ذکر ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اتحادیوں کا یہ اقدام اٹلی کے مختار مطلق مسولینی کی معزولی پر منتج ہوا۔ جنرل بڈوگلیو نے نئی حکومت قائم کی۔ ۱۷ اگست کو چرچل اور روز ویلٹ کے درمیان کینیڈا کے شہر کیوبک میں ملاقات ہوئی جس میں اٹلی نے انقلاب حکومت سے پیدا ہونے والے مسائل پر غور کیا گیا کیوں کہ نئی حکومت اتحادیوں سے لڑنا نہیں چاہتی تھی۔ ۳ ستمبر کو اتحادی فوجیں سسلی کو سر کرکے اٹلی کی سرزمین پر جا اتریں۔ اب سسلی اور اٹلی میں صرف جرمن فوجیں اتحادیوں سے لڑ رہی تھیں۔ ۱۱ ستمبر کو اٹلی کے بحری جنگی بیڑے نے اتحادیوں کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ اکتوبر کے وسط تک اتحادی فوجیں سیلرنو، فوگیا اور نیپلز پر قابض ہوگئیں اور کارسیکا کا جزیرہ بھی جرمنوں کے ہاتھ سے آزاد کرا لیا۔

اندریں اثنا برطانیہ کلاں میں امریکی فوجیں جمع ہو رہی تھیں اور امریکہ اور برطانیہ کے طیاروں نے ۲۵ فروری سے جرمنی کے شہروں پر مسلسل بم باری کرنے کی زبردست مہم شروع کر دی۔

جاپانیوں نے سال گزشتہ کی فتوحات کے سلسلے میں الیوشن کے جزیروں پر بھی قبضہ جما لیا تھا۔ جو ایلاسکا اور کیمچٹکا کے جزیرہ نماؤں کے درمیان زنجیر کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ ۱۱ مئی کو امریکہ کی فوجیں الیوشن کے ایک جزیرہ آٹو میں اتر پڑیں اور جاپانیوں سے لڑنے لگیں۔ ۲۵ اگست کو جنوب مشرقی ایشیا کی برطانوی فوجوں کی کمان لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے سپرد کی گئی۔ جاپانیوں نے ۱۲ اکتوبر کو پہلی دفعہ ہندوستان کی بندرگاہ مدارس پر بم گرائے۔

۲۴ جنوری کو مراکش کے شہر کاسا بلانکا میں مسٹر چرچل اور صدر روز ویلٹ کی ملاقات ہوئی جو دس دن تک جاری رہی اس کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا کہ جب تک محوری طاقتیں غیر مشروط طور سے ہتھیار نہیں ڈالتیں ان کے خلاف جنگ جاری رکھی جائے گی۔ ۱۱ مئی کو چرچل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور روز ویلٹ کے درمیان واشنگٹن میں ایک اور کانفرنس ہوئی جس میں جنگ کی صورت حال پر غور کیا گیا۔ ۱۷ اگست کو یہ دونوں بڑے سیاست دان کیوبک میں اٹلی کے انقلاب حکومت کے مسئلے پر غور کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے۔ ۱۹ اکتوبر سے ۳۰ اکتوبر تک ماسکو میں امریکہ، برطانیہ اور روس کے وزرائے خارجہ ہل، ایڈن اور مولوٹوف کے درمیان بزم مشاورت جاری رہی اور یہ بات طے ہوئی کہ جنگ کے بعد دنیا میں بین الاقوامی اشتراک عمل کا طریق رائج کیا جائے گا اور اقوام متحدہ تحفظ امن کی ضامن بنیں گی۔ ۲۲ نومبر کو قاہرہ میں روز ویلٹ، چرچل اور چین کے جنگی لیڈر چیانگ کیشک کے درمیان کانفرنس شروع ہوئی جو پانچ دن کے لیے جاری رہی اس میں مشرق اقصیٰ کے مسائل پر غور کیا گیا اور جنگ کے بعد کی صورتوں کے متعلق اعلان کیا گیا۔ یکم دسمبر کو چرچل، روز ویلٹ اور سٹالین کے درمیان تہران میں بزم مشاورت منعقد ہوئی جس میں جنگ اور جنگ کے بعد کی کیفیات پر غور کیا گیا اور تینوں بڑوں نے اعلان کیا کہ جنگ کے بعد ایران کی آزادی بحال کر دی جائے گی۔ ۲۴ دسمبر کو امریکی جرنیل ایسن ہوور کو جو اتحادیوں کی افریقی اور اطالوی مہم کے کماندار اعظم تھے یورپ کی اتحادی فوجوں کا اعلیٰ کمانڈر مقرر کیا گیا جس نے اپنا ہیڈ کوارٹر انگلستان میں بنا لیا۔

۱۹۴۴ء :

۱۹۴۳ء میں جرمن فوجیں روسی، افریقی اور اطالوی محاذوں پر پسپا ہونے لگی تھیں۔ اب اتحادی اقوام کے لیڈر یہ اعلان کر رہے تھے کہ محوری طاقتیں غیر مشروط طور پر ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیں لیکن جرمنی اور جاپان اس بات کے لیے آمادہ نہ تھے اس لیے جنگ جاری رہی۔

روسی فوجوں کے جوابی اقدام کو کام یاب ہوتا دیکھ کر جرمنی نے ۲۱ مارچ کو ہنگری کے ملک پر قبضہ جما لیا۔ ۲۸ مئی کو بلغاریہ کے ملک پر چڑھائی کر دی۔ ان اقدامات سے جرمنوں کا مقصد یہ تھا کہ وسطی یورپ کی طرف روسی فوجوں کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے سر تا سر زبردست دفاعی لائن بنالیں۔ روسی فوجیں جرمنوں کو پیچھے دھکیلتی ہوئی کبھی محاذ کے اس حصے پر کبھی اس حصے پر آگے بڑھ رہی تھیں۔ ۲ اپریل کو روسی فوجیں دریائے پرتھ کو عبور کر کے رومانیا میں داخل ہو گئیں۔ ۸ اپریل تک زیکوسلاویکیہ کی سرحد تک پہنچ گئیں اور محاذ کے جنوبی حصے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جزیرہ نمائے کریمیا کو جرمنوں سے پاک کرنے کی مہم شروع کی۔ ۱۰ اپریل کو روسی فوجوں نے اڈیسہ سر کیا۔ ۲۳ جون تک روسی فوجوں نے جرمنوں کو اپنی سرزمین سے نکال کر وسطی یورپ کے ملکوں پر چڑھائی شروع کی۔ ۲۴ اگست کو رومانیا کی حکومت نے اتحادیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ ۳۱ اگست کو روسی فوجیں جرمنوں سے لڑتی ہوئی رومانیا کے پایہ تخت بخارسٹ میں داخل ہوئیں ستمبر کے آغاز میں روسی فوجیں بلغاریہ میں پہنچ گئیں اور رومانیا سے پیش قدمی کر کے یوگوسلافیہ کی سرزمین میں داخل ہوگئیں۔ جرمن فوجیں ہر جگہ ان کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ ۱۶ ستمبر کو روسیوں نے بلغاریہ کے صدر مقام صوفیہ پر قبضہ کرلیا۔ ۱۹ ستمبر کو فن لینڈ نے روس کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ ۲۲ ستمبر کو روسی فوجوں نے ایسٹونیا کے صدر مقام تلین پر قبضہ کرلیا۔ ۵ اکتوبر کو انگریزوں نے یونان کی سرزمین میں برطانوی فوجیں اتار دیں جو جرمنوں سے جنگ کرنے لگیں۔ ۱۴ اکتوبر تک برطانوی اور یونانی فوجوں نے ایتھنز، پائیرپس اور کارفو پر قبضہ کرلیا۔ ۴ نومبر تک یونان میں جرمن فوجیں شکست کھا کر تتر بتر ہوگئیں۔ ۲۳ دسمبر کو یونان کے اشتراکیوں اور شاہ پسندوں کے درمیان خانہ جنگی چھڑ گئی۔ ۲۵ دسمبر کو یہ جھگڑا چکانے کے لیے مسٹر چرچل ایتھنز گئے۔ ۶ اکتوبر کو روسی فوجوں نے ہنگری کو سر کرنے کی مہم شروع کی۔ ۱۳ اکتوبر کو ریگا پر قبضہ جما لیا۔ ۱۸ اکتوبر کو روسی فوجیں زیکو سلاویکیہ کے ملک میں داخل ہونے لگیں۔ ۴ نومبر کو برطانوی افواج نے یونان کی سرزمین میں جرمن فوجوں کی مزاحمت توڑ دی۔ ۲۹ نومبر کو روس کی فوجیں وسطی یورپ میں آگے بڑھتی ہوئی دریائے ڈینیوب کو عبور کر کے آسٹریا کی سرحد میں داخل ہوگئیں۔

اِدھر یہ حال تھا اُدھر اٹلی میں برطانوی اور امریکی فوجیں جنوب سے شمال کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ یہاں انھیں جرمنوں کی کڑی مزاحمت کا سامنا تھا اس لیے ان کے اقدام کی رفتار اتنی تیز نہ تھی جتنی روسی افواج کی تھی۔ ۱۸ مئی کو برطانوی اور پولش فوجوں نے اٹلی کا شہر کیسینو سر کیا۔ ۴ جون کو امریکی افواج نے روما کو جرمنوں کے پنجے سے چھڑا لیا۔ ۱۲ اگست کو اتحادی فوجوں نے فلورنس اور ۱۹ اگست کو فیلیسے پر قبضہ کیا۔ ۱۷ دسمبر کو برطانوی فوجوں نے اٹلی کے شہر فائنزا کو سر کیا۔

۴ جون کو اتحادیوں امریکہ، کینیڈا اور برطانیہ نے فرانس کے شمال مغربی صوبہ نارمنڈی میں فوجیں اتار دیں جرمن کے دباؤ کے سامنے جرمن تیزی سے پیچھے ہٹنے لگے۔ ۱۵ اگست کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتحادیوں امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے فرانس کے جنوبی ساحل پر فوجیں اتار دیں۔ جرمنوں نے وشی کے علاقے پر جہاں فرانسیسی حکومت کا مرکز تھا قبضہ جما لیا۔ ۲۷ اگست کو فرانسیسی فوجیں ٹاؤلون میں اور ۲۳ اگست کو مارسلیز میں داخل ہوگئیں اور امریکی فوجیں گرسینویل تک پہنچ گئیں۔ ۲۶ اگست تک جنوب مغربی فرانس میں جرمنوں کی مزاحمت ٹوٹ گئی۔ ۲ ستمبر کو امریکی فوجوں نے بلجیم پر چڑھائی کی اور برطانوی فوجوں نے بلجیم کے صدر مقام برسلز کو سر کرلیا۔ اگلے دن برطانوی فوجیں اینٹورپ میں داخل ہوئیں۔ ۵ ستمبر کو اتحادی فوجیں جرمنی کی سرزمین میں پہنچ گئیں اور اچن (ایکس لاچیپل) اور سار برکن پر قبضہ جما لیا۔ ۱۰ ستمبر کو لکسمبرگ کا شہر جرمنوں کے ہاتھ سے چھڑا لیا گیا۔ ۱۱ ستمبر کو جرمنی کی مغربی سرحد پر چڑھائی کی گئی۔ ۱۷ ستمبر کو اتحادیوں نے طیاروں کے ذریعے اپنی فوجیں ہالینڈ کی سرزمین میں اتار دیں۔ ۳۰ ستمبر کو ڈوور پر جرمنوں کی بم باری ختم ہوگئی اور یکم اکتوبر کو کینیڈا کی فوجوں نے فرانس کے ساحلی شہر کیلیے پر قبضہ کرلیا۔ ۲۱ اکتوبر کو آچن کا جرمن قلعہ مسخر ہوگیا۔ یکم نومبر کو مزید برطانوی فوجیں ہالینڈ کی بندرگاہ والچرن پر اتر پڑیں۔ اس وقت تک انگریزوں کو فتح کا اتنا یقین ہو چکا تھا کہ انھوں نے انگلستان کے رضاکارانہ حفاظتی نظام عسکری کو توڑ دیا۔ ۱۸ نومبر کو امریکہ کی فوجیں فرانس کی زمین سے جرمنی کی سرحد میں داخل ہوئیں۔ ۲۲ نومبر تک امریکیوں نے میٹز اور مٹرابوگ کو اور فرانسیسی فوج نے مولہاؤس کو سر کرلیا اور یہ فوجیں دریائے روہر کے کنارے تک جا پہنچیں۔ ۳ دسمبر تک یہ فوجیں دریائے سار کے پار اتر گئیں۔ ۵ دسمبر کو سار لاٹرن اور زوینا کے جرمن قلعے مسخر ہوگئے۔ ۱۸ دسمبر سے ۲۱ دسمبر تک جرمنوں سے بلجیم کی سرزمین میں آرڈینیز کے جنگل میں ۳۵ میل پیش قدمی کی۔ یہ حملہ اتنا تیز تھا کہ اتحادیوں کا ہیڈ کوارٹر تمام و کمال تباہ ہوگیا لیکن جرمن فوجیں آگے نہ بڑھ سکیں۔

ادھر جنوب مشرقی ایشیا اور بحر الکاہل میں اتحادیوں (برطانیہ، امریکہ اور چین) اور جاپان کے درمیان جنگ کی کیفیت ۱۹۴۴ء میں یوں رہی کہ ۲۸ فروری کو جاپان کی فوجیں جنوبی برما کے ضلع اراکان سے پسپا ہونے لگیں۔ ۱۷ مارچ کو اتحادیوں نے وسطی برما میں جاپانیوں کے سلاسل رسل و رسائل کے عقبی جنگل میں طیارہ سوار فوجیں اتار دیں۔ ۲۲ مارچ کو جاپانی فوجوں کے ہراول دستے ہندوستان کی مشرقی سرحد پر منی پور کی ریاست میں داخل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہونے لگے اور جاپانی فوجوں نے جلد ہی امپھال کے میدان کا محاصرہ کرلیا جہاں برطانوی

www.KitaboSunnat.com

فوجیں پڑی تھیں۔ اس جاپانی فوج کے ہمراہ ملایا، برما اور مشرق بعید کے دوسرے ملکوں کے ہندوستانی باشندوں کی ایک آزاد ہند فوج بھی شامل تھی جسے ہندوستان کے ایک مفرور قومی لیڈر سبھاش چندر بوس نے جاپانیوں کی امداد سے تیار کیا تھا۔ سبھاش بوس نے آزاد ہندوستان کی ایک عارضی حکومت بھی بنا لی تھی۔ جسے جاپان اور جرمنی دونوں نے ہندوستان کی جائز حکومت تسلیم کرلیا تھا۔ ۷ جون کو جاپانی فوجیں شدید لڑائی کرنے کے بعد کوہیما کے رقبے سے پسپا ہوگئیں جو ریاست منی پور کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ ۲۰ جولائی تک جاپانی فوج اور آزاد ہند فوج امپھال کے جنگی رقبے پر قبضہ جمانے کے لیے لڑتی رہیں لیکن ناکام ہوکر پسپا ہونے لگیں۔ ۶ اگست کو برطانوی افواج نے برما کے سرحدی شہر تامو پر قبضہ کرلیا۔ ہندوستان کی برطانوی فوجوں نے برما میں ۱۹ اکتوبر کو ٹیڈھم پر، ۷ نومبر کو کینیڈی پہاڑ پر اور ۹ نومبر کو فورٹ وائٹ پر قبضہ جمایا جنھیں وہ جاپانی افواج کے حملے کے وقت چھوڑ آئی تھیں۔

وسطی برما کے جنگل میں اتحادیوں نے جو طیارہ سوار فوجیں ۱۷ مارچ کو اتاری تھیں، انھوں نے عقب سے جاپانیوں کے خلاف جنگی کارروائی شروع کردی۔ ان فوجوں نے ۲۸ جون کو موگانگ اور ۳ اگست کو مٹکینا کا اہم جاپانی مرکز سر کیا۔ ۲۰ نومبر کو چینی فوجیں بھامو پر ٹوٹ پڑیں۔ ۳ دسمبر کو برطانیہ کی افریقی حبشی فوج نے کلیوا کا مورچہ سر کیا۔ ۵ دسمبر کو برطانوی سپاہ نے اراکان میں بوتھی ڈانگ کا مورچہ جاپانیوں کے ہاتھ سے چھین لیا۔ ۱۶ دسمبر کو وسطی برما اور جنوبی برما کی اتحادی فوجوں نے دریائے چندوین کے مشرق میں اپنے بازو ملا لیے۔ اس سال امریکیوں نے بحر الکاہل کے بعض جزیروں پر جو جاپانیوں کے قبضے میں جا چکے تھے فوجیں اتاریں۔ فلپائن میں لیٹی کا جزیرہ سر کرکے منڈورد پر حملہ کیا اور امریکی بیڑے نے جاپان سے ڈھائی سو میل جانب جنوب ریوکو کے جزائر کے قریب جاپانی بیڑے سے جنگ کی اور جاپانی بیڑے کو اس قدر شدید نقصان پہنچایا کہ پھر اسے امریکی بحری بیڑے کے مقابلے میں آنے کی جرات نہ ہوسکی۔ امریکہ نے طیارہ بردار جہازوں کی مدد سے جاپان کی سرزمین پر کامیاب ہوائی تاختیں بھی کیں۔

۱۶ جون کو جرمنوں نے جن پر جنگ کے ہر محاذ پر عرصہ حیات تنگ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ انگلستان پر اڑن بم پھینکنے شروع کیے۔ یہ بم ہالینڈ کی سرزمین سے اڑائے جاتے تھے اور انگلستان میں [illegible] کو برابر [illegible] کرتے تھے جرمنوں نے مفت [illegible] کتب کے جو ہالینڈ

محدث دارالحدیث و کتب خانہ کے لئے خریدی گئی ہیں

www.KitaboSunnat.com

سے چلائے جاتے تھے اور آسمان کی فضا میں ساٹھ ستر میل اوپر تک ہوائیوں کی طرح اڑ کر بڑی سرعت رفتار سے انگلستان کی سرزمین پر گرتے تھے۔ ۷ ستمبر کو برطانوی حکومت نے اعلان کردیا کہ آیندہ انگلستان پر جرمنی کے اڑن بم اور راکٹ بم نہیں گریں گے کیوں کہ ہالینڈ کی سرزمین میں ان کے اڈے تباہ کردیے گئے ہیں۔ یکم جولائی کو برٹین ووڈز (امریکہ) میں متحدہ قوموں کے نمایندوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مالی امور کے اہم فیصلے طے کیے گئے۔ ۹ اکتوبر کو مسٹر چرچل موسوسٹالین کے ساتھ تبادلہ خیالات کرنے کے لیے ماسکو گئے۔ ۲۵ دسمبر کو انھیں ایتھنز جانا پڑا کیوں کہ جرمنوں کے قبضے سے نجات پانے کے بعد یونان میں اشتراکیوں اور شاہ پسندوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہوگئی تھی اور برطانیہ کی حکومت اس اتحادی ملک میں امن قائم کرنے کی خواہاں تھی۔ مخالف پارٹیوں کو بمشکل اس بات پر رضا مند کیا گیا کہ جنگ کے بعد یونان میں جمہوری اصولوں پر انتخابات کرائے جائیں گے اور حکومتی اقتدار اس پارٹی کو سونپ دیا جائے گا جسے اہل یونان کی اکثریت پسند کرے گی۔

۱۹۴۵ء:

۱۳ جنوری ۱۹۴۵ء کو روسی فوجوں نے محاذ جنگ کے تین حصوں پر پیش قدمی کی زبردست مہم شروع کردی۔ ۱۷ جنوری کو پولینڈ کے صدر مقام وارسا، ۱۹ جنوری کو کرا کاؤ، ۲۶ جنوری کو ڈینزگ اور ۲۹ جنوری کو میمل سر کیا اور لیتھونیا کے ملک سے جرمن فوجیں باہر نکال دیں۔ ۴ فروری تک مارشل ژوکوف کی فوجیں سلیشیا کی راہ سے پیش قدمی کرتی ہوئی جرمنی کے پایہ تخت برلن سے ۴۶ میل کے فاصلے تک پہنچ گئیں۔ ۱۱ فروری کو روسی فوجوں نے بریسلا کے شمال مغرب میں دریائے اوڈ کو عبور کرلیا۔ ۳ فروری کو روس کی سرخ فوجوں نے ہنگری کے پایہ تخت بڈاپسٹ پر قبضہ جمالیا اور ۱۳ اپریل کو آسٹریا کا صدر مقام وائنا سر کرلیا۔

اس دوران میں مغربی اور جنوبی محاذوں پر بھی جرمنوں کی مزاحمت کا حال بہت پتلا ہو رہا تھا۔ ۴ مارچ تک اتحادیوں (امریکہ، برطانیہ اور فرانس) کی فوجیں محاذ جنگ کے بیس میل ٹکڑے پر دریائے رائین کے مغربی کنارے سے جا ٹکرائیں۔ ادھر روسی فوجیں بحیرہ بالٹک کے ساحل تک پہنچ چکی تھیں اور برلین کے قریب دریائے اوڈور کو عبور کرچکی تھیں۔ ۶ مارچ کو امریکی فوج محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ کوبلنز پر قبضہ کیا اور ۷ مارچ کو یہ فوج دریائے رائین کو عبور کرکے اندرون

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جرمنی کی طرف بڑھنے لگی۔ ۲۴ مارچ کو جنرل منٹگمری کی برطانوی افواج دریائے رائین کو عبور کر کے جرمنی کے شمالی اضلاع میں مشرق کی طرف بڑھنے لگیں۔ ۲۶ مارچ کو امریکی فوج نے فرینک فورٹ مین کا قلعہ سر کیا۔ ۱۰ اپریل کو یہ فوجیں ہینوور میں پہنچ گئیں اور ایسین کا قلعہ سر کیا۔ غرض اپریل کے مہینے میں روسی، برطانوی، امریکی اور فرانسیسی فوجیں جرمنی کی سرزمین کے مختلف اقطاع میں سیلاب کی طرح پھیلتی جا رہی تھیں۔ ۲۸ اپریل کو جرمنوں نے برطانوی اور امریکی کمانداروں کے سامنے ہتھیار ڈال دینے پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔ اندریں اثنا روس کی فوجیں برلین پر حملہ کر چکی تھیں۔ یکم مئی کو اعلان کیا گیا کہ جرمنی کا مختار مطلق ہٹلر مر گیا ہے اور اس کی جگہ امیر البحر ڈونیز حکومت جرمنی کے رئیس قرار پائے ہیں۔ ۲ مئی کو برلین میں جرمنوں کی مزاحمت ٹوٹ گئی اور روسی فوجیں جرمنی کے پایہ تخت پر جسے برطانوی اور امریکی طیاروں کی مسلسل بم باری نے تباہ کر دیا تھا، قابض ہوگئیں۔ اسی روز شمالی اٹلی کی جرمن فوجوں نے جن کی تعداد ایک لاکھ سے اوپر تھی برطانوی اور امریکی کمانداروں کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ ۴ مئی کو شمال مغربی جرمنی میں برطانوی افواج کے سامنے جرمنوں کی مزاحمت ختم ہوگئی اور جنرل منٹگمری کی فوجیں جرمنی کے شمالی ساحل کے ساتھ ساتھ مارچ کرتی ہوئی ڈنمارک کی جنوبی سرحد تک پہنچ گئیں اور جرمنی کے جنگی بحری مستقر نہر کیل پر قابض ہوگئیں۔ ۷ مئی ۱۹۴۵ء کو ۲ بج کر اکتالیس منٹ بعد نیم شب پر جرمنی کے نمایندوں نے اتحادی افواج کے کماندار اعظم جنرل ایسن ہوور کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ کر غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے کے قرطاس پر دستخط ثبت کر دیے۔ اس کے تین دن بعد جرمنوں نے روسی جرنیل ٹموشنکو کے ہیڈ کوارٹر میں جا کر روس کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے کاغذ پر دستخط کیے۔

اس عرصہ کے دوسرے قابل ذکر واقعات یہ ہیں کہ ۸ فروری کو پیرا گوئے (جنوبی امریکہ) کے ملک نے اتحادیوں کا ساتھی بننے کا اعلان کر دیا۔ ۲۳ فروری کو ترکی نے جاپان اور جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر کے اقوام متحدہ میں شمولیت اختیار کر لی۔ ۲۵ فروری کو مصر نے بھی ترکی کی تقلید کی۔ یکم مارچ کو ایران نے جاپان کے خلاف اور سعودی عرب نے جرمنی اور جاپان کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ ۱۱ مارچ کو ہسپانیہ نے جاپان سے سیاسی تعلقات منقطع کر لیے۔ ۵ اپریل کو جاپان کی وزارت مستعفی ہوگئی اور سوویٹ روس نے جاپان کے ساتھ غیر جانب داری کے معاہدے ختم ہونے کا اعلان کر دیا۔ فروری کے آغاز میں مسٹر چرچل اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدر روز ویلٹ مالٹا میں ملاقات کرنے کے بعد کریمیا میں موسیو سٹالین سے مشورہ کرنے کے لیے گئے جہاں آٹھ دن مالٹا کے مقام پر تینوں بڑوں کی کانفرنس جاری رہی اور ۱۲ فرور کو ختم ہوگئی۔ اس کانفرنس میں جرمنی کے ہتھیار ڈالنے کے بعد تینوں بڑی طاقتوں کے باہمی امور کے متعلق اہم فیصلے کیے گئے۔ امریکہ کا صدر روز ویلٹ ۱۳ اپریل کو فوت ہوگیا۔ اس کی جگہ ہنری ٹرومن کو صدر بنایا گیا۔

اس سال مشرق بعید میں جنگ کے واقعات کی رفتار کا حال یوں رہا کہ برما میں اتحادی فوجوں کی پیش قدمی کام یابی کے ساتھ جاری رہی۔ ۵ جنوری کو برطانوی اور ہندوستانی فوجیں اکیاب میں جا اتریں۔ ۷ جنوری کو شویبو پر قبضہ کیا۔ ۸ مارچ کو برطانوی افواج مانڈلے میں داخل ہوگئیں جسے ۲۰ مارچ تک سر کرلیا گیا۔ ۳ مئی کو رنگون پر قبضہ جمایا گیا اور برما میں جاپانیوں کی مزاحمت شکستہ حال ہوگئی۔

۹ جنوری کو بحر الکاہل کے رقبہ کے امریکی جرنیل میک آرتھر نے فلپائن کے بڑے جزیرے لوازن پر چڑھائی شروع کردی۔ ۴ فروری کو فلپائن کے صدر مقام منیلا پر قبضہ جما لیا۔ ۲۶ فروری کو فلپائن کا ملکی انتظام اس ملک کے اس صدر کے حوالے کردیا گیا جو جنگ سے پہلے رئیس جمہوریت تھا۔ ۱۹ فروری کو امریکی فوجیں جاپان کے نزدیک آئیوجیما کے جزیرے میں اتر پڑیں اور پندرہ مارچ تک اس جزیرے کو سر کرلیا۔ یکم اپریل کو مزید امریکی افواج نے اوکی ناوا کے جزائر پر چڑھائی کردی ان دونوں مقامات پر امریکیوں اور جاپانیوں کے درمیان گھمسان کے رن پڑنے لگے۔ اس کے علاوہ امریکی کمانداروں نے بورنیو، تراکان اور بعض دوسرے جزیروں پر بھی فوج کشی کی۔ امریکی طیارے اور اڑن قلعے ہزاروں کی تعداد میں اڑ کر ٹوکیو اور جاپان کے شہروں پر بم برسانے لگے۔ ۷ مئی کو جرمنی ہتھیار ڈال چکا تھا۔ اس کے بعد اتحادی اقوام کی جنگی طاقتیں جاپان کے خلاف صف آرا ہوگئیں۔ ۱۳ جون تک آئیوجیما اور شمالی اوکی ناوا میں جاپانیوں کی مزاحمت ٹوٹ گئی۔ ۵ جولائی تک فلپائن کی جنگ ختم ہوگئی اور تمام جزیروں پر امریکی فوجوں نے قبضہ جما لیا۔ ۱۷ جولائی کو پاٹسڈیم میں دنیا کے تین بڑے آدمیوں نے بزم مشاورت منعقد کی جس میں جاپان کی فوجی طاقت کا خاتمہ کرنے کی تدابیر سوچی گئیں۔ ۲۶ جولائی کو پاٹسڈیم سے جاپانیوں کو اس مضمون کا انتباہ بھیجا گیا کہ ہتھیار ڈال دو ورنہ تباہ کر دیے جاؤ گے۔ ۵ اگست کو امریکہ نے جاپان کے شہر ہیروشیما پر ایٹم بم پھینک کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سارے شہر کو پوری آبادی سمیت جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ ۶ اگست کو صدر فرومن نے اس نئی ایجاد ''ایٹم بم'' کی ہلاکت سامانیوں کے متعلق ایک بیان نشر کیا۔ ۹ اگست کو روس نے جاپان کے خلاف اعلان جنگ کر کے مانچوریا میں فوجیں بڑھانی شروع کر دی۔ اسی دن امریکہ والوں نے جاپان کے دوسرے شہر ناگا ساکی پر دوسرا ایٹم بم پھینکا اور اس شہر کو بھی جوہری آتش بھڑکا کر ساری آبادی سمیت خاک سیاہ کر دیا گیا۔ ۱۰ اگست کو جاپان کے شہنشاہ ہیرو ہیٹو نے اعلان کیا کہ چوں کہ امریکہ نے ایٹم بم کا استعمال شروع کر دیا ہے اس لیے جنگ جاری نہیں رکھی جاسکتی اسی روز جاپان نے اتحادیوں کے سامنے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیے۔ اس روز روس کی فوجیں کوریا میں داخل ہوگئیں۔ اس طرح ایٹم بم کی خوفناک ایجاد نے دنیا کی اس دوسری عالم گیر جنگ کا خاتمہ کر دیا۔ امریکہ کی فوجیں جاپان کے جزیروں میں داخل ہو کر اہم نقاط پر قابض ہوگئیں۔ جاپان کی حکومت سے اپنے مقبوضات سے دست بردار ہونے کا کاغذ لکھوا لیا گیا۔

متحدہ اقوام کا نظام :

مالٹا کانفرنس میں دنیا کے تین بڑے آدمیوں روز ویلٹ، چرچل اور سٹالین نے یہ بات طے کی تھی کہ ۲۵ اپریل کو سان فرانسسکو میں ان متحدہ اقوام کے نمایندوں کی کانفرنس منعقد کی جائے گی جو اس جنگ میں محوری طاقتوں یعنی جرمنی اور جاپان کے خلاف اعلان جنگ کر چکی تھیں۔ ۲۵ اپریل ۱۹۴۵ء کو یہ کانفرنس شروع ہوئی، جس میں جنگ کے بعد دنیا کا نیا نظام قائم کرنے کے مسائل اور امن قائم رکھنے کے ذرائع پر غور کیا گیا۔ اس کانفرنس نے امن عالم کا ایک منشور (چارٹر) تیار کیا جس پر ۲۶ جون کو دنیا کی پچاس قوموں کے نمایندوں نے دستخط ثبت کر دیے۔ قرار پایا کہ متحدہ قوموں کی انجمنیں اس چارٹر کے اصولوں کو مشعل راہ بنا کر اقوام عالم کے جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرے گی اور یہ انجمن تمام متحدہ قوموں کی شرکت اور امداد سے اپنی مخصوص اور الگ جنگی طاقت بھی بنائے گی جسے اس انجمن کا حکم نہ ماننے والی قوموں کے خلاف استعمال کیا جائے گا۔ دنیا کی تین بڑی طاقتیں یعنی برطانیہ، امریکہ اور روس امنِ عالم قائم رکھنے کی ذمہ دار ہوں گی۔ سان فرانسسکو میں اس انجمن کی تشکیل، اس کے کام کے ڈھنگ اور اس کے اغراض و مقاصد کے متعلق قواعد وضوابط بھی بنائے گئے تھے۔ حفظ امن کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مستقل کونسل قائم کی گئی جس پر پانچ بڑی طاقتوں امریکہ، برطانیہ، روس، چین اور فرانس کو مستقل رکنیت کا حق دیا گیا اور چھ دوسرے ارکان کے متعلق یہ بات طے ہوئی کہ انھیں انجمن مقررہ میعاد کے لیے منتخب کیا کرے گی۔ اس کے علاوہ معاشرتی، اقتصادی، تعلیمی اور دوسرے عالم گیر امور کے متعلق ماتحت مجلسیں بنائی گئیں۔ پہلی عالم گیر جنگ کے خاتمے پر جمعیۃ الاقوام کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ دوسری عالم گیر جنگ کے ختم ہونے سے پہلے پہلے متحدہ اقوام کے نظام کی طرح ڈالی گئی۔

اقوام عالم کے جنگی مقاصد:

یہ دوسری عالم گیر جنگ پہلی عالم گیر جنگ کا شاخسانہ تھی جس کے لیے مختلف قوموں نے پہلی جنگ کے خاتمے کے ساتھ ہی تیاریاں شروع کردی تھیں۔ امن قائم رکھنے اور بین الاقوامی جھگڑوں کو مٹانے کا ادارہ جمعیۃ الاقوام کی صورت میں قائم کر لینے کے باوجود اقوام عالم کی سیاسی سرگرمیوں کا محور ان کی خارجی سیاست کے دفاتر ہی بنے رہے۔ طاقت بڑھانے اور طاقت بڑھا کر پس ماندہ اور کم زور ملکوں سے سیاسی، اقتصادی، تجارتی اور استعماری فوائد حاصل کرنے کی خواہش کم ہونے کے بجائے ترقی پذیر ہوگئی۔ پہلی جنگ عظیم کے فاتحین نے شکست کھانے والی قوموں سے معاہدے طے کرتے وقت انھی مقاصد کو پیش نظر رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شکست خوردہ قوموں کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑکنے لگی۔ نازی جرمنی نے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے بعد ان بے انصافیوں کے ارتفاع کی کوششیں شروع کردیں جو جرمن قوم کے ساتھ کی گئی تھیں۔ جمعیۃ الاقوام میں شمولیت کے بعد اس کی علاحدگی کے اسباب یہ تھے کہ جمعیت مذکور تخفیف اسلحہ اور بعض دوسرے امور میں فاتح اقوام سے اپنے وعدے پورے کرانے سے قاصر رہ گئی تھی۔ نازی جرمنی کے ان رجحانات کو فاتح قوموں نے اپنے حاصل کردہ مفادات کے لیے باعث خطر سمجھا۔ لہٰذا وہ ان کے انسداد کی تدبیریں کرنے لگے۔ برطانیہ اور فرانس، جرمنی سے زیکوسلاویکیہ اور آسٹریا کے الحاق کو تو برداشت کر گئے لیکن جب ڈینزگ کے شہر کی باری آئی تو انھوں نے پولینڈ کے مفاد کی حفاظت کے لیے جنگ کرنا ضروری خیال کیا۔ انھیں یقین تھا کہ اگر جرمنی کے نازیوں کو روکا نہ گیا تو وہ فرانس اور برطانیہ سے بدلہ لینے کے لیے زور بازو کو آزما کر رہیں گے۔ جنگ شروع ہونے سے قبل برطانیہ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بعض سیاست دانوں نے ہٹلر کے سامنے پیش کش کی تھی کہ جرمنی افریقہ کی جرمن مستعمرات کے معاوضے میں جو پہلی جنگ عظیم کے بعد اس سے چھین لی گئی تھیں نقدی قبول کر لے لیکن ہٹلر جرمن کو "لیبنسرام" یعنی زندہ رہنے کے لیے کافی جگہ دلانے کا خواہاں تھا اس لیے اس نے نقدی لینے سے انکار کر دیا۔ ہٹلر نے جنگ کے آغاز میں جرمنی کے جن جنگی مقاصد کا اعلان کیا وہ بھی انتقام، لیبنسرام اور دنیا میں نئے نظام کے قیام پر مشتمل تھے۔ اٹلی کا مختار مطلق مسولینی محسوس کرتا تھا کہ اتحادیوں نے مال غنیمت کی تقسیم میں اٹلی کے ساتھ بے انصافی کی ہے۔ اس لیے وہ اپنی قوم کو طاقت ور بنا کر اس کے لیے آفتاب شہرت میں اچھا مقام حاصل کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اسی پروگرام پر عمل کرتے ہوئے اس نے حبشہ پر چڑھائی کی اور حبشہ کو سر کرنے کے بعد اٹلی کے بادشاہ کو شہنشاہ بنا دیا۔ جاپان پہلی جنگ عظیم میں اپنی تجارت کو توسیع دے کر بہت مال دار ہو چکا تھا۔ جاپانی اپنے کو فرنگی اقوام کے مقابلے میں برابر کا حریف خیال کرتے تھے لیکن امریکہ اور برطانیہ کی حکومتوں نے جنگ کے خاتمے کے بعد جلد ہی جاپان کے متعلق ایسی روش اختیار کر لی جس نے جاپانیوں کو اپنی طاقت بڑھانے کا پروگرام اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ جاپان اپنی قیادت میں مشرقی ایشیائے اعظم کی وسیع مملکت قائم کرنے کے خواب دیکھنے لگا تھا۔ استعمار، مقبوضات، اقتصاد اور تجارت کے لحاظ سے کام یاب و کامران قومیں یعنی (برطانیہ، فرانس اور امریکہ) جرمنی اٹلی اور جاپان کے ان عزائم کو اپنے قائم شدہ مفاد کے لیے خطرناک سمجھتی تھیں۔ اس لیے یہ دونوں کیمپ کئی سالوں سے جنگ کے لیے تیار ہو رہے تھے۔

برطانیہ اور فرانس جنگ کے میدان میں کودے تو انھوں نے یورپ کی کم زور قوموں یعنی پولینڈ، زیکوسلاویکیہ وغیرہ کو نازی جرمنی کی ہوس اقتدار سے بچانے کے نیک اور پاک مقصد کا سہارا لیا اور اپنے جنگی مقاصد، فسطائی نظام اجتماعی کو استبداد قرار دے کر دنیا کی قوموں کو اس سے نجات دلانا اور اقوام عالم میں جمہوری اصولوں کو رائج کرنا ظاہر کیا۔ تاکہ دنیا کی رائے عامہ کی ہمدردیاں حاصل کر سکیں۔ اضلاع متحدہ امریکہ نے جنگ کے آغاز میں غیر جانب دار رہنے کا فیصلہ کیا اور یہ اعلان کر دیا کہ امریکہ کی حکومت اس دفعہ یورپ کی کسی قوم کو قرضہ بھی نہیں دے گی لیکن جرمنی کی نو ساختہ جنگی مشین کی ابتدائی کام یابیاں دیکھ کر امریکہ کی رائے عامہ بھی متاثر ہونے لگی۔ امریکہ کے سیاست دانوں کو یہ فکر لاحق ہوگئی کہ اگر نازی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جرمنی نے یورپ پر قبضہ جما لیا تو وہ امریکہ کے براعظم تک اپنے اقتدار کا ہاتھ بڑھانے کی کوشش کرے گا۔ فرانس کی شکست اور برطانیہ کی بدحالی نے امریکہ کے سیاست دانوں کو بہت متاثر کیا۔ انھوں نے پہلے تو ''نقدی دو اور مال لے جاؤ'' کے مسلک کو چھوڑ کر ادھار پٹے پر مال دینے کا طریق اختیار کر لیا۔ بعد ازاں اس جنگ میں برطانیہ کا حلیف بلکہ سرپرست بننے کا فیصلہ اختیار کر لیا۔ جنگ کے دوران میں برطانوی سیاست کی یہ پہلی زبردست فتح تھی۔ یہ بات جاپان کو اپنے حلیفوں جرمنی اور اٹلی کی مدد کے لیے جنگ میں لانے کا موجب بن گئی کیوں کہ جنگ کے بغیر جاپان بھی مشرقی ایشیائے اعظم کی مملکت بنانے کا خواب پورا نہیں کر سکتا تھا۔

جون ۱۹۴۱ء میں جب فرانس کی طاقت پاؤں سے گر چکی تھی، برطانیہ کلاں کے شہر جرمنی کے عسکر پرواز کی تاختوں اور ترکتازوں کا تختہ مشق بن رہے تھے اور جرمنی کی فوجیں بلقان کے ملکوں یوگوسلافیہ اور یونان سے اتحادیوں کو بے دخل کر چکی تھیں ہٹلر نے روس پر حملہ کر دیا۔ جرمنی اور روس کے درمیان جنگ چھڑ جانا برطانوی سیاست کی دوسری زبردست فتح تھی جو جرمنی کی تباہی پر منتج ہوئی۔ فرانس کو سر کرنے کے بعد جرمن ہائی کمان نے انگلستان پر چڑھائی کرنے کے بجائے مشرق کی طرف یلغار کی۔ جرمن نے یوگوسلافیہ اور یونان پر قبضہ کرنے کے بعد کریٹ اور قبرص کی راہ سے شام و فلسطین پر چڑھائی کرنے اور مشرق قریب میں برطانیہ کو زک پہنچانے کا پروگرام اختیار کیا۔ یہ پروگرام چوں کہ روس کے توسیع اقتدار کے مقاصد سے براہ راست متصادم ہوتا تھا اس لیے اس پر ہٹلر اور روس کے وزیر خارجہ مولوٹوف کے درمیان مفاہمت نہ ہو سکی۔ برطانوی مدبروں نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھایا۔ سر سٹیفورڈ کرپس نے ماسکو جا کر روس سے مفاہمت کر لی۔ جرمن فرانس کو گرا کر اپنی طاقت کے نشے میں مست ہو رہے تھے۔ انھوں نے اس دعوے کے ساتھ کہ وہ روس کی جنگی طاقت کو چھ ہفتے کے اندر اندر کچل کر رکھ دیں گے روس پر حملہ کر دیا۔ یہ خیال جرمنوں کی اندازے کی زبردست غلطی ثابت ہوا۔

جرمن ہائی کمان نے ہٹلر کے بائیں ہاتھ کے پہلے آدمی ہرمیس کو پرائیویٹ طور پر سکاٹ لینڈ بھیجا تاکہ وہ برطانیہ کے حکمرانوں کے ساتھ بات چیت کر کے انگریزوں کے ساتھ روس کے خلاف کسی قسم کی مفاہمت کر لے۔ اس سیاسی داؤ میں جرمنوں کو منہ کی کھانی پڑی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جرمنوں کا یہ خیال بھی غلط ثابت ہوا کہ انگریز کی قدامت پسندی روس کے مقابلے میں نازی جرمنی کے ساتھ ساز باز کرنے کو ترجیح دے گی۔ جرمن ہائی کمان نے ہربیس کے انگلستان میں نظربند ہونے کے بعد اپنے مشرقی پروگرام پر عمل کرتے ہوئے اپنی زبردست چھاتا فوج جزیرہ کریٹ میں اتاری۔ اس کے بجائے اگر جرمن ان دنوں انگلستان میں چھاتا فوج اتارتے تو برطانیہ کلاں پر قبضہ جمانے میں کام یاب ہوسکتے تھے۔ جرمنوں نے یورپ کے ساحل کے قریب جس پر وہ قبضہ جما چکے تھے۔ برطانیہ کلاں کے جزائر کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جو بعد میں ان کے خلاف امریکی فوجوں کا اجتماع کا زبردست اڈا بن گئے اور خود جرمنوں کے قول کے مطابق جرمنی پر بم باری کرنے کے لیے امریکہ کا طیارہ بردار جہاز ثابت ہوئے۔ یہ جرمن ہائی کمان کی جنگی چال کی غلطی تھی۔

جرمن روس کے ساتھ جنگ چھیڑ کر ایک ایسی دلدل میں پھنس گئے جس سے چھٹکارا حاصل کرنا ان کے لیے ناممکن ہوگیا۔ نپولین اعظم ماسکو کو فتح کرنے میں کام یاب ہوگیا تھا اور اس کے لشکروں پر عام تباہی بعد میں نازل ہوئی تھی لیکن ہٹلر ماسکو کے نواح میں پہنچ کر بازی ہار گیا۔ سٹالین گراڈ سے شکست کھانے کے بعد جرمنوں کے پاؤں ایسے اکھڑے کہ اپنے مرکز برلین میں بھی جم نہ سکے۔ ان پسپائیوں کے دوران میں جرمن ریڈیو نے مسلسل اور متواتر پروپیگنڈا کیا کہ امریکہ اور برطانیہ کے سرمایہ دار حکمران بولشویک روس کے مقابلے میں جرمنی کی گرتی ہوئی حالت پر زخم کھائیں لیکن برطانیہ اور امریکہ کے مدبروں کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ وہ نازی جرمنی کو فنا کرنے یا کرانے کا تہیہ کر چکے تھے اس پر آخر دم تک قائم رہے۔

جاپان جنگ چھیڑنے کے بعد پہلے ہی ہلے میں اپنے خواب کی تعبیر کو بروئے کار لانے میں کام یاب ہوگیا۔ اس نے دو تین ماہ کے اندر اندر مانچو کو اور شمالی چین کے علاوہ فلپائن، ہند چینی، تھائی لینڈ، ملایا، سنگاپور، سماٹرا، جاوا، بورنیو، سیلیبز، نیوگنی اور بحرالکاہل کے بہت سے جزیروں اور جزیروں کے مجموعوں کو اپنے زیر اقتدار کرلیا۔ جاپان نے ان مفتوحہ ممالک میں مانچو کو اور شمالی چین کی طرح ایسی آزاد حکومتیں قائم کرنے کی حکمت عملی اختیار کی جو جاپان کی قیادت میں مشرقی ایشیائے اعظم کے زنجیری حلقے کی کڑیاں بننے پر آمادہ ہوں۔ جاپان کی سکیم اس مشرقی ایشیائے اعظم کو ''مشترکہ خوش حالی کا حلقہ'' قرار دیتی تھی۔ جاپان نے اپنی اس سکیم کو بروئے کار لانے کی کوششیں ہر جگہ شروع کر دی تھیں لیکن جنگ کا پانسا پلٹ جانے کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باعث اس کے خواب کی دنیا بھی پریشان ہوگئی۔

روس، برطانیہ اور امریکہ کے مدبر جنگ کے دوران میں دنیا پر یہ ظاہر کرتے رہے کہ وہ دنیا کے تمام ملکوں میں جمہوری اصولوں کی ترویج کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ چرچل اور روز ویلٹ نے اٹلانٹک چارٹر (اوقیانوسی منشور) کا اعلان کرکے یہ بتایا کہ اتحادی فتح حاصل کرکے دنیا کا ایسا نظام قائم کریں گے جس میں سب قوموں کو اپنے اپنے ملکوں میں آزادانہ زندگی بسر کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ امریکہ کے ذمہ دار مدبر یہ کہتے تھے کہ جنگ کے بعد وہ ساری دنیا میں جمہوری اصولوں کو نافذ کرکے رہیں گے تاکہ عام لوگ خوف اور احتیاج سے نجات پاسکیں اور سب کو اظہار خیال اور اپنے عقیدہ پر قائم رہنے کی آزادی میسر ہو۔ برطانیہ کے مدبر برطانوی مملکت کو آزاد قوموں کی مشترکہ دولت بنانے کے پروگرام کا اعلان کرتے رہے۔ روس کے مدبر جمہوریت کے علمبردار تھے اور چاہتے تھے کہ آزادی خیال و افکار دنیا میں اشتراکی نظام اجتماعی کے نشو و ارتقا پر منتج ہو۔ روس، برطانیہ اور امریکہ کے مدبروں نے جنگ کے بعد کی دنیا کا نظام قائم کرنے کے لیے متحدہ اقوام کی انجمن بنانے کا پروگرام طے کیا جو ان تینوں فاتح ملکوں کی قیادت میں دنیا کا نظم جمہوری اصولوں پر چلائے۔

ہسپانیہ، سویڈن، سوئٹزر لینڈ، ارجن ٹائن، آئرلینڈ اور افغانستان اس عالم گیر جنگ میں آخر وقت تک غیر جانب دار رہے۔ ترکی، مصر اور سعودی عرب بھی غیر جانب دار تھے، لیکن تین بڑوں کی مالٹا کانفرنس کے بعد جب اس مضمون کا اعلان کیا گیا کہ متحدہ اقوام کی پنچایت میں صرف انھیں ملکوں کو شامل کیا جائے گا، جو محوری طاقتوں کے خلاف اعلان جنگ کردیں گے تو ان ملکوں نے محوری طاقتوں کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا۔

۱۰ اگست کو جنگ کے خاتمے کے اعلان پر جنگ و جدال سے تھکی ہوئی قوموں نے اطمینان کی سانس لی تو دنیا کے نقشے کی کیفیت یہ طرح نظر آرہی تھی۔

سوویٹ روس کی فوجیں اپنے ملک سے باہر فن لینڈ، لٹویا، اسٹونیا، لیتھونیا، زیکوسلاویکیہ، پولینڈ، ہنگری، رومانیہ، بلغاریہ، یوگوسلافیہ اور جرمنی کے ایک تہائی حصے پر قابض ہوچکی تھیں۔ یہ ملک براعظم یورپ کا قریباً نصف سے زیادہ رقبہ بناتے ہیں۔ ایشیا میں سویٹ روس کی فوجیں ایران کے شمالی صوبوں آذر بائی جان اور خراسان پر اور مشرق بعید میں مانچوریا، کوریا کے شمالی حصے جزیرہ سنگھالین اور جزائر کیورائیل پر قبضہ جمائے بیٹھی تھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برطانیہ کلاں اور برطانوی مستعمرات و مقبوضات کی فوجیں یورپ میں فرانس، بلجیم، ہالینڈ، ڈنمارک، ناروے، اٹلی، یونان اور جرمنی کے ایک حصے میں موجود تھیں۔ افریقہ میں اطالوی مقبوضات لیبیا اور ایری ٹیریا پر قابض ہو چکی تھیں اور مصر کی سرزمین میں موجود تھیں۔ مشرق قریب میں برطانوی افواج شام و لبنان، عراق اور ایران کے جنوبی حصے پر قابض تھیں۔ مشرق بعید میں وہ برما، ملایا، جاوا، سماٹرا، بورنیو، نیوگنی اور اپنی قبل از جنگ کی مملکت کے نیز ہالینڈ کی قبل از جنگ کی مملکت کے بہت سے جزیروں پر قبضہ جما چکی تھیں۔ ہانگ کانگ کا جزیرہ بھی انھوں نے واپس لے لیا تھا۔

امریکہ کی فوجیں جنگ ختم ہونے تک اور اس کے بعد اپنے قبل از جنگ کے مقبوضات کے علاوہ بحر الکاہل کے ان تمام جزیروں پر جو جنگ سے پہلے جاپان کی ملکیت سمجھے جاتے تھے۔ نیز جاپان پر قابض ہو چکی تھیں۔ اس کے علاوہ چین کی سرزمین میں نیز کوریا کے جنوبی حصے میں بھی پہنچ چکی تھیں۔ امریکی فوجیں جنگ کے خاتمہ پر فرانس اور بلجیم کی سرزمین میں موجود ہونے کے علاوہ جرمنی کے ایک تہائی حصے پر قابض تھیں۔

جنگ کے خاتمے پر سوویٹ روس اور امریکہ دنیا میں درجہ اول کی طاقتیں بن کر برآمد ہوئے۔ برطانیہ بھی بڑی طاقت بن کر نکلا لیکن اقتصادی مشکلات نے اسے امریکہ کے چھوٹے بھائی کی حیثیت دے دی تھی۔ فرانس اور چین دوسرے درجے کی طاقتیں بن گئے۔ باقی ملکوں کی حیثیت برطانیہ، امریکہ یا روس کے خیمہ برداروں کی سی رہ گئی۔ سیاسی تنظیم کے لحاظ سے اجتماعی نظام کا نازی اور فسطائی تصور شکست کھا کر پاؤں سے گر چکا تھا۔ صرف دو ہی تصور دنیا میں باقی رہ گئے۔ ایک امریکہ اور برطانیہ کی سرمایہ دارانہ جمہوریت کا تصور اور دوسرا سوویٹ روس کی اشتراکی جمہوریت کا۔ ان دونوں تصوروں کے درمیان جنگ کے دوران میں نیز اس کے خاتمے پر قوموں کے اندر داخلی کش مکش جاری ہوئی۔ یورپی ملکوں میں جو سوویٹ روس کے فوجی اقتدار میں آ چکے تھے۔ اشتراکی پارٹیاں ابھریں اور برسر اقتدار آ گئیں یا لائی گئیں۔ یونان اور چین میں یہ دونوں تصورات خانہ جنگی کی کیفیت اختیار کرتے نظر آنے لگے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ کی ہمہ گیریاں

دوسری عالم گیر جنگ اپنی خوفناکیوں اور ہمہ گیریوں کے اعتبار سے پہلی جنگ عظیم سے بدرجہا ترقی یافتہ صورتوں میں نمودار ہوئی۔ جنگ چھڑی اور جرمنی کا جدید جنگی نظام تازہ ترین ایجادوں کو اپنے آغوش میں لیے ہوئے حرکت میں آیا تو معلوم ہوا کہ پہلی جنگ عظیم کی سی مورچہ بندیاں نئی جنگی مشین کے سامنے یکسر بے حقیقت بن کر رہ گئی ہیں۔ پچیس سال پہلے کے عسکری نظام گھوڑوں، خچروں اور اونٹوں کو سامان کی نقل و حرکت کے لیے استعمال کرتے تھے اور چارج کے لیے گھڑ سوار رسالے استعمال کیے جاتے تھے۔ دوسری عالم گیر جنگ نے سواری اور بار برداری کے جانوروں کا استعمال عبث ثابت کردیا۔ اب نقل و حرکت کے لیے پٹرول اور بجلی کی طاقت سے چلنے والے موٹر استعمال ہونے لگے۔ پیادہ فوجوں نے مشینی فوجوں کی صورت اختیار کرلی۔ رسالے کا کام ٹینکوں کے دستوں اور مسلح کاروں سے لیا جانے لگا۔ پہلی جنگ عظیم میں طیارے محض دیکھ بھال یا معمولی قسم کی بم باری کے لیے استعمال ہوئے تھے۔ دوسری میں طیاروں نے مستقل فضائی لشکروں کی صورت اختیار کرلی۔ طیارے دیکھ بھال اور بم باری کے علاوہ بار برداری اور فوجوں کی سواری کے لیے استعمال ہونے لگے۔ پچھلی جنگ میں میکسم گن، لوئیس گن اور کلدار توپیں استعمال ہوئی تھیں اس جنگ میں بندوقوں کی جگہ ٹامی گنوں اور برین گنوں نے لے لی جو لوئیس گن کی طرح مسلسل فائر کرسکتی تھیں۔ میکسم گنوں، لوئیس گنوں اور کلدار توپوں پر مارٹروں، ٹینک شکن توپوں اور آتش بازی کے دوسرے اوزاروں کا اضافہ ہوگیا۔ جنگ کے دوران میں طیارہ سازی کی صنعت نے بہت ترقی کی اور کئی قسم کے طیارے، اڑن قلعے اور بار برداری اور سواری کے ہوائی جہاز بن گئے۔ پیغام رسانی محکم دیانہ اور بےسیم ٹیلی فون اور متنوع گرافی کی کتب پر مشتمل جو وقت آن لائن مکمل رسانی

www.KitaboSunnat.com

کے سلسلے کو سہل تر اور کار آمد تر بنا دیا۔ بحری جنگوں میں نئے قسم کے جنگی جہازوں کے علاوہ نئی نئی آبدوزیں، مقناطیسی سرنگیں اور بہتر قسم کے تار پیڈو استعمال ہونے لگے۔ ان کی روک تھام کے لیے بیسیوں نئے آلات زیر استعمال آئے۔ بم نے اس جنگ میں بہت ترقی کی۔ جرمنی نے طیاروں کے ذریعے انگلستان پر جو بم گرائے وہ بھاری بھرکم مشینیں ہوتی تھیں جو زمین کے اندر تیس چالیس فٹ تک دھنس کر خود بہ خود کام کرنے والی اندرونی کل کی بدولت پھٹتی تھیں اور گرد و نواح کے علاقے میں زلزلہ کی سی کیفیت پیدا کر کے بڑی بڑی عمارتوں کو گرا دیتی تھیں۔ جنگ کے آخری مرحلے میں جب جرمن اپنا ساز و سامان ختم کر چکے تو اتحادی اس قسم کے بھاری بھرکم بم بنا کر جرمنی کے خلاف استعمال کرنے لگے۔ جرمنوں نے ڈنکرک کی جنگ میں شور مچانے والے اور چلانے والے بم ہوائی جہازوں سے گرائے جن کا شور انسان کو حواس باختہ کر دیتا تھا۔ اس جنگ کے بعد جرمنی نے ایسے بموں کا استعمال ترک کر دیا۔ جنگ کے آخری مرحلوں میں جرمنوں نے خود بہ خود اڑ کر آنے والے ''اڑن بم'' اور ہوائیوں کی طرح آسمان کی فضا میں ساٹھ ستر میل اوپر جا کر گرانے والے ''راکٹ بم'' ایجاد کیے۔ ان ایجادوں سے بم پھینکنے کے لیے ہوائی جہازوں کے استعمال کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اخیر میں امریکہ نے ''ایٹم بم'' ایجاد کیا یعنی امریکی سائنس دانوں نے یورینیم دھات کے جزو لا یتجزیٰ کو برقی لہروں سے پھاڑنے یا اس کی قلب ماہیت کرنے کا طریق معلوم کر لیا۔ ذرہ لا یتجزیٰ یا پرمانو کی قلب ماہیت کرنے سے اس قدر غیر معمولی حرارت پیدا ہوئی جو کئی کئی میل تک لپیٹ میں آنے والی ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دینے کے لیے کافی تھی۔ اس جوہری آتش کو پیدا کرنے کا تجربہ امریکہ کے سائنس دانوں نے پہلے پہل میکسیکو کی صحرا میں کیا اور آخر جنگ کو فتح کرنے کے لیے امریکہ کی حکومت نے یہ نئی ایجاد جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی کو اس کی انسانی آبادی اور حیوانی زندگی سمیت جلا کر خاک سیاہ کر دینے کے لیے استعمال کی۔ ایٹم بم یا جوہری آتش کی ایجاد نے دوسری عالم گیر جنگ ختم کر دی۔ تمام دنیا کو امریکی قوم کے لوگ وسط ایشیا کے ہنوں اور چنگیز خانی مغلوں سے بھی زیادہ سفاک اور طاقت ور نظر آنے لگے اور دنیا کی تمام قومیں دم بہ خود ہو کر رہ گئیں۔

اقوام عالم نے اس جنگ میں زہریلی گیسوں اور بیماری کے جرثوموں کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرنے کے بارے میں شرافت سے کام لیا لیکن خوفناک بم ایک دوسرے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی آبادیوں کے خلاف آزادانہ استعمال کیے گئے۔ عام طور پر متحارب قوموں کی کوشش یہی رہی کہ صرف فوجی ٹھکانوں، کارخانوں، جنگی اور صنعتی رقبوں کو بم باری کا ہدف بنایا جائے لیکن ایک دوسرے کی جنگی ہمت توڑنے اور نقصان پہنچانے کے لیے بم بماری کی یہ مہمیں ہمہ گیر حیثیت اختیار کرتی چلی گئیں۔ ہزاروں بم بار طیارے لڑاکے طیاروں کی معیت میں کسی خاص رقبے پر جا کر بم گراتے تھے اور اپنے ہدف کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے تھے۔ لندن اور برلین کو اس قسم کی بم باریوں کا سب سے زیادہ تلخ تجربہ ہوا۔ جنگ کے بعد لندن بہت بڑی حد تک اور برلین مکمل طور پر کھنڈروں کا شہر بن چکا تھا۔

حمل ونقل کے ذرائع میں طیارہ سازی کی صنعت کی ترقی جنگ میں بہت کارآمد ثابت ہوئی جرمنی نے طیاروں پر سے دشمن ملک کے جگر اور عقب میں چھاتوں کے ذریعے فوجیں اتارنے کی رسم شروع کی۔ جنگ کے آخری مرحلوں میں امریکہ نے طیارہ سازی کی صنعت اور پیداوار کو اتنی ترقی دے لی کہ فوجوں کو منتقل کرنے، دشمن سے گھرے ہوئے علاقوں میں اپنی فوجوں کو رسد اور کمک پہنچانے کے لیے طیاروں پر انحصار کیا جانے لگا۔

یہ جنگ سابقہ ادوار کی جنگوں سے اس لحاظ سے بھی مختلف تھی کہ اس کی ہمہ گیریوں نے تمام ملکوں کو اپنی قومی زندگی کے تمام شعبوں کو جنگ کے لیے منظم کرنے پر مجبور کر دیا۔ تمام افراد کی سرگرمیاں بالواسطہ اور بلاواسطہ جنگ کے لیے مخصوص ہو کر رہ گئیں۔ قوموں کے سارے کاروبار جنگی مقاصد کے سانچوں میں ڈھل گئے۔ تا آں کہ دنیا میں ہر جگہ حکومتوں کو سامان خوراک اور اشیائے استعمال کی کھپت ضبط میں لانی پڑی۔ ہر ملک میں سرکاری انتظام کے ماتحت راشن تقسیم ہونے لگے۔ قدرتی، زراعتی اور صنعتی پیداوار حکمرانوں کے بس میں چلی گئی۔ انسانوں کے رزق کا اختیار حکومتوں کے ہاتھ میں منتقل ہوگیا۔ جنگ کے دوران میں دنیا بھر کے ملکوں میں خواہ وہ جنگ کا میدان تھے یا نہیں تھے، جنگ میں شامل تھے یا غیر جانب دار تھے، عملاً نازی اور فسطائی انداز کے ضبط ونظم قائم ہونے لگے۔ تحریر و تقریر اور فکر کی آزادیاں مفقود ہوگئیں۔ اخبارات پر سنسر قائم کیے گئے اور کاغذ کی قلت کے باعث اخباروں کی ضخامت محدود کر دی گئی۔ غرض یہ جنگ روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانی افراد کی زندگیوں پر براہ راست اثر انداز ہوئی۔ اکثر ملکوں کو سامان خورد و نوش کے قحط کا سامنا کرنا پڑا۔ ضروریات زندگی ہر لاگہ و قطعین سے بہ ازمنہ متنوع و مکفوف کتب کی بہ ضبط مشمل مفت آن لائن مکتبہ لائی ہوئی اور تمروں

فنکشن ہر لاگہ و قطعین سے بہ ازمنہ متنوع و مکفوف کتب کی بہ ضبط مشمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہوئی سہولتیں صرف حکمران اور اس کے منظور نظر طبقوں تک محدود ہو کر رہ گئیں۔ جنگ ختم ہوئی تو دنیا بھر کے لوگ خوراک اور سامان ضرورت کی کمی کی مصیبت میں مبتلا ہونے کے علاوہ طرح طرح کی ان پابندیوں میں جکڑے ہوئے نظر آئے جو حکمران طبقوں نے جنگی حالات کے باعث دوران جنگ میں نافذ کردی تھیں۔ جرمن قوم دنیا میں فسطائی انداز کا نیا اجتماعی نظام قائم کرنے کا عزم لے کر اٹھی تھی اور دوسری قوموں کی با اقتدار رہنما بننے کا خواب دیکھ رہی تھی۔ وہ اس جنگ میں تباہ ہو کر رہ گئی اور اس کے ساتھ سائنس کی علمی تحقیقات کا سب سے بڑا گہوارہ بھی تباہ ہوگیا۔ کیوں کہ جرمن قوم علمی تفتیش اور صنعتی ترقی میں سب قوموں سے پیش پیش تھی۔ کئی قسم کی اشیا، آلات، ادویہ، کیمیاوی سامان، رنگ اور سینکڑوں دوسری چیزیں جس اچھی حیثیت کی جرمنی میں بنتی تھیں اور کسی جگہ تیار نہیں ہوتی تھیں۔ جرمن قوم علوم حاضرہ میں سب قوموں سے پیش پیش تھی۔ ایجادات کے معاملے میں جرمن سائنس دانوں کا فکر دوسری اقوام کے سائنس دانوں کے فکر سے بہت آگے آگے چل رہا تھا لیکن جرمنی کے پاس اپنی علمی تحقیقاتوں کو وسیع پیمانے پر بروئے کار لانے کا سامان نہ تھا۔ خام اشیا اسے دوسرے ملکوں سے حاصل کرنی پڑتی تھیں جس کے دروازے جنگ نے جرمنوں پر بند کر دیے۔ جرمنی کی شکست کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ اس کے حریفوں برطانیہ، امریکہ اور روس کے پاس ہر قسم کی پیداوار کے ذرائع بہت زیادہ تھا۔ اس لیے جنگ جوں جوں طول پکڑتی گئی اسلحہ اور سامان تیار کرنے کی صلاحیتیں جرمنی میں کم اور برطانیہ، امریکہ اور روس میں زیادہ سے زیادہ ہوتی چلی گئیں۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ جنگ کے آخری سال میں برطانیہ، امریکہ اور روس ٹینک اور طیارے ابتدا کی بہ نسبت چند در چند کی تعداد میں استعمال کر رہے تھے لیکن جرمن اپنا یہ سامان ختم کر کے اڑن بموں اور راکٹ بموں کے محدود استعمال کا سہارا لینے پر مجبور ہوگئے۔ اس کے علاوہ سیاسی جوڑ توڑ کے میدان میں جرمن قوم کا دماغ اس جنگ کے دوران میں بھی اپنے حریفوں کے مقابلے میں ناکارہ ثابت ہوا۔ برطانیہ، امریکہ اور روس نہ صرف اختلافات کو خوش اسلوبی سے طے کرنے میں کام یاب ہوتے رہے بلکہ انھوں نے اقوام عالم کی اکثریت کو اپنے مقصد کا حامی اور ہمدرد بنا لیا۔ جنگ کے خاتمے پر دنیا میں سیاسی اور اجتماعی تصور کے اعتبار سے دو مسلک کامگار و کامران برآمد ہوئے جن میں سے ایک مسلک سوویٹ روس کی اشتراکی جمہوریت کا ہے جو دنیا بھر میں اشتراکیت کے اصول کی بنا پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شورائی جمہوریتوں کا متحدہ نظام قائم کرنے کا خواب دیکھ رہا ہے۔ دوسرا مسلک امریکہ کی سرمایہ نواز جمہوریت کا ہے جو اپنے اصولوں کی بنا پر اقوام عالم کا متحدہ نظام برپا کرنے کا خواہاں ہے۔ دنیا کا آیندہ امن ان دونوں مسلکوں کے علم برداروں کی باہمی افہام و تفہیم پر موقوف ہے۔ ان کا تصادم اقوام عالم کو ایک اور بڑی جنگ میں مبتلا کردے گا۔ جو اس دوسری عالم گیر جنگ سے بدرجہا ہمہ گیر تر اور خوف ناک تر ہوگی۔ ایٹم بم کی دریافت کو نوع انسانی کی آیندہ جنگ کی ہول ناکیوں کا ایک ابتدائی سا پیش خیمہ سمجھیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیسویں صدی مسیحی کے عام کوائف

علمی ترقیات اور ایجادات :

کلوں اور مشینوں سے کام لینے کا دور انیسویں صدی مسیحی کے آغاز ہی سے شروع ہو چکا تھا جب انسان نے بھاپ کی طاقت سے بڑے بڑے کام لینے شروع کر دیے تھے۔ اس صدی کے آخر میں بجلی کی طاقت انسان کے ہاتھ لگ گئی جس سے بہت سے کام لیے گئے۔ بیسویں صدی مسیحی کے ۴۵ سالوں میں بہت سی نئی دریافتیں اور ایجادیں کی گئیں۔ پہلے متحرک تصویریں ایجاد ہوئیں پھر ان کے ساتھ ایک دوسری ایجاد فونو گراف اور جہیر الصوت (لاؤڈ سپیکر) کو ملا کر بولتی چالتی متحرک تصویریں بنائی گئیں۔ جو سنیما اور ٹاکی کہلائیں اور چند ہی سال میں تفریح کا سامان بن کر دنیا بھر میں رائج ہو گئیں۔ اٹلی کے مارکونی نے وائرلیس یعنی بے تار کی پیغام رسانی کا طریق نکالا جو بہت جلد دنیا بھر میں مروج ہو گیا۔ نشر صوت کا آلہ ریڈیو ایجاد ہوا جس نے اتنی اہمیت حاصل کی یہ آلہ دنیا بھر کے متمول خاندانوں کے گھروں کی زینت بن گیا اور حکومتوں کو اس کے انتظام اور پروگرام کے لیے باقاعدہ محکمے قائم کرنے پڑے۔ فرانس کی ایک عورت مدام کیوری نے ریڈیم ایسی بیش قیمت دھات دریافت کی جو سرطان کے علاج کے علاوہ علمی تفتیشوں میں کام آنے لگی۔ اس کے علاوہ اور بھی نئی دھاتیں دریافت کی گئیں۔ امریکہ کے ایک موجد اڈیسن نے ٹیلی فون، فونو گراف اور سنیمیٹو گراف ایجاد کیے۔ ٹیلی گراف اور ٹیلی فون کے کام کو بہت ترقی دی اور بجلی کی طاقت سے کام کرنے والی کئی کلیں اختراع کیں۔ ٹیلی ویژن کی دریافت نے جو ابھی ابتدائی حالت میں ہے ایک جگہ کے منظر کو دوسری جگہ منتقل کرنا آسان بنا دیا۔ ٹیلی فون، وائرلیس، ٹیلی فون اور ریڈیو نے آواز کو منتقل کرنا اور نشر کرنا عام کر دیا۔ نشر صوت کے آلات نے آواز کو بلند تر کرنا ممکن بنا دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹیلی ویژن نے اصلی منظر کو منتقل کرنا ممکن بنا دیا۔ پرواز کے فن نے اس ۴۵ سالہ دور میں بہت زیادہ ترقی کی۔ جنگ کے خاتمے تک ایسے طیارے ایجاد ہوگئے جو چھ ہزار میل تک براہ راست پرواز کرسکتے ہیں۔ جنگ میں طیارے سواری اور بار برداری کے کام کے لیے بہت مفید ثابت ہوئے۔ اڑن بموں نے خود پرواز مشینوں کی اختراع کا دروازہ کھول دیا اور راکٹ بم نے تیز رفتاری کا نیا ریکارڈ قائم کردیا۔ ایٹم بم نے جوہری طاقت کے لامحدود خزانے کو انسان کے ہاتھ میں دے دیا جسے وہ چاہے نوع انسانی کی تباہی کے لیے استعمال کرے یا اس حیرت انگیز طاقت سے مفید کام لے۔

فلسفہ اور حکمت میں جرمنی کے حکیم آئین سٹائین نے نظریہ اضافیت قائم کرکے کائنات کے متعلق انسانی تصور میں بہت کچھ تبدیلی پیدا کردی۔ طب اور جراحی میں نہ صرف نئی نئی دریافتیں ہوئیں بلکہ علاج اور طریق علاج میں بہت ترقی کی گئی۔ صنعت، آرٹ، انجینئرنگ، معماری، طباعت، کاغذ سازی اور دیگر علوم و فنون میں وہ ترقیاں ہوئیں جو پچھلے ادوار کے انسان کے خواب و خیال میں بھی نہ آئی ہوں گی۔ نفسیات انسان کے علمی مطالعہ کی کوششیں شروع کی گئیں۔ علم طبقات الارض کو ترقی دی گئی۔ دوربینوں سے نئے ستارے دریافت کیے گئے۔ گزشتہ ادوار کے انسانوں کے بہت سے خیالی طلسمات اس دور میں معرض وجود میں لائے گئے یہ سب کچھ علمی تحقیق و تفتیش کے ذوق کا ماحصل تھا جس میں فرنگی قومیں باقی اقوام سے پیش پیش رہیں۔ علمی ترقیوں، نئی دریافتوں اور تازہ ایجادوں نے انسان کے لیے ایسی ایسی سہولتیں مہیا کردیں جو پچھلے ادوار کے انسانوں کو میسر نہ تھیں۔ ان علمی کامیابیوں اور عملی سہولتوں نے زندگی اور زندگی کے مقصد کے متعلق انسان کے فکر میں بہت تبدیلیاں پیدا کردیں اور یہ ترقیاں انسان کی بود و باش کے طریقوں پر بھی اثر انداز ہوئیں۔ زندگی کا مقصد ''کھاؤ پیو اور خوش رہو'' قرار پانے لگا۔ بود و باش کو پہلے سے زیادہ با آرام، زیادہ خوشنما اور زیادہ پر شوکت بنانا جینے کے لیے ضروری سمجھا گیا۔ حفظان صحت، صفائی، اچھے گھر اور اچھی بود و باش کی طرف پہلے کی بہ نسبت زیادہ توجہ مبذول ہونے لگی۔ تفریحات کے سلسلے میں اصلاح یافتہ کھیلیں اختیار کی جانے لگیں۔ ڈرامہ اور ناٹک کی جگہ چلتی پھرتی اور بولتی چالتی تصویروں (سینما ٹاکی) کی نمائش نے لے لی۔ موسیقی سننے کا شوق بہت ترقی کر گیا۔ ریڈیو کی ایجاد نے موسیقی کی تفریح عام اور اہل الحصول بنا دی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورت کا درجہ :

اس دور میں عورت کے متعلق بھی سوسائٹی کے پرانے زاویہ نگاہ میں بہت تبدیلیاں رونما ہونے لگیں۔ صنف نازک کو ان بندھنوں سے آزاد کرنے کی تحریکیں شروع ہوئیں جن میں انھیں مردوں نے جا بہ جا مبتلا کر رکھا تھا۔ پہلے یورپ کی عورتوں نے سماج کی محفلوں میں مردوں کی طرح پوری آزادی کے ساتھ شریک ہونے اور کھلم کھلا چلنے پھرنے کے حق حاصل کیے۔ پھر اپنی پسند کی محبت اختیار کرنے کا حق لیا۔ ازاں بعد یورپ اور امریکہ کی عورتوں نے مردوں سے طلاق لینے بلکہ شوہروں کو طلاق دینے کے حق منوائے۔ پھر ان میں سیاسی حقوق حاصل کرنے کی تحریک چلی اور ووٹ دینے کا حق حاصل کیا۔ اس کے بعد انھوں نے عورتوں کو سیاسی حقوق کے معاملے میں مردوں کے برابر لانے کے مطالبے اٹھائے اور منوائے۔ ازاں بعد محنت مزدوری اور حق الخدمت کے معاوضے میں مردوں کے برابر آنے کا درجہ حاصل کیا۔ تاآں کہ دوسری عالم گیر جنگ میں عورتیں فوج میں بھرتی ہونے لگیں۔ انھوں نے جنگی کارخانوں، دفتروں اور مشینی شعبوں میں مردوں کی طرح ذمہ داری کے کام اختیار کر لیے۔ عورتیں جرنیل، کرنیل، میجر، پارلیمنٹ کی ممبر، بیرسٹر، ڈاکٹر، جج، ہوا باز، میکینک، انجینئر غرض سب کچھ بننے لگیں اور فرنگی اقوام کے علاوہ دوسری قوموں نے بھی ہر لحاظ سے عورتوں کی آزادی کی یہ تحریکیں جاری ہوئیں اور ہر ملک کی عورتیں کسی نہ کسی حد تک اپنے حقوق حاصل کرنے میں کام یاب ہوتی گئیں۔ البتہ باپ کی وراثت میں سے حصہ لینے کا حق جو دین اسلام نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے عورتوں کو تفویض کیا تھا اور جس پر مسلمان قومیں کم و بیش عمل کرتی رہیں۔ ابھی تک عصر حاضر کی متمدن اقوام نے بھی تسلیم نہیں کیا۔

مذہب اور اخلاق :

عصر حاضر کی علمی اور فکری تحریکات نے اقوام فرنگ کے پڑھے لکھے لوگوں کو جو اپنے فکر اور دماغ کو استعمال کرنے لگے تھے عیسائیت کے پیچ در پیچ مذہبی معتقدات سے بے زار کرنا شروع کر دیا تھا۔ فرنگستان کی قوموں میں مذہب سے بیزاری کی یہ تحریک صدیوں سے جاری تھی جو بیسویں صدی میں رسو کے اندر خدا کی ہستی سے انکار کرنے والا منظم گروہ پیدا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے پر منتج ہوئی۔ فرنگستان کی دوسری قومیں عملاً مذہب کو خیر باد کہہ چکی تھیں۔ لہٰذا عصر حاضر کی معاشرت میں مذہبی قیود سے بیزاری کا جذبہ بہت ترقی پذیر ہوا۔ چوں کہ فرنگی قومیں طاقت، علم، دولت، تجارت، طرز بود و ماند میں دنیا کی دوسری قوموں پر فوقیت حاصل کر چکی تھیں۔ اس لیے ان کی دیکھا دیکھی مذہبی قیود سے بیزاری کی لہر ساری دنیا میں پھیل گئی اور عام ہو کر عالم گیر حیثیت اختیار کرنے لگی۔ اس تحریک سے یورپ اور امریکہ کے عیسائی اور مسیحی کہلانے والوں کے علاوہ دنیا بھر کے مسلمان، ہندو، بدھ اور دیگر مذاہب کے پیرو سب متاثر ہوئے۔ ہر جگہ مذہبی قیود پر عمل کرنے والی جمعیتیں کم ہونے لگیں جن کو نئی روشنی کے لوگوں نے قدامت پسند اور تاریک خیال قرار دیا۔ نئی روشنی کے لوگ زندگی کا مقصد ''کھاؤ پیو اور خوش رہو'' قرار دے چکے تھے۔ زاویہ نگاہ کی اس تبدیلی نے اخلاقیات کے پرانے معیار کو یکسر تبدیل کر دیا۔ مادی لحاظ سے دنیاوی لذتیں حاصل کرنے کے شوق میں نوع انسانی کی اکثریت پرانی اخلاقی قیود کو بالائے طاق رکھنے لگی۔ تا آں کہ عصر حاضر کی روح مرد اور عورت کے جنسی تعلق کے بارے میں ازدواجی پابندیوں اور دوسری قیود سے کھلم کھلا بغاوت کرنے پر آمادہ نظر آ رہی ہے۔ محض حصول ثواب اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے جذبے سے متاثر ہو کر ہم نوع انسان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے کا تصور مٹ رہا تھا۔ سچائی، دیانت داری، حق شناسی، خلق خدا کے ساتھ بھلائی، حاجت مندوں کی امداد اور داد رسی وغیرہ ایسے کاموں کو جنھیں مذاہب نے نیک قرار دیا تھا۔ عصر حاضر میں اس حیثیت سے اختیار نہیں کیا جاتا جس حیثیت سے پہلے اختیار کیا جاتا تھا۔ اب اس نوعیت کے کام کسی نہ کسی سیاسی یا دنیوی فائدے کو پیش نظر رکھ کر اختیار کیے جاتے ہیں۔ ہر خدمت کے معاوضے میں بالواسطہ یا بلا واسطہ حق الخدمت وصول کرنے کا خیال ہر اچھے کام کا بنیادی محرک بن رہا ہے۔ عصر حاضر کے لوگ سماج کے بنائے ہوئے قوانین کی پابندی کے محض اس لیے قائل ہیں کہ ان کی خلاف ورزی انھیں سماج کی عدالتوں سے سزا دلوائے گی۔ عصر حاضر کا انسان قتل، چوری، فریب، جھوٹ، بد اخلاقی یا کسی اور گناہ سے محض اس لیے محترز رہتا ہے کہ عدالت سے سزا نہ پائے اگر یہ ڈر نہ ہو تو مذہب اور اخلاق کی پابندیوں سے بیزار ہونے والا یہ انسان سب کچھ کر گزرنے میں ذرہ بھر دریغ سے کام نہ لے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاسی اور اجتماعی تحریکیں:

بیسویں صدی مسیحی کے نصف اول کی سیاسی اور اجتماعی تحریکیں پچھلی صدی کی طرح اقوام کی آزادی خواہی اور عوام کی حق طلبی کے محور پر گردش کرتی رہیں۔ پہلی عالم گیر جنگ کے بعد دنیا بھر کی قوموں میں استقلال اور مکمل آزادی حاصل کر کے اپنے داخلی اور خارجی امور کو اپنے حسب فکر طے کرنے کی تحریکیں اٹھیں اور روس کی سرزمین سے ایک نئی اجتماعی تحریک پیدا ہوئی جس کا مقصد اشتراکیت کے اصول پر اجتماعی نظام قائم کرنا تھا۔ روس کے اس سماجی انقلاب نے باقی دنیا کے با اقتدار سرمایہ دار حلقوں میں اضطراب کی لہر پیدا کردی اور انھوں نے نہ صرف اپنے اپنے ملک میں اس تحریک کے نشوونما کو روکنے کے لیے تدبیریں اختیار کیں بلکہ اس نئی تحریک کو اس کے گہوارے ہی میں کچلنے کے لیے عسکری مہمیں بھیجیں۔ یہ تحریک اس حملے اور اندرونی قحط کی مصیبتوں سے بچ نکلی اور اس نے چند ہی سال میں روس کی مملکت میں زراعتی، صنعتی اور معاشرتی انقلاب برپا کر کے بہت طاقت حاصل کرلی۔ اس تحریک کے علم برداروں کا سب سے بڑا کام یہ تھا کہ انھوں نے پندرہ بیس سال کی مختصر سی مدت میں اپنے ہاں کے نوے فیصد اشخاص کو لکھنے پڑھنے کے قابل بنا دیا۔ سرمایہ دارانہ نظام رکھنے والے ملکوں نے اس تحریک کے مقابلے میں جو تدبیریں اختیار کیں انھوں نے اٹلی، جرمنی اور ہسپانیہ میں فسطائی تحریک کو جنم دیا جو مدافعانہ اور جارحانہ مقاصد کے لیے نئے انداز کی قومی تنظیم تھی۔ اس نئی تحریک نے اپنی ہستی کو منوانے کے لیے امپیریلزم اور بولشوازم کی قوتوں سے ٹکر لی اور پاش پاش ہو کر رہ گئی۔

امپیریلزم (شہنشاہیت) اور آزادی اقوام کی کش مکش نے قومی آزادی کی کئی قسموں کو جنم دیا جو مستعمراتی درجہ، انتداب، حکومت خود اختیاری، آزاد ریاست اور معاہد ریاست وغیرہ کی اصطلاحی شکلوں میں رونما ہوئیں اور آخر کار کامن ویلتھ یعنی مختلف اقوام کی دولت مشترکہ کا تصور پیدا کرنے پر منتج ہونے لگیں۔ برطانوی، فرانسیسی، ڈچ اور جاپانی شہنشاہیت نے اپنی اپنی مملکت کے اقطاع کو یکمشت رکھنے کے خیال سے مشترکہ دولت اور مشترکہ خوش حالی کے حلقے اور متحدہ نظام برپا کرنے کی طرح ڈالی۔ جاپان جنگ میں شکست کھا جانے کے باعث میدان سے ہٹ چکا ہے۔ برطانیہ، فرانس اور ہالینڈ اپنی اپنی کامن ویلتھ کو معرض ظہور میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لانے کے لیے کوشاں ہیں۔ امریکہ اقتصادی تعلقات کی بنا پر مشترکہ اقتصاد کا متحدہ نظام قائم کرنے کا خواہاں ہے۔ جس کے بازو براعظم امریکہ کے ملکوں برطانیہ، فرانس اور ہالینڈ کی مجوزہ کامن ویلتھوں اور ایشیا کے بعض آزاد ملکوں کو اپنے آغوش میں لینے کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ ان بڑی تحریکوں کے نیچے بعض دوسری تحریکیں بھی جڑ پکڑ رہی ہیں جن میں سے ایک عرب نسل کے ملکوں یعنی مصر، شام، لبنان، فلسطین، شرق اردن، سعودی عرب، یمن اور عراق کی عرب لیگ کا قیام ہے یہ عرب لیگ مستقبل میں طرابلس، الجزائر اور مراکش کے عرب اور بربری ملکوں کو بھی اپنے اتحاد میں شامل کرنے کا خواب دیکھ رہی ہے۔ ہندوستان کے ہندو متحدہ ہندوستان کو دنیا کی عظیم طاقت بنانے کے ساتھ ساتھ چین، ہند چینی اور مشرق وسطی کے بعض ملکوں کے ساتھ متحدہ بلاک بنانے کے خیال کا اظہار کر رہے ہیں۔ ہندوستان کے مسلمان ان علاقوں میں جہاں ان کی غالب اکثریت آباد ہے جداگانہ آزاد ریاست ''پاکستان'' بنانے میں کام یاب ہو چکے ہیں۔ مملکت روس کی سوویٹ جمہوریتوں کا متحدہ نظام اپنی عالم گیر توسیع کے خواب دیکھ رہا ہے۔ یہ نظام جو پچھلی جنگ عظیم کے آخر میں پیدا ہوا تھا اٹھائیس سال کی مدت میں درجہ اول کی اہمیت اور طاقت حاصل کر چکا ہے۔

قومیت (نیشنلزم) کے احساس کی بنا پر الگ الگ ریاستیں قائم کرنے کے نتائج یورپ کے ملکوں میں لامتناہی کش مکش رقابت اور پیہم جنگوں کی صورت میں رونما ہوئے۔ استعمار کی ہوس نے دول عظمیٰ پیدا کیں جن کی خارجی پالیسیاں امن عالم کو متزلزل کرنے پر منتج ہوتی رہیں۔ بیسویں صدی مسیحی کی دو عالم گیر جنگیں اور دوسری چھوٹی موٹی لڑائیاں انھی دو فکروں میں حد سے زیادہ مبتلا ہونے کا نتیجہ تھیں۔ اس لیے پہلی جنگ عظیم کے بعد قیام امن کے لیے ایک عالم گیر بین الاقوامی ادارہ جمعیۃ الاقوام (لیگ آف نیشنز) کے قیام کی ضرورت محسوس کی گئی لیکن چوں کہ دول عظمیٰ کی پالیسیوں میں کوئی خوشگوار تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی، اس لیے یہ تجربہ ناکام ثابت ہوا اور بیس سال کے بعد دوسری عالم گیر جنگ واقع ہوگئی۔ اب اس دوسری جنگ کے بعد متحدہ اقوام کے عالم گیر نظام کی طرح ڈالی گئی ہے جس کا مقصد جنگ کے بعد کی تین بڑی طاقتوں یعنی امریکہ، برطانیہ اور روس کی متحدہ عسکری اور جنگی قوت کے بل پر دنیا کا امن قائم رکھنا قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ تین بڑی طاقتیں ساری دنیا کو غلام بنا کر رکھنے پر متحد ہو سکیں تو تمام قومیں ان کی غلام اور دست نگر بن کر رہ جائیں گی اور اگر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے باہمی اتحاد اور نیک نیتی سے اقوام عالم میں عدل و مساوات قائم کر کے ان اچھے عزائم کو بروئے کار لانے کی کوشش کی تو نوع انسانی اصلاح و ترقی کی نئی راہیں اختیار کر لے گی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اہل عالم کا تدبر نوع انسانی کی ایک عالم گیر پارلیمنٹ اور ایک متحدہ پولیس کا ایسا عالم گیر نظام قائم کرنے میں کام یاب ہوتا ہے یا نہیں جو مختلف قوموں، گروہوں اور ملکوں کے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں کو مبنی بر عدل آئین کے مطابق چکا دے سکتا ہو اور جو نوع انسانی کے درمیان نسل و رنگ، جبر و مجبور ثروت و افلاس وغیرہ کے امتیازات دور کر کے سب کے لیے پھلنے پھولنے اور ہر لحاظ سے ترقی کرنے کے مساوی مواقع مہیا کر دے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماضی، حال اور مستقبل

آخری تبصرہ

یہ ہے انسان کی مجمل سی سرگزشت جو چقماق پتھر کے دور سے لے کر ایٹم بم کے زمانے کے آغاز تک اس کی ہر گونہ ترقیوں، تبدیلیوں، کش مکشوں، سرگرمیوں اور تحریکوں وغیرہ کا حال بیان کر رہی ہے۔ اب سے کروڑوں سال پہلے سطح ارضی پر انواع و اقسام کی زندگیاں ماؤطین سے پیدا ہو کر پھلنے پھولنے لگیں۔ حیات کی ان ان گنت شکلوں میں سے ایک انسان کی نوع بھی تھی جس نے دوسرے جانداروں کی طرح اپنی فطری صلاحیتوں کے ساتھ زندگی کا سفر شروع کیا۔ ابتدا میں انسان بھی دوسرے حیوانوں کی طرح جنگل کی قدرتی پیداوار پر بسر اوقات کرنے والا غم دیروز و فکر فردا سے آزاد جانور تھا۔ ابتدا میں انسانوں کی ٹولیاں غالباً ہر قسم کے رسم و رواج، قانون، پنچایت، حکومت، گھر، بستی اور تمدنی زندگی کے دیگر لوازم کے بغیر زندگی بسر کرتی ہوں گی۔ آہستہ آہستہ اس کی دماغی صلاحیتیں ترقی کرنے لگیں۔ سوچنے کی عادت نے اس میں اپنے گرد و پیش کا جائزہ لینے اور اپنے تجربوں سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت پیدا کر دی اور وہ زندگی بسر کرنے کے ڈھب میں اپنی ضرورتوں، حاجتوں، خواہشوں اور فکروں کے مطابق تبدیلیاں اختیار کرنے لگا۔ اس طرح اس کی تمدنی زندگی کی ابتدا شروع ہوئی۔ اس کی ٹولیاں منظم کنبوں، قبیلوں اور قوموں کی صورت اختیار کرنے لگیں۔ انھوں نے ستر پوشی، ازدواج اور قبیلوی ضبط و نظم کے قاعدے اور قانون اختیار کر لیے۔ اس دور کی سب سے بڑی دریافت غالباً لکڑی کی شاخوں کو رگڑ کر اور چقماق پتھر کو جھاڑ کر ضرورت کے وقت آگ نکالنا تھی۔ اس سے قبل وہ آگ کو متاع عزیز کی طرح اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے اور ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے چولھے چوبیس گھنٹے گرم رہتے تھے۔ رہنے سہنے کے لیے یہ ابتدائی انسان غاروں اور درختوں کے کھوکھلے تنوں اور سایہ دار جھنڈوں وغیرہ کو استعمال کرتے تھے۔

مفقود الآثار ابتدائی دور کے انسان کو جنگل کے جانوروں، درندوں، زمانہ قبل از تاریخ کے بھاری بھرکم حیوانوں، رینگنے والے جانوروں، سانپوں وغیرہ کا مقابلہ درپیش تھا۔ اپنی حفاظت اور دفع شر کے لیے وہ ابتدا میں مٹی کے ڈھیلوں، لکڑی کے ڈنڈوں، لاٹھیوں اور پتھر کے ان گھڑت ٹکڑوں کو استعمال کرتے تھے۔ تجربہ نے ان پر نوک دار پتھروں کی اہمیت واضح کردی اب وہ پتھروں کو رگڑ کر اور گھڑ کر نوک دار اور دھار والے اوزار بنانے لگے۔ اس مقصد کے لیے چقماق پتھر انھیں سب سے زیادہ موزوں نظر آیا جو اپنی صلابت کے باعث مضبوط اور دیرپا تھا۔ چقماق پتھر کے یہی اوزار اب زمین کی تہوں سے برآمد ہو رہے ہیں جو پتھر کے زمانے کی انسانی ترقیوں کا حال ظاہر کرتے ہیں اور نوع انسان کی تاریخ کے اولین آثار کے طور پر ہم تک پہنچے ہیں۔

ابتدائی دور سے سنگی دور تک کے تمدن میں انسان نے ہزاروں بلکہ لاکھوں سال میں ترقی کی۔ اس سلسلے میں انسانوں کی جمعیتیں نئی نئی دریافتیں اور نئی نئی ترقیاں کرتی چلی گئیں۔ ہر نئی دریافت مرور وقت کے ساتھ ساتھ انسان کی آبادیوں میں رواج پاتی چلی گئی۔ تمدن و ترقی کی ہر نئی لہر جو کسی قبیلے یا قوم کے تجربہ اور فکر سے اٹھتی تھی، انسانوں کے باہمی اختلاط کے باعث ہاتھوں ہاتھ منتقل ہوتی ہوئی زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتی تھی۔ تمدن و ترقی کی لہروں کے اس انتقال و نشر میں صدیاں لگ جاتی تھیں۔ تاہم انسان کی جمعیتیں اپنی تازہ دریافتوں اور ایجادوں سے ایک دوسرے کو متعارف و متاثر کرتی چلی گئیں یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

دورِ شکار:

تیز دھار والے ہتھیار اور اوزار ایجاد کر لینے کے ساتھ انسان کی زندگی کے ڈھب میں زبردست انقلاب رونما ہوا۔ اب اس کی جمعیتیں ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی تیز دھار والے ہتھیار بنانے اور جانوروں اور درندوں کا شکار کرنے لگیں شکار کے جانوروں کے پیچھے انسانوں کی جمعیتیں سطح ارضی کے دور دراز گوشوں تک پھیلتی چلی گئیں۔ ظاہر ہے کہ اس دور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بعض جمعیتیں اپنے قدیم طرز زندگی پر قائم رہی ہوں گی۔ یعنی قدرتی پیداوار کی تلاش میں سرگرداں پھرتی ہوں گی۔ ان کے مقابلے میں شکاری انسان ترقی یافتہ تھے اور پہلوں کے مقابلے میں جابر و قاہر بن گئے کیوں کہ وہ ہتھیاروں والے تھے اور دوسرے جانداروں اور انسانوں کو زخمی کر کے ان کی جان لے سکتے تھے۔

اس دور شکار کی ایک اہم ایجاد کمان بھی ہے جس کی مدد سے انسانوں نے اپنے تیز دھار اور تیز نوک والے ہتھیار دور پھینکنے کا فن حاصل کیا۔ کمانوں اور غلیلوں کی مدد سے وہ اپنے تیر اور مٹی پتھر کے گولے دور تک پھینکنے لگے۔ کمانوں کا استعمال دریافت کرنے والے ہاتھ کے ہتھیار استعمال کرنے والوں سے ترقی یافتہ تھے۔ لہٰذا جنگوں میں ان پر غالب آجاتے ہوں گے۔

دور شکار کے انسان کھالوں کے مشکیزے، کھالوں کے برتن، کھالوں کے کپڑے اور کھالوں کے فرش اور جھونپڑے استعمال کرتے تھے۔ انھیں درندوں، وحشی جانوروں، اژدہوں اور سانپوں کے علاوہ ادنیٰ نسل کے انسان نما حیوانوں کا مقابلہ بھی درپیش تھا۔ اقوام عالم کی قدیم حکایات میں دیووں اور انسانوں کی جنگوں کے جو تذکرے ملتے ہیں وہ غالباً اسی دور کی کش مکش کا حال ظاہر کر رہے ہیں۔ شکاری دور کے حقیقی انسانوں نے نینڈرتھل نسل کے بدصورت اور کرومیگنان نسل کے قوی ہیکل لوگوں کو تباہ کر کے مٹا دیا۔ جن کے آثار بعض مقامات سے اب بھی مل رہے ہیں۔

زراعتی دور:

اس عالم میں صدہا سال گزر گئے۔ انسان کی جمعیتیں کرہ ارضی پر شکار کی تلاش میں سرگرداں پھرتی نئے نئے تجربوں سے دوچار ہو رہی تھیں کہ دجلہ و فرات کی وادی سے تمدن کی ایک نئی انقلابی لہر اٹھی۔ بعض لوگوں نے خود رو گندم کی غذائی حیثیت اور اس کے دیر تک محفوظ رہنے کی خاصیت معلوم کر لی۔ یہ لوگ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی پہلے خود رو غلہ سمیٹنے پر ٹوٹ پڑے پھر انھوں نے خود گندم بونے اور دوسرے غلے پیدا کرنے کا فن سیکھ لیا۔ اس طرح یہ لوگ زراعت پیشہ بن کر متمدن زندگی اختیار کرنے لگے۔ زرخیز زمینوں کو تقسیم کر کے انھوں نے بستیاں بسائیں، شہر آباد کیے، مندر بنائے، شہری ریاستیں قائم کیں اور نئے تمدن کی لہر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دجلہ و فرات کی وادی سے نکل کر نیل کی وادی میں پہنچی اور پھر سندھ، ڈینیوب، ہوانگ ہو، ینگ سی کیانگ اور دوسرے دریاؤں کی وادیوں میں پھیلتی چلی گئی۔ خانہ بدوش شکاری انسانوں کی جمعیتیں اس اثنا میں جانوروں کو پالنے، سدھانے اور ان سے کام لینے کا طریق سیکھ چکی تھیں۔ پالتو جانوروں سے دودھ، گوشت، چمڑا اور اون حاصل کرنے لگیں۔ گھوڑوں، اونٹوں، گدھوں اور دوسرے جانوروں کو بار برداری اور سواری کے لیے سدھایا۔ محض شکار پر بسر اوقات کرنے والے لوگ کم ہوتے چلے گئے۔ زراعت اور جانور پالنے کے پیشوں کو ترقی ہوئی۔

اس دور میں انسانوں نے پہلے مٹی کی دیواریں اٹھا کر گھر بنانے، لکڑی کے مکان تعمیر کرنے، پھر پختہ اینٹوں اور پتھروں کی عمارتیں بنانے کے فنون کو ترقی دی۔ دریاؤں کو عبور کرنے کے لیے کشتیاں بنائیں۔ آگ میں پکا کر مٹی کے پختہ برتن بنانے لگے۔ اسی دور میں انھوں نے پہلے تانبے کی دھات پھر سونا، چاندی اور دوسری دھاتیں دریافت کیں۔ پہلے تانبے اور قلعی کو ملا کر برانز دھات کے ہتھیار بنائے اور جب لوہا ہاتھ لگا تو لوہے کے ہتھیار اور اوزار بننے لگے۔

انسان کی زندگی میں زراعتی تمدن غالباً بیس ہزار سال قبل مسیح کے وقت سے شروع ہوا تھا جو آج تک جاری ہے۔ اس اثنا میں سونے کی دریافت نے انسان کی جمعیتوں کو بہت متاثر کیا جو اس چمکتی ہوئی شے کی تلاش میں زمین کے دور دراز گوشوں کو کھنگالنے لگیں۔ جس طرح پہلے ادوار میں وہ شکار کی تلاش میں اور اس کے بعد سرسبز و شاداب زمینوں کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوا کرتی تھیں سونے کی دریافت کے بعد اس کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگیں۔ میکسیکو کے طولطیک اور ارطیک، وسطی امریکہ کے مایا اور جنوبی امریکہ کے انکا سونے ہی کی وجہ سے ان ملکوں میں پہنچے اور آباد ہوئے اور ۱۵۰۰ء کے بعد ہسپانیوں کو ان قوموں کا جمع کیا ہوا سونا لوٹنے کی کشش وہاں لے گئی۔ موجودہ دور میں زرعی پیداوار کے علاوہ ہر قسم کی معدنی پیداواریں انسانوں کی ماہر جمعیتوں کے لیے کشش کا موجب بن چکی ہیں۔ ان سے فائدہ حاصل کرنے کی خواہش ہی قوموں کے درمیان جنگ و جدال پیدا کرنے کا موجب بنتی رہی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صنعتی انقلاب :

زراعتی انقلاب کے بعد انسان کی زندگی میں جو دوسرا بڑا اہم انقلاب رونما ہوا وہ عصر حاضر کا صنعتی انقلاب ہے۔ یہ دور ۱۸۰۰ء کے قریب سے شروع ہوتا ہے۔ زراعتی دور میں انسان نے جانوروں کو قابو کر کے ان سے کام لینے کا کام شروع کیا تھا۔ اس صنعتی دور میں اس نے بھاپ، بجلی، مٹی کے تیل اور کیمیاوی حرارت وغیرہ کی طاقتوں سے کام لینے کے طریقے معلوم کر لیے اور طرح طرح کی کلیں ایجاد ہونے لگیں۔ اب ان کلوں سے ہر قسم کے کام لیے جا رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی بہت سی دوسری ایجادیں انسان کی زندگی کے ڈھنگ میں زبردست تبدیلیاں پیدا کر رہی ہیں۔ ریل گاڑیاں، موٹریں، طیارے، تار برقی، وائرلیس، ریڈیو، سینما، ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، بھاپ اور بجلی کی طاقت سے چلنے والی کلیں، راکٹ راڈار اور دوسری سینکڑوں نئی دریافتیں اور ایجادیں انسان کی زندگی کو کچھ کا کچھ بنا رہی ہیں۔ سب سے آخر میں ایٹم کی طاقت کی دریافت آیندہ کے لیے اور بھی حیرت انگیز صنعتی انقلابوں کا پیغام دے رہی ہے جو اس کے طرز بود و ماند میں زبردست تبدیلیاں پیدا کر دے گی۔

قوموں کا مد و جزر :

اس کتاب میں نوع انسانی کی اہم قوموں کے مدوجزر اور عروج و زوال کے مجمل سے حالات لکھے جا چکے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ نوع انسانی کی جمعیتوں کے درمیان ہر دور اور ہر زمانے میں ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی خون ریزانہ کش مکشیں جاری رہیں۔ ماہر جمعیتوں نے اپنی بہتر خصوصیتوں کے بل پر دوسری قوموں کو مغلوب و محکوم بنایا لیکن ہر قوم کو عروج کے بعد زوال کا سامنا ہوا۔ اس قسم کی کیفیت غالباً اس وقت سے جاری تھی جب انسان کی جمعیتیں منتشر ہو کر سطح ارضی پر پھیلنے لگی تھیں۔ تاریخی آثار و تذکار کی بنا پر سمیریوں، بابلیوں، اشوریوں، یہودیوں، فینقی تاجروں، قدیم مصریوں، پارسیوں، آریوں، یونانیوں، رومیوں، ہنوں، تاتاریوں، ہندوؤں، چینیوں، عربوں، مسلمانوں، مغلوں، ترکوں، افغانوں، قدیم امریکیوں اور فرنگیوں کی سرگرمیوں کے حالات بیان کر دیے گئے ہیں۔ یہ وہ قومیں ہیں جنھوں نے اپنا اپنا وقت پر دنیا کے متنوع و منفرد قطعات پر مشتمل اپنے مخصوص آب و ہوا کا ڈنکا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجایا اور یکے بعد دیگرے دوسروں کے لیے اقتدار و حکمرانی کے مسند خالی کر کے رخصت ہوتی چلی گئیں۔ قوموں کی یہ باہمی جنگیں، یلغاریں اور ہجرتیں نوع انسانی کے مختلف حصوں کے درمیان باہمی اختلاط و ارتباط پیدا کرنے کا موجب بنتی رہیں اور سب اقوام اس طرح ایک دوسرے کے محاسن و معائب، خیالات و افکار اور علم و ہنر سے متاثر ہوتی چلی گئیں۔ اس ساری داستان میں ایک چیز بہت نمایاں نظر آ رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسانوں کی وہ جمعیتیں جو فکری جمود کا شکار ہو کر اپنے حال پر قانع رہتی ہوئی زندگی بسر کرنے لگیں وہ ان قوموں کے ہاتھوں سے مغلوب ہو کر مٹتی چلی گئیں جو اپنی ذہنی اور عملی سرگرمیوں کو جاری رکھنے پر مجبور ہو کر ترقی کی طرف قدم بڑھاتی رہیں۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ہر قوم کے قوائے فکر و عمل ایک مدت کے لیے تیز اور متحرک نظر آتے ہیں جس کے بعد وہ قوم غفلت کی نیند سو کر ان امراض کا شکار بن جاتی رہی ہے۔ جو قوموں کے زوال کا باعث ہیں۔ قوموں کا باہمی تصادم اور اختلاط عام طور پر انسانوں کے قوائے فکر و عمل کو تیز تر کرنے کا سبب بنتا رہا ہے۔ انسانوں کی جو جمعیتیں کٹ کر الگ پڑی رہیں وہ بہت کم ترقی کر سکیں۔ تسمانیا، آسٹریلیا، جنوبی اور وسطی افریقہ اور امریکہ کے قدیم باشندوں کی حالت اس نظریہ کا بین ثبوت ہے جو انیسویں صدی مسیحی میں قدیم ترین ادوار کی سی زندگی بسر کر رہے تھے حالاں کہ یورپ و ایشیا کی اقوام کی باہمی کش مکشیں علم و ہنر کے لحاظ سے انھیں بہت زیادہ ترقی یافتہ حالت تک پہنچا چکی تھیں۔ فرنگی جب بارود سے چلنے والی بندوقیں لے کر دنیا کو فتح کرنے کے لیے نکلے تو متذکرہ صدر ملکوں اور جزیروں کے باشندے پتھر کے زمانے کے ہتھیار استعمال کر رہے تھے اور دوسری مدنی اور عمرانی ترقیوں اور فکر و عمل کی نئی تحریکوں سے یکسر بے بہرہ نظر آتے تھے۔

فکری، علمی اور روحانی تحریکیں :

انسان کی نوع کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن رکھنے کے لیے اس کی فکری، علمی اور روحانی تحریکیں کام کرتی رہی ہیں۔ یہ تحریکیں اسی وقت سے ترقی کرتی چلی آ رہی ہیں جب انسانی حیوان کے دماغ میں سوچ بچار کی پہلی شعاع پیدا ہوئی اور اس جانور نے مشاہدے اور تجربے سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔ موجد ہونے کے اعتبار سے اس انسان کا درجہ جس نے پہلے پہل چقماق پتھر کو رگڑ کر تیز دھار والے ہتھیار بنانے کی بات سوچی اس سائنس دان کے درجے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کم نہیں جس نے یورینیم کے ذرات کو توڑ پھوڑ کر ایٹم بم ایجاد کیا۔ اسی طرح کمان سے تیر پھینکنے کا اصول دریافت کرنے والا انسان ان جرمن سائنس دانوں کی صف میں بیٹھنے کا مستحق ہے جنھوں نے اڑن بموں اور راکٹ بموں کے اصول دریافت کیے۔ جس انسان نے خود رو گندم کی غذائی حیثیت معلوم کر کے اسے باقاعدہ کاشت کرنے کی طرح ڈالی۔ وہ موجودہ تمدن کا بانی مبانی تھا کیوں کہ انسان کی تمدنی اور عمرانی زندگی کی ابتدا اسی نقطے سے شروع ہوتی ہے۔ اس سے پہلے انسانوں کی ٹولیاں شکار کے جانوروں کے پیچھے سرگرداں پھرا کرتی تھیں۔ یا جنگل کی قدرتی پیداوار پر بسر اوقات کیا کرتی تھیں۔ جس انسان نے سب سے پہلے ستر پوشی اور باقاعدہ ازدواج کی ضرورت محسوس کر کے اپنے ہم نوعوں کو اس کی تعلیم دی۔ وہ غالباً نوع انسان کا پہلا اخلاقی معلم تھا۔ اسی طرح ایک کنبے یا خاندان کے جس بزرگ نے افراد خاندان کے باہمی تعلقات کے قواعد وضع کیے وہ پہلا قانونی مفکر تھا۔ غرض ہم انسان کی موجودہ ترقی یافتہ زندگی کے جس پہلو پر بھی غور کریں اس کا سنگ بنیاد انھیں اولین معماروں کے ہاتھوں سے رکھا ہوا نظر آئے گا جو پہلے پہل اپنی سوچ بچار سے کام لے کر زندگی کو بہتر، خوش گوار تر اور محفوظ تر بنانے کے لیے تدبیریں سوچنے لگے تھے۔ ہمارا موجودہ تمدن نوع انسانی کے ہزاروں بلکہ لاکھوں سال کے مشاہدوں، تجربوں، فکری ترقیوں، روحانی اور اخلاقی تحریکوں کا ماحصل ہے جس کی تعمیر میں ہر دور، ہر زمانے، ہر قوم اور ہر جامعہ کے مفکروں، عالموں، معلموں، ہنروروں اور مذہبی پیش واؤں نے زبردست حصہ لیا ہے۔ انسان کو شکاری درندہ ہونے کی حالت سے نکال کر ''انسان'' بنانے یعنی اس کی سیرت و عادت میں نیکی، پارسائی، خوش معاملگی، حسن سلوک، محبت، رافت، حلم، عفو، عدل، حق شناسی اور نوعی خیر خواہی وغیرہ کے اچھے فضائل پیدا کرنے اور انھیں ترقی دینے میں دینی پیش واؤں ایسی برگزیدہ ہستیوں نے جو کام کیے ہیں وہ انسان کی ہر گونہ ترقیوں میں ممتاز ترین اور مفید ترین حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے سامنے انسانوں کی بڑی بڑی جمعیتوں نے بہ طیب خاطر عقیدت و نیاز کی گردنیں جھکائی ہیں۔ انھی کی تعلیمات شر، ضرر اور مصیبتوں سے بھری ہوئی دنیا میں انسانی قلب و روح کے لیے تسکین کا سرمایہ بنتی رہی ہیں۔ انھی مضرتوں وغیرہ سے نجات پانے کی بشارتیں دی ہیں جن میں نوع انسانی بد وشعور سے مبتلا نظر آ رہی ہے اور جن سے نجات حاصل کرنے کے محکم دلائل و براہین کو شافی مزین ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاسی اور اجتماعی تحریکیں:

نوع انسانی کی سیاسی اور اجتماعی تحریکوں کا حال اس کتاب میں اپنی اپنی جگہ پر بیان کیا جاچکا ہے۔ انسانوں کو اپنی اجتماعی زندگی منظم رکھنے کے لیے ہمیشہ کسی نہ کسی شکل کا حکومتی نظام قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی رہی ہے۔ بعض قومیں پنچایتی حکومت کے مختلف طریقوں کا تجربہ کرتی رہیں، بعض نے مطلق العنان بادشاہیاں قائم کیں۔ اکثر انسانوں کی جابر و قاہر جمعیتوں نے دوسروں پر طاقت کے بل پر حکمرانی کی اور انھیں غلام، اسیر اور محکوم بنا کر ان کی محنتوں سے فائدہ اٹھایا۔ ایک دور ایسا بھی آیا جب حکمرانوں اور بادشاہوں کو دیوتاؤں کا یا خدا کا نائب سمجھا جاتا تھا۔ پھر ایسے ادوار بھی آتے رہے جب جابر و قاہر جماعتوں نے اپنی حاکمانہ حیثیت برقرار رکھنے کے لیے بادشاہوں کو خدائی شان کا مظہر قرار دیا۔ ایسے بادشاہوں نے اپنی مطلق العنانی کے اقتدار کے بل پر خدا ہونے کے دعوے کیے اور محکوموں سے سجدے کرائے اور اپنی رعایا کے جان و مال کو اپنی ذاتی املاک خیال کیا۔ اقوام عالم کی تاریخ ایسے بادشاہوں اور حکمرانوں کے حال سے بھی خالی نہیں جو اپنے منصب اور اقتدار کو ان فرائض کے بجا لانے کے لیے استعمال کرتے تھے جن کے لیے ان کی قوموں نے انھیں حکمران بنایا تھا۔ مختلف قوموں نے مختلف ادوار میں کئی قسم کے پنچایتی طریقوں کے تجربے کیے۔ عصر حاضر میں عوام کی نمایندہ حکومتیں قائم کرنے کے تجربے ہو رہے ہیں لیکن یہ نمایندہ حکومتیں بھی نقائص سے مبرا نہیں۔ اقوام عالم کے تاریخی حالات اس حقیقت کا اعلان بہ بانگ دہل کر رہے ہیں کہ حکومت خواہ کسی طرز کی ہو جب تک وہ اپنے ظلم و ستم کے باعث عام لوگوں کے لیے ناقابل برداشت نہیں ہو جاتی قائم رہتی ہے۔ ناقابل برداشت ہو جانے کے بعد وہ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہتی۔ اس سلسلے میں نوع انسانی کے افکار جس حالت تک پہنچ چکے ہیں ان کا ذکر ہم گزشتہ باب کے آخری تبصرے میں کر چکے ہیں۔ یہاں ان کے اعادے کی ضرورت نہیں۔

حال اور مستقبل:

سوال یہ ہے کہ انسان کی نوع کس انجام کی جانب سفر کر رہی ہے؟ آیا اس کے سفر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیات کی کوئی آخری منزل بھی ہے یا نہیں؟ نوع انسانی کی گزشتہ زندگی کا ریکارڈ ظاہر کرتا ہے کہ بہ حیثیت مجموعی انسان آگے کی طرف قدم بڑھاتا چلا جا رہا ہے۔ لہٰذا توقع کی جاسکتی ہے کہ آیندہ بھی وہ اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اسی طرح ترقی کرتا چلا جائے گا۔ شروع ہی سے انسان کے نیک اور برے اعمال کے درمیان کش مکش جاری چلی آرہی ہے۔ عصر حاضر کا انسان بھی انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے اس کش مکش میں اسی طرح مبتلا ہے جس طرح دور شکار یا اس سے پہلے زمانے کا انسان مبتلا تھا۔ آج بھی ہم قوموں کی سیاست کو دور شکار کی قبیلوی عصبیت سے اسی طرح متاثر پا رہے ہیں جس طرح ابتدائی شکاری دور زندگی میں انسانوں کی ٹولیاں متاثر ہوا کرتی تھیں۔ انسانوں کی جمعیتیں مختلف قوموں کے نام سے نسل، رنگ، نژاد اور جغرافیائی ہم سکونتی کے امتیازات و اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے پر غالب بننے کے لیے جاہد و کوشاں ہیں۔ یہ جذبہ آئے دن قوموں اور ملکوں کے درمیان جنگ و جدال برپا کرنے کا موجب بنتا رہتا ہے۔ دینی اور مذہبی پیشواؤں اور مفکروں نے انسان کے اندر محبت باہمی اور حلم و رافت، حق شناسی اور عدل و انصاف کے جو اوصاف پیدا کرنے کی کوششیں کیں، ان کے باوجود انسان کی نوع وحشت اور درندگی کے ان رجحانات سے بالا نہیں ہوسکی۔ جو انسانی نسل کے اندر اس وقت پیدا ہوئے جب اسے زندہ رہنے کے لیے جنگل کے وحشی جانوروں اور درندوں کا مقابلہ درپیش تھا اور انسان بھی حیوانوں میں کا ایک حیوان تھا۔ یہ صحیح ہے کہ انسانیت کے ارتقا اور انسانی فکر کی ترقی نے انسان کی دماغی صلاحیتوں کو صلح و آشتی اور امن و سلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے ذرائع سوچنے اور وسائل دریافت کرنے کی طرف راغب کردیا ہے اور ایسے بلند مقاصد پیش نظر آگئے ہیں جو باہمی جنگ و جدال کو ختم کرکے انسان کو اپنی مشکلات کے ارتفاع کے لیے عمومی جدوجہد کرنے کی دعوت دے رہے ہیں لیکن عصر حاضر کی تحریکات اور کیفیات اشارہ کر رہی ہیں کہ ابھی نوع انسانی کو باہمی جنگ و جدال کے بہت سے معرکوں میں سے گزرنا پڑے گا جن میں سے ہر ایک معرکہ پہلے معرکے کی بہ نسبت شدید تر، ہول ناک تر اور زیادہ ہلاکت پاش بنتا چلا جائے گا اور کوئی عجب نہیں کہ آنے والا انسان دور وحشت و بربریت کے انسان کی بہ نسبت بہت زیادہ سفاک ثابت ہو اور انسانوں کی جمعیتیں نئے نئے علمی انکشافات اور ہلاکت بار ایجادات کے بل پر ایک دوسرے کو کلی طور پر کو ر دینے کے درپے ہو جائیں۔ زندگی کو مسعود تر اور با آرام تر بنانے کے لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے کہ نوع انسانی کی جمعیتوں میں یکساں قسم کی تعلیم و تربیت عام کی جائے لیکن یہ بات بحالات موجودہ ناممکن نظر آرہی ہے اور علاوہ بریں انسانی نسل کی افزائش کی رفتار تعلیم و تربیت کے انتظامات کی رفتار سے تیز تر ہے۔ اس لیے بہت سی جمعیتیں اور بہت سے انسان تعلیم و تربیت سے محروم رہ کر انسانی معاشرے میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا کرنے کا موجب بنتے رہتے ہیں۔ افکار و تصورات کی بوقلمونی، تعلیم و تربیت کی سست رفتاری اور قبیلوی یا فکری عصبیت کی بنا پر دوسروں پر غلبہ حاصل کرنے کے جذبات نوع انسانی کے کسی اچھے مستقبل کا پتہ نہیں دیتے بلکہ اس خطرے کا اظہار کر رہے ہیں کہ انسانیت اپنے لیے بیش از پیش مشکلات پیدا کر کے اپنی زندگی کو تلخ تر بناتی چلی جائے گی۔ البتہ ایک بات ظاہر ہے وہ یہ کہ علمی تفتیش نے نیچر کی نئی نئی طاقتوں کی دریافت اور ان سے کام لینے کی صلاحیتوں کے جو دروازے کھول دیے ہیں اور ایجادات کے میدان میں جس تیزی کے ساتھ پیش قدمی جاری ہے، وہ انسان کو نہ معلوم کہاں سے کہاں تک پہنچا دے گی۔ انسان حسب عادت مستمرہ ان نئی نئی دریافتوں اور ایجادوں کو باہمی جنگ و جدال کے لیے بھی استعمال کرتا چلا جائے گا اور زندگی کو مسعود تر بنانے کے لیے بھی استعمال کرتا رہے گا۔ لہٰذا ایٹم بموں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہلاکت بار مشینوں کی ایجاد کے باوجود توقع کی جاسکتی ہے کہ شاید نوع انسانی آخر کار ان مشکلات کو مرتفع کرنے میں کام یاب ہو جائے جو اسے انفرادی اور اجتماعی حیثیتوں سے پیش آرہی ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چودھواں باب

جوہری آتش کا زمانہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقوامِ متحدہ کی تنظیم

اپریل ۱۹۴۵ء میں جب کہ جرمنی، اٹلی اور جاپان کی فوجیں جنگ کے ہر تھیٹر میں پسپا ہو رہی تھیں اور صاف نظر آ رہا تھا کہ محوری طاقتوں کا ہار مان لینا اب کوئی دن کی بات ہے تو اتحادی اقوام کے قائدین رزم نے امریکہ کے شہر سان فرانسسکو میں ایک بزم منعقد کی جس کا مقصد دنیا میں امن قائم کرنے اور امن قائم رکھنے کی تدابیر سوچنا تھا۔ کوئی اکاون قوموں کے نمایندے اس کانفرنس میں شریک ہوئے اور قرار پایا کہ امن کی خاطر اقوام متحدہ کی ایک انجمن بنائی جائے جس کا نظام اس جمعیۃ الاقوام کے نظام کی بہ نسبت زیادہ جامع اور زیادہ موثر ہو جو اس صدی کی پہلی جنگ عظیم (۱۴۔ ۱۹۱۸ء) کے خاتمے پر بنائی گئی تھی۔ ۱۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو یو۔این۔او یعنی تنظیم اقوام متحدہ کا پہلا اجتماع بہ مقام لندن منعقد ہوا جس میں اکاوان قوموں کے نمایندے شامل ہوئے۔ اس اجلاس میں طے ہوا کہ یو۔این۔او کی جنرل اسمبلی کا اجلاس سال بہ سال منعقد ہوا کرے۔ جس میں بین الاقوامی اہمیت کے تمام مسائل پر زیر بحث لائے جائیں۔ اس کے علاوہ ''سلامتی کی کونسل'' کے نام سے ایک مستقل مجلس قائم کر لی جائے جس کا کام دنیا کا امن قائم رکھنے کے لیے کوشاں رہنا اور قوموں کے متنازعہ امور کا تصفیہ افہام و تفہیم سے کرانا ہو۔ اس کے ساتھ ہی اقتصادی اور معاشرتی امور کی ایک کونسل بنائی گئی۔ ایک کونسل تولیت یعنی ٹرسٹی شپ کی بنائی گئی جس کا وظیفہ محوری ملکوں کے سابقہ مقبوضہ ملکوں کی نگرانی قرار پایا۔ ان کے علاوہ اور کونسلیں، مجلسیں، ماتحت کمیٹیاں، ادارے اور کمیشن بنائے گئے۔ ایک کمیٹی انسانیت کے بنیادی حقوق معین کرنے کی غرض سے قائم کی گئی اور ایک کمیشن ایٹم کی طاقت پر بین الاقوامی کنٹرول قائم کرنے کی غرض سے بٹھایا گیا۔ کیوں کہ ایٹم بم کی ایجاد نے سارے عالم انسانیت کو اپنے مستقبل کے متعلق فکر مند اور خائف بنا دیا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشتراکی بلاک اور جمہوری بلاک :

سوویت یونین محوری طاقتوں کے مقابلے میں مغربی اتحادیوں یعنی برطانیہ، امریکہ اور فرانس وغیرہ کا حلیف تو بن گیا اور اس اتحاد کی برکت سے اتحادیوں نے جرمنی، اٹلی اور جاپان کو شکست فاش دے کر فتح حاصل کر لی، لیکن سوویت یونین اور مغربی اتحادی دونوں جانتے تھے کہ ان کے معاشرتی اصول بنیادی طور پر ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں اس لیے ان کا جنگی اتحاد محض جنگ کے خاتمہ تک ہے، اس کے بعد سب کو اپنی اپنی الگ راہ اختیار کرنی پڑے گی۔ جنگ کا نتیجہ اس شکل میں برآمد ہوا کہ سوویت روس کی فوجیں مشرقی یورپ کے تمام ملکوں اور جرمنی کے نصف حصے پر قابض ہوگئیں۔ مشرق بعید میں اس کی فوجوں نے مانچوریا کے ملک پر اور کوریا کے ایک حصے پر قبضہ جما لیا۔ سوویت یونین کی اس فتح مندی اور کام یابی کو امریکہ اور برطانیہ کے مدیر حسد، رقابت اور خطرے کی نگاہوں سے دیکھنے لگے اور جنگ کے خاتمے کے بعد جلد ہی نظر آنے لگا کہ مستقبل اشتراکی معاشرتی نظام رکھنے والے ملکوں اور سرمایہ دارانہ معاشرتی نظام والے ملکوں کی باہمی کشمکش کے تماشے دکھائے گا اور یہ دونوں نظام ایک دوسرے پر غالب آنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں گے۔ سوویت یونین نے یو۔این۔او کی سیکوریٹی کونسل میں ویٹو کا حق منوا لیا تاکہ سرمایہ دارانہ نظام والے ملک ووٹوں کی اکثریت سے اس کی کسی جائز حق کو پامال نہ کر سکیں۔ اس کے بعد بین الاقوامی اہمیت کے اکثر امور میں سوویت یونین اور مغربی اتحادیوں کے نقطہ ہائے نگاہ کا فرق بین طور پر ظاہر ہونے لگا تاآں کہ امریکہ والے سوویت یونین کے مقابلے کے لیے ایٹم بم تیار کرنے کی باتیں کھلم کھلا کرنے لگے اور اس بات پر ناز کرنے لگے کہ ایٹم بم بنانے کا راز صرف ان ہی کو معلوم ہے۔

اٹامک انرجی کنٹرول کمیشن :

روس کے نمایندے نے ایٹم کی طاقت پر کنٹرول قائم کرنے کے مسئلہ پر غور کرنے والی کمیٹی میں بارہا سوال اٹھایا کہ ایٹم بم کا استعمال بین الاقوامی قانون کے رو سے ممنوع قرار دے دیا جائے اور جتنے ایٹم بم اس وقت تک بنائے جا چکے ہیں وہ تلف کر دیے جائیں لیکن امریکہ نے ایٹم بم کا اجارہ دار ہونے کے باعث سوویت یونین کی اس تجویز پر کان نہ دھرا بلکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے مقابلے میں اس نے برطانیہ کلاں اور کینیڈا کو بھی ایٹم بم کے راز میں شریک بنا کر سوویت یونین کو خوف زدہ کرنے کی کوشش کی۔ نیز اعلان کر دیا کہ اس کے کارخانے ایٹم بم تیار کر رہے ہیں۔ اس کی تجربہ گاہوں میں پہلے ایٹم بم سے کئی گنا طاقت رکھنے والے ایٹم بم بنانے کے تجربے جاری ہیں۔ اس کے علاوہ امریکہ کے صدر ٹرومن نے اپنے ہاں کے سائنس دانوں کو ہائیڈروجن بم یا جہنمی بم تیار کرنے کے لیے تجربہ کرنے کی اجازت بھی دے دی جس پر کروڑوں ڈالر کے صرف کا اندازہ لگایا جا رہا تھا۔ ادھر سوویت یونین کے وزیر خارجہ موسیو مولوٹوف نے ۱۹۴۷ء میں اعلان کر دیا کہ روس کو بھی ایٹم بنانے کا راز معلوم ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہلاکت بار ایجادیں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ امریکہ میں موسیو مولوٹوف کے اس دعوی کو محض تعلّی سمجھا گیا۔ امریکہ نے نے ایٹم بموں کے تجربے بھی اسٹیج کیے تاکہ ان کے ہلاکت آفرین اثرات کا اندازہ لگایا جا سکے۔

۱۹۵۰ء میں امریکہ کے صدر ٹرومن کو اعلان کرنا پڑا کہ ایٹم بم کا راز روس کو بھی معلوم ہے اور سوویت یونین کی مملکت سے ایسے ہی ایک بم کے پھٹنے کا دھماکہ محسوس کر لیا گیا ہے۔ تاحال کنٹرول کمیشن کی بحثیں کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکیں اور عصر حاضر کی دو بڑی طاقتیں جن میں سے ہر ایک عالم گیر اقتدار کے خواب دیکھ رہی ہے۔ ایٹم بم اور جہنمی بم تیار کرنے میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کر رہی ہیں تاکہ آیندہ جنگ میں انسانی تمدن کو خاک سیاہ کر دینے کے معاملے میں ایک دوسرے پر فوقیت کا ثبوت پیش کر دکھائیں۔

وزرائے خارجہ کی کانفرنسیں :

جرمنی نے سات مئی کو ہتھیار ڈال دیے تھے۔ ۵ جون ۱۹۴۵ء کو چار بڑی طاقتوں روس، امریکہ، برطانیہ اور فرانس کی حکومتوں نے اس مضمون کا مشترکہ اعلان کر دیا کہ جرمنی کی حدود وہی متصور ہوں گی جو ۱۹۲۷ء میں تھیں۔ ازاں بعد ۱۷ جولائی کو پوٹسڈم کے مقام پر چاروں بڑی طاقتوں کے نمایندوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں طے کیا گیا کہ جب تک شکست خوردہ محوری ملکوں کے ساتھ معاہدے طے نہ کیے جائیں۔ فاتح ملکوں کی فوجیں ان ملکوں پر اور ان خطوں پر جو انھوں نے سر کیے ہیں قابض رہیں گی۔ جرمنی کے ان علاقوں کی حد بندی کی گئی جن پر سوویت یونین (روس)، امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے لشکر قابض ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چکے تھے۔ برلین شہر کو چار حصوں میں منقسم کر کے وہاں چاروں بڑی طاقتوں کے فوجی حلقے بنا لیے گئے حالاں کہ یہ شہر سوویت یونین کی فوجوں نے سر کیا تھا۔ قرار پایا کہ چاروں بڑی طاقتوں کے وزرا خارجہ وقتاً فوقتاً آپس میں بات چیت کر کے مفتوحہ اور مقبوضہ ملکوں کے مستقبل کے متعلق راہ عمل اختیار کرتے رہیں گے۔ چناں چہ تین بڑی طاقتوں یعنی سوویت یونین، امریکہ اور برطانیہ کے وزرائے خارجہ کی پہلی کانفرنس ۱۶ دسمبر ۱۹۴۵ء کو ماسکو میں، دوسری کانفرنس اپریل ۱۹۴۶ء کو پیرس اور تیسری کانفرنس اپریل و مئی ۱۹۴۷ء پھر ماسکو میں منعقد ہوئی۔ آخری کانفرنس تین ہفتے کی بحث و تمحیص کے بعد بے نتیجہ ختم ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ جرمنی کے مستقبل کے بارے میں چار بڑی طاقتوں کے زاویہ ہائے نگاہ میں توافق نہیں۔

پیرس کی صلح کانفرنس:

جرمنی کے مستقبل کے متعلق بڑی طاقتیں تو کسی اصول پر متفق نہ ہوسکیں لیکن ان کے وزرائے خارجہ نے دسمبر ۱۹۴۶ء میں اٹلی، رومانیا، ہنگری، بلغاریہ اور فن لینڈ کے ساتھ صلح ناموں کے مسودے تیار کر لیے۔ جنوری ۱۹۴۷ء میں پیرس میں صلح کانفرنس منعقد کی گئی جہاں ان ملکوں کے ساتھ عہد ناموں پر دستخط ثبت کر دیے گئے۔ قرار پایا کہ جرمنی کے ساتھ الگ اور جاپان کے ساتھ الگ صلح نامہ طے کیا جائے گا۔

نئے آزاد ملکوں کا ظہور:

دو بڑی اتحادی قوموں یعنی برطانیہ اور امریکہ نے جنگ کے دوران میں اعلان کیا تھا کہ اگر اتحادی قومیں جنگ میں فتح یاب ہوگئیں تو وہ آزادی اقوام کو آیندہ بین الاقوامی سیاست کا اصل الاصول بنائیں گے۔ چناں چہ برطانیہ اور امریکہ نے جنگ کے بعد ان ملکوں کو آزاد کر دینے اور محض سیاسی اور اقتصادی روابط کی بنا پر انھیں اپنے ساتھ مربوط رکھنے کی نئی سیاست ایجاد کی اور اس پر عمل شروع کر دیا۔ اس حکمت عملی کو شہنشاہی اقتدار رکھنے والی دوسری طاقتوں نے بھی اختیار کر لیا اور دنیا میں نئے نئے آزاد ملک ظاہر ہونے لگے۔ جن کا حال ذیل میں الگ الگ عنوان کے تحت درج کیا جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرق اُردن :

پہلی جنگ عظیم کے بعد برطانیہ کی سیاست نے فلسطین کے پہلو میں شرق اُردن کے نام سے ایک ریاست قائم کی جو برطانیہ کے زیر حمایت چلی آرہی تھی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانی شہنشاہیت نے اپنی نئی سیاست کو بروئے کار لاتے ہوئے اس زیر حمایت ریاست کو مکمل طور پر آزاد کر دینے کا اعلان کر دیا اور اس اعلان کے ساتھ ہی اس کے والی امیر عبداللہ سے حلفت کا ایک معاہدہ طے کر لیا۔ اس طرح بین الاقوامی قانون میں شرق اُردن کی ایک آزاد مملکت معرض ظہور میں آگئی۔

فلپائن :

مجمع الجزائر فلپائن کی مملکت جنگ عظیم سے پہلے ایک آزاد جمہوریت بن چکی تھی جو امریکہ کے زیر اثر تھی۔ جنگ کے دوران میں جاپان کے لشکروں نے ان جزیروں پر فاتحانہ قبضہ جما لیا اور جنگ کے آخری مرحلوں میں امریکہ کے لشکروں نے انھیں پھر جاپان کے ہاتھ سے چھینا۔ جولائی ۱۹۴۶ء میں امریکہ نے پھر فلپائن کی آزاد جمہوریت تسلیم کر لی اور اس کے ساتھ سیاسی اور اقتصادی روابط اس حد تک استوار کر لیے کہ عملاً وہ امریکی سلطنت ہی کا ایک حصہ بن رہی۔

یونان :

جنگ عظیم کے دوران میں جرمنی کے لشکروں نے یونان پر قبضہ جما لیا تھا لیکن جب جرمنی کے عساکر سوویت یونین کی فوجوں کے سامنے تیزی کے ساتھ پس پا ہونے لگے اور روس کی فوجیں یلغار کرتی ہوئی رومانیہ اور بلغاریہ کی راہ سے یونان کی طرف بڑھتی نظر آنے لگیں تو برطانیہ اور امریکہ کی فوجوں نے پیش دستی کر کے یونان کی سرزمین پر قبضہ جما لیا۔ جنگ کے خاتمے پر یونان میں اپنی قومی حکومت کی بحالی کی تحریکیں اُٹھیں۔ ان میں سے ایک تحریک یونان کے اشتراکیوں کی بھی تھی لیکن ستمبر ۱۹۴۶ء میں برطانیہ اور امریکی ریاست اس ملک میں بادشاہیت قائم کرانے میں کام یاب ہوگئی۔ جس کے خلاف اشتراکی پارٹی مسلح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جدوجہد کرنے لگی۔ اشتراکیوں کی شورش بلطائف الحیل دبا دی گئی اور یونان میں ایک قومی حکومت قائم ہوگئی۔

بھارت اور پاکستان :

ہندوستان کا برصغیر برطانی سلطنت کا ایک جزو چلا آرہا تھا جہاں برطانی سیاست نئے آئینی اصلاحات بالاقساط رائج کرکے ایک قسم کی ذمہ دار جمہوری پارلیمنٹری حکومت قائم کر رکھی تھی۔ اس برصغیر کی دو بڑی قومیں ہندو اور مسلمان کامل آزادی حاصل کرنے کی خواہش مند تھیں اور اس ملک کے باشندے ایک قومی انجمن بنا کر اپنے نصب العین کے حصول کے لیے کوشاں تھے لیکن مسلمان آبادی کے اکثریت کا خیال یہ تھا کہ قومی حکومت میں چوں کہ ہندوؤں کی اکثریت کا عنصر ہمیشہ غالب رہے گا اس لیے مسلمانوں کو ایک الگ وطن برصغیر ہند کے شمال مغرب اور شمال مشرق میں بنا دیا جائے جہاں ان کی اکثریت ہے۔ جنگ کے دوران میں برطانی حکومت نے وعدہ کر لیا کہ جنگ کے خاتمہ پر برصغیر ہند کے باشندوں کو کامل طور پر آزاد کر دیا جائے گا لیکن ملک کو اکھنڈ رکھنے یا اس کے دو ٹکڑے کر لینے کا معاملہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو خود آپس میں طے کر لینا چاہیے۔ اس نقطہ پر ہندو اور مسلمان آبادی کے باہمی اختلافات شدت اختیار کرتے کرتے کشیدگی اور کشیدگی سے مخاصمت کی صورتیں اختیار کرتے چلے گئے تا آں کہ جنگ عظیم کے خاتمہ پر جب کہ ہندوؤں اور مسلمانوں دنوں کو صاف طور پر نظر آنے لگا کہ برطانی حکومت فی الواقعہ شاہنشہی اقتدار سے دست بردار ہونے پر آمادہ ہے تو اس مخاصمت نے فرقہ وار فسادات کی شکل اختیار کر لی۔ ان فسادات کو نہ تو ہم خانہ جنگی کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں اور نہ اسے دو قوموں کی باقاعدہ جنگ کا نام دے سکتے ہیں۔ کیفیت ان فسادات کی یہ تھی کہ شہروں میں ایک دوسرے کے افراد کو چھرا گھونپ کر ہلاک کرنے اور اس طرح دوسروں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرنے کے مظاہرے بڑھ چڑھ کر رونما ہونے لگے۔ ۲۶ اگست ۱۹۴۶ء کو کلکتہ میں اس قسم کی خوں ریزی ایسی شروع ہوئی کہ پھر اس کی شدت بڑھتی اور پھیلتی چلی گئی۔ کلکتہ کے بعد بمبئی کے گلی کوچے انسانیت کے خون سے رنگین ہونے لگے پھر یہ کیفیت مشرقی بنگال کے ضلع نواکھلی میں عام بدامنی کی صورت اختیار کر گئی، جہاں ہندو آبادی کو جانی اور مالی نقصانات اور ایذا رسانی کے طور پر شدید مار پیٹ اور چھوڑ آنے پر مجبور کیا گیا۔

محکمہ نقلیات و اشاعت مکتبہ نمونہ و انفارمیشن پبلشر

www.KitaboSunnat.com

کے بعد صوبہ بہار میں ہندو اکثریت نے مسلمان اقلیت پر ایک منظم سازش کے ساتھ ہلہ بول دیا اور اس صوبے کے دیہات میں اور نیز شہروں میں مسلمانوں کا قتل عام بے دریغ کیا گیا۔ کچھ اسی قسم کی کیفیات ۱۹۴۶ء میں صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ کے بعض اضلاع میں اور ہندوستان کے بعض دیگر مقامات پر بھی رونما ہوئیں جن کی وسعت اور شدت بڑھتی ہی چلی گئی۔

مارچ ۱۹۴۷ء میں پنجاب میں مسلمانوں کی سیاسی جماعت مسلم لیگ کی حکومت کے قیام کے امکانات روشن ہوئے تو سکھوں اور ہندوؤں نے اس کے خلاف احتجاجی مظاہرے کیے اور فتنہ و فساد شروع کر دیا۔ اس ہنگامہ آرائی میں پنجاب کے مغربی اضلاع میں ہندو اور سکھ آبادیوں کو اسی قسم کے وحشیانہ برتاؤ کا سامنا ہوا جو چند ماہ پہلے بہار کے مسلمانوں کو پیش آچکا تھا۔ پنجاب میں یہ فرقہ وارانہ فسادات ایسے شروع ہوئے کہ ترقی کرتے کرتے لاکھوں انسانوں کی تباہی اور خانماں بربادی پر جاکر منتج ہوئے جس کا حال آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔ ہندوستان کی خاک مسلمانوں اور ہندوؤں کے خون سے اس طرح لالہ زار بن رہی تھی اور انگریز کی سیاست ملک کو جلد سے جلد کامل طور پر آزاد کر دینے کے لیے بیتابی کا اظہار کر رہی تھی۔ جون ۱۹۴۷ء میں برطانی حکومت نے اعلان کر دیا کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء تک ملک کو آزاد کر دیا جائے گا۔ حکومت کا کاروبار سنبھالنے کے لیے ایک عبوری حکومت جو اہم ہند کے سیاسی نمایندوں پر مشتمل تھی قائم کی جا چکی تھی۔ اگست کے آغاز میں کانگرس اور مسلم لیگ کے لیڈروں کے مشورہ سے برصغر ہند کی تقسیم کا اعلان کر دیا گیا۔ ایک حصہ پاکستان بنا اور دوسرا بھارت کہلایا۔ جب سیاسی اعتبار سے یہ ترقیاں معرض وجود میں لائی جا رہی تھیں تو ملک بھر میں بدامنی اور خونریزی کا بازار خوب گرم تھا جو گرم سے گرم تر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اب وسیع پیمانے پر گھروں اور عمارتوں کو آگ لگانے، بم پھینکنے، آتشیں اور فولادی اسلحہ سے ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کے معرکے ظہور پذیر ہو رہے تھے۔ اگست کے دوسرے ہفتے میں پاکستان کا چارج لینے والی حکومت، دفاتر کا حصہ بانٹ کر کراچی آگئی اور ۱۴ اگست کی شام کو کانگرس کی وزارت نے نئی دہلی میں بھارت کی آزاد حکومت کا چارج لے لیا اور مسلمانوں کے قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کا پہلا گورنر جنرل ہونے کی حیثیت سے پاکستان کی آزاد حکومت کی عنان سنبھال لی۔ پنجاب اور بنگال کے صوبے بھارت اور پاکستان کے درمیان آدھے آدھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقسیم کر دیے گئے تھے۔ پنجاب میں فسادات کے پیش نظر بارہ وسطی اضلاع میں امن قائم رکھنے کے لیے ایک جداگانہ لشکر باؤنڈری فورس کے نام سے مقرر کر دیا گیا تھا جو خانہ جنگی اور بدامنی کو فروغ دینے کا وسیلہ ثابت ہوا۔ مسلمانوں کے وحشیانہ قتل عام کی ایک زبردست مہم شروع کر دی گئی جس کی تیاریاں پہلے کی جا چکی تھیں۔ سکھوں کے مسلح جتھوں نے متذکرہ صدر باونڈری فورس کے دستوں کی مدد سے مسلمان آبادیوں پر حملے کیے اور دو ہفتے کے اندر اندر ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ یا نذر آتش کر کے خانماں برباد کر دیا گیا۔ ان کے قافلے سکھوں کے حملوں کا تختہ مشق بنتے ہوئے پاکستان کی طرف آنے لگے۔ بھارت اور پاکستان کی حکومتوں نے مشرقی پنجاب اور مغربی پنجاب کی مسلم اور غیر مسلم آبادی کا تبادلہ کر لینے کی بات ٹھہرا لی۔ لہٰذا مغربی پنجاب سے بھی ہندو اور سکھ اپنے گھروں سے اُٹھا دیے گئے اور وہ بھی قافلوں کی شکل میں مشرقی پنجاب کی طرف کوچ کرتے نظر آنے لگے۔ مغربی پنجاب میں بھی انتقامی اور جوابی خونریزی کے واقعات رونما ہوئے لیکن یہ واقعات کسی منظم سازش اور تیاری کا نتیجہ نہ ہونے کے باعث اتنے جامع، اتنے شدید اور اتنے ہمہ گیر نہ تھے جتنے کہ مشرقی پنجاب میں اور اس کے بعد ہندوستان کے دوسرے اقطاع میں رونما ہوتے چلے گئے۔ ان ہنگاموں میں کوئی ایک کروڑ جانیں غیر طبعی حادثات و حالات کا شکار ہو کر تلف ہو گئیں۔ بیس لاکھ کے قریب انسان قتل و خونریزی کا شکار ہوئے۔ لاکھوں کیمپوں میں رہنے کے باعث وباؤں کا شکار ہو کر مر گئے۔ لاکھوں سفر کی مشکلات کی نذر ہو گئے اور لاکھوں انتقال وطن کرنے کے بعد آبادکاری اور بحالی کے انتظار میں جان توڑ توڑ کر مر گئے۔

ان زہرہ گداز حالات میں بھارت اور پاکستان کے دو نئے ملک معرض ظہور میں آئے لیکن معرض ظہور میں آنے کے ساتھ ہی کشمیر کی ریاست پر قبضہ جمانے کی سعی مسابقت کے باعث دونوں ملکوں کے درمیان ایک بے اعلان جنگ چھڑ گئی۔ پاکستان کی فوجوں نے ریاست کے مغربی اور شمالی اضلاع پر قبضہ جما لیا اور ہندوستان کی فوجیں ریاست کے جنوب مشرقی اور وسطی اضلاع پر قابض ہو گئیں۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء سے لے کر یکم جنوری ۱۹۵۰ء تک محدود پیمانہ پر لڑائی جاری رہی اور اس کے ساتھ ساتھ اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل (سلامتی کی کونسل) کے سامنے مسئلہ پیش رہا۔ جس نے مسئلہ کشمیر پر دونوں ملکوں کے درمیان مفاہمت کرانے کے لیے ایک کمیشن مقرر کر دیا۔ ہر ایک کمیشن کی رپورٹ کے مطابق یکم جنوری ۱۹۵۰ء کو جنگ بند ہوئی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیکیورٹی کونسل نے اس مضمون کی قرار داد منظور کی کہ ریاست کے مستقبل کا فیصلہ عام رائے شماری کی بنا پر کرایا جائے اور اس کے لیے حالات درست کیے جائیں۔ اس وقت سے حالات درست کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں لیکن ابھی تک فضا ساز گار نہیں بنی، کوشش جاری ہے۔

کشمیر کے علاوہ بھارت اور پاکستان کے درمیان متعدد اور بڑے مسائل بھی حل طلب پڑے ہیں۔ جن پر دونوں ملکوں کی کشیدگی فیصلہ کن جنگ کے خطرات کی حامل نظر آنے لگتی ہے۔

انڈونیشیا:

انڈونیشیا شرق الہند کے اس مجمع الجزائر کا نام ہے۔ جو سولھویں صدی مسیحی سے ہالینڈ کے مقبوضات چلے آرہے تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران میں جاپان کی فوجوں نے ہالینڈ کی فوجوں کو زیر کر کے ان جزیروں پر قبضہ جما لیا اور اس کے ایک جزیرہ جاوا میں ایک آزاد قومی جمہوری حکومت قائم کر دی۔ ۱۹۴۵ء میں جب جاپان نے ہتھیار ڈال دیے تو اس ملک پر جاپانی فوجیں قابض رہیں لیکن ان کی کمان اتحادی افسروں نے سنبھال لی تھی۔ برطانیہ کی افواج نے انڈونیشیا کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا اور ازاں بعد ہالینڈ کی ڈچ افواج نے ملک کو پہلے کی طرح اپنے زیر نگیں کرنے کے لیے مہم شروع کر دی۔ جمہوریت کی فوجوں سے ٹکر ہوئی۔ جنگ چھڑ گئی اور معاملہ اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل کے ہاتھ میں جا پہنچا۔ سیکیورٹی کونسل نے انڈونیشیا کے لیے ایک کمیشن بٹھا دیا جس نے موقع پر جا کر جنگ بند کرانے کی کوشش کی۔ آخر بڑی کش مکش کے بعد ہالینڈ کی حکومت نے ریاست ہائے متحدہ انڈونیشیا کی آزادی کو تسلیم کر لیا اور آزاد انڈونیشیا کے ساتھ اتحاد و اشتراک عمل کا ایک پکا معاہدہ طے کر لیا جس کی رو سے ہالینڈ اور انڈونیشیا تاج ولندیری کے دو مساوی رتبہ ملک قرار پائے۔ ان ملکوں نے طے کر لیا کہ خارجہ امور، دفاع اور اہم اقتصادی معاملات میں دونوں ملک باہمی مشورہ سے پالیسی طے کیا کریں گے۔

ہند چینی:

جنگ کے خاتمہ پر جزیرہ نمائے ہند چینی میں بھی قومی آزادی حاصل کرنے کی تحریک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُٹھی۔ اس ملک کی ریاستیں اور علاقے فرانس کی سلطنت کا جزو چلے آرہے ہیں۔ فرانس نے اس ملک کو آزاد کرنے میں تامل سے کام لیا بلکہ آزادی کی تحریک کو بزور دبانے کی کوشش کی۔ نتیجہ اس شکل میں رونما ہوا کہ اندرون ملک میں ویٹ منہ کے نام سے ایک اشتراکی ریاست معروض وجود میں آگئی جس کے مقابلے میں فرانس کو ویٹ نام کے نام سے ہند چینی کی آزاد قومی حکومت ایجاد کرنی پڑی۔ ان دونوں ریاستوں کے درمیان کش مکش جاری ہے۔

برما:

برطانیہ کی ریاست نے بھارت اور پاکستان کی طرح اہل برما کی آزادی کا حق بھی خندہ پیشانی سے تسلیم کر لیا جس پر جنگ کے دوران میں جاپان کی فوجوں نے قبضہ جما لیا تھا لیکن آخری مرحلہ میں برطانی فوجیں پھر اس ملک پر قابض ہوگئی تھیں۔ برما کے برٹش کامن ویلتھ سے الگ آزاد ریاست بننے کا فیصلہ کر لیا لیکن اپنے تعلقات برطانیہ اور کامن ویلتھ کے ملکوں سے خوش گوار رکھنے کی پالیسی اختیار کی۔

سیلون:

ہندوستان کے جنوب میں سیلون نامی ایک جزیرہ برطانیہ کی نو آبادی شمار ہوتا تھا۔ برطانیہ کی نئی سیاست نے اسے بھی آزاد کر دیا۔

اسرائیل:

پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر فلسطین کا ملک برطانی حکم داری کی تحویل میں آیا تھا۔ برطانی سیاست نے فلسطین میں یہودیوں کو گھر بنا کر دینے کا وعدہ کر رکھا تھا لہٰذا یورپ اور امریکہ کے یہودی فلسطین کے ایک حصہ میں آباد ہوتے رہے۔ ۱۹۳۵ء میں فلسطین کو عربوں اور یہودیوں کے درمیان تقسیم کرنے اور ایک خطہ کو برطانیہ کے قبضے میں رکھنے کی اسکیم تیار کی گئی۔ جسے عربوں اور یہودیوں دنوں نے مسترد کر دیا۔ ۱۹۳۹ء کے آغاز میں جب برطانیہ عظمیٰ نے محسوس کیا کہ ایک نئی جنگ عظیم آنے والی ہے۔ تو اس نے ایک شاہی اعلان کے ذریعے فلسطین کو دس سال میں آزاد کر دینے کا حتمی وعدہ کر لیا۔ اسی سال جنگ چھڑ گئی۔ لاہور مکتبہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاتمہ پر امریکہ نے سوال اُٹھایا کہ یورپ کے بے خانماں یہودیوں کو فلسطین میں آباد کر دیا جائے۔ برطانی حکومت اپنے شاہی اعلان کی وجہ سے اس تجویز کو جامہ عمل پہنانے سے معذور تھی۔ اس لیے یہودیوں نے فلسطین میں برطانی انتداب کے خلاف دہشت انگیزی کی مہم شروع کر دی اور نیویارک میں زبردست مظاہرے کیے۔ فلسطین کا معاملہ اقوام متحدہ کے سامنے رکھا گیا اس کی تحقیقاتی کمیٹی نے اس مضمون کی تجویز تیار کی کہ فلسطین کو دو حصوں میں منقسم کر کے ایک حصے کو مملکت اسرائیل بنا دیا جائے۔ یہ تجویز اگست ۱۹۴۷ء میں تیار کی گئی۔ اقوام متحدہ کے دباؤ کے ماتحت برطانیہ نے دسمبر ۱۹۴۷ء میں اعلان کر دیا کہ ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو حکم داری ختم کر دی جائے گی اور فوجیں یکم اگست ۱۹۴۸ء تک ملک کو خالی کر دیں گی۔ یہودیوں نے اس اعلان کے ساتھ ہی اپنی عسکری تنظیمات شروع کر دیں اور ۱۵ مئی کو انتداب کا خاتمہ ہوا تو یہودیوں نے فلسطین میں حکومت اسرائیل قائم کر لی۔ امریکہ اور روس نے اس مملکت کو فوراً تسلیم کر لیا۔ دوسرے ملکوں نے بعد میں مان لیا۔ اس طرح اسرائیل کے نام سے ایک نئی مملکت ظہور میں آ گئی۔

عرب ریاستوں یعنی شرق اردن، مصر، لبنان، شام اور عراق نے نوزئید مملکت اسرائیل کے خلاف فوج کشی کی اور جنگ شروع ہوگئی لیکن عالم عیسائیت کی بڑی طاقتیں یہودیوں کی سرپرست تھیں اس لیے اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل نے جنگ بند کرا دی اور عربوں اور یہودیوں میں مصالحت کرانے کے لیے ایک مصالحت کنندہ مقرر کر دیا۔ پہلے مصالحت کنندہ کو یہودیوں نے قتل کر دیا تو دوسرا مقرر ہوا۔ اس نے مملکت اسرائیل کی حد بندی کر دی اور عرب ریاستوں کو ترک جنگ کی پالیسی پر کار بند رہنے پر آمادہ کر لیا۔

ٹریسٹ :

یوگوسلافیہ اور اٹلی کی سرحد پر بحیرہ ایڈریاٹک کے کنارے ٹریسٹ نامی ایک آبادی ہے جو ہمیشہ ان دو ملکوں کے درمیان اُستخوان مخاصمت بنی رہی ہے۔ اقوام متحدہ نے ٹریسٹ کے شہر کو ایک آزاد ریاست قرار دے دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشتراکیت کا پھیلاؤ:

یورپ کے جن ملکوں پر سوویت یونین کی فوجیں قابض ہوگئیں وہاں کے عوام نے بہت جلد اشتراکیت کا مذہب قبول کر لیا۔ مزدوروں اور کسانوں کی انجمنیں قائم ہوئیں اور ان انجمنوں نے انتخابات میں کام یابی حاصل کرکے اشتراکی طرز کی حکومتیں قائم کر لیں۔ پولینڈ، زیکوسلاویکیہ، ہنگری، بلغاریہ، رومانیہ، آسٹریا اور مشرقی جرمنی کے خطے دیکھتے دیکھتے سرخ ہوگئے جو اشتراکیت کا رنگ ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے جمہوری ملکوں اٹلی، فرانس، چین، ہند چینی، ملایا، برما، انڈونیشیا اور ہندوستان (بھارت) میں بھی اشتراکی پارٹیاں غلبہ حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتی نظر آنے لگیں۔ امریکہ کی سیاست اشتراکیت کے مقابلے میں سرمایہ دارانہ معاشرتی نظام رکھنے والی جمہوریت کو فروغ دے کر دنیا میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کی متمنی تھی۔ اس لیے امریکہ اشتراکیت کی اس ترقی کو اپنے مفاد کے لیے خطرہ سمجھنے لگا اور اس کی کوششیں اس امر پر صرف ہونے لگیں کہ اشتراکیت کا سیلاب رک جائے اور جمہوریت کو فروغ ہو۔

چین میں انقلاب:

چین کی مملکت اتحادیوں کی قدرتی حلیف تھی کیوں کہ جاپان نے دوسری جنگ عظیم شروع ہونے سے بہت پہلے چین پر حملہ کر رکھا تھا اور متواتر چھ سال سے جنگ ہو رہی تھی۔ جاپان کی شکست نے چین کو اُبھرنے کا موقع دے دیا۔ از پس کہ چین کی قومی حکومت امریکہ پر بہت کچھ انحصار رکھتی تھی اس لیے امریکہ نے چین کو سیکیورٹی کونسل کا مستقل رکن بنوا لیا لیکن چین کے بعض اقطاع میں اشتراکی طرز کی حکومتیں پہلے ہی سے کام کر رہی تھیں۔ اس لیے جنگ کے خاتمہ پر جب چین کی متحدہ حکومت قائم کرنے کا سوال سامنے آیا تو اشتراکیوں اور قوم پرستوں کے درمیان توافق نظری نہ پیدا ہو سکا۔ اس لیے چین کی اشتراکیوں اور چین کے قوم پرستوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ اس مرحلہ پر اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ جنگ کے خاتمہ کے قریب مانچوریا کے صوبے پر سوویت یونین کی فوجوں نے قبضہ جما لیا تھا اور امریکہ اور برطانیہ اس امر پر زور دے رہے تھے کہ سوویت یونین نے اپنی فوجیں پیچھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہٹا لیں اور صوبے کا قبضہ چین کے اشتراکیوں کو دے دیا۔ جنوری ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۹ء تک خانہ جنگی جاری رہی اور آخرکار اشتراکیوں نے مارشل چیانگ کیشک کی قومی چینی حکومت کا خاتمہ کر دیا جسے امریکہ کے ڈالروں اور اس کے ساز وسامان کی پوری پوری امداد حاصل تھی۔ مارشل چیانگ کیشک فارموسا کے جزیرے میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا جہاں اس نے اپنی قومی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اس طرح چین کی وسیع مملکت نے اشتراکیت کا سرخ رنگ قبول کر لیا۔ امریکہ کی سیاست کو زبردست شکست اور ناکامی کا سامنا ہوا جو اپنے ڈالروں کے بل پر دنیا کے ملکوں میں جمہوری، قومی حکومتیں برپا کرنے اور انھیں اشتراکیت کے مقابلے کے لیے قائم رکھنے کی آرزو مند تھی۔

قضیہ برلین :

مشرق اقصے میں سوویت یونین کی سیاست امریکی سیاست کے مقابلے میں اس طرح کامگار ہو رہی تھی۔ اُدھر مغرب میں اس کی سیاست نے مغربی اتحادیوں کو فکر مند بنا رکھا تھا کہ یورپ کے ملک بھی یکے بعد دیگرے اشتراکیت قبول کرتے چلے جائیں گے۔ چناں چہ امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے جرمنی کے مغربی اقطاع کو جو ان کے فوجی قبضے میں تھے، اشتراکیت سے بچانے کے لیے ایک جداگانہ ملک بنانے کی پالیسی اختیار کر لی کیوں کہ انھیں صاف نظر آ رہا تھا کہ اگر جرمنی کو متحد رکھ کر وہاں ایک ہی جرمن حکومت قائم کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ حکومت اشتراکی ہوگی۔ سوویت یونین کا نظام اپنے مقبوضہ علاقے میں اتنا اچھا تھا کہ متحدہ جرمن قائم ہونے کی صورت میں مغربی اقطاع کے عوام بھی اشتراکیت سے متاثر ہو کر اشتراکی پارٹی کی حکومت قائم کرنے کی حامی بن جائیں گے۔ اس خطرے کے پیش نظر امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے اپنے اپنے مقبوضہ علاقوں میں ایک قسم کا انتظام رائج کرنے اور اسے مغربی جرمنی کا الگ ملک بنانے کی تدابیر شروع کر دیں جن میں سے ایک تدبیر یہ تھی کہ مغربی جرمنی میں مشرقی جرمنی سے الگ سکہ چلایا جائے۔ مغربی اتحادیوں کے اس اقدام کے باعث برلین شہر کے تجارتی لین دین میں بہت دقتیں پیش آنے لگیں کیوں کہ برلین کا شہر اگرچہ روسی منطقہ کے بیچ میں واقع تھا لیکن باہمی قرارداد کے مطابق اس شہر کے چار ٹکڑے کر لیے گئے تھے اور ان ٹکڑوں میں سوویت یونین، امریکہ، برطانیہ اور فرانس کی فوجیں الگ الگ پڑی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھیں۔ مارچ ۱۹۴۸ء میں یہ قصہ شروع ہوا اور ماہ جون میں سوویت یونین کے فوجی حکام نے برلین کے ان قطعات کی ناکہ بندی کر دی جن میں امریکی، برطانی اور فرانسیسی فوجیں مقیم تھیں۔ خشکی اور پانی کی راہ سے آمدورفت اور اشیا کی بہم رسانی کا سلسلہ بند ہوگیا۔ امریکہ اور برطانیہ نے طیاروں اور ہوائی جہازوں کے ذریعے اپنے عساکر کو سامان بہم پہنچایا۔ ستمبر ۱۹۴۸ء تک یہ کیفیت جاری رہی۔ سوویت یونین اور مغربی اتحادیوں کے درمیان اسی مسئلے پر جنگ چھڑ جانے کے امکانات قوی ہوتے نظر آنے لگے لیکن اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل کی کوششوں سے برلین کا قضیہ طے ہوگیا۔ باہمی افہام وتفہیم نے کشیدگی میں استرخا پیدا کر دیا لیکن جرمنی کے ایک ملک بننے اور اس کے ساتھ جملہ اتحادیوں کی طرف سے مشترکہ معاہدات طے ہونے کی توقعات ختم ہوگئیں۔

تنظیمِ اقوام متحدہ سے سوویت یونین کا واک آوٹ :

سوویت یونین نے چین کے انقلاب کے بعد سیکیورٹی کونسل اور اقوام متحدہ کے دوسرے اداروں سے اس بنا پر واک آوٹ کر دیا کہ ان میں چین کی قومی حکومت کے نمایندے شامل ہوتے ہیں جنھیں انقلاب کے بعد چین کی نمایندگی کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ امریکہ اور اس کے پیرو ملک اس امر پر مصر رہے کہ چین کی طرف سے چین کی قومی حکومت ہی کے نمایندے اجلاسوں میں شامل ہوں گے کیوں کہ اشترا کی حکومت کو ابھی یو۔این۔او نے تسلیم نہیں کیا۔ اسی کیفیت نے یو۔این۔او کے کاموں میں تعطل کی سی کیفیت پیدا کر دی۔ اگرچہ امریکی بلاک کے ملکوں نے کام جاری رکھا لیکن روس نے صاف کہہ دیا کہ جو فیصلے اس کی غیر حاضری میں کیے جائیں گے روس ان کا پابند نہیں۔

کوریا کی جنگ :

یو۔این۔او کے سیکرٹری جنرل مسٹر ٹرائیگیولی ابھی اس کوشش میں تھے کہ چین کی نمایندگی کے سوال پر سوویت یونین اور مغربی اتحادیوں کے درمیان مفاہمت کی راہ پیدا کریں کہ شمالی کوریا کی اشترا کی ریاست نے جنوبی کوریا کی جمہوری ریاست پر حملہ کر دیا اور اس سرعت رفتار سے حملہ کیا کہ جنوبی کوریا کی کمزور فوج کا کچھ بھی نظر آنے لگا۔ اس پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکہ نے بصیغہ تعجیل سکیورٹی کونسل کا اجلاس منعقد کر کے اس مضمون کی قرارداد منظور کرا لی کہ یو۔این۔او کی ممبر حکومتیں شمالی کوریا کے جارحانہ اقدام کے مقابلے میں جنوبی کوریا کی امداد کریں اور اس قرارداد کی منظوری کے ساتھ ہی اپنے جنگی طیارے، بحری بیڑے اور آخر میں بری افواج جنوبی کوریا کی امداد کے لیے بھیج دیے۔ برطانیہ، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ نے بھی اپنے بحری بیڑے جو جاپان کے سمندروں میں موجود تھے امریکی جرنیل میک آرتھر کے حوالے کر دیے۔ سوویت یونین نے سیکیورٹی کونسل کی اس قرارداد کو بے ضابطہ قرار دیا۔ امریکہ کی سرکردگی میں اقوام متحدہ کے اینگلو امریکی بلاک کی فوجیں شمالی کوریا کے اشتراکیوں کے خلاف لڑنے لگیں جن کی امداد کے لیے اشتراکی چین کے رضا کار بھی پہنچ گئے۔ یہ جنگ اقوام عالم کی تیسری بڑی جنگ کا پیش خیمہ بنتی نظر آ رہی تھی لیکن بڑی طاقتوں نے شمالی کوریا اور جنوبی کوریا کی الگ الگ ہستی تسلیم کر کے اس خطرے کو ٹال دیا۔

ان کوائف پر بیسویں صدی مسیحی کا نصف اوّل اختتام پذیر ہوا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ